حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ
و دیگر اکابرین

خطباتِ جمعہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی

سال بھر کے اسلامی مہینوں سے متعلق
اسی ۸۰ سے زائد مستند خطبات

محرم الحرام
صفر المظفر
ربیع الاوّل
ربیع الثانی
جمادی الاولیٰ
جمادی الثانی
رجب المرجب
شعبان المعظم
رمضان المبارک
شوال المکرم
ذیقعدہ
ذوالحجہ

قرآن وحدیث اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں علماء... خطباء... مبلغین حضرات کیلئے بہترین عام فہم مستند تحفہ... ہر اسلامی مہینے کے اہم تاریخی واقعات کیساتھ... فضائل، احکام وآداب اور ترغیب وترہیب کے دلچسپ واقعات سے مزین اسّی سے زائد اصلاحی مواعظ کا مبارک مجموعہ

مع **خطبات الاحکام لجمعات العام** (عربی)



مرتب
حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ
(خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ و دیگر اکابر علماء کے خطبات سے ماخوذ
سال بھر کے اسلامی مہینوں سے متعلق اسی (۸۰) سے زائد مستند خطبات

محرم الحرام
صفر المظفر
ربیع الاوّل
ربیع الثانی
جمادی الاولیٰ
جمادی الثانی
رجب المرجب
شعبان المعظم
رمضان المبارک
شوال المکرّم
ذیقعدہ
ذوالحجہ

خطباتِ جمعہ

جلد اوّل

قرآن وحدیث اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں علماء... خطباء... مبلغین حضرات کیلئے بہترین عام فہم مستند تحفہ... ہر اسلامی مہینے کے اہم تاریخی واقعات کیساتھ... فضائل، احکام وآداب اور ترغیب وترہیب کے دلچسپ واقعات سے مزین اسّی سے زائد اصلاحی مواعظ کا مبارک مجموعہ

مع **خطبات الاحکام لجمعات العام** (عربی)

مرتب
حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ
(خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)

خطباتِ جمعہ

تاریخ اشاعت.........شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ
ناشر......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان
ادارہ اسلامیات........ انارکلی........ لاہور
مکتبہ سید احمد شہید........ اردو بازار........ لاہور
مکتبہ رحمانیہ........ اُردو بازار........ لاہور
مکتبہ الفاروق۔ مصریال روڈ چوہڑ ہڑپال۔ راولپنڈی
دارالاشاعت........ اُردو بازار........ کراچی
مکتبۃ القرآن........ نیو ٹاؤن........ کراچی
مکتبہ دارالاخلاص.... قصہ خوانی بازار.... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم
صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ
کما صلّیتَ علیٰ ابراہیم وعلیٰ آلِ ابراہیم
اِنّک حمیدٌ مجید

اللّٰھم
بارِک علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ
کما بارکتَ علیٰ ابراہیم وعلیٰ آلِ ابراہیم
اِنّک حمیدٌ مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اسلام کی ترویج اور اس کی نشر و اشاعت میں تعلیم' تدریس، تبلیغ اور جہاد ہر دور میں نمایاں اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ خدام اسلام نے اپنے اپنے زمانہ اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر درج بالا چاروں شعبوں میں سے کسی نہ کسی شعبہ سے خود کو منسلک کر کے اپنی زندگی لوجہ اللہ وقف کر دی اور کسی بھی زمانہ ان شعبوں کے رجال باہم فریق ہونے کے رفیق بنے اور ایک دوسرے کی خدمات کو سراہتے رہے۔

قریب زمانہ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے علوم دینیہ سے فراغت کے بعد جہاں تدریس فرمائی وہاں حسب ضرورت یوں قلمی جہاد فرمایا کہ اپنے تربیت یافتہ حضرات کو قیام پاکستان کے سلسلہ میں ہر قسم کی علمی اور عملی تربیت دی۔ یہ آپ کے قلمی جہاد ہی کا فیض تھا کہ پاکستان میں پہلی پرچم کشائی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے کرائی گئی جو کہ ان کی جد و جہد اور کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حکیم الامت رحمہ اللہ کی دیگر شعبوں میں گراں قدر خدمات کے علاوہ تبلیغ بذریعہ مواعظ و تصانیف میں آپ نے مجددانہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اخلاص وللّٰہیت سے کئے گئے آپ کے بیانات اور مواعظ سے جہاں سننے والے اصلاح یافتہ ہوئے وہاں ان مطبوعہ مواعظ سے ایک دنیا نے اکتساب فیض کیا اور تاہنوز علماء مشائخ نہ صرف خود ان مواعظ کو زیر مطالعہ رکھتے ہیں بلکہ اپنے متعلقین اور تلامذہ کو ان کی اہمیت وافادیت سے باخبر کر کے یومیہ مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے

ہیں۔ حضرت کے الہامی مواعظ کی طرح آپ کے ملفوظات بھی عوام وخواص میں نہایت مقبول ہیں۔ جن میں دین و دنیا کے ہزاروں عقدے نہایت سہل انداز میں حل کردیئے گئے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے وہ علوم ومعارف جو آپ کے مواعظ اور تصانیف میں متفرق مقامات پر تھے اور علماء اور مبلغین حضرات کیلئے بیان وتقریر کیلئے پرمغز اور مستند مواد پر مشتمل تھے۔ عرصہ سے تمنا تھی کہ حضرت ہی کی چیزیں علما مقررین اور خطباء کیلئے جمع ہوجائیں تاکہ انہیں کم وقت میں بہتر علوم میسر آجائیں اور سامعین کو بھی ان اصلاحی مواعظ سے فائدہ ہو۔ حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ اس طرح کا کام ہوجائے۔ بندہ کی درخواست پر حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ و دیگر مستند مآخذ سے عام ضرورت کے خطبات جمع کر کے مسودہ تیار کردیا۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے کیئے ہوئے کام کو مزید مزین کرنے کیلئے ان خطبات کو اسلامی بارہ مہینوں کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے اور ہر اسلامی مہینے سے متعلق اہم موضوع پر اپنے اکابر کے مستند خطبات کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ یوں زیرنظر کتاب سال بھر کے جمعات اور دیگر مجالس میں بیان کرنے کیلئے مستند اسلامی علوم پر مشتمل ہوگئی ہے۔ ہر اسلامی مہینے کے ساتھ اس مہینے میں پیش آمدہ اہم تاریخی واقعات کو بھی ملحق کردیا گیا ہے جو خطباء ومبلغین اور محقق حضرات کیلئے نہایت کارآمد اضافہ ہے۔

ہر اسلامی مہینے کے تحت پانچ یا اس سے زائد خطبات دیدیئے گئے ہیں تاکہ ہر خطیب ومبلغ اپنی سہولت کے پیش نظر ان میں سے انتخاب کر کے اپنے سامعین کو علمی واصلاحی علوم سے سیراب کرسکے۔ سال بھر میں تقریباً 60 تقاریر صرف جمعات کیلئے کافی ہیں لیکن زیرنظر کتاب میں 80 سے زائد تقاریر وخطبات یکجا جمع کردیئے گئے ہیں تاکہ یہ مجموعہ صرف جمعہ کے بیان وتقریر کیلئے ہی محدود نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً دینی پروگراموں، مجالس اور خصوصی بیانات کیلئے بھی یہ کتاب رہنمائی کرسکے۔

اولاً کوشش کی گئی کہ یہ تمام خطبات ایک ہی جلد میں آجائیں تاکہ ہر شخص بآسانی مکمل مجموعہ سے مستفید ہوسکے لیکن عنوانات کے تنوع اور مضامین کی کثرت کے پیش نظر اس کتاب کو

دو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلی جلد پہلے سات اسلامی مہینوں یعنی محرم الحرام، صفر المظفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولی، جمادی الثانی اور رجب المرجب سے متعلق خطبات پر مشتمل ہے جبکہ جلد دوم بقیہ پانچ مہینوں یعنی شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذیقعدہ اور ذوالحجہ سے متعلق ہے۔ جلد دوم کے آخر میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مرتب فرمودہ ''خطبات الاحکام'' سے ماخوذ عربی خطبے بھی شامل کردیئے گئے ہیں اور اس کے علاوہ سال بھر پیش آمدہ اسلامی تقریبات نکاح، عقیقہ و عیدین کے خطبے بھی شامل ہیں۔

زیر نظر جدید کتاب میں ان سال بھر کے عربی خطبات کا اُردو ترجمہ حسب موقع اپنی اپنی جگہ ترتیب دیا گیا ہے۔

خطباء حضرات سے گذارش ہے کہ اجتماعات جمعہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اصلاح افروز ان عربی خطبوں کو پڑھنے کا معمول بنائیں جو کہ مستند اور جامع ہونے کے علاوہ مختصر بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ زیر نظر اس جدید مجموعہ کے دوسرے ایڈیشن کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں اور اکابر کی ان اصلاحی باتوں کو سمجھنے اور پھر صحیح انداز میں عوام الناس تک پہنچانے کی ہمت و توفیق سے نوازیں تا کہ عوام کی فکری و نظری سرحدوں کی حفاظت ہو سکے اور پورا معاشرہ اسلام کی مبارک تعلیمات اور انسانیت کی محافظ اسلامی تہذیب پر عمل پیرا ہو سکے۔ آمین۔

محمد اسحٰق غفرلہ

رجب المرجب ۱۴۳۰ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۹ء

عرض مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رَسوله الکریم.
وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ واولیاءِہٖ اجمعین.
وبارک وَسلّمَ تسلیماً کثیرًا کثیراً. امابعد:

"**خطبات الاحکام للجمعات العام**" حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے پچپن خطبات کا مجموعہ ہے جس میں سال بھر کے ہر جمعہ کے لیے نیا خطبہ' خطبات' عیدین' خطبہ نکاح' خطبہ استسقاء اور دوسرا خطبہ جمعہ وعیدین جمع کیے گئے ہیں۔ بظاہر یہ پچپن خطبات ہیں لیکن ان میں موضوع مواعظ کم وبیش ایک سو ہیں کیونکہ بعض خطبات جمعہ میں تین' تین موضوع اور اکثر میں دو موضوع ہیں۔

اکثر علماء حضرات کا تقاضا تھا کہ احقر مواعظ وملفوظات کی روشنی میں ان موضوعات پر مفصلاً لکھے تا کہ خطیب حضرات کو وعظ کی صورت میں یکجا مواد میسر آ جائے اور دوسری کتب کی طرف مراجعت کی ضرورت نہ پڑے لیکن یہ کام انتہائی مشقت طلب تھا اس لیے بندہ سن کر خاموش ہو جاتا۔ ایک روز ملتان حاضری پر دوران گفتگو حضرت الحاج مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ العالی سے اس کا تذکرہ ہوا تو حضرت حافظ صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا اس کی اشد ضرورت ہے آپ اسے مرتب کر دیں ان شاء اللہ میں اسے شائع کر دوں گا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ اگلے سال ملتان حاضری پر دوبارہ پوچھا' احقر نے دیگر

مصروفیات کا عذر کیا پھر فون پر کئی بار یاددہانی کرائی تو احقر نے عرض کیا آپ دعا فرمائیں میں کوشش کروں گا۔ چنانچہ تقریباً سو موضوعات پر افادات حضرت حکیم الامت سے یہ مجموعہ تیار ہو گیا جو اس کا مصداق ہے۔ انہیں کے نذر کروں تحفۃً یہ گلدستہ' یہ میں نے جن کے گلستان سے کی ہے گل چینی اس ترتیب میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

۱- جن کتب میں استفادہ کیا گیا ان کی فہرست علیحدہ درج ہے۔

۲- اولاً حضرت حکیم الامتؒ کا مرتب فرمودہ خطبہ درج کیا گیا ہے۔

۳- بعدہٗ خطبہ کا ترجمہ مع توضیحات حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی قدس سرہ من وعن درج کیے گئے۔

۴- اس کے بعد موضوع جمعہ سے متعلق بصورت وعظ کو قلمبند کیا گیا جس میں بفضلہٖ تعالیٰ علوم و معارف کا ذخیرہ اور علمی معلومات اور عملی دستور العمل کا گنجینہ الحمدللہ مرتب کیا گیا جس کا پتہ مطالعہ کے بعد محسوس ہوگا۔

ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

۵- ان شاء اللہ خطیب حضرات کو جمعہ کی تیاری کے لیے اب کسی اور کتاب کے مطالعہ کی ضرورت نہ پڑے گی۔

۶- عبارت عام فہم اختیار کی گئی تا کہ کم استعداد والے مقررین اگر چاہیں تو پڑھ کر بھی سنا دیں تو سامعین کی اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گا اور کوئی دشواری نہ ہو گی۔

۷- صحت کے اعتبار سے بظاہر یہ احقر ناکارہ کا آخری مجموعہ ہے ویسے بارگاہ خداوندی میں صحت جسمانی و روحانی اور حسن خاتمہ کا امیدوار ہوں۔ **انہ سمیع قریب ٥**

آخر میں احقر کے چھوٹے بیٹے حافظ محمد مالک ارشد قریشی سلمہ نے ہاتھ بٹایا ورنہ بروقت تکمیل بظاہر دشوار ترین مرحلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان اُمور میں دلچسپی لینے کی توفیق دے اور جزائے خیر عطا فرمائیں آمین

اللہ تعالیٰ حضرت الحاج حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ کی ان خدمات کو قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائیں آمین۔ دعا گو ؤ دعا جو محمد اقبال قریشی

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ امام و خطیب جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد

خطبہ کے مختصر فضائل احکام

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

۱- خطبہ جمعہ شرط نماز ہے بغیر خطبہ کے نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی اور یہ شرط صرف ذکر اللہ سے ادا ہو جاتی ہے۔

۲- خطبہ جمعہ وعیدین وغیرہ کا عربی میں ہونا سنت ہے اور اس کے خلاف دوسری زبانوں میں پڑھنا بدعت ہے۔ (مصفی شرح موطا للشاہ ولی اللہ و کتاب الاذکار للنووی و دُرِ مختار شروط الصلوٰۃ شرح الاحیاء)

۳- اسی طرح عربی میں خطبہ جمعہ پڑھ کر اسکا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنا دیں تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

۴- البتہ خطبہ عیدین وغیرہ میں اگر خطبہ کے بعد ہی ترجمہ سنا دیا جائے تو مضائقہ نہیں اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ منبر سے علیحدہ ہو کر ترجمہ سنا دیں تا کہ امتیاز ہو جائے۔
(کما صرح بہ فی تقریظ الرسالۃ الاعجوبۃ بناء علیٰ حدیث مسلم)

۵- سنت ہے کہ خطبہ باوضو پڑھا جائے بلا وضو پڑھنا مکروہ ہے۔

۶- سنت ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا جائے بیٹھ کر مکروہ ہے۔ (عالمگیری و بحر)

۷- سنت ہے کہ قوم کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھیں رو بقبلہ یا کسی دوسری جانب کھڑے ہو کر پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری و بحر الرائق)

۸- سنت ہے کہ خطبہ سے پہلے آہستہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط پڑھا جائے۔ (علیٰ قول ابی یوسف کذا فی البحر)

۹- سنت ہے کہ خطبہ بلند آواز سے پڑھا جائے تا کہ لوگ سنیں آہستہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

۱۰- سنت ہے کہ خطبہ مختصر پڑھا جائے زیادہ طویل نہ ہو اور حد اس کی یہ ہے کہ طوال مفصل کی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو۔ اس سے زیادہ طویل پڑھنا مکروہ ہے۔ (شامی، عالمگیری، بحر)

۱۱- سنت ہے کہ خطبہ دس چیزوں پر مشتمل ہو۔ اول حمد سے شروع کرنا، دوم اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، سوم کلمہ شہادتین پڑھنا، چہارم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، پنجم وعظ و نصیحت کے کلمات کہنا، ششم کوئی آیت قرآن شریف کی پڑھنا، ہفتم دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا، ہشتم تمام مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا مانگنا، نہم دوسرے خطبہ میں دوبارہ الحمد للہ اور ثناء اور درود پڑھنا، دہم دونوں خطبوں کو مختصر کرنا اس طرح کہ طوال مفصل کی سورتوں سے نہ بڑھے۔ (عالمگیری، بحر) (العبد الضعیف محمد شفیع غفرلہ صدر دار العلوم کراچی نمبر ۱۴)

خطبہ کے مسنون چند آداب واحکام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ سے متعلق معمولات

۱- خطبہ چھوٹا پڑھتے تھے اور نماز کو طویل کرتے تھے۔

۲- اثناء خطبہ میں اگر کوئی بات قابل امرونہی پیش آجاتی تھی آپ اس کی تعلیم فرماتے تھے۔

۳- آپ کے آگے نہ کوئی چوبدار پکارتا چلتا تھا نہ کسی خاص وضع کا لباس ہوتا تھا۔

۴- مسجد میں تشریف لاکر سب کو سلام کرتے۔

۵- منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر سلام کرتے اور بیٹھ جاتے۔

۶- پھر بلال اذان کہتے جب وہ اذان کہہ چکتے آپ کھڑے ہوکر خطبہ شروع فرماتے' اذان وخطبہ میں کچھ فصل نہ ہوتا تھا۔

۷- کبھی کمان پر کبھی عصا پر سہارا لگا کر کھڑے ہوتے۔

۸- خطبے کے وقت آپ کی آنکھیں سرخ ہوجاتیں اور آواز بلند ہوتی اور غضب شدید ہوتا جیسے کسی غنیم سے لوگوں کو ڈراتے ہوں۔

۹- اکثر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھتے اور کبھی پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری میں هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ پڑھتے۔ اب بعض احکام ضروری متعلق جمعہ وخطبہ کے لکھ کر خطبے لکھے جاتے ہیں۔

احکام الجمعۃ والقف اذان سن کر بیع وشرا معاملات دنیویہ چھوڑ کر جمعہ کا اہتمام کریں۔ سب سے پہلے اور اول وقت آکر امام کے پاس بیٹھنے کا قصد کریں مگر مسجد میں باتیں کرکے اپنی نیکیاں اکارت نہ کریں' اول وقت آنے کا ثواب ایسا ہے کہ گویا ایک اونٹ قربانی کیا پھر ایسا جیسے گائے قربانی کی پھر ایسا جیسے مینڈھا قربانی کیا' پھر ایسا ہے جیسے مرغ تصدق کیا پھر ایسا جیسے انڈا تصدق کیا۔ پہلی صف میں جگہ ہوتے دوسری صف میں نہ بیٹھیں جب ایک صف پوری بھر جاوے تو دوسری میں بیٹھنا شروع کریں۔ اسی طرح کل صفوں کو آراستہ کریں۔ صف میں خوب مل کر کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں اور ذرا بھی جگہ نہ چھوڑیں ورنہ اس میں شیطان گھس کر نمازیں خراب کرتا ہے' لوگوں کو پھاند پھاند کر اول

صف میں نہ جائیں' ہاں احکام المستمعین خطبہ سننا واجب ہے۔ اس وقت باتیں کرنا' دُرود شریف' کلام مجید نماز وغیرہ پڑھنا نہ چاہیے۔

جس وقت خطیب منبر کی طرف چلے اُسی وقت سے سب چھوڑ کر ہمہ تن خطیب کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر کوئی سنت پڑھتا ہو تو اختصار قرأت کے ساتھ اُس کو پورا کرلے۔ خطبہ کی آواز نہ آتی ہو تب بھی کچھ نہ پڑھیں' نہ بات کریں اُسی طرف کان لگائے بیٹھے رہیں اگر کوئی کچھ پڑھتا یا باتیں کرتا ہو اس کو بھی منع نہ کریں' ہاں اگر کسی طرح اشارہ سے خاموش کردیں تو خیر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آوے اس وقت بھی دُرود شریف نہ پڑھیں' بلاحرکت زبان صرف دل سے پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں۔

جب آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الخ پڑھی جاوے' دل ہی دل میں دُرود وسلام بھیجیں۔ خطبہ عیدین میں بعد نماز کے بھاگنا اور خطبہ نہ سننا ممنوع ہے چاہئے کہ بعد خطبہ کے دعا مانگ کر جاویں گو آواز وہاں تک نہ آتی ہو۔ (زادالمعاد)

ماخذ ومصادر........خطبات جمعہ

خطبات حکیم الامت
ملفوظات حکیم الامت
نشر الطیب
اشرف التفاسیر
تفسیر معارف القرآن
آسان تعلیمی درس قرآن
خطبات حکیم الاسلام
تہذیب الاخلاق
خطبات اکابر
خطبات شعبان ورمضان
خطبات سیرة النبی
خطبات حج وقربانی اور محرم
شہادت حسین
اصلاحی خطبات
خطبات حضرة لاہوری
خطبات علی میاں
مواعظ مفتی رشید احمد رحمہ اللہ
اصلاحی مواعظ
صراط مستقیم
دینی دستر خوان
اسلامی مہینوں کے احکام
خطبات احتشام
جدید سیرة النبی
خطبات عارفی
خطبات مدراس
قرآنی افادات
خطبات محمود
ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان
ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک
ماہنامہ ''الاشرف'' کراچی
ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی
ماہنامہ ''الرشید'' لاہور

فہرست عنوانات

محرم الحرام

پہلا خطبہ.....محرم الحرام تعارف وضروری احکام

مولانا روح اللہ صاحب مدظلہ

دوسرا خطبہ.....منکرات محرم

فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.....شہادت کی فضیلت واقسام

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

پانچواں خطبہ.... عاشورہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ.... شہادت حسین رضی اللہ عنہ

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ.... شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تفصیلات

مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

آٹھواں خطبہ.....سن ہجری کا آغاز

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق رحمہ اللہ

نواں خطبہ.... مقصد زندگی

فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

صفر المظفر

پہلا خطبہ..... ماہ صفر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ..... پاکی کی فضیلت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ..... نماز

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ..... تعلیم قرآن

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....توحید وتوکل

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ....محبت، شوق، انس ورضا

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ.... علم دین کی فضیلت اور تاکید

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آٹھواں خطبہ.... عقائد کی درستگی

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ربیع الاوّل

پہلا خطبہ.... سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی عزیمت

مورخ اسلام سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.....رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.....حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.....جشن عید کا شرعی جائزہ

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....ہمارے اکابر اور ذکر ولادت

از تحریرات اکابر

چھٹا خطبہ....ذکر اللہ اور دعا

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ربیع الثانی

پہلا خطبہ.....کھانے پینے میں میانہ روی

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.....حقوق نکاح

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.....تفکر وتدبر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.....موت اور مابعد الموت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....نوافل

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ....نمازِ تہجد

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

جمادی الاولیٰ

پہلا خطبہ....کسب معاش

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ....کسب حرام سے بچاؤ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.... حقوق عامہ وخاصہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.... دھوکہ کھانے کی برائی

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ.... مراقبہ ومحاسبہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

جمادی الثانی

پہلا خطبہ.... بُرے ہم نشین سے پرہیز

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... سفر اور اس کے آداب

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.... گانے سننے کی ممانعت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ....امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....آداب معاشرت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

رجب المرجب

پہلا خطبہ.... چند غلط فہمیوں کا ازالہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

دوسرا خطبہ.... سفر معراج کی تفصیلات

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.... اصلاح باطن

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.... تہذیب اخلاق

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ.... حفاظت شکم وشرم گاہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ....اخلاص وصدق

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ....کینہ، حسد اور غصہ کی قباحت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

شعبان المعظم

پہلا خطبہ.... شعبان المعظم

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... شعبان کے فضائل واعمال

از تحریرات اکابر

تیسرا خطبہ.... شب برأت کی اہمیت

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ....رمضان المبارک کی تیاری

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

پانچواں خطبہ....ادائیگی زکوۃ اور اس کے متعلق کوتاہیاں

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ.....زبان کی حفاظت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ.....ماہ شعبان کا آخری جمعہ

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

رمضان المبارک

پہلا خطبہ.....فضائل رمضان المبارک

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ..... رمضان المبارک کا مبارک تحفہ

مفکر سید اسلام ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.....رمضان المبارک کے روزے

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.....دو روزے

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ.....رمضان کیسے گزاریں؟

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

چھٹا خطبہ....تراویح

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ....اعتکاف اور شب قدر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آٹھواں خطبہ....شب عید کی فضیلت اور ہم

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

شوال المکرم

پہلا خطبہ.....عید......رمضان کا انعام اور ثمرہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.....عید الفطر اسلامی تہوار

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

تیسرا خطبہ.....اعمال رمضان کا تحفظ وشکر

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ..... خطبہ عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....احکام عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ....دنیا کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ....بخل اور حب مال کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ذوالقعدہ

پہلا خطبہ....حب جاہ وریاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ....عجب اور کبر کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ....توبہ کا وجوب وفضیلت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ....صبر وشکر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....خوف ورجاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ.....فقر وزہد

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ.....حج فرض میں جلدی کیجئے

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

آٹھواں خطبہ.... زیارت حرمین

ذوالحجہ

پہلا خطبہ.... خطبہ عید الاضحیٰ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... احکام ذوالحجہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.... قربانی، حج، عشرہ ذی الحجہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

چوتھا خطبہ.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیلات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ.... حج اور اس کے تقاضے.... چھٹا خطبہ.... زائرین حرم کی خدمت میں

مولانا مفتی سلمان منصور پوری مدظلہ

ساتواں خطبہ.....حج اور قربانی کی حقیقت

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

آٹھواں خطبہ.....حج کے انعامات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نواں خطبہ.....عید الاضحیٰ اور عشق الٰہی

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

دسواں خطبہ.....خطبہ استسقاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

محرم الحرام

مع محرم الحرام کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

محرم الحرام تعارف وضروری احکام

مولانا روح اللہ صاحب مدظلہ

''محرم'' اسلامی سال کا پہلا قمری مہینہ ہے۔ اس میں م مضموم ح مفتوح اور ر مشدد مفتوح پڑھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

اس کے لغوی معنی معزز اور محرم کے ہیں۔ قرآن مجید میں بیت اللہ شریف کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے ضمن میں آیا ہے۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ o (۳۷۔ابراہیم۔۱۴)

''اے اللہ! میں نے اپنی اولاد بے آب وگیاہ بستی میں تیرے گھر کے پاس بسائی ہے۔''

محترم گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ یہ اگرچہ اس وقت منہدم حالت میں تھا تاہم اس کی جگہ خوب جانی پہچانی اور سب کی نگاہوں میں محترم اور متبرک تھی۔

دوسری جگہ فرمایا گیا: ''بے شک مہینوں کی تعداد تو اللہ کے نزدیک بارہ/۱۲ ہی ہے۔ اُسی دن سے جب سے اُس نے زمین وآسمان بنائے۔ ان میں سے چار مہینے خصوصاً عظمت والے ہیں۔ پس ظلم نہ کرو اپنی جانوں پر ان مہینوں میں۔'' (۳۶۔توبہ:۹)

ان عظمت والے چار مہینوں میں بالاتفاق پہلا مہینہ ''محرم الحرام'' کا مہینہ ہے۔ باقی تین مہینے رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے ہیں۔

عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔ اسلام میں ان مہینوں کی عظمت اور حرمت اور زیادہ ہوگئی۔ ان مہینوں میں طاعت مقبول تر اور معصیت قبیح تر قرار دی گئی ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ متبرک اوقات میں معصیت کی برائی شدید تر ہوتی ہے اور اسی پر متبرک مقامات کو بھی قیاس

کیا جاسکتا ہے تو وائے بر حال ان لوگوں کے جو اولیاء صالحین کے مزارات پر اور وہ بھی زمانہ عرس میں فجور و بدعات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ماہ محرم الحرام کو تشریفاً شہر اللہ کہا گیا ہے جیسے دوسرے مقامات پر کعبہ شریف کو بیت اللہ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو "ناقة اللّٰه" فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ محرم الحرام کی اسی بزرگی اور برتری کی بناء پر حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "رمضان کے بعد سب مہینوں سے زیادہ افضل محرم الحرام کے روزے ہیں۔"

اور دوسری جگہ فرمایا کہ "یعنی ایام محرم میں سے ایک یوم کا روزہ دوسرے مہینوں کے تیس ۳۰ ر ایام کے برابر ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

شیخ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت سی وجوہ نقل فرمائی ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ جملہ کائنات و مافیہا سب اسی ماہ محرم میں شرف وجود سے مشرف ہوئیں۔ نیز کائنات کے دوسرے اہم اور مہتم بالشان کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے تک سب اسی مبارک اور محترم مہینہ میں سرانجام پائے۔ (غنیۃ)

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت بھی اسی مہینہ میں واقع ہوگی۔ (غنیۃ)

بناء بریں ہم اس مہینہ کو کائنات کا مبداء اور منتہیٰ قرار دے سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً انہیں خصوصیات کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کے خاص الخاص دن یعنی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور آئندہ سال دو روزے رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی فرضیت سے پہلے یہی عاشورہ کا روزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی اُمت پر فرض تھا مگر چونکہ اس کا اہتمام زیادہ تر یہود اور نصاریٰ کیا کرتے تھے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ سال ایک روزہ کے اضافہ کا فیصلہ فرمایا تاکہ یہود سے تشبہ بھی لازم نہ آئے اور اکتساب ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو۔

چنانچہ فرمان نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ: "عاشورہ کا روزہ رکھو تو ضرور رکھو مگر یہود سے امتیاز کیلئے آگے یا پیچھے ایک دن کا اضافہ کرلو۔" (احمد)

مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ: "یعنی مجھے غالب توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گزشتہ ایک برس کے گناہ معاف فرمادیں گے۔"

احادیث سے فضائل محرم وعاشورہ

۱- اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ ہے۔‘‘ (مشکوۃ شریف)

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اہتمام نفلی روزوں میں عاشورہ کے روزہ کا فرمایا کرتے تھے۔‘‘

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ’’۱۰ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا‘ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آئندہ سال میں اس دن کو پاؤں گا تو نویں محرم و دسویں یا دسویں و گیارہویں محرم کا روزہ رکھوں گا تا کہ یہودیوں کے روزے اور ہمارے روزوں میں امتیاز ہو سکے۔‘‘

۴- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عرفہ کا نفلی روزہ روزہ دار کے لیے دو سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جس سال میں اس نے روزہ رکھا اور اس سے پہلے سال کا کفارہ ہوتا ہے لیکن عاشورہ کا روزہ صرف ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔‘‘ (مسلم)

نوٹ: اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں روزے ہیں تو نفلی ان میں کوئی بھی واجب یا فرض نہیں ہے لیکن عرفہ کے روزے کو عاشورہ کے روزے پر فضیلت ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ شریعت میں مشروع نہیں ہے اس روزہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہودیوں کو رکھتے ہوئے دیکھا اور دریافت فرمایا تو یہودیوں نے جواباً عرض کیا اس دن ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور اسی دن بفضل خدا انہوں نے دریائے نیل کو عبور کیا تھا ہم اس شکریے میں یہ روزہ رکھتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: (ہم اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں اس روزہ کے رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں نہیں بلکہ ان کی موافقت میں رکھا تھا۔

۵- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرا جو اُمتی عاشورے کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق میں فراخی کرے گا تو

اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں فراوانی عطا فرمائے گا۔" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت سفیان کہتے ہیں ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا۔ تجربہ نے یہ ثابت کیا کہ پورے سال ہمارے رزق میں فراوانی رہی۔ جذبہ اتباع امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی یہی برکات وثمرات ہیں۔ مسلمانوں کو اس حدیث پاک پر عمل کر کے برکات سے مستفید ہونا چاہیے۔

محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟

علماء لغت نے جو توجیہ کی ہے اسے آپ پیش نظر رکھیں۔ پہلی توجیہ گنتی کے لحاظ سے جب ہم عربی میں ایک سے دس تک گنتی گنیں تو اس طرح ہے:

واحد	اثنان	ثلث	اربع	خمس	ست	سبع	ثمانیۃ	تسعۃ	عشرہ
ایک	دو	تین	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نو	دس

"عاشورہ" دسواں دن۔ محرم کے دسویں دن کو اسی مناسبت سے عاشورہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن انبیاء کرام کو اللہ رب العزت نے دس انعامات سے نوازا ہے اس لیے اسے عاشورہ کہا جاتا ہے جس کی تفصیل اس طریقہ پر ہے۔

(۱) ...... حضرت آدم علیہ السلام نے جب بھول کر درخت ممنوعہ کا پھل کھایا پھر فوراً ہی اپنی لغزش پر نادم ہو کر بارگاہِ خداوندی میں ان الفاظ کے ساتھ توبہ کی:

"اے پروردگار! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر آپ کی بارگاہ اقدس سے ہمیں معافی نہ ملی اور ہم پر آپ نے رحم نہیں فرمایا تو یقیناً ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے۔" (سورہ اعراف)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے "فَتَابَ عَلَيْهِ" (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی) یہ دن عاشورہ کا تھا۔

(۲) ...... حضرت ادریس علیہ السلام کو رفعت مکانی کی نعمت اسی دن حاصل ہوئی۔ جیسا کہ سورہ مریم میں ہے: "وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا"

ترجمہ: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ادریس کے بارے میں یاد رکھئے وہ سچے نبی تھے ہم نے انہیں قرب وعرفان کے بہت اونچے مقام پر پہنچایا۔"

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اور حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر اُٹھائے گئے۔

(۳) ...... قوم نوح نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں

جب انہیں طوفان میں غرق کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عاشورہ کے دن انعام خاص سے نوازا اور فرمایا: ''اے نوح! اب تم مع اپنے متبعین کے جو تمہارے ساتھ اس کشتی میں ہیں ہماری بخشی ہوئی سلامتی کے ساتھ زمین پر اتر جاؤ اور ہمارے عطاء کردہ برکتوں سے بھی مستفید ہوتے رہو انہی برکات میں سے حضرت نوح علیہ السلام کا آدم ثانی ہونا بھی ہے کیونکہ عام غرقابی کے بعد دوبارہ نسل انسانی حضرت نوح علیہ السلام سے پھیلی ہے۔''

(۴)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام ۱۰ محرم کو پیدا ہوئے۔ اسی روز انہیں نبوت عطا فرمائی گئی اور خلیل اللہ کا لقب عطا کیا گیا۔ یہی ان تھا جب آپ نے نمرود کے شاہی مندر میں جا کر تمام بتوں کو توڑا اور اس کی سزا میں آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا۔ یہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ o

ترجمہ: ''اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور ہمارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بن جا۔''

(۵)...... مشہور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول ہوئی جس کا ذکر سورہ ص میں ہے:

ترجمہ: ''اور داؤد علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انہوں نے اپنے رب کے حضور میں مغفرت کی درخواست کی تو ہم نے انہیں بھی معاف کر دیا اور توبہ کی قبولیت سے نوازا۔''

(۶)...... حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں سے ملک نکل گیا تو عاشورہ کے روز رب کے حضور میں ان الفاظ سے دعا کی:

ترجمہ: ''میرے پروردگار! مجھے ایسا ملک (غلبہ) عطا فرما کہ میرے بعد کسی کے لیے ایسا ملک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں حکمرانی عطا فرمائی۔''

(۷)...... مشہور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اطہر پر آبلے پڑ گئے لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور خدائے قدوس کے حضور دعا کی:

رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ o

ترجمہ: ''میرے رب مجھے تکلیف و مرض نے گھیر لیا ہے اور آپ ہی ارحم الراحمین ہیں۔''

چنانچہ اسی دن یعنی دس محرم کو ان کی دعا قبول ہوئی اور فرمایا ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعا قبول کی اور ان کی تکالیف کو دور کر دیا۔

(۸)...... عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل کو پار کیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق کیا گیا۔

(۹)...... ۱۰ محرم ہی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی رحمت بے پایاں سے نواز کر انہیں مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکالا اور فرمایا:

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ (الصّٰفّٰت)

ترجمہ: ’’ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو کنارے پر لا ڈالا اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔‘‘

(۱۰)...... جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا تو جیسا وعدہ فرمایا تھا:

ترجمہ: ’’اے عیسیٰ! میں تجھے آسمان پر اُٹھالوں گا اور کافروں کے حربے سے پاک رکھوں گا۔‘‘ (سورہ مریم)

پھر جیسا سورہ مائدہ پارہ (۶) کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے رب نے آسمان پر اُٹھالیا اور سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے بارے میں وہ شک وشبہ میں ڈال دیئے گئے۔ یہ انعام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عاشورہ کے دن ہوا۔

یہ اجمالی تذکرہ تھا۔ ان انعامات خاص کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی اپنے انبیاء و رُسل پر اس روز فرمائے جو عاشورہ کا دن کہلاتا ہے۔

سانحہ کربلا

یوم عاشورہ یعنی دس محرم کے دن ہی سانحہ کربلا بھی واقع ہوا جس میں حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان کربلا میں شہید کردیا گیا۔ طوالت کلام کے سبب ہمیں اس کے اسباب وعلل پر گفتگو کرنا اس لیے مناسب نہیں کہ یہ ایک موضوع ہی علیحدہ ہے اس پر طویل گفتگو کی جائے تو ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

حقیقت محرم

محرم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ عربی میں تحریم کے دوسرے معانی کے ساتھ اس کے معنی تعظیم کرنے کے بھی آتے ہیں تو محرم کے معنی معظم (عظمت والا) ہوئے۔ چونکہ یہ مہینہ عظمت کے قابل ہے اس . لیے اس کا نام محرم ہے۔ زمانہ اسلام سے قبل بھی محرم الحرام ان چار مہینوں میں شمار ہوتا تھا جن میں مشرکین عرب جنگ وجدال اور قتل وقتال کو بند رکھتے تھے اور ابتداء میں اسلام نے بھی اس کے اندر قتال کے ممنوع ہونے کو باقی رکھا مگر

باتفاق اُمت حرمت قتال کا یہ حکم آیت قرآنیہ "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ" (پارہ ۱۰) سے منسوخ ہوگیا اور اب ان مہینوں میں قتال جائز ہے۔ اگرچہ اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں قتال کی ابتداء نہ کی جائے۔ (شامی ص ۳۰۲ ج ۳)

پورا مہینہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہات کا محل ہے۔ اس مہینے میں جتنا ہو سکے عبادات میں کوشش کرنی چاہیے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے کو اس لیے فضیلت ملی کہ: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی اور شیعہ لوگ اسی لیے اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس ماہ میں وہ کوئی تقریب اور خوشی کا کام نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے یہاں یہ مہینہ محترم و معظم اور فضیلت والا ہے۔ لہٰذا اس میں نیک کام بہت کرنے چاہئیں۔

محرم کا روزہ

اس ماہ کو یہ بھی عزت حاصل ہے کہ اس کے اندر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں فرعون مصر کے ظالم و جابر ہاتھوں سے نجات پائی اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے دریائے نیل میں غرق ہوا اس لیے بطور شکریہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مہینے کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہم اس کے تم سے زیادہ حق دار اور موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم فرمایا۔ (بخاری ص ۲۶۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ اس دن کا روزہ رکھنا رمضان کے بعد تمام روزوں سے افضل ہے۔" (مسلم شریف ص ۳۶۸)

اس لیے اس کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے نویں، دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھنا چاہیے۔ صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

دسویں محرم اہل وعیال کے ساتھ

شریعت مطہرہ نے اس دن کے لیے یہ تعلیم بھی فرمائی ہے کہ اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں فراخی اور وسعت کی جائے تاکہ اس پر تمام سال فراخی رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں۔

اس ماہ کی برکت وعظمت اور فضائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر تجلیات رحمانی کا بڑا حصہ حاصل کیا جائے مگر ہم نے محرم الحرام کے مہینے اور خاص طور پر اس کی دسویں تاریخ میں طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات و بدعات کا اپنے آپ کو پابند کر کے بجائے ثواب حاصل کرنے کے اُلٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہو کر ہلاکت کا سامان فراہم کر لیا۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ماہ محرم فضیلت کی وجہ سے جس طرح اس میں عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں اور معصیت میں ملوث ہونے کے وبال وعتاب کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس ماہ میں جن اُمور کی ہدایات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہیں وہ دو ہیں: ایک نویں دسویں یا دسویں گیارہویں کا روزہ جو کہ سنت ہے، دوسرے دسویں کو حسب استطاعت اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت وفراخی کرنا جو کہ مستحب ہے۔ ان کے علاوہ جن بدعات و رسومات کا رواج ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے وہ سب قابل ترک ہیں ان میں سے بعض مروجہ بدعات و رسومات کا تذکرہ اس جگہ بھی کیا جاتا ہے۔

یوم عاشورہ کی چھٹی

دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عام طور پر اس دن چھٹی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ شیعوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کے عزائم وارادوں کو بڑھا دینا ہے اور ان منکرات کی تائید وتقویت ہے۔ دوسرے یہ کہ شیعہ اس دن ماتم کرتے ہیں۔ سخت مصیبت ومشقت اور محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مسلمان چھٹی کر کے ان کے تماش گیر بن جاتے ہیں جبکہ منکرات کو دیکھنا بھی غلط ہے۔ وغیرہ وغیرہ

تعزیہ کی بدعت

تعزیہ بنانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس کا بنانا رسومات میں داخل ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔ مال اچھی اور جائز کمائی سے ہونا چاہیے اور خرچ بھی صحیح مصرف میں ہونا چاہیے اور بعض عوام جہلاء تو تعزیہ کے سامنے نذر و نیاز کرتے ہیں جس کا کھانا "وما اهل به لغير الله" میں داخل ہو کر حرام ہے۔ اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑا ہونا اور عرضیاں لٹکانا اور اس کے دیکھنے کو ثواب سمجھنا سخت معصیت ہے اور بعض ان میں سے درجہ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔

"اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ" (کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو؟) میں داخل ہو کر موجب کفر وشرک ہے۔ العیاذ باللہ (بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۹۱)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی نسبت اور ان کا نام اس پر چسپاں کرنا

سخت حماقت ہے جو عقلاً وشرعاً ہر طرح سے منع ہے۔ نسبت سے بھی کسی شے میں تعظیم آ جاتی ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وہ نسبت سچی اور واقعی ہو۔

قارئین کرام!

ہمارے اس مختصر سے تجزیہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ماہ محرم الحرام کی یہ عزت وعظمت ہنگامی یا ناگہانی نہیں بلکہ یہ شان محرم کی ازلی اور ابدی شان ہے۔ ماہ محرم الحرام اپنے اس امتیاز میں کسی مکان وزمان کا پابند نہیں بلکہ خود زمان ومکان کسب شان میں محرم الحرام کے پابند ہیں۔

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اسی مہینہ کی دس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے

☆...... حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

☆...... حضرت ادریس علیہ السلام کو درجات عالیہ عنایت فرمائے۔

☆...... حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اُتری۔

☆...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب خلت سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆...... حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے چھٹکارا ملا۔

☆...... حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔

☆...... حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات بھی اسی روز ملی۔

☆...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اسی روز نجات پائی۔

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی روز اہل مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اور شاید اسی مناسبت سے عرب اس دن کو "یوم الزینة" بھی کہتے ہیں۔

یہ سب واقعات ماہ محرم الحرام کے اس امتیاز اور افتخار کی زندہ دلیل ہیں جس کا تذکرہ ہم شروع میں مختصر طور پر کر چکے ہیں۔

یوں تو سال کے بارہ ۱۲/ مہینوں کی ہر تاریخ کو کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ یا سانحہ رونما ہوا ہے مگر سطور ذیل میں صرف ماہ محرم الحرام میں رونما ہونے والے چند واقعات وحادثات کا ذکر کیا گیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

منکرات محرم

فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حادثہ اگرچہ انتہائی المناک ہے مگر شیعہ ذہنیت نے اسے حد سے زیادہ بڑھادیا ہے عام مسلمانوں کے اذہان میں یہ غلط بات جمادی گئی ہے کہ دنیا میں شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا اور کوئی سانحہ فاجعہ واقع نہیں ہوا' حالانکہ اس سے بدر جہا زیادہ مظلومیت کے بے شمار اندوہناک واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دیکھئے مدافعت پر پوری قدرت کے باوجود ظلم عظیم پر کس قدر صبر واستقامت کے ساتھ جان دے دیتے ہیں کیا اس کی نظیر کہیں دنیا میں ملتی ہے؟ مگر مسلمان اس خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی مظلومیت سے اس قدر بے خبر ہے کہ گویا یہ فرش وعرش کو لرزا دینے والا سانحہ واقع ہی نہیں ہوا کیا آپ نے کبھی کسی زبان کو اس مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہوئے کسی کان کا اس طرف التفات کسی قلم کو یہ جان فگار حادثہ لکھتے ہوئے اوراق تاریخ میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے کسی نگاہ کی توجہ اس مظلومیت پر کسی دل میں احساس درد اور کسی آنکھ کو کبھی اشک بار دیکھا ہے اس سے بھی بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارکہ کا لہولہان ہونا' دانت مبارک کا شہید ہونا' چہرۂ انور کا زخمی ہونا اور اس سے نہ رکنے والا خون جاری ہونا' انگلی سے خون بہنا اور بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا شہید ہونا ہے دنیا بھر کے اولیاء اللہ کا خون نبی کے ایک قطرۂ خون کے برابر نہیں مگر یہاں تو زبان' کان' قلم' نگاہ' دل اور آنکھ سب ایک ہی کرشمہ میں مست ہیں نہ کسی دوسرے صحابی کی شہادت کسی شمار میں نہ کسی نبی کی غور کیجئے کہ یہ شیعیت کا زہر نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امام کہنے کی کیا حیثیت ہے

''امام'' کا لفظ اہل حق کے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے اور شیعہ کے ہاں بھی۔ اہل حق کے ہاں

اس کے معنی پیشوا' رہبر اور مقتدا کے ہیں اور اہل تشیع کے ہاں امام عالم الغیب اور معصوم ہوتے ہیں۔ان کے ہاں امام کا درجہ نبیوں سے بھی بڑا ہے ظاہر ہے کہ اس لفظ کے استعمال کرنے میں ہم تو وہی معنی ملحوظ رکھتے ہیں جو اہل حق کے ہاں ہیں۔اس اعتبار سے تمام صحابہ تابعین' اولیاء اللہ اور علماء امام ہیں۔اس لئے امام ابوبکر' امام عمر' امام عثمان' امام علی' امام ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنا چاہئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **النجوم امنة للسماء و اصحابی امنة لامتی.** میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں سب کے سب امام ہیں جس کی چاہو اقتداء کرلو ہر ستارے میں روشنی ہے جس سے چاہو روشنی حاصل کرلو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امام بتایا اس معنی سے سارے صحابہ اور سب تابعین اور تمام علماء کرام بھی امام ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ لوگ امام ابوبکر نہیں کہتے امام عمر نہیں کہتے امام حسن اور امام حسین کہتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلمانوں میں کہیں غیر سے آیا ہے یہ تشیع کا اثر مسلمانوں میں سرایت کر گیا ہے اگر اہل حق علماء میں سے کسی نے ان حضرات کو امام کہہ دیا ہے تو انہوں نے اس کے صحیح معنی میں امام کہا ہے مگر اس سے مغالطہ ضرور ہوتا ہے اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔حضرت مہدی کو امام مہدی علیہ السلام کہنا بھی تشیع کا اثر ہے۔

علیہ السلام کا اطلاق

ایسے ہی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے علیہ السلام بھی وہی لوگ کہتے ہیں جو انہیں انبیاء علیہم السلام کا درجہ دیتے ہیں اس سے بھی احتراز لازم ہے۔جس طرح دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا جاتا ہے وہی معاملہ ان حضرات کے ساتھ بھی رکھنا چاہئے جس طرح حضرت ابوبکر' حضرت عمر و دیگر صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعائیہ کلمات لکھے اور کہے جاتے ہیں ایسے ہی دعائیہ کلمات حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی لکھے اور کہے جائیں۔

مسلمانوں کے ناموں میں اہل تشیع کا اثر

مسلمانوں کے ناموں میں بھی اہل تشیع کا اثر پایا جاتا ہے مثلاً اصل نام کے ساتھ جس طرح محض تبرک کے لئے محمد اور احمد ملانے کا دستور ہے اسی طرح علی' حسن' حسین ملایا جاتا ہے۔صدیق' فاروق' عثمان اور کسی صحابی کا نام بطور تبرک اصل نام کے ساتھ ملانے کا دستور

نہیں۔نسبت غلامی بھی علی، حسن، حسین کی طرف تو کی جاتی ہے مگر اور کسی صحابی کو گوارا نہیں کیا جاتا۔عورتوں میں کنیز فاطمہ کا نام تو پایا جاتا ہے مگر خدیجہ، عائشہ و دیگر ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی کنیز کہیں سنائی نہیں دیتی۔اس سے بھی بڑھ کر الطاف حسین، فضل حسین اور فیض الحسن جیسے شرکیہ نام بھی مسلمانوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

شہادت کے قصے سننا اور سنانا

اس مہینے میں دیگر خرافات کے ساتھ ایک یہ بھی ہے کہ اس مہینے میں مجلسیں اور جلسے کئے جاتے ہیں جن میں شہادت کے قصے سنے اور سنائے جاتے ہیں۔اس میں ایک گناہ تو یہ ہے کہ اہل باطل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جو شرعاً منع ہے۔چنانچہ جب دس محرم کے روزے کے بارے میں بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا گیا کہ اس میں یہود روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ ایک روزہ اور ملالو نویں یا گیارہویں، عبادت میں بھی مشابہت کی اجازت نہ دی۔

ان مجالس میں دوسری قباحت یہ بھی ہے کہ شہادت کے قصے سن کر صدمہ اور بزدلی پیدا ہوتی ہے اور مسلمانوں میں بزدلی کا پیدا ہونا اسلام کے تقاضوں کے خلاف ہے اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں بلند ہمتی پیدا ہو، یہی وجہ ہے کہ قربانی میں یہ حکم ہے کہ جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کریں ورنہ ذبح کے وقت موجود رہیں اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ مسلمانوں میں عالی ہمتی اور قوت قلب پیدا ہو۔ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی آنکھ سے بکرے کو ذبح ہوتا نہ دیکھ سکے وہ دشمن کو کب قتل کر سکے گا؟

اسلامی سال کی ابتداء کہاں سے ہو؟ سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ ہجرت کو سن کر مسلمانوں میں بلند ہمتی پیدا ہو گی اور دین کی خاطر محنت و مشقت برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا اس کے برعکس میلاد سے ابتداء کرنے میں لہو ولعب میں اشتغال اور غفلت کا خطرہ تھا اور وفات سے شروع کرنے میں غم، صدمہ اور بزدلی پیدا ہوتی جنگ بدر میں کفار کے ستر رئیس مارے گئے مگر مکہ میں جا کر دوسرے سرداروں نے اعلان کیا کہ خبردار! کوئی نہ روئے اور ماتم نہ کرے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا یہ حکم اسی لئے دیا گیا تھا کہ بزدلی نہ پیدا ہو۔

نیز یہ رونے رلانے کے قصے جو ان مہینوں میں سنائے جاتے ہیں اکثر غلط ہیں اس لئے ان کا سننا تو ویسے بھی ناجائز ہے۔تاریخ پر اہل تشیع کا تسلط، ان تقیہ باز منافقین کا مسلمانوں میں گھس کر من گھڑت روایات کی اشاعت کرنا اور مسلمانوں کا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت و عقیدت کی وجہ سے مظلومیت کی ہر داستان کو صحیح باور کر لینا یہ ایسے امور ہیں کہ

ان کی وجہ سے قصہ شہادت کی صحیح حقیقت کا انکشاف ناممکن ہے۔حتی کہ بظاہر معتبر و مستند کتابوں میں مندرجہ تفاصیل بھی قابل اعتماد نہیں اکثر روایات آپس میں تضاد اور عقل و اصول شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے یقیناً غلط ہیں بلکہ نفس شہادت کے سوا اس کی تفصیل کا شاید ہی کوئی جز ئیہ ایسا ہو جس کی صحت پر پورا اعتماد کیا جا سکے جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے والوں نے اپنی اس شقاوت پر پردہ ڈالنے اور حقیقت کو مسخ کرنے کی غرض سے جھوٹی روایات وضع کرنے میں اپنی مخصوص مہارت سے پورا کام لیا ہے۔

تعزیہ کا جلوس اور ماتم کی مجلس دیکھنا

ان دنوں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لئے جمع ہو جاتی ہے اس میں کئی گناہ ہیں پہلا گناہ یہ کہ اس میں دشمنان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دشمنان قرآن کے ساتھ تشبہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" **من تشبه بقوم فهو منهم**" جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ اسی میں شمار ہوگا۔

ہولی کے دنوں میں ایک بزرگ جا رہے تھے انہوں نے مزاح کے طور پر ایک گدھے پر پان کی پیک ڈال کر فرمایا کہ تجھ پر کوئی رنگ نہیں پھینک رہا۔ لو تجھے میں رنگ دیتا ہوں مرنے کے بعد اس پر گرفت ہوئی کہ تم ہولی کھیلتے تھے اور عذاب میں گرفتار ہوئے۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ اس سے ان دشمنان اسلام کی رونق بڑھتی ہے۔ دشمنوں کی رونق بڑھانا بہت بڑا گناہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" **من كثر سواد قوم فهو منهم**"جس نے کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہے۔

تیسرا گناہ یہ ہے کہ جس طرح کسی عبادت کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح گناہ کو دیکھنا بھی گناہ ہے۔ ایک بار کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جہاد کی مشق کر رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی عبادت کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اتنا اہتمام فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردے کی غرض سے خود کھڑے ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پردے میں کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سے دیکھتی رہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس عبادت کے نظارے سے سیر ہو کر جب خود ہٹیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہٹے۔ غرضیکہ عبادت کو دیکھنا بھی عبادت اور گناہ کو دیکھنا بھی گناہ۔

چوتھا گناہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہوتا ہے ایسی غضب والی

جگہ جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گزر ایسی بستیوں کے کھنڈرات پر ہوا جن پر عذاب آیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی اور سواری کو بہت تیز چلا کر اس مقام سے جلدی سے گزر گئے۔ جب سید الاولین والاخرین' رحمۃ للعالمین' حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم غضب والی جگہ سے بچنے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے تو عوام کا کیا حشر ہوگا۔سوچنا چاہئے کہ اگر اللہ کے دشمنوں کے کرتوتوں سے اس وقت کوئی عذاب آ گیا تو کیا صرف نظارہ کے لئے جمع ہونے والے مسلمان اس عذاب سے بچ جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ عذاب آخرت میں بھی یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے اللہ تعالیٰ مستحق عذاب بنانے والی بداعمالیوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ جس طرح مبارک دنوں میں عبادت کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح معصیت پر زیادہ عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو دین کا صحیح فہم اور کامل اتباع کی نعمت عطا فرمائیں۔

وصل اللهم و بارک وسلم علی عبدک و رسولک محمد
و علی اله وصحبه اجمعین و الحمد لله رب العالمین.

تیسرا خطبہ

شہادت کی فضیلت واقسام

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ: بے شک سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے مضبوط کڑا التقویٰ ہے' سب سے بہتر ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہے' سب سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے' سب سے اشرف کلام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے' سب سے بہتر قصہ یہ قرآن ہے' تمام کاموں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کو عزیمت سے ادا کیا جائے اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے نئے ایجاد کیے جائیں' سب سے بہتر طور طریقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طور طریقہ ہے' سب سے اشرف موت شہداء کی شہادت اوران کا قتل ہے۔" (حیاۃ الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ شہید کا قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے۔ اشرف کے معنی سب سے زیادہ بزرگی والی' سب سے زیادہ لائق عظمت۔

قرآن کریم نے حضرات شہداء کا تیسرا درجہ بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا o (النساء: ۶۹)

ترجمہ: "اور جس نے کہا مان لیا اللہ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ لوگ ہوں گے نبیوں کے ساتھ اور صدیقین کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اوراعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کے ساتھ اور بہت ہی عمدہ ہیں یہ سب حضرات رفیق ہونے کے اعتبار سے (ان سے زیادہ عمدہ رفیق کس کو میسر آسکتے ہیں؟)۔"

قرآن کریم نے پہلا درجہ اللہ کے نبیوں کا بیان فرمایا۔ دوسرا صدیقین کا' تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا یعنی اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کا جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ ہم جیسے گنہگار مسلمان جو اللہ

تعالیٰ کی اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور اطاعت کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حشر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ "ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ" یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین)

تو بہرحال شہیدوں کا مرتبہ اللہ نے تیسرے نمبر پر فرمایا ہے۔ انبیاء اور صدیقین کے بعد پھر شہداء کا درجہ ہے اس لیے کہ سب سے اشرف و اعلیٰ موت تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور دوسرے نمبر پر اشرف و اعلیٰ موت صدیقین کی ہے۔ صدیقین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اوصاف اور اپنے کمالات کے اعتبار سے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس نبوت نہیں ہوتی۔ ان کے بعد پھر جتنے اُمتی ہیں ان سب میں سے سب سے زیادہ شریف تر موت حضرات شہداء کی ہے۔

شہید کسے کہتے ہیں؟

چند باتیں یہاں سمجھ لینی چاہئیں۔ ا...... شہید کس کو کہا جاتا ہے؟

اصل شہید تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

الف:...... حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میدان جہاد میں مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم کا نشان تھا لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس کو کسی کافر نے قتل کیا ہے تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔

ب: اسی طرح میدان جہاد سے کسی شخص کو زخمی ہونے کی حالت میں زندہ اُٹھالیا گیا ہو لیکن دو دارو کی، مرہم پٹی کی، کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس نے دم توڑ دیا تو وہ بھی شہید ہے۔

ج: اسی طرح جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا یا ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وہ مارا گیا یا باغیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

د: اسی طرح جس شخص کو کسی مسلمان نے بغیر کسی وجہ کے ظلماً قتل کر دیا ہو تو وہ بھی شہید ہے۔

یہ شہداء کی پانچ قسمیں ہوئیں جو دنیا کے احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہیں اور آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہیں۔ گویا: ۱- جو شخص کسی کافر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

۲- جو شخص میدان جہاد میں مرا ہوا پایا گیا اور اس پر زخم کا نشان تھا۔ غالب یہی ہے کہ کسی

کافر نے اس کو قتل کیا ہوگا یا کافر کے زخم لگانے سے قتل ہوا ہوگا۔

۳- جو شخص زخمی حالت میں میدان جہاد سے لایا گیا اور ابھی تک کھانے پینے کی یا مرہم پٹی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس کا پیمانہ حیات لبریز ہوگیا۔

۴- جس شخص کو ڈاکوؤں یا باغیوں نے قتل کردیا۔ ۵- جس شخص کو کسی مسلمان نے ظلماً قتل کردیا۔

یہ پانچ قسم کے افراد فقہی اعتبار سے شہید کہلاتے ہیں۔

شہید کے احکام

شہید کا حکم یہ ہے کہ شہید کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کیا جاتا ہے‘ اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اُتارے جاتے‘ البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کہ سردیوں کے موسم میں پوستین وغیرہ پہن لیتے ہیں‘ جیسے صدری وغیرہ پہن لیتے ہیں یا کوئی اور بھاری کپڑا پہن لیتے ہیں‘ ایسا کپڑا اگر کوئی پہنا ہوا ہو تو اس کو اُتار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اوپر چادر دینے کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے گی لیکن معروف طریقے سے جیسا کہ کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں وہ کفن شہید کو نہیں دیا جاتا۔ اب اس کے وجود کو ڈھانکنے کے لیے اوپر ایک چادر ڈال دیں گے۔ شہید کے اپنے کپڑے اس کا کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے تو نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لیے اس کے سلے ہوئے کپڑے اس کا کفن ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

”ان کو ان کے زخموں سمیت اور ان کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔“ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ”جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہوا وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے بدن سے جہاں زخم آیا تھا‘ خون کا فوارہ پھوٹ رہا ہوگا‘ رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔“ (مشکوٰۃ ص: ۳۳۰)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے

لیکن شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ اس کا جنازہ بھی نہیں ہے۔ ویسے ہی دفن کردو‘ تمہاری شفاعت کی اب اس کو ضرورت نہیں رہی ہے کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ

”تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔“ (کنز العمال)

کافر کی تلوار نے ہی اس کی شفاعت کر دی اور وہ بخشا گیا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

''شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتے ہیں۔''

قبر میں اس سے حساب و کتاب نہیں ہوتا۔ جیسا عام مردوں سے سوال و جواب ہوتا ہے اس سے نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہید کا جنازہ ہے (اس پر طویل گفتگو ہے اس علمی بحث کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں) کہنے کا مدعا یہ ہے کہ شہید کا یہ حکم ہے شہید کی موت اتنی قیمتی ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف موت فرما رہے ہیں۔

شہادت کی موت کا درجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور شہداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں کی خاک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُo (مشکوۃ ص: ۳۲۹)

''میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ (یہ سلسلہ چلتا ہی رہے)۔''

ذرا اندازہ فرمالیں! جس موت کی تمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ موت کتنی اشرف اور کتنی قیمتی ہوگی؟ صحیح احادیث میں حضرات شہداء کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین

شہید جنت الفردوس میں

ایک روایت میں ہے کہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حارثہ بن سراقہ کی ماں اُم ربیعہ بنت براء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا لڑکا سراقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شہید ہو گیا ہے، اگر تو اس کی بخشش ہو گئی ہے اور وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کروں اور اپنا حق ادا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حارثہ کی ماں! جنت ایک نہیں بہت ساری جنتیں ہیں (اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت سے دوسری جنت کا فاصلہ اتنا

ہے جتنا آسمان وزمین کا فاصلہ ہے، سو جنتیں اوپر نیچے اتنی ہیں اور سب سے اوپر جو جنت ہے وہ جنت الفردوس ہے) اور تیرا بیٹا سب سے اوپر کی جنت جنت الفردوس میں ہے۔" (مشکوٰۃ)

شہید زندہ ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ (البقرة: ۱۵۴)

ترجمہ: "اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر اس کی زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے۔ (اس کی زندگی تمہارے حواس سے بالاتر چیز ہے)۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: "بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کے حوالے سے مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور وہ شہداء کا مستقر ہیں، وہ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے اور سبز پرندوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ ان کو سواریاں عطا فرماتے ہیں اور ان کی روحیں ان سبز پرندوں میں جنت کے اندر پرواز کرتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوٰۃ)

یہ قیامت سے پہلے کا قصہ ہے۔ قیامت کے دن انکے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو سبحان اللہ! کیا بات ہے!

نذرانہ حیات

لوگ بارگاہ عالی میں مختلف نذرانے پیش کیا کرتے ہیں۔ شہید اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس نذرانہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔

مرنا تو سب کو ہے

باقی مرنے کو تو بالآخر سب ہی مریں گے، جئے گا کون؟ کوئی مرنا چاہے اس کو بھی موت آئے گی اور کوئی مرنا نہ چاہے تب بھی اس کو موت آئے گی۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ: "نیک آدمی کے پاس جب ملک الموت آتا ہے تو فرشتہ اس کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے پاک روح! پاک جسم میں رہنے والی! اپنے رب کی مغفرت اور رحمت و رضوان کی طرف نکل، جو تجھ پر غضبناک نہیں۔ (جب وہ آدمی اپنے رب کا نام سنتا ہے تو اس وقت اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اتنا اشتیاق ہو جاتا ہے کہ وہ روح

بے چین ہو جاتی ہے جیسا کہ پنجرہ میں پرندہ، پنجرہ توڑ کر نکلنے کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔ اس مؤمن آدمی کی روح اتنی بے چین ہو جاتی ہے، اتنے میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنی سہولت کے ساتھ اور آسانی کے ساتھ روح نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے قطرہ ٹپک جاتا ہے اور دوسرے قسم کے آدمی کے پاس ملک الموت آتا ہے تو کہتا ہے کہ اے گندی روح! جو گندے جسم میں تھی، نکل اپنے رب کے غضب کی طرف اور اس کے عذاب کی طرف (نعوذ باللہ! اللہ کی پناہ)۔" (مشکوٰۃ)

روح تو پہلے ہی بدن میں سرایت کی ہوتی ہے لیکن وہ بالوں تک میں سرایت کر جاتی ہے تاکہ وہ نہ نکلے اور وہ فرشتہ پھر اس کو کھینچتا ہے اور فرمایا کہ بالکل ایسی مثال ہو جاتی ہے کہ دُھنی ہوئی روئی کے اندر گرم یا بھیگی ہوئی سلائی ماری جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے، بدن اور روح کا رشتہ چھڑانے کے لیے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ کوئی اس دنیا سے جانا چاہیے، روح اس کی بھی نکلتی ہے اور جو نہ جانا چاہیے روح اس کی بھی نکلتی ہے لیکن شہید اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی قدر افزائی فرماتے ہیں، اس کو قبول فرماتے ہیں، اس لیے فرمایا کہ شہید کی موت اشرف موت ہے۔

یہاں پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ شہید تین قسم کے ہوتے ہیں:

دنیا وآخرت کے اعتبار سے شہید

۱......ایک تو وہ جو دنیا وآخرت دونوں کے اعتبار سے شہید ہیں۔

آخرت کے اعتبار سے شہید

۲......اور ایک وہ جو دنیاوی اعتبار سے شہید نہیں لیکن آخرت میں اس کا نام بھی شہیدوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم شہید کس کو سمجھتے ہو؟ (جو جواب دیا جا سکتا تھا وہی دیا گیا کہ) یا رسول اللہ! جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو میری اُمت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے

اور جو اللہ کے راستہ میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو طاعون کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔'' (مشکوٰۃ)

اسی طرح کوئی دریا میں ڈوب کر مر گیا وہ بھی شہید، کسی پر دیوار گر گئی یا کسی حادثہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے، عورت زچگی کی حالت میں مر گئی وہ بھی شہید ہے، بچہ جنتے ہوئے مر گئی وہ بھی شہید۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہیدوں کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں جن کو معنوی شہید کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہوتے، ان کو غسل دیا جائے گا ان کو کفن پہنایا جائے گا، ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی شہیدوں میں لکھا جائے گا۔

دنیا والوں کے اعتبار سے شہید

۳...... تیسری قسم شہیدوں کی وہ ہے جن کو ہم اور آپ شہید کہتے ہیں مگر اللہ کی فہرست میں ان کا نام شہیدوں میں نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) وجہ یہ تھی کہ اندر ایمان صحیح نہیں تھا، جان کا نذرانہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے پیش نہیں کیا گیا بلکہ قومی عصبیت کی بناء پر قتل کیا گیا یا اپنی جواں مردی اور شجاعت کے جوہر دکھلانے کے لیے مرا، بہادر کہلوانے کے لیے مرا بھائی! ان کے دلوں کو تو ہم نہیں جانتے کہ کس کی نیت کیا ہے؟ ہم تو اس کے ساتھ معاملہ شہیدوں کا ہی کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیت کو خوب جانتے ہیں، وہ صرف ظاہری عمل کو نہیں دیکھتے، یہ لوگ جو ریاکاری کے لیے یا دکھلاوے کے لیے یا کسی اور غرض اور مقصد کے لیے قتل ہوئے، چاہے میدان جہاد میں ہی قتل کیوں نہ ہوئے ہوں، یہ لوگ اللہ کی فہرست میں شہید نہیں ہیں، دنیاوی اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم لوگ ان کو شہید ہی کہیں گے۔ باقی راہ حق میں شہادت کی تمنا ہر مؤمن کو رکھنی چاہیے اللہ تعالیٰ شہادت کی موت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ شہیدوں میں اُٹھائے۔ (آمین)

شہادت کی موت کی دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا فرماتے ہیں: یا اللہ! شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرما۔ پھر فرماتے ہیں کہ عمر دو باتیں اکٹھی کیسے ہوں گی؟ شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں بھی مانگتے ہو؟ جہاد تو باہر ہوتا ہے، مدینہ میں بیٹھ کر کیسے شہادت مل جائے گی؟ خود ہی سوال کرتے تھے اور خود ہی

فرماتے تھے کہ اگر اللہ چاہے تو دونوں کو جمع کرسکتے ہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

حصول شہادت کا وظیفہ

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص روزانہ پچیس مرتبہ یہ پڑھا کرے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَابَعْدَ الْمَوْتِ ○ (الاتحاف ج:۱۰ ص:۲۲۷)

ترجمہ: ''یا اللہ! برکت فرما میرے لیے موت میں اور موت کے بعد کی زندگی میں۔''

اللہ پاک اس کو شہادت کی موت نصیب فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا نام شہیدوں کی فہرست میں درج فرمادیں گے۔ خواہ اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ آئے، یہ تو کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ تمنا کرو، مانگو اور اگر تمنا ہی نہ ہو تو پھر کیسے ہوگا؟

حدیث ہے کہ: مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِہٖ نَفْسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِنَ انِفَاقٍ ○ (مشکوٰۃ ص: ۳۳۱)

ترجمہ: ''جس نے جہاد میں حصہ نہیں لیا اور کبھی اس کے دل میں خیال بھی پیدا نہ ہوا تو وہ آدمی نفاق کی موت مرا۔''

جہاد کی تمنا کرو

جہاد کی تمنا تو کرو ناں! فی سبیل اللہ کی تمنا کرو اور اللہ سے مانگو، کیا بعید ہے کہ اللہ پاک اپنی رحمت سے ہم گنہگاروں کو بھی شہادت کی موت نصیب فرمادیں۔

حج نہ کرنے کی وعید

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ فرمایا کہ:

''جو شخص اس حال میں مرا کہ حج سے کوئی چیز اس کے لیے مانع نہیں تھی، نہ بیمار تھا اور نہ کسی ظالم بادشاہ نے اسے روکا تھا، پھر بھی بغیر حج کیے مرگیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں)۔'' (مشکوٰۃ)

حج کی تمنا بھی نہ ہوئی اور جو شخص مرگیا باوجود قدرت کے حج نہ کیا، مال تھا امریکہ اور فرانس کی سیریں ہوتی تھیں اور دوسری لغویات میں پیسہ ضائع ہوتا تھا لیکن حج نہیں کیا اور حج کرنے کا کیا

معنی؟ اس کو تو تمنا بھی، تڑپ بھی پیدا نہیں ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ!)

نیک کام کی تمنا تو کرو

بھائی! نیک کام کرو، اگر نہیں کر سکتے تو نیک کام کی تمنا تو کرو، یہ کیا بات ہوئی کہ کام بھی نہ کرو اور کام کی تمنا بھی نہ رکھو، نیک کام کرو، نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی آرزو تو کرو، اللہ سے دعا تو کرو، دعا تو کر سکتے ہو کہ یا اللہ! مجھے بھی عطا فرما، مجھے بھی نصیب فرما۔

بُرے کام سے بچو، نہیں تو بُرا سمجھو

برے کام سے بچو اور اگر بچ نہیں سکتے تو برے کام کو برا تو سمجھو اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگو کہ یا اللہ! مبتلا ہوں معاف کر دے، اتنا تو کم از کم کرو، دیکھو کتنا سستا نسخہ میں نے بتلا دیا۔

بدترین اندھاپن

اس کے بعد ارشاد ہے کہ "وَاَعْمَى الْعَمٰى اَلضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى"

(یعنی سب سے بدتر اندھاپن یہ ہے کہ آدمی ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائے۔)

آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری آنکھیں دی ہیں اور ان آنکھوں سے نظر آتا ہے، اگر خدانخواستہ ان آنکھوں کی بینائی جاتی رہے تو اس کو ہم کہتے ہیں اندھاپن، بینائی جاتی رہی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دل میں بھی آنکھیں دی ہوئی ہیں یہ تمہاری ظاہری آنکھیں سیاہ وسفید کو دیکھتی ہیں اور دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے صحیح اور غلط کو دیکھنے کے لیے دی ہیں۔ ظاہری آنکھوں کو اور ان کی بینائی کو عربی زبان میں "بصارت" کہا جاتا ہے اور دل کی آنکھوں کو اور اس کی بینائی کو عربی زبان میں "بصیرت" کہا جاتا ہے اور اسی قوت بصیرت سے آدمی حق اور باطل کو پہچانتا ہے اور اسی بصیرت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شناخت ہوتی ہے۔ اسی بصیرت کی بناء پر اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اسی بصیرت کی بناء پر اس معرکہ کون وفساد میں حق اور باطل کی پہچان ہوتی ہے۔

بصیرت کی آنکھیں کھولو

بہت سے لوگ مجھے خط لکھ کر پوچھتے ہیں کہ اتنے فرقے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا

ہے، تمہیں تو یہ فرقے نظر آتے ہوں گے، مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جتنے آدمی ہیں، اتنے ہی فرقے ہیں۔ مجھ سے پوچھو تو میرا اپنا فرقہ ہے، تمہارا اپنا فرقہ ہے، ہر ایک کے نظریات اپنے اپنے ہیں، لوگ پوچھتے ہیں کہ اتنے فرقے ہیں اب ہم کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غلط سمجھیں؟ لیکن کبھی آپ نے خط لکھ کر مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میری آنکھیں موجود ہیں، دنیا میں بہت سے رنگ ہیں، اب ہم کس کو سفید سمجھیں اور کس کو سیاہ سمجھیں؟ کس کو پیلا سمجھیں اور کس کو سرخ سمجھیں؟ کبھی آپ نے یہ نہیں پوچھا اس دیوار کا رنگ سفید ہے یا سیاہ ہے؟ آنکھیں کھولو! اگر پھوٹی ہوئی نہیں ہیں تو نظر آجائے گا۔

دل کی آنکھوں سے حق وباطل نظر آئے گا

میں کہتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے بصیرت ماؤف نہیں کر دی، دل کی آنکھیں پھوٹ نہیں گئیں، تو جاؤ جا کر ہر ایک کے پاس بیٹھو، تمہیں حق وباطل خود نظر آجائے گا۔ ہر ایک فرقہ کے جو مقتداء ہیں جو ان کے اصول ہیں ان کو دیکھو، پرکھو، جانچو، تمہیں خود نظر آجائے گا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی، سیاہ کا سیاہ اور سفید کا سفید۔ تمہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن اب اگر کوئی شخص اس بصیرت کو استعمال ہی نہ کرے تو پھر اس کا کیا علاج کرو گے؟

عاقل بالغ کافر معذور نہیں

بہت سے لوگ یہ سوال پوچھا کرتے ہیں اور یہ بہت سے لوگوں کے ذہن کا کانٹا بنا ہوا ہے کہ جو لوگ یہودیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، نصرانیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، مجوسیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، تو جیسا ماں باپ کا طریقہ تھا ویسا انہوں نے اختیار کر لیا، اب ان کا کیا قصور؟ جہاں تک نابالغوں کا تعلق ہے کہ ان کو عقل نہیں تھی، میں بھی مانتا ہوں کہ ان کا کوئی قصور نہیں، میں مانتا ہوں کہ نابالغ تھے، نابالغی کی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا، ماں باپ کے طریقہ پر عمل کرتے تھے ان کا کوئی قصور نہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے محاسبہ نہیں فرمائیں گے۔

لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرما دی، عاقل بالغ ہو گئے، وہ دنیا کے سارے کاموں کو سمجھتے ہیں، اس بات کو نہیں سمجھتے ہیں کہ ہمارا خالق کون ہے؟ مالک کون ہے؟ انہوں نے کیوں اپنی بصیرت کو استعمال نہیں کیا اور کیوں دل کا اندھا پن قبول کیا؟ باپ دادے کی تقلید کی بھی ایک حد ہے آدمی ہر چیز میں باپ دادا کی تقلید نہیں کرتا بلکہ کچھ چیزیں خود سوچتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہدایت کا راستہ کھول دیا ہے اور خود انسان کے دل کے اندر بھی شمع روشن کر دی ہے۔ جس کو

"بصیرت" کہتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے:"فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا" (الشمس:۸) (اللہ تعالیٰ نے بندے کے دل میں بدکاری کو بھی اور تقویٰ کو بھی الہام کردیا) انہوں نے اپنی بصیرت کو کیوں استعمال نہیں کیا؟ اب اگر کوئی آدمی آنکھیں بند کرلیتا ہے یا خود اپنی آنکھیں پھوڑ لیتا ہے تو وہ خود قصوروار اور مجرم ہے۔اسی طرح اگر دل کی بصیرت، دل کی آنکھیں کوئی شخص استعمال نہیں کرتا، اندھاپن اختیار کرتا ہے تو وہ بھی مجرم ہے اور اس کو کہتے ہیں اندھاپن۔قرآن کریم میں ہے:

فَاِنَّهَا لَاتَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝ (الحج:۴۶)

"کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔"

یہ دل کے اندھے ہیں، کچھ لوگ آنکھوں کے اندھے ہوتے ہیں، یہ تو ہوا اندھاپن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"اَعْمَى الْعَمٰى اَلضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى" (یعنی سب سے بدتر اندھاپن یہ ہے کہ ہدایت کے بعد آدمی گمراہ ہو)

ہدایت کے بعد گمراہی کی دو قسمیں

ہدایت کے بعد گمراہ ہوا اس کی دو صورتیں ہیں:

۱......پہلی صورت یہ ہے کہ مسلمان ہوگیا تھا پھر مرتد ہوگیا۔(نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! اللہ اپنی پناہ میں رکھے) مسلمان تھا پھر مرزائی بن گیا، عیسائی بن گیا (نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! استغفر اللہ!) تو یہ تو سب سے بدتر اندھاپن ہے کہ آنکھیں ہونے کے باوجود اس نے خود پھوڑ دیں۔

۲......اور دوسری شکل یہ ہے کہ ہدایت اس کے سامنے بالکل کھل گئی تھی۔جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:"قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ" (یعنی ہدایت اور گمراہی دونوں بالکل الگ الگ واضح ہوچکیں) قرآن کریم کے بیانات سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے حق اور باطل، ہدایت اور گمراہی اس طرح بالکل کھل گئے ہیں۔واقعتاً اس طرح کھل گئے ہیں جس طرح کہ دن کی دوپہر میں سیاہی اور سفیدی کھل جاتی ہے۔ہدایت کا دن چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت بالکل کھول دی، ہر شخص جو دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے اب اگر اندھیرا ہوتا اور نظر نہ آتا تو پھر آدمی کسی حد تک معذور تھا۔اندھیرے میں اس طرح ٹٹولتے ہوئے لاٹھی کی جگہ سانپ ہاتھ میں آگیا تو معذور ہے اس لیے کہ بے چارے کی بینائی ہی نہیں لیکن دن چڑھا ہوا ہے، آنکھیں روشن ہیں، پھر لاٹھی کی جگہ سانپ پر ہاتھ ڈالتا ہے تو یہ معذور نہیں ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت طلوع ہوجانے کے بعد اور قرآن

کریم کی ہدایت کے آشکارا ہو جانے کے بعد بھی جو شخص اندھا رہتا ہے تو پھر اس سے بدتر کوئی گمراہ نہیں۔قرآن کریم میں فرمایا کہ "فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ"(یعنی اب اس قرآن کریم کے بعد پھر کس کلام پاک پر ایمان لائیں گے؟) آخر ان کے ایمان لانے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے وہ تو بتاؤ؟ قرآن جیسی کتاب ہدایت ان کی ہدایت کے لیے کافی نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا رسول اور ہادی ان کو راستہ نہیں دکھا سکتا تو اب بتاؤ کہ ان کو راستہ دکھلانے کے لیے اور ان کو ہدایت دینے کے لیے کس کو بھیجیں؟ یہ ہے **اعمی العمیٰ** سب سے بدتر نابیناپن اور سب سے زیادہ اندھا پن اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

اندھے پن کی دو صورتیں

اللہ تعالیٰ دل کے اندھے پن سے محفوظ رکھے۔اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے۔

اس لیے فرماتے ہیں: **اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ o**

ترجمہ: "یا اللہ! ہم کو حق کا حق ہونا دکھلا دیجئے اور واضح کر دیجئے (کہ یہ حق ہے) اور ہمیں اس کی پیروی کی بھی توفیق عطا فرمائیے اور ہمارے سامنے باطل کا باطل ہونا آنکھوں سے دکھلا دیجئے اور ہمیں اس سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمائیے۔"

یہ دو درجے ہوا کرتے ہیں ایک یہ کہ آدمی حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ کر سکے' یہ بھی اندھا پن ہے اور دوسرا یہ کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے لیکن اپنی نفسانی خواہش کی بناء پر حق کو قبول نہیں کرتا' باطل کی پیروی کرتا ہے یہ بھی اندھا پن ہے' اس سے بھی اللہ کی پناہ۔

یہودیوں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ:

"اَلَّذِیْنَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ" (البقرہ)

"یہ لوگ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں۔"

کبھی کسی کو اپنے بیٹے کے پہچاننے میں بھی اشتباہ ہوا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے؟ اندھیرا ہو یا دور سے نظر آئے تو کچھ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ حد نظر وہاں تک نہیں پہنچتی یعنی جس طرح اپنے بیٹے کو پہچاننے میں ان کو کوئی اشتباہ نہیں ہوا' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں بھی ان کو کوئی اشکال نہیں تھا لیکن اس کے باوجود صرف دنیاوی مفادات اور دنیاوی خواہشات کی بناء پر نہیں مانا' اس سے اللہ کی پناہ!

آدمی حق کو حق سمجھ کر بھی نہ مانے اور باطل کو باطل سمجھ کر بھی نہ چھوڑے اس سے اللہ کی پناہ!

دوروشنیوں کی ضرورت ہے

اب یہاں پر مختصراً ایک بات اور عرض کردوں۔ اللہ تعالیٰ نے دوروشنیاں عطا فرمائی ہیں۔ ایک آدمی کے اندر کی روشنی اور ایک باہر کی روشنی۔ یہ دونوں روشنیاں ملتی ہیں تو نظر آتا ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نہ ہوتو نظر نہیں آتا' آنکھوں کی روشنی بھی ہو جو اندر کی روشنی ہے اور باہر کی روشنی بھی ہو' سورج نہ ہوتو چاند کی روشنی ہے' لائٹوں کی روشنی ہے' موم بتی کی روشنی ہے' چراغ کی روشنی ہے' جیسی روشنی ہو یہ دونوں روشنیاں ملتی ہیں' یعنی اندر کی روشنی اور باہر کی روشنی تو راستہ نظر آتا ہے اور چیزیں نظر آتی ہیں' ان میں سے ایک ہو اور ایک نہ ہو تو دکھائی نہیں دیتا۔

ٹھیک اسی طرح ایک آدمی کے دل کی روشنی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کی روشنی ہے۔ یہ دونوں ملیں گی تو راستہ نظر آئے گا' تمہاری اپنی عقل وبصیرت سے راستہ کبھی بھی نظر نہیں آئے گا' جب تک اس روشنی کو' آفتاب نبوت کی روشنی کے سامنے نہیں رکھو گے اور آفتاب نبوت کی روشنی بھی راہ دکھلانے کے لیے کافی نہیں ہوگی' جب تک کہ تمہارے دل کی آنکھیں کھلی ہوئی نہ ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چوتھا خطبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

مورخ اسلام مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا۔ جس کی کنیت ابولولوتھی اس نے ایک دن حضرت عمرؓ سے آ کر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے آپ کم کرادیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد پوچھی اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) حضرت عمرؓ نے پوچھا' تو کون سا پیشہ کرتا ہے' بولا کہ ''نجاری نقاشی' آہنگری'' فرمایا کہ ''ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت نہیں ہے'' فیروز دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز کیلئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا حضرت عمرؓ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے' اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کیلئے بڑھے اور جوں ہی نماز شروع کی فیروز نے دفعۃً گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا حضرت عمرؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ سامنے بسمل پڑے تھے فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا۔ لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا' اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی۔

حضرت عمرؓ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ ''میرا قاتل کون'' تھا لوگوں نے کہا ''فیروز'' فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا تھا'' لوگوں کو خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں غالباً شفا ہو جائے' چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ''اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جائیں''۔

حضرت عمرؓ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ "عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے"۔ عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی"۔ عبداللہ واپس آئے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خبر کی' بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا خبر لائے انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہتے تھے فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا' تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

مدت کے غور و فکر پر بھی ان کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی بارہا ان کے منہ سے بیساختہ آہ نکل گئی' کہ "افسوس اس بار گراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا" تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علیؓ عثمانؓ زبیرؓ طلحہؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ لیکن حضرت عمرؓ ان سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے اور اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ طبری وغیرہ میں ان کے ریمارک تفصیل سے مذکورہ ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؑ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے انکی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (طبری)

حضرت عمرؓ کو قوم اور ملک کی بہبودی کا جو خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اسی دھن میں مصروف رہے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے' مہاجرین' انصار' اعراب وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ اہل ذمہ (یعنی عیسائی' یہودی' پارسی جو اسلام کی رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی چنانچہ اہل ذمہ کے حق میں جو الفاظ کہے وہ یہ تھے "میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار ہے وہ پورا

کیا جائے۔ ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے"۔

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم فرمایا کہ میرے متروک سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے لیکن قریش کے علاوہ اوروں کو تکلیف نہ دینا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے (دیکھو کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ) لیکن عمرو بن شعبہ نے کتاب المدینہ میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ نافع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا۔ حالانکہ ان کے ایک وارث نے اپنے حصہ وارثت کو ایک لاکھ میں بیچا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ پر چھیاسی ہزار کا قرض تھا لیکن وہ اس طرح ادا کیا گیا کہ ان کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جس کو امیر معاویہ نے خریدا۔ یہ مکان باب السلام اور باب الرحمت کے بیچ میں واقع تھا اور اس مناسبت سے کہ اس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دارالقضا کے نام سے مشہور رہا۔ چنانچہ خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ میں یہ واقعہ بتفصیل مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ نے تین دن کے بعد انتقال کیا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ صہیبؓ نے پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ حضرت علیؑ حضرت عثمانؓ طلحہؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اتارا اور وہ آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

پانچواں خطبہ

عاشورہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب روزوں سے افضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے (یعنی اس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ (مسلم)

حدیث ۲۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے کہ عاشورہ کا روزہ کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس سال کا (یعنی اس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔ (مسلم)

حدیث ۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ روزہ رکھو تم عاشوراء کا اور مخالفت کرو اس میں یہود کی اور (وہ اس طرح کہ) روزہ اس سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا رکھ لینا چاہیے۔ (عین جمع الفوائد عن احمد والبز اربلین والیہ ذہب فقہاء نا کرہوا انفراد عاشوراء بالصوم)

حدیث ۴۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطور فرضیت) رکھا جاتا تھا۔ پس جب رمضان (کے روزہ کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورہ کا روزہ) رکھا (اور جس نے چاہا نہ رکھا (عین جامع الفوائد عن الستۃ الا النسائی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل وعیال پر، خرچ میں عاشورہ کے دن فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر (رزق میں) تمام سال (رزین و بیہقی و فی المرقاۃ قال العراقی لہ طرق بعضہا صحیح و بعضہا علی شرط مسلم) پس یہ دونوں باتیں تو کرنے کی ہیں۔ ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے دوسرے مصارف عیال میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے اس کے علاوہ اور سب باتیں جو اس دن میں کی جاتی ہیں خرافات ہیں، لوگ اس دن میلہ لگاتے ہیں اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا ماتم کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے اور

چلاتے بھی ہیں۔اور بعض لوگ تو تعزیہ وعلم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اوران کے ساتھ شرک اور کفر کا معاملہ کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں واجب الترک ہیں۔شریعت میں اس ماتم وغیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ ان سب امور کی سخت ممانعت آئی ہے۔

ف: بعض لوگ اس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہوکر ذکر شہادت وغیرہ سناتے ہیں، اس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہوجاتے ہیں اور بعض اہل علم بھی اس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں۔درحقیقت یہ بھی ماتم ہے گومہذب طریقہ سے ہے۔سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح سے نہیں کوٹتے لیکن حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے۔واللہ اعلم بالصواب ۱۲

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اضافہ: (الف) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا اس پر آپؐ نے ان سے فرمایا یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے کہا یہ بڑا دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ بطور شکر کے رکھا تو ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔پس ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہم تم سے زیادہ حق دار اور قریب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا روزہ رکھا اور (دوسروں کو) اس روزے کا حکم دیا۔(متفق علیہ)

(ب) اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول خدا نے روزہ رکھا اور اس روزہ کا حکم دیا تو انہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دن ہے جس کو یہود ونصاریٰ معظم سمجھتے ہیں (پس اس میں روزہ رکھنے سے مشابہت کا شبہ ہوتا ہے) اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو تاریخ کو بھی روزہ ضرور رکھوں گا، تاکہ مشابہت کا شبہ جاتا رہے۔(مسلم)

حضرات محترم! آج کے خطبہ میں عاشورہ محترم کے فضائل واحکام بیان کروں گا۔

پہلی فضیلت

سب سے پہلی فضیلت تو اس مبارک مہینہ کو یہ حاصل ہے کہ قمری (اسلامی) سال کی ابتداء اسی مبارک مہینہ سے ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے **الفضل للمتقدم** (فضیلت پہلے آنے والے کو ہوتی ہے)

اللہ کا مہینہ

دوسری فضیلت اس مبارک مہینہ کو یہ حاصل ہے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے مہینے تو سب اللہ ہی کے ہیں لیکن خصوصیت سے جس مہینے کو حدیث میں اللہ کا فرمایا وہ یہی ہے چنانچہ حدیث میں ہے شهر الله المحرم۔ اللہ کا مہینہ محرم ہے۔

تیسری فضیلت

قرآن حکیم میں جن مہینوں کو اشہر حُرم سے تعبیر کیا گیا ہے ان میں سے محرم بھی ہے۔

قبل رمضان عاشورہ کے روزہ کا فرض ہونا

چوتھی فضیلت اس مبارک مہینے کو یہ حاصل ہے کہ ابتداء اسلام میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے قبل عاشورہ محرم کا روزہ فرض تھا چنانچہ حدیث میں ہے:

عن عائشةؓ قالت كان عاشوراء يصام قبل رمضان فلما نزل رمضان كان من شاء صام ومن شاء افطر. (نسائی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عاشوراء کے دن رمضان سے پہلے روزہ رکھا جاتا تھا (یعنی فرض تھا) پھر جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو پھر جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

افضل ترین مستحب روزہ

پانچویں فضیلت یہ ہے کہ عاشورا محرم کا روزہ اب اگر چہ فرض نہیں رہا لیکن دوسرے تمام مستحب روزوں سے اب بھی افضل ہے اس لئے کہ فرض کا درجہ نفل سے ستر گنا زیادہ تو اس دن کی فضیلت ستر گنا زیادہ تھی کیونکہ اس میں روزہ رکھنا فرض تھا۔ رمضان کی وجہ سے فرضیت تو نہ رہی البتہ استحباب اب بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہؓ سے حضورؐ کا ارشاد روایت ہے کہ روزوں میں افضل روزہ رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کا ہے اور فرض نمازوں کے بعد افضل نماز، نماز تہجد ہے۔ (جمع الفوائد)

ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب

چھٹی فضیلت اس مبارک مہینے کی یہ ہے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

حضرت انسؓ سے حضورؐ کا ارشاد نقل ہے جس نے محرم کے تین دن جمعرات، جمعہ، ہفتہ روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔ (جمع الفوائد)

محرم میں ایک دن کا روزہ توبہ کی قبولیت کا باعث

آٹھویں فضیلت اس مبارک مہینے کی یہ ہے کہ اس میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنا توبہ کی قبولیت کا سبب بنتا ہے حدیث میں ہے:

حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے کہ اگر تم ماہ رمضان کے بعد روزہ رکھو تو محرم میں رکھو، اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے ایک دن اس میں ایسا ہے جس میں ایک قوم کی توبہ قبول ہوئی تھی اور دوسری قوم کی توبہ قبول ہوگی۔ (ترمذی)

عاشورا محرم کے روزے کا حکم

نویں فضیلت یہ ہے کہ دس محرم کا روزہ رکھنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔

عن ابی موسیٰؓ قال کان عاشوراء یوماً تعظمه الیهود و تتخذهٗ عیداً فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صوموه انتم.

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ عاشورا کا دن ایسا تھا کہ یہود اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو عید بنا رکھا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس دن کا روزہ رکھو۔

دس تاریخ کے روزہ کے ساتھ ایک دن اور ملانے کا حکم

اس مبارک مہینے میں نویں اور دسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر فرمائی ہے اس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیا صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ ایک ایسا دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (صحیح مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۲ ج۔۱)

ماضی کے سال بھر کے گناہوں کا کفارہ

دسویں فضیلت اس مبارک مہینے کی یہ ہے کہ دس محرم کا روزہ اب گزشتہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ مسلم شریف کی ایک طویل حدیث جو حضرت ابو قتادہؓ سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

وصیام یوم عاشورا احتسب علی الله ان یکفر السنة الّتی قبل.

(صحیح مسلم. مشکوٰۃ ۴۴۰ ج. ۱)

اور عاشورا کے دن کے روزے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ معاف کردے گا۔

آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کا دن

اس مبارک مہینے کی دس تاریخ کی گیارہویں فضیلت یہ ہے کہ یہی وہ مبارک دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم وحضرت حواء علیہما السلام کو شیطان کے بہکانے کی وجہ سے شجر ممنوعہ کے استعمال پر حکم دیا تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

قلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدوّولكم فى الارض مستقرّ ومتاعٌ الى حين.(البقره آيت ٣٦)

اتروتم سب کے سب ایک دوسرے کے دشمن ہوگے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانہ ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت معین تک۔

تو آدم علیہ السلام نے بہت گڑگڑا کر اللہ سے اپنی اس غلطی کی معافی چاہی اور جس روز اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی وہ یہی دن تھا۔ حدیث میں ہے:

وفى يوم عاشوراء تاب الله على آدم. (جمع الفوائد)

عاشورا کے روز اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔

تمام انسانوں اور جانوروں کی نجات کا دن

بارہویں فضیلت اس مبارک دن کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے طوفان کی شکل میں ساری دنیا پر غرق کا عذاب نازل کیا۔ تو اپنے پیارے نبی اور تمام مسلمانوں کو اس عذاب سے بچانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایک کشتی تیار کریں اور اس میں خود بھی سوار ہو جائیں اور اپنے ہمراہ تمام مومنین اور سب جانوروں کا ایک ایک جوڑا بھی اس کشتی میں سوار کرلیں۔

چنانچہ نوح علیہ السلام اور ہمراہ جتنے لوگ تھے سب نے روزہ رکھا اور کشتی میں سوار ہوگئے۔ یہ رجب کا مہینہ تھا پھر یہ کشتی سات ماہ تک سمندر میں چلتی رہی اور جس روز جودی پہاڑی پر کنارے لگی۔ وہ دس محرم کا دن تھا۔ اس کشتی میں اس وقت پوری دنیا کے اصل انسان اور جانور موجود تھے اور جو آج نسل چل رہی ہے وہ انہی لوگوں اور انہی جانوروں کی تو ہے۔ کیونکہ اس کشتی کے علاوہ جتنے بھی

جاندار تھے سب اس طوفان میں غرق ہوگئے۔آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ہی سے چونکہ یہ ساری نسل انسانی پھیلی ہے اس لئے نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں۔معلوم ہوا کہ یہ مہینہ اور پھر اس میں دس تاریخ نہ صرف یہ کہ پوری انسانیت کی نجات کا دن ہے بلکہ تمام جانوروں کی بھی نجات کا دن ہے۔چنانچہ حدیث میں ہے:

''اور رجب میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کیا۔پس آپ نے رجب کا روزہ رکھا اور جو آپ کے ساتھ تھے ان کو بھی روزہ کا حکم دیا۔پھر یہ کشتی سات ماہ چلتی رہی۔جودی پہاڑ پر جب اتری تو عاشوراء کا دن تھا پس نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور آپ کے ساتھ جو انسان اور جانور تھے سب نے اللہ کے شکر کے طور پر روزہ رکھا۔'' (جمع الفوائد)

معلوم ہوا کہ یہ ایسا مبارک دن اور ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ پاک نے ساری دنیا کی اصل کو نجات دی اور سب غیروں کو غرق کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش

انبیائے کرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔خلیل اللہ کا لقب آپ کو عنایت فرمایا۔اور بھی متعدد فضیلتوں سے نوازا اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

اس مبارک مہینے کی تیرہویں فضیلت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت دس محرم الحرام کو ہوئی۔

بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر جب فرعون نے دائرہ حیات تنگ کردیا تو موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن سے مع اپنی قوم روانہ ہوئے اور فرعون بھی اپنے عظیم لشکر کے ساتھ آپ کا اور آپ کی قوم کا پیچھا کرتا ہوا دریائے نیل تک آ گیا۔اب آگے دریا اور پیچھے فرعون بنی اسرائیل سخت پریشان ہیں کہ کیا کریں!

اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ دریا کو درمیان میں سے شق کیا اِدھر کا پانی اِدھر اور اُدھر کا پانی اُدھر رک گیا اور دریا میں بارہ راستے بن گئے۔جس میں سے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر بخیر و عافیت دریا پار اتر گئے۔فرعون بھی آپ کی دیکھا دیکھی دریا میں مع اپنے لشکر کے اترا۔تو اللہ نے اپنے حکم سے دریا کو پھر جاری فرما دیا اور فرعون مع اپنے تمام لشکر کے غرق ہوا۔ایک حدیث میں ہے:

وفی یوم عاشورا فلق اللّٰہ البحر لبنی اسرائیل. (جمع الفوائد)

"عاشورا کے دن اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو شق کیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کی دس تاریخ کی چودھویں فضیلت یہ ہے کہ اس روز اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دلائی اور ان کے دشمنوں کو غرق کیا۔ اسی وجہ سے تو یہود بطور یوم نجات اس روز خوشی میں روزہ رکھتے تھے جیسا کہ پیچھے احادیث میں ذکر ہوا۔

اصحاب کہف کو کروٹ دلانا

اصحاب کہف کے واقعہ میں قرآن حکیم نے ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔

ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال. (الکھف آیت ۱۸. القرآن)

"ان کو کروٹ دی جاتی ہے دائیں اور بائیں۔"

وقیل انھم یقلبون فی کل سنۃ مرۃ یوم عاشوراء. (جلالین ص ۲۴۲)

"اور کہا گیا ہے کہ ان کو سال میں ایک مرتبہ عاشوراءمحرم میں کروٹ دی جاتی ہے"

معلوم ہوا کہ یہ ایسا مبارک دن اور مبارک مہینہ ہے کہ اس میں اصحاب کہف کو کروٹ دلائی جاتی ہے۔ اور یہ اس ماہ مبارک کی پندرہویں فضیلت ہے۔

تبدیلی غلاف کعبہ

حدیث میں ہے: "یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ شریف کو غلاف پہنایا جاتا ہے اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نبوت روزہ رکھتے تھے اور قریش بھی زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھتے تھے۔" (للستہ الاالنسائی) اس ماہ مبارک کی یہ کتنی عظیم فضیلت ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا قبولیت توبہ کا دن

اٹھارویں فضیلت اس دن کو یہ حاصل ہے کہ اس میں یونس علیہ السلام کی قوم کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی تھی ایک طویل حدیث میں ہے:

عاشورا کے دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اور یونس علیہ السلام کے شہر والوں کی توبہ قبول کی۔ (جمع الفوائد)

دس محرم کی برکت پورے سال میں

انیسویں فضیلت اس مبارک مہینے کی یہ ہے کہ جو کوئی بھی دس محرم کو اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے گا سارے سال اللہ اس پر وسعت فرمائیں گے۔

"حافظ اسلام الزین العراقی نے اپنے املاًت میں امام بیہقی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بچوں اور گھر والوں پر عاشورا کے دن رزق میں وسعت کی اللہ تعالیٰ اس پر سارے سال وسعت کریں گے۔

قیامت دس محرم کو قائم ہوگی

بیسویں عظیم فضیلت اس ماہ محرم کو یہ حاصل ہے کہ دنیا کا سب سے عظیم واقعہ قیامت کا صور اس ماہ مبارک کی دس تاریخ کو پھونکا جائے گا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، بہشتی زیور ج ۷ ص ۴۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جمعہ کے دن محرم کی دس تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا اور اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے سب مر جائیں گے۔ زمین وآسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی نجات والی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ تمام انسانوں اور جانوروں کی نجات کا دن بھی دس محرم تھا اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ تمام مسلمانوں کی قید سے نجات کا دن بھی دس محرم ہے کیونکہ حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے:

الدنیا سجن المؤمن و جنت الکافر

(دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے)

حضرت امام حسینؓ کو وہ مرتبہ عطا ہوا جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش کی

اس دن کی اکیسویں اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا جس کے حصول کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش کی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حضور کو چند مصلحتوں کی وجہ سے اللہ نے یہ نعمت

آپ کے نواسے کے ذریعہ عطا فرمادی۔

شہادت وہ نعمت ہے جس کے حصول کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش کی تھی چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں یوں منقول ہے:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر میں مسلمانوں پر شاق نہ سمجھتا تو میں کسی پلٹن سے کبھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں غزوہ کرتے ہیں نہ میں گنجائش پاتا ہوں کہ ان سب کو سوار کرادوں اور نہ وہ خود اس کی گنجائش پاتے ہیں اور ان پر شاق ہے یہ بات کہ وہ مجھ سے الگ رہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے میں تمنا کرتا ہوں کہ میں غزہ کروں خدا کی راہ میں اور قتل کیا جاؤں، پھر غزوہ کروں اور قتل کیا جاؤ اور پھر غزوہ کروں اور قتل کیا جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا ہے کہ اس دن کی ایک عظیم فضیلت یہ ہے کہ اس روز اللہ پاک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسینؓ کو اس مرتبہ سے نوازا جس کے حصول کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش کی تھی اور یہی وہ مرتبہ ہے جس کے حصول کے بعد انسان حیات جاودانی حاصل کرلیتا ہے اور اس مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ خود قرآن اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرماتا ہے۔

وَلاَ تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (البقرۃ آیت ۱۵۴)

جو شخص اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے اس کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔

رنج وغم کا اظہار موت پر ہوتا ہے اور جس کو حیات جاودانی عطا ہو گئی ہو اس پر یہ سینکڑوں سال تک غم منانا کیسا؟

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعے کو بعض دشمنان دین اس انداز میں پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے ایک عام آدمی صرف دس محرم بلکہ پورے ماہ محرم کو رنج وغم کا مہینہ سمجھنے لگتا ہے جبکہ حدیث بالا کی روشنی میں معلوم ہوا کہ شہادت تو وہ مرتبہ عظیم ہے۔ جس کے حصول کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خواہش کی کہ میں زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور پھر قرآن حکیم نے جو شہید کا مرتبہ بیان کیا اس کو آپ نے پڑھ ہی لیا۔ ان تمام حقائق کے پیش نظر اس ماہ مبارک کو منحوس خیال کرنا اور اس کی ان بیسیوں فضیلتوں سے صرف نظر کرنا کہاں کی عقل مندی ہے جبکہ خود اس واقعہ کا پیش آنا بھی ایک فضیلت ہی ہے۔

ماہ محرم الحرام اور پھر اس میں دس محرم کا دن ہی وہ مبارک دن ہے جس میں آدم کی توبہ، نوح علیہ السلام کی کشتی کی نجات ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو فرعون سے نجات اور یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ کی قبولیت جیسے عظیم عظیم کام سرانجام پائے ہیں اور پھر جس کے روزے کی اتنی فضیلت احادیث میں آئی ہو کہ ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب سال گزشتہ کے روزے معاف ہوں خود ہی غور کیجئے۔ کیا اس دن میں وہ کام جائز ہیں جو ہم کرتے ہیں یا اس دن کی عظمت اس بات کی مقتضی ہے کہ اس کو عبادت الٰہی میں صرف کیا جائے اور ان بے ہودہ باتوں سے پرہیز کیا جائے جن میں ہم مبتلا ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے کام جو اس ماہ مبارک میں کئے جاتے ہیں ذکر کر کے ان کی برائی واضح کر دی جائے۔ چنانچہ اب چند وہ افعال ذکر کئے جاتے ہیں۔ جو محرم میں کئے جاتے ہیں لوگ ان کو ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت گناہ کے کام ہیں اور احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے۔

غم منانا

سب سے پہلی برائی جو اس مبارک مہینے اور خاص طور پر دس محرم میں کی جاتی ہے وہ ہے غم منانا از روئے حدیث کسی کی موت پر تین دن سے زائد غم منانا جائز نہیں سوائے بیوی کے کہ وہ اپنے شوہر کی موت پر چار ماہ دس روز سوگ کر سکتی ہے۔ فیض الباری ص ۳۴ اپ ۵۔ میں ہے

ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ ام عطیہ کا ایک لڑکا فوت ہوا جب تیسرا دن ہوا تو اس نے زرد رنگ کی خوشبو منگائی اور بدن پر ملی اور کہا کہ ہم کو منع ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ نہ کریں مگر خاوند کی موت پر۔"

ماتم کی حقیقت

محرم الحرام میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے ماتم کرنا، کپڑے پھاڑنا اور مرثیہ وغیرہ پڑھنا نہ صرف یہ کہ منع ہے بلکہ اس کو سننا بھی گناہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر محرم میں ماتم نہ کیا جائے بلکہ صرف سننے اور دیکھنے کی حد تک شرکت کر لی جائے تو کچھ حرج نہیں جبکہ ماتم کرنا سننا اور دیکھنا سب ممنوع ہے۔ مجالس ابرار ص ۲۳۹ پر ہے۔

"اور عاشورا کو حضرت حسین بن علیؓ کے قتل کی وجہ سے ماتم بنالینا۔ جیسا کہ روافض کرتے ہیں پس یہ ان لوگوں کے عمل میں سے جن کی عملی کوشش دنیاوی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کررہے ہیں جبکہ اللہ ان کے رسول انبیاء کے مصائب اور اموات کے دن ماتم کرنے کا حکم نہیں دیتے تو اوروں کے لئے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ قصہ گو جو لوگوں کو یاد دلائے قصہ قتل یوم عاشوراء کا اور پھاڑ ڈالے، اپنے کپڑے، کھول لے اپنا سر، اور حکم کرے انہیں کھڑے ہونے اور تسبیح کا مصیبت پر افسوس کی وجہ سے۔ تو واجب ہے، دین کے علم برداروں (علماء) کے لئے ان کو منع کریں اور سننے والے اس کو سننے میں معذور نہ سمجھے جائیں گے۔ امام غزالیؒ وغیرہ نے فرمایا کہ حرام ہے واعظین کے لئے امام حسینؓ کے قتل کی روایت کرنا اور صحابہ میں جو باہم نزاع اور جھگڑے ہوئے ان کی حکایت کرنا یا حضرت عثمان اور حضرت حسینؓ کے قتل کی وجہ سے جو بڑے بڑے فتنے، جھوٹی باتیں، ہولناکیاں اور بدعتیں ہوئیں اور جھوٹ خواہشات اور بدعتیں بڑھتی چلی گئیں حتیٰ کہ اتنے واقعات پیش آئے جن کی تفصیل ایک عظیم شرح کو مقتضی ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ماتم کرنے دیکھنے اور سننے والے سب ہی گناہ گار ہیں اور والیان دین و اسلام پر ان کا روکنا واجب ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ یکم محرم سے لے کر ہمارے ریڈیو اور ٹی وی پر جو محافل منعقد ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے اور ایک دینی اور اسلامی مملکت میں یہ باتیں کہاں تک روا ہیں۔ کہیں ہم سب مجرم تو نہیں بن رہے۔

نوحہ کا حکم

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دس محرم کو لوگ نوحہ کرتے ہیں گال پیٹتے ہیں اور سر کے بال وغیرہ کھول لیتے ہیں جس کی حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے نوحہ کرنے والے اس کی طرف کان لگانے والے کو۔" (ابوداؤد)

اور ایک حدیث میں ہے: عن ابن مسعود (رفعه) ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعىٰ بدعوىٰ الجاهلية. (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں "ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو اپنے گال پیٹے اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے زمانے کے طور طریق اختیار کرے۔"

محرم میں گانا بجانا

پورے ماہ محرم میں حضرت امام حسین کے مرثیہ کو گا گا کر پڑھا جاتا ہے اور اس کو پڑھنا اور سننا ثواب سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ احادیث میں اس کی صاف ممانعت ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اصلاح الرسوم میں لکھتے ہیں۔ ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔

نیز حضرت عبدالرحمٰنؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

صوتان ملعونان فی الدنیا و الاخرة مز مارٌ عند نغمةٍ ورنة عند مصيبة.

دو آوازیں جو دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں خوشی کے وقت گانا بجانا اور مصیبت کے وقت نوحہ کرنا۔" (بزار، جمع الفوائد ج ا ص ۱۳۰)

اور جو مصیبت کے وقت بھی نہ ہو بلکہ ہزار سال بعد ہو وہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

محرم میں سیاہ لباس پہننا

محرم میں کسی خاص لباس یا خاص رنگ کو اس لئے اختیار کرنا کہ اس سے غم کا اظہار مقصود ہو۔ ممنوع ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اصلاح الرسوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ "ابن ماجہ میں حضرت ابن حصین سے ایک قصہ میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہوئے ہیں یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی آپ نہایت ہی ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو۔ میرا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں۔ پس فوراً ان لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی خاص وضع و ہیئت اظہار غم کے لئے بنانا حرام ہے۔" (اصلاح الرسوم ص ۱۴۳)

چنانچہ محرم میں کالے کپڑے پہننا اور ان کو ثواب سمجھنا یا علامت غم خیال کرنا سب حرام ہے۔

محرم میں زینت ترک کرنا

محرم میں زیب و زینت ترک کرنا اور ایسی حالت اختیار کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں ممنوع ہے شریعت مطہرہ میں سوگ کی حقیقت اسی قدر ہے کہ کسی کے انتقال پر بھی تین دن سے زائد سوگ کرنے

کی اجازت نہیں سوائے اس عورت کے جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو وہ چار ماہ دس یوم سوگ کر سکتی ہے اور زیب و زینت ترک کر سکتی ہے۔ جیسے کہ ہم غم منانے کے بیان میں ابن سیرین سے ام عطیہ والی حدیث میں ذکر کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے انتقال پر تین دن کے بعد خوشبو کا استعمال کیا تو اب ہزاروں سال بعد امام حسین کے غم میں سوگ منانے اور ترک زینت کی کہاں اجازت ہوگی۔

محرم میں تعزیہ بنانا

محرم میں تعزیہ بنانا جس کی وجہ سے طرح طرح کے فسق و فجور میں لوگ مبتلا ہوئے ہیں حتیٰ کہ بعض جہلا تو یہاں تک خیال کرتے ہیں کہ اس میں شاید حضرت امام حسینؓ جلوہ افروز ہیں اور اس کے آگے نذر نیاز رکھتے ہیں اور اس کو متبرک سمجھ کر کھاتے ہیں جو **وما احل به لغير الله** میں داخل ہے اور جس کا کھانا حرام ہے اور اس کے ساتھ اس قسم کے معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ قرآن پاک کی اس آیت کے مضمون میں داخل ہے۔

اتعبلون ما تنحتون۔(الصافات آیت ۹۵) کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔

اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ یا تو اس تعزیہ کی اس قدر تعظیم و تکریم ہو رہی تھی یا پھر خود ہی اس کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔(اصلاح الرسوم ص ۱۴۳)

بہر حال محرم میں جتنی بھی باتیں لوگوں نے ایسی گھڑی ہوئی ہیں جن کا اس مبارک مہینے سے کوئی تعلق نہیں ان کی حیثیت بدعت کی سی ہے اور وہ سب امور ضلالت و گمراہی میں داخل ہیں جن کے بارے میں حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہدایت کی طرف بلائے اس کے لئے اجر ہوگا مثل ان لوگوں کے اجر کے جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور ان کے اجروں میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور جو بلائے گمراہی کی طرف اس کے لئے گناہ ہے مثل ان کے گناہوں کے جنہوں نے اس کا اتباع کیا ان کے گناہوں میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔" (سنن الدارمی ص ۴۰، رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ)

ہم نے اس مضمون میں وہ تمام واقعات ذکر کر دیئے جو اس ماہ مبارک میں پیش آئے اور جو محرم الحرام کے معظم و مکرم ہونے کی کافی شافی دلیل ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہینہ اللہ کے

نزدیک بہت ہی مبارک مہینہ ہے جب ہی تو اس میں ایسے ایسے عظیم واقعات پیش آئے۔

آدمؑ کی توبہ نوح کی کشتی کی نجات۔بنی اسرائیل کی نجات،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے وقوع تک کتنے ہی عظیم کاموں کے لئے اللہ نے اس مبارک ماہ کا انتخاب فرمایا۔

ابتداء میں جو قاعدہ ذکر کیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے جب اس ماہ میں اتنے بہت سے بابرکت کام جمع فرمادیئے تو یہ مہینہ کتنا مبارک ہوگیا۔پھر ہم نے جو کام اس مہینے میں کرنے شروع کردیئے ان کی بھی ایک جھلک ذکر کردی۔اب ہر شخص خود ہی اندازہ کرلے کہ اس دن کا مرتبہ اور اس کا حق کیا ہے اور وہ کس حد تک اس کا حق ادا کررہا ہے۔

جس مبارک ماہ میں اتنی نعمتوں سے نوازا گیا ہو اس کو منحوس خیال کرنا اور اس میں غم طاری کرنا اور تقریبات کو روا رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔

اس مبارک مہینے میں دو ہی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔نو،دس یا دس گیارہ کا روزہ اور اہل وعیال پر وسعت۔باقی سب بدعت ہیں۔

اللہ تعالیٰ بدعات سے بچائیں اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقهٖ سيدنا ومولانا محمد وّاٰلهٖ واصحابه اجمعين. واٰخر دعوانا ان الحمدللّٰه رب العٰلمين.

چھٹا خطبہ

شہادت حسین رضی اللہ عنہ

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

محرم کا عشرہ ہے اور عام مسلمان آج دین سمجھ کر کیا کیا کر رہے ہیں؟

آپ بھی دیکھ رہے ہیں بلکہ ایک سوال مجھ سے ہوا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اب میں کیا عرض کروں یہ سوال نیا نہیں ہے پرانا ہے سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں بڑے اختلاف ہوئے ہیں جنگ وجدال ہوئے ہیں پہلے تو اصول کی بات بتاتا ہوں۔ قرآن اور حدیث سے مسلمان کے لیے جو زندگی کا اصول ثابت ہے کس وقت کیا عمل ہم کو کرنا ہے؟ یہ ہر سمجھدار آدمی معلوم کرنا چاہتا ہے دنیا کی ہر قوم کچھ تقریبات رکھتی ہیں اور ان کے منانے کا خاص طریقہ ہوتا ہے اسی طرح ہمارے لیے کیا کرنا ہے؟

اب آپ اور ہم سوچیں تو کوئی کہے گا روزہ زیادہ رکھو کوئی نماز کوئی صدقات کوئی تلاوت۔ اسی طرح ہر شخص کی اپنی رائے علیحدہ ہوگی۔ یہ آپ سوچ لیجئے کہ آپ کو اپنی رائے سے کرنا ہے یا جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو وہ کرنا ہے۔

ظاہر ہے کہ نہ انسان کی رائے اور قیاس اس کا ادراک کر سکتی ہے اور نہ اس طریقہ سے کسی فلاح کو پہنچ سکتے ہیں اس لیے ہر شخص اپنے مذہب کی اس میں آڑ لیتا ہے اور لینا چاہیے۔ اس میں کسی کمیٹی بنانے یا ووٹنگ کرنے یا جمہور سے فیصلہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قرآن کی آیت میں اس کا حل موجود ہے وہی ہم کو ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”آپ کے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو حَکَم نہ مان لیں گے اپنے تمام اختلافی اور نزاعی معاملات میں۔“

لہٰذا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو ہم یقین کے ساتھ یہ سمجھیں اور عمل کریں کہ یہی ماننے کی چیز ہے۔ پھر صرف حکم ماننا ہی نہیں بلکہ فرمایا پھر جو آپ نے فیصلہ دے دیا وہ گردن جھکا

کر مان لیں پھر اپنے دلوں میں کچھ تنگی بھی محسوس نہ کریں تب وہ مسلمان ہوں گے۔

اب ایک ہمارے موجودہ حالات ہیں کہ دل میں اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان بھی لے تو دل میں یہی کہتا ہے کہ ہے تو سنت کی بات مگر عمل کرنا بڑا دشوار ہے لیکن اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جب تک دل سے اس کو مان نہ لے رضا مندی کے ساتھ وہ مؤمن نہ ہوں گے۔

مؤمن ہونے کی ایک شرط

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مؤمن کی شرط اللہ پاک نے واضح کر دی جو بھی اختلاف ہے اس میں جب تک آپ کا فیصلہ ٹھنڈے دل سے مان کر عمل نہ کرے اس وقت تک مؤمن نہیں۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس معاملے میں جو پیش آئے صرف یہ دیکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا کرتے ہیں؟ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا سب برائے نماز اور دعا کے دوڑے ہوئے مسجد نبویؐ میں آئے اور دیکھا کہ نماز کسوف ہو رہی ہے اس میں شامل ہو گئے۔

پریشانی اپنی رائے سے ہوتی ہے

غرض اپنی رائے اپنے خیالات نے ہم کو پریشان کر رکھا ہے۔ اگر ہم ہر کام میں یہ دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کیا کیا؟ اور کس سے بچنے کو فرمایا' ایسا کوئی کام زندگی کے کسی شعبہ کا نہیں جو آپ کے زمانہ میں نہ ہوا ہو' جہاد بھی ہوا' زخم بھی آئے' پیدائش' موت' تجارت' معیشت' غرض ہر شعبہ کی تعلیم شرع میں موجود ہے۔ مؤمن کا کام ہے ہر چیز میں پہلے قبلہ درست ہو' رُخ کا یقین ہو' تب اس کو اختیار کرے اور عمل کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم قرآن کی ترجمانی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی پر عمل کرنا چاہیے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شہید ہوئے۔ ابو طالب اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں چچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص شفیق تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت ابو طالب مسلمان نہ ہوئے لیکن کوئی مسلمان ان کو برا نہیں کہتا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت طرح طرح کی تکالیف دی جاتی تھیں اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں تیر کمان لے کر جا رہے

تھے کسی نے طعنہ دیا کہ تمہارے بھتیجے پر ظلم ہو رہا ہے تم شکار کو جا رہے ہو؟

بس اسی وقت دل پلٹ گیا اور مسلمان ہو گئے۔ یہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لیے مسلمان ہونے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد پسند آیا اور مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی۔ اس وقت سے یہ مجال کسی کی نہ ہوئی کہ کوئی بری حرکتیں کرتا۔

غرض جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو سخت صدمہ پہنچا۔ چونکہ ایک تو ایسا نازک وقت، پھر ایسی بے رحمی اور ظلم سے شہید ہوئے۔ غرض ایک محبوب عزیز کی شہادت کا واقعہ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کے موقع پر عمل کیا وہ ہم سب کے لیے نمونہ ہے۔

سید الشہداء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

جب غزوہ احد کا مہینہ ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا تھا، کیا کوئی شہادت نامہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پڑھا جاتا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ یا اہل بیت اس کی یادگار اس طرح مناتے تھے؟ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم سید الشہداء کہتے ہیں۔ ہمارا کہنا آپ کا کہنا اور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کا خطاب دے دیا۔ اب یہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے۔ ہاں تعظیماً ہم سید الشہداء حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ لیں تو کوئی گناہ نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء کا خطاب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار کس طرح منائی؟ آج تک تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں جس سے اہتمام ہو کسی ماتم کا، کسی مجلس کا حالانکہ ان کی محبت اور ایثار نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں کیا جگہ پیدا کر رکھی تھی۔

ہمارا سارا خاندان شہیدوں کا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا تو سارا خاندان شہیدوں کا ہے۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر سارے ہمارے بڑے شہید ہی ہیں۔ اب اگر اس وقت سے آج تک کے ہمارے سارے بزرگوں کے صرف شہیدوں کا ذکر ہی ہو تو ۳۶۵ سے کہیں زیادہ شہید نظر آئیں گے۔ حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں مصلی پر شہید ہوئے لیکن آپ کے گرنے کے بعد فوراً دوسرے صحابی امامت کے فرائض دینے کے لیے آ گئے۔ پہلے نماز ہوئی بعد کو خلیفہ کی خبر لی۔ آپؓ بے ہوش تھے' ساری تدابیر ہوش میں لانے کی گئی ہوش نہ آیا' کسی نے کہا کان میں کہو "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" یہ سن کر فوراً آنکھیں کھل گئیں اور فرمایا کہ بے شک جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

ستر تو شہید ہیں غزوہ احد میں۔ بارہ کے قریب بدر میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنی جنگیں ہوئیں' کتنے شہید ہوئے؟ حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس کس کا تم ماتم کرو گے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ فی گھنٹہ ایک شہید کا بھی پورے سال میں ایک دفعہ ذکر کرو تو شہداء کے نام پورے نہ ہوں گے۔ اسلام کے لیے جن شہداء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں دیں کیا ان کا ماتم کرنا باعث گناہ ہوگا؟

یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو فخر عطا ہوا ہے کہ جو شہید ہوا اس نے درجات حاصل کیے' کامیابی ملی۔ خوش ہونے کی چیز ہے' جان دی اللہ کی راہ میں اور حیات جاودانی پائی۔ یہ بہادروں کا شیوہ ہے' انہوں نے زندگی کا حق ادا کیا' پھر کیسے کیسے قراء' حفاظ' علماء' خلفاء ہر درجہ کے لوگوں کو جام شہادت نصیب ہوئی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ صحابہ کرامؓ نے کیا کیا؟ بس یہ دیکھ لو یہی دین ہے۔

عاشورہ کا روزہ اور اسراف

یوم عاشورہ کا ایک روزہ تو حدیثوں میں آیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تنہا ایک نہ رکھیں چاہے نویں دسویں یا دسویں گیارہویں رکھو۔ یہ تو عمل ہے محرم کی دس تاریخ کا۔ اب آج جو ہنگامہ جو اسراف جو خرافات سامنے ہے اس کو دیکھو' تو کہتے ہیں اپنے آپ کو اہلسنّت اور خرافات یہ ہیں جن کی دلیل نہ قرآن میں نہ حدیث میں بلکہ سنت کو مٹانے والے بنے ہوئے ہیں' کھیل تماشے' شربت' سبیلیں اور مجلسیں یہ سب خلاف سنت ہیں۔

شہادت حسینؓ کی مثال

اب رہا یہ سوال کہ جو سوال مجھ سے کیا گیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ کہوں تو طبیعت نہیں چاہتی کہ جن مذاکرات اور مجالس کی ہم خود نفی کریں اسی ذکر شہادت کو آج کے روز خود کرنے بیٹھ جائیں۔ دوسرے یہ کہ اس دریافت میں کہ کس نے مارا؟ کیوں شہید کیا؟ کیا چیز ہے؟ اس کرید میں کچھ بہتری نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپس میں لڑے' تلوار

بھی چلی لیکن اس کی مثال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا ہارون علیہ السلام پر' انہوں نے داڑھی پکڑ کر کھینچی' قرآن میں یہ واقعہ موجود ہے۔ انہوں نے کہا میری بات تو سن لیں' پھر عذر پیش کیا' اب کسی پیغمبر کی ادنیٰ درجہ کی توہین کفر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داڑھی کھینچی ان کو کیا کہو گے؟ اگر تم ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا بے ادبی سے تذکرہ بھی کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

شہادت حسینؓ کے تاریخی حالات مخدوش ہیں

حضرت علیؓ' حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی' یہ باپ اور چچا کی لڑائی ہے' اولاد کا کام یہ نہیں کہ اس میں اپنا دماغ اُلجھائے۔ ایک سبق یاد رکھو کہ قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں فرمادیا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں جن سے اللہ راضی ہیں تم ان سے ناراض ہونے کا کون سا جواز لاتے ہو؟ تم کو کیا حق ہے ان سے ناراض ہونے کا؟ ان کے معاملے میں سوچ کر اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا اور قلب کو روگ لگانا ہے۔

یہ شہادت نامے اور تاریخیں سب مخدوش ہیں۔ ان سب میں آمیزش ہے۔ اس سے قلب پریشان ہوگا اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ میرے ساتھی' میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں۔ فرمایا جو ان سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھے گا جو ان سے محبت رکھے گا مجھ سے محبت کرے گا۔ پس اگر ان تاریخی واقعات کو دیکھ کر ہمارے دل میں اگر کوئی ذرا سا تکدر بھی آ گیا تو ہمارا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اس لیے ان تاریخوں کو پڑھنے سے منع کیا گیا ہے یہ تاریخ مدون ہیں' مؤرخین سے اس میں سازش بھی ہوسکتی ہے' اس میں جذبات کا اظہار بھی ہوسکتا ہے' کوئی یہ حدیثیں تو نہیں ہیں جو ان پر بھروسہ کیا جائے۔

شکر کرو کہ احادیث ابھی تک ملوث نہیں۔ ان تمام لکھنے والوں سے ورنہ آج صحیح دین ہمارے پاس تک نہ پہنچتا۔ دوسرے یہ کہ کوئی مجبوری ہم پر نہیں کہ ہم فیصلہ کریں۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا' یزید اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا' ہم سے قیامت کے دن یہ سوال نہ ہوگا کہ تم ان میں سے کس کو حق پر سمجھتے ہو؟ آپ کو اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں' اپنا دین سنبھال کر رکھئے۔ قبر میں یہ سوال آپ سے منکر نکیر نہیں پوچھیں گے' وہاں جو پوچھا جائے گا ان سوالوں کے جواب تم تیار کرلو' جن کا دارومدار تمہاری جنت اور دوزخ کے جانے میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ ہماری تلواریں کسی صحابی کے خون سے نہیں رنگیں۔اب تم یہ سوال کر کے ہماری زبانیں ان کے خون سے رنگنا چاہتے ہو؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مختصر واقعہ

اب اجمالی طور پر واقعہ سمجھ میں آ جائے۔اس لیے عرض ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مکہ میں روکا۔یعنی سارے صحابہ کرامؓ جو اس وقت موجود تھے سب نے روکا اور آپؓ نہیں رُکے۔اس سے کچھ کم فہموں نے اپنا غلط خیال قائم کرلیا کہ آپ حکومت حاصل کرنے گئے حالانکہ یہ غلط تھا۔ایک واقعہ ہے کہ راستہ میں آپ کو جب ایک شخص نے روک کر سمجھایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تھیلا اُلٹ کر سارے خطوط جو تقریباً ۹۰۰ تھے' دکھائے کہ کوفہ سے لوگوں نے بلانے پر مجبور کیا ہے اور سارے عوام نے اپنی جانبازی کا یقین دلایا ہے چونکہ باطل کے مقابلہ میں صرف آپ ہی آ سکتے تھے کہ اہل بیت میں دیگر صحابہ سے وہ کام نہ ہوگا۔اس سے مقصود بلاشبہ آپ کا اعلاء کلمۃ الحق تھا اور دین کی حفاظت تھی۔صحابہ کرامؓ نے اس وجہ سے روکا تھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں' آپ کو دھوکہ دیں گے اور وہی ہوا۔لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی شبہ کرنا قطعی حرام ہے۔البتہ وہاں جا کر آپ نے ان کی بے وفائی دیکھ کر لوٹنا چاہا تو پھر یزید نے واپسی کا موقع نہ دیا۔

بہر حال یہ واقعہ ہونا تھا اور ہوا۔لیکن عوام کا یہ کام نہیں کہ اس میں اپنی جان کھپائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تفصیلات

مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

قال الله تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

حضرات! آج ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے میں "شہادت حسین رضی اللہ عنہ" کے زیر عنوان کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ہم اہل السنّت والجماعت تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں اوران سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں جس طرح شیعہ صاحبان ان کے مداح اوران کی محبت کے دعویدار ہیں چنانچہ عقیدہ اہل السنّت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا و ابناء کم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ میرے اہل بیت یہ لوگ ہیں۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑے گا میری ان سے لڑائی ہے اور جو ان سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہے۔ (ترمذی)

یہ مناقب مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جس طرح ان مناقب سے اہل السنۃ والجماعۃ اتفاق رکھتے ہیں اسی طرح اس اندوہناک

دردناک داستان ظلم وستم یعنی حادثہ شہادت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنیوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ احباب کی اطلاع کے لئے اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واقعات متعلقہ کربلا کی تمہید

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ان کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۶۰ھ دمشق میں ہوا۔ یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت کی جائے۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ حضرت حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے سیدنا حسینؓ نے بیعت نہیں کی کیونکہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا۔ اس کے بعد حضرت حسین ۴ شعبان ۶۰ھ کو مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور مکہ معظمہ میں جا کر قیام فرمایا۔

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت

حضرت علیؓ نے چونکہ کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا تھا اس لئے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی انہوں نے حضرت حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آیئے۔ ہماری جان اور مال آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔ امام ممدوح نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں قیام اور بیعت لینا

جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے اور حضرت حسینؓ کے لئے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیر صحابی جو حاکم کوفہ تھے انہیں اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر ہی اکتفا کی۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن الولید بن عقبہ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی اس پر یزید نے نعمان بن بشیر صحابی کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد بصرہ کے حاکم کو معین کر دیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا حاکم کوفہ ہو کر آنا

عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا اور رات کے وقت اہل حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہوا تا کہ لوگ دھوکے سے یہ سمجھیں کہ حضرت حسینؓ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے امام

موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا اس کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے جارہے تھے اے رسول اللہ کے بیٹے تمہیں مرحبا ہو۔ عبیداللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی حکومت کی سند پڑھ کر سنائی انہیں دھمکی دی اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا اور مسلم بن عقیل کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کرا لیا مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے خیر خواہوں کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ وہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں ان لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہے باقی سب بھاگ گئے حتیٰ کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے اب وہ متحیر ہوئے کہ کیا کریں ایک عورت کے گھر میں آئے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پلایا اور اپنے گھر میں انہیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا اس نے جا کر اشعث سے کہہ دیا اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا۔ انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن مسلم تلوار سونت کر لڑائی کے لئے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انہیں امان دے دی اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے۔ عبیداللہ بن زیادہ نے انہیں قتل کر دیا اور ہانی (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ ھ کا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمد اور ابراہیم) بھی قتل کر دئے اور اسی تاریخ کو امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کا کوفہ جانے سے حضرت حسینؓ کو روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بے وفائی اور غداری سے واقف تھے اور بنی امیہ کے خاندان کے مظالم سے بھی آگاہ تھے سب نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا لوگ یہ سن

کر بہت پریشان ہیں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں میں جارہے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے۔ دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اور ملک پر اپنا تسلط جمال لیا ہے اب آپ کو نظام حکومت کے درست کرنے کے لئے بلارہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بیشک تشریف لے جایئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بلانا جنگ کے لئے بلانا ہے مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں اور جب آپ کے دشمن ان کو طاقتور دیکھیں گے تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت حسینؓ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے اور روانگی کے ارادہ پر قائم رہے۔

دوبارہ روکنا

جب حضرت حسینؓ بالکل تیار ہو گئے پھر حضرت ابن عباس دوڑے ہوئے آئے اور بمنت و سماجت سے کہا کہ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا اس سفر میں آپ کی ہلاکت و بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغاباز ہیں ان کے قریب بھی نہ جایئے اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے عراق والے اگر آپ کو بلانا بھی چاہتے ہیں تو انہیں کہئے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے۔ پھر مجھے بلایئے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو پھر یمن چلے جایئے وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے خیر خواہ ہیں وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے بھی باہر ہوں گے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سے اپنی دعوت پھیلایئے گا آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دیئے جائیں۔ جس طرح حضرت عثمانؓ بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کا خط

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر تھے مدینہ منورہ سے خط لکھا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا

ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادہ سے باز آ جایئے۔ کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں۔

حاکم مدینہ کا خط

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس کے علاوہ والی مدینہ منورہ سے بھی خط لکھوایا۔ جس کا مضمون یہ ہے "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹا دے۔ جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی طرف رہنمائی فرما دے جس میں سلامتی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں میں آپ کے لئے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر اور یحیٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں ان کے ساتھ واپس چلے آیئے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن و سلامتی، نیکی احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام۔

اس کے بعد آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

جب آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو "صفاح" نام مقام پر اہل بیت کا مشہور محب شاعر آپ سے ملا آپ نے اس سے پوچھا۔ تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے فرزدق نے جواب دیا ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا سچ کہتا ہے اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرمائی میں رہتا ہے اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کریں گے اور اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی ضد

زرود نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یزید کے گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو علانیہ قتل کر دیا ہے اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسینؓ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی اب بھی وقت ہے ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے

حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلئے۔کوفہ میں آپ کا ایک بھی طرفدار معلوم نہیں ہوتا۔امام حسینؓ خاموش ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے۔لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے اور اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے۔اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

حر ابن یزید کی ملاقات

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے تو حر ابن یزید عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آ ملا اور ساتھ ہو لیا۔اس نے امام حسینؓ سے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو اس کے پاس لے چلوں اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں اور میرے پاس ان کے بہت سے قاصد آئے اور تم کوفے کے رہنے والے ہو۔اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو میں تمہارے شہر میں جاؤں گا ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا اس پر حر نے کہا آپ کن خطوط کا ذکر کرتے ہیں۔ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔امام حسینؓ نے عقبہ بن سلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائیے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا اس پر حر نے کہا لیکن ہم وہ نہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو حر نے جواب دیا میں آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں آپ نے جواب دیا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔اس نے کہا واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حر نے کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔بات زیادہ لمبی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام حسینؓ کوفہ کے راستہ سے ہٹ گئے۔

میدان کربلا میں قیام

اور میدان کربلا میں ۱۰محرم ۶۱ھ کو جا اترے جب اس میدان میں اترے تو اس کا نام دریافت

فرمایا معلوم ہوا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ تب آپ نے فرمایا ھذا موضع کرب و بلاء یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس آزمائش میں نہ آئے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے اس نے آتے ہی امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا آپ کیوں تشریف لائے ہیں آپ نے وہی جواب دیا جو حر ابن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

عبیداللہ بن زیاد کا بیعت کے لئے اصرار

عمر بن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ اس نے فوراً عبیداللہ بن زیادہ کو خط لکھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواب دیا کہ حسینؓ سے کہو کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید ابن معاویہ کی بیعت کریں پھر ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمانؓ بن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسینؓ کے پاس وہ خط آیا آپ نے اسے پڑھا اور پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب سے اس کا غصہ اور بھڑکا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور فوجیں تیار کیں اور ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا۔ جو ری کا حاکم تھا اس نے امام حسینؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلو تہی کی تب عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا یا تو لڑنے کو جا یا ری کی حکومت سے دستبردار ہو جا اور اپنے گھر جا بیٹھ عمر بن سعد نے ری کی حکومت کو ترجیح دی اور امام حسینؓ سے لڑائی کے لئے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبیداللہ بن زیاد ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمر بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے اور دریائے فرات کے کنارے پر جا اترے اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان رکاوٹ کر دی۔

عمر بن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسینؓ سے خط و کتابت کی تھی اور ان سے مسلم بن عقیل کے ذریعہ سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ جب امام حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ

ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں اور ایک ہی دروازہ اس خندق کو رکھا تا کہ اس دروازے سے نکل کر لڑ سکیں۔

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا اور لڑائی شروع کر دی۔امام حسینؓ کے ساتھیوں میں ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہو گئے اس وقت امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا آیا کوئی خدا واسطے فریاد رس ہے آیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے یہ سن کر حر بن یزید (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے) اپنے گھوڑے پر امام حسینؓ کی طرف آیا اور آ کر کہا اے رسول اللہ کے بیٹے سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لئے آیا تھا اور اب میں ہی تیری جماعت میں آ گیا ہوں تا کہ میں تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں۔شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو اس کے بعد اس نے عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک کہ شہید نہیں کیا گیا۔اور اس کے ساتھ اس کا بھائی' بیٹا اور غلام بھی شہید ہو گئے پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ امام حسین کے سارے ساتھی شہید ہو گئے۔اس کے بعد امام موصوف ننگی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر تنہا مقابلے کے لئے میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا اسے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور آپ کو ان زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آ رہے تھے۔اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا۔امام حسینؓ نے للکار کر فرمایا اے شیطان کی جماعت میں تم سے لڑتا ہوں تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو کیونکہ وہ تو تم سے نہیں لڑ رہیں۔تب شمر نے اپنی فوج سے کہا عورتوں سے باز آ جاؤ اور اسی شخص کا مقابلہ کرو پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہو کر گرے اور نصر ابن خرشہ آپ کا سر کاٹنے لگا۔اس سے نہیں کاٹا گیا تو خولی بن یزید گھوڑے سے اترا اور اس نے آپ کا سر مبارک کاٹ لیا۔بعض روایتوں میں ہے کہ شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کم بختو! اس کے متعلق اب کیا انتظار کرتے ہو حالانکہ اسے زخموں نے چور کر دیا ہے اس کے اتنے کہنے پر امام حسینؓ پر تیر اور نیزے برسنے لگے یہاں تک کہ ایک بد بخت کا تیر آپ کے گلے سے پار ہو گیا اور آپ گھوڑے سے گر پڑے اور اسی حالت میں شمر نے آپ کے چہرے مبارک پر تلوار ماری

اور سنان بن انس ؓ نے نیزہ مارا اور خولی بن یزید آپ کا سر کاٹنے لگا تو اس کے ہاتھ کانپ گئے۔ پھر اس کے بھائی شبل بن یزید نے اتر کر آپ کا سر کاٹا۔ پھر یہ لوگ اہل بیت کے خیمے میں گئے وہاں سے بارہ لڑکے بنی ہاشم کے قید کئے اور جتنی عورتیں تھیں ان کو بھی قید کر لیا۔ عمر بن سعد اور شمر نے لوگوں کو حکم دیا اور ان سنگدلوں نے امام حسین ؓ کی لاش کو گھوڑوں کے سموں تلے لتاڑا اور آپ کے سر مبارک کو بشیر ابن مالک اور خولی بن یزید کی معیت میں عبیداللہ بن زیاد کی طرف بھیج دیا۔

واقعہ کربلا کا رنج والم

ہر کلمہ گو خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی اس وحشتناک اور دردانگیز واقعہ سے بے انتہا رنج والم ہے۔ کوئی نہیں جو امام حسین ؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو اور اس کا دل ان مظالم کو سن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو تقریباً تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک دردانگیز مصیبت خیز پریشان کن دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھول نہیں پائے۔ شیعہ صاحبان کے علاوہ سنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں اور ہر پڑھنے والے کے دل کو غم کدہ بنا دیتی ہیں۔

اظہار غم کے طریقے میں فرق

اہل السنّت والجماعت ان دردناک واقعات کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسین ؓ اس کی قوت ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنت حسین ؓ کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ تاکہ امام حسین ؓ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روح حسینی ؓ کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے رہیں۔ بخلاف شیعہ صاحبان کے کہ وہ اس رنج والم کا اظہار کرنے کے لئے دامن شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فخر دو عالم سید المرسلین کی سنت سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اظہار غم کے لئے دسویں محرم کو وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس میں بہت ساری چیزیں ناجائز بلکہ حرام ہوتی ہیں جن سے مسلمانوں کے عقائد فاسد ہوتے ہیں اخلاق کی تباہی کا موجب بنتی ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اہل السنّت والجماعت کے علاوہ مقتدر مقتدایان شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے اس طریق کار کے سخت مخالف ہیں دونوں جماعتوں کے رہنما ان چیزوں کو نہ صحیح سمجھتے ہیں نہ مفید سمجھتے ہیں چنانچہ دونوں جماعتوں کے رہنماؤں کے فتاویٰ ذیل میں درج ہوں گے۔ البتہ یہ

ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان میں کمزور طبیعت کے رہنما اپنے مفاد دنیا کی خاطر حق کو چھپاتے ہیں۔اور عوام الناس کے طعن و تشنیع سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور مفاد دنیا کی خاطر نتائج اخروی کو نظر انداز کرتے ہیں اور عوام الناس میں اشاعت حق کرنے سے جی چراتے ہیں۔ **اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین.**

تعزیہ داری کے متعلق علماء اہل السنّت کا فیصلہ

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی ماہ شوال ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں کہ تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں۔بدعت ہے اور بدعت سیئہ ہے اور بدعت سیئہ مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کر دیتی ہے اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔

انتھی ملخصاً اسی فتاویٰ کے صفحہ ۳۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: مرثیہ خوانی کی مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے حاضر ہونا اور اس جگہ مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ اور درود پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب: اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔کیونکہ وہاں کوئی زیارت نہیں ہے۔جس کے واسطے آدمی جائے اور یہ لکڑیاں تعزیے کی جو بنائی گئی ہیں یہ زیارت کے قابل نہیں۔بلکہ مٹانے کے قابل ہیں۔اسی فتاویٰ کے صفحہ ۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور رونا اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

خلاصہ فتاویٰ اہل السنّت

مذکورۃ الصدر فتاویٰ سے مندرجہ ذیل چیزیں صاف اور ظاہر ہیں۔

(۱) تعزیہ بدعت سیئہ ہے۔(۲) مرثیہ خوانی۔(۳) اور اس مجلس میں زیارت اور گریہ و زاری کی نیت سے جانا بھی ناجائز ہے۔(۴) اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کا ماتم کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ماتم اور نوحہ کی ممانعت

جہاں تک ماتم کا تعلق دل اور آنکھوں سے ہے ممنوع نہیں۔ مگر جب زبان اور ہاتھ سے اظہار کیا جائے تو حرام ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث سنی اور شیعہ اور اقوال ائمہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لیس منامن ضرب الخدودوشق الجیوب و دعا بدعوے الجاھلیة** (متفق علیہ) ترجمہ: وہ شخص اسلامی جماعت سے خارج ہے۔ جس نے ماتم میں رخساروں پر ہاتھ مارے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بین منہ سے نکالے۔

دوسری حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

یعنی جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مشکوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنیوالی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے۔ (مشکوۃ)

نتیجہ: مذکورۃ الصدر احادیث میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کو شیطانی فعل کہا گیا ہے اور جن کاموں کے کرنے پر لعنت نازل ہوتی ہے محرم کے ماتمی جلوسوں میں یہ سب کام کیے جاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے جلوسوں میں ہرگز شریک نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

انہی چیزوں کے حرام ہونے پر شیعہ صاحبان کی روایات ملاحظہ ہوں۔

پہلی:۔ ابن بالویہ نے سند معتبر حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پاؤں تو میری وفات پر اپنے بال نہ نوچنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ (جلاء العیون)

دوسری: ملا باقر مجلسی جلاء العیون ص ۸۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ نے غسل و کفن وغیرہ کے متعلق اہل سنت کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب فرشتے مجھ پر نماز پڑھ چکیں اس وقت تم فوج درفوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھے نالہ وفریاد گریہ وزاری سے آزار نہ دینا پھر فرمایا اٹھ جاؤ اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے اور لوگوں کو مطلع کرو۔

مسلمانوں کا فرض

جب مرثیہ خوانی کی مجلسیں اور ماتمی جلوس خلاف شرع ہیں فقط اہل السنّت ہی نہیں بلکہ شیعہ کے رہنمایان مذہبی بھی ان کے شرعاً مخالف ہیں تو اہل السنّت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور جلوس تعزیہ میں شریک ہونے سے پرہیز کریں ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشا بینی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو غضب الٰہی کے مورد اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

بالخصوص:۔ جب کہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین جانشینوں یعنی سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں ان کو غاصب قرار دیتے اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور ان کو کافر کہتے ہیں اور ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہر غیرت مند سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شیعہ کی مجالس مرثیہ میں شرکت سے پرہیز کرے اور ان کے تعزیوں کے جلوس میں شامل ہونے نہ پائے کیونکہ ایسے لوگوں کی مجالس کی رونق افزائی بجائے خود ایک بہت بڑا گناہ ہے مسلمانوں کا فرض ہے خود اس سے بچیں اور اپنے اہل وعیال کو بچائیں۔

شیعہ صاحبان کے بڑوں کا شریک نہ ہونا

اگر ماتمی جلوس ایسے ہی موجب ثواب اور باعث رحمت اور امام حسین کے سچے غم اور بے قراری دل کے صحیح اظہار کا ذریعہ ہیں تو پھر شیعہ صاحبان کے بڑے کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے اور کیوں سینہ کوبی سر بازار جلوس میں شامل ہو کر نہیں کرتے۔

چنانچہ دار السلطنت پنجاب لاہور میں ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں یا اس میں چند بازاری عورتیں سیاہ لباس میں ملبوس ہائے حسین ہائے حسین کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور اس جلوس کے ساتھ عام جہلا بطور تماشا بینی کے جمع ہو جاتے ہیں اور جلوس کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

عبرت:۔ اہل عقل اس تحریر ماسبق سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں کہاں تک خیر و برکت آسکتی ہے اور خود شیعہ صاحبان کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے۔

شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت

شیعہ کی تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم ص ۲۴ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تین آوازوں کو ناپسند کرتا ہے گدھے کی آواز۔ کتے کی آواز، نوحہ گر عورت کی آواز۔

شیعہ کی اسی تفسیر کے ص ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو دوسری شرطوں کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہوتی تھیں نوحہ نہ کرنا کپڑے نہ پھاڑنا، سر کے بال نہ نوچنا اور اپنا منہ نہ نوچنا وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علمائے شیعہ کے فتاویٰ

امام صادق سے سوال کیا گیا کہ عورتیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز پڑھیں فرمایا کہ سیاہ کپڑوں سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ سیاہ کپڑے دوزخیوں کا لباس ہے اور امیر المومنین نے اصحاب کو سکھلایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔ (بار الرجیٰ ص ۱۴۲ جامع عباسی پانزدہ بابی جو فقہ میں مذہب اثنا عشری کی مستند کتاب ہے جس کے مصنف ملا بہاؤ الدین عاملی ہیں۔ اور شیعوں کے مطبع یوسفی دہلی کی مطبوعہ ہے اس کے صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ میں تحریر ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی سیاہ کپڑے

فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی ص ۴۴ میں بھی سیاہ لباس کو ملبوس ناریاں بتایا گیا ہے۔

(خاموش نوحہ خواں نمبر ۲ ص ۱۰)

نتیجہ: ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان جو سیاہ لباس پہن کر ماتمی نشان بناتے ہیں یہ ان کے اپنے مقتدایان مذہبی کے فیصلہ کے بھی سراسر خلاف ہے جب شیعہ کے ہاں بھی یہ چیز حرام ہے تو سنی مسلمان کا فرض ہے کہ اس قبیح رسم سے بچیں۔ اس مضحکہ خیز ظاہرداری کے ماتم سے بچ کر امام حسینؓ کی طرح سچا غیور، بہادر، جانباز اور جان نثار مجاہد اور غازی بننے کی فکر کریں۔

حاصل یہ ہے کہ ہم اہل السنّت والجماعت آئمہ اہل بیت کے سچے محب اور پکے خیر خواہ ہیں ان سے عقیدت ہمارا ایمان ہے ان کی راحت سے فرحت اور ان کی تکلیف سے صدمہ ہمارے دلوں کے تاثرات ہیں، ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ سچی محبت اور صحیح عقیدت میں ہم شیعہ صاحبان سے کم نہیں ہیں البتہ یہ عرض کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ عشرہ محرم کی تمام بدعات جو شیعہ میں مروج ہیں جن کی تفصیل اس مضمون میں آچکی ہے ان کے ہم سخت مخالف ہیں سنی مسلمانوں کو ان سے روکنا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ دعا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم محبت اور عقیدت میں شیعہ صاحبان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ آئمہ اہل بیت

کے نقش قدم پر عملی طور پر چلنے میں سنیوں کے دوش بدوش نظر آئیں سب وشتم، طعن وتشنیع، تعزیہ، نوحہ خوانی، ماتمی لباسوں سے باز آئیں حق کے حامی اور باطل کے دشمن نظر آئیں۔ اسلام محمدی کے پیروکار اور بدعات مخترعہ سے مجتنب ہو جائیں آمین۔ یا الٰہ العالمین۔ جب شیعہ اور سنی دونوں ایک سٹیج پر آ کھڑے ہوں تو اس اتفاق کی برکت سے دیکھئے کہ اسلام کو کس طرح نفع اور عروج حاصل ہو سکتا ہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ماتم اور تعزیہ کی تاریخ

واضح ہو کہ لغت میں تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنے کا چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثاء کے لئے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہے لہٰذا ان کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہیں بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا شریعت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے (تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر میں ہوں اور تین روز کے بعد آئیں تو ان کے لئے مکروہ نہیں ہے جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے حدیث شریف میں تعزیت کے لئے یہ کہنا منقول ہے۔

اعظم الله اجرک و احسن جزاء ک وغفر لمیتک یعنی اللہ تعالیٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخش دے) جس میں نہ رونا ہے نہ پیٹنا نہ چیخنا ہے۔ نہ چلانا نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے۔ نہ بال نوچنا اور نہ پریشان ہونا نہ سینہ کوبی ہے نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا۔ نہ اجتماع واہتمام اور جزع فزع کی ضرورت ہے نہ میت کے مدح وذم کے بیان کی حاجت جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے لیکن یہ سب خرافات اور ناجائز کام آج جس تعزیہ میں ہوتے ہیں وہ محرم کا تعزیہ ہے اور اس مختصر تقریر میں زیر بحث یہی لفظ تعزیہ ہے۔ جس کو لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہیں۔ مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو میرے اشتہار ''محرم الحرام اور رسالہ حرمت تعزیہ'' میں دیکھنی چاہئے اس وقت سنیوں کو متنبہ کرنے کے لئے مؤرخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ہر سال شروع ماہ محرم میں جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی وجہالت لاکھوں سنی عملاً شیعہ ہو جاتے ہیں اور حسب کتب شیعہ اہل سنت کی نہیں بلکہ یزید اور دشمنان آل رسول کی ایجاد ہے۔ اس تعزیہ کی روح امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا پر نالہ وماتم اور نوحہ

وشیون کرنا ہے اوراس کا جسم روضہ امام حسین واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر بنام تعزیہ یا وجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھ سالانہ محرم میں نکالی جاتی ہے جس کے ساتھ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت سی رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور آئے دن نئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں۔

ماتم کی تاریخ

یعنی نوحہ و ماتم، نالہ وشیون پر امام حسینؓ کی ابتداء دنیا میں جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ یزید ہے جوان کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہل بیت اور قاتل حسینؓ تھا۔ چنانچہ

۱۔ ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور دربار یزید میں پیش ہوا تو یزید کی زوجہ ہندہ دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا۔

”اے ہندہ نوحہ زاری مکن بر فرزند رسول خدا وبزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر وتعجیل کردو من راضی بکشتن اونبودم (جلاء العیون ص ۵۲۷) یعنی اے ہندہ فرزند رسول خدا وبزرگ قریش پر نوحہ زاری نہ کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی اور میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

۲۔ جب اہل بیت حسینؓ یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ وگریہ بلند کی اور یزید کے گھر میں تین روز برابر ماتم رہا۔ (ایضاً ص ۵۲۴)

۳۔ صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہیں کہ جب حرم محترم پیش یزید لائے گئے تو کان بیدہ مندیل فجعل یمسح و موعہ فامرھم ان یحولن الی ھندہ بنت عامر فادخلن عندھا فسمع من داخل القصر بکاء و نداء وویلا (ص ۲۹۳)

یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل میں ہندہ بنت عامر کے پاس لے جاؤ جب یہ ان کے پاس پہنچائی گئیں تو داخل ہونے پر صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

۴۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ص ۲۰۰ میں اور صاحب نہج البلاغہ ص ۳۴۸ میں بھی کم و بیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ و ماتم اور نالہ شیون کا یہ پہلا دن تھا جو بحکم یزید خود اہل بیت یزید نے اہتمام سے کیا پھر جب یزید نے چند اہل بیت حسینؓ کو بعزت وحرمت اپنے پاس شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے ماتم برپا کرنے

کی اجازت چاہی جو دی گئی اور شام میں جس قدر قریش و بنو ہاشم تھے سب شریک ماتم و نوحہ ہوئے اور یہ گریہ وزاری ایک ہفتہ تک جاری رہی بعد ازاں یزید نے باآرام ان تمام کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ص ۵۳۰ و منہج ص ۳۳۵)

شام میں یہ دوسرا ماتم تھا جو امام حسینؓ پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔ یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ میں سب سے پہلے خاص عاشورہ محرم کے لئے اس رسم بد کی بنا ڈالی۔ بلکہ اور اضافہ کیا یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہل بیت بھی جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ قاتلان حسینؓ میں دیکھنا چاہئے اس دشمن آل رسول نے قبولیت عامہ حاصل کرنے کے لئے علانیہ کوفہ میں رسم ماتم عاشورہ ایجاد کردہ یزید کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیرؓ کی کرسی کی پرستش شروع کی حالانکہ وہ کرسی جناب امیرؓ کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دوکان سے اٹھا کر اسی کام کے لئے اسے لا دی تھی۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثناعشریہ ص ۴۲۲) علامہ شہرستان بھی لکھتے ہیں کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی جس پر مختار نے ریشمی رومال چڑھا کر اور خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا کہ یہ حضرت کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا بڑھو، قتل کرو، فتح و نصرت تمہارے شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے اس میں سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری مدد کے لئے نازل ہو رہے ہیں۔ وغیرہ (الملل والنحل مصری ص ۸۴) تیسرا شخص معز الدولہ شیعہ ہے جس نے اٹھارویں ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا حکم دیا پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا کہ لوگ غم حسینؓ میں دوکانیں بند کریں ہڑتال کریں خرید و فروخت سے باز رہیں سوگ کے کپڑے پہنیں زور سے واویلا کریں عورتیں بال کھولیں منہ پر طمانچے ماریں لوگوں نے اس کی تعمیل کی اور اہل السنّت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا جب ۳۵۳ھ میں پھر ایسا ہی ہوا تو اس پر شیعہ اور سنی میں بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار تک نوبت پہنچی۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۷۵) کامل ابن اثیر جلد ۴ میں بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معز الدولہ نے عام حکم دیا کہ دوکانیں بند ہو جائیں بازار اور خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے لوگ نوحہ کریں کمبل کا لباس پہنیں عورتیں پراگندہ منہ اور گریبان چاک دوہتر مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں۔ (صفحہ ۱۹۷)

آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی میں لکھتے ہیں بیادگار شہادت امام حسینؓ و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا (ص ۴۶۱) ایک اور شیعہ رقمطراز

ہیں کہ معزالدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا۔ جس نے یہ یوم عاشورہ بازار بند کرادیئے نانبائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کردی عورتیں سرکھولے ہوئے راستوں میں نکلیں اور ماتم حسینؓ کا کیا ۱۹ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ دیکھو (تلخیص مرقع کربلاص ۷۸-۷۹)

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی مختار اور معزالدولہ نے ترقی دی پھر شیعوں نے اس پر خوب خوب مذہبی رنگ چڑھایا۔ اب عشرہ محرم میں گھر گھر اسی کا جلوہ ہے کسی نے بالکل سچ کہا ہے

رسم ماتم بنا یزید نمود ہر کہ آمد برآں مزید نمود

تعزیہ: جو مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہیں مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضہ امام حسینؓ کی نقل ہے اور جگہ کا تو حال معلوم نہیں مگر ہندوستان میں ہر سال عشرہ محرم میں بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے نکالا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ عہد تیمور میں اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ بعض شیعہ بیگمات' شیعہ وزراء' شیعہ امراء ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلی نہیں جاسکتے تھے جنہوں نے حسب عقیدہ شیعہ بغرض حصول ثواب روضہ امام حسینؓ کی نقل منگوا کر بجائے کربلا کے اس کی زیارت کرنا شروع کی۔ پھر جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضہ امام اور ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے کم و بیش جلد یہ صورت اختیار کر لی جو اب مروج ہے چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ منصف بھی فرماتے ہیں کہ جو ہر صاحب طوفان نے امیر جنود کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزراء کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن میں فال دیکھنا اور آیہ فاخلع نعلیک کا نکلنا۔ اور تبرکات لانا اور نفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان میں مفصل لکھا ہے اور سب جانتے ہیں (ص ۸۳) حالانکہ اس نقل روضہ امام تعزیہ کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ اصل روضہ امام بھی غیر معتبر ہے اور پھر تعزیہ جس کی تاریخ امیر تیمور کے دور سے آگے نہیں چلتی بدعت تیموریہ نہیں تو اور کیا ہے پس مسلمانوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہئے اور اس قسم کی تمام بدعات سے مجتنب رہنا چاہئے۔

وما علینا الا البلاغ

آٹھواں خطبہ

سن ہجری کا آغاز

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ. لَقَد کَانَ فِی قَصَصِهِم عِبرَةٌ لِّاُولِی الاَلبَابِ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی کریم ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین.

بزرگان محترم اور برادران عزیز! پہلی بات یہ ہے کہ محرم الحرام کا مہینہ آتا ہے تو اس سے سن کی ابتداء اور سال کا آغاز ہو جاتا ہے اسلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی تھا اور اسلام کے زمانہ کے بعد یعنی ظہور اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب یعنی ظہور اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مس ی جب ہم نے اس سن کو اپنایا پھر بھی یہی سلسلہ قائم رہا کہ محرم سے سال کا آغاز ہوا یہ بات میں نے اس لئے عرض کی کہ قمری دور اور قمری مہینے ان ناموں کے ساتھ اور اسی نظام کے ساتھ اسلام سے پہلے ہی موجود تھے، عیسوی سن بھی موجود تھا جس کو شمسی نظام کہتے ہیں سورج کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا نظام قائم کیا جائے تو اس کو نظام شمسی کہتے ہیں اور چاند کی تبدیلیوں سے مہینوں اور سالوں کا نظام قائم کیا جائے تو اس کو نظام قمری کہتے ہیں، جب دنیا میں اسلام آیا شمسی نظام بھی موجود تھا اور قمری نظام بھی موجود تھا، جب ہی تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو دسمبر کی پچیس تاریخ تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ۵/ ۶ سو سال پہلے کی بات ہے، معلوم ہوا کہ شمسی نظام موجود تھا ان کے یہی مہینے موجود تھے اور اسی ایک مہینہ دسمبر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے شمسی نظام بھی تھا اور قمری بھی تھا اسی بناء پر کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ہیں تو ربیع الاول کا مہینہ تھا، سن کون سا تھا، خاندان قریش نے اپنا ایک سن شروع کیا تھا اور

ان کا وہ سن ایک سردار کے زمانہ سے چلا آتا تھا لیکن اس کے بعد اصحاب الفیل کا جو واقعہ پیش آیا چونکہ یہ ایک عجیب وغریب واقعہ تھا لہٰذا انہوں نے اپنا سن تبدیل کر کے سن عام الفیل جاری کیا، عام الفیل کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب الفیل کے واقعہ کو اب ایک سال گذر گیا اب دو سال گذر گئے اس سے تاریخ لکھی جارہی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا مکی دور گذر گیا تاریخیں یہی لکھی جارہی ہیں آپ کا مدنی دور گذر گیا تاریخیں عام الفیل سے لکھی جارہی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے اڑھائی سوا دو سال بھی گذر گئے تاریخ یہی لکھی جارہی ہے، یہاں درمیان میں آپ کی معلومات کے لئے ایک بات اور عرض کر دوں آج ہمارے بہت سے روشن خیال احباب اور دوست یہ کہتے ہیں کہ چاند کو آنکھوں سے دیکھنے کی بات بڑی مشکل ہے کہیں گرد وغبار ہوتا ہے کہیں بارش ہوتی ہے کیوں نہ اس روایت کے نظام کو حساب کے اندر تبدیل کر دیا جائے سابق صدر ایوب خان نے بڑی زوردار طریقہ سے یہ بات کہی کہ مولانا آج حساب اتنا سچا اور صحیح ہے کہ اس حساب کے ذریعہ سے چاند پر لوگ پہنچ گئے کس وقت پہنچے کیا وقت تھا یہ سارا کا سارا حساب ٹھیک نکلا جب حساب اس درجہ تک پہنچ گیا ہے تو اب غلطی کا کوئی امکان نہیں لہٰذا کیوں نہ حساب کا نظام اختیار کر لیا جائے اور اسی سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ منائی جائے اور باقی احکام پر بھی اسی سے عمل کیا جائے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اتحاد و اتفاق کے لئے یہ بڑی ہی اچھی تجویز ہے لوگوں کو بڑی غلط فہمی یہی ہے کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اتحاد کسے کہتے ہیں، ہر اتحاد اچھا نہیں ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کچھ لوگ اتحاد کر کے کسی کو قتل کرنے کے لئے جائیں تو کیا یہ ان کا اتحاد قابل تعریف ہے یا نہیں بلکہ ان میں پھوٹ پڑ جائے تو اچھا ہے تاکہ اس کی جان بچ جائے، اگر چور اور ڈاکو اتحاد کر لیں کہ ہم نے باری باری ڈاکہ ڈالنا ہے تو کیا یہ اتحاد قابل تعریف ہے، یہ اتحاد قابل تعریف نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر اتحاد اور اتفاق قابل تعریف نہیں ہے اور ہر اختلاف برا نہیں، بلکہ بعضے اختلاف اچھے ہیں جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ آپ میری بات پر آمنا وصدقنا کر کے چلیں یہ صحیح نہیں آپ نے مجھے نجات کا پل بنا رکھا ہے بوجھ سارا میری کمر پر رہ جاتا ہے آپ کی جو اپنی رائے ہو آپ اس کا اظہار کریں اختلاف ہو کوئی حرج نہیں اگر ان کے شاگردوں نے کسی مسئلہ میں اختلاف کیا ہو برا نہیں ہے قرآن وسنت کے دائرہ میں عمل کی وسعت اور گنجائش پیدا ہوتی ہے مثال کے طور پر قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ صلوٰۃ اللیل پڑھنے والوں کی

تعریف فرماتے ہیں اس کے الفاظ ایسے ہیں کہ جس کے دو ترجمے ہوسکتے ہیں سوال یہ ہوتا ہے کہ صلوۃ اللیل یعنی تہجد پڑھنے کی فضیلت کن لوگوں کو حاصل ہوگی آیا وہ لوگ جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے اور صبح صادق سے پہلے جو نماز ادا کی تہجد کے نام سے ان کو یہ فضیلت حاصل ہوگی یا اگر سوئے بغیر عشاء کے بعد تہجد کی نماز پڑھ کر سو جائے اس کو بھی ہی فضیلت ملے گی یا نہیں، قرآن کریم کی اس آیت کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی نظر میں قابل تعریف ہیں کہ جن کے پہلو بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں، بستروں سے جدا اس وقت ہوں جب بستروں سے لگیں تو بعض آئمہ نے یہ فرمایا کہ جب تک کوئی انسان سوئے نہیں اور سو کر بیدار ہو کر نماز تہجد نہ پڑھے تو نماز تہجد کا ثواب اور فضیلت اسے حاصل نہ ہوگی کیونکہ آیت قرآنی یہ کہہ رہی ہے کہ ان کے پہلوان کے بستروں سے جدا ہو چکے ہیں اور معنی یہ بھی ہے کہ ان کے پہلوان کے بستروں سے جدا ہیں تو جدا رہنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ابھی سوئے بھی نہیں اور سونے سے پہلے نماز تہجد ادا کر لی اس لئے اس میں اختلاف ہو گیا، علماء نے یہ کہا کہ نماز تہجد کی فضیلت صرف ان کو م لے گی جو سو کر اٹھ کر نماز پڑھیں لیکن بعض فقہاء نے کہا کہ اگر کسی نے سونے سے پہلے بھی تہجد کی نیت سے نماز پڑھ لی تو اس آیت میں گنجائش ہے ان کو بھی تہجد کا ثواب ملے گا، اب آپ نے دیکھا کہ ہمارے عمل کے لئے کتنی گنجائش پیدا ہو گئی علماء نے لکھا کہ ان دونوں باتوں کو جمع کرو جو لوگ نماز تہجد کی عادت ڈالنا چاہتے ہیں تو وہ سونے سے پہلے پڑھ لیا کریں اور جب تہجد کی انہیں عادت ہو جائے گی تو وہ دوسرے قول پر عمل کریں کہ وہ سو جائیں اور سونے کے بعد آخری شب میں اٹھیں شروع میں بھی آپ کو تہجد کا ثواب مل گیا اور آخر میں بھی تہجد کا ثواب مل گیا اس لئے میں نے کہا کہ ہر اختلاف برا نہیں، اگر چند آدمی اتفاق کر کے کسی کے مکان میں آگ لگانے کے لئے جا رہے ہیں تو ایک آدمی کہے کہ میں ہرگز یہ کام تمہیں نہیں کرنے دوں گا وہ یہ اختلاف کرے تو یہ اختلاف ایک شریف آدمی کا اور اچھا اختلاف ہے میں نے یہ بات اس لئے کہی کہ اتفاق واتحاد بہت اچھی چیز ہے بشرطیکہ شریعت کا کوئی مسئلہ چھوڑنا نہ پڑے اگر آپ نے کسی شرعی مسئلہ کو چھوڑ دیا اس لئے کہ تا کہ اتحاد پیدا ہو جائے تو وہ اتحاد رد کر دیا جائے گا۔

ایک واقعہ

مجھے ایک واقعہ یاد آیا حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا کے شاگرد بھی تھے اور ان کے ترجمان اور زبان بھی تھے

یہ الفاظ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہے خود حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں کراچی کے بیان میں ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے بڑے اہتمام کے ساتھ دو شاگردوں کو تیار کیا ایک حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فرمایا کہ جب ضرورت پڑھتی تھی قلم سے ترجمان کی زبان سے ترجمانی کی تو ہم دونوں کو یاد فرمایا کرتے تھے اور ہم دونوں پر یہ اعتماد تھا کہ یہ ہماری زبان اور ہماری قلم ہیں اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بتایا کہ دہلی میں ایک اعلیٰ کانفرنس ہوئی اس کانفرنس کے بلانے والے حکیم اجمل خان مرحوم تھے مسلمانوں کے دلوں میں ان کا بڑا احترام تھا اور حکیم اجمل خان سیاست میں بھی مسلمانوں میں سے سب سے آگے اور پیش پیش تھے اور یہ وہ زمانہ ہے کہ ہندوستان سے انگریز کو نکالنے کے لئے ہندو اور مسلمان متحد ہو جائیں اس لئے کہ اگر مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتحاد پیدا ہوا تو پھر اس انگریز کو ہندوستان سے نکالنا بہت مشکل ہے کوشش یہ کی جارہی ہے کہ ہندو مسلم اتحاد ہو جائے اسی اتحاد کی خاطر مسلمانوں نے یہاں تک کیا کہ گاندھی جی کو لے جا کر جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھا دیا اور یہ کہا کہ ہمارے اس عبادت خانے کے اندر آپ خطاب کریں دوسری کوشش اتحاد کی یہ ہوئی کہ ہندوستان سے گاؤ کشتی کو بند کر دیا جائے، مسلمانوں نے اس طور پر سوچا کہ جب تک مسلمان گائے ذبح کرنا جاری رکھیں گے ہندو مسلم اتحاد نہیں ہوسکتا تحریک مسلمانوں میں شروع کی جائے کہ گاؤ کشتی بند کر دیں، گائے کا ذبیحہ بند کر دیں اس کے لئے حکیم اجمل خان صاحب نے ایک بڑی کانفرنس دہلی کے اندر بلائی، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس کی اطلاع بھی آئی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ حضرت شیخ الہند کو اظہار خیال بھی کرنا ہے حضرت شیخ الہند نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے کہا کہ میری طرف سے جا کر اس کانفرنس میں میری ترجمانی کریں اور فرمایا کہ آپ جا کر یہ کہیں کہ کسی مسلم ہندو اتحاد انگریز کو نکالنے کی خاطر ہم ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس کے لئے اسلام کے کسی شعار کی قربانی دینے کو تیار نہیں ہیں اور یہ فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم نے ہندو مسلم اتحاد کی خاطر یا کسی اور مصلحت کی خاطر دین کے قلعہ میں ذرا سا بھی سوراخ کیا تو مسجد میں آنے والی نسلیں اسے پھاٹک بنادیں گی، ایسی کسی چیز کو ہم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی تشریف لے گئے اور اپنی خداداد طاقت کے ذریعہ سے مسلمانوں کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا مسلمان کا جب دینی

جذبہ بیدار ہو جائے تو دنیا میں اس سے بڑھ کر طاقت ور اور کوئی قوم نہیں ہے تو مسلمانوں نے بڑے جذبات کے ساتھ یہ کہا کہ ہرگز ہرگز ہم ذبیحہ گائے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مولانا شبیر احمد عثمانی اور حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز سے اتفاق کر لیا حکیم اجمل خان مرحوم کوئی بدنیت نہیں تھے لیکن بعض اوقات انسان کی فکر ہوتی ہی اس طرح ہے کہ شاید اس طرح اتحاد ہو جائے ان کو بھی یہی خیال تھا تو ان کی کانفرنس فیل ہو گئی اور سارا کھیل بگڑ گیا لیکن کیسے مخلص لوگ تھے مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا کہ حکیم اجمل خان صاحب کا میرے پاس خط آیا اور اس خط میں انہوں نے مجھے لکھا، ایھا العدو الحبیب کہ اے میرے پیارے دشمن اور حکیم اجمل خان نے لکھا کہ میں نے تمہیں دشمن تو اس لئے کہا کہ جو کچھ میرا منصوبہ تھا وہ سب تم نے خاک میں ملا دیا اور پیارے اس لئے کہا کہ تم نے اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے اس لئے میں تم کو پیارا بھی کہتا ہوں اور دشمن بھی کہا ہے اور میں تمہارے ساتھ اتفاق کرتا ہوں میں نے یہ بات اس لئے عرض کی کہ اتحاد اچھی چیز ہے لیکن پہلا مسئلہ آپ کا یہ ہے کہ آپ احکام شریعت پر عمل کریں احکام شریعت پر عمل کرتے ہوئے اتحاد ہو جائے تو عمر چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن ہم ایسے اتحاد کے قائل نہیں ہیں کہ جس کے لئے شریعت کے کسی مسئلہ کی قربانی پیش کرنی پڑے اگر آپ یہ کہیں کہ شریعت کے دیئے ہوئے رویت کے احکام کو اور شہادت کے احکام کو اتحاد کی خاطر قربان کر دیا جائے ہم ایسے اتحاد کے قائل نہیں ہیں ہم ایسے اتحاد میں اس اختلاف کو پسند کرتے ہیں جو اختلاف اس میں کیا جائے کہ آپ اللہ کا دین اختیار کریں اور دنیا کے اندر خدا کے حکم کو قائم کریں، تو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حساب کا نظام لے لیں تو اتحاد ہو جائے گا تو میں نے ایوب خان صاحب سے یہ بات کہی کہ آپ کی تجویز تو بہت اچھی ہے لیکن میں یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ حساب ایسی چیز ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی، کراچی میں آپ کو حساب کی جنتریاں مل جائیں گی بعض جنتریوں میں لکھا ہے کہ محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کو ہے اور بعض جنتریوں میں لکھا ہے کہ محرم کی پہلی اتوار کو ہے تو یہ انہوں نے رویت سے تو نہیں لکھا حساب سے ہی لکھا ہے دونوں میں ایک تو غلط ہے تو یہ غلطی کیسے آ گئی لہٰذا آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، مجھے یاد ہے کہ جب ۱۹۶۸ء میں چاند کے مسئلہ پر حکومت سے اختلاف ہوا تو کراچی یونیورسٹی نے اور رائے دی اور لاہور یونیورسٹی نے اور رائے دی جبکہ دونوں کے رائے حساب پر مبنی تھیں مگر دونوں الگ الگ نتیجہ پر پہنچے تھے دونوں کے درمیان اتفاق نہیں تھا، تو پہلے تو ہمیں

اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ حساب میں غلطی نہیں ہوتی اور اگر فرض کرلیں کہ حساب میں غلطی نہیں ہوتی تو میں نے ایوب خان صاحب سے کہا کہ یہ بتلایئے کہ جب دنیا میں اسلام آیا اور اسلام کو اس کی ضرورت پیش آئی کہ ہم بھی تاریخوں اور مہینوں سالوں کے لئے کوئی نظام اپنائیں تو اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی **یسئلونک عن الاھلہ قل ھی مواقیت للناس والحج** قرآن کریم کی اس آیت نے بتلایا کہ ہم نے تمہارے لئے چاند کو اور چاند کے تغیرات کو میقات بنا دیا ہے اور اوقات اور تاریخوں کے معلوم کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے تو جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت شمسی نظام موجود تھا اور شمسی نظام حساب پر مبنی ہے رویت پر مبنی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہے ہیں کہ چاند پر بنیاد رکھو اس وقت حساب کا نظام موجود ہے اور آپ کا یہ کہنا ہے کہ حساب میں آسانی زیادہ ہے کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رائج شدہ حسابی نظام کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ اسے رد فرمایا کہ مسلمانوں کو حکم دیا کہ آپ چاند کا نظام اپنائیں ۱۹۶۸ء میں اختلاف ہوا تھا کہ بعض لوگوں نے حکومت سے یہ کہا کہ دو خطبے ایک ہی دن جمعہ بھی ہو اور عید بھی ہو یہ حاکموں پر بہت بھاری ہوتا ہے اور حکومتوں کے لئے بہت نقصان ہوتا ہے تو عید جمعرات کو ہی ہو جائے تو اچھا ہے تو میں نے کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ ہم نے داڑھی دھوپ میں سفید نہیں کی ہے، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی ان باتوں سے ہم کوئی شرعی حکم بدل دیں گے یا کوئی اپنی شرعی رائے بدل دیں گے تو آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں بعض ذمہ دار لوگوں نے مجھے فون کیا کہ مولانا آپ نے یہ فیصلہ کردیا کہ چاند نہیں ہوا اور عید جمعہ کو ہوگی میں نے کہا کہ جی ہاں کہنے لگے ہمارے قصبہ سے کچھ لوگوں نے آ کر کہا کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے میں نے ان سے کہا کہ پورے پاکستان میں کہیں نہیں دیکھا پورے ہندوستان میں کہیں نہیں دیکھا اور اگر آپ کے قصبہ میں کچھ لوگوں نے دیکھ لیا ہے تو وہ میرا نام تو جانتے ہوں گے آپ میرا نام لے کر ان سے یہ کہہ دیں کہ اگر تم نے چاند دیکھا ہے تو تم کل روزہ نہ رکھنا مگر عید تم کل نہیں منا سکتے عید ہمارے ساتھ ہوگی اگر ہم حساب کا نظام آج اختیار کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے منشاء خداوندی کے خلاف کیا ہے ہم نے قمری نظام کو بھی شمسی بنا دیا منشاء خداوندی کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بری بات ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے **وَيلٌ لِّلمُطَفِفِينَ الَّذِينَ اِذَا اكتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَستَوفُونَ وَاِذَا كَالُوهُم اَووَّزَنُوهُم يُخسِرُونَ** جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں کمی کیا کرتے تھے تو اس پر قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں جن کا ترجمہ ہے کہ بہت بڑی ہلاکت اور بربادی ہے اور یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے قہر اور غصہ کے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے بہت بڑی ہلاکت اور بربادی ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، یہاں بعض علماء نے یہ سوال کیا ہے کہ اس وقت لوگ جو کمی کرتے تھے بہت کم مقدار میں ہوتی تھی صرف تولہ دو تولہ کا فرق ہوتا تھا تو اتنی تھوڑی مقدار کی کمی پر اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے غصہ کا اظہار فرمایا تو علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہماری نظر تو تولہ دو تولہ کی کمی پر ہے جبکہ اللہ کی نظر اس پر ہے کہ ہم نے یہ پیمانہ عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے بنایا تھا لیکن عدل وانصاف کے پیمانہ میں کمی کر کے اللہ تعالیٰ کے منشاء کو بدل دیا، تو اللہ کے منشاء کو تبدیل کر کے باغی ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر کا اظہار فرمایا، تو اسی طرح اگر آپ رویت کے نظام کو حساب میں تبدیل کر دیں جبکہ جس وقت قرآن کی یہ آیت اتری تھی جس میں چاند کا نظام دیا گیا اس وقت حساب کا نظام موجود تھا تو اس تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کیلنڈر نہیں بنا سکتے ضرور بنائیں گے مگر اس حساب کو انسانی حساب سمجھیں اگر آپ کا کیلنڈر یہ بتا رہا ہے کہ آج شوال کی پہلی تاریخ ہے اور چاند کی رویت نہیں ہوئی تو تمہیں اس کیلنڈر پر روزہ کھولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ رویت پر عمل کر کے تیس رمضان المبارک کی سمجھنی چاہیے اور اگلے دن رویت کی بناء پر یکم شوال سمجھنا چاہیے نظام حکومت چلانے کے لئے اگر کیلنڈر تیار ہو تو نظام حکومت اس پر چل سکتا ہے مگر اس پر احکام شرع نہیں چلیں گے تو قمری نظام ہمیں مل گیا تھا مگر سن ہمارا چل رہا تھا عام الفیل سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہی سن چلتا رہا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک منڈی تھی جس پر شعبان کا مہینہ لکھا ہوا تھا مگر سن نہیں لکھا ہوا تھا سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ منڈی کیش ہو چکی ہے یا ابھی کیش ہونی ہے کیونکہ اس پرچہ پر سن موجود نہ تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا کہ بھائی سن لکھنا تو ضروری ہے مگر آج یہ طے کر لیں کہ کونسا سن لکھیں ابھی تک عام الفیل سن چلا آ رہا ہے، صحابہؓ نے طے کیا کہ آج ہم اپنا اپنا سن طے کریں اور وہ سن ہجرت کا سن کہلائے یعنی اسلام کو روئے زمین پر اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے قوت عطا فرمائی اور مسلمانوں کو اجتماعیت عطا فرمائی جب سے مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ گئے لہٰذا یہ ہماری سربلندی کی تاریخ ہے ہم اپنا سن ہجرت سے

شروع کر دیں مگر اس پر یہ اعتراض ہوا کہ آپ نے قمری نظام اپنایا ہے اور قمری نظام تو محرم سے شروع ہو کر ذوالحجہ پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر آپ اپنا سن الگ بتاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا سن بارہ ربیع الاول سے شروع ہوگا اور ۱۱ ربیع الاول پر ختم ہو جائے گا جب بارہ ربیع الاول آئے گی آپ کا سن بدل جائے گا لہٰذا اس صورت میں جو قمری نظام چلا آرہا تھا وہ آپ نے آدھا لیا اور آدھا چھوڑ دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ ہم پورا قمری نظام لیں گے اور ہمارا سن محرم کی پہلی تاریخ سے ہی شروع ہوگا اور ہجرت بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے تو محرم، صفر دو مہینے یہ اور گیارہ دن ربیع الاول کے تو دو ماہ گیارہ دن کی کسر کو نکال دیں گے اور سن یکم محرم سے ہی شروع ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ سن کی بنیاد واقعہ ہجرت کو تو بنایا گیا ہے ہجرت کی تاریخ کو سن کی بنیاد نہیں بنایا گیا سن وہی رکھا گیا جو پہلے تھا کہ محرم سے شروع ہوگا اور ذوالحجہ پر ختم ہو جائے گا۔

ماہ محرم واقعہ ہجرت کی یاد دلاتا ہے

جب یہ محرم کا مہینہ آتا ہے تو یہ محرم کا مہینہ مسلمانوں سے پکار پکار کر کے کہتا ہے کہ اے مسلمانوں اپنے بزرگوں اور اسلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے واقعہ ہجرت کی یاد کو تازہ کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی خاطر مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لائے، جو قوم اپنے بزرگوں کے کارناموں کو یاد رکھتی ہے وہ قوم بڑی غیور اور غیرت مند ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ پر اس کا لحاظ رکھا ہے کہ آپ کے غیرت کے جذبہ کو ابھارا جائے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کے لئے دو وادیاں بھری ہوئی مال کی مل جائیں تو انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ کہے گا کہ تیسری وادی اور دیدو اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر تیسری مل جائے تو کہے گا چوتھی اور دے دو فرمایا کہ یہ تمہاری بھوک ایسی بھوک ہے کہ اس سے تمہارا پیٹ نہیں بھر سکتا سوائے اس کے کہ مرنے کے بعد قبر میں جب ڈال دیا جائے گا تب یہ بھوک ختم ہو سکتی ہے زندگی میں یہ بھوک ختم نہیں ہو سکتی ہمارے حرص کے جذبہ کو اس حدیث میں بتایا گیا ہے اور اس حدیث میں ابن آدم کا لفظ ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے بیٹے علماء نے لکھا ہے کہ ہمیں ابن آدم کیوں کہا گیا، یہ اس لئے کہا کہ کچھ تو غیرت آئے گی کہ ہم آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور ہمارے باپ تو ایسے نہیں تھے ہم ایسے کیوں نکل آئے، ہم آدم کی اولاد ہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام اتنے حریص نہیں تھے تو اولاد کو

کچھ تو خیال کرنا چاہیے کہ ہم کس باپ کے بیٹے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا بنی اسرائیل کہ اے بنی اسرائیل مگر کسی جگہ بھی یا بنی یعقوب نہیں کہا جبکہ اسرائیل بھی حضرت یعقوب کا نام ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسراء کے معنی ہیں بندہ ئیل کے معنی ہیں اللہ یعنی اللہ کا بندہ بنی اسرائیل کو ان کے باپ کا وہ نام یاد دلایا جا رہا ہے جس نام کے اندر ان کے باپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا پہلو نکلتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل تم اس باپ کے بیٹے ہو جو سرتاپا اللہ کی عبادت اور بندگی کیا کرتا تھا تمہارے اندر یہ سرکشی کہاں سے آئی، معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد کی تاریخ سے قوم کے اندر غیرت کے جذبات پیدا کئے جاتے ہیں اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اسلام کے لئے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں کچھ لوگ مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلے گئے اور کچھ لوگ پھر مدینہ ہجرت کر کے آ گئے، گھر بار چھوڑا عزیزوں کو چھوڑا اور تو اور بیت اللہ کو چھوڑا لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے عربی کا ایک شعر پڑھ رہے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا پھر کبھی ایسا وقت آئے گا کہ ہم ایسی جگہ موجود ہوں گے کہ جس جگہ بیٹھ کر ہم خانہ کعبہ کو دیکھ سکیں گے، یاد کر رہے ہیں ہمارے بزرگوں اور اسلام نے اسلام کی سربلندی کی خاطر اتنی قربانی دی کہ ہجرت کر کے آئے ہماری تاریخ اسی سے وابستہ ہے، ہمارے اندر اپنے اکابر و اسلاف کی عظمت اور احترام پیدا ہوگا غیرت کا جذبہ پیدا ہوگا ایک تو محرم کا مہینہ جب آتا ہے تو وہ یہ سبق دیتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مقصد

دوسرے یہ کہ ہجرت کو جب ساٹھ سال گذر گئے اور ہجرت کا اکسٹھواں سال آیا تو اس وقت خاندان نبوت کے چشم و چراغ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ کا واقعہ پیش آیا اور آج اس واقعہ کو تیرہ سو پینتیس سال چھ دن گذر گئے ہیں یہ تیرہ سو چھتیسواں سال ہے شہادت کا اور اتنے طویل عرصہ کے باوجود یہ واقعہ ہمارے دلوں میں تازہ ہے اور قیامت تک تازہ رہے گا کیونکہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت حق کی خاطر تھی اور حفاظت دین کی خاطر تھی یہ اور بات ہے کہ آج کل ہم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق کہلاتے ہیں اور ان کے فدائی کہلاتے ہیں اور انہیں کا نام لے کر اور انہیں کی محبت کا نام لے کر ہم اللہ کے اس دین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں جس دین کی حفاظت کی خاطر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی عظیم قربانی دی تھی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ اور نواسہ ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ واقعہ آپ کو یاد ہو گا کہ آپ ایک دفعہ

خطبہ دے رہے تھے اور اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی کیونکہ دوسری تیسری ہجری میں دونوں صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں ایک سال کا فرق ہے اور آپ دس ہجری کے بعد دنیا میں تشریف لے گئے تو دونوں صاحبزادے حضرت حسین کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ہے اس سے زیادہ ان کی عمر نہیں ہے تو حدیث پاک میں جو واقعہ آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور یہ صاحبزادے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے صفوں کے درمیان میں سے آگے آرہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ کہیں کپڑوں میں الجھ کر گر نہ جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھالیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اتنی محبت تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اولاد کی محبت بڑی شدید ہوتی ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ اس منزل سے گذرے ہیں انہیں معلوم ہے کہ اولاد کی محبت اور زیادہ شدید ہوتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خاندان نبوت کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے یہ جذبہ تھا کہ نانا جان کے دین کی کہیں سے شکل نہ بدلے اور کہیں سے اس کی صورت نہ بدلے کوئی اس کے اندر تبدیلی نہ کرے۔

ہمارا نظام اخلاق دنیا کے تمام مذاہب کے نظام اخلاق سے جدا ہے ہمارا نظام معیشت دنیا کے تمام نظام ہائے معیشت سے جدا ہے، ہمارا نظام حکومت دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت سے جدا ہے، ہمارے نظام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام نے دنیا کے اندر جب قدم رکھا ہے تو چاروں طرف سوائے بادشاہت اور ملوکیت کے کہیں کوئی چیز نظر نہیں آتی، دنیا میں جہاں جس کی حکومت موجود ہے وہاں کا وہ بادشاہ ہے یعنی خاندانی جانشینی چلتی تھی، قیصر و کسریٰ کا بھی یہی طریقہ تھا لیکن اسلام دنیا میں پہلا مذہب اور دین ہے کہ جس نے آکر یہ بتایا کہ اگر دنیا سے ظلم کو مٹانا چاہتے ہو تو سب سے پہلے بادشاہت اور ملوکیت کا نظام ختم کریں اور شورائی نظام کو جاری کریں، شورائی نظام کا اصول یہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا مستحق نہیں ہے بلکہ اپنی مرضی سے نامزد کیا جاتا ہے اہل حل وعقد کی رائے سے حاکم نامزد کیا جاتا ہے، حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ یزید باپ کے بعد نامزدگی کے طور پر آیا ہے آپ نے اس لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کردیا کہ اس سے میرے نانا جان کا دیا ہوا وہ نظام حکومت جس کے ڈھانچہ میں حاکم اور امیر مسلمان اہل حل وعقد کی رائے سے آتا ہے اگر باپ کے بعد بیٹے کا طریقہ رائج ہوگیا تو پھر اسلام اور قیصر و کسریٰ کے نظام میں کیا فرق رہ جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

نواں خطبہ

مقصد زندگی

فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

نیا اسلامی سال شروع ہو چکا ہے اپنی عمر کے قیمتی لمحات کے بارے میں کچھ غور وفکر کریں، انسان کو اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا چاہئے کہ یہ کدھر جا رہی ہے؟ یہ قدم جنت کی طرف اٹھ رہے ہیں یا جہنم کی طرف؟ جن کے دل میں کچھ فکر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس مقصد کے لئے بھیجا ہے؟ وہ اپنے مقصد زندگی کو نہیں بھولتے۔ سوچتے ہیں کہ مالک کی رضا کس میں ہے؟ کیا کرنا چاہئے؟ اور آخرت جو صحیح معنوں میں وطن ہے وہ بگڑ رہی ہے یا سنور رہی ہے؟ یہ فکر ہر انسان کو ہونی چاہئے اپنی زندگی کا کچھ تو حساب و کتاب کیا جائے کہ گزرے ہوئے سال میں کیا کمایا کیا گنوایا؟ ایک سال کی مدت بہت طویل ہوتی ہے سارے تغیرات اور موسم سب کچھ ایک سال میں گزر جاتا ہے کوئی چیز باقی نہیں رہتی سال میں چاند اور ستاروں کے علاوہ آفتاب بھی اپنی گردش پوری کر لیتا ہے بہر حال ایک سال میں ہر قسم کی گردش مکمل ہو جاتی ہے مختلف سمتوں سے مختلف قسم کی ہواؤں کا دور ہر قسم کی نباتات کی پیدائش، تمام کائنات میں مزاجوں کے تغیرات اور ہر جاندار مخلوق کے انقلابات کا دور ایک سال میں پورا ہو جاتا ہے اسی لئے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک سال کے بعد اس کی سالگرہ مناتے ہیں پھر دوسرے سال پھر سالگرہ اسی طرح ہر سال سالگرہ مناتے رہتے ہیں سالگرہ منانا ہے تو بہت بری بات مگر اس سے کچھ سبق تو حاصل کیا کریں کہ سالگرہ منانے والوں کا نظریہ کیا ہے؟ وہ کیوں مناتے ہیں؟ اس لئے کہ سال کی مدت بہت طویل مدت ہے۔ بچہ ایک سال گزرنے کے بعد ابھی تک موجود ہے مرا نہیں اس پر خوشی مناؤ حالانکہ جس نے نعمتیں عطاء فرمائیں اس کو خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے مگر کرتے ہیں الٹا کام کہ اس کو ناراض کرتے ہیں بس جہاں محرم کا مہینہ شروع ہوا تو سمجھ لیں کہ نیا سال شروع ہو گیا سوچیں غور وفکر کریں کہ گذشتہ محرم سے لے کر اس محرم تک پورا ایک سال گزر گیا مگر آخرت کے لحاظ سے گذشتہ محرم میں جہاں تھے اب بھی وہیں ہیں یا ایک آدھ قدم آگے بھی

بڑھے ہیں؟ اگر سارا سال گزر گیا مگر حالت میں ذرہ برابر بھی انقلاب نہیں آیا تو کتنے بڑے خسارہ کی بات ہے کوئی شخص کمانے کے لئے بیرون ملک گیا۔ جتنی پونجی لے گیا تھا سال گزرنے کے بعد وہیں کا وہیں رہا کچھ بھی نہیں کمایا تو کتنی محرومی اور بدنصیبی کی بات ہے سوچیں کہ گذشتہ سال میں کتنے لوگ زندہ تھے اوراب کتنے لوگ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اسی طرح سب کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے اس سال جب محرم کا چاند نکلا اس وقت تو اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوئی لیکن جب کسی تحریر پر ۱۴۰۵ ہجری لکھتا ہوں تو بہت شدت سے احساس ہوتا ہے کہ کل تک تو لکھتا رہا ۱۴۰۴ ہجری اور آج ہو گئی ۱۴۰۵ ہجری' یہ دیکھ کر دل دہل جاتا ہے جسم پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور تھوڑی دیر کیلئے قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے تین چار روز تک یہی حالت رہی کہ سال گزر گیا اور ہماری حالت کا کیا کچھ بنایا نہیں بنا؟ پھر الحمدللہ! یہ سوچ یہیں تک محدود نہیں' خیال ہوا کہ ۱۴۰۵ ہجری سے پہلے ۱۳۰۵ ہجری میں کیا ہوا؟ اور ۱۲۰۵ ہجری میں کیا ایک سال کیا یہاں تو صدیاں گزر گئیں زمانہ کس تیز رفتاری سے گزرتا چلا جا رہا ہے۔ مگر غفلت کی آنکھیں بیدار نہیں ہوتیں سوچیں اپنے ابا' دادا' پردادا کو کہ ان کی پیدائش کے وقت ان کے والدین اور رشتہ دار خوشیاں منا رہے تھے اور سالوں پر گرہیں لگاتے تھے مگر ساری گرہیں ٹوٹ گئیں۔ کوئی رہی نہیں اور سب اس دنیا سے چلے گئے آپ بھی ہزاروں سالگرہیں منالیں کوئی رہے گی نہیں۔ سب ٹوٹ جائیں گی۔ اسی طرح شادیوں کا نتیجہ آخر میں کیا ہے؟ اگر آخرت کو نہیں بنایا تو یہ دنیا کی سب شادیاں مہنگی پڑیں اور برباد ہو گئیں کہاں گئیں شادیاں یہاں کی؟ جب اولاد کی شادی ہو تو سوچنا چاہئے کہ کسی روز ہماری بھی شادی ہوئی تھی' میں تو اپنی شادی تک ہی نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی شادی تک سوچتا ہوں کہ کسی روز ان کی بھی شادی ہوئی تھی:

"گزر گئی گزران کیا جھونپڑی کیا میدان"

کچھ باقی نہیں رہا' اگر کچھ باقی رہے گا تو وہ اعمال صالحہ جو آخرت کی شادی میں کام آئینگے۔

ان سب باتوں کو سوچا کریں سوچنا تو روزانہ چاہئے مگر کم سے کم ہر سال کی ابتداء میں تو یہ سبق حاصل کر لیں کہ ایک سال گزر گیا لیکن اب بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں گذشتہ سال تھے یا کچھ آگے بھی بڑھے؟ آگے بڑھنے کا یہ مطلب ہے کہ سال بھر میں اگر ایک گناہ بھی چھوٹ گیا تو جب بھی کچھ تو آگے بڑھے اور اگر یہ حالت ہے کہ گذشتہ محرم کی ابتداء میں جتنے گناہ تھے آج بھی اتنے ہی ہیں۔ ایک گناہ بھی نہیں چھوٹا تو بڑے خسارہ کی زندگی گزری۔ کچھ فکر کرنی چاہئے کہ آخر ایک روز مرنا ہے کب تک زندہ رہنا ہے۔

تجارت آخرت کا گوشوارہ

دنیوی تجارتوں میں جہاں سال ختم ہونے کو آتا ہے نفع وخسارہ کا حساب لگایا جاتا ہے گوشوارے تیار کئے جاتے ہیں تاجر لوگ نفع اور خسارہ کا حساب کیسے لگاتے ہیں؟ وہ اس طریقہ سے کہ سال کے اندر اگر ایک کروڑ کے نفع کی امید تھی اور نفع ہوا ۷۵ لاکھ تو یوں کہتے ہیں کہ ۲۵ لاکھ کا نقصان ہوا یہ ناشکرا بندہ یہ نہیں کہتا کہ ۷۵ لاکھ کا فائدہ ہوا۔ نفع کو بھی خسارہ ہی بتاتا ہے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک تاجر ہر سال نقصان ہی بتاتا تھا ایک بار انہوں نے پوچھا کہ اگر ہر سال ہزاروں کا نقصان ہوتا رہتا ہے تو اب تک تو آپ کا کباڑا ہی ہو جاتا۔ آپ کی ساری تجارت ہی ختم ہو جاتی لیکن یہ تو روز بروز ترقی پر ہے یہ کیسا نقصان ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ تاجروں کی اصطلاح نہیں سمجھتے۔ یہ شروع سال میں تخمینہ لگاتے ہیں کہ آئندہ سال میں اتنا نفع ہونا چاہئے اس تخمینہ سے جو کم ملا اسے یہ لوگ خسارہ کہتے ہیں ناشکرا انسان دنیوی نفع کو بھی نقصان شمار کرتا ہے اور آخرت کے نقصان کو تو شمار ہی میں نہیں لاتا کبھی اس کا گوشوارہ ہی تیار نہیں کرتا۔

دعا کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے حساب وکتاب کے گوشوارے بنانے کی توفیق عطاء فرمادیں گوشوارہ پر ایک بات یاد آ گئی ''گوش'' کے معنی ہیں ''کان'' یہ دین کی باتیں جو آپ کے کانوں میں پڑ رہی ہیں وہ آپ لوگوں کے گوشوارے بن رہے ہیں یا اللہ! کانوں میں پڑنے والی اپنی باتیں دلوں میں اتار دے۔

دو مبارک دعائیں

یہ مبارک دعائیں یاد کرلیں' اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں' ان کا دائمی معمول بنائیں۔

پہلی دعاء

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِکْرِکَ

''یا اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دے۔''

جب تیرا ذکر ہو خواہ میں ذکر کروں یا کوئی دوسرا کرے تو میرے دل کے کان کھل جائیں اور ذکر کانوں سے گزر کر دل میں اتر جائے۔

یہ دعاء یاد کرلیں اگر عربی الفاظ یاد نہ رہیں تو مفہوم ہی یاد رکھیں اس دعاء کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! تیرے اذکار سر کے کانوں سے ہوتے ہوئے دل کے کانوں میں اتر جائیں۔

دوسری دعاء

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قَلْبِیْ بِذِکْرِکَ

''یا اللہ! اپنے ذکر کی چابی سے میرے دل کے تالے کھول دے۔''

جب انسان ذکر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو دل پر تالے پڑ جاتے ہیں یا اللہ! اپنے ذکر کی توفیق عطاء فرما اور دل پر جو غفلت کے تالے پڑے ہیں انہیں ذکر کی برکت سے کھول دے۔

تریاق منکرات

ہر شخص کو اپنے بارے میں روزانہ سوچنا چاہئے کہ اس نے اپنی آخرت کا گوشوارہ کتنا بنایا؟ یہ ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے کے لئے تریاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (۵۹-۱۸)

اس آیت میں تقویٰ کے حکم کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کا نسخہ بھی ارشاد فرما دیا کہ آخرت کے بارے میں سوچا کریں۔

یا اللہ! تو اپنی رحمت کے صدقہ میں سب کو اپنی آخرت کے گوشوارہ کے بارے میں سوچنے کی توفیق عطا فرما۔ کچھ تو سوچنا چاہئے کہ یہ زندگی آخرت کے اعتبار سے کیسی گزر رہی ہے؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے جیسے زمانہ دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ برکت اٹھتی چلی جا رہی ہے پچھلے محرم سے اس محرم تک ایک سال گزر گیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ایک سال اور دور ہو گئے۔

طلب رحمت کا طریقہ

اس لئے یہ دعا کر لینی چاہئے کہ یا اللہ! تیری رحمت کمزوروں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری کی وجہ سے ہم تیری رحمت کے زیادہ مستحق ہیں تو ہماری مدد فرما سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے مجھے ایک بار نماز میں خیال آیا کہ یا اللہ! میں سب سے زیادہ عاجز و ناقص ہوں اس لئے رحمت کا سب سے زیادہ تو میں ہی مستحق ہوں اس کو اس مثال سے سمجھیں کہ ماں کے سامنے تین چار بچے ہوں ایک ان میں سے نجاست سے بھرا ہوا ہے عاجز ہے کمزور ہے اور دوسرے بہتر حالت میں ہیں تو ماں کی شفقت اسی کی طرف متوجہ ہو گی جو کمزور ہے اور

دوسرے بہتر حالت میں ہیں تو ماں کی شفقت اسی کی طرف متوجہ ہوگی جو کمزور اور گندہ ہے جب انسان کا یہ حال ہے تو یا اللہ! تیری رحمت کو مجھ پر کیسے جوش نہ آئے گا؟ یا اللہ! اس دوری کا صدقہ اس عاجزی کمزوری اور ضعف کا صدقہ تیری رحمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں تو رحم فرما، دستگیری فرما، نفس، شیطان، برے معاشرہ اور ماحول کے مقابلے میں ہماری مدد فرما، یا اللہ! تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہیں مگر تجھ سے دور نہیں تو ہمارے ضعف اور عاجزی کے مطابق ہمارے ساتھ رحم کا معاملہ فرما۔

ایک اور عجیب دعا

ایک اور دعاء یاد آ گئی یہ ہمارے حالات کے عین مطابق ہے۔

اَللّٰھُمَّ عَامِلْنَا بِمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَلَا تُعَامِلْنَا بِمَا نَحْنُ اَھْلُہٗ

”اے اللہ! ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیری شان کے لائق ہے ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہ فرما جس کے ہم مستحق ہیں“۔

ہماری نالائقی سے درگزر فرما اور ہم پر رحم و کرم فرما۔ اپنی عاجزی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے ان کی رحمت طلب کرنی چاہئے اور دینی کام جتنا مشکل نظر آتا ہو اتنی ہی ہمت بلند کرنی چاہئے۔

سالگرہ یا سال گرا

لوگ کہتے ہیں کہ بچہ ایک سال کا ہو گیا اس کی سالگرہ ہوگی سال گرہ نہیں ”سال گرا“ کہنا چاہئے اس لئے کہ اگر بچہ اپنی عمر ۶۰ سال لے کر آیا ہے تو اس میں سے ایک سال گر گیا۔ عمر ۵۹ رہ گئی۔ لوگ خوشیاں مناتے ہیں ہمارا بیٹا ایک سال کا ہو گیا دو سال کا ہو گیا ادھر ملک الموت دیکھ رہا ہے کہ اسکی روح قبض کرنے میں ۶۰ کی بجائے ۵۸ سال رہ گئے۔ آپ اپنے گھر سے لاہور کی طرف چلے ایک میل طے ہوا دو میل طے ہوئے تو آپ کا سفر بڑھ رہا ہے یا کم ہو رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو مسافر خانہ یعنی دنیا میں سفر پر بھیج دیا ہے اور سفر کے دن مقرر کر دیئے ہیں کسی کے لمحے ہیں کسی کے سیکنڈ ہیں کسی کے منٹ کسی کے دن کسی کے ہفتے کسی کے مہینے اور کسی کے سال ہیں۔ اب ان میں سے ایک ایک لمحہ جو گزر رہا ہے اس سے سفر کی مدت بڑھ نہیں رہی بلکہ گھٹ رہی ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ بچے کی عمر بڑھ رہی ہے در حقیقت وہ اپنی قبر کی طرف جا رہا ہے۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا　　کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے؟

عاقبت اندیشی

جب انسان جا رہا ہو ایک طرف اور دیکھے دوسری طرف تو لازماً خطرہ میں پڑ جائے گا تباہ و برباد ہو کر رہے گا کسی چیز سے ٹکرائے گا۔ کسی کھڈے میں گرے گا جا رہے ہیں عاقبت کی طرف اور

نظر ہے دنیا کی طرف۔ عمر کی مدت سال بسال بلکہ دم بدم گزرتی جارہی ہے۔ سوچنا چاہئے کہ ایک سال کی مدت میں، کیا کیا؟ اپنی عاقبت کو بنایا یا بگاڑا؟ موت کو یاد کر کے عبرت حاصل کیجئے۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے　　خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی　　اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گل گوں کا دور　　شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا ہیں تجھے　　چل دکھاؤں تو جو قید آز کا معبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف　　جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے　　یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج　　کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

بروز قیامت سوال ہوگا

اس زندگی کے بارے میں بروز قیامت سوال ہونے والا ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (۳۵-۳۷)

''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا (اور مزید یہ کہ) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔''

یہ ڈرانے والا کون تھا؟ اور اس لمبی عمر سے کیا مراد ہے؟ اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

''نذیر'' کی پانچ تفسیریں

پہلی تفسیر: نذیر (ڈرانے والا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عمر وہ مراد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے رسالت کا علم ہو جائے۔

دوسری تفسیر: ڈرانے والا قرآن ہے اور عمر یہ کہ قرآن کا کلام اللہ ہونے کا دعویٰ معلوم ہو جائے۔

تیسری تفسیر: عمر سے مراد ہے ۶۰ سال کی عمر اور ڈرانے والا کیا؟ بال سفید ہو جانا، آج کے مسلمانوں نے کیا کیا کہ ڈاڑھی تو ویسے ہی منڈوا دو تا کہ سفیدی نظر ہی نہ آئے اور سر کے بالوں پر خضاب لگالو ارے سفیدی چھپانے کے لئے ڈاڑھی منڈانے کی کیا ضرورت ہے؟ جیسے سر پر خضاب لگاتے ہیں ڈاڑھی پر بھی رنگ کرلیں مگر سر یا ڈاڑھی بالکل سیاہ نہ کریں بالکل سیاہ کرنا حرام ہے۔ ڈرانے والا آچکا، بالوں میں سفیدی آ گئی۔

بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے نہ کہ زحمت

بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے سفیدی سے ڈرنے والو سن لو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ ''اللہ تعالیٰ سفید بالوں والے مسلمان سے حیاء کرتے ہیں۔''

رحمت حق بہانہ می جوید رحمت حق بہا نمی جوید

ان کی رحمت کو بہانہ چاہئے کم سے کم اللہ والوں کی نقل ہی بنالیں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس نقل کو اصل بنادیں۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

نہ جانے کس چیز پر رحمت متوجہ ہوجائے

کالی سے مطلب نہ گوری سے مطلب پیا جس کو چاہئے سہاگن وہی ہے

جس کی عمر ۶۰ سال ہوگئی اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تیرے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ یعنی ترے بال سفید نہیں ہوگئے تھے؟ یہ جھنڈی ہے موت کی کہ بس موت آیا ہی چاہتی ہے۔

چوتھی تفسیر: ''نذیر'' سے اولاد کی اولاد مراد ہے۔

اولاد کی اولاد موت کی جھنڈی ہے

سفید بال آئیں یا نہ آئیں اولاد کی اولاد ہوجائے تو یہ اشارہ ہے کہ اب پلیٹ فارم خالی کریں اس پلیٹ فارم پر کب تک بیٹھے رہیں گے؟ اب مسافروں کی دوسری کھیپ آ گئی ہے۔ للہ! اب جاؤ اولاد کی اولاد' پوتے' نواسے' یہ ''نذیر'' ہیں۔ موت کا پیغام ہیں۔ خوش ہوجانا چاہئے کہ وطن پہنچنے کا سامان بن رہا ہے اور اس مسافر خانہ سے جانے کے اسباب پیدا ہورہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے' یا اللہ! سب کو شوق وطن عطا فرما کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذ الرجال ولدت اولادھا
وجعلت اسقامھا تعتادھا
تلک زروع قد دنا حصادھا

''جب اولاد کی اولاد پیدا ہوجائے اور امراض ایک دوسرے کے پیچھے بار بار آنے لگیں

تو سمجھ لو کہ کھیتی پک چکی ہے' درانتی پڑنے کی دیر ہے۔"

یہ تو بوڑھوں کی کیفیت ہے ذرا نوجوان سوچیں کہ ان سے کم عمر والے کتنے پہنچ گئے قبروں میں اور ایسے بچوں کی کمی نہیں جو مرتے پہلے ہیں اور پیدا بعد میں ہوتے ہیں' ماں کے پیٹ ہی میں مر گئے اور پیدا بعد میں ہوتے ہیں۔ آپ کو ہزاروں ایسے ملیں گے کہ دادا پوتے یا پڑپوتے کو قبر میں اتار رہا ہے اس لئے نوجوانوں کو بڑھاپے کی موت پر نظر نہیں رکھنی چاہئے وہ یہ سوچیں کہ ان کے ہم عمر اور کم عمر والے کتنے قبروں میں جا رہے ہیں۔

پانچویں تفسیر: عمر سے مراد ہے بالغ ہونے کی عمر' اور ڈرانے والے سے عقل مراد ہے۔

حقیقی بالغ کون ہے؟

درحقیقت بالغ تو وہ ہوتا ہے جس کو اپنے مالک کو پہچاننے کی عقل آ جائے۔ بلوغ تو عقل سے ہوتا ہے نہ کہ عمر سے جس کی عقل نے مسافر خانہ اور وطن کا فرق معلوم کر لیا وہ بالغ ہے جس کی عقل نے حال اور مستقبل کی نوعیت کو جان لیا کہ جس زمانہ میں گزر رہے ہیں وہ حال ہے۔ مستقبل آگے ہے آگے کی زندگی یعنی آخرت کا ذخیرہ کیا ہے؟ اسے جس کی عقل نے پہچان لیا وہ ہے بالغ' لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔ ۱۱' ۱۲ سال میں اور لڑکا ۱۳' ۱۴ سال میں' اب دنیا کا بلوغ تو تیتر بٹیروں کی طرح جلدی جلدی ہو رہا ہے۔ اصل بلوغ ہے آخرت کا بلوغ' یا اللہ! تو سب کو آخرت کے بالغ بنا دے۔ آخرت کے بالغ کون ہوتے ہیں؟ پوچھئے اللہ تعالیٰ سے وہ فرماتے ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۲۴-۳۷)

"رجال (بالغ مرد) وہ ہیں کہ دنیا کی بڑی سے بڑی تجارت اور منافع ان کو مالک سے غافل نہیں کرتے۔"

یہ ہیں آخرت کے بالغ۔ اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں: "کیا ہم نے اتنی عمر نہیں دی تھی جو نصیحت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو جاتی"۔ کونسی عمر مراد ہے؟ بالغ ہو جانے کی عمر وہ جو بھی ہو بہر حال جب بالغ ہو گیا تو اتنی عمر دیدی کہ اس میں نصیحت حاصل کر سکتا تھا اور فرمایا: "تمہارے پاس ڈرانے والا بھی بھیجا" ڈرانے والا کون؟ عقل' ہم نے عقل بھی عطا کی تھی جس کے ذریعہ پہچان سکتے تھے کہ کوئی مالک حقیقی ہے محسن ہے یہ دنیا گزرگاہ ہے

مسافر خانہ ہے منزل آگے ہے آگے جانا ہے وطن پہنچنا ہے اتنی عقل دیدی تھی مگر پھر بھی تمہیں سمجھ نہ آئی کچھ حاصل نہ کیا' کیوں؟ یہ سوال ہوگا آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ سب کے قلوب میں اس کی فکر پیدا فرمائیں اور سب کو یہ وقت آنے سے پہلے سب گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور پوری زندگی اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔

خلاصہ کلام

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندر فکر آخرت پیدا کریں روز حساب آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وطن کی تیاری کی توفیق طلب کریں اور ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

ایک بہت بڑی غلطی کا ازالہ

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اعمال صالحہ کے معنی کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں عام لوگوں میں بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے اس لئے مجھے ہر بار تنبیہ کرنی پڑتی ہے اعمال صالحہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ نفل عبادت زیادہ کریں بلکہ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں ظاہر بات ہے کہ آپ اس مالک کی تمام نافرمانیوں سے توبہ کرکے ہی اسے راضی کر سکتے ہیں۔ وہ مالک تسبیحات اور نفل عبادات سے راضی نہیں ہوتا' نفل نماز' نفل روزہ' نفل صدقات و خیرات یا اور اد و وظائف سے راضی نہیں ہوتا وہ مالک راضی ہوتا ہے تو صرف نافرمانیوں کو چھوڑنے کے بعد۔ حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرنے اور فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ گناہوں کو بھی یکسر چھوڑ دیں اگر کوئی نوافل اور تسبیحات پر مداومت کرتا ہے لیکن فرائض ادا کرنے میں غفلت برتتا ہے یا ہر سال حج کرتا ہے مساکین اور یتامی کی اعانت و خبر گیری مساجد و مدارس کی تعمیر اور ترقی پر بے انتہا دولت خرچ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ رشوت بھی لیتا ہے کم تولتا یا ملاوٹ کرتا ہے یا کسی اور طریقہ سے بندوں کے حقوق غصب کرتا ہے اور یقین کئے بیٹھا ہے اس نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط پوری کر دی تو وہ دھوکہ اور فریب نفس میں مبتلا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ
اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا○ (۱۸-۱۰۴)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور وہ بوجہ جہل کے اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔''

صوفیہ نے تجلی بالفضائل سے پہلے تخلی عن الرذائل پر بہت زور دیا ہے۔ گناہوں کو ترک کرنا اور فرائض کو اداء کرنا اعمال صالحہ کی بنیاد ہے' جو اس پر کاربند ہو گیا اسے اللہ تعالیٰ کا ایسا تعلق نصیب ہوگا کہ نوافل اور اذکار کی توفیق اسے از خود ہو جائے گی ذکر محبوب کے بغیر وہ رہ ہی نہیں سکتا محبت الٰہیہ اس کے دل میں جاگزین ہو جائے گی گناہوں سے تائب ہونے کے بعد بقول حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حالت ہو جائے گی۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

نفس اور شیطان نے یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ نفل عبادت کرتے چلے جاؤ گناہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں مشائخ اور واعظین بھی یہی بتاتے ہیں کہ فلاں تسبیح اور اتنے نوافل پڑھ لیجئے بس اعمال صالحہ پیدا ہو گئے حرام اور سیئات سے بچنے کی حاجت نہیں' سب کچھ کئے جاؤ۔

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اسی جہالت کی بنیاد پر بزعم خود نیک اور صالح لوگ غلط قسم کی رسوم اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں بدعات تک کے ارتکاب سے نہیں چوکتے' افسوس یہ ہے کہ بتانے والے ہی نہ رہے' للہ! اپنی جانوں پر رحم کھایئے' اس دن سے ڈریئے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

یقول یلیتنی قدمت لحیاتی (۸۹۔۲۴)

''انسان کہے گا کاش میں اس (اخروی) زندگی کے لئے کوئی عمل (نیک) آگے بھیج دیتا۔''

اس چند روزہ زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت سمجھ کر وطن آخرت کی فکر کیجئے۔

رنگا لے ری چنریا گندھا لے ری سی نہ جانے بلا لے ری پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گھڑی کی گھڑی تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

یا اللہ! ہمارے قلوب کی کیفیت بدل دے' ہمیں عزم و ہمت عطا فرما ہماری سیئات سے درگزر فرما۔ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت عطاء فرما۔ **ولاحول ولاقوۃ الا بک**

وصل اللھم و بارک و سلم علی عبدک ورسولک محمد

وعلی الہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین

محرم الحرام کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	واقعات وحادثات	محرم الحرام	مطابق
۱	ابرہہ بادشاہ یمن کی ہلاکت	پچپیس دن قبل از ولادت باسعادت	مارچ ۵۷۱ء
۲	شعب ابی طالب میں آنحضرت ﷺ کی محصوری	یکم محرم ۶ھ	۳۰ ستمبر ۶۱۵ء
۳	نکاح حضرت فاطمۃ الزہرہ ہمراہ حضرت علیؓ	۲ھ جولائی	۶۲۳ء اور اقوال بھی ہیں
۴	غزوہ غطفان	۳ھ	جون ۶۲۴ء
۵	نکاح حضرت ام کلثومؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۳ھ	جولائی ۶۲۴ء قول دوم ربیع الاول ہے
۶	سریہ ابی سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ	۴ھ	۱۳ جون ۶۲۵ء
۷	سریہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	۴ھ	۱۷ جون ۶۲۵ء
۸	سریہ حضرت محمد مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ	۱۰- ۶ھ	یکم جون ۶۲۷ء
۹	سلاطین کو دعوت اسلام	۱- ۷ھ	۱۱ مئی ۶۲۷ء
۱۰	غزوہ خیبر	۷ھ	مئی ۶۲۷ء
۱۱	مراجعت مہاجرین حبشہ از حبشہ	۷ھ	مئی ۶۲۷ء
۱۲	وفد اشعریین کا قبول اسلام	۷ھ	جون ۶۲۷ء
۱۳	نکاح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہمراہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۷ھ	جون ۶۲۸ء
۱۴	غزوہ وادی القریٰ وتیماء	۷ھ	جون ۶۲۸ء
۱۵	واقعہ لیلۃ التعریس وقضاء نماز فجر	۷ھ	جولائی ۶۲۸ء

۱۶	عام الوفود	۹ھ	اپریل ۶۳۰ء
۱۷	عاملین زکوٰۃ کا باقاعدہ تقرر	۹ھ	اپریل ۶۳۰ء
۱۸	سریہ ابن عیینہ رضی اللہ عنہ	۹ھ	اپریل ۶۳۰ء
۱۹	وفد نخع کی آمد	۱۵ رجب ۱۱ھ	۱۱ اپریل ۶۳۲ء
۲۰	طاعون عمواس	// ۱۸ھ	۱۲ جنوری ۶۳۹ء
۲۱	وفات حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	// ۱۸ھ	۱۲ جنوری ۶۳۹ء
۲۲	امارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	۱-محرم ۱۹ھ	جنوری ۶۴۰ء
۲۳	مصر میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا داخلہ	۱-محرم ۲۱ھ	دسمبر ۶۴۱ء
۲۴	فتح نہاوند	۱-محرم ۲۲ھ	نومبر ۶۴۲ء
۲۵	شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی	۱-محرم ۲۴ھ	نومبر ۶۴۴ء
۲۶	خلافت حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ	۱-محرم ۲۴ھ	نومبر ۶۴۴ء
۲۷	فتح سابور	۱-محرم ۲۶ھ	اکتوبر ۶۴۶ء
۲۸	فتح قبرص	۱-محرم ۲۸ھ	ستمبر ۶۴۸ء
۲۹	خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱-محرم ۳۶ھ	جون ۶۵۶ء
۳۰	واقعہ جنگ صفین مابین حضرت علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ	۱-محرم ۳۷ھ	جون ۶۵۷ء قول (۲) ۱۰-صفر ہے
۳۱	وفات اخوت وحضرت عقبہ رضی اللہ عنہ	۱-محرم ۴۰ھ	مئی ۶۶۰ء
۳۲	فتوحات افریقہ	۱-محرم ۴۵ھ	مارچ ۶۶۵ء
۳۳	وفات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محرم ۵۱ھ	جنوری ۶۷۱ء
۳۴	وفات عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ	۵۳ھ	دسمبر ۶۷۲ء
۳۵	وفات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۵۵ھ	دسمبر ۶۷۴ء
۳۶	وفات حضرت جویریہ ام المومنین بنت حارث	۱۰-۵۰ھ	نومبر ۶۷۵

۳۷	وفات حضرت سمرۃ ابن جندب رضی اللہ عنہ	۶۰ھ	اکتوبر ۶۷۹ء
۳۸	حادثہ کربلا شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ	۱۰ محرم ۶۱ھ	اکتوبر ۶۸۰ء
۳۹	وفات مسلم ابن عقبہ رضی اللہ عنہ	۶۴ھ	اگست ۶۸۳ء
۴۰	خلافت مروان ابن الحکم رضی اللہ عنہ	۶۵ھ	اگست ۶۸۴ء
۴۱	وفات حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	مئی ۶۹۳ء قول ۱۲-۱۱ جمادی الآخر
۴۲	فتح فرغانہ	۸۸ھ	دسمبر ۷۰۶ء
۴۳	فتح میورقہ ومنورقہ	۸۹ھ	دسمبر ۷۰۷ء
۴۴	وفات کریب مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۹۸ھ	اگست // ۷۱۶ء
۴۵	فتح غور	۱۰۸ھ	مئی ۷۲۶ء
۴۶	زید ابن علی کا خروج اور قتل	۱۲۲ھ	دسمبر ۷۳۹ء
۴۷	مراکش والجیریا میں جنگ	۱۲۳ھ	نومبر ۷۴۰ء
۴۸	میسرہ کی مغرب میں بغاوت	۱۲۴ھ	نومبر ۷۴۱ء
۴۹	ضحاک خارجی کا خروج اور قتل	۱۲۸ھ	اکتوبر ۷۴۵ء
۵۰	فتنہ اباضیہ	۱۳۰ھ	ستمبر ۷۴۶ء
۵۱	ابومسلم کا خراسان پر قبضہ	۱۳۱ھ	اگست ۷۴۸ء
۵۲	بنی امیہ کا قتل عام	۱۳۳ھ	اگست ۷۵۰ء
۵۳	وفات عطاء بن السائب الکوفی	محرم ۱۳۶ھ	جولائی ۷۵۳ء
۵۴	خلافت منصور العباسی	// ۱۳۷ھ	جون ۷۵۴ء
۵۵	قیصر روم کی شکست	// ۱۳۸ھ	جون ۷۵۵ء
۵۶	فرقہ راوندیہ کی ابتداء	// ۱۴۱ھ	مئی ۷۵۸ء
۵۷	وفات محمد ابن اسحاق اخباری	// ۱۵۱ھ	جنوری ۷۶۸ء
۵۸	مسجد نبوی میں توسیع	// ۱۶۱ھ	اکتوبر ۷۷۷ء
۵۹	وفات خلیفہ المہدی العباسی	// ۱۶۹ھ	جولائی ۷۸۵ء

۶۰	جعفر برمکی کا قتل	//۱۸۷ھ	دسمبر ۸۰۲ء
۶۱	آذربائیجان میں خرامیہ کا ظہور	//۱۹۲ھ	نومبر ۸۰۷ء
۶۲	خلیفہ امین و مامون کے درمیان جنگ	//۱۹۵ھ	اکتوبر ۸۱۰ء
۶۳	وفات ابونواس شاعر	//۱۹۶ھ	ستمبر ۸۱۱ء
۶۴	خلیفہ امین الرشید کا قتل و خلافت المامون	//۱۹۸ھ	ستمبر ۸۱۳ء
۶۵	دولت اغلبیہ کی ابتداء	//۲۰۱ھ	جولائی ۸۱۶ء
۶۶	وفات یحییٰ ابن مبارک نحوی	//۲۰۲ھ	۸۱۷ء
۶۷	تفضیل علی کا سرکاری حکم	//۲۱۱ھ	اپریل ۸۲۶ء
۶۸	شہر طوانہ کی تعمیر	//۲۱۸ھ	جنوری ۸۳۳ء
۶۹	شہادت احمد الخزاعیؒ	//۲۳۱ھ	ستمبر ۸۴۵ء
۷۰	متوکل نے کربلا کے تمام نشانات مٹا دیئے	//۲۳۶ھ	جولائی ۸۵۰ء
۷۱	دولت صفاریہ کی ابتدا	//۲۵۴ھ	مئی ۸۵۰ء
۷۲	مصر پر عباسیوں کا قبضہ	//۳۰۹ھ	مئی ۹۲۱ء
۷۳	وفات امام ابوجعفر الطحاویؒ	محرم ۳۲۱ھ	جنوری ۹۳۳ء قول ۲-۲ ذیقعدہ ہے
۷۴	نوحہ ماتم اور مراسم محرم کی ابتداء	محرم ۳۵۲ھ	جنوری ۹۶۳ء
۷۵	سرکاری طور پر جبراً ماتم کروایا گیا	محرم ۳۵۶ھ	دسمبر ۹۶۶ء
۷۶	دمشق میں فاطمیوں کا قبضہ	محرم ۳۶۰ھ	نومبر ۹۷۰ء
۷۷	نوبت بجنے کی ابتداء	محرم ۳۶۸ھ	اگست ۹۷۸ء
۷۸	دنیا کی سب سے بڑی رصدگاہ بغداد میں تعمیر ہوئی	محرم ۳۷۸ھ	اپریل ۹۸۸ء
۷۹	ایک مصری باطنی نے حجر اسود کو ہتھوڑے سے توڑ دیا	محرم ۴۱۳ھ	۱۰۲۲ء
۸۰	بغداد میں اذان کے ساتھ نوبت بجنے کی بدعت	محرم ۴۳۶ھ	جولائی ۱۰۴۴ء
۸۱	وفات یوسف بن تاشفین بانی مراکش	محرم ۵۰۰ھ	ستمبر ۱۱۰۶ء
۸۲	فصیل قاہرہ کی بنیاد	محرم ۵۷۲ھ	جولائی ۱۱۷۶ء

۸۳	ہلاکو خان نے بغداد کو تاراج کیا	محرم ۶۵۶ھ	جنوری ۱۲۵۸ء
۸۴	وفات مولانا جلال الدین المحلیؒ	محرم ۸۶۴ھ	اکتوبر ۱۴۵۹ء
۸۵	وفات حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج	۵ محرم ۶۶۴ھ	۱۲۶۵ء //
۸۶	وفات مولانا جامی شارح کافیہ	// ۸۹۸ھ	اکتوبر ۱۴۹۲ء
۸۷	حکومت شیر شاہ سوری	// ۹۴۷ھ	مئی ۱۵۴۰ء
۸۸	وفات علامہ فیضی	// ۱۰۰۴ھ	ستمبر ۱۵۹۵ء
۸۹	وفات مرزا عبدالقادر بیدل	// ۱۱۳۳ھ	نومبر ۱۷۲۱ء
۹۰	وفات میر تقی خیال	// ۱۱۷۰ھ	ستمبر ۱۷۵۶ء
۹۱	وفات مرزا مظہر جان جاناںؒ	// ۱۱۹۵ھ	دسمبر ۱۷۸۰ء
۹۲	وفات میر تقی میر	// ۱۲۲۵ھ	فروری ۱۸۱۰ء
۹۳	دارالعلوم دیوبند کا قیام	۱۵-محرم ۱۲۸۳ھ	مئی ۱۸۶۶ء
۹۴	وفات حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ	// ۱۳۵۱ھ	مئی ۱۹۲۲ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد ۲' اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام و دیگر تاریخی کتب و رسائل)

صفر المظفر

پہلا خطبہ

ماہ صفر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیت مبارکہ: ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ بے شک مہینوں کا ہٹانا کفر میں (ترقی کا باعث) ہے (یعنی منجملہ اور کفریات کے یہ حرکت بھی کفر ہے جو کفار قریش ماہ محرم وغیرہ کے متعلق کیا کرتے تھے۔ مثلاً اپنی غرض سے محرم کو صفر قرار دے کر اس میں لڑائی کو حلال کہہ دیتے تھے۔ وغیر ذالک)

حدیث ۱ — اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ (مرض کا) تعدیہ ہے (بلکہ جس طرح اولاً حق تعالیٰ کسی کو مریض بناتے ہیں اسی طرح دوسرے کو اپنے مستقل تصرف سے مریض کر دیتے ہیں۔ میل جول وغیرہ سے مرض کسی کو نہیں لگتا، یہ سب وہم ہے) اور نہ (جانور کے اڑنے سے بدشگونی لینا کوئی چیز ہے (جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ داہنی جانب سے تیتر وغیرہ اڑے تو منحوس جانتے ہیں۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں) اور نہ اُلّو کی نحوست کوئی چیز ہے (جیسا کہ عام طور پر لوگ اس کو منحوس خیال کرتے ہیں۔ یہ بالکل من گھڑت بات ہے اور حدیث صریح کے خلاف ہے اور ایک رسم اس ماہ میں آخری چہار شنبہ کی مروج ہے یہ بھی بالکل بے اصل ہے۔ ۱۲

حدیث ۲۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدفالی شرک ہے اسکو تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث ۳۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کو خیال نہ آتا ہو لیکن اس کو توکل کے ذریعے بھگا دیتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ف: جو بات مشہور ہو اس کا خیال وقت پر آ ہی جاتا ہے لیکن اس خیال پر عمل کرنا یا اس کو دل میں جمانا جائز نہیں ہے بلکہ توکل کے خیال کو غالب کرلے تو وہ خیال باطل فوراً رفع دفع ہو جاوے گا۔ ۱۲

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت اور مکان اور گھوڑے میں نحوست ہونا جو (بخاری و مسلم) میں مروی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ (جو رسولِ اصحاب قریہ کی طرف بھیجے گئے تھے) انہوں نے (کفار سے) فرمایا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ کیا نحوست اس کو سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاتی ہے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے ہو۔

محترم بزرگو اور دوستو! ماہ صفر المظفر کا آغاز ہو چکا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس مہینہ کو منحوس قرار دیتے تھے۔ کسی دن، کسی ماہ، کسی وقت، کسی سواری، کسی جانور، کسی عورت اور کسی گھر کو منحوس سمجھنا یہ عقیدہ کی خرابی ہے۔ ان پڑھ، جاہل اور فاسد العقیدہ لوگوں میں یہ عقیدہ اب تک موجود ہے۔ اس لئے آج کے خطبہ میں تفصیل سے اسے بیان کروں گا۔

غلط اور خلاف واقعہ عقائد

اول عقائد کو لیجئے کہ ان میں سے بعض عقائد غلط اور خلاف واقع ہیں۔ مثلاً عورتیں بہت سی اچھی چیزوں کو بری یا بری چیزوں کو اچھی سمجھتی ہیں جیسے دنوں کو منحوس کہنا اکثر عورتیں بدھ کے دن کو منحوس سمجھتی ہیں اور غضب ہے کہ بعض مرد بھی اس میں ان کے ہم عقیدہ ہیں یا مثلاً عورتوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی دن کوا گھر میں بولے تو اس دن مہمان ضرور آتے ہیں اسی طرح اگر آٹے میں پانی زیادہ ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ آج کوئی مہمان آنے والا ہے، اکثر جانوروں کو منحوس سمجھ رکھا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قمری منحوس ہے اس کو گھر میں نہ پالو بلکہ اگر شوق ہو تو مسجد میں پالنا چاہیے شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ اگر اجڑے تو اللہ ہی کا گھر اجڑے۔ نعوذ باللہ۔

بعض جانوروں کو منحوس سمجھنا غلط ہے

غرض جتنی چیزیں اپنے سے نکمی ہوں سب خدا کے لئے بعض عورتیں کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتی ہیں کہتی ہیں کہ یہ درخت مردے کے کام میں آتا ہے اس لئے اس کو گھر میں نہ ہونا چاہیے کہ شگون بد ہے اور مردے کی چارپائی کو اس کے کپڑوں کو منحوس سمجھتے ہیں مگر تعجب ہے کہ اس کے کپڑوں کو تو منحوس سمجھا جاتا ہے لیکن اگر اس کا قیمتی دوشالہ ہو یا اس کی جائیداد ہو تو اس کو منحوس نہیں سمجھتے حالانکہ اگر مردے کے ساتھ تلبس سے اس کے لباس میں نحوست آئی ہے تو اس تلبس سے اس کے قیمتی کپڑوں میں نحوست آنی چاہیے اور اگر مردے کی طرف نسبت سے ان چیزوں میں نحوست آئی ہے تو اسی نسبت سے اس کی جائیداد میں بھی نحوست آنی چاہیے یہ عقیدہ بالکل مہمل اور وہم ہے مسلمانوں میں اس کا رواج ہندوؤں سے آیا اور بعض چیزوں کو مرد بھی منحوس سمجھتے ہیں جیسے اُلو کی

نسبت کہتے ہیں کہ یہ جس مقام پر بولتا ہے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے اس لئے وہ منحوس ہے حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے نہ اُلو منحوس ہے نہ اس کے بولنے سے کوئی جگہ ویران ہوتی ہے یاد رکھو وہ جو بولتا ہے تو خدا کا ذکر کرتا ہے تو کیا خدا کے ذکر سے یہ نحوست آئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ذاکر تو ہے لیکن اس کا ذکر جلالی ہے اس لئے اس کا یہ اثر پڑتا ہے، حالانکہ خود یہ تقسیم اور یہ کہ جلالی میں یہ خاصیت ہوتی ہے یہی ۔ بے اصل ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اُلو ایسے مقام کو تلاش کرتا ہے جہاں یکسوئی ہو اور اس کو اندیشہ نہ رہے اس لئے وہ ویرانوں میں بیٹھتا ہے۔

نحوست کا اصل سبب معاصی ہیں

اب یہ دیکھئے کہ وہ ویرانی جو پہلے سے ہے کہاں سے آئی سو وہ ہم لوگوں کے گناہ اور بداعمال کی وجہ سے ہوتی ہے اس کے بعد اُلو اس مقام پر آتا اور بولتا ہے بس ویران کن ہم اور ہمارے گناہ ہوئے نہ کہ اُلو اور جب یہ ہے تو منحوس گنہگار ہوئے اُلو کیوں منحوس ہوا بعض پڑھے ہوئے لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے دن کے منحوس ہونے پر وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ. الخ۔ (اور ہم نے ان پر ایک تندوتیز ہوا ایسے دنوں میں بھیجی جو ان کے حق میں منحوس ہے) کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں عاد پر عذاب نازل ہوا ہے وہ دن منحوس ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ دن کون کون ہیں اس کا پتہ دوسری آیت کے ملانے سے چلے گا فرماتے ہیں کہ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا۔ (اور قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا، تیز وتند ہوا کے ذریعہ جو ان پر سات رات اور آٹھ روز مقرر کر دی گئی تھی) کہ آٹھ دن تک ان پر وہ عذاب رہا تو صاحبو! اس اعتبار سے تو چاہیے کہ کوئی دن مبارک ہی نہ ہو بلکہ ہر دن منحوس ہو کیونکہ ہفتہ کے ہر دن میں ان کا عذاب پایا جاتا ہے جن کو ایام نحسات کہا گیا ہے تو کیا اس کا کوئی قائل ہو سکتا ہے۔ اب آیت کے صحیح معنے سنئے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان پر جن ایام میں عذاب ہوا وہ ایام بوجہ نزول عذاب خاص ان کے لئے منحوس تھے نہ کہ سب کے لئے اور وہ عذاب تھا بوجہ معصیت کے پس مدار نحوست کا معصیت ہی ٹھہری۔ اب بحمد اللہ کوئی شبہ نہیں رہتا۔

نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ کا مفہوم

بعض لوگوں نے قرآن مجید کی دوسری آیت سے استدلال کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہ نحوست ہمیشہ کے لئے قرآن شریف میں ہے فِی یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (منحوس دن میں آندھی چلائی) مگر میں کہتا ہوں کہ مستمر کے دو معنی ہیں ایک دائم دوسرے منقطع۔ دوسری تفسیر پر یہ معنے ہوں گے کہ وہ نحوست منقطع ہوگئی اور یہ قاعدہ عقلی ہے کہ اِذَا جَآءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ (جب کسی چیز میں شک پیدا ہو جائے تو اس کی دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں) اور اگر کسی کی خاطر سے ہم مان بھی لیں کہ مستمر کے معنی دائم ہی کے ہیں تو ہم وہی پہلا جواب دیں گے کہ نحس سے مراد نحس علیہم ہے اور ان کے حق میں بوجہ عذاب کے دائم ہونے کے وہ یوم ہمیشہ کے لئے منحوس ہے غرض یہ اعتقاد کہ چیزوں میں نحوست ہے غلط ہے ایک ہندو کا ایک قصہ یاد آگیا جو مجھ سے ایک معتبر راوی نے کہا کہ شہر بھر کے وہ گھوڑے جن کو منحوس سمجھ کر مالک بیچ دیتے تھے۔ ارزاں خرید لیتا تھا اور ان کو خوب نفع سے بیچتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھ کو ان کی نحوست نہیں لگتی بعضے لوگ اگر کسی عورت کی جیب کالی ہو تو اس کو منحوس سمجھتے ہیں اس کا نام رکھا ہے کال جیبی یہ بھی لغو ہے۔

اپنی نحوست نظر نہ آنے کی عجیب مثال

صاحبو! یہ جو کچھ نحوست ہے بدولت معاصی کے ہمارے اندر ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم کو اپنے اندر نہیں نظر آتی دوسروں میں نظر آتی ہے۔ ہماری وہ حالت ہے جیسے ایک حبشی چلا جاتا تھا۔ رستے میں اسے ایک آئینے کا ٹکڑا پڑا ملا۔ اس نے جو اٹھا کر دیکھا تو اس میں اپنا چہرہ نظر آیا۔ اس نے پہلے کبھی آئینہ نہیں دیکھا تھا اب جو دیکھا تو انتہائی بھدا اور سیاہ چہرہ اس میں نظر آیا تو انتہائی غصے کی حالت میں اسے زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگا اتنا بدنما تھا تبھی تو کسی نے پھینک دیا۔ یعنی اس نے بجائے اپنے چہرے کے اس آئینے کو بدنما سمجھا۔

صفر المظفر سے متعلق اغلاط العوام

۱۔ بعض صفر کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور اس کو نا مبارک جانتے ہیں۔

۲۔ اور بعض جگہ تیرھویں تاریخ کو کچھ گھونگنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے۔ یہ اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں۔

۳۔ بعض مقامات پر صفر کے آخری چہار شنبہ کو تہوار مناتے ہیں اور ایک عیدی بھی دیتے ہیں جس کا یہ مضمون ہے۔ آخری چار شنبہ آیا ہے غسل صحت نبی نے پایا ہے

اور مکتبوں میں چھٹی بھی ہوتی ہے۔ سو یہ سب ایجاد فی الدین ہے۔

لطیفہ: ایک نواب زادہ نے اپنے معلم سے جو کہ محقق تھے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے عیدی کے پیرایہ میں اس رسم کی خوب نفی کی۔

آخر چارشنبہ ماہ صفر ہست چوں چارشنبہ ہائے دگر
نہ حدیثی شدہ دراں وارد نہ در وعید کرد پیغمبر

اضافہ بر مضمون سابق

بعض کتب تصوف میں ایک حدیث لکھ دی ہے کہ من بشر نی بخروج صفر بشرته بالجنة یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ کو ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا۔ آہ! اس سے بعض نے اس ماہ کی نحوست پر استدلال کیا ہے مگر یہ دلیل ثبوتاً و دلالتاً دونوں طرح مخدوش ہے یعنی نہ تو یہ حدیث سے ثابت ہے اور نہ یہ اس مضمون پر دال ہے۔ اس کا مدلول بر تقدیر قطع نظر از عدم ثبوت یہ ہے کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ لقاء اللہ مسبوق بالموت کے مشتاق تھے اور اس وجہ سے ربیع الاول کی ابتداء اور صفر کے انقضاء کی خبر کا آپ کو انتظار تھا پس اس خبر کے لانے پر آپ نے بشارت کو مرتب فرمایا چنانچہ کتب تصوف میں اسی مقصود کے اثبات و تائید کے لئے اس کو وارد کیا ہے۔ بہر حال نہ یہ دلیل ثابت ہے اور نہ اس کی دلالت ثابت پس دعویٰ نحوست منعدم و منہدم ہو گیا۔

دوسرا خطبہ

پاکی کی فضیلت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے۔'' (مسلم)

حدیث دوم: ''اور نیز ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے لوگ قیامت کے روز اس حال میں بلائے جائیں گے کہ وضو کے نشانات کی وجہ سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔پس جو شخص تم میں سے اپنی چمک کو بڑھالے وہ بڑھالے۔'' (متفق علیہ)

ف: یعنی جہاں تک منہ اور ہاتھ پاؤں دھونا فرض ہے اس سے زیادہ دھولیا کرے اور یہ اخیر کا جملہ ''پس جو شخص'' سے اکثر محققین کے نزدیک ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے۔ واللہ اعلم

حدیث سوم: ''ارشادفرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث چہارم: ''ارشادفرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔''

ف: یعنی جنابت اور حدث سے غسل اور وضو کر کے پاک ہونا۔

حدیث پنجم: ''ارشادفرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے ایک بال کی جگہ (غسل) جنابت سے بغیر دھوئے چھوڑ دی اس کے ساتھ (جہنم) کی آگ میں اس طرح (عذاب) کیا جاوے گا۔'' (ابوداؤد'احمد'دارمی)

حدیث ششم: ''ارشادفرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ کا دو قبروں پر گزر ہوا کہ بیشک ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا بلکہ ایک تو ان میں سے پیشاب سے نہیں چھپتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔'' (متفق علیہ) اور ایک روایت ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔'' (مسلم)

حدیث ہفتم: ''ارشادفرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم رفع حاجت کی جگہ

پر پہنچو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ اس کی پشت کرو۔" (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: "ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے (اے رسولؐ) آپ اس (مسجد ضرار) میں ہرگز نہ کھڑے ہو جیئے البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں (اس سے مراد مسجد قبا ہے) اس مسجد میں ایسے آدمی ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

ف: اضافہ: (الف): حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا والوں سے دریافت فرمایا کہ تم کیا پاکی کیا کرتے ہو جس پر تمہاری تعریف (قرآن شریف میں) کی گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کرتے ہیں' فرمایا یہی بات (قابل تعریف) ہے۔

(ب): اگر نجاست مقدار درہم اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی ہو تب تو استنجا کرنا فرض ہے اور اگر کم پھیلی ہو تو سنت اور اگر بالکل بھی نہ پھیلی ہو تو مستحب ہے اور زیادہ پاکی کی یہی بات ہے کہ باوجود نجاست نہ پھیلنے کے پانی سے استنجا کیا جاوے۔

معزز سامعین! آج کا موضوع طہارت و پاکیزگی ہے۔ اسلام میں طہارت و پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا' نماز کے لیے بدن کا پاک ہونا' لباس کا پاک ہونا' باوضو ہونا' نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا' نماز کی شرط قرار دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ استنجا کے لیے غایت احتیاط کی تائید کی گئی کہ پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا عذاب قبر کا سبب ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ ان کے انتقال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر کثرت سے عبادت الٰہی کرتے تھے کہ عرش الٰہی ہل گیا کہ اب اس قدر کثرت سے نیک اعمال اوپر نہ چڑھیں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو آپ ایڑیوں کے بل چل رہے تھے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے استفسار پر فرمایا کہ سعدؓ کے جنازہ میں شرکت کے لیے اس قدر کثرت سے فرشتے نازل ہوئے ہیں جو تمہیں نظر نہیں آ رہے کہ تل دھرنے کی جگہ خالی نہیں اس لیے میں ایڑیوں کے بل چل رہا ہوں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس خود نماز جنازہ پڑھائی اور قبر تک خود تشریف لے گئے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد خاک کر دیا گیا تو یکا یک آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تابانہ دعا فرمانا شروع کی کہ یا اللہ سعدؓ پر رحم فرما' سعدؓ پر کرم کرنا' ان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ فرما' کافی دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سعدؓ کو قبر نے پکڑ لیا تھا ایک معمولی بات پر کہ وہ پیشاب کے قطروں سے احتیاط نہ کرتے۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ پیشاب کے قطروں سے بچو! اکثر عذاب قبر اسی بناء پر ہوتا ہے۔

اسی طرح وضو کے بارے میں تاکید کی گئی کہ وضو کے فرائض (۱) پورے چہرہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (اگر چوتھائی سر سے کم مسح کیا گیا تو وضو درست نہ ہوگا اس لیے پورے سر کا مسح کرنا چاہیے جو سنت ہے) (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا' اگر ان میں بال برابر جگہ خشک رہ گئی' کہنیاں' ٹخنے یا ناخنوں پر آٹا' ناخن پالش یا اور ایسی چیز جس پر پانی نہ گزرا تو وضو درست نہ ہوگا اور جب وضو صحیح نہ ہوا تو نماز بھی ادا نہ ہو گی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔''

اسی طرح غسل جنابت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دی گئی تو اس کے ساتھ اس مقام اس طرح رہا (ہاتھ رکھ رکھ کر اشارہ سے فرمایا) کہ اس طرح جہنم کی آگ سے عذاب دیا جائے گا۔

اس لیے نماز کے لیے حدث اکبر (جنابت' احتلام' غسل فرض ہونا وغیرہ) اور حدث اصغر (بول و براز وغیرہ کے بعد وضو ہونا) ضروری قرار دیا گیا۔ اسی طرح وضو اور غسل کے لیے پانی کا پاک و صاف ہونا ضروری ہے ورنہ وضو یا غسل درست نہ ہوگا پھر کپڑوں کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ پانی جب تک چلتا ہے اس وقت تک ذکر اللہ کرتا رہتا ہے اور جب پانی سڑ جاتا ہے اور اس میں بدبو پیدا ہوتی ہے تو اس وقت وہ ذکر اللہ بند کر دیتا ہے اس بناء پر اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح لباس اگر صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو تو لباس بھی ذکر اللہ میں مصروف ہوتا ہے اور جب یہ میلا کچیلا ہو جاتا ہے تو وہ ذکر اللہ بند کر دیتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ لباس ذکر اللہ میں مصروف ہے' نماز کی جگہ پاک صاف ہے بدن پاک ہے اس صورت میں جب نماز پڑھے گا تو دل میں نشاط پیدا ہوگا۔ ظاہر کا اثر باطن پر پڑے گا۔

ظاہر کی صفائی سے باطن کی صفائی نصیب ہوگی اس لیے ابتدائے اسلام میں پانی کی قلت تھی، بدن ولباس سے بدبو آتی تھی تو جمعہ کے غسل کو فرض قرار دیا گیا ہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے غسل کرکے آنا ضروری تھا۔ جب پانی عام ہوگیا، پسینوں میں ڈوبنے کی مشقت باقی نہ رہی تو پھر غسل کو سنت قرار دیا گیا کہ نماز جمعہ کی ادائیگی سے قبل غسل کرنا سنت ہے اور یہ غسل جمعہ کے روز صبح صادق کے بعد نماز جمعہ سے قبل کرلیا جائے تو غسل سنت کا ثواب مل جائے گا۔

غرض بدن اور کپڑے کی نفاست و پاکیزگی اسلام کی بناء ہے۔ حدیث میں ہے "بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَى النَّظَافَةِ" دین اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے اور قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

"اِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ"

(یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرے رہنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔)

بدن اور لباس کی صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے مکان کی صفائی رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکانوں سے باہر صفائی رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اپنے مکان کے سامنے غلاظت کے ڈھیر پڑے ہوں گے تو وہاں سے راستہ گزرنے والوں اور پڑوسیوں کو سخت تکلیف ہوگی۔ نیز غلاظت اور گندگی ڈھیر جمع ہونے کے باعث اکثر امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مچھر ان پر پرورش پاتا ہے جو ملیریا بخار کا سبب ہے۔ اسی لیے اسلام میں اپنے مکان کے ساتھ مکان کے سامنے کی جگہ، سڑک، گلی وغیرہ۔

بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کرکے نماز جمعہ کو جائے، ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرہ دن اسی انتہا درجہ چالیس دن ہے اگر چالیس دن گزر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گنہگار ہوگا۔

پھر دانتوں اور منہ میں صفائی رکھنے کے لیے مسواک کو مسنون قرار دیا گیا۔ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مسواک کیا کرو، مسواک کیا کرو، یہ منہ کی صفائی و پاکیزگی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا سبب ہے۔" خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے اور اُٹھنے کے فوراً بعد مسواک کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل وصال سے قبل مسواک ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میرے ہاتھ میں مسواک تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں اس مسواک پر جم گئیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو مسواک کرادوں، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا۔ میں نے اپنے دانتوں سے مسواک کیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک کرادی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتیں کہ میرے مسواک کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آخر میں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک کرائی۔

مسواک کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر تاکید فرمائی کہ ارشاد فرمایا اگر میری اُمت پر شاق نہ گزرتا تو میں ہر نماز کے لیے مسواک کو لازم قرار دیتا۔ پھر مسواک سے وضو کر کے نماز پڑھی جانے والی نماز کو بغیر مسواک کے پڑھی جانے والی نماز سے افضل قرار دیا۔ ارشاد فرمایا کہ ایسی نماز جو مسواک کر کے پڑھی جائے بغیر مسواک کے کیے جانے والی نماز سے ستائیس گنا افضل ہے۔

مسواک کے بے شمار فائدے بیان کیے گئے ہیں سب سے بڑا فائدہ بزرگوں نے اپنا تجربہ بیان فرمایا کہ مسواک کرنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ اپنے گھروں کو صاف رکھنا ضروری قرار دیا گیا۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مساجد کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا۔ پاک رکھنا یہ کہ اس میں کوئی ناپاک آدمی یا ناپاک تیل وغیرہ نہ جانے پائے اور صاف رکھنا یہ کہ اس میں سے کوڑا کرکٹ باہر نکالتے رہا کرو۔ اسی طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت میں ارشاد فرمایا کہ ''جس نے مسجد میں سے ایسی چیز باہر کر دی جس سے تکلیف ہوتی تھی (جیسے کوڑا کباڑ' کانٹا' اصلی فرش سے الگ کنکر پتھر وغیرہ) اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔'' (ابن ماجہ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی' ایک رات کو وہ مر گئی' جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ کو (اسی وقت) خبر کیوں نہ کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر باہر تشریف لے گئے پھر اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس پر تکبیر فرمائی (مراد نماز جنازہ ہے' یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی) اور اس کے لیے دعا کی پھر واپس تشریف لائے۔ (ابن ماجہ و ابن خزیمہ' بحوالہ حیات المسلمین ص ۱۸۰)

دیکھئے مسجد میں جھاڑو دینے کی بدولت ایک غریب گمنام حبشن کی جس کی مسکنت و گمنامی کے سبب اس کی وفات کی بھی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بڑی قدر فرمائی کہ اس کی وفات کی خبر نہ دینے کی شکایت بھی

فرمائی پھر قبر پر بھی تشریف لے گئے اور نماز جنازہ بھی ادا فرمائی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تو نے کس عمل کو زیادہ فضیلت کا پایا۔ اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینے کو۔ (ابوالشیخ اصبہانی)

بالوں کی صفائی بھی بدن کی صفائی میں شامل ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ موئے زیرناف، موئے بغل ملبس، ناخن وغیرہ دور کرکے نہادھوکر صاف ستھرا ہونا افضل ہے۔

غرض ظاہر کی صفائی کا خوب اہتمام کرو اسکا اثر باطن پر
پڑے گا اور باطن کی صفائی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی
توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

تیسرا خطبہ

نماز

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (وہ پانچ یہ ہیں) اس بات کی شہادت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا (یعنی ہمیشہ پابندی کے ساتھ پڑھنا) اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔'' (متفق علیہ)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس شخص نے وضو اچھی طرح کیا اور ان کو ان کے وقت پر پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو پورا کیا' اللہ تعالیٰ پر اس کے واسطے یہ عہد ہے کہ اس کو بخشے گا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے واسطے اللہ پر عہد نہیں ہے۔ اگر چاہے بخشے اور اگر چاہے عذاب کرے۔'' (احمد وابوداؤد)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم اُس (خدا) کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ لکڑیوں کے واسطے حکم دوں' پس وہ جمع کی جاویں پھر نماز کا حکم دوں' پس اُس کے لیے اذان کہی جاوے پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاوے' پھر میں پیچھے رہ جاؤں' ایسے لوگوں کی طرف جو کہ نماز میں حاضر نہ ہوں' پس میں ان کے گھروں کو جلا دوں۔'' ف: مگر آپ نے ایسا کیا نہیں کہ آپ کو بچوں کا خیال آ گیا۔

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور (اے رسولؐ) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں' برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے' ماننے والوں کے لیے۔''

اضافہ: ''نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی حفاظت کرے اس کے واسطے قیامت کے دن نور اور دلیل اور نجات بن جائے گی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے واسطے نہ نور ہوگا نہ

دلیل نہ نجات اور وہ شخص قیامت کے روز فرعون اور ہامان کے ساتھ محشور ہوگا۔" (احمد، دارمی، بیہقی)

حضرات محترم! آج کا موضوع نماز کی فضیلت اور اہمیت کے بیان میں ہے۔ اسلام میں نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ قرآن حکیم میں تقریباً سات سو مرتبہ اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا گیا اور نماز ترک کرنے والوں کو مشرکین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" (اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بنو)

جویائے رازِ حسنِ ازل سے کہے کوئی سن صوتِ سرمدی کو کلام مبیں کو دیکھ

ارشاد ہے کہ شرک نہ کر اور نماز پڑھ یعنی کسی کو نہ دیکھ صرف ہمیں کو دیکھ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ "جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔"

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اور کفر کے درمیان بس ترک نماز کی کسر ہے۔" (مسلم)

جب ترک نماز کیا وہ کسر مٹ گئی اور کفر آ گیا۔ چاہے بندہ کے اندر نہ آئے پاس ہی آ جائے مگر دوری نہ رہی۔ غرض نماز ترک کرنا حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ تارکین نماز کو مشرکین سے تشبیہ دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ترک نماز کرنے والے کو کافر کہا۔ اس سے اندازہ کرو کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر کس قدر غصہ اور ناراضگی ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے نمازی سے اس قدر غصہ آیا کہ فرمادیا کہ اسلام اور کفر کے مابین بس ترک نماز ہی تو ہے۔ جب نماز چھوڑ دی تو گویا کافر ہو گیا۔ یہ ایسا ہے جیسا بادشاہ شہزادہ کو چوڑھا اور چمار کہہ دے۔ اگرچہ بادشاہ کے کہنے سے وہ چوڑھا اور چمار نہیں بنا مگر بادشاہ کے نزدیک اس نے ایسا جرم عظیم کیا کہ شہزادہ کو مجبوراً چوڑھا اور چمار کہنا پڑا۔ اسی طرح تارک نماز کو سمجھ لو۔

دوسرے کافر اور تارک نماز میں فرق نابینا اور بینا کا ہے۔ بینا اگر آنکھ بند کرے تو اس کو نابینا کے مانند کچھ نظر نہیں آئے گا گویا اس وقت بینا اور نابینا دونوں برابر ہوں گے۔

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

اسی طرح بے نمازی ترک نماز کی بناء پر کافر کی طرح ہے مگر حقیقتاً کافر نہیں۔ قیامت میں

اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر ایک نہ ایک روز جنت میں پہنچ جائے گا یا دنیا میں توبہ کرے اور قضا نمازیں ادا کر کے پکا نمازی اور عبادت گزار بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے۔

بے نمازی چاروں آئمہ کرام کے نزدیک سخت سزا کا مستحق ہے۔ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو خوب مارا جائے اور ہمیشہ کے لیے قید کیا جائے۔ جب تک توبہ نہ کر لے رہا نہ کیا جائے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو قتل کیا جائے۔ (فتاویٰ شامی) پیران پیر سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو عبرت ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں ایک حکم نامہ جاری کیا کہ ”میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ ضروری نماز ہے جو شخص اس پر پابندی اختیار کرے گا وہ دین کا پابند ہوگا اور جو شخص اس کو ضائع کرے گا وہ دوسرے امور کو ضائع کرنے والا سمجھا جائے گا۔“ (مشکوٰۃ)

نیز ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے نماز اس کے لیے قیامت کے روز روشنی کا سبب، ایمان کی دلیل اور نجات کا باعث ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہیں کی اس کے لیے نہ تو روشنی کا سبب ہوگی نہ ایمان کی دلیل اور نہ نجات کا باعث اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ جہنم میں ہوگا۔“ (مشکوٰۃ)

نیز ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو گرا دیا اس نے دین کو گرا دیا۔“

ذیل میں ہم ثابت کرتے ہیں کہ نماز کا ترک کرنا گویا کس طرح تمام دین کا ترک کرنا ہے۔

نماز میں عبادت کا پہلو

شرعاً عبادت کے معنی غایت تذلیل یعنی ایسی انتہائی ذلت اختیار کرنے کے ہیں جس کے آگے ذلت کا کوئی درجہ باقی نہ رہے، نماز میں دو ہی بنیادی چیزیں ہیں: ایک اذکار جو زبان سے متعلق ہیں۔ دوسرے ہیئات جو اعضاء بدن اور جوارح سے متعلق ہیں۔ اذکار میں ثناء سے لے کر فاتحہ اور دوسری سورت تک پھر تسبیحات سے لے کر التحیات (تشہد) تک اپنی عبودیت، بندگی اور فدویت یا اللہ کی عظمت اور برتری اور لامحدود بزرگی کے اور کسی چیز کا بیان نہیں ہوسکتا۔

اور ہیئات کے لحاظ سے نیازمندانہ سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، پھر رکوع میں جھکنا

اور آخر کار اپنی سب سے زیادہ باعزت چیز پیشانی کو اپنے معبود کے سامنے خاک پر ٹیک دینا اور اس کی عزت مطلقہ کے سامنے اپنی ذلت مطلقہ کا عملاً ہیئۃً اعتراف ہے جو عبادت کا اصل مقصود یعنی خدا کے آگے اپنی انتہائی ذلت اور رسوائی کا اقرار ہے۔

نماز میں تمام کائنات کی عبادات جامع ہیں

ارشاد ربانی ہے: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ

یعنی ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصنیفات میں تصریح کی ہے کہ ہر ایک چیز کی نماز کی ہیئت اس کی خلقت کے مناسب حال رکھی گئی ہے تاکہ اس کی نماز اس کی خلقت، وضع قطع سے طبعاً ادا ہوتی رہے۔ مثلاً درختوں کی نماز قیام ہے ان کی صورت نوعیہ ایسی بنائی گئی ہے کہ گویا وہ اپنی ساق پر کھڑے ہوئے قیام کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں۔ چوپایوں کی نماز رکوع ہے کہ وہ گویا ہر وقت اللہ کے سامنے رکوع میں جھکے ہو جس سے انحراف نہیں کر سکتے۔ پھر حشرات الارض یعنی رینگنے والے اور پیٹ کے بل مٹک کر چلنے والے کیڑے مکوڑے مثلاً سانپ، بچھو، چھپکلی اور کیڑوں مکوڑوں کی نماز بصورت سجدہ ہے۔ ان کی خلقی ہیئت سجدہ نماز بنائی گئی ہے کہ وہ اوندھے اور سرنگوں حالت میں رہتے ہیں گو ہر وقت اللہ کے سامنے سر بسجود ہیں پھر جبال اور پہاڑوں کی نماز بحالت تشہد و قعود ہے گویا ہر وقت زمین پر دوزانوں جمے بیٹھے ہیں اور ہمہ وقت التحیات میں ہیں پھر اُڑنے والے پرندوں کی نماز انتقالات ہیں کہ نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے منتقل ہوتے ہیں جیسے تمام انسان قیام سے قعود اور قعود سے قیام کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ پرندوں کے انتقالات ہی عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔

پھر سیاروں اور آسمانوں کی نماز دوران اور گردش ہے کہ ایک نقطہ سے گھوم کر پھر اسی نقطہ پر آجاتے ہیں جیسے نمازی رکعت پڑھ کر پھر عود کرتا ہے۔ پھر زمین کی نماز تکوینی جمود اور سکون ہے گویا ساکت اور صامت ہو کر اپنے مرکز پر جمی ہے جو انتہائی تذلل اور خشوع ہے۔ پھر جنت اور دوزخ کی نماز سوال ہے کہ اے اللہ! ہمارے مکان کو پُر کر دے۔ پھر ملائکہ کی نماز اصطفاف یعنی صف بندی ہے کہ وہ قطار در قطار جمع ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

پھر یہی سب ہیئتیں جو ان جمادات و حیوانات اور ملائکہ میں منقسم ہیں بنی آدم اور دنیا کی مختلف اقوام میں تقسیم کی گئی ہیں۔ مثلاً کسی قوم کی نماز محض قیام، کسی قوم کی نماز نیم قیام گھٹنوں کے بل ڈنڈوت

کھیلنا' کسی قوم کی نماز محض رکوع' کسی قوم کی نماز اوندھا لیٹ جانا (یعنی سجدہ) اور کسی قوم کی نماز قعود ہے۔

لیکن مسلم قوم کی نماز مجموعہ صلوٰۃ اقوام ہے۔ ہیئات میں درختوں کا سا قیام' چوپایوں کا سا رکوع' فرشتوں کی سی صف بندی' آسمانوں اور سیاروں کی سی گردش اور پہاڑوں کا سا قعود ہے۔

اذکار میں ہر مخلوق کی تسبیح اور ذکر ان کی خلقت اور استعداد کے مطابق جدا جدا ہے۔

جس کو دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے: **كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ** ''یعنی ہر چیز حق تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتی ہے لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔''

اسی طرح ہر قوم کو اس کے مناسب اذکار تلقین کیے گئے ہیں کسی کو تعوذ کا حکم تھا' کسی پر سوال ودعا کا غلبہ' چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دین مکمل کردیا گیا۔ اس لیے مسلم قوم کی نماز جامع کردی گئی جو فطرت الٰہی نے اقوام عالم میں مختلف اقوام میں منقسم کی تھیں۔

اوقات کی جامعیت

اوقات نماز بھی جامع ہیں جو وقت فطری طور پر روح کے طبعی میلان کا یا نفس کے طبعی انحراف کا ہے ان سب اوقات کو نماز نے اپنے اندر مشغول کرلیا ہے۔

صبح کا سہانا وقت روح کے نشاط کا تھا تو نماز فجر نے اسے لیا۔

ظہر کا وقت کسل کا تھا تو ظہر کی نماز نے اس میں چستی پیدا کردی۔

عصر کا وقت غفلت کا تھا تو عصر نے اس غفلت کو توڑ دیا۔

مغرب کا وقت انقلاب آفات کا تھا تو مغرب کی نماز نے مقلب اللیل کی طرف جھکا دیا۔

عشاء کا وقت خاتمہ کا تھا تو نماز عشاء نے خاتمہ بالخیر کردیا۔

پھر نفلی نمازوں نے دوسرے اوقات کی خصوصیت کے تحت انہیں عبادت میں مشغول کردیا۔ گویا اگر ایک انسان تمام اذکار واطاعت کے بجائے صرف اس مقررہ واجب ونفل اوقات میں نماز کا اہتمام کرے تو وہ کبھی غافل نہیں ہوتا۔

نماز میں روزہ' زکوٰۃ' حج واعتکاف کی حقیقت موجود ہے

روزہ کی حقیقت ہے صبح صادق سے کھانے' پینے اور عورتوں سے مشفع ہونے سے بچنا۔ یہ چیزیں نماز میں بھی ممنوع ہیں بلکہ نماز میں ان کے علاوہ سلام وکلام کسی کو چھونا' ہنسنا' بولنا' چلنا' پھرنا اور عام نقل وحرکت سب ہی ممنوع ہے اس لیے نماز میں روزہ اپنی انتہائی شکل کے ساتھ موجود ہے۔

اعتکاف صوم میں ضروریات بشریہ پوری کر لینے سو جانے' لیٹ جانے اور کھانے پینے کی اجازت ہے لیکن نماز میں یہ سب امور مفسد صلوٰۃ ہیں بلکہ مسجد میں ٹہلنے اور نقل وحرکت کی بھی اجازت نہیں اس لیے نماز کا اعتکاف زیادہ مکمل ہے اور نماز اعتکاف صوم کو بھی جامع اور حاوی ہے۔

حج کی حقیقت تعظیم بیت اللہ اور تعظیم حرم محترم ہے۔ نماز میں تعظیم بیت اللہ کا یہ مقام ہے کہ استقبال قبلہ شرط صحت صلوٰۃ ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی۔ پھر جس طرح طواف میں بیت اللہ کے سامنے رفع یدین کر کے گردش طواف شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تعظیماً رفع یدین کر کے نماز شروع کرتے ہیں پھر جس طرح طواف اذکار وادعیہ سے بھرپور ہے اسی طرح نماز بھی اذکار وادعیہ سے بھرپور ہے۔ پھر جس طرح حج میں حرم محترم کی حدود میں رہ کر تا بحد عرفات یادِ حق میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کے حرم محترم میں رہ کر ذکر الٰہی اور نوافل میں مصروف رہتے ہیں پھر جس طرح حرم محترم میں شیطان کے آثار کو سنگریزوں سے سنگ کیا جاتا ہے بعینہ نماز میں تعوذ کے ذریعہ شیطان کے شر کو معنوی ہتھیار کے ذریعے دفع کیا جاتا ہے۔ پھر جس طرح حج میں طواف وداع کر کے رخصت چاہی جاتی ہے بعینہ نماز میں سلام ودعا کر کے دربار الٰہی سے رخصت ہو جاتا ہے۔ غرض حج کی پوری حقیقت اپنے اہم اجزاء کے ساتھ نماز میں بعینہ یا بمثلہ موجود ہے۔

زکوٰۃ کی حقیقت تزکیہ نفس ہے۔ یعنی محبت دنیا سے قلب کو پاک کرنا اور نماز میں بھی یہی تزکیہ نفس تزکیہ روح ہے کہ نفس ماسوی اللہ سے بیزار ہو کر صرف اللہ جل ذکرہ کا ہو رہے۔ زکوٰۃ کی حقیقت اس طرح نماز میں موجود ہے اور زکوٰۃ کی صورت یوں موجود ہے کہ نماز کے لیے مسجد' چٹائی اور حوض پر فی سبیل اللہ مال خرچ کرنا پڑتا ہے جس طرح زکوٰۃ میں سبیل اللہ مصارف لازم ہیں۔

نماز سے انانیت نفس کا ازالہ

نماز سے انانیت اور کبر نفس کا ازالہ ہوتا ہے جو ہزار ہا بدخلقیوں اور بداعمالیوں کی اساس ہے کیونکہ کبر نفس جب تک ہی باقی رہ سکتا ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے کی عظمت دل میں نہ ہو اور نماز سے حق تعالیٰ کی عظمت دل میں آ جاتی ہے اور جب کسی کی عظمت قلب میں آ جائے تو اس قلب میں کبر وغرور پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

نماز سے تہذیب نفس خود ہو جاتی ہے

فن تصوف کا موضوع تہذیب نفس ہے یعنی نفس کے رذائل زائل ہوں اور فضائل حاصل

ہوں۔ تمام نماز میں دو چیزیں سامنے ہوتی ہیں نفس اور رب' نماز نفس کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے تو وہ مرجاتا ہے اور اس کے آثار بھی مٹ جاتے ہیں اور رب کی عظمت مطلقہ نماز سامنے کر دیتی ہے تو عنایات رب متوجہ ہوتی ہیں اور وہ اپنے فضائل سے نوازتا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نماز تہذیب نفس اور اصلاح نفس کے لیے مجاہدہ اور اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔

روحانی اور اخلاقی مقامات

نماز چونکہ تزکیہ نفس کر دیتی ہے اس کے بعد نفسانی احوال مقامات پا کر اور ارفع و اعلیٰ ہو جاتے ہیں جس کا ذریعہ نماز بنتی ہے لیکن بلا واسطہ بھی نماز میں تمام روحانی اور اخلاقی مقامات موجود ہیں۔ شکر کو لو تو نماز کی روح ہی الحمد ہے۔ صبر کو لو تو آدمی نماز میں ہر ایک لذت سے صبر کر بیٹھتا ہے کہ نماز کا روزہ دن بھر کے روزہ سے زیادہ مکمل ہے۔ اخلاص کو لو تو نماز کی روح ہی اخلاص کامل ہے جس کی حقیقت ماسوی اللہ سے کٹ کر اللہ کی طرف دوڑنا ہے۔ تواضع کو لو تو جہاں ذلت نفس سامنے ہے وہاں تواضع کی کیا حقیقت ہے۔ رضا بالقضاء کو لو تو جہاں عبدیت محضہ اور عبادت خالص عمل میں آ رہی ہو تو وہاں رضا و توکل ادنیٰ درجہ ہے۔ سخاوت کو لو تو نفس اپنی ہر لذت دے بیٹھتا اور اس سے صبر کرتا ہے' شجاعت کو لو تو اس میں سخت ترین مقابلہ اپنے نفس اور ہوائے نفس سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ دوسرے سے لڑنا سہل ہے مگر اپنے سے لڑنا مشکل ہے۔ صدق و عفاف کو لو تو ریا کاری' نفاق اور فریب و کذب سے تکبیر تحریمہ ہی کے وقت کانوں پر ہاتھ دھر لیے جاتے ہیں اور سچائی کے ساتھ اللہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر حاضری ہوتی ہے۔ شوق و ذوق اور اُنس کو لو تو جہاں سر چشمہ کمالات و عنایات سامنے ہو اور اسی کی عاشقانہ نگاہ دوڑ رہی ہو تو وہاں لذت و شوق اور اُنس و ذوق کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔

نماز خلافت کبریٰ کا نمونہ

نماز با جماعت پڑھنے سے معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے سے ملاپ' ہمدردی' باہمی تعاون اور تناصر پیدا کرتی ہے۔ مسجد کے فرش پر سب کو ایک صف میں کھڑا کر کے اجتماعیت عامہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ امام اپنی صفوں کے لیے نائب حق کی حیثیت رکھتا ہے جس کے اشاروں پر سارے مقتدی راہ خدا میں دوڑتے ہیں۔ پس مساجد کے اجتماعات اور ان کی امامت عام ملی اجتماعات کی شیرازہ بندی میں مشعل راہ ہوتی ہے۔ نماز میں امام کے بھولنے پر مقتدی کے ٹوکنے پر امام سجدہ سہو کر کے اپنی خطا کا عملی طور پر اعلان و اعتراف اور تدارک بھی

کرتا ہے۔ امامت میں جمہوریت تو یہ ہے کہ قوم کو رائے دہندگی حاصل ہے اور ساتھ ہی یہ کہ صاحب عزم صرف امام ہوگا جس کی اطاعت لازم ہوگی۔

صورت نظم یا اجتماعیت کا بندھن یہ کہ امام کا ہونا ضروری ہے ورنہ بھیڑ ہے خواہ کتنی ہی خوبصورت روکار کے کھڑی ہے۔ امام کی مقتدیوں پر برتری وفوقیت حاصل کرنے کے لیے امام کی صفات مقرر کی گئیں تا کہ امام کی شان دوسرے سے امتیازی رہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز خلافت صغریٰ ہے اور خلافت کبریٰ کا دروازہ کھولتی ہے کیونکہ خلافت کبریٰ میں بھی یہی چیزیں ضروری ہیں مثلاً خلیفہ کی ضرورت' خلیفہ میں امتیازی صفات کا ضروری ہونا' خلیفہ کی اطاعت' خلیفہ کا اپنی غلطی تسلیم کرنا' ایک دوسرے سے شفقت ومحبت سے پیش آنا' باہمی تعاون وہمدردی نماز سکھاتی ہے۔

ترکِ خلوت وقطع انفرادیت

مسجد میں نماز پڑھنے کے حکم نے خانگی خلوت توڑ کر میدان میں نکالا اور جلوت کے ہجوم میں دیکھنا چاہا تا کہ آدمی کا دل دماغ روشن اور وسعت پذیر ہو' پھر جامع مسجد' عیدگاہ اور پھر مسجد حرام اور مسجد نبوی تک نکلنے کا حکم دیا جس سے شہری اور ملکی خلوت بھی ٹوٹ گئی تا کہ کسی درجہ میں بھی آدمی میں تنگ دلی اور تنگ حوصلگی نہ رہے پھر جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دے کر انفرادیت کو توڑ دیا ورنہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے میں انفرادیت باقی رہتی۔

معیار اجتماعیت

مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے ضروری نہیں کہ اس محلّہ' شہر' ملک کا باشندہ ہو بلکہ ہر طبقہ اور ہر قوم کا آدمی شریک جماعت ہوسکتا ہے۔ اس سے گویا نماز نے اس اصول کا اعلان کیا کہ مسلمانوں میں اجتماعیت کا معیار نہ وطن ہے نہ قومیت' نہ نسل ہے نہ رنگ' نہ خون ہے نہ قرابت بلکہ صرف اسلامیت ہے۔

نظام ملت کے اصول

مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے میں اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ صرف جماعتی زندگی اختیار کرو اور انفرادِ وحدت کو ترک کردو کیونکہ اس میں برکت وخیریت قوم' فتح ونصرت' حلاوت' معاشرت' قومی کلمہ کی وحدت پھر قومی برتری وفضیلت ہے پھر جماعت میں صف بندی کا حکم فرمایا تا کہ اللہ کے حضور میں خشوع باطن اور حضور قلب کے ساتھ قرب ونزدیکی کی نیت سے اجتماعیت ہوتا کہ صورت تفریق مٹ جائے۔ صورت وحدت قائم ہو' نظم وترتیب قائم ہو' درجہ بدرجہ اپنی

ترتیبات کو تدریجاً مکمل کرنا صف میں میل ملاپ ظاہری پیدا کرنا' ان سب مہمات میں للٰہیت اور بے نفسی نظام ملت قائم کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اصول نہیں ہو سکتے۔

مظاہرہ عامہ مساوات

اگرچہ پہلی صف کا ثواب زیادہ رکھا لیکن کلمہ صلوٰۃ نے مظاہرہ عامہ مساوات قائم کرلیا کیونکہ آخری صف اور پہلی صف کے نمازی یکساں نماز ادا کرتے ہیں۔ نیز صف میں ایڑی ٹخنہ ایک سیدھ میں ملانے اور مونڈھے سے مونڈھے ملا کر کھڑے رہنے کی تاکید کی گئی اور آگے پیچھے ہونے پر دھمکی دی گئی کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔ اس سے متفاوت المراتب اشخاص کی تفریق کو مٹا دیا۔ بقول علامہ اقبال مرحوم

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

جہاد اور جماعت نماز

جس طرح جماعت کے لیے امام کی ضرورت ہے جہاد میں بھی بغیر امام کے چارہ نہیں پھر جس طرح جہاد میں امام کے اشاروں پر فوجی نقل وحرکت اور اقدام و رجوع رکھا گیا ہے جسے دیکھ کر دشمن کے چھکے چھوٹتے ہیں۔ نماز میں بھی مقتدی امام کی اطاعت اسی طرح کرتے ہیں۔ پھر جس طرح نماز کا شعار نعرہ تکبیر ہے نماز کے سارے انتقالات اسی سے شروع ہوتے ہیں۔ بعینہ جہاد میں نعرہ تکبیر اقدام ہجوم کے وقت لگایا جاتا ہے۔ بنص حدیث صف بندی کے وقت حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ میرے بندے عیش و آرام چھوڑ کر گھر سے نکلے ہیں اور میرے دشمن کو بھگانے کے لیے آمادہ ہیں۔ بنص حدیث مجاہدین کی صف بندی کے وقت حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ میرے بندے کس طرح سروں کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے میری راہ میں جان دینے کے لیے آ رہے ہیں۔ پھر جس طرح نماز کا آغاز ذکر اللہ پر ہے اسی طرح جہاد کا آغاز و انجام ذکر اللہ اور مختلف قسم کی دعاؤں پر رکھا گیا ہے جو احادیث میں موجود ہیں۔ پھر جس طرح وضو کے وقت اور سجدہ و رکوع کے وقت گناہ پتوں کی طرح جھڑتے ہیں اسی طرح جہاد میں خون کے ایک ایک قطرہ کے ساتھ آدمی کا نفس دُھل کر صاف ہو جاتا ہے پھر جس طرح جہاد میں پہلے دشمن کی مدافعت کا انتظام کیا جاتا ہے اسی طرح نماز سے پہلے وضو اور تعوذ سے شیطان کی مدافعت کا انتظام کیا جاتا ہے پھر جس طرح جہاد میں دشمن کی چھاؤنی میں خود نہیں جاتے۔ اسی طرح نماز مخصوص اوقات (سورج نکلنے کے وقت

دوپہر اور غروب آفتاب کے وقت) منع ہے۔ یہ دشمن شیطان کے اوقات ہیں پھر جس طرح جہاد میں ہتھیار کے ذریعے دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے اسی طرح نماز میں تعوذ کے ذریعہ شیطان کے فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ غرض نماز کا جزو جزو جہاد سے مطابقت رکھتا ہے۔

نماز پورے اسلام کی میزان الکل ہے

اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ نماز پورے اسلام کی میزان الکل ہے اس لیے اس کے ترک کو اسلام کے کفر اور اس کے گرادینے کو دین کا گرادینا قرار دیا گیا ہے۔

نماز کی روح ذکر اللہ ہے

یہ چیزیں اس وقت پیدا ہوں گی جب نماز کو حقیقی ہیئت و کیفیت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اس کے آداب و شروط اور سنن وواجبات کی کما حقہ رعایت کی جائے کیونکہ ارشاد ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ نماز کی روح ہے اگر نماز میں ذکر نہیں تو روح نہیں۔ آخر میں حضرت حکیم الاسلامؒ کے اختتامی وعظ کے الفاظ بطور تبرک نقل کیے جاتے ہیں۔

پس میرے خیال میں اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے صرف ایک نماز اور اس کی یہ عرض کردہ حقیقت و خصوصیت ہی کافی ہے اور غیروں میں کوئی منصف مزاج انسان ہو تو وہ اس اعتراف کے سوا چارہ نہ دیکھے گا کہ کسی انسان کی عقل انہیں کبھی تجویز نہیں کرسکتی اور متفرق طریق پر کچھ کر بھی سکے گا تو سہل متمتع کے طور پر اس مختصر سے عمل میں ان سب کو جمع کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کوئی بھی انسان خواہ وہ کیسا ہی فلسفی ہو اپنی کسی مجوزہ سکیم میں اتنی لامحدود رعایتیں نہیں رکھ سکتا کہ جن میں دین، دنیا، اخلاق، معاشرت، عبادت، خلوت، انفرادیت، اجتماع، سیاست، حکومت، صلاح و اصلاح، اعلاء کلمۃ اللہ و اسفال کلمہ کفر سب ہی چیزیں بیک آن جمع ہوئے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نماز باجماعت کو دانتوں سے پکڑ لیں کہ اس سے انشاء اللہ فتن کے پاس کھڑے نہ رہیں گے اور اسی سے پورے اسلام میں گھس جانے کا راستہ مل جائے گا۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

ترجمہ: ”اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسل کو بھی، اے میرے رب! ہماری دعا قبول فرما، بے شک آپ سننے والے ہیں۔“

فضائل نماز سے متعلق آخر میں چند احادیث مبارکہ اور سن لیجئے تا کہ پابندی نماز سے متعلق ہمیں زیادہ سے زیادہ علم ہو اور ہم اس پر عمل کرسکیں۔ "اللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لما تحبُّ وترضٰی" یہ حدیثیں مشکوٰۃ کی ہیں اور حیات المسلمین سے ماخوذ ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس پر محافظت رکھے وہ قیامت کے روز اس کے لیے روشنی اور دستاویز اور نہ نجات ہوگی اور جو شخص اس کی محافظت نہ کرے تو وہ اس کے لیے نہ روشنی ہوگی اور نہ دستاویز اور نجات اور وہ شخص قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا یعنی دوزخ میں۔ اگرچہ ان کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نہ رہے مگر ساتھ ہونا بڑی ہی سخت بات ہے۔" (احمد ودارمی وبیہقی شعب الایمان)

(۲) حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان جو ایک عہد کی چیز یعنی عہد کا سبب ہے وہ نماز ہے پس جس شخص نے اس کو ترک کردیا وہ برتاؤ کے حق میں کافر ہوگیا یعنی ہم اس کے ساتھ کافروں کا برتاؤ کریں گے کیونکہ اور کوئی علامت اسلام کی ان میں نہیں پائی جاتی کیونکہ وضع لباس و گفتگو سب مشترک تھے تو ہم کافر ہی سمجھیں گے۔" (احمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ)

اس سے تو ثابت ہوا کہ ترک نماز بھی ایک علامت ہے کفر کی، گو کوئی دوسری اسلامی علامت ہونے سے ترک نماز سے کافر نہ سمجھیں مگر کفر کی کسی علامت کو اختیار کرنا کیا تھوڑی بات ہے۔

(۳) عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے اور ان کے باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کی تاکید کرو، جب سات برس کے ہوں اور اس پر ان کو مارو جب وہ دس برس کے ہوں۔" (ابوداؤد)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "دو شخص قبیلہ خزاعہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے۔ ان میں ایک شہید ہوگیا اور دوسرا ایک برس بعد طبعی موت مرگیا۔ طلحہ بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں مرنے والے کو خواب میں دیکھا کہ اس شہید سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا مجھ کو بہت تعجب ہوا، صبح کو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس مرنے والے نے اس شہید کے بعد رمضان کے روزے نہیں رکھے اور برس روز تک ہزاروں

رکعتیں نہیں پڑھیں، اگر صرف فرض واجب و سنت مؤکدہ ہی لی جائیں تو دس ہزار رکعتوں کے قریب ہوتی ہیں یعنی اس لیے وہ شہید سے بڑھ گیا۔" (احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی)

ابن ماجہ و ابن حبان نے اتنا اور زیادہ روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کے درجوں میں اتنا فرق ہے کہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہ زیادہ دخل اس فضیلت میں نماز ہی کو ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی کثرت کا بیان بھی فرمایا تو نماز ایسی چیز ٹھہری کہ اس کی بدولت شہید سے بھی بڑا رتبہ مل جاتا ہے۔

(۵) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ "وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے۔" (دارمی)

نماز کا نام ہی صاف بتلا رہا ہے کہ وہ سب عبادات سے بڑھ کر جنت میں لے جانے والی ہے۔

(۶) عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے اول جس چیز کا بندہ سے قیامت میں حساب ہوگا وہ نماز ہے، اگر وہ ٹھیک اُتری تو اس کے سارے عمل ٹھیک اُتریں گے اور اگر وہ خراب نکلی تو اس کے سارے عمل خراب نکلیں گے۔" (طبرانی فی الاوسط)

معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی برکت سب عبادات میں اثر کرتی ہے اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی، بڑا عمل ہونے کی۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جس کے پاس نماز نہیں یعنی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے پاس دین نہیں، نماز کو دین سے وہ نسبت ہے جیسے سر کو دھڑ سے نسبت ہے کہ سر نہ ہو تو دھڑ مردہ ہے۔ اسی طرح نماز نہ ہو تو تمام اعمال بے جان ہیں۔" (طبرانی اوسط و صغیر)

جس چیز پر دین کا اتنا بڑا مدار ہو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے نیک عمل کو کافی سمجھنا کتنی بڑی غلطی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائیں اور پابندی نماز کے ساتھ ساتھ اس کے جملہ حقوق و آداب کی کما حقہ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

چوتھا خطبہ

تعلیم قرآن

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (قیامت کے دن) قرآن (پڑھنے اور اس پر عمل کرنیوالے) کو کہا جاویگا کہ پڑھ اور درجہ حاصل کر اور سنوار کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا کیونکہ تیرا درجہ اس آیت کے ختم پر ہے جسکو تو پڑھے۔'' (احمد' ترمذی' نسائی)

ف: پس جس قدر آیات کی وہ تلاوت کرے گا اُسی قدر اُس کو درجات عطا فرمائے جائیں گے جو لوگ دنیوی ترقی کے واسطے تعلیم دنیا میں مصروف و مشغول ہو کر قرآن شریف کی تعلیم مبارک سے غافل ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ غور کریں کہ کس قدر دولت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمادے۔

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک وہ شخص کہ جس کے جوف (قلب) میں قرآن شریف بالکل نہ ہو وہ اُجڑے ہوئے گھر جیسا ہے۔'' (ترمذی و دارمی)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قرآن شریف کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس گنی ہوتی ہے۔ (پس فی حرف دس نیکیاں ملتی ہیں)۔'

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور اُس کو یاد کیا اور اُس کے حلال (بتلائے ہوئے) کو حلال اور اُس کے حرام (بتلائے ہوئے) کو حرام سمجھا (یعنی اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل کرے گا اور اُس کے گھر کے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرے گا جن کے لیے دوزخ ضروری ہو چکی ہو۔'' (احمد' ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

ف: یعنی جو گناہ گار بدون توبہ کیے مرجانے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے مستحق ہو گئے ہوں ان کی نجات ہو جائے گی کیوں کہ کفر وشرک کرنے والے کی کسی طرح نجات نہ ہوگی۔

آیت مبارکہ

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے کہ یہ قرآن کریم محفوظ کتاب میں درج ہے۔ اُس کو بجز پاک لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔''

''یاالٰہی ہمیں عامل قرآن کر دے۔ اس نئی پود کو پھر نئے سرے سے مسلمان کر دے۔ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جسے سرتاج رسل کہتے ہیں اس کی اُمت کو پھر تابع فرماں کر دے۔''

معزز سامعین! آج کے خطبہ کا موضوع ہے تعلیم قرآن اور تعلیمات قرآنی پر عمل کے بیان میں

حضرات محترم! قرآن حکیم حق سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوقات جن وانس کی ہدایت کی خاطر نبی آخرالزماں جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ورنہ یہ کتاب انتہائی شرف و منزلت کے ساتھ لوح محفوظ میں محفوظ تھی جسے شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اُتارا گیا اور وہاں سے ضرورت کے مطابق ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: الٓرٰ٥ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتَابِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ

یہ آیات ہیں کتاب اور صریح قرآن کی۔ اس میں دو لفظ قرآن اور کتاب بیان فرمائے گئے۔ قرآن اس واسطے فرمایا گیا کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلہ میں پڑھی نہیں جاتی۔ قرآن حکیم کی تلاوت جس قدر بھی کر لی جائے اور جتنی بار بھی ختم کر لیا جائے دل کبھی سیر نہیں ہوتا بلکہ یہ حال ہوتا ہے:

یزیدیک وجھہٗ حسنا اذا مازدتہٗ نظرا

یعنی جس قدر بھی غور وخوض سے پڑھو گے اسی قدر قرآن حکیم میں لطاف ونکات، نصائح و حکم محسوس ہوں گے۔ اسی بناء پر کوئی شخص قرآن حکیم پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اسے پڑھ لیا ہے جس طرح اخبار، رسالہ یا کسی کتاب کے بارے میں فوراً کہہ دیتے ہیں کہ میں نے اس کا مطالعہ کر لیا ہے بلکہ بار بار پڑھنے سے بوریت محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک عارف کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ''میں ایک قرآن ایک ماہ میں ختم کر لیتا ہوں اور ایک قرآن تین سال سے شروع کیا ہے جو ابھی تک ختم نہیں ہوا جس قدر غور سے پڑھتا

ہوں اسرار و رموز زیادہ محسوس ہوتے ہیں۔"

دوسرا لفظ قرآن مجید کے لیے کتاب کا استعمال فرمایا جس کے معنی ہیں جسے لکھا جائے جس طرح دنیا میں قرآن حکیم اس کثرت سے پڑھا جاتا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح قرآن مجید کو جس کثرت سے لکھا گیا ہے اور اس دور میں بھی جس کثرت سے شائع ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اس لیے اسے کتاب فرمایا گیا۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَفۡضَلُ الۡعِبَادَةِ تِلَاوَتُ الۡقُرۡآنِ
"قرآن پاک کی تلاوت افضل عبادت ہے۔"

بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ قرآن حکیم کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں نامہ اعمال میں درج ہوتی ہیں اور فرمایا کہ میں الم کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ گویا الم کہنے سے تیس نیکیاں کم از کم نامہ اعمال میں درج ہوں گی۔

الم حروف مقطعات میں سے ہے جس کا صحیح معنی حق سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتے ہیں بڑی سے بڑی تفاسیر میں یہی لکھا ہے واللہ اعلم بمرادہٖ یا ان کے معانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیئے گئے ہوں اور اس میں اُمت کے لیے کوئی ضروری مسئلہ نہ ہو۔ میان عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ضروری مسئلہ ایسا نہیں چھوڑا جسے بیان نہ فرمادیا ہو کیونکہ دین اسلام قیامت تک کے ضروری احکام کے لیے کافی ووافی ہے۔ اسی بناء پر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حروف مقطعات کے معانی نہیں پوچھے اس میں ان لوگوں کے اشکال کا جواب نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جب قرآن مجید کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا اس کا ترجمہ ہی نہیں جانتا تو قرآن پاک پڑھنے اور طوطے کی طرح رٹنے (حفظ کرنے) کا کیا فائدہ۔ سبحان اللہ حدیث پاک میں مثال ہی ایسی بیان فرمائی گئی حروف مقطعات کی الم جس کے ترجمہ و معانی جاننے میں بڑے سے بڑا علامہ اور ایک ناظرہ خواں برابر ہیں اور اس سے صاف واضح ہو گیا کہ اگر قرآن پاک کا ترجمہ یا مفہوم نہیں جانتا تب بھی اس کی تلاوت سے اس کے نامہ اعمال میں حسنات برابر درج ہوتے ہیں اور بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت قرآن کریم کا نفع عظیم ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے ننانوے مرتبہ خواب میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کیا (خواب میں جو ممکن ہے بیداری میں نہیں) اور عرض کیا ہے کہ آپ کا قرب کس طرح

حاصل ہوسکتا ہے۔ ارشاد ہوا تلاوت قرآن حکیم سے۔ عرض کیا "بِفَهْمٍ اَوْ بِلاَ فَهْمٍ" سمجھ کر پڑھنے سے یا بغیر سمجھے پڑھنے سے۔ ارشاد ہوا بِفَهْمٍ اَوْ بِلاَ فَهْمٍ قرآن پاک سمجھ کر پڑھنے یا بغیر سمجھے پڑھنے سے میرا قرب نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا قرب وہ عظیم دولت ہے کہ تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے سب مل گل اسے جسے اللہ مل گیا۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کا گزر ایک مرتبہ دہلی میں ان لوگوں کے پاس سے ہوا جو ان کا رسالہ دردِ غمناک پڑھ رہے تھے۔ حضرت ان لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ مصنف پاس کھڑے تھے مگر ان لوگوں کو خبر نہ تھی۔ اسی طرح جو شخص قرآن حکیم کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔

شاہ ایران کی زبان پر ایک دفعہ یہ مصرعہ بے ساختہ موزوں ہوگیا تھا۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

بادشاہ نے شعرائے ایران سے درخواست کی کہ اس کا دوسرا مصرعہ لگاؤ۔ کسی سے بھی دوسرا مصرعہ نہ بن سکا تو بادشاہ نے شاہ ہندوستان کو لکھا کہ شعرائے ہند سے درخواست کی جائے کہ اس مصرع پر مصرع لگائیں۔ اس کی اطلاع زیب النساء کو بھی ہوئی۔ یہ بھی بڑی شاعرہ تھی اس لیے اس کو بھی فکر ہوئی۔ ایک دن اتفاق سے صبح کے وقت سرمہ لگا رہی تھی، سرمہ کچھ آنکھوں میں لگا اور اس کے اثر سے ایک قطرہ سرمہ آلود ٹپکا تو فوراً اس کا ذہن اس شعر کی طرف منتقل ہوا اور کہا:

در ابلق کسے کم دیدہ موجود   مگر اشک بتان سرمہ آلود

اس نے شاہ ہند کو اطلاع دی کہ مصرع ثانی بن گیا۔ آپ شاہ ایران کو اطلاع کر دیں۔ چنانچہ وہاں یہ مصرع پہنچا تو شاعر کی بڑی تعریف ہوئی مگر یہ کسی کو خبر نہ تھی کہ شاعر عورت ہے۔ شاہ ایران نے وہاں سے بہت کچھ انعام و خلعت بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ شاعر کو ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ شاہ ہند نے زیب النساء سے کہا کہ ایران سے تیرا بلاوا آیا ہے۔ بتائیں میں کیا جواب دوں؟ اس نے کہا کہ آپ جواب میں میری طرف سے یہ شعر لکھ بھیجئے کہ شاعر نے یہ جواب دیا ہے:

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل   ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

چنانچہ یہ شعر لکھ دیا گیا اور شاہ ایران سمجھ گیا کہ شاعر عورت ہے۔ بہرحال اس شعر میں مخفی نے یہ کہا ہے کہ جس کو میرے دیدار کا شوق ہو وہ مجھے میرے کلام میں دیکھ لے۔ تو کیا مخفی کا کلام متکلم کو

دکھائے اور خدا کا کلام خدا کو نہ دکھائے یہ نہیں ہوسکتا۔ پس حق تعالیٰ بھی گویا اس وقت یہی فرمار ہے ہیں کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ میرے کلام میں مجھے دیکھ لے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

چیست قرآن اے کلام حق شناس   رونمائے رب ناس آمد بناس

واقعی قرآن مجید رونمائے حق ہے۔ حاصل اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ کلام مجید بڑی عجیب چیز ہے۔ خدا کا عجیب وغریب لذیذ و پر اسرار کلام ہے جس کی تہ کو پہنچنا اور اس کے جمیع نکات و معنی کو سمجھنا قوت بشریہ سے خارج ہے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی اس عظیم الشان نعمت کی قدر کریں اور اس کی تلاوت کی طرف خاص توجہ کریں اور اس کے نکات و معنی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس کی ہدایات پر عمل کریں۔

غرض قرآن شریف تجلی الٰہی ہے اس وقت ہم اس قدر تجلی کے قابل تھے تو حق تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے ہم کو اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ گو اس وقت وہ یوں فرمار ہے ہیں:

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل   ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا

غلاف کعبہ کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز ہے گو ادب کے خلاف ہے مگر قرآن حکیم کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ عظمت قرآن کے پیش نظر قرآن کو گھر میں دیکھ کر ایسے خوش ہوا کرتے جیسے کعبہ کسی کے گھر میں آ گیا (بلکہ اس سے بھی زیادہ) اب ہماری یہ حالت ہے کہ گھر میں قرآن رکھا ہوا ہے، کسی کے دل پر جوں بھی نہیں رینگتی کہ یہاں کیا چیز رکھی ہوئی ہے۔ کبھی اس کی طرف پیر کر دیتے ہیں کبھی اس کے اوپر کوئی چیز رکھ دیتے ہیں۔

صاحبو! خدا سے ڈرو، بتلاؤ اگر تم بیت اللہ کو دیکھ لو تو کیا اس کی طرف پیر کر سکتے ہو، ہرگز ایسی ہمت نہ ہوگی پھر کیا قرآن کو کعبہ سے بھی کم سمجھ لیا ہے۔ بعضے لوگوں کو مہینے گزر جاتے ہیں کہ قرآن کھول کر ایک دن بھی نہیں پڑھتے۔ (یہ شخص ایسا ہی محروم القسمت ہے جیسے کوئی مکہ میں جا کر نہ بیت اللہ کو دیکھے نہ اس کا طواف کرے) میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض تلاوت قرآن کی بھی کسی کو فرصت نہ ہو تو وہ روزانہ قرآن کو کھول کر عظمت و محبت کے ساتھ ایک نظر ہی اس کو دیکھ لیا کرے اور پھر عظمت و محبت سے بند کر کے رکھ دیا کرے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ شخص بھی برکات قرآن سے محروم نہ رہے گا۔

لِاَنَّ النَّظْرَ اِلَی الْقُرْآنِ اَیْضًا عِبَادَةٌ ۱۲ (جامع)

(اس لیے قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے)

جب قرآن ہی کے ساتھ ہمارا یہ برتاؤ ہے اور اسی کی عظمت ہمارے دلوں میں ویسی نہیں جیسی ہونی چاہیے تو پھر اہل قرآن کی عظمت کہاں سے ہو۔ ان کو ہم اپنے سے افضل تو کیا سمجھتے بلکہ حقیر سمجھتے ہیں۔ بھلا اگر کوئی درویش بزرگ تمہارے پلنگ پر پائنتی کی طرف آ کر بیٹھ جائے تو کیا تم سے یہ ہوسکتا ہے کہ تم سرہانے چڑھے بیٹھے رہو ہرگز نہیں' اول تو تم ان کو دور سے ہی دیکھ کر کھڑے ہو جاؤ گے اور ان کے سرہانے تو ہرگز نہ بیٹھو گے کیونکہ تم ان کو اپنے سے افضل سمجھتے ہو۔

پس اگر اس حدیث کے مطابق تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ حافظ قرآن بھی ہم سے افضل ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کا ادب ایسا نہیں کیا جاتا اور اگر ادب نہ کیا تھا تو ان کو حقیر بھی نہ سمجھا ہوتا۔ اب تو غضب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے حفظ میں دو تین سال صرف کرے لوگ اس کو وقت کا ضائع کرنا اور بیکار رہنا سمجھتے ہیں۔ افسوس! ہماری عقلوں پر کیسا پردہ پڑ گیا ہے مگر الحمد للہ خدا کا شکر ہے کہ اس شہر میں تو ایسا نہیں ہے کہ حفظ قرآن کو فضول سمجھتے ہوں' یہاں بہ نسبت اور شہروں کے پھر قرآن کا بہت چرچا ہے اور حفاظ کی قدر بھی ہے۔ گو جیسی قدر ہونی چاہیے ویسی یہاں بھی نہیں مگر پھر بسا غنیمت ہے۔

صاحبو! اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں مشغول رہنے والے سب سے افضل ہیں اور ظاہر ہے کہ عامل کی فضیلت فرع ہے' فضیلت عمل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن سے زیادہ کوئی عمل افضل نہیں۔ پس قرآن کی تعظیم ضروری ہے جس کے مختلف شعبے ہیں۔ من جملہ تعظیم قرآن کے شعبوں کے ایک شعبہ یہ ہے کہ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اصل تعظیم ہے' کتاب کی تعظیم صرف یہی کافی نہیں کہ اس کی عمدہ جلد بندھوا کر الماری میں رکھ دیا جائے بلکہ اس کی اصل تعظیم یہ ہے کہ اس کی تعلیم و قرأت کا اہتمام کیا جائے جس کتاب کا جتنا چرچا ہوگا اتنی ہی اس کی عظمت ظاہر ہوگی اور اہتمام اشاعت کی صورت یہ ہے کہ اپنے اپنے بچوں کو قرآن حفظ کراؤ یا کم از کم ناظرہ ہی پڑھاؤ اور مدارس اس کی اشاعت کے لیے قائم ہیں ان کی امداد کرو' لوگوں کو ایسے مدارس کے مہتممین کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انہوں نے اس فرض کفایہ سے سب کو سبکدوش رکھا ہے۔ نیز اشاعت قرآن کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ جو طلبہ پردیسی تعلیم و تعلم قرآن میں مشغول ہیں ان کے کھانے' کپڑے کا اپنی اولاد کے برابر فکر کرو' جو لوگ صاحب وسعت ہیں وہ ایک طالب علم کا کھانا بھیج دیا کریں' طلباء سے یہ مت کہو کہ وہ تمہارے گھر پر آ کر کھانا کھا لیا کریں اس میں ان کی تحقیر ہے بلکہ تم خود اپنے ملازم یا

اپنے لڑکے کے ہاتھ ان کے لیے کھانا بھجواؤ' جب گرمی جاڑے میں اولاد کے واسطے کپڑے بناؤ ایک دو جوڑے طلبہ کے واسطے بھی بنادو' پہلے زمانہ میں اشاعت قرآن کی زیادہ وجہ یہ تھی کہ سلاطین اور عامہ مسلمین ان کی خدمتیں کافی کرتے تھے جس سے ان میں حرص وطمع کا مادہ پیدا نہ ہوتا تھا کیونکہ بیٹھے بٹھلائے بے مانگے ان کو سب کچھ مل جاتا تھا اور عزت کے ساتھ ملتا تھا۔ حقیر کرکے کوئی نہ دیتا تھا اسی لیے پہلے لوگ بلا اجرت پڑھتے پڑھاتے تھے اور تراویح مفت سناتے تھے۔ ایک مرتبہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ طالب علموں کی حالت زیادہ خستہ ہے ان کو کوئی نہیں پوچھتا تو ان کو اس سے صدمہ ہوا۔ اب دیکھئے انہوں نے اس کا کیا اچھا علاج کیا کہ دربار میں وزیر اعظم جس وقت آیا تو آپ نے اس سے سوال کیا کہ تم نماز پڑھتے ہو' عرض کیا جی ہاں پڑھتا ہوں' پوچھا بتلاؤ نماز میں کتنے واجبات اور کتنی سنتیں اور کتنے مستحبات ہیں' وزیر سوچنے لگا کیونکہ مسائل کس کو یاد تھے' عالمگیرؒ بہت خفا ہوئے کہ تم خاک نماز پڑھتے ہوگے جب تم کو مسائل بھی یاد نہیں' تم لوگوں سے اتنا نہیں ہوتا کہ ایک طالب علم سے نماز' روزہ کے مسائل بھی پڑھ لیا کرو' رات دن کمانے ہی کی فکر رہتی ہے' دین کا کچھ بھی خیال نہیں تم کیسے مسلمان ہو' تم کو شرم نہیں آتی۔ بس بادشاہ کی تو ایک بات ہوئی اور سب کے کان کھڑے ہوگئے وہاں سے اُٹھ کر جب لوگ اپنے گھر پہنچے تو سب نے مدرسہ میں پہلے آدمی بھیجا کہ فلاں نواب صاحب کو ایک طالب علم کی ضرورت ہے جو ان کو دو گھنٹہ دینیات کی تعلیم دے دیا کرے' وزیر سے لے کر ادنیٰ درباری تک سب کو مسائل کی فکر ہوگئی اور معقول تنخواہوں پر ایک ایک طالب علم ہر شخص کے یہاں مقرر ہوگیا۔ جدھر دیکھو طلباء کی پوچھ ہورہی ہے اور طلباء خوشحال ہوگئے اس زمانہ میں اہل علم کو سوال کی نوبت کم آتی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے صاحب حیثیت لوگ مدارس کی ضروریات کا خیال رکھیں اور حسب توفیق ان کی مالی امداد کرتے رہیں۔

آمدم برسر مطلب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ روزہ اور قرآن دونوں بندہ کے لیے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے اور پینے سے روکے رکھا' میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ! میں نے رات کو اس کو سونے سے روکے رکھا' میری شفاعت قبول

کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (احمد ابن ابی الدنیا، طبرانی)

قبر میں جب عذاب بائیں طرف سے بڑھتا ہے تو روزے اس کو روکنے کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں کیونکہ "اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ" روزہ ڈھال ہے اسی طرح قبر میں عذاب جب سرہانے کی طرف سے آنا چاہتا ہے تو قرآن اسے روکنے کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے جو اس کے دماغ میں محفوظ ہے۔

حقوق القرآن

حضرت عبیدہ ملیکیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اے قرآن والو! قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسا کرو جیسا کہ اس حق کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معانی سے تدبر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ دنیا طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کا بڑا اجر و بدلہ ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

صاحب احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہوکر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لیے پچاس نیکیاں اور جس شخص نے نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لیے پچیس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ پڑھنے والے کی طرف صرف کان لگا کر سنے اس کے لیے بھی ہر حرف کے بدلہ ایک نیکی۔ اس لیے ہمیشہ تلاوت کا معمول رکھنا چاہیے۔ آج کل بعض حفاظ حفظ کے بعد تلاوت کا عمل چھوڑ دیتے ہیں اور قرآن پاک بھول جاتے ہیں اس میں سخت وعید ہے۔ حفظ کے بعد تلاوت کا معمول ہمیشہ رکھنا ضروری ہے۔ آداب تلاوت بہت ہیں مگر طریق ذیل سب کا جامع ہے۔

(۱) جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے، وضو کرکے روبقبلہ اگر سہل ہو ورنہ جیسے موقع ہو خشوع کے ساتھ بیٹھے۔

(۲) یہ تصور کرے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ قرآن پڑھ کر سناؤ۔

(۳) یہ تصور کرے کہ اگر کوئی مخلوق مجھ سے ایسی فرمائشیں کرتی تو میں کیسا پڑھتا تو خدا تعالیٰ کی فرمائش کی تو زیادہ رعایت چاہیے اور اس کے بعد تلاوت شروع کرے۔ (اصلاح انقلاب اُمت ج۱ص:۵۳)

بعض لوگ گا گا کر پڑھتے ہیں اور بعض نے ایک اور طریق اختراع کیا ہے کہ ایک قاری ایک آیت پڑھتا ہے۔ دوسرا اس سے اگلی آیت اور تیسرا اس سے اگلی۔ واضح ہو کہ یہ سب ادب قرآن کا ضائع کرنا ہے۔ اس میں تغنی مذموم اور قطع کلمات و اختلال نظم یہ مفاسد علیحدہ رہے۔ (اصلاح انقلاب اُمت ج:۱ص:۵۲)

قرآن مجید کا ادب

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد ہے: "قرآن مجید (تلاوت کے قابل نہ رہنے کی صورت میں) کو پاک جگہ دفن کیا جائے مگر اس پر بغیر کسی حمائل کے مٹی نہ ڈالی جائے بلکہ جس طرح میت کی قبر میں تختے یا پتھر کی سلیں وغیرہ رکھ کر اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی تدفین میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے کیونکہ اس صورت میں ادب واحترام اور اعزاز واکرام زیادہ ہے۔

قرآن مجید کا بہت ہی ادب کرنا چاہیے۔

(۱) اس کی طرف پاؤں نہ کرو۔ (۲) اس کی طرف پیٹھ نہ کرو۔

(۳) اس سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو۔

(۴) اس کو زمین یا فرش پر مت رکھو بلکہ رحل یا تکیہ پر رکھو۔

(۵) اگر وہ پھٹ جائے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر یا پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑے دفن کر دو۔ (حیات المسلمین، ص:۱۱۶)

اوراق قرآن کہنہ جو نا قابل تلاوت ہو جاویں ان کو پاک پارچہ میں باندھ کر قبرستان کے کسی محفوظ جگہ میں دفن کر دینا مناسب ہے۔ اوراق کی تمزیق (چیرنا پھاڑنا) خلاف ادب و احترام ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۱۶)

(۶) قرآن پاک کا ضروری ادب یہ ہے کہ اس کو بلا وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ"

(۷) بعض لوگ قرآن مجید سے بچوں کے نام نکلواتے ہیں اور بعض اس سے فال نکالتے ہیں۔ یہ دونوں کام خلاف ادب ہیں۔ قرآن پاک اس مقصد کے لیے نازل نہیں ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے۔ (اصلاح انقلاب اُمت ج ۱، ص: ۵۵ تا ۵۷)

(۸) قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس موجودگی میں ہم بستری نہ کرے اور اگر ایسا کرنا چاہے تو قرآن مجید کو ڈھانپ لے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے: "وان لایجامع بحضرته فان اراد ستره"

حقوق تلاوت

تین قسم کے ہیں، ظاہر، باطن اور ابطن، سب سے مقدم ظاہری ہے اور سب سے مؤخر ابطن

حق ظاہری ترتیل ہے۔ جب قرآن مجید پڑھے باوضو ہو پاک کپڑا ہو جگہ پاک ہو وہاں بدبو نہ ہو قبلہ رو ہو تو بہتر ہے حرف صاف صاف پڑھے جب بالکل دل نہ لگے اس وقت موقوف کردے۔ پڑھتے وقت دل حاضر ہو۔ (فروع الایمان)

اگر قرآن شریف اچھی طرح نہ چلے گھبرا کر چھوڑو مت پڑھتے جاؤ ایسے شخص کو دہرا ثواب ملتا ہے اگر قرآن پڑھا ہوا تو اس کو ہمیشہ پڑھتے رہو ورنہ اس کو بھول جاؤ گے اور سخت گنہگار ہو گے۔ (تعلیم الدین)

اور حق باطنی معانی کا سمجھنا اور البطن عمل ہے۔ اب لوگ حق اول جو سب سے سہل ہے چھوڑ بیٹھے نفس کے اس کہنے سے کہ تم قرأت میں عاصم یا حفص تو نہیں ہو سکتے پھر سیکھنے سے کیا فائدہ۔ دوسرا حق تلاوت فہم معانی ہے جو محض ترجمہ دیکھنے سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

تیسرا حق تلاوت عمل ہے جو کہ واجب ہے اور یہ سب سے زیادہ مؤکد ہے اس کے ذریعہ علم کو اختیار کرو اور علم کو کسی طرح نہ چھوڑو حتیٰ کہ اول میں اگر علم کا عزم بھی دل میں اپناؤ تب بھی پڑھے جاؤ علم خود دل کو درست کردے گا۔ ہاں قصداً معاصی میں مت پڑو کہ اس سے نور علم مٹ جاتا ہے۔ غرض علم کے لیے کوشش کرو مال سے ہاتھ پاؤں سے اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو دعا ہی سے تمہارے طرف سے ارادے کی دیر ہے سب حقوق القرآن ادا ہو سکتے ہیں۔ تمت بالخیر۔ (وعظ حقوق القرآن)

آخر میں دعا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تلاوت قرآن کریم اور اس کے مطابق احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اتباع سنت کی توفیق دیں اور حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

توحید وتوکل

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

توحید کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تصرف حقیقی میں یکتا ہونے کو پیش نظر رکھے اور توکل کا یہ مطلب ہے کہ ماسوا اللہ سے نظر اٹھالے اور توکل اعتقادی یعنی اس کا عقیدہ رکھنا کہ خدا کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے۔ یہ تو سب پر فرض ہے لیکن اس سے آگے درجہ یعنی اس عقیدہ کے پختہ ہونے پر معاش وغیرہ کے اسباب ظنیہ کو ترک کردے۔ یہ قویُ القلب کے لئے بشرطیکہ کسی امر واجب میں خلل واقع نہ ہو اور توکل توحید کا ثمرہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے (قصہ ابراہیمؑ میں) ارشاد فرمایا تم نے خدا کو چھوڑا۔ تم جن کو پوجتے ہو وہ تم کو کچھ رزق دینے کا بھی اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ خدا ہی پر توکل کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

حدیث ۱: اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابن عباسؓ سے) ارشاد فرمایا ہے اے بچے خدا کو یاد رکھ تو اس کو اپنے سامنے پاوے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد مانگ اور جان لے اس بات کو کہ اگر تمام لوگ اس پر اتفاق کرلیں کہ تجھ کو کچھ نفع پہنچاویں تو ہرگز اس کے سوا کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے اور اگر تمام لوگ اس پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کچھ نقصان پہنچاویں تو ہرگز اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے۔ (تقدیر کے) قلم اٹھا دیئے گئے اور دفتر خشک ہوچکے (اب ان میں کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا) (احمد، ترمذی)

حدیث ۲: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن قوی، مومن ضعیف سے بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر اور (بھلائی) ہے جو چیز تم کو

نفع دے اس کی حرص کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو۔ اور اگر تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یوں مت کہا کر کہ اگر میں یوں کرتا تو یوں ہو جاتا و لیکن یوں کہا کر کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کیوں کہ ''اگر'' (یعنی یوں کہنا کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہو جاتا) شیطان کے کام کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر (ہوئی) ہے کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ متوکلین کو دوست رکھتا ہے۔

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کو وہی کافی ہو جاوے۔ وہ آیت یہ ہے: ومن یتق اللہ (لآیۃ) یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔ (احمد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

(ج) و نیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلا شبہ رزق انسان کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جیسا کہ اس کو اس کی اجل ڈھونڈھتی ہے۔ (ابونعیم)

محترم ومکرم حضرات آج خطبہ جمعہ کا موضوع توحید اور توکل کے بیان میں ہے۔ اولاً توحید کے بارے میں مزید کچھ آیات مبارکہ کا ترجمہ سن لیجئے۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) واللّٰہ خلقکم وما تعملون (الصٰفّٰت آیت ۹۶)

ترجمہ: حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو پیدا کیا۔''

(۲) وماتشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ رب العالمین. (التکویر آیت ۲۹)

ترجمہ: اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

(۳) یآیھا الناس اذکروا نعمة اللّٰہ علیکم ھل من خالق غیر اللّٰہ یرزقکم من السماء والارض ؕ لا الٰہ الا ھو ؗ فانّٰی تؤفکون.

ترجمہ: اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر (ہوئی) ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم کہاں الٹے جا رہے ہو۔''

ماہیت: یہ یقین کر لینا کہ بدوں ارادہ خداوندی کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ (تعلیم الدین ص ۶۵)
یعنی اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کچھ نہ ہونے کا یقین۔

کارساز ما بہ ساز د کار ما فکر ما در کار ما آزار ما

موّحد چہ برپائے ریزی زرش چہ شمشیر ہندی نہی برسرش
امیدو ہراسش نباشدز کس ہمیں است و بنیاد توحید بس

(ہمارے کارساز حقیقی ہمارے کام بناتے ہیں ہمارے کاموں میں ہماری سوچ و بچار ہماری اذیت کا امین ہے۔ اللہ کو ایک ماننے والے مؤمن کے قدموں میں اگر سونے کا خزانہ بچھا دیا جائے یا اس کے سر پر تلوار رکھ دی جائے امید اور خوف اس کو سوائے خدا کے کسی سے نہیں ہوتا توحید کی بنیاد بس اسی پر ہے۔)

غلبہ وحدت الوجود سے اصل مقصود صرف یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو مقصود نہ سمجھے۔ سو یہ بات بدوں غلبہ کے بھی حاصل ہوسکتی ہے جیسا کہ ائمہ مجتہدین وغیرہ کو حاصل تھی۔ یہ ضرور ہے کہ اگر غیر حق کے وجود سے بھی قطع نظر ہو جائے گی تو یہ مقصود سہولت سے حاصل ہو جائے گا۔ یہ بات کہ توحید وجودی توحید مطلوب کا کوئی درجہ نہیں آج ۶۵ سال کے بعد معلوم ہوئی ورنہ اب تک میں بھی اس کو توحید کی ایک قسم سمجھتا تھا۔ آج غلطی منکشف ہوئی جس پر میں بے حد مسرور رہوں۔ (ارضاء الحق حصہ دوم ۶۲)

تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
کون ومکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اس برتر وبالا ہستی کے بارے میں عارف شیرازی نے خوب کہا ہے: ؎

اے برتر از خیال وقیاس وگماں وہم وز ہر چہ گفتہ اند شنیدم و ماندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ماہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

(اے وہ ذات عالی جو ہمارے خیال، قیاس، گمان وہم سے بلند ہے اور ہر چیز سے جسے ہم بولتے سنتے پڑھتے ہیں، ہم نے تمام دفتر پوری عمر میں چھان مارا لیکن جس طرح ہم پر پہلے وصف اول میں تھے اب بھی وہی ہیں۔)

تو پوچھا کہ کیا معاملہ ہوا؟ تو فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے بال بال مغفرت فرمادی۔ مرنے کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا گیا تو ارشاد ہوا بایزیدؒ دنیا سے کیا لائے؟ مجھے اپنے اعمال تو حق شانہٗ کے سامنے ہیچ نظر آئے عرض کیا تیری توحید پر پختہ

ایمان ویقین لایا ہوں۔'' ارشاد ہوا کیا لیلۃ اللبن والا واقعہ یاد نہیں: ؎

مغرور مشو کہ توحید خدا واحد دیدن بود نہ کہ واحد گفتن

(مغرور نہ ہو توحید خدا اللہ کو ایک دیکھنا ہے نہ کہ ایک کہنا)

توحید کی حقیقت عملی

حضرت شاہ غوث علی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر سکرات کے وقت یہ شعر جاری تھا: ؎

چیست توحید آنکہ از غیر خدا فرد آئی در خلا و در ملا

(توحید یہ ہے کہ خلوت اور جلوت میں غیر اللہ سے تعلقات قطع کریں)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ توحید صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے اللہ کے ایک ہونے کا اقرار لیا بلکہ عملی زندگی پر اس کا یہ اثر ہونا چاہیے کہ جلوت وخلوت میں صرف ایک اللہ ہی سے واسطہ اسی سے تعلق اسی سے امید وبیم رہے۔'' (مجالس حکیم الامت ص ۱۸۶)

اقسام شرک

قال اللّٰہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی و نصلہ جھنم و سآء ت مصیرا ☆ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء ؕ ومن یشرک باللّٰہ فقد ضل ضللاً بعیدا ☆ ان یدعون من دونہ الا انا ثا ج وان یدعون الا شیطنا مریدا ☆ لعنہ اللّٰہ وقال لا تخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولا ضلنھم ولا منینھم ولامرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولا مرنھم فلیغیرن خلق اللّٰہ ؕ ومن یتخذ الشیطن ولیامن دون اللّٰہ فقد خسر خسرانا مبینا ☆ ط یعدھم ویمنیھم وما یعدھم الشیطن الا غرورا ☆ (النساء آیت ۱۱۵ تا ۱۲۰)

اور جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہولیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی

گمراہی میں جا پڑا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ چار پایوں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنالے گا وہ صریح نقصان میں ہوگا۔ شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور ان کو ہوسیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

ان آیتوں سے بدعت اور شرک اور رسوم جہل واطاعت وموافقت شیطان کی برائی صاف صاف معلوم ہوئی، چونکہ ان امور کے ارتکاب سے توحید ورسالت کے عقیدہ میں خلل اور ایمان میں ظلمت وکدورت آجاتی ہے اس لئے بعد ذکر عقائد اسلام کے مناسب ہوا کہ بعضے برے عقیدے اور بری رسمیں اور بعضے بڑے بڑے گناہ جو بکثرت رائج ہیں۔ بیان کئے جاویں تاکہ لوگ آگاہ ہوکر ان سے بچیں ان میں بعضی باتیں بالکل کفر وشرک ہیں، بعضی قریب کفر وشرک کے، بعضی بدعت وضلالت، بعضی مکروہ ومعصیت غرض سب سے بچنا ضروری ہے۔ پھر جب ان چیزوں کا بیان ہو چکے گا جن سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے اس کے بعد ایمان کے شعبوں کا اجمالاً ذکر ہوگا کیونکہ ان سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر گناہوں سے دنیا کا نقصان اور طاعات سے جو دنیا کا نفع ہوتا ہے اس کا اجمالاً ذکر کریں گے کہ دنیا کے نفع ونقصان کا لوگ زیادہ لحاظ کرتے ہیں، شاید اسی خیال سے کچھ عمل کی توفیق اور گناہ سے پرہیز ہو۔ چونکہ سب دلائل لکھنے کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہ تھی۔ اس لئے شہرت پر قلم انداز ہوئے۔

اشراک فی العلم

کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ اعتقاد کرنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر ہے۔ نجومی پنڈت سے غیب کی خبریں دریافت کرنا یا کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا یا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔

اشراک فی التصرف

کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا، کسی سے مرادیں مانگنا، روزی اولاد مانگنا۔

اشراک فی العبادۃ

کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا، چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، خدا کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے قول یا رسم کو ترجیح دینا، کسی کے روبرو جھکنا یا تقش دیوار کی طرح کھڑا رہنا چھڑیں نکالنا، تعزیہ علم وغیرہ رکھنا، توپ پر بکرا چڑھانا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، کسی کی دہائی دینا، کسی جگہ کعبے کا سا ادب وعظمت کرنا۔

اشراک فی العادۃ

کسی کے نام پر بچے کے کان ناک چھیدنا، بالی پہنانا، کسی کے نام کا پیسہ بازو پر باندھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا، سہرا باندھنا، چوٹی رکھنا، بدھی پہنانا، فقیر بنانا، علی بخش اور حسین بخش وغیرہ نام رکھنا، کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا، کسی جانور پر کسی کا نام لگا کر ان کا ادب کرنا، محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا، لال کپڑا نہ پہننا، بی بی کی صحنک مردوں کو نہ کھانے دینا، عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا، اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا، نجومی رمال یا جس پر جن چڑھا ہو اس سے کچھ باتیں پوشیدہ پوچھنا، شگون لینا، کسی مہینے کو منحوس سمجھنا، کسی بزرگ کا نام بطور وظیفے کے جپنا، یوں کہنا کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا یا یہ کہیں کہ اوپر خدا نیچے تم، کسی کے نام کی قسم کھانا، کسی کو شہنشاہ یا خداوند خدایگاں کہنا، تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لئے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا۔ (تعلیم الدین ملحقہ اصلاحی نصاب ص ۴۷۵ تا ۴۷۶)

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے　　یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

طریق تحصیل: مخلوق کی عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۳)

اب دوسرا موضوع توکل کا بیان شروع کرتا ہوں۔

توکل کرنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

۱- فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین. (آل عمران)

ترجمہ: پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانب رائے پختہ کرلیں تو خدا تعالیٰ پر اعتماد کرکے اس کام کو کر ڈالا کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے (جو خدا تعالیٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں۔

ف: اس سے بڑھ کر اور کیا دولت ہوگی کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس شخص سے خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس شخص سے خدا تعالیٰ کو محبت ہو اس کی فلاح میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ تدبیر کا بھی حکم ہے۔ کیونکہ مشورہ تو تدبیر ہی کے لئے ہوتا ہے البتہ تدبیر پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے بلکہ تدبیر کر کے خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

۲- ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ. (الطلاق)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام بنانے کے لئے کافی ہے۔ (اور یہ کام بنانا عام ہے، ظاہراً ہو یا صرف باطناً)

ف: دیکھئے توکل پر کیسا عجیب وعدہ فرمایا ہے اور اصطلاح باطناً اس وقت تو معلوم نہیں ہوتی مگر بہت جلد سمجھ میں آجاتی ہے۔

۳- قل لن یصیبنآ الا ماکتب اللّٰہ لنا ج ھو مولٰنا ج و علی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون . قل ھل تربصون بنآ الآ احدی الحسنیین. (التوبہ آیت ۵۱،۵۲)

آپ فرمادیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑسکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے۔ وہ ہمارا مالک ہے (پس مالک حقیقی جو تجویز کرے بندے کو اس پر راضی رہنا واجب ہے اور ہماری کیا تخصیص ہے) اللہ کے تو سب مسلمانوں کو سب کام سپرد رکھنے چاہئیں (دوسری بات یہ) فرمادیجئے کہ ہمارے لئے اچھی حالت بہتر ہے ایسے ہی سختی کی حالت باعتبار انجام کے بہتر ہے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں پس تم ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر رہو۔

ف: اس سے ثابت ہوا کہ توکل کا اثر یہ ہے کہ اگر اس کو ناگواری بھی پیش آئے تو اس سے بھی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ اس کو بھی بہتری سمجھتے ہیں کہ اگر دنیا میں بھی اس کا ظہور نہ ہو تو آخرت میں ضرور ہوگا جو ہمارا اصلی گھر ہے اور وہی بھلائی ہمیشہ کام آنے والی ہے۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"اور جب مانگو کچھ تو اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ سے"

: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا دل (تعلقات کے) ہر میدان میں شاخ شاخ رہتا ہے۔ سو جس نے اپنے دل کو ہر شاخ کے پیچھے ڈال دیا اللہ تعالیٰ پرواہ بھی نہیں کرتا خواہ کسی میدان میں ہلاک ہو

جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب شاخوں میں اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے (یعنی اس کو پریشانی اور مشکلیں نہیں ہوتیں۔" (رواہ ابن ماجہ)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ اونٹ کو باندھ کر توکل کر۔" (ترمذی)

ف: یعنی توکل میں تدبیر کی ممانعت نہیں، ہاتھ سے تدبیر کرے دل سے اللہ پر توکل کرے اور تدبیر پر بھروسہ نہ کرے۔ (حیوۃ المسلمین)

توکل کی حقیقت

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا (تعلیم الدین ص ۱۱۳) توکل کی حقیقت وہی ہے جو توکیل یعنی وکیل بنانے کی ہے۔ وکیل بنانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسروں کو سپرد کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بتلانے کے موافق کرتا رہے لہٰذا بس توکل یہی ہے کہ خدا کے سپرد کام کر کے تدبیر کریں اور جو وہ بتلائیں کرتے جائیں یعنی شریعت کے اصول کو پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں۔ (شریعت وتصوف ص ۱۷۲، ۱۷۳)

اس بات کا اعتقاد ہر مسلمان کو ہے جو کچھ عالم میں ہوتا ہے سب مؤثر حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہوتا ہے اور اسباب کا تعلق مسببات سے محض ظاہری تعلق ہے۔

اعتقادًا سب مسلمان متوکل ہیں

کوئی بھی مسلمان اس اعتقاد سے خالی نہیں ہے اور اگر خالی ہو تو وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔ متوکلین کی حالتِ باعتبار توکل کے تمام احوال میں یکساں نہیں دیکھی جاتی، حالانکہ توکل کا اقتضاء تو یہ ہے کہ تمام احوال میں حق تعالیٰ پر یکساں نظر ہو لیکن ان کے مختلف احوال میں بڑا فرق دیکھا جاتا ہے اور اس میں فرق کا احساس خود ان کو بھی نہیں ہوتا اور وہ فرق یہ ہے کہ اسباب کے ترک میں جتنی ان کی نظر حق تعالیٰ پر ہے۔

اسباب اختیار کرنے کے باوجود تمام احوال میں نظر حق تعالیٰ کی طرف ہونا چاہیے

اس قدر اسباب کے اختیار کرنے کی صورت میں تفویض الی الحق یکساں ہونا چاہیے کیونکہ جب توکل کی حقیقت تفویض الی الحق ہے تو وہ اختیار اسباب اور عدم اختیار اسباب دونوں یکساں ظاہر ہونا چاہیے۔ (التوکل ص ۳۰)

مشورے کے بعد حاکم کو توکل کرنا چاہیے

مشورے کے بعد حاکم کی رائے جس طرح قائم ہو جائے اس کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا چاہیے اور خدا پر نظر رکھنی چاہیے۔ وہ ایک آدمی کی رائے پر غالب کر سکتے ہیں۔ (انفاس عیسیٰ)

توکل اور تفویض کا فرق

توکل: بعض کے لئے تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے کہ تدبیر غیر مباح کو اور انہاک فی التدابیر المباح کو ترک کر دے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو، یا واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو، جیسے غیر اختیاری مصائب، تو حق تعالیٰ شانہ پر اعتراض نہ کرے۔ حقیقت تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ علیا کا اثر رضا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۲ص ۴۸۵)

اسباب کے ترک کا سوال توکل کی خامی کی دلیل ہے

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت! میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں! حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: ابھی تو پوچھ ہی رہے ہو، پوچھنا دلیل تردد کی ہے اور تردد دلیل کی خامی کی ہے اور خامی میں نوکری چھوڑنا مناسب نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۸، معارف امدادیہ ص ۴۰)

توکل کے ساتھ دعا کا جمع کرنا کمال ہے

جو بندہ حق تعالیٰ کی حکمت کو سمجھ گیا اور اس کے حکیم ہونے کا اسے یقین کامل ہو گیا اس نے سب کاموں کو خدا پر چھوڑ دیا۔ اسی حال کا مبالغہ ہے کہ بعض بزرگوں نے دعا بھی چھوڑ دی لیکن سنت یہی ہے کہ حال تو وہی ہو اور پھر دعا کرے۔ ہے بڑا مشکل کام دونوں کو جمع کرنا لیکن کمال یہی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۴۹)

طریق تحصیل: حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایتوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کو یاد کرنا اور سوچنا۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۳)

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

محبت‘شوق‘انس ورضا

حکیم الامت مجددالملت تھانوی رحمہ اللہ

محبت کے معنی تو ظاہر ہیں کہ دل کا مائل ہونا ہے اور شوق وانس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی چیز ایک درجہ میں غائب ہو اور ایک درجہ میں حاضر ہو تو جس وقت غائب کی طرف خیال کر کے طلب غالب ہو جاوے تو وہ شوق ہوا اور جس وقت حاضر کی طرف خیال کر کے خوشی غالب ہو جائے اس کو اُنس کہتے ہیں اور رضا کے معنی یہ ہیں کہ قضا وقدر پر اعتراض کو ترک کر دے پھر اس میں دو درجے ہیں ایک یہ کہ تکلیف کا احساس بھی نہ رہے یہ رضائے طبعی ہے اور دوسرا یہ کہ احساس تکلیف اور رنج کا باقی رہے یہ رضائے عقلی ہے اور مامور بہ یہی ہے اور پہلا درجہ اسی پر مداومت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہ‘ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ‘ نے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شب وروز اس کی تسبیح کرتے ہیں اکتاتے نہیں۔

ف: اور عادتاً ایسا حال بدون شوق کے نہیں ہوسکتا۔۱۲۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

ف: اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انس حاصل شدہ نعمت پر خوشی کو کہتے ہیں پس اس آیت سے اس کا مامور بہ ہونا ثابت ہو گیا۔

تنبیہ: ایک ضروری امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ خوشی کو حد سے نہ بڑھنے دے اور بجائے شکر کے لڑائی نہ کرنے لگے ورنہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ۔ کا مصداق بن جاوے گا ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

حدیث ۱: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھے محبوب رکھتا ہو اور وہ عمل مانگتا ہوں جو

تیری محبت تک پہنچادے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی محبت کو میری جان اور مال اور اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔ (ترمذی)

حدیث ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے اللہ میں تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈا عیش مانگتا ہوں اور تیرے دیدار کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔ (نسائی)

حدیث ۳: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی جماعت اس حال میں نہیں بیٹھتی کہ اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (مقرب فرشتوں) سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں (مسلم) اور سکینہ یعنی خوشی ہی کا نام انس ہے جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا ہے۔

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں ان سے ایسے محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے (رکھنا ضروری) ہے اور جو مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ سے بہت ہی محبت ہے اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم لوگ جب کسی مصیبت کو دیکھتے تو سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت (وقدرت) اللہ ہی کو ہے اور بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اضافہ: اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے خدا اس کے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور جو رضائے خداوندی کو ناپسند کرتا ہے خدا اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

معززین سامعین! آج کا خطبہ جمعہ چار موضوع محبت، شوق اور انس ورضا کے بیان سے متعلق ہے۔

محبت

۱- والذین امنوا اشد حبا للّٰہ. (البقرۃ آیت: ۱۶۵)

"اور جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔"

ف-۱: اس میں دلالت ہے کہ مطلق محبت غیر اللہ کی محبت الٰہیہ کے منافی نہیں۔ (جیسا کہ لفظ اشد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درجہ میں دوسرے کی محبت ہے) (مسائل السلوک بیان القرآن ص ۵۱)

۲- اس آیت کی رو سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے ساتھ اس کو شدت بھی ہر

مومن میں پائی جاتی ہے۔ ضعف محبت کسی مسلمان میں پایا نہیں جاتا اور نہ پایا جاسکتا ہے کیونکہ شدت محبت کی نفی سے ایمان کی بھی نفی ہو جائے گی تو اس اعتبار سے مراتب کا اختلاف شدت بلکہ اشدیت ہی میں رہا کہ کسی کو اشد محبت ہے اور کسی کو اشد سے بھی اشد۔

اگر محبت کی بالکل نفی کی جائے گی تو اس کے ساتھ ایمان کی بھی نفی کرنی پڑے گی)

۲- یآ یھا الذین امنوا من یرتدمنکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ. (المائدہ آیت ۵۴)

''اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔''

ف: آیت مذکورہ میں نہایت عظیم الشان اور قابل اعتبار قوم کی جو پہلی صفت بیان کی گئی کہ خدا کو ان سے محبت ہوگی اور ان کو خدا تعالیٰ سے۔ اس سے صفت محبت کا سب سے زیادہ مہتم بالشان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں محبت ہی اساس ہے راس ہے جڑ ہے اصل اور بنیاد ہے۔ جب یہ بات ہے تو اے صاحبو! آپ نے کیا کوشش کی اپنے اندر محبت پیدا کرنے کی۔ (طریق القلندر ص ۴۲)

احادیث مبارکہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''جو شخص دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو، دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو۔ اور جو شخص اللہ شانہٗ کی ملاقات کو برا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو برا سمجھتے ہیں۔'' (متفق علیہ)

''اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھے محبوب رکھتا ہو اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچادے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی محبت کو میری جان اور مال اور اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔ (رواہ الترمذی)

''اے اللہ میرے لئے اپنی محبت کو تمام چیزوں کی محبت سے مرغوب تر کردیجئے اور ڈر کر میرے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ خوفناک دیجئے اور اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی تمام حاجتیں مجھ سے قطع کردیجئے اور جبکہ آپ نے اہل دنیا کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کی ہیں تو میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی کردیجئے۔ (الحزب الاعظم، ملا قاریؒ)

ماہیت: طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۴)

مستحق محبت صرف حق سبحانہٗ کی ہی ذات ہے

در حقیقت خدا تعالیٰ ہی مستحق محبت ہیں اور یہ ایسی ظاہر بات ہے کہ شریعت کے علاوہ عقل بھی اس کا فتویٰ دیتی ہے اس لئے کہ محبت کے تین سبب ہوا کرتے ہیں یا تو یہ کوئی شخص ہم پر احسان کرتا ہو اور اس کے احسان کی وجہ سے ہم کو اس سے محبت ہو اور اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف میلان خاطر ہو یا یہ کہ اس میں کوئی کمال سمجھا جاتا ہو اور وہ کمال باعث محبت ہو جیسے حاتم طائی سے اس کی سخاوت کے سبب اور رستم سے اس کی قوت کے سبب یا کسی عالم فاضل سے اس کے علم و فضل کے سبب محبت ہوتی ہے۔ اب غور کیجئے کہ ان تینوں وجوہ محبت میں سے کوئی ان کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ سب اس مخلوق و مملوک محتاج ہیں جمال ان کا اس حد تک ہے کہ کسی کو حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔ انہی کے حسن و جمال کے فیض سے حسین و جمیل بنے بیٹھے ہیں۔

چہ باشد آں نگار خود کہ بندایں نگا رہا

(وہ حسین خود کیسا ہوگا جس کے پیدا کئے ہوئے نقش و بندھن کتنے حسین ہیں)

علیٰ ہذا صاحب کمال اتنے ہیں کہ علم کامل انہی کو ہے۔ نیز ہر صفت کمال علیٰ وجہ الکمال ان ہی میں پائی جاتی ہے تو انعام و نوال اور حسن و جمال اور فضل و کمال ہر طرح سے عقلاً و نقلاً ان ہی میں ہے پس وہی مستحق محبت ہے۔ (آثار الحبت ص ۲۰، ۲۱)

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت عقلی ضرور ہونا چاہیے

محبت کی دو قسمیں ہیں محبت طبعی (۱) اور محبت عقلی (۲)۔ محبت طبعی اختیاری نہیں اس کا حدوث و بقاء بالکل غیر اختیاری ہے اور امر غیر اختیاری پر بعض اوقات دوام نہیں ہوتا بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا حدوث و بقاء اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے اس لئے محبت عقلی افضل و راجح ہے۔ محبت طبعی کا منشاء جوش طبیعت ہے اور جوش ہمیشہ نہیں رہا کرتا۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ جس محبت کا امر ہے وہ حب عقلی ہے نہ کہ طبعی۔ اس لئے نصوص میں جب طبعی عشق کا عنوان کہیں مذکور نہیں بلکہ جا بجا حب کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حب طبعی مطلوب نہیں، بالکل حب عقلی مطلوب ہے۔ (اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کے بارے میں سوچے جن میں سے چند سابقہ سرخی میں ذکر ہوئے اور چونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے حب عقلی نہیں ہو سکتی اور چونکہ محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے اس لئے اس کی محبت بھی ختم نہ ہوگی ہمیشہ باقی رہے گی۔)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حب عقلی والوں (یعنی کاملین) میں حب طبعی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ غلبہ حب عقلی کو ہوتا ہے باقی جن پر حب عقلی کا غلبہ ہوتا ہے بعض اوقات ان میں محبت طبعیہ بھی اوروں سے زیادہ ہوتی ہے مگر حب عقلی غالب ہونے سے جوش دبا رہتا ہے بہر حال کاملین تو حب عقلی اور طبعی دونوں کے جامع ہوتے ہیں مگر ان میں غلبہ حب عقلی کو ہوتا ہے اور یہ گو کمال نہیں مگر محمود ضرور ہے اور جو دونوں سے کورا ہے وہ خطرہ میں ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت عقلی فرض ہے

طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو (اسے محبت کہتے ہیں) یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔ محبت کا یہ درجہ طبعی ہے اور غیر مامور بہ ہے مگر نعمت ہے اور وہبی ہے پھر اس میلان کے آثار میں سے رضا محبوب کو رضائے غیر محبوب پر ترجیح دینا ہے اور یہ محبت عقلی ہے جو فرض اور واجب ہے۔ پھر اس ترجیح کے باعتبار محل اقسام ہیں چنانچہ ایک قسم ایمان کو کفر پر ترجیح دینا ہے اور یہ محبت کا ادنیٰ درجہ ہے بدوں اس کے بندہ مؤمن نہیں ہے اور دوسرے اقسام میں دوسرے احکام کو غیر احکام پر ترجیح دینا ہے اور احکام کے درجات کے اعتبار سے اس کے درجات ہیں کوئی اوسط اور کوئی واجب کوئی اعلیٰ و مستحب۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۱، بصائر حکیم الامت ص ۳۴۶)

محبت کے بغیر اعمال کم جان ہیں

محبت کی مثال بھاپ کی سی ہو سکتی ہے دیکھو گاڑی دھکیلنے سے بھی چل سکتی ہے لیکن اس کی رفتار برائے نام ہوگی اور انجن میں آگ سلگا کر بھاپ تیار کی جائے تو یہی ریل گاڑی پہلے سے کئی گنا زیادہ فاصلہ چند منٹوں میں طے کر لے گی۔

اسی طرح اعمال صالحہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تقویٰ اور طہارت کی مثال بدوں محبت حق شانہٗ کے ہے یعنی ہر عمل بے روح یعنی کم جان ہے گو بالکل بے جان نہیں۔ اس کی رفتار ایسی ہے جیسے ٹھیلہ کی۔ ٹھیلہ دھکیلنے کے لئے اول تو نیچے اترنا پڑتا ہے اور پھر بہت زور لگانا پڑتا ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایک انجن گاڑی اس شخص کو دی جس کی کلیں بہت اچھی اچھی ہیں بھاپ بنانے کے لئے سب سامان دیا، کوئلہ بھی پانی بھی، دیا سلائی بھی۔ مگر آگ سلگائے کون اور بھاپ بنائے کون اس کی سستی کی وجہ سے ہاتھ پاؤں کو حرکت دینا گراں ہو رہا ہے۔ (یہاں بھی اعمال صالحہ کے ساتھ محبت حق شانہٗ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔)

صنما رہ قلندر سزد ار بمن نمائی — کہ دراز و دور دیدم رہ ورسم و پارسائی

(طریق زہد خشک بہت دور دراز کا راستہ ہے تجھے تو آپ طریق عشق میں چلایئے)

''پس قلندر وہ ہے جس میں عمل اور محبت دونوں جمع ہوں اور جس کی یہ شان ہو۔

بر کف جام شریعت بر کف سنداں عشق ہر ہوسنا کے نداند جام سنداں باختن

(ایک ہاتھ میں پیمانہ شریعت، دوسرے ہاتھ میں عشق ومعرفت کی)

شیطان کی گمراہی کا سبب

بقول محققین، شیطان اس لئے گمراہ ہوا کہ اس کو حق تعالیٰ سے ضابطہ کا تعلق تھا۔ محبت وعشق نہ تھا اور ملائکہ میں عشق ومحبت کا اثر موجود تھا اس لئے حکم کے ساتھ ہی فوراً سجدہ میں گر پڑے۔

اور شیطان نے سجدہ نہ کیا۔

گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے سے اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

محبت دافع وسوسہ ہے

حضرت محبت وعشق وہ چیز ہے کہ جب یہ دل میں گھس جاتی ہے تو پھر محبوب کے کسی قول و فعل میں کوئی شبہ اور وسوسہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۳۱)

محبت کا مقتضا رضا وتفویض ہے

محبت کا مقتضاء یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سارے تصرفات پر راضی رہے، اپنی ساری تجویزوں کو فنا کردے، دل لگنے نہ لگنے کا طالب نہ ہو لذت وذوق کی ہوس نہ کرے بلکہ کام میں لگا رہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۳۲)

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت رکھنے کا طریقہ

سب سے پہلے اس کام کی پختہ نیت کرلیں کہ جیسے ہو خدا تعالیٰ کی محبت کرنی چاہیے۔ اس کے بعد گزشتہ گناہوں سے توبہ کیجئے اور آئندہ کے لئے اہتمام کرکے گناہوں کو چھوڑ دو۔ اول اول ضرور تکلیف ہوگی مگر انشاء اللہ پھر مدد ہوگی اور کام آسان ہو جائے گا۔ اس کو قرب میں بڑا دخل ہے دوسرے کسی اللہ والے سے تعلق رکھو۔ اس سے امراض قلبی کا علاج کراؤ اور اگر وہ بیعت کرلے تو بیعت بھی ہو جاؤ۔ تیسرے یہ کہ تھوڑا سا وقت ذکر کے لئے معین کرلو چاہے پندرہ منٹ ہی ہوں اور ذکر اس نیت سے کرو کہ دل میں محبت خداوندی پیدا ہو جائے۔ (وحدت الحب ص ۳۶)

۴- کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو اور پھر اپنے برتاؤ پر غور کیا کرو کہ ان انعامات پر خدا تعالیٰ کے ساتھ ہم کیا معاملہ کر رہے ہیں۔ ان کی نعمتیں اور احسانات یاد کرنے سے بھی محبت پیدا ہوگی۔

۵- خدا تعالیٰ سے محبت بڑھنے کیلئے دعا کیا کرو۔ (آثار المحبت ص ۲۳، ۲۴)

۶- اعمال صالحہ کو صرف عادت جان کر نہ کرو بلکہ اس نیت سے کرو کہ اللہ سے آپ کی محبت پیدا ہو جائے۔ سو اس نیت سے عمل کرو پھر دیکھو انشاء اللہ کیسا اثر ہوتا ہے۔ (طریق القلندر ص ۳۱)

غرض اوراد، اذکار، نماز، تلاوت وغیرہ جو نیک عمل کرے اسی نیت سے کرے کہ حق تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور اس کی رضا حاصل ہو۔ خلاصہ اعمال صالحہ کو خالی الذہن ہو کر بطور عادت کے نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اس کو بعد فراغ محفوظ رکھنے کا برابر خیال رکھے۔ ذہن اور دھیان کی اس طریق میں سخت ضرورت ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲، ص ۵۶۶)

۷- دنیا کے علائق کو قطع کرنا یعنی غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالنا کیونکہ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں۔ (تعلیم الدین) دنیا کی محبت ٹھکرا دے اللہ کی محبت لازم ہے۔

۸- اللہ تعالیٰ کے کمالات اور اوصاف کو سوچنے سے دل میں ان سے محبت ہوگی۔

۹- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ہر اہتمام کرے اللہ سے محبت قائم ہو جائے گی۔

قولہٗ تعالیٰ: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ.

یا اللہ ہم سب کو اپنی ذات عالی سے محبت نصیب فرما۔ آمین!

یارب ایں قطرہ ایست محبت کہ من ازاں ... یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

(یا اللہ یہ محبت کا ایک قطرہ ایسا ہے کہ میں نے اسکے پانی کا ایک قطرہ پیا اور دریا کے برابر رویا)

شوق

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

۱- **من کان یرجوا لقآء اللہ فان اجل اللہ لاٰت** (العنکبوت: ۵)

''یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو اللہ کی مدت یعنی موت آنے والی ہے۔''

ف: اس میں اہل شوق کی تسلی ہے۔ **کما قال ابو عثمان الخیر قشیریہ۔** (تعلیم الدین ص ۲۶)

۲- **یسبحون اللیل والنهار لا یفترون.**

''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ) وہ شب وروز اس کی تسبیح کرتے ہیں اکتاتے نہیں۔

ف: اور عادتاً ایسا حال بدوں شوق کے نہیں ہوسکتا۔ (خطبات الاحکام ص ۱۴۱)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱-واسئالک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک.

''مانگتا ہوں تجھ سے زیارت تیرے وجہہ مبارک کی اور شوق تیری ملاقات کا۔ (نسائی)

۲-لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل به. (متفق علیه)

''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کسی تکلیف کے سبب جو اس پر نازل ہو۔

ف: یہ قید لضر اس پر دال ہے کہ شوق الی لقاء اللہ کے سبب جو موت کی تمنا ہو اس کی ممانعت نہیں اور یہ بے شمار بزرگوں سے منقول ہے۔ (التشرف بمعرفت احادیث التصوف)

چنانچہ عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں:

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم راحت جاں طلبم و زپے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے تا درمیکدہ شاداں وغزل خواں بروم

(وہ دن بہت اچھا ہوگا کہ اس ویرانہ مکان (دنیا) سے جاؤں، جان کو آرام مل جائے اور محبوب کے دیدار کے لئے چلا جاؤں میں نے نذر کی ہے کہ اگر یہ دن نصیب ہو جائے تو خوش وخرم اور غزل پڑھتا ہوا جاؤں)

اسی طرح ایک بزرگ نے وصیت کی کہ میرے جنازے کے ساتھ ایک شخص خوش الحانی کے ساتھ یہ شعر پڑھتا ہوا جائے:

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو شیئا للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بردست وبر بازوئے تو

(خیر الحیات وخیر الممات ص ۵۸، ۵۹)

(آپ کے دربار میں مفلس ہوکر آئے ہیں اپنے جمال کے صدقے کچھ عنایت کیجئے ہماری زنبیل کی طرف ہاتھ بڑھایئے آپ کے دست وبازو پر آفریں ہے)

۳-اللّٰھم انی اسئلک شوقاً الی لقآئک فی غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة.

(یعنی اے اللہ مجھے ایسا شوق عطا ہو جس میں مصیبت آزار دینے والی اور بلا گمراہ کرنے والی نہ ہو)

ف: اس میں دو قیدیں ہیں کہ اے اللہ مجھے ایسا شوق عطا ہو جس میں ضراء مضرہ نہ ہو یعنی ضرر ظاہری اور فتنہ مضلہ نہ ہو یعنی ضرر باطنی کیونکہ غلبہ شوق میں کبھی جسم کو بھی ضرر پہنچ جاتا ہے کہ شوق میں بے چین ہو کر گھلنے لگتا ہے اور باطنی ضرر بھی ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ حد ادب سے نکل جاتے ہیں جیسے غلبہ شوق میں بعض عشاق محبوب کے پیروں میں گر پڑتے ہیں اور اس کی ٹانگ کھینچ لیتے ہیں بعضے زبردستی اس کا ہاتھ کھینچ لیتے اور چومتے ہیں بعض دفعہ کسی قابل نہ ہو چند حالات و کیفیات عطا ہونے سے اپنے کو کامل سمجھنے لگتے ہیں۔ (استقامت ص ۱۰، ۱۱)

ماہیت: جس محبوب کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اس کو بکمالہٖ جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا شوق کہلاتا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۴)

ابتداء میں محبت شوق کے رنگ میں ہوتی ہے اور آخر میں انس کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

اس وقت وہ کیفیتیں نہیں رہتیں جو شوق کے وقت ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً بات بات پر رونا اور استغراق کا غلبہ ہونا وغیرہ مگر لوگ انہیں آثار کو مقصود سمجھتے ہیں اور انس کی حالت میں جب یہ آثار کم ہو جاتے ہیں تو پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں حالانکہ یہ مقصود نہیں کہ ہر وقت شوق غالب رہے اور تقاضا طبعی مرغوبات نفسانیہ کا کبھی نہ ہو، نہ یہ مقصود ہے کہ دل میں حرکت پیدا کی جائے۔ (شریعت و تصوف ص ۱۶۵)

طریق تحصیل

محبت کا پیدا کر لینا کیونکہ محبت کے لئے شوق لازم ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۴) اور حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کا طریقہ یہ ہے (۱) اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں۔ (۲) حق تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات یاد کیا کریں۔ (۳) تھوڑی دیر ذکر کر لیا کریں (اگر ذکر خلوص سے کریں تو پھر کیا کہنا لیکن اگر خلوص نہ ہو تو پھر فلوس بھی نہ ہو)۔ (خیر الحیات و خیر الممات ص ۶۷، ۷۹)

انس

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

۱ - **هو الذ انزل السكينة فى قلوب المؤمنين.** (سورة الفتح آیت ۴)

"وہ اللہ ایسا ہے کہ اتار اتسکین اور اطمینان کو مؤمنین کے دلوں میں"

ف: انس سکینہ کی اقسام میں سے ہے۔

۲-قل بفضل اللّٰہ و برحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔ (سورۃ یونس آیت ۵۸)

"آپ کہہ دیجئے لوگوں کو کہ خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

ف: انس حاصل شدہ نعمت پر خوشی کو کہتے ہیں۔ پس اس آیت سے اس کا مامور بہ ہونا ثابت ہو گیا۔ تنبیہ: ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ خوشی کو حد سے نہ بڑھنے دے اور بجائے شکر کے اکڑ نہ کرنے لگے ورنہ ان اللّٰہ لا یحب الفرحین۔ (القصص آیت ۷۶)

بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتے کا مصداق بن جائیگا۔ (خطبات الاحکام)

ماہیت: جو چیز من وجہ ظاہر و معلوم ہو اور من وجہ مخفی و مجہول ہو۔ اگر وہ وجود مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اس کے ادراک کی خواہش ہو اس کو شوق کہتے ہیں اور اگر وجوہ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر فرح و سرور ہو اس کو انس کہتے ہیں۔ یہ فرحت کبھی یہاں تک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب کے صفات جلال پیش نظر نہیں رہتے اور اس وجہ سے اس کے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے لگتی ہے۔ اس کو انبساط اور ادلال کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے۔ اس کی تحصیل کے لئے کوئی جداگانہ طریق نہیں ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۵)

انس من جملہ احوال مقامات میں اس کا ذکر طبعاً آ گیا کیونکہ یہ آثار محبت سے ہے۔ (تعلیم الدین)

جنت میں صرف انس ہوگا شوق نہیں

جنت میں چونکہ انسان کی ہر مراد اور ہر مطلوب اس کو حاصل ہوگا کیونکہ شوق میں ایک گونہ کلفت ہے اور جنت میں کلفت کا نام نہیں۔ وہاں راحت ہی راحت اور لذت ہی لذت ہوگی۔ رہا یہ سوال کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ شانہٗ کی زیارت اور مشاہدہ ہے مگر کبھی ظاہر ہے کہ یہ مشاہدہ ذات و صفات کی کنہ اور حقیقت کا نہیں ہوگا تو جس قسم کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ اس سے تو اہل جنت کا انس معلوم ہونا صحیح ہے لیکن جو درجہ مشاہدہ جمال حق کا اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ اس کا تو شوق ہونا چاہیے۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ شوق کا تعلق اس غیر حاصل مقصود سے ہوتا ہے جس کا حصول انسان کی قدرت و استعداد سے خارج ہو اس کے ساتھ شوق کا تعلق نہیں ہوسکتا جیسے دنیا میں کسی انسان کو آسمان کے اندر زندہ جانے اور پھر واپس آنے کا شوق نہیں ہوتا۔ جنت میں جس قسم کا مشاہدہ جمال حق انسان کی قدرت میں ہے تو وہ

حاصل ہو جائے گا۔ اور وہ جو حاصل نہیں اس کی استعداد اور قدرت سے خارج ہوگا۔ اس لئے اس کا شوق بھی نہیں ہوگا۔ (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۰)

رضا

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے:

۱۔ ورضوان من اللّٰه اکبر. (التوبہ آیت نمبر ۷۲)

"اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔"

ف: یہاں رضا کو اکبر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہی (رضا) بڑی چیز ہے۔ (بصائر حکیم الامتؒ)

۲۔ یحلفون باللّٰه لکم لیرضوکم واللّٰه ورسوله احق ان یرضوه ان کانوا مؤمنین. (التوبہ آیت نمبر ۶۲)

"یہ منافقین تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کیا جائے۔"

ف: حاصل آیت کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی لوگوں کی رضا پر مقدم کرنا چاہیے۔ (ارضاء الحق)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱۔ من سعادة ابن ادم رضاه بما قضى اللّٰه له. (ترمذی و احمد)

"آدمی کی سعادت ہے راضی رہنا اس پر جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہو۔"

۲۔ واسئلک الرضاء بعد القضاء واسئلک برد العیش بعد الموت. (رواه نسائی)

"اے اللہ میں تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈا عیش مانگتا ہوں۔"

۳۔ اللّٰهم انی اسئلک الصحة والعفة والامانة و حسن الخلق والرضىٰ بالقدر."

"اے اللہ میں آپ سے تندرستی، پاک دامنی، امانت داری اور حسن خلق اور آپ کی تقدیر پر راضی رہنا مانگتا ہوں۔"

ف: اس دعا میں پہلے تو چند دینی کمالات کے حاصل ہونے کی دعا ہے آخر میں یہ دعا ہے بہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مشیت و تقدیر پر راضی رہوں خواہ وہ میری تمنا اور کوشش کے خلاف ہی ہو۔ (مجالس حکیم الامت ص ۷۰)

رضا کی حقیقت

رضا کی حقیقت ہے ترک الاعتراض علی القضاء یعنی قضائے الٰہی پر اعتراض نہ کرنا۔ نہ زبان سے نہ دل سے۔ بعض اوقات اس کا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ (تعلیم الدین ص ۱۴۷)

پس اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے۔ اول حال ہے جس کا عبد مکلّف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔

(شریعت وطریقت ۱۵۷، وبصائر حکیم الامت ص ۳۸)

تکلیف کے باوجود قضا پر راضی رہنے کی مثال یوں ہے مثلاً طبیب کسی مریض کو تلخ دوا پینے کو دے یا آپریشن کرانا یا فصد کھلوانا تکالیف دہ باتیں ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ صحت ہے۔ اس لئے مریض بطیّب خاطر اس پر راضی رہتا ہے اسی طرح ہر تکلیف پر چونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اجر اور ثواب کا وعدہ ہے اس لئے اس حال میں بھی ضرور شاداں وفرحاں رہنا چاہیے کیونکہ ؎

یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

محقق جو رضا وتکلیف کو جمع کر لیتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقلاً خوش ہوتا ہے۔ اور طبعاً متالم ہوتا ہے۔ تکلیف کی بات سے طبعاً تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر عقلاً اس وجہ سے کہ ؎

ہر چیز از دوست مے رسد نیکوست

(جو چیز دوست کی طرف سے پہنچے وہ تکلیف شیریں ہو جاتی ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

رضائے حق ہر حال میں مقدم ہے

خدا کی قسم اگر ہمیں پاخانہ اٹھانا پڑے اور خدا ہم سے راضی رہے تو وہی ہماری سلطنت ہے اور اگر خدا راضی نہ ہو تو لعنت ہے ایسی سلطنت پر جو خدا کو ناراض کر کے حاصل کی جائے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱، ص ۴۰۰)

مدرسہ مقصود نہیں صرف رضائے حق مقصود ہے

ایک زمانہ میں مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے خلاف دیوبند میں بڑی شورش تھی اور اہل قصبہ کا مطالبہ تھا کہ ممبر ہماری مرضی کے موافق ممبران میں بڑھایا جائے۔ حضرت گنگوہیؒ اس کو منظور نہ فرماتے یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ اس زمانہ میں جو میرا دیوبند جانا ہوا تو مجھے مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوا۔ میں نے حضرت گنگوہیؒ کو ایک خط لکھا کہ اس وقت اگر شہر والوں کا مطالبہ مان لیا جائے تو مدرسہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا کیونکہ مجلس شوریٰ میں کثرت آپ کے خدام کی اور کثرت رائے سے

ہی فیصلہ ہوسکتا ہے ان کے ایک ممبر کی رائے سے فیصلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور مطالبہ نہ ماننے میں مجھے مدرسہ کے بند ہو جانے کا اندیشہ ہے تو حضرتؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''ہم کو مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے۔ اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اس پر ہم سے مؤاخذہ ہوگا۔ اگر اہل شہر کے فتنہ سے بند ہوگیا تو اس کے جوابدہ وہ خود قیامت کے دن ہوں گے کیونکہ ان کے ہی فعل کا یہ نتیجہ ہوگا۔ ہم سے اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔''

الحمدللہ جو بات مجاہدوں سے برسوں میں بھی حاصل نہ ہوئی وہ بزرگوں کی جوتیوں کے طفیل ایک ساعت میں حاصل ہوگئی۔ حضرتؒ نے اس تحریر میں جس علم کی طرف اشارہ فرمایا وہ بڑا علم ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ ثمرات مقصود نہیں ہیں صرف رضائے حق مقصود ہے نہ مدرسہ مقصود ہے نہ طلبہ کی کثرت مطلوب ہے نہ عمارت مقصود ہے صرف رضا مقصود ہے۔ اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسب ہمت وطاقت ان میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ ہو اس کو الگ کردو۔ (رضاء الحق حصہ دوم ص ۵۰، ۵۱ معارف گنگوہیؒ)

مقصود اصلی اعمال نہیں صرف رضائے حق ہے

حضرتؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے خلط کر رکھا ہے کہ مقصود اصلی اعمال کو سمجھ لیا ہے اور ظاہر ہے کہ اعمال میں مؤمن قوی اور مؤمن ضعیف برابر نہیں ہوسکتے اس لئے بعض آدمی غمگین ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں مقصود اصلی رضائے حق ہے اور اس میں قوی اور ضعیف اپنی اپنی قوت کے موافق عمل کرکے برابر ہوسکتے ہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۷۷)

دعا مانگنا رضا بالقضاء کے منافی نہیں

دعا کرنا خلاف رضا نہیں مگر اس رضا کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی اور تنگ دل نہ ہو دعا کرتے رہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۵۴)

اہل اللہ محض حکم سے اظہار عبدیت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ ہم نے جو مانگا ہے وہی مل جائے بلکہ ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۶۴)

ہر رنگ میں راضی بہ رضا ہو تو مزا دیکھ   دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

پریشانی کا علاج رضائے خالق کی سعی ہے

اگر انسان وحی کو عقل پر ترجیح دے تو سمجھ میں آ جائے گا کہ پریشانی کا سبب ہمیشہ معصیت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جائے تو اس بدتری اور پریشانی سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلا سکتی۔ اس لئے خدا کو راضی کرنے کی فکر ہونا چاہیے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۴۴۱)

دینی مدارس چلانے میں صرف رضائے حق مدنظر ہونا چاہیے

آج کل اہل مدارس نے مخترع (ذہنی) ثمرات کو مطلوب سمجھ رکھا ہے کہ ہمارا مدرسہ بارونق ہو، اس میں پانچ سو طلباء ہوں۔ پچاس مدرس ہوں اور ایسی عمارت ہو اور ہر سال اس میں سے اتنے طلباء فارغ ہوں اور یہ باتیں بدوں زیادہ رقم کے نہیں ہو سکتیں تو ہر وقت اس کی نظر آمدنی پر رہتی ہے اور جہاں سے چندہ آتا ہے رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ حرام اور مشتبہ مال کو واپس کرنا شروع کر دیں تو اتنی آمدنی کس طرح ہوگی جو اتنے بڑے کام کو کافی ہو سکے بس یہی جڑ ہے اس جڑ کو اکھاڑ پھینکو اور ثمرات پر ہرگز نظر نہ کرو، نہ زیادہ کام کو مقصود سمجھو بلکہ رضائے حق کو مقصود سمجھو۔ مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۳۱۷)

طریق تحصیل: استحضار رحمت و حکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع میں۔ (عبادۃ الرحمٰن ملحقہ اشرف السوانح ج:۳ص ۶۱۱)

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہم سب کو جملہ امور میں اپنی رضا و خوشنودی مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دیگر مخلوقات کی طرف نظریں اٹھانے سے ہمیں بچالیں۔

تری رضا میں ہے گر سارا جہاں خفا ہم سے
اگر یہی ہے زیاں تب تو کچھ زیاں نہ ہوا

اور اپنی رضا و قرب نصیب فرمائیں۔ (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ساتواں خطبہ

علم دین کی فضیلت اور تاکید

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف سے (احکام شریعت کو) پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک ہی آیت (یعنی تھوڑی سی بات اور چھوٹا سا جملہ) ہو۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایسے راستے میں چلے کہ جس میں وہ علم (دین) کی جستجو کرتا ہو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادے گا۔'' (مسلم)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کو دین کی سمجھ فرمادیتا ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے درہم و دینار کی میراث نہیں چھوڑی فقط علم کی میراث چھوڑی ہے۔ پس جس شخص نے علم کو لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ (میراث انبیاء علیہم السلام کا حاصل کرلیا)۔'' (احمد، ترمذی و ابوداؤد، ابن ماجہ و دارمی)

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (ابن ماجہ)

فائدہ: یہ حکم دوسرے احکام کثیرہ کی طرح مرد و عورت دونوں کے لیے ہے جیسا کہ بعض روایات میں مسلمۃ کا لفظ بھی آیا ہے۔ پس ہر ایک عورت و مرد پر اپنی اپنی ضروریات کے مسائل کا سیکھنا لازم ہے اور علم سے دین کا علم مراد ہے۔ پس جو لوگ اس حدیث شریف کو دنیوی علم حاصل کرنے کے لیے پڑھ دیتے ہیں وہ سخت غلطی اور تحریف دین کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس پر کوئی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ لیکن مزید حجت قائم کرنے

کے واسطے حدیث نمبر ۲ و نمبر ۷ ملاحظہ کر لی جائے۔

حدیث ششم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص سے (دین کی) کوئی ایسی بات دریافت کی گئی جس کو وہ جانتا ہو پھر بھی اس نے نہیں بتلائی تو قیامت کے دن اُس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' (احمد و ابوداؤد، ترمذی)

ف: اگر سائل کی کسی مصلحت یا کسی عذر کی وجہ سے جواب نہ دیا جائے تو وہ اس وعید سے مستثنٰی ہے۔

حدیث ہفتم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص ایسے علوم میں سے، جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے کچھ علم صرف اس واسطے سیکھے کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا سامان حاصل کیا جائے وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔'' (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث ہشتم: ''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم فرائض (فرائض سے مراد کل فرائض ہیں یا علم فرائض ہے والاول اقرب ۱۲ منہ) اور قرآن شریف سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ کیونکہ میری (ایک دن) وفات ہونے والی ہے۔'' (ترمذی)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے آیا وہ شخص (بہتر ہے) جو اوقات شب میں سجدہ و قیام کرتے ہوئے عبادت میں لگا ہوا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید کر رہا ہو (یا وہ جو کہ نافرمان ہے آپ کہہ دیجئے کہ کیا) علم والے اور بے علم والے برابر ہو سکتے ہیں، وہی لوگ غور کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔''

ف: اس آیت مبارکہ سے علم کی اور اس میں غور کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

محترم بزرگو اور دوستو!

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

خطبہ جمعہ کی آیات و احادیث اور اس کے ترجمہ کے بیان کے ضمن میں علم دین کی فضیلت اور اس کے ضروری ہونے کا بیان آپ سن چکے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔'' کا مفہوم یہ ہے کہ ضروریات دین کا علم ہر مسلمان کو حاصل ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عربی تعلیم مکمل کرے اور درس نظامی کا فارغ ہو کیونکہ ایسا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور ہر شخص میں اتنی قوت اور لیاقت نہیں کہ جملہ علوم دینیہ پر عبور حاصل ہو بلکہ ضروریات

دین مثلاً سب سے اہم اور ضروری عقائد ہیں' ایمان لانے کے بعد یہ عذر قابل قبول نہیں کہ مجھے عقائد صحیحہ کا پتہ نہیں بلکہ انہیں سیکھنا ہوگا خواہ اُردو کی دینی کتابیں پڑھ پڑھ کر یا علماء ربانی سے پوچھ پوچھ کر مگر کتابوں کا انتخاب خود نہ کرے بلکہ کسی شیخ کامل یا کسی عالم حقانی سے کرائے۔ اسی طرح نماز کے احکام اور مسائل سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کیونکہ نماز ہر امیر' غریب اور متوسط مسلمان پر فرض ہے کسی پر معاف نہیں۔ آج کل بہت سے مسلمان نماز پڑھتے ہیں مگر ان کو نماز صحیح طریقہ کا علم نہیں' نماز پڑھنا نہیں آتی' تشہد' دعائے قنوت اور چند سورتیں یاد نہیں' نماز جنازہ کی دعاؤں کا تو پھر کیا پوچھنا' پرانے نمازیوں کو بھی شاید درست یاد ہوں پھر الفاظ نماز کی ادائیگی تجوید و قرأت کے مطابق درست نہیں۔ مسلمان کہلانے کے بعد قیامت کے دن یہ عذر نہیں سنا جائے گا کہ مجھے پتہ نہیں تھا' معلوم نہیں تھا اس لیے حاصل نہ کر سکا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اور بقول عارف رومیؒ

میم واو میم نون تشریف نیست لفظ مؤمن جز پے تعریف نیست

یعنی جس طرح لڈو کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا' لڈو کھانے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح مؤمن کہنے سے مؤمن نہیں ہوتا بلکہ ایمان و عمل سے ہوتا ہے۔

اسی طرح رمضان المبارک کے روزے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں اس لیے ان کے احکام جاننا اور مسائل سیکھنا ہر مسلمان پر لازم ہیں تاکہ کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے جس سے روزہ فاسد ہو جائے' محنت اکارت جائے اور ثواب بھی نہ ملے یا کفارہ لازم ہو اور اسے پتہ بھی نہ ہو محض اپنی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔

زکوٰۃ چونکہ صرف صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے اس لیے ہر عام و خاص مسلمان پر زکوٰۃ کے مسائل و احکام جاننا ضروری نہیں بلکہ جب نصاب کا مالک بن جائے تو اس پر زکوٰۃ کے مسائل سیکھنا ضروری ہوگا تاکہ کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے کر اپنی زکوٰۃ ضائع نہ کر بیٹھے۔ زکوٰۃ کا نصاب' مستحقین زکوٰۃ کون ہیں؟ زکوٰۃ کتنے سرمایہ پر کتنے عرصہ کے بعد کس مقدار سے نکالی جاتی ہیں؟ سب مسائل جاننا ضروری ہوگا۔

اسی طرح حج چونکہ صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے ہر مسلمان پر حج فرض نہیں۔ اس لیے جب حج فرض ہو جائے تو اس کی تیاری کے ساتھ ساتھ حج کے مناسک اور احکام سیکھ

لینا ضروری ہے تاکہ وہاں پہنچ کر اس کا افسوس نہ رہے۔

یہ حسرت رہ گئی باقی کہ پہلے سے حج کرنا نہیں سیکھا　　کفن بردوش جا پہنچا مگر مرنا نہیں سیکھا

اکثر مسلمان حج کیلئے جاتے ہیں اور احکام حج نہ جاننے کی بناء پر ان پر کفارہ یا دم لازم آتا ہے مگر انہیں اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ یہ مفہوم ہے اس کا کہ ہر مسلمان پر علم طلب کرنا فرض ہے۔

علم سے مراد علم دین ہی ہے۔ دنیوی علم ایک فن ہے جس کے ذریعے روزی کمائی جاتی ہے۔ علم کہلانے کا مستحق صرف علم دین ہے جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا ہے۔

بعض لوگ ایک ضعیف روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْن علم حاصل کرو خواہ چین ہی میں کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس وقت چین میں علم دین کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اس لیے لَوْ کا لفظ استعمال فرمایا گیا کہ بفرض محال اگر چین میں علم دین حاصل ہوسکتا تو تمہیں وہاں بھی حاصل کرنے جانا چاہیے تھا، عمل کے لیے بھی علم ضروری ہے، اعمال صالحہ بھی صحیح علم کے بغیر نہیں کرسکتا۔ حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کو پتہ چلا کہ فلاں بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ آپ ان کی زیارت کیلئے مع احباب روانہ ہوئے، راستہ میں معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک جگہ ریت پر نماز پڑھی تھی، ان کے سجدہ کا کف دست کا نشان خلاف سنت لگا ہوا تھا یہ دیکھ کر وہیں سے واپس لوٹ گئے کہ جو شخص خلاف سنت سجدہ کرتا ہو وہ کبھی بھی ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عابد جنگل میں شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ ایک عالم ان کی زیارت کے قصد سے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ اس نے ایک آنکھ اور ناک کا ایک سوراخ کسی چیز سے پختگی سے ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ دیکھنے کے لیے ایک آنکھ اور سانس لینے کے لیے ایک سوراخ کافی ہے۔ ان عالم صاحب نے فرمایا کہ اس عابد کا وضو اور غسل درست نہیں تو عبادت کیا قبول ہوگی؟

علم کی حقیقت

علم کی حقیقت اور مقصود یہ ہے کہ بندہ کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے۔ "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط" (بے شک اس کے بندوں میں علماء ہی سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔)

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر

ایک بوتل میں زہر بھرا ہوا ہو تو ہر شخص دور سے گزرے گا کوئی شخص اسے کھولنے اور چکھنے کی کوشش نہ کرے گا۔

اب ایک شخص قصداً نماز ترک کرنے، جماعت چھوڑنے اور بلا عذر گھر میں نماز پڑھنے کی وعیدوں کا علم ہے اور پھر وہ جان بوجھ کر اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کو صاحب علم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

لاکھ درس علم و حکمت سے کہیں بڑھ کر ہے یہ　　دل میں کچھ خوف خدا کر دے جو پیدا مدرسہ

غرض عالم کہلانے کا مستحق وہی ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو۔ علم دراصل وہی ہے جو تعلق مع اللہ کا سبب بنے ورنہ

وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ دوست　　مجلس وہ ہے وبال جہاں یادِ حق نہ ہو

دراصل علم تصوف کا حصول فرض عین ہے اس سے علم اخلاص، نفس کی آفتوں، شیطان کے خطروں وغیرہ کا پتہ چلتا ہے۔ اخلاق حمیدہ، معرفت الٰہی، اس کی ذات و صفات کا پتہ چلتا ہے اس کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح علم فقہ جس سے عبادات، حلال و حرام جائز و ناجائز اور معاملات کا پتہ چلتا ہے۔

علم دین کے بعد علم طب ہے اسی کو کہا گیا کہ علوم کی دو قسمیں ہیں علم ادیان اور علم ابدان۔ علم طب کے علاوہ علم ریاضی کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے کیونکہ اس کی وصیتوں اور ترکوں وغیرہ کی تقسیم میں ضرورت پڑتی ہے۔ کاشتکاری، سیاست اور صنعتوں کو جاننا بھی فرض کفایہ ہے کیونکہ یہ حصول معاش اور کسب حلال کا ذریعہ ہیں۔ شعر و شاعری جس میں کچھ نقصان نہ ہو اور علم تاریخ مباں ہیں۔

غرض علم کا مصداق صرف علم دین ہی ہے جس کی نسبت حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو علم دین کی طلب میں نکلتا ہے فرشتے اس کی راہ میں پر بچھاتے اور سمندر کی مچھلیاں اور خشکی کے درندے اور چوپائے اور آسمان اور ان کے ستارے سب اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔" (اوکما قال) دوسرے علوم دین کے سامنے علوم ہی نہیں جیسے آفتاب کے سامنے تاروں کو کوئی منور نہیں کہتا حالانکہ تاروں میں بھی روشنی ہوتی ہے۔ اسی طرح علم دین کے سامنے کفش دوزی اور زراعت وفلاحت کا حال ہے۔ اسی طرح علوم دنیا کو علم مت کہو فن کہو، پیشہ کہو، حرفت کہو۔

طالب علم دین کو بھی علم دین محض حصول رضائے الٰہی کیلئے علم حاصل کرنا چاہیے۔ دنیا خود اس کے قدموں میں آپڑے گی۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ جس مدرسہ میں پڑھتے تھے بادشاہ نے اس کا معائنہ کیا اور ہر طالب علم سے حصول علم کا مقصد پوچھا۔ سب طلباء نے اپنے مختلف مقاصد دنیوی، قاضی بننے، خطیب بننے، مدرس بننے، مصنف بننے اور حصول مال و جاہ

وغیرہ بیان کیے۔ اس پر سلطان نظام الملک نے مدرسہ بند کرنے کا ارادہ کیا کہ اس قدر وسیع اخراجات کے باوجود سب حصول دنیا کے لیے علم حاصل کررہے ہیں آخرت کی خاطر کوئی نہیں پڑھ رہا۔ اس نے ذمہ داران مدرسہ سے دریافت کیا کہ سب طلباء کا انٹرویو مکمل ہو چکا ہے یا ابھی کوئی باقی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طالب علم مطالعہ میں مستغرق ہیں ان کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ بادشاہ وقت خود مدرسہ کا معائنہ کررہا ہے۔ نظام الملک خود ان کے پاس گیا مگر اس طالب علم نے ایک لحہ کے لیے کتاب سے نگاہ نہ اُٹھائی۔ بادشاہ نے کہا کہ تم بڑے مستغنی ہو؟ اس طالب علم نے جواب دیا کہ میرا مقصد کتاب کا مطالعہ کرنا ہے چہروں کا مطالعہ کرنا نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارا پڑھنے سے کیا مقصد ہے؟ تو اس طالب علم نے کہا کہ میں نے ماں باپ سے سنا ہے کہ ہمارا ایک خدا ہے جس نے ہمیں زندگی عطا کی ہے تو وہ ایک محسن ہے اور اس کے حقوق مجھے معلوم نہیں ہیں اس محسن حقیقی حق سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق جاننے کے لیے تعلیم حاصل کررہا ہوں۔ نظام الملک نے کہا کہ میرا ارادہ تو اس مدرسہ کے توڑنے اور بند کرنے کا تھا لیکن جب تک تم اس میں پڑھتے رہو گے تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ جاری رہے گا۔ یہ طالب علم امام غزالی رحمہ اللہ تھے جن کے سبب مدرسہ ٹوٹنے سے بچ گیا۔ ع...... مراعات صد کن برائے یکے

عارف باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

جان جملہ علم ہا ایں است و ایں   کہ بدانی من کیئم در یوم دین

یعنی جملہ علوم کی روح یہ ہے کہ تم کو یہ فکر لاحق ہو جائے کہ آخرت میں کیا ہوگا۔ اس لیے علم دین حاصل کرنے میں نیت محض رضائے الٰہی کی ہونا چاہیے اور کوئی دنیوی غرض نہ ہونی چاہیے۔

مگر علم دین کی ایک خاص برکت یہ ہے کہ اگر کوئی محض دنیا کے لیے علم حاصل کرے مگر آخر کار ضرور اس کو فکر آخرت نصیب ہو جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں (”میں نے علم سیکھا تو غیر اللہ کے لیے مگر علم نے نہ مانا اور وہ اللہ ہی کا ہو رہا۔)

آج کل مدارس علوم دینیہ کی طرف امریکہ کے اشارہ پر حکومت کی طرف سے بھی یلغار ہے اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کی جارہی ہیں اس لیے طلباء علوم دینیہ اور ان کے اساتذہ کرام بسا غنیمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدارس علوم دینیہ کو قائم ودائم رکھے اور شرور اعداء وحاسدین سے محفوظ رکھے۔ (آمین ثم آمین)

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

آٹھواں خطبہ

عقائد کی درستگی

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے اے مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی تھی اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے (یا انکار کے مرادف کسی قول و فعل کا مرتکب ہو) بیشک وہ راہِ ہدایت سے بہت دور جا پڑا۔''

ف: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا اور دوسری سب صفات کمال کا اعتقاد رکھے یعنی یہ سمجھے کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تمام جہان کو اُسی نے پیدا کیا ہے وہ بڑی قدرت والا ہے وہ اپنے بندوں کے نیک کام کی بہت قدر کرتا ہے (یعنی اس پر خوب ثواب دیتا ہے) اور اپنے ارادے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے تمام عالم میں جو کچھ ہونے والا تھا اس نے سب پہلے ہی سے لکھ دیا تھا (اس کو تقدیر کہتے ہیں) اس جیسی کوئی چیز نہیں اس کے علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی وہی سب کا خالق اور رازق ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے وہ غالب ہے حکمت والا ہے (یہ سب صفات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور ان کے سوا اور بہت سی خوبیاں جن کی تفصیل دوسری کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ۱۲ منہ) اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں یعنی ہدایت خلق کے واسطے ان کو خدا نے بھیجا ہے اور وہ سچے ہیں جو احکام اور خبریں انہوں نے پہنچائی ہیں وہ برحق ہیں اور رسول پر اتاری ہوئی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ وہ خدائے قدوس کا کلام ہے۔ جبریل علیہ السلام اس کو لائے ہیں (اور سب پیغمبروں پر وحی لے کر یہی آیا کرتے تھے) اور پہلی کتابوں پر بھی یقین رکھتے کہ بیشک حق تعالیٰ نے توریت، انجیل، زبور وغیرہ نازل فرمائی تھی (لیکن اب ان کو یہود و نصاریٰ نے بدل دیا اور وہ منسوخ ہو چکی اب قیامت تک قرآن شریف ہی کا حکم جاری رہے گا اور قرآن شریف میں نہ کوئی تغیر و تبدل ہو سکا نہ آئندہ ہو سکے

یہ ہمیشہ محفوظ رہے گا‘ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے) اور جو فرشتوں کے وجود کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے اور آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یعنی یہ اعتقاد رکھے کہ مرنے کے بعد قبر میں (اور دفن نہ ہوا تو جس حال میں ہو اسی حال میں) سوال ضرور ہوگا اور قبروں سے قیامت کے دن اٹھایا جاوے گا اور نامہ اعمال تو لے جاویں گے اور سب اعمال کا حساب ہوگا اور نیک بندوں کو حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا‘ دوزخ پر پل صراط رکھا جائے گا (جو بال سے باریک تلوار سے تیز ہوگا‘ جنتی لوگ اس پر سے پار ہوکر جنت میں پہنچیں گے اور دوزخی کٹ کٹ کر گر پڑیں گے) اور قیامت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت بھی کریں گے‘ جنت والوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوگا (جو سب نعمتوں سے افضل ہے) اور جنت دوزخ ہمیشہ رہے گی نہ وہ کبھی فنا ہوں گی نہ ان میں رہنے والے مریں گے اس کے علاوہ اور بھی ضروری عقیدے ہیں۔ مثلاً تمام صحابہؓ کو عادل یقین کرنا اور ان سب سے چاروں خلفائے راشدین کو ترتیب وار افضل جاننا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کو برحق ماننا اور اولیاء اُمت کی کرامتوں کا قائل ہونا وغیرہ۔ غرض مسلمانوں کو عقائد کا سنوارنا نہایت ضروری ہے۔ زیادہ تفصیل اور کتابوں سے معلوم کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ کرے اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت نصیب فرماوے۔ (آمین ثم آمین)

معزز سامعین! آج کا موضوع انتہائی اہم ہے‘ عقائد کی درستی کے بیان میں۔

مسلمان کیلئے سب سے اہم ترین اور مقدم کام عقائد کی درستی ہے۔ عقائد عقیدہ کی جمع ہے جس کے لفظی معنی ”گرہ“ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں جن باتوں کا اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر اسلام کا وجود نہیں ہوتا‘ ان کو عقیدہ کہا جاتا ہے یعنی یہ باتیں دل میں گرہ کی طرح جمی ہوئی ہیں کہ کوئی شخص ان کو زائل نہ کرسکے۔

موٴحد چہ بر پائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمیں است و بنیاد توحید زبس

موٴحد کے پاؤں میں خواہ سونا بکھیر دیا جائے یا اس کے سر پر شمشیر ہندی رکھ دی جائے۔ امید وخوف دونوں اس کے عقائد کو نہ ڈگمگا سکے۔ بس اسی کا نام توحید ہے۔

نہ لالچ دے سکیں تجھے ہرگز سکوں کی جھنکاریں ترے دست توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں

اس لیے سب سے پہلے عقائد کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ کن کن باتوں پر علم لانا ضروری ہے۔ آج کل اکثر مسلمانوں کو اس کی خبر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات جنس بشر سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں

فرمایا: آج کل لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ایسا غلو کیا ہے۔ چنانچہ میرے استاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس ایک سوال آیا تھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے؟ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے میں تعجب تھا اور اس تعجب کا منشاء یہی ہوا کہ آپ میں بشریت کے علاوہ بعض وہ کمالات بھی تھے جو دوسرے انسانوں میں نہیں جس سے ناواقف کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ آپ بشر نہیں، ملک بصورت بشر انسان کی شکل میں فرشتہ یا (نعوذ باللہ) آلہ بصورت بشر ہیں۔ (الیسر مع العسر ص ۵)

اللہ علیم وخبیر نے ان لوگوں کی اصلاح کے لیے خود اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. (الکہف: ۱۱۰)

"آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی بشر ہوں، میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔"

اس ارشاد سے مذکورہ غلط اور فاسد عقیدے کی اصلاح ہوتی ہے۔ نیز کلمہ شہادت میں اور ہر نماز کے تشہد میں یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" (یعنی بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔)

امام المفسرین حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اور رئیس المورخین حضرت علامہ زرقانیؒ نے مواہب اللدنیہ میں نقل کیا ہے کہ امام الفقہاء الشیخ ولی الدین العراقیؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے اور عربی ہونے کا علم صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا فرض کفایہ۔ "فَاَجَابَ بِاَنَّهٗ شَرْطُ صِحَةِ اِيْمَانٍ" یعنی یہ صحت ایمان کی شرط ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت الیٰ جمیع الخلق (تمام مخلوق کے لیے نبی ہونے پر) ایمان رکھتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنس بشر میں سے ہیں یا ملائکہ میں سے یا جن میں سے، یا میں نہیں جانتا کہ آپ عربی ہیں یا عجمی؟ تو فرمایا "فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ لِتَكْذِيْبِهِ الْقُرْآنَ" تو بوجہ تکذیب قرآن (قرآن کو جھوٹا سمجھنا) اس کے کفر میں میں کوئی شک نہیں اور اس نے اس عقیدہ کا انکار کیا جس پر قرون اسلام "خَلْفًا عَنْ سَلْفٍ" قائم رہے اور جو سب خاص وعام (یعنی سب مسلمانوں کو) معلوم ہے اور یہاں تک فرماتے ہیں "وَلَا اَعْلَمُ ذٰلِكَ خِلَافًا" یعنی مجھے اس کا علم نہیں کہ اس میں کسی کو

خلاف ہو اور فرماتے ہیں اگر کوئی غبی ہو اور یہ حقیقت نہ جانتا ہو تو اسے اس کی تعلیم دینا واجب ہے۔ پھر اگر وہ اس کے بعد بھی انکار کرے تو حَکَمْنَاہُ بِکُفْرِہٖ ہم اس کے کفر کا حکم دیں گے۔
(بشریت النبی ص ۱۲۴ مولفہ مولانا سید نور الحسن بخاری شاہ صاحب مرحوم)

ایمان مفصل اور ایمان مجمل اور ان کا ترجمہ ہر مسلمان کو ازبر ہونا ضروری ہے اور عقائد کی مفصل تفصیل بہشتی زیور اور تعلیم الدین میں بیان کردی ہے اسے کسی سے سمجھ کر پڑھ لیا جائے۔ اسلام کے بنیادی اعمال ص ۱۴۱ تا ص ۶۰ میں اسلامی عقائد کی تفصیل سے دلائل قرآن و حدیث ساتھ ساتھ لکھ دی گئی ہے۔ عقائد کو اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے۔ عقائد بمنزلہ جڑ اور اعمال بمنزلہ شاخوں کے ہیں۔ عقیدہ جس قدر پختہ ہوگا اعمال میں اسی قدر استقامت اور پابندی نصیب ہوگی۔ عقائد میں شک وشبہ اعمال پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جس طرح جڑ کاٹ دی جائے تو شاخیں کبھی بھی ہری نہیں ہوں گی۔ غرض عقیدہ توحید سے مخلوق کے ساتھ طمع اور خوف رخصت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے ماسوا کچھ نہ ہونے کا یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عقیدہ رسالت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام کائنات سے (عمر بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) اتباع سنت کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ عقیدہ آخرت، حساب کتاب، پل صراط، جنت، دوزخ، وزن اعمال اور قبر کے عذاب یا ثواب سے فکر آخرت، گناہوں سے بچنے اور اعمال صالحہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

عقیدہ تقدیر حزن اور تکبر کو رفع کرتا ہے کیونکہ حزن اور پریشانی و غمگینی سے آدمی تمام دین و دنیا کے کاموں سے معطل ہو جاتا ہے اور متکبر آدمی کے دل سے جب تک تکبر نہ نکلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے دل کا لگاؤ نہیں ہو سکتا۔ عقائد کی درستی فکر و فہم کی درستی کا سبب ہے۔ فساد عقیدہ ام الامراض ہے۔ وہ ایک ہی ہلاکت کے لیے کافی ہے۔ آج کل اکثر عوام کے عقائد درست نہیں، عورتیں اس معاملہ میں زیادہ مبتلا ہیں، وہ خلاف شریعت ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ بعض جانوروں، بعض دنوں اور بعض مہینوں کو منحوس سمجھتے ہیں، مردہ کی چارپائی اور لباس کو منحوس سمجھ کر خیرات کرتے ہیں، بیمار کے لیے بکرا ذبح کر کے صدقہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں اتنی رقم کا گوشت یا اتنی رقم دینے سے ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ ایصال ثواب میں سمجھتے ہیں کہ جو چیز خیرات کی جائے وہی چیز بعینہٖ پہنچتی ہے اسی بناء پر مرحوم کے لیے ایصال ثواب میں وہی چیز خیرات کرتے ہیں جو مرحوم کو دنیا میں پسند تھی

اسی طرح شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایصال ثواب کے لیے سخت سردی کے موسم میں بھی شربت پلاتے ہیں۔ حالانکہ وہاں ان اشیاء کا ثواب پہنچتا ہے' نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں۔ شادی' بیاہ اور غمی وغیرہ کی رسومات کی ادائیگی اور پابندی فساد عقیدہ کا سبب ہے۔

غرض عقائد کی خرابی عملی خرابی سے بڑھ کر ہے۔ مثلاً ایک شخص خود صاحب نصاب ہونے کے باوجود قربانی کو ضروری تو سمجھتا ہے مگر قربانی نہیں کرتا تو وہ فاسق' فاجر ہے' اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں پہنچ جائے گا لیکن ایک شخص خود قربانی بھی کرتا ہے مگر اس کا عقیدہ ہے کہ قربانی ضروری نہیں اس میں جانوروں اور رقم کا ضیاع ہے اس سے بہتر غرباء کی مدح ہے تو وہ اس عقیدہ کی بناء پر کہ قربانی کو فضول سمجھتا ہے ابدالآباد کے لیے جہنم کے عذاب میں جلتا رہے گا۔

عقائد کے درست کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسانی کی فکر و فہم درست ہو جائے اور وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے واہی تباہی اور غلط سلط باتوں پر کبھی یقین نہ کرے' غرض عقیدہ کی درستگی سے انسان کی فکر و فہم کی بنیاد درست ہو جاتی ہے۔ عقیدہ صحیح نہ ہو تو عبادات قبول نہیں ہوتیں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط" (بے شک اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرماتے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے بلکہ اس کے علاوہ جس کی چاہیں گے بخشش فرما دیں گے۔)

توحید کے بعد رسالت' آخرت' قیامت' تقدیر' دوزخ اور جن باتوں پر ایمان لانا ہے راسخ اور پختہ یقین کے ساتھ ایمان لائے اور ان میں ذرا برابر شک نہ کرے کیونکہ ایمان لانے کے لیے تو ضروری ہے کہ جن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے سب پر ایمان لائے لیکن کافر ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ سب کا انکار کر دے بلکہ کسی ایک کا انکار کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ فاسد العقیدہ لوگوں کی صحبت سے بچے' پرانی بوڑھیوں کی طرح ایمان اور یقین کا ہونا ضروری ہے۔ جدید خیالات والوں کی طرح ان میں بحث نہ کرے۔ ایمان کے لفظی معنی ماننا ہیں کسی نے خوب کہا:

بس اتنی سی کسر ہے تم میں کہنا نہیں مانتے

دل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر قائم رکھے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

رَضِیتُ بِاللّٰہ ربًا و بالاسلام دینا و بمحمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نبیًّا

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

صفر المظفر کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	واقعات وحادثات	صفر المظفر	مطابق
۱	مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا آغاز۔	۲۷/صفر ۱ ھ	۱۵ اگست ۶۲۲ء
۲	جہاد بالسیف کا باقاعدہ حکم	۱۲صفر ۲ ھ	۱۴ اگست ۶۲۳ء
۳	غزوہ ابواء یاودان	۱۲صفر ۲ ھ	۱۴ اگست ۶۲۳ء
۴	سریہ رجیع	۴ھ	اگست ۶۲۵ء
۵	سریہ بیر معونہ اور قنوت نازلہ کا آغاز	۴ھ	اگست ۶۲۵ء
۶	سریہ کدید	۷ھ	جون ۶۲۸ء
۷	سریہ فدک	۷ھ	جون ۶۲۸ء
۸	حضرت خالد ابن ولید کا قبول اسلام	۸ھ	جون ۶۲۹ء
۹	حضرت عمرو بن العاص کا قبول اسلام	۸ھ	۶۲۹ء
۱۰	سریہ قطبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ	۹ھ	۶۳۰ء
۱۱	وفا عذرہ کا قبول اسلام	۹ھ	۶۳۰ء
۱۲	یمنی قبائل کا مشرف بہ اسلام ہونا	۱۰ھ	مئی ۶۳۱ء
۱۳	سریہ حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ	۱۱ھ	۶۳۲ء
۱۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا آغاز	۲۹ھ	۲۵ مئی ۶۳۲ء
۱۵	فتح آذربائیجان	۲۲ھ	۶۴۲ء
۱۶	فتح اسطخر	۲۲ھ	۶۴۲ء
۱۷	وفات حضرت حاطب ابن بلتع رضی اللہ عنہ	۳۰ھ	اکتوبر ۶۵۰ء
۱۸	وفات حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ	۳۲ھ	ستمبر ۶۵۲ء

۱۹	وفات حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ	صفر ۳۵ھ	اگست ۶۵۵ء
۲۰	وفات حضرت ابوسہل رضی اللہ عنہ	۴۰ھ	جون ۶۶۰ء
۲۱	وفات حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ	۴۳ھ	مئی ۶۶۳ء
۲۲	سنان ابن سلمہ سندھ میں آئے	۴۸ھ	مارچ ۶۶۸ء
۲۳	وفات ام المومنین حضرت صفیہ بن حیی ؓ	۵۰ھ	فروری ۶۷۰ء
۲۴	وفات حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ	۵۲ھ	فروری ۶۷۲ء
۲۵	وفات حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ	۶۲ھ	اکتوبر ۶۸۱ء
۲۶	وفات حضرت عبداللہ ابن مفضل رضی اللہ عنہ	۶۰ھ	نومبر ۶۷۹ء
۲۶	وفات حضرت عبداللہ ابن مفضل رضی اللہ عنہ	۶۰ھ	نومبر ۶۷۹ء
۲۷	وفات حضرت جابر ابن سمرۃ رضی اللہ عنہ	۶۶ھ	ستمبر ۶۸۵ء
۲۸	وفات حضرت عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ	۶۷ھ	ستمبر ۶۸۵ء
۲۹	وفات حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ	۸۶ھ	فروری ۷۰۵ء
۳۰	وفات حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ	۹۴ھ	نمبر ۷۱۲ء
۳۱	وفات فرزدق شاعر	۱۰۵ھ	جولائی ۷۳۲ء
۳۲	فتح قلعہ القطاسین	۱۰۹ھ	مئی ۷۲۷ء
۳۳	وفات حضرت سعد ابن یسار رضی اللہ عنہ	۱۱۷ھ	مارچ ۷۳۵ء
۳۴	جنگ اتراک	۱۱۹ھ	فروری ۷۳۷ء
۳۵	خلیفہ ابراہیم کی دستبرداری وخلافت مردان ثانی	۱۲۷ھ	نومبر ۷۴۴ء
۳۶	رصافہ کی تعمیر	۱۵۱ھ	فروری ۷۶۸ء
۳۷	وفات حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ	۱۵۷ھ	دسمبر ۷۷۳ء
۳۸	حکیم مقنع نے خدائی کا دعویٰ کیا	۱۵۹ھ	نومبر ۷۷۵ء
۳۹	خلافت الہادی العباسی	صفر ۱۲۹ھ	اگست ۷ء

۴۰	وفات حضرت ابوبکر ابن عیاش رحمہ اللہ	۱۹۳ھ	نومبر ۸۰۸ء
۴۱	وفات یحییٰ ابن سعد القطان رحمہ اللہ	۱۹۸ھ	اکتوبر ۸۱۳ء
۴۲	وفات علی ابن موسیٰ الرضیٰ	۲۰۳ھ	اگست ۸۱۸ء
۴۳	وفات ہشام الکلبی مورخ	۲۰۴ھ	جولائی ۸۱۹ء
۴۴	فتنہ خلق قرآن	۲۱۲ھ	مئی ۸۲۷ء
۴۵	امام احمد ابن حنبلؒ کو کوڑے لگائے گئے	۲۲۰ھ	فروری ۸۳۵ء
۴۶	وفات اسحاق ابن راہویہ رحمہ اللہ	۲۳۸ھ	جولائی ۸۵۲ء
۴۷	وفات محمد ابن داؤد الظاہری	۲۹۷ھ	اکتوبر ۹۰۹ء
۴۸	وفات محمد ابن نصر المروزی رضی اللہ عنہ	۲۹۴ھ	نومبر ۹۰۶ء
۴۹	وفات امام نسائیؒ صاحب السنن	۳۰۳ھ	اگست ۹۱۵ء
۵۰	وفات ابوالحسن الاشعریؒ	۳۲۴ھ	دسمبر ۹۳۵ء
۵۱	سیف الدولہ اور رومیوں میں جنگ	۳۳۹ھ	جولائی ۹۵۰ء
۵۲	وفات صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ	۵۸۹ھ	فروری ۱۰۹۳ء
۵۳	وفات علامہ نووی شارح مسلم شریف	۲۹-۶۷۶ھ	جولائی ۱۲۷۷ء
۵۴	وفات علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری شریف	۲۷-۸۵۵ھ	اپریل ۱۴۱۵ء
۵۵	وفات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ	۲۸-۱۰۳۴ھ	نومبر ۱۶۲۴ء
۵۶	وفات شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ	۱۳۳۹ھ	اکتوبر ۱۹۲۰ء
۵۷	وفات شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ	۱۳۵۷ھ	اپریل ۱۹۳۸ء
۵۸	قرارداد پاکستان	۱۲-۱۳۵۹ھ	۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء
۵۹	وفات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ	۱۳۶۹ھ	نومبر ۱۹۴۹ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد ۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

ربیع الاوّل

مع ربیع الاول کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

(ترتیب وار اسوۂ حسنہ کے اہم واقعات)

پہلا خطبہ

سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی عزیمت

مورخ اسلام سید سلمان ندوی رحمہ اللہ

کام اور عمل

صاحبو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کس چیز میں اور کیوں کرنی چاہیے اس کے لئے آج ہم کو سیرۃ نبوی علی صاحبہا السّلام کا عملی پہلو دکھانا ہے' یہ انبیائے کرام اور بانیان مذاہب کی موجودہ سیرتوں کا وہ باب ہے جو تمام تر خالی اور سادہ ہے لیکن محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت کا یہی باب سب سے بڑا اور ضخیم ہے اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلہ کے لئے کافی ہے کہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا خاتم کون ہوسکتا ہے' مفید نصیحتوں' میٹھی میٹھی باتوں اور اچھی اچھی تعلیموں کی دنیا میں کمی نہیں' کمی جس چیز کی ہے وہ کام اور عمل ہے۔ موجودہ مذاہب کے شارعوں اور بانیوں کی سیرتوں کے تمام صفحے پڑھ جاؤ' دلچسپ تھیوریاں ملیں گی' دلآویز حکایتیں ملیں گی۔ خطیبانہ بلند آہنگیاں ملیں گی۔ تقریر کا زور وشور اور فصاحت وبلاغت کا جوش نظر آئے گی' مؤثر تمثیلیں تھوڑی دیر کے لئے خوش کردیں گی' مگر جو چیز نہیں ملے گی' وہ عمل' کام اور اپنے احکام ونصائح کو آپ برت کر اور کر کے دکھانا ہے۔

اخلاق کا عظیم مرتبہ

انسان کی عملی سیرت کا نام "خلق" (اخلاق) قرآن کے سوا اور کس مذہب کے صحیفہ نے اپنے شارع علیہ السلام کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت دی ہے کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بھی بدرجہا بلند انسان تھا۔ لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست دشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا:

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْراً غَیْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (قلم)

(اے محمدؐ!) بے شک تیری مزدوری نہ ختم ہونے والی ہے اور بے شک تو بڑے (درجہ کے) اخلاق پر ہے۔

یہ دونوں فقرے گونحو میں معطوف و معطوف علیہ ہیں، لیکن درحقیقت اپنے اشارۃ النص اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہیں، یعنی دعوے اور دلیل ہیں، پہلے ٹکڑے میں آپؐ کے اجر کے نہ ختم ہونے کا دعویٰ ہے اور دوسرے ٹکڑے میں آپؐ کے عمل اور اخلاق کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے، یعنی آپؐ کے اعمال اور آپؐ کے اخلاق خود اس کی دلیل ہیں کہ آپؐ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ مکہ کا اُمی معلم صلی اللہ علیہ وسلم پکار کر کہتا تھا۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (صف) کیوں تم کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

اور اس اعلان کا اس کو حق تھا کیونکہ وہ جو کچھ کہتا تھا اس کو کر کے دکھا دیتا تھا۔

دینِ عیسوی اور اخلاق محمدی

کوہِ زیتون کے واعظ (حضرت عیسیٰ مسیحؑ) اور کوہِ صفا کے مبلغ (محمد رسول اللہؐ) ان دونوں سیرتوں کو اس عملی حیثیت سے پڑھو اور مطالعہ کرو، تو معلوم ہوگا کہ ایک کی سیرت اس سے یکسر خالی ہے، تو دوسری کی سرتاپا معمور، قوت پا کر عفو اور حلم پیش کرنا بلند اخلاقی ہے، لیکن کسی معذور مجبور یا کمزور کی خاموشی کی تعبیر عفو و حلم سے نہیں کی جا سکتی، ایک شخص نے کسی کو مارا نہیں کسی کو قتل نہیں کیا کسی کے ساتھ برائی نہیں کی، کسی کا مال نہیں لوٹا، کوئی گھر نہیں بنایا، کچھ جمع نہیں کیا، لیکن یہ سب کی سب منفی اور سلبی خوبیاں ہیں یہ بتاؤ کہ مارا تو نہیں لیکن کسی غریب و کمزور کی مدد کی، کسی کو قتل نہیں کیا، لیکن کسی کو قتل ہونے سے بچایا بھی؟ کسی کے ساتھ برائی نہیں کی، لیکن کسی کے ساتھ اچھائی بھی کی؟ کسی کا مال نہیں چھینا، لیکن کسی غریب و مسکین کو کچھ دیا بھی؟ اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا لیکن کسی بے گھر اور بے خانماں کو پناہ بھی دی؟ اپنے لئے کچھ جمع نہیں کیا لیکن دوسروں کو کچھ دیا اور دلایا بھی؟ دنیا کو یہ ثبوتی اور ایجابی خوبیاں درکار ہیں اور انہی کا نام عمل ہے۔ قرآن پاک گواہی دیتا ہے:

فبما رحمةٍ مِّن الله لنت لهم ولو كنت فظاً غليظ القلب لا نفضوا من حولک. (آل عمران: ۱۷)

پس اللہ کی عنایت سے تم ان کے لئے نرم ہو (اے محمدؐ) اور اگر تم (کہیں) کج خلق اور سخت دل ہوتے تو البتہ یہ لوگ (جو تمہارے آس پاس جمع ہوئے ہیں) تمہارے اردگرد سے پھٹ جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومہربانی

یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نرم دلی کا متواتر بیان ہے' جو دعویٰ اور دلیل کے ساتھ خود صحیفہ ٔ الٰہی میں موجود ہے' کہ اگر آپ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے تو یہ وحشی' نڈر' بے خوف اور درشت مزاج عرب کبھی آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لقدجآءَ کم رسولٌ من انفسکم عزیزٌ علیه ماعنتم حریصٌ علیکم.
بالمؤمنین رؤفٌ رّحیم. (توبه. ۱۶)

تمہارے پاس خودتم میں سے ایک پیغمبر آیا جس پرتمہاری تکلیف بہت شاق گزرتی ہے' تمہاری بھلائی کا وہ بھوکا ہے ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ان ترحمانہ جذبات کا ذکر فرمایا ہے جو تمام بنی نوع اور تمام بنی آدم کے ساتھ تھے' چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا تکلیف ومصیبت اٹھانا' حق کے قبول سے انکار کرنا اور اپنی حالت گنہگاری پر اس طرح ڈٹے رہنا رسولؐ پر شاق ہے اور تمہاری بھلائی اور خیر طلبی کا وہ بھوکا ہے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ یہی خیر خواہی تمہاری دعوت وتبلیغ اور نصیحت پر اس کو آمادہ کرتی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت اور پکار کو سن لیتے ہیں وہ ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔ غرض اس آیت پاک میں اس بات کی شہادت ہے کہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام بنی نوع انسان کے خیر خواہ اور خیر طلب تھے اور مسلمان پر خصوصیت کے ساتھ مہربان اور شفیق تھے۔

یہ آپؐ کے عملی اخلاق کے متعلق آسمانی شہادتیں ہیں۔

قرآن کی عملی تفسیر

قرآن پاک' اسلام کے احکام اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہنچائی گئیں' ان کا مجموعہ ہے بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے آنحضرتؐ کی سیرت مبارک درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے' جو حکم آپؐ پر اتارا گیا' آپؐ نے خود اس کو کر کے بتایا۔ ایمان' توحید' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' صدقہ' خیرات' جہاد' ایثار' قربانی' عزم' استقلال' صبر' شکر' ان کے علاوہ اور حسن عمل وحسنِ خلق کی باتیں جس قدر آپؐ نے فرمائیں ان کے لئے سب سے

پہلے آپؐ نے اپنا ہی نمونہ پیش فرمایا۔ جو کچھ قرآن میں تھا' وہ سب مجسم ہوکر آپؐ کی زندگی میں نظر آیا۔ چند صحابیؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا اُم المؤمنین حضورؐ کے اخلاق اور معمولات بیان فرمایئے۔ اُم المومنین جواب میں کہتی ہیں کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ کان خلق رسول الله صلّى الله عليه وسلّم القرآن آپؐ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا (ابوداؤد) قرآن الفاظ وعبارت ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت اس کی عملی تفسیر۔

بعثت سے قبل آپ کے اوصاف

انسان کے اخلاق' عادات اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت خدیجہؓ کے نکاح کو ۱۵ برس ہو چکے تھے اور یہ اتنی بڑی مدت ہے جس میں ایک انسان دوسرے کے عادات وخصائل اور طور طریقہ سے اچھی طرح واقف ہوسکتا ہے۔ اس واقفیت کا اثر حضرت خدیجہؓ پر یہ پڑتا ہے کہ ادھر آپؐ کی زبان سے اپنی نبوت کی خبر نکلتی ہے اور ادھر حضرت خدیجہؓ کا دل اس کی تصدیق کو آمادہ ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جب نبوت کے بارگراں سے گھبراتے ہیں تو حضرت خدیجہؓ تسکین دیتی ہیں کہ ''یارسول اللہ! خدا آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ قرابت والوں کا حق پورا کرتے ہیں' مقروضوں کا قرض ادا کرتے ہیں' غریبوں کی مدد کرتے ہیں' مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں' حق کی طرفداری کرتے ہیں' مصیبتوں میں آپ لوگوں کے کام آتے ہیں۔'' (بخاری) غور کیجئے' یہ آپؐ کی وہ عملی مثالیں ہیں جو نبوت سے پہلے آپؐ میں موجود تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تمام بیویوں میں حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہؓ تھیں۔ حضرت عائشہؓ نو برس متصل آپؐ کی صحبت میں رہیں وہ گواہی دیتی ہیں کہ حضورؐ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی آپؐ برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ معاف کردیتے تھے۔ آپؐ گناہ کی بات سے کوسوں دور رہتے تھے' آپؐ نے کبھی کسی سے اپنا بدلہ نہیں لیا' آپؐ نے کبھی کسی غلام' لونڈی' عورت یا خادم یہاں تک کہ کسی جانور تک کو کبھی نہیں مارا۔ آپؐ نے کبھی کسی کی جائز درخواست اور فرمائش کو رد نہیں فرمایا۔

رؤف ورحیم پیغمبر

رشتہ داروں میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی آپؐ کے دن رات کے حالات اور اخلاق سے واقف نہ تھا۔ وہ بچپن سے جوانی تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ گواہی دیتے ہیں کہ "آپؐ ہنس مکھ، طبیعت کے نرم اور اخلاق کے نیک تھے، طبیعت میں مہربانی تھی، سخت مزاج نہ تھے، کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہیں نکالتے تھے، لوگوں کے عیب اور کمزوریوں کو نہیں ڈھونڈھا کرتے تھے، کسی کی کوئی فرمائش اگر مزاج کے خلاف ہوئی تو خاموش رہ جاتے، نہ اس کو صاف جواب دے کر مایوس کر دیتے تھے اور نہ اپنی منظوری ظاہر فرماتے تھے، واقف کار اس اندازِ خاص سے سمجھ جاتے کہ آپؐ کا منشا کیا ہے، یہ اس لئے تھا کہ آپؐ کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے، دل شکنی نہیں کرتے تھے، بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے کہ آپؐ رؤف ورحیم تھے۔"

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ "آپؐ نہایت فیاض، بڑے سخی، راست گو، نہایت نرم طبع، لوگ آپؐ کی صحبت میں بیٹھتے تو خوش ہو جاتے، آپؐ کو پہلی دفعہ جو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا، لیکن جیسے جیسے وہ آپؐ سے ملتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔ (شمائل ترمذی)

آپ کی سیرت پڑھ کر بعینہٖ یہی خیال انگلینڈ کے سب سے مشہور مؤرخ گبن نے ظاہر کئے ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوتیلے فرزند حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے صاحبزادہ حضرت ہندؓ جو گویا آپ کے پروردہ تھے، گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ کی طبیعت میں نرمی تھی، سخت مزاج نہ تھے، کسی کا دل نہ دکھاتے تھے، کسی کی عزت کے خلاف کوئی بات نہیں کہتے تھے، کھانا جیسا سامنے آتا کھا لیتے، اس کو برا نہ کہتے۔ آپؐ کو اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہیں آتا تھا، نہ کسی سے بدلہ اور انتقام لیتے تھے اور نہ کسی کی دلشکنی گوارا کرتے تھے، لیکن اگر کوئی حق بات کی مخالفت کرتا، تو حق کی طرفداری میں آپؐ کو غصہ آ جاتا تھا، اور اس حق کی آپؐ پوری حمایت فرماتے تھے۔" (شمائل)

یہ آپؐ کے حق میں ان لوگوں کی شہادتیں ہیں جو آپؐ سے بہت نزدیک اور آپؐ سے بہت زیادہ واقف تھے، اس سے یہ معلوم ہوگا کہ آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کی عملی حیثیت کیسی بلند تھی۔

سیرت کا ایک روشن پہلو

آپؐ کی سیرت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے پیروؤں کو جو نصیحت فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھا دیا۔

کثرتِ ذکر

آپؐ نے لوگوں کوخدا کی یاداور محبت کی نصیحت کی‘ صحابہؓ کی زندگی میں اس تلقین کا جواثر نمایاں ہوا وہ تو الگ چیز ہے‘ خود آپؐ کی زندگی کہاں تک اس کے مطابق تھی‘ اس پر غور کرو‘ شب وروز میں کم کوئی ایسا لمحہ تھا‘ جب آپؐ کا دل اللہ کی یاد سے اور آپؐ کی زبان اللہ کے ذکر سے غافل ہو۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے‘ کھاتے پیتے‘ سوتے جاگتے‘ پہنتے اوڑھتے‘ ہر حالت میں اور ہر وقت اللہ کا ذکر اور اس کی حمد زبان مبارک پر جاری رہتی تھی۔ آج حدیث کی کتابوں کا ایک بڑا حصہ انہی مبارک کلمات اور دعاؤں کے بیان میں ہے جو مختلف حالات اور مختلف وقتوں کی مناسبت سے آپؐ کی زبان فیض اثر سے ادا ہوئیں۔ حصن حصین دوسو صفحوں کی کتاب صرف ان کلمات اور دعاؤں کا مجموعہ ہے‘ جن کے فقرہ فقرہ سے خدا کی محبت عظمت‘ جلالت اور خشیت نمایاں ہیں اور جن سے ہر وقت زبان اقدس تر رہتی تھی ‘ قرآن نے اچھے بندوں کی یہ تعریف کی ہے: **الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعودًا وعلٰی جنوبھم.** (جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرتے ہیں)

یہی آپؐ کی زندگی کا نقشہ تھا‘ چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں‘ آپؐ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔

نماز سے تعلق

آپؐ نے لوگوں کونماز کا حکم دیا‘ مگر خود آپؐ کا حال کیا تھا‘ عام پیروؤں کو تو پانچ وقتوں کی نماز کا حکم تھا‘ مگر خود آپؐ آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد اشراق‘ کچھ اور دن چڑھنے پر چاشت‘ پھر ظہر‘ پھر عصر‘ پھر مغرب‘ پھر عشاء‘ پھر تہجد‘ پھر صبح۔ عام مسلمانوں پر تو صبح کو دو رکعتیں‘ مغرب کو تین اور بقیہ اوقات میں چار چار رکعتیں فرض ہیں‘ کل شب وروز میں سترہ رکعتیں ہیں مگر آنحضرتؐ ہر روز کم وبیش پچاس ساٹھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ پنج وقتہ نماز کی فرضیت کے بعد تہجد کی نماز عام مسلمانوں سے معاف ہوگئی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی تمام عمر شب ادا فرماتے رہے اور پھر کیسی نماز کہ رات رات بھر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے‘ کھڑے کھڑے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ حضرت عائشہؓ عرض کرتیں‘ اللہ جل جلالہ نے تو آپ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے پھر اس قدر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں‘ فرماتے ”اے عائشہؓ! کیا میں خدا کا

شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' یعنی یہ نماز خشیتِ الٰہی سے نہیں، بلکہ محبت الٰہی اس کا منشاء ہے، رکوع میں اتنی دیر جھکے رہتے کہ دیکھنے والے کہتے کہ شاید آپ سجدہ کرنا بھول گئے۔

نبوت کے آغاز ہی سے آپؐ نماز پڑھتے تھے۔ کفار آپؐ کے سخت دشمن تھے مگر بایں ہمہ عین حرم میں جا کر سب کے سامنے نماز پڑھتے تھے۔ کئی دفعہ نماز کی حالت میں دشمنوں نے آپؐ پر حملہ کیا مگر اس پر بھی اللہ کی یاد سے باز نہ آئے۔

سب سے سخت موقع نماز کا وہ ہوتا تھا، جب کفار کی فوجیں مقابل ہوتیں، تیر و خنجر چلتے ہوتے لیکن ادھر نماز کا وقت آیا اور ادھر صفیں درست ہو گئیں۔ بدر کے معرکہ میں تمام مسلمان دشمنوں کے مقابل کھڑے تھے، مگر خود ذاتِ اقدسؐ اللہ کے آگے سجدہ میں جھکی ہوئی تھی، تمام عمر میں کوئی نماز عموماً اپنے وقت سے نہیں ہٹی اور نہ دو وقتوں کے علاوہ کبھی کسی وقت کی نماز قضاء ہوئی۔ ایک تو غزوہ خندق میں کافروں نے عصر کی نماز کا موقع نہیں دیا، اور ایک دفعہ اور کسی غزوہ کے سفر میں رات بھر چل کر صبح کو تمام لوگ سو گئے تو آپؐ نے رات کو نماز قضا ادا کی۔ اس سے زیادہ یہ کہ مرض موت میں شدت کا بخار تھا، تکلیف بہت تھی، مگر نماز حتیٰ کہ جماعت بھی ترک نہ ہوئی۔ قوت جواب دے چکی تھی مگر دو صحابیوںؓ کے کندھوں پر سہارا دے کر مسجد تشریف لائے، وفات سے تین دن پہلے جب آپؐ نے اُٹھنے کا قصد کیا تو غشی طاری ہوئی اور یہی حالت تین دفعہ پیش آئی، اس وقت نماز با جماعت ترک ہوئی۔

یہ تھا اللہ کی عبادت گزاری اور یاد کا عملی نمونہ

روزہ کے بارہ میں آپکے معمولات

آپؐ نے روزہ کا حکم دیا، عام مسلمانوں پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں، مگر خود آپؐ کی کیفیت کیا تھی؟ کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں'' جب آپؐ روزے رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے۔'' آپؐ نے مسلمانوں کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی مگر خود آپؐ کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی دو دو تین تین دن بیچ میں کچھ کھائے پیئے بغیر متصل روزہ رکھتے تھے اور اس عرصہ میں ایک دانہ بھی منہ میں نہیں جاتا تھا۔ صحابہؓ اس کی تقلید کرنا چاہتے تو فرماتے'' تم میں سے کون میری مانند ہے، مجھ کو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے'' سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان کے پورے کے پورے روزوں میں گزرتے۔ ہر مہینہ کے ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) میں اکثر روزے رکھتے۔ محرم کے دس دن اور شوال

کے چھ دن روزوں میں گزرتے' ہفتہ میں دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزوں میں بسر ہوتا۔

یہ تھا روزوں کے متعلق آپ کا عملی نقشہ زندگی۔

زکوٰۃ وصدقات اور آپ کی عملی زندگی

آپؐ نے لوگوں کو زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دیا تھا تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ حضرت خدیجہؓ کی شہادت تم سن چکے ہو کہ انہوں نے کہا "یا رسول اللہ! آپ قرض داروں کا قرض ادا کرتے ہیں' غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں" گو آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے آؤ' نہ گھر بار لٹا دینے کا حکم فرمایا' نہ آسمان کی بادشاہت کا دروازہ دولتمندوں پر بند کیا' بلکہ صرف یہ حکم دیا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ دوسروں کو دے کر اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ ومما رزقنھم ینفقون۔ مگر خود آپ کا عمل یہ رہا کہ جو کچھ آیا اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا۔ غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مال واسباب کی کمی نہ تھی۔ مگر وہ سب غیروں کے لئے تھا' اپنے لئے کچھ نہ تھا۔ وہی فقر وفاقہ تھا۔ فتح خیبر کے بعد یعنی ۷ھ سے یہ معمول تھا کہ سال بھر کے خرچ کے لئے تمام ازواج مطہراتؓ کو غلہ تقسیم کر دیا جاتا تھا' مگر سال تمام بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ غلہ ختم ہو جاتا تھا کیونکہ غلہ کا بڑا حصہ اہل حاجات کی نذر کر دیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپؐ رمضان المبارک میں فرماتے تھے' تمام عمر کسی سوالی کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا' کبھی کوئی چیز تنہا نہیں کھاتے تھے' کتنی ہی تھوڑی چیز ہوتی مگر آپؐ سب حاضرین کو اس میں شریک کر لیتے تھے۔ لوگوں کو عام حکم تھا کہ "جو مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے اس کی اطلاع مجھے دو کہ میں اس کا قرض ادا کروں گا اور اس نے ترکہ چھوڑا ہو تو اس کے حقدار اس کے وارث ہوں گے" ایک دفعہ ایک بدو نے کہا "اے محمدؐ! یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے میرے اونٹ پر لاد دے۔" آپؐ نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے لدوا دیا اور اس کے کہنے کا برا نہ مانا۔ خود فرمایا کرتے۔ "انما انا قاسمٌ وخازنٌ والله یعطی." "میں تو بانٹنے والا اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہوں' اصل دینے والا تو اللہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں آپؐ کے ساتھ گزر رہا تھا' راہ میں آپؐ نے فرمایا "ابوذر! اگر اُحد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے' البتہ یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کے لئے کچھ رکھ چھوڑوں۔"

دوستو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف خوشنما الفاظ نہ تھے بلکہ یہ آپؐ کے عزم

صادق کا اظہار تھا اور اسی پر آپ کا عمل تھا۔ بحرین سے ایک دفعہ خراج کا لدا ہوا خزانہ آیا۔ فرمایا کہ صحن مسجد میں ڈال دیا جائے‘ صبح کی نماز کے لئے آپ تشریف لائے تو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپؐ نے خزانہ کے انبار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا‘ نماز کے بعد ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا‘ جب سب ختم ہو گیا تو دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ یہ گویا کوئی غبار تھا‘ جو دامن مبارک پر پڑ گیا تھا‘ ایک دفعہ فدک سے چار اونٹوں پر غلہ لد کر آیا‘ کچھ قرض تھا وہ دیا گیا‘ کچھ لوگوں کو دیا گیا۔ حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ بچ تو نہیں رہا‘ عرض کی اب کوئی لینے والا نہیں اس لئے بچ رہا ہے‘ فرمایا جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ رات مسجد میں بسر کی‘ صبح کی کو حضرت بلال نے آ کر بشارت دی کہ ”یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔“ یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا۔ آپؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً اندر تشریف لے گئے اور پھر باہر آ گئے لوگوں کو تعجب ہوا‘ فرمایا مجھ کو نماز میں یاد آیا کہ سونے کا چھوٹا سا ٹکڑا گھر میں پڑا رہ گیا ہے خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات آ جائے اور وہ محمدؐ کے گھر میں پڑا رہ جائے۔ امّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ”ایک دفعہ آپؐ ملول اور رنجیدہ اندر تشریف لائے‘ میں نے سبب دریافت کیا‘ فرمایا۔ امّ سلمہؓ! کل جو سات دینار آئے تھے شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے“ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ مرض الموت میں ہیں‘ بیماری کی سخت تکلیف ہے‘ نہایت بے چینی ہے‘ لیکن اسی وقت یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں‘ حکم ہوتا ہے کہ ”انہیں خیرات کر دو‘ کیا محمدؐ اپنے رب سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔“

یہ تھی اس باب میں آپ کی زندگی کی عملی مثال۔

زہد و قناعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

آپؐ نے زہد و قناعت کی تعلیم دی‘ لیکن اس راہ میں آپ کا طرز عمل کیا تھا‘ سن چکے ہو کہ عرب کے گوشہ گوشہ سے جزیہ‘ خراج‘ عشر اور زکوٰۃ و صدقات کے خزانے لدے چلے آتے تھے‘ مگر امیر عرب کے گھر میں وہی فقر تھا اور وہی فاقہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں‘ کہ حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے‘ مگر دو وقت بھی سیر ہو کر آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا وہی بیان کرتی ہیں کہ جب آپؐ نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے کھانے

کے لئے تھوڑے سے جو کے سوا کچھ موجود نہ تھا اور چند سیر جو کے بدلہ میں آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں رہن تھی' آپ فرمایا کرتے تھے کہ "فرزندِ آدم کو ان چند چیزوں کے سوا کسی چیز کا حق نہیں۔ رہنے کو ایک جھونپڑا' تن ڈھانپنے کو ایک کپڑا' پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی (ترمذی) یہ محض الفاظ کی خوشنما بندش نہ تھی بلکہ یہی آپ کی طرز زندگی کا عملی نقشہ تھا۔ رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا جس میں کچی دیوار اور کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی' حضرت عائشہؓ کہتی ہیں 'آپ کا کپڑا کبھی تہہ کر کے نہیں رکھا جاتا تھا' یعنی جو بدن مبارک پر ہوتا تھا' اس کے سوا کوئی اور کپڑا ہی نہیں ہوتا تھا جو تہہ کیا جاتا۔ ایک دفعہ ایک سائل خدمتِ اقدس میں آیا اور بیان کیا کہ سخت بھوکا ہوں' آپؐ نے ازواج مطہرات کے پاس کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیج دیں' ہر جگہ سے یہی جواب آیا کہ "گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں ہے" ابوطلحہؓ کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ مسجد میں زمین پر لیٹے ہیں اور بھوک کی تکلیف سے کروٹیں بدل رہے ہیں ۔ایک دفعہ صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھائے کہ ان پر ایک پتھر بندھا ہے۔ آپؐ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے یعنی دو دن سے فاقہ تھا۔ اکثر بھوک کی وجہ سے آواز میں کمزوری اور نقاہت آ جاتی تھی' ایک دن دولت خانہ سے نکلے تو بھوکے تھے' حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر تشریف لے گئے' وہ نخلستان سے کھجور توڑ لائے اور کھانے کا سامان کیا۔ کھانا جب سامنے آیا تو آپؐ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا' یہ فاطمہؓ کے گھر بھجوا دو! کئی دن سے اُس کو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔

آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت تھی' مگر یہ محبت امیر عربؐ نے بیش قیمت کپڑوں اور سونے چاندی کے زیوروں کے ذریعہ سے ظاہر نہیں فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ کا دیا ہوا ایک سونے کا ہار حضرت فاطمہؓ کے گلے میں دیکھا تو فرمایا! اے فاطمہؓ تم کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ محمد کی بیٹی گلے میں آگ کا طوق ڈالے ہوئے ہے' حضرت فاطمہؓ نے اسی وقت وہ طوق اتار کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے سونے کے کنگن پہنے' تو اتروا دیئے کہ محمد کی بیوی کو یہ زیبا نہیں' فرمایا کرتے تھے کہ" انسان کے لئے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جس قدر ایک مسافر کو زادِ راہ! یہ قول تھا اور عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ

کچھ جان نثار ملنے آئے تو دیکھا کہ پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں' عرض کی یا رسول اللہ! ہم لوگ ایک نرم گدا بنا کر حاضر کرنا چاہتے ہیں' فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا غرض؟ مجھ کو دنیا سے اسی قدر تعلق ہے جس قدر اس سوار کو جو راستہ چلتے تھوڑی دیر کے لئے کہیں سایہ میں آرام کرتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے۔

۹ھ میں جب اسلام کی حکومت یمن سے شام تک پھیلی ہوئی تھی آپ کے توشہ خانہ کی مالیت یہ تھی' جسم مبارک پر ایک تہبند' ایک کھری چارپائی' سرہانے ایک تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی' ایک طرف تھوڑے سے جو' ایک کونے میں ایک جانور کی کھال' کھونٹی میں پانی کے مشکیزے۔

یہ تھا زہد و قناعت کی تعلیم کے ساتھ اس پر آپ کا عمل۔

ایثار اور صحیفہ سیرت

دوستو! ایثار کا وعظ کہنے والوں کو تم نے بہت دیکھا ہوگا مگر کیا کسی ایثار کے وعظ کہنے والے کے صحیفہ سیرت میں اس کی مثال بھی دیکھی ہے اس کی مثال مدینہ کی گلیوں میں ملے گی۔ آپ نے لوگوں کو ایثار کی تعلیم دی تو ساتھ ہی ان کے سامنے اپنا نمونہ بھی پیش کیا۔ حضرت فاطمہؓ سے آپ کو جو محبت تھی وہ ظاہر ہے مگر ان ہی حضرت فاطمہؓ کی عسرت اور تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینہ پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے۔ ایک دن انہوں نے حاضر ہو کر پدر بزرگوار سے ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی۔ ارشاد ہوا۔ "اے فاطمہؓ! اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا ہے' تو تمہاری درخواست کیونکر قبول ہو۔" دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا" فاطمہؓ! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے" ایک دفعہ آپ کے پاس چادر نہ تھی۔ ایک صحابیہؓ نے لا کر پیش کی۔ اسی وقت ایک صاحب نے کہا' کیسی اچھی چادر ہے' آپ نے فوراً اتار کر ان کے نذر کر دی۔ ایک صحابیؓ کے گھر کوئی تقریب تھی' مگر کوئی سامان نہ تھا۔ ان سے کہا' عائشہؓ کے پاس جا کر آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ گئے اور جا کر لے آئے' حالانکہ آپ کے گھر میں آٹے کے سوا' رات کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ایک دن صفہ کے غریبوں کو لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ کھانے کو ہو لاؤ۔ چونی کا پکا ہوا کھانا حاضر کیا گیا وہ کافی نہ ہوا' کوئی اور چیز طلب کی' تو چھوہارے کا حریرہ پیش ہوا۔ پھر پیالہ میں دودھ آیا' مگر یہی سامان مہمانی کی آخری قسط گھر میں تھی۔ یہ تھا ایثار اور اس پر عمل۔

توکل واعتماد کی روشن مثال

اللہ پر اعتماد، توکل اور بھروسہ کی شان دیکھنا ہو تو محمد رسول اللہؐ میں دیکھو حکم تھا **فاصبر کما صبر اولو االعزم من الرسل** ،جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر واستقلال دکھایا، تو بھی دکھا۔ آپؐ نے وہی کر کے دکھایا۔ آپؐ ایک ایسی جاہل اور ان پڑھ قوم میں پیدا ہوئے تھے جو اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی اور اس کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتی تھی، مگر آپؐ نے اس کی کبھی پروانہ کی، عین حرم میں جا کر توحید کی آواز بلند کرتے تھے اور وہاں سب کے سامنے نماز ادا کرتے تھے، حرم محترم کا صحن قریش کے رئیسوں کی نشست گاہ تھا، آپؐ ان کے سامنے کھڑے ہو کر رکوع وسجود کرتے تھے، جب آیت **فاصدع بما تؤمر** (اے محمدؐ! جو تم کو حکم دیا جاتا ہے، اس کو علی الاعلان سنادو) نازل ہوئی، تو آپؐ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کو پکارا اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا۔

قریش نے آپؐ کے ساتھ کیا کیا نہ کیا، کس کس طرح اذیتیں نہیں پہنچائیں، جسم مبارک پر صحن حرم کے اندر نجاست ڈالی، گلے میں چادر ڈال کر پھانسی دینے کی کوشش کی، راستہ میں کانٹے بچھائے، مگر آپؐ کے قدم کو راہِ حق سے لغزش ہونی تھی نہ ہوئی۔ ابوطالب نے جب حمایت سے ہاتھ اٹھا لینے کا اشارہ کیا تو آپؐ نے کس جوش اور ولولہ سے فرمایا کہ ”چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔ آخر آپ کو مع بنی ہاشم کے پہاڑی درّہ میں تین سال تک گویا قید رکھا گیا، آپ کا اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کیا گیا۔ اندر غلّہ جانے کی روک تھام کی گئی، بچے بھوک سے بلبلاتے تھے، جوان درخت کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر آپؐ کے قتل کی سازش ہوئی یہ سب کچھ ہوا مگر صبر واستقلال کا سر رشتہ آپؐ کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پناہ لیتے ہیں کفار آپ کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں، بے یار ومددگار نہتے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور مسلح قریش کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، ابوبکرؓ گھبرا اٹھتے ہیں کہ یا رسول اللہ ہم دو ہی ہیں، لیکن ایک تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے ابوبکرؓ ہم دو نہیں تین ہیں **لاتحزن ان اللہ معنا** گھبراؤ نہیں ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اسی ہجرت کے زمانہ میں اثنائے راہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی گرفتاری کے لئے سراقہ بن جعشم نیزہ ہاتھ میں لئے گھوڑا دوڑاتا ہوا

آپؐ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ! ہم پکڑ لئے گئے، مگر وہاں محمد رسول اللہؐ کے لب بدستور قرآن خوانی میں مصروف ہیں اور دل کی سکینت کا وہی عالم ہے۔

مدینہ پہنچ کر یہود کا، منافقین کا اور قریش کے غارت گروں کا ڈر تھا، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن کا راتوں کو پہرہ دیتے تھے، کہ ایک دفعہ یہ آیت نازل ہوئی **واللہ یعصمک من الناس** یعنی اللہ تجھ کو لوگوں سے بچائے گا اس وقت خیمہ سے سر باہر نکال کر پہرے کے سپاہیوں سے فرمایا۔ لوگو واپس جاؤ مجھے چھوڑ دو کہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے لی ہے۔

غزوہ نجد سے واپسی میں آپؐ ایک درخت کے نیچے آرام فرماتے ہیں صحابہؓ اِدھر اُدھر ہٹ گئے، ایک بدو تلوار کھینچ کر سامنے آتا ہے، آپؐ بیدار ہوتے ہیں موقع کی نزاکت دیکھو۔ بدو پوچھتا ہے بتاؤ اے محمدؐ! اب کون تم کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔" اطمینان اور تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے کہ "اللہ" اس پر اثر جواب سے دشمن متاثر ہو جاتا ہے اور تلوار نیام میں پہنچ جاتی ہے۔

بدر کا معرکہ ہے تین سو نہتے مسلمان ایک ہزار لوہے میں غرق قریشی لشکر سے نبرد آزما ہیں۔ مگر ان تین سو سپاہیوں کا سپہ سالار خود کہاں ہے؟ معرکہ کارزار سے الگ اللہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہے، کبھی پیشانی زمین پر ہوتی ہے اور کبھی ہاتھ آسمان کی جانب اٹھتے ہیں کہ "اے اللہ! اگر آج یہ چھوٹی سی جماعت صفحۂ عالم سے مٹ گئی تو پھر کوئی تیرا پرستار اس دنیا میں باقی نہ رہے گا۔

ایسے مواقع بھی آئے ہیں کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے مگر اللہ کی نصرت اور مدد پر اعتماد کامل اور پورا بھروسہ رکھنے والا، پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہا۔ اُحد میں اکثر مسلمانوں نے قدم پیچھے ہٹا لئے، مگر محمد رسول اللہؐ! اپنی جگہ پر تھے، پتھر کھائے، تیروں، تلواروں اور نیزوں کے حملے ہو رہے تھے، خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئی تھیں، دندان مبارک شہید ہو چکا تھا، چہرۂ اقدس زخمی ہو رہا تھا، مگر اس وقت بھی اپنا ہاتھ لوہے کی تلوار پر نہیں رکھا، بلکہ اللہ ہی کی نصرت پر بھروسہ اور اعتماد رہا، کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا پورا یقین تھا۔ حنین کے میدان میں ایک دفعہ دس ہزار تیروں کا جب مینہ برسا تو تھوڑی دیر کے لئے مسلمان پیچھے ہٹ گئے، مگر ذاتِ اقدسؐ اپنی جگہ پر تھی، اُدھر سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور اِدھر سے "**انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب**" (میں پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) کا نعرہ بلند تھا، سواری سے نیچے اتر آئے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور پیغمبر ہوں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

عزیزو! تم کو کسی اور ایسے سپہ سالار کا حال بھی معلوم ہے جس کی بہادری اور استقلال کا یہ عالم ہو کہ فوج کتنی ہی کم ہو، کتنی غیر مسلح ہو، وہ اس کو چھوڑ کر پیچھے بھی کیوں نہ ہٹ گئی ہو، مگر وہ نہ تو اپنی جان کے بچانے کے لئے بھاگتا ہے اور نہ اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھاتا ہے، بلکہ ہر حال میں زمین کی طاقتوں سے غیر مسلح ہو کر آسمان کی طاقتوں سے مسلح ہونے کی درخواست کرتا ہے۔

یہ تھی اس راہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال۔

مخالفین اور دشمن سے برتاؤ

تم نے دشمنوں کو پیار کرنے کا وعظ سنا ہوگا لیکن اس کی عملی مثال نہیں دیکھی ہوگی، آؤ مدینہ کی سرکار میں میں تم کو دکھاؤں، مکہ کے حالات چھوڑتا ہوں کہ میرے نزدیک محکومی، بے کسی اور معذوری، عفو و درگزر اور رحم کے ہم معنی نہیں ہے۔ ہجرت کے وقت قریش کے رئیس یہ اشتہار دیتے ہیں کہ جو محمدؐ کا سر قلم کرلائے گا۔ اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ میں مسلح ہو کر آپؐ کے تعاقب میں گھوڑا اڑاتا ہے، قریب پہنچ جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرا جاتے ہیں۔ حضورؐ دعا کرتے ہیں، تین دفعہ گھوڑے کے پاؤں دھنس جاتے ہیں، سراقہ تیر کے پانسے نکال کر فال دیکھتا ہے، ہر دفعہ جواب آتا ہے کہ ان کا پیچھا نہ کرو نفسی، یعنی سائیکولاجیکل حیثیت سے سراقہ مرعوب ہو چکتا ہے واپسی کا عزم کر لیتا ہے، حضورؐ کو آواز دیتا ہے اور خطِ امان کی درخواست کرتا ہے کہ جب حضورؐ کو خدا قریش پر غالب کرے تو مجھ سے باز پرس نہ ہو، آپؐ یہ امان نامہ لکھوا کر اس کے حوالے کرتے ہیں، فتح مکہ کے بعد وہ اسلام لاتا ہے، تاہم آپؐ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ سراقہ تمہارے اس دن کے جرم کی اب کیا سزا ہو؟

ابوسفیان کون ہے؟ وہ جو بدر، اُحد، خندق وغیرہ لڑائیوں کا سرغنہ تھا جس نے کتنے مسلمانوں کو تہ تیغ کرایا، جس نے کتنی دفعہ خود حضور سرور عالمؐ کے قتل کا فیصلہ کیا جو ہر قدم پر اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا لیکن فتح مکہ سے پہلے جب حضرت عباسؓ کے ساتھ آپؐ کے سامنے آتا ہے تو لوگو اس کا ہر جرم اس کے قتل کا مشورہ دیتا ہے مگر رحمت عالمؐ کا عفوِ عام ابوسفیان سے کہتا ہے کہ ڈر کا مقام نہیں۔ محمد رسول اللہؐ انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہیں، پھر حضورؐ نہ صرف اس کو معاف فرماتے ہیں بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں من دخل دار ابی سفیان کان امنا۔ (جو ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اس کو بھی امن ہے)

ہند ابوسفیان کی بیوی وہ ہند جو اُحد کے معرکہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی ہے وہ جو حضورؐ کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے ہیرو حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ بے ادبی کرتی ہے ان کے سینہ کو چاک کرتی ہے ان کے کان ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے کلیجہ کو نکال کر چبانا چاہتی ہے لڑائی کے بعد اس منظر کو دیکھ کر آپؐ بیتاب ہو جاتے ہیں وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش سامنے آتی ہے اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی، لیکن حضور پھر بھی کچھ تعرض نہیں فرماتے اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ عفوِ عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتی ہے "اے محمدؐ! آج سے پہلے تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے مجھے نفرت نہ تھی لیکن آج تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں ہے۔"

وحشی حضرت حمزہؓ کا قاتل فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں چلا جاتا ہے اور جب وہ مقام بھی فتح ہو جاتا ہے تو کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ملتی لوگ کہتے ہیں "وحشی تم نے ابھی محمدؐ کو پہچانا نہیں، تمہارے لئے خود محمدؐ کے آستانہ سے بڑھ کر کوئی دوسری جائے امن نہیں ہے" وحشی حاضر ہو جاتا ہے، حضورؐ دیکھتے ہیں، آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں، پیارے چچا کی شہادت کا منظر سامنے آ جاتا ہے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، قاتل سامنے موجود ہے مگر صرف یہ ارشاد ہوتا ہے "وحشی جاؤ میرے سامنے نہ آیا کرو" کہ شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

عکرمہؓ اسلام مسلمانوں اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن یعنی ابوجہل کے بیٹے تھے۔ جس نے آپ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، وہ خود بھی اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑ چکے تھے، مگر جب مکہ فتح ہوا تو ان کو اپنے اور اپنے خاندان کے تمام جرم یاد تھے وہ بھاگ کر یمن چلے گئے، ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان چکی تھیں، وہ خود یمن گئیں عکرمہؓ کو تسکین دی اور ان کو لے کر مدینہ آئیں۔ حضور کو ان کی آمد کی خبر ہوتی ہے، تو ان کے خیر مقدم کے لئے اس تیزی سے اٹھتے ہیں کہ جسم مبارک پر چادر تک نہیں رہتی، پھر جوش مسرت میں فرماتے ہیں **مرحبا بالراکب المهاجر** اے مہاجر سوار تمہارا آنا مبارک۔ غور کرو! یہ مبارک باد کس کو دی جا رہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر ہے، یہ معافی نامہ کس کو عطا ہو رہا ہے، اس کو جس کے باپ نے آپ کو مکہ میں سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں جس نے آپؐ کے جسم مبارک پر نجاست ڈلوائی، جس نے بحالتِ نماز آپؐ پر حملہ کرنا چاہا، جس نے آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر آپ کو پھانسی دینی چاہی جس نے دارالندوہ میں آپؐ کے قتل کا مشورہ دیا۔ جس نے بدر کا معرکہ برپا کیا اور

ہر قسم کی صلح کی تدبیر کو برہم کیا' آج اس کی جسمانی یادگار کی آمد پر یہ مسرت اور شادمانی ہے۔

ہبار بن الاسود وہ شخص ہے جو ایک حیثیت سے حضرت ؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل ہے اور کئی شرارتوں کا مرتکب ہو چکا ہے' مکہ کی فتح کے موقع پر اس کا خون ہدر کیا جاتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ بھاگ کر ایران چلا جائے لیکن پھر کچھ سوچ کر سیدھا درِ دولت پر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے یا رسول اللہؐ میں بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا ہوں' لیکن پھر مجھے حضور کا رحم و کرم اور عفو و حلم یاد آیا' میں حاضر ہوں' میرے جرائم کی جو اطلاعیں آپ کو ملی ہیں وہ سب درست ہیں اتنا سنتے ہی آپ کی رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور دوست دشمن کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔

عمیر بن وہب بدر کے بعد ایک قریش رئیس کی سازش سے اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مدینہ آتا ہے اور اس تاک میں رہتا ہے کہ موقع پا کر نعوذ باللہ آپؐ کا کام تمام کر دے کہ ناگاہ وہ گرفتار ہو جاتا ہے' آپؐ کے پاس لایا جاتا ہے' اس کا گناہ ثابت ہو جاتا ہے' مگر وہ رہا کر دیا جاتا ہے۔

صفوان بن اُمیّہ یعنی وہ رئیس جس نے عمیر کو آپؐ کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور جس نے عمیر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس مہم میں مارے گئے تو تمہارے اہل و عیال اور قرضہ کا میں ذمہ دار ہوں' فتح مکہ کے بعد وہ ڈر کر جدہ بھاگ جاتا ہے کہ سمندر کے راستہ سے یمن چلا جائے' وہی عمیر خدمتِ نبویؐ میں آ کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہؐ! صفوان اپنے قبیلہ کا رئیس ڈر کی وجہ سے بھاگ گیا ہے کہ اپنے کو سمندر میں ڈال دے۔ ارشاد ہوتا ہے "اس کو امان ہے" عمیر دوبارہ گزارش کرتے ہیں کہ اس امان کی کوئی نشانی مرحمت ہو کہ اس کو یقین آئے۔ آپ اپنا عمامہ اٹھا کر دے دیتے ہیں۔ عمیر یہ عمامہ لے کر صفوان کے پاس پہنچتے ہیں' صفوان کہتا ہے "مجھے محمدؐ کے پاس جانے میں اپنی جان کا خطرہ ہے" وہ عمیر جو زہر میں تلوار بجھا کر محمد رسول اللہ کو مارنے گئے تھے۔ صفوان سے کہتے ہیں "اے صفوان! ابھی تم کو محمد رسول اللہؐ کے حلم اور عفو کا حال معلوم نہیں" صفوان آستانہ نبویؐ پر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے مجھے امان دی ہے' کیا یہ سچ ہے؟ لیکن میں تمہارا دین ابھی قبول نہیں کروں گا مجھے دو مہینے کی مہلت دو۔ آپؐ فرماتے ہیں تمہیں دو نہیں چار مہینے کی مہلت ہے لیکن یہ مہلت ختم بھی نہ ہونے پائی کہ دفعۃً اس کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

آپؐ خیبر جاتے ہیں' جو یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز ہے لڑائیاں ہوتی ہیں' شہر فتح ہوتا ہے ایک یہودیہ دعوت کرتی ہے' آپ بلا پس و پیش منظور فرماتے ہیں' یہودیہ جو گوشت پیش

کرتی ہے اس میں زہر ملا ہوتا ہے' آپ گوشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہیں کہ آپ کو اطلاع ہو جاتی ہے یہودیہ بلائی جاتی ہے' وہ اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے لیکن رحمتِ عالمؐ کے دربار سے اس کو کوئی سزا نہیں ملتی حالانکہ اس زہر کا اثر آپؐ کو اس کے بعد عمر بھر محسوس ہوتا رہا۔

غزوۂ نجد سے واپسی کے وقت آپ تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں' دوپہر کا وقت ہے' آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی ہے' صحابہؓ اِدھر اُدھر درختوں کے سایہ میں لیٹے ہیں' کوئی پاس نہیں ہے' ایک بدو تاک میں رہتا ہے' وہ اس وقت سیدھا آپؐ کے پاس آتا ہے' درخت سے آپ کی تلوار اتارتا ہے پھر نیام سے باہر کھینچتا ہے' کہ آپؐ کی آنکھ کھل جاتی ہے' وہ تلوار ہلا کر پوچھتا ہے کہ "محمدؐ بتاؤ! اب کون تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے" ایک پُر اطمینان صدا آتی ہے "اللہ" اس غیر متوقع جواب کو سن کر وہ مرعوب ہو جاتا ہے تلوار نیام میں کر لیتا ہے' صحابہؓ آ جاتے ہیں' بدو بیٹھ جاتا ہے' اور آپؐ اس سے کوئی تعرض نہیں فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ اور ایک کافر گرفتار ہو کر آتا ہے' کہ یہ قتل کے لئے آپؐ کی گھات میں تھا' وہ سامنے پہنچتا ہے' تو آپؐ کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے' آپؐ اس کو تسلی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم قتل کرنا چاہتے بھی تب بھی نہیں کر سکتے تھے' غزوہ مکہ میں اسّی آدمیوں کا دستہ گرفتار ہوا جو جبل تنعیم سے اُتر کر آپؐ کو قتل کرنا چاہتا تھا' آپؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا' ان کو چھوڑ دو۔

دوستو! طائف کو جانتے ہو' وہ طائف جس نے مکہ کے عہد ستم میں آپؐ کو پناہ نہیں دی' جس نے آپؐ کی بات بھی سننی نہیں چاہی' جہاں کے رئیس عبد یالیل کے خاندان نے آپؐ سے استہزاء کیا' بازاریوں کو اشارہ کیا کہ وہ آپؐ کی ہنسی اڑائیں' شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے' اور دورویہ کھڑے ہو گئے اور جب آپؐ بیچ سے گزرتے تو دونوں طرف سے پتھر برسائے' یہاں تک کہ پائے مبارک زخمی ہو گئے' دونوں جوتیاں خون سے بھر گئیں' جب آپؐ تھک کر بیٹھ جاتے تو یہ شریر آپؐ کا بازو پکڑ کر اٹھا دیتے۔ جب آپؐ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن اس قدر تکلیف پہنچی تھی کہ نو برس کے بعد جب حضرت عائشہؓ نے ایک دن دریافت فرمایا کہ "یا رسول اللہؐ تمام عمر میں آپؐ پر سب سے زیادہ سخت دن کون سا آیا؟ تو آپؐ نے اسی طائف کا حوالہ دیا تھا ۸ھ میں مسلمانوں کی فوج اسی طائف کا محاصرہ کرتی ہے' ایک مدت تک محاصرہ جاری رہتا ہے قلعہ نہیں فتح ہوتا' بہت سے مسلمان شہید ہوتے ہیں' آپؐ واپسی کا ارادہ کرتے ہیں' پر جوش مسلمان نہیں مانتے'

طائف پر بددعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں' آپ ہاتھ اٹھاتے ہیں مگر کیا فرماتے ہیں "اے اللہ! طائف کو ہدایت کر اور اس کو اسلام کے آستانے پر جھکا" دوستو! یہ کس شہر کے حق میں دعائے خیر ہے' وہی شہر جس نے آپؐ پر پتھر برسائے تھے' آپ کو زخمی کیا تھا اور آپ کو پناہ دینے سے انکار کیا تھا۔

اُحد کے غزوہ میں دشمن حملہ کرتے ہیں' مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں' آپ نرغہ اعداء میں ہوتے ہیں' آپؐ پر پتھر' تیر اور تلوار کے وار ہو رہے ہیں' دندانِ مبارک شہید ہوتا ہے' خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں گڑ جاتی ہیں' چہرہ مبارک خون سے رنگین ہوتا ہے' اس حالت میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ آتے ہیں "وہ قوم کیسے نجات پائے گی جو اپنے پیغمبر کے قتل کے درپے ہے اے اللہ! میری قوم کو ہدایت کر کہ وہ جانتی نہیں ہے" یہ ہے "تو اپنے دشمن کو پیار کر" کے زیتونی وعظ پر عمل! جو صرف شاعرانہ فقرہ نہیں' بلکہ عمل کا خطرناک نمونہ ہے۔

وہی ابن عبد یالیل جس کے خاندان نے طائف میں آپؐ کے ساتھ یہ مظالم کئے تھے جب طائف کا وفد لے کر مدینہ آتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی مقدس مسجد میں خیمہ گاڑھ کر اتارتے ہیں' ہر روز نماز عشاء کے بعد اس کی ملاقات کو جاتے ہیں' اور اپنی رنج بھری مکہ کی داستان سناتے ہیں' کس کو؟ اس کو جس نے آپؐ پر پتھر برسائے تھے اور آپ کو ذلیل کیا تھا" یہ ہے تو اپنے دشمن کو پیار کر اور معاف کر"

مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن میں کس حرم کے صحن میں جہاں آپ کو گالیاں دی گئیں' آپؐ پر نجاستیں پھینکی گئیں' آپؐ کے قتل کی تجویز منظور ہوئی' قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے' ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے' وہ بھی تھے جو آپ کو جھٹلایا کرتے تھے' وہ بھی تھے جو آپ کی ہجویں کہا کرتے تھے' وہ بھی تھے جو آپ کو گالیاں دیا کرتے تھے' وہ بھی تھے جو خود اس پیکر قدسیؐ کے ساتھ گستاخیوں کا حوصلہ رکھتے تھے' وہ بھی تھے جنہوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے تھے' آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے' آپؐ پر تلواریں چلائی تھیں' وہ بھی تھے جنہوں نے آپؐ کے عزیزوں کا خونِ ناحق کیا تھا' ان کے سینے چاک کئے تھے اور ان کے دل و جگر کے ٹکڑے کئے تھے' وہ بھی تھے جو غریب اور بے کس مسلمانوں کو ستاتے تھے' ان کے سینوں پر اپنی جفا کاری کی آتشیں مہریں لگاتے تھے' ان کو جلتی ریتوں پر لٹاتے تھے' دہکتے کوئلوں سے ان کے جسم کو داغتے تھے' نیزوں کی انی سے ان کے بدن کو چھیدتے تھے' آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہؐ کے ایک اشارہ کی منتظر تھیں' دفعۃً زبان مبارک کھلتی ہے' سوال ہوتا ہے "قریش بتاؤ' میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟

جواب ملتا ہے ''محمدؐ! تو ہمارا شریف بھائی اور شریف بھتیجا ہے''۔ ارشاد ہوتا ہے آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السّلام نے اپنے ظالم بھائیوں سے کہا تھا کہ **لاتثریب علیکم الیوم** آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں **اذھبو افانتم الطلقاءُ** جاؤ تم سب آزاد ہو۔

یہ ہے دشمنوں کو پیار کرنا اور معاف کرنا۔ یہ ہے اسلام کے پیغمبر کا عملی نمونہ اور عملی تعلیم۔ جو صرف خوش بیانیوں اور شیریں زبانیوں تک محدود نہیں بلکہ دنیا میں واقعہ اور عمل بن کر ظاہر ہوتی ہے۔

یہی نکتہ ہے جس کے باعث تمام دوسرے مذاہب اپنے پیغمبروں اور رہنماؤں کے میٹھے میٹھے الفاظ کی طرف دنیا کو بلاتے ہیں اور بار بار ان ہی کو دہراتے ہیں ان کے سوا ان کے پاس کوئی چیز نہیں، اور اسلام اپنے پیغمبرؐ کے صرف الفاظ نہیں بلکہ عمل اور سنت کی دعوت دیتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا:

ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و سنتی.

میں تم میں دو مرکزِ ثقل چھوڑے جاتا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنا عملی راستہ۔

یہی دونوں مرکزِ ثقل اب تک قائم ہیں اور تا قیامت قائم رہیں گے اسی لئے اسلام کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبرؐ کی سنت کی پیروی کی بھی دعوت دیتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ.

(لوگو! تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں بہتر پیروی ہے)

پیغمبر اسلام مجسمہ عمل

اسلام خود اپنے پیغمبرؐ کو اپنی کتاب کا عملی مجسمہ، نمونہ اور پیکر بنا کر پیش کرتا ہے، تمام دنیا میں یہ فخر صرف اسلام کے پیغمبرؐ کو حاصل ہے کہ وہ تعلیم اور اصول کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور اپنی مثال پیش کرتا ہے، طریقۂ نماز کے ناواقف سے کہتا ہے **صلوا کمارا یتمونی** ''تم اس طرح اللہ کی نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو'' بیوی بچوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی تعلیم ان الفاظ میں دیتا ہے **خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی**۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے لئے سب سے اچھا ہے اور میں اپنی بیوی بچوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں'' آخری حج کا موقع ہے شمع نبوت کے گرد ایک لاکھ پروانوں کا ہجوم ہے۔ انسانوں کو اللہ کا آخری پیغام سنایا جارہا ہے۔ سب کے باطل رسوم اور نہ ختم ہونے والی لڑائیوں کا سلسلہ آج توڑا جارہا ہے مگر تعلیم کے ساتھ

ساتھ دیکھو کہ اپنی ذاتی نظیر اور عملی مثال بھی ہر قدم پر پیش کی جارہی ہے۔فرمایا:

''آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے یعنی تم سب ایک دوسرے کے قاتلوں کو معاف کردو!اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔''

''جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کئے جاتے ہیں' اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سودی بیوپار توڑتا ہوں۔''

مساوات اور اخوت انسانی

جان اور مال کے بعد تیسری چیز آبرو ہے' وہ غلط اور قابل اصلاح رسوم ورواج جن کا تعلق لوگوں کی عزت اور آبرو سے ہوتا ہے ان کو سب سے پہلے عملاً مٹانے کی ہمت گویا بظاہر اپنی بے عزتی اور بے آبروئی کے ہم معنی ہے' اسی لئے ملک کے بڑے بڑے مصلحین کے پاؤں بھی کسی ملکی رسم ورواج کی علی اصلاح کی جرأت مشکل سے کرتے ہیں' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مساوات کی تعلیم دی۔عرب میں سب سے زیادہ ذلیل غلام سمجھے جاتے تھے۔آپؐ نے مساوات' اخوتِ انسانی اور جنسِ انسانی کی برابری کی یہ عملی مثال پیش کی ایک غلام کو اپنا فرزند متبنٰی بنایا'عرب میں قبائل کی باہمی شرافت کی زیادتی اور کمی کا اس درجہ لحاظ تھا کہ لڑائی میں بھی اپنے سے کم رتبہ پر تلوار چلانا عار سمجھا جاتا تھا کہ ذلیل خون اس کی شریف تلوار کو ناپاک نہ کردے' لیکن آپؐ نے آج یہ اعلان کیا کہ اے لوگو!تم سب آدم کے بیٹے ہو' اور آدم مٹی سے بنا تھا' کالے کو گورے پر' گورے کو کالے پر' عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں' تم میں افضل وہ ہے جو اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔تو اس تعلیم نے دفعۃً بلند وپست' بالا وزیر' اعلیٰ وادنیٰ' آقا وغلام' سب کو ایک سطح پر لا کھڑا کردیا' لیکن ضرورت تھی عملی مثالوں کی' یہ مثال خود آپؐ نے پیش کی۔اپنی پھوپھی زاد بہن کو قریش کے شریف خاندان سے تھیں' اپنے غلام سے بیاہا' منہ بولے بیٹے کا قاعدہ جب اسلام میں توڑا گیا تو سب سے پہلے زید بن محمدؐ زید بن حارثہ کہلائے۔منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح عرب میں ناجائز تھا' مگر چونکہ یہ محض ایک لفظی رشتہ تھا' جس کو واقعیت سے کوئی تعلق نہ تھا

اور اس رسم سے بہت سی خاندانی رقابتوں اور خرابیوں کی بنیاد عربوں میں قائم ہو گئی تھی' اس لئے اس کا توڑنا ضروری تھا' لیکن اس کے توڑنے کے لئے عملی مثال پیش کرنا' انسان کی سب سے عزیز چیز آبرو سے تعلق رکھتا تھا' جو سب سے مشکل کام تھا۔ پیغمبر عربؐ نے آگے بڑھ کر خود اس کی مثال پیش کی اور زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے شادی کر لی' جب ہی سے یہ رسم عرب سے ہمیشہ کے لئے مٹ گئی اور متبنّیٰ کی بیہودہ رسم سے ملک نے نجات پائی۔ واقعات کی انتہا نہیں ہے' مثالوں کی کمی نہیں ہے' مگر وقت محدود ہے اور آج شاید میں نے سب سے زیادہ آپ کا وقت لیا ہے۔

دعوت فکر

میرے دوستو! میرے معروضات کی روشنی میں آدم علیہ السّلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السّلام تک اور شام سے لے کر ہندوستان تک ہر ایک تاریخی انسان کی مصلحانہ زندگی پر ایک نظر ڈالو' کیا ایسی عملی ہدایتوں اور کامل مثالوں کا نمونہ کہیں نظر آتا ہے؟

حاضرین! چند لفظ اور! بعض شیریں بیان واعظ شاعرانہ پیرایے میں اپنے "اللہ تعالیٰ کی ربانی محبت اور الٰہی عشق کا تذکرہ کرتے ہیں مگر انہی کے مقولہ کے مطابق کہ" درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے' اس پاک عشق و محبت کا کیا اثر ان کی زندگی میں نمایاں تھا' عرب کے دعویدار محبت کی سیرت پڑھو' راتیں گزرتی ہیں' دنیا سوتی ہے اور اس کی آنکھیں جاگتی ہیں' ہاتھ اللہ کے آگے پھیلے ہیں' زبان ترانہ حمد گا رہی ہے' دل پہلو میں بیتاب تڑپ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی تار جاری ہے' کیا محبت کی یہ تصویر ہے یا وہ ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سولی پر چڑھتے ہیں تو بیتابانہ زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں **ایلی ایلی لما سبقتنی** "اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا" لیکن محمد رسول اللہؐ جب موت کے بستر پر ہوتے ہیں اور زندگی کی آخری سانسیں لیتے ہوتے ہیں تو زبان پر یہ کلمہ ہوتا ہے **اللھم الرفیق الاعلیٰ** اے میرے اللہ! اے میرے بہترین ساتھی' ان دونوں فقروں میں سے کس میں محبت کا ذائقہ' عشق کی چاشنی اور ربانی سکینت کا لطف ہے:

اللّٰھم صلی علیه وعلیٰ سائر الا نبیآءِ والمرسلین.

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ''ہم نے آپ کو سارے جہاں اور سارے جہان والوں کے لئے محض رحمت بنا کر بھیجا ہے'' یہ خدا کی طرف سے ایک حیرت انگیز (اور اگر رحمت کی روح اور مفہوم کے منافی نہ ہوتا تو میں کہتا کہ) ایک تہلکہ خیز اعلان ہے، یہ اعلان اس صحیفہ میں کیا گیا ہے جس کے لئے تقدیر الٰہی کا فیصلہ تھا کہ وہ دنیا کے ہر حصہ میں (اور اپنے نزول کے بعد) تاریخ انسانی کے ہر دور میں پڑھا جائے گا، اس کے پڑھنے والے بھی لاکھوں کروڑوں انسان ہوں گے۔ اس پر غور کرنے والے اس کی تشریح کرنے والے اس کے اسرار اور رموز بیان کرنے والے اس کے ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف کی تحقیق کرنے والے اس کو تنقید اور شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اس کو علم و تحقیق کی ترازو میں تولنے اور اس کو واقعات کی کسوٹی پر کسنے والے انسانوں کا سلسلہ بھی قیامت تک ختم نہیں ہوگا۔ ایک شخص ایک بیان جاری کرتا ہے کوئی مضمون نگار کسی اخبار یا رسالہ میں (جس کی زندگی عام طور پر مختصر اور پڑھنے والوں کا حلقہ اکثر محدود ہوتا ہے) کوئی مضمون لکھتا ہے، تو اس کو اس اندیشہ سے کئی کئی بار غور کرنا پڑتا ہے اور وہ ترازو میں تول تول کر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی اس کی تردید نہ کردے، اور اس کی صداقت کو چیلنج نہ کردے کتابوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ ان کی عمریں عام طور پر اخبارات ورسائل سے زیادہ طویل ہوتی ہیں اور بعض اوقات سالہا سال تک وہ لوگوں کے مطالعہ میں رہتی ہیں اور کوئی کوئی کتاب صدیوں تک بھی زندہ رہتی ہے اس میں کسی بات کو درج یا کسی چیز کا دعویٰ کرتے ہوئے مصنف کو اپنی ذمہ داری کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ وہ لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے تو اس کو پہلے کسوٹی پر کستا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس دعویٰ یا اعلان کا پڑھنے اور سننے والوں پر کیا ردعمل ہوگا اس کے بعد غور کیجئے کہ خدائے عالم الغیوب ایک ایسی کتاب میں یہ اعلان کرتا ہے کہ جس کے متعلق وہ خود ہی کہتا ہے کہ:

لایأتیه الباطل من بین یدیه و لامن خلفه تنزیل من حکیم حمید (حم سجدہ:۴۲)

''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے''۔

اور جسکے متعلق اسکا اعلان ہے کہ: **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون** (الحجر:۹)

''بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اتاری۔ ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی

اس اعلان کی وسعت اس کے زمانی و مکانی رقبہ کا طول وعرض دونوں ایسی غیر معمولی باتیں ہیں جن سے سرسری طور پر گزرا نہیں جاسکتا۔

زمانی رقبہ سے مراد یہ ہے کہ بعثت محمدی سے لے کر قیامت تک جتنی نسلیں دنیا میں آئیں گی اور تاریخ کے جتنے دور گزریں گے یہ اعلان ان سب پر حاوی ہے اور یہ آیت پوری زمانی رقبہ کو جو ہزاروں سال پر پھیلا ہوا ہے۔ گھیرتی (COVER) کرتی ہے۔

مکانی رقبہ کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا' یہ نہیں کہا گیا کہ ہم نے آپ کو جزیرۃ العرب کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یا مشرق کے لئے یا کسی براعظم مثلاً ایشیا کے لئے پیام رحمت بنایا ہے اس کے برخلاف یہ کہا گیا ہے کہ یہ رحمت ساری دنیا پر محیط ہے گویا اردو کے شاعر حالی کی زبان میں۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

واقعہ یہ ہے کہ اس اعلان کی وسعت' عمومیت' عظمت اور لامحدودیت کے سامنے دنیا کے سارے مورخین' فلاسفہ' مفکرین' مصنفین بلکہ پورے فکر انسانی کو انگشت بدنداں' حیرت زدہ اور ششدر ہو کر کھڑا ہو جانا چاہئے' اور ایک بار سب کام چھوڑ کر واقعہ کی تصدیق اور اس اعلان کی صداقت کی تحقیق میں مصروف ہو جانا چاہئے مذاہب ہی کی تاریخ میں نہیں' تمدنوں اور فلسفوں ہی کی تاریخ میں نہیں اصلاحی اور انقلابی تحریکوں اور کوششوں ہی کی تاریخ میں نہیں بلکہ پوری تاریخ انسانی اور پورے انسانی لٹریچر میں ایسا پر از اعتماد' ایسا واضح اور بے لاگ ایسا عمومی و عالمگیر اعلان کسی شخصیت یا کسی مذہب ودعوت کے متعلق نہیں ملتا۔ مذاہب عالم کی تاریخیں انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں اور تعلیمات کا جو ریکارڈ دنیا میں محفوظ ہے وہ بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

”رحمت“ ہماری روزمرہ زندگی کا ایک کثیر الاستعمال لفظ ہے

کسی چیز کی اہمیت وعظمت اور قدر و قیمت کا تعین کرنے کے لئے عام طور پر دو پیمانے ہوتے ہیں ایک اس کی تعداد اور مقدار جس کو ہم جدید علمی اصطلاح میں ”کمیت“ یا QUANTITY کے لفظ سے ادا کرتے ہیں اور ایک کسی شی کا جوہر یا صفت ہے جس کو اصطلاحا ”کیفیت“ (QUALITY) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ قرآنی اعلان جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا گیا ہے ان دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے یعنی آپ کی بعثت ونبوت، آپ کے وجود گرامی، اور آپ کی تعلیمات سے انسانیت کو جو فیض پہنچا۔ اس کو حیات نو کا جو پیغام ملا اوراس کی بیماریوں کا جو مداوا، اس کے مصائب کا جو خاتمہ ہوا اس پر رحمتوں اور برکتوں کا جو دروازہ کھلا وہ اپنی وسعت و کثرت اپنی مقدار و کمیت (QUANTITIY) کے اعتبار سے بھی اور اپنی نوعیت و افادیت، اپنے جوہر و کیفیت (QUANTITIY) کے اعتبار سے بھی بے نظیر و بے مثال ہے۔ ”رحمت“ ہماری روزمرہ زندگی کا ایک کثیر الاستعمال لفظ ہے۔ اس کا اطلاق ہراس چیز پر ہوتا ہے جس سے کسی انسان کو فائدہ یاراحت حاصل ہو۔ اس کے انواع واقسام اوراس کے مراتب ودرجات کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگرکوئی کسی کو پانی پلادیتا ہے تو وہ بھی ایک طرح کی ”رحمت“ ہے اگرکوئی کسی کوراستہ بتادیتا ہے تو وہ بھی ایک طرح کی ”رحمت“ ہے اگرگرمی میں کوئی کسی کو پنکھا جھل دیتا ہے تو وہ بھی ایک طرح کی ”رحمت“ ہے۔ ماں اپنے بچہ کو پیار کرتی ہے باپ اپنے لڑکے کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتا ہے اوراس کے لئے زندگی کا ضروری سامان مہیا کرتا ہے وہ اس سے بھی بڑی ایک ”رحمت“ ہے استاذ طالب علم کو پڑھاتا ہے اس کو علم کی نعمت بخشتا ہے یہ بھی ایک بڑی قابل قدر ”رحمت“ ہے بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑا پہنانا سب ”رحمت“ کے مظاہر ہیں اور سب کا اعتراف ضروری اور شکریہ واجب ہے۔

رحمت کا مظہر

لیکن ”رحمت“ کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ کسی جاں بلب مریض کی جان بچالی جائے۔ ایک بچہ دم توڑ رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب آخری ہچکی لے گا ماں رورہی ہے کہ میرا لال دنیا سے رخصت ہورہا ہے اس سے کچھ نہیں ہوسکتا باپ مارامارا پھر رہا ہے اور سر پھوڑ رہا ہے سب بے بس معلوم ہوتے ہیں کہ اچانک ایک طبیب حاذق فرشتہ رحمت بن کر پہنچتا ہے اور کہتا ہے گھبرانے

کی کوئی بات نہیں! وہ دوا کا ایک قطرہ بچہ کے حلق میں ٹپکاتا ہے وہ آنکھیں کھول دیتا ہے سب اس کو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ کہیں گے اور وہ ساری رحمتیں جن کا میں نے نام لیا۔ اس "رحمت" کے سامنے مات ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ یہ اس مریض ہی پر نہیں بلکہ اس کے چھوٹے سے کنبہ اور اس سے محبت کرنے والوں پر بھی احسان عظیم ہے کہ اس کی جان بچائی گئی۔ کوئی نابینا چلا آ رہا ہے راستہ میں کوئی خندق یا کوئی کنواں پڑ گیا قریب ہے کہ اس کا اگلا قدم اسی خندق یا کنویں میں ہو اللہ کا ایک بندہ عین وقت پر پہنچتا ہے اور وہ اس کی کمر پکڑ لیتا ہے اور اس کو اس خندق میں گرنے سے بچا لیتا ہے تو وہ اس کے حق میں فرشتہ کہلائے گا ایک نوجوان جو اپنے باپ کی آنکھ کا تارا اور اپنے کنبہ کا سہارا ہے دریا میں ڈوبنے لگا وہ غوطے کھا رہا ہے کوئی گھڑی ہے کہ وہ تہ نشین ہو جائے ایسے میں کوئی اللہ کا بندہ اپنی جان پر کھیل کر کود پڑتا ہے اور اس کی جان بچا لیتا ہے اس کے ماں باپ اور بھائی فرط مسرت اور احسان مندی کے جذبہ سے اس سے لپٹ جاتے ہیں اور ساری عمر اس کا احسان نہیں بھولتے۔

لیکن "رحمت" کا آخری مظہر یہ ہے کہ پوری انسانیت کو ہلاکت سے بچایا جائے، پھر ہلاکت ہلاکت اور خطرہ خطرہ میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک عارضی ہلاکت اور تھوڑی دیر کا خطرہ ہے۔ ایک ابدی ہلاکت اور دائمی خطرہ ہے خدا کے پیغمبر انسانوں کے ساتھ "رحمت" کا جو معاملہ کرتے ہیں وہ ان رحمتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ زندگی کا موج سمندر، یہ زندگی کا طوفانی دریا، جو انسانوں اور افراد ہی کو نہیں قوموں اور ملکوں کو غرق کر چکا ہے تہذیبوں اور تمدنوں کو لقمہ اجل بنا چکا ہے جس کی موجیں نہنگوں کی طرح منہ پھیلا کر بڑھتی اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح انسانوں پر حملہ کرتی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس بے رحم دریا سے کس طرح پار اترا جائے اور انسانی قافلہ کو ساحل مراد بلکہ ساحل نجات پر پہنچایا جائے نوع انسانی کا سب سے بڑا محسن اور اس کا نجات دہندہ وہ قرار پائے گا جو انسانی کشتی کو جو ڈانواں ڈول ہو رہی ہے جس کے سوار موجود ہیں لیکن ملاح مفقود، ساحل تک پہنچا دے نوع انسانی ان کی بھی شکر گزار ہے جو اس کو علم وفن کا تحفہ دیتے ہیں وہ ان کی بھی شکر گزار ہے جو اس کی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں وہ ان کی بھی شکر گزار ہے جنہوں نے اس کی زندگی کو پر راحت بنایا اور اس کی زندگی کی مشکلات کو ختم یا کم کیا۔ وہ کسی کے احسان کی ناقدری نہیں کرتی لیکن اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کو دشمنوں سے بچایا جائے جو اس کی جان کے دشمن ہیں اور اس کی کشتی پار لگائی جائے۔

پس جاہلیت کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ پوری زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی بلکہ ٹوٹ گئی تھی۔ انسان نہیں رہا تھا' انسانیت کا مقدمہ اپنے آخری مرحلہ میں خدا کی عدالت میں پیش تھا انسان اپنے خلاف گواہی دے چکا تھا اس حالت میں خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ارشاد ہوا:۔

ومآ ارسلنک الا رحمة للعالمین (سورۂ انبیاء:)

''اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو تمام جہاں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا۔''

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
مگر نہ آیا کوئی رحمت عالم بن کر

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

تیسرا خطبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

الحمدلله و كفىٰ وسلامٌ علىٰ عباده الذين اصطفىٰ

اما بعد اعوذبالله من الشيطين الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم الخ

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس آیت شریفہ میں اپنے ایک بڑے احسان کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے بہت بڑا احسان کیا مومنین پر ایمان لانے والوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے۔ انہی کی قسم میں سے ہے۔ انہی کی نوع میں سے۔ یہ بہت بڑا احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں۔ ہمیں پیدا کیا کتنا بڑا احسان ہے۔ نہ پیدا کرتے تو ہمارا کیا زور تھا۔ پیدا کیا تو انسان بنایا۔ اگر انسان نہ بناتے جانور بنا دیتے تو ہمارا زور تھا کچھ؟ گدھے بھی تو اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کتّے بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، سانپ بچھو بھی اسی نے پیدا کئے ہیں۔ اگر خدا ہمیں انسان نہ بناتا، سانپ بچھو بناتا تو ہمارا کوئی زور تھا اس پر؟ تو کیا ہوا ہوتا؟ جو دیکھتا وہی مارنے کو دوڑتا، گدھا بناتا، بیل ہاتھی بناتا تو کیا ہوتا۔ یہ سب بھی تو اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اس نے ہمیں انسان بنایا کتنا بڑا احسان کیا پھر انسانوں میں بھی کتنے انسان ایسے ہیں جو بے شمار عوارض میں مبتلا ہیں، پریشانیوں میں مبتلا ہیں، کسی کی آنکھ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی، کسی کے معدے میں درد، کسی کی کمر میں درد، قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ساری بیماریوں سے محفوظ فرمایا۔ کتنا بڑا احسان کیا اور کتنے ہی انسان ایسے ہیں جو اپنے ہاتھ سے بت بناتے ہیں۔ اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اس کو خدا، معبود اور

حاجت روا سمجھتے ہیں۔ مالک الملک سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ جانتے ہی نہیں اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے خالق کو اپنے رازق کو پہچانتے نہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ نام تو ان کا مسلمان ہے لیکن کبھی مسجد میں نہیں آتے ہیں' کبھی قرآن کریم نہیں پڑھتے۔ کبھی سر نہیں جھکاتے' خدا کے سامنے کبھی کلمہ نہیں پڑھتے' جانتے نہیں۔ تو اللہ نے کتنا بڑا احسان فرمایا کہ اپنے گھر میں آنے کی اجازت دی۔ مسجد میں آنے کی' اگر مہر لگا دیں دلوں پر تو کوئی آ سکتا ہے؟ ہر گز نہیں آ سکتا۔

ایک واقعہ

ایک صاحب بابو' ان کے ساتھ ملازم' ملازم نماز کا بہت پابند' کہیں ساتھ لیے جا رہے ہیں' چلتے چلتے بازار سے کچھ سامان سودا خریدا۔ ادھر اذان ہوگئی۔ ملازم نے کہا حضور میں تو جا رہا ہوں میرے آقا نے میرے مولانا نے مجھے بلایا ہے۔ اس نے کہا تیرا آقا تو میں ہوں تجھے کس نے بلایا۔ اس نے کہا نہیں ایک دوسرا آقا ہے جو ہم سب کا آقا ہے۔ اس نے بلایا ہے۔ اذان ہوگئی۔ مسجد میں جانے کے لئے حکم ہے۔ چنانچہ وہ باہر بیٹھ گئے۔ اور ملازم مسجد کے اندر آ گیا' ملازم نے نماز پڑھی' کچھ تسبیح وظیفہ پڑھنے لگا۔ دیر ہوگئی نہیں گیا۔ وہ صاحب آئے آواز دی' ارے آتا نہیں کیا ہوگیا؟ ملازم نے کہا جانے نہیں دیتے۔ اس نے کہا ارے کون نہیں جانے دیتا' وہاں کون بیٹھا ہے' دیکھا ادھر ادھر کوئی وہاں بیٹھا نہیں ہے' پھر کون جانے نہیں دیتا۔ ملازم نے کہا وہی جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا جو آپ کو اندر مسجد میں آنے نہیں دیتے وہ مجھ کو مسجد سے باہر جانے نہیں دیتے۔

اللہ میاں کی طرف سے کتنا بڑا احسان ہے کہ اپنے دربار میں اس نے آنے کی اجازت دے دی۔ دنیا میں کسی کلکٹر سے کسی ڈپٹی سے کسی بڑے آدمی سے ملنا چاہو تو کتنی دیر لگتی ہے۔ اس کے یہاں درخواست بھیجو۔ ملازمین سے بات کرو۔ ٹیلیفون پر بات کرو۔ وقت بتاؤ۔ اپنا مقصد بتاؤ۔ کیوں آئے ہو۔ یہ بتانا پڑے گا پھر بھی الجھن ہے اجازت ملے یا نہ ملے۔ اللہ میاں کے یہاں کچھ نہیں' کوئی درخواست نہیں دیتے' کسی کی سفارش نہیں' آؤ وہ اعزاز و اکرام سے بلاتے ہیں۔ اجازت ہے آؤ آؤ' اس لئے اللہ تعالیٰ کے احسانات تو بہت بے شمار ہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ کتنا بڑا احسان ہے۔ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ ایک ایک سورۃ عالی۔ ایسا کہ ثواب بہت بڑا۔ قل ھو اللہ شریف ایک مرتبہ پڑھنے پر ایک تہائی قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے۔ یٰسین شریف ایک مرتبہ پڑھنے پر دس مرتبہ قرآن شریف

پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ایسی ایسی نعمتیں اس نے دے رکھی ہیں۔نماز کس کی بدولت عطا ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عطا ہوئی۔پانچ وقت حاضری کا حکم۔اور اللہ تعالیٰ قدر دانی سے بلاتے ہیں۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی گھر سے وضو کر کے مسجد کے لئے نکلتا ہے تو ایک ایک قدم پر ایک ایک نیکی ملتی ہے۔ایک ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ایک قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے' کتنا بڑا احسان ہے کتنا بڑا اکرم ہے۔کتنا بڑا اعزاز ہے۔وہیں سے اعزاز شروع ہوتا ہے۔اپنے گھر آنے والے کے لئے یہ احسانات انعامات ہیں حق تعالیٰ کے ان پر شکر ادا کرنا چاہئے۔جیسی بڑی نعمت ہوتی ہے ویسا اس کا بڑا شکر ہوتا ہے۔حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا۔بہت بڑا انعام ہے۔قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملا۔روزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملا' زکوٰۃ کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملا۔حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملا۔کتنے بڑے احسانات ہیں۔پانچ وقت سارے محلے والے جمع ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں' اس کی خیریت پوچھتے ہیں۔اگر کوئی شخص نہیں آیا تو تحقیق کرتے ہیں کہ کیا بات ہے خیریت پوچھتے ہیں۔طبیعت تو اچھی ہے' کہیں باہر تو نہیں گیا' کوئی عارض پیش نہیں آیا۔ایک ہمدردی یہی ہے' جو نماز کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ہفتے میں ایک روز جمعہ کے دن ساری بستی کے لوگ جمع ہوتے ہیں' تو ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں' ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنا محسن سمجھتے ہیں' اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتے ہیں' کتنی بڑی ہمت اور قوت دلوں کے اندر پیدا ہوتی ہے نماز کی بدولت۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. جو لوگ عربی سے واقفیت رکھتے ہیں جانتے ہیں "ل" تاکید کے لئے آتا ہے۔"قد" تحقیق کے لئے آتا ہے۔بالتحقیق بالیقین اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا۔احسان تو سب کے لئے ہے۔آپ کی ذات عالیہ ذات مبارکہ' ذات مقدسہ سب کے لئے احسان ہے۔آسمانوں کے لئے بھی' زمینوں کے لئے بھی' فرشتوں کے لئے بھی' جنات کے لئے بھی' حیوانات کے لئے بھی' بشر کے لئے بھی' سب کے لئے رحمت و نعمت ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ' لیکن فائدہ اٹھانے کے لئے مومن ہونا شرط ہے۔جو لوگ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔یہ احسان خاص طور پر مومنین کے لئے ہے۔ایمان لانے والوں کے لئے ہے۔ جیسا بڑا احسان ہوتا ہے ویسا ہی بڑا اس کا شکر بھی ہوتا ہے۔ویسا ہی اس کا حق بھی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار حقوق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بے شمار ہیں۔ان کو اگر سمویا جائے تو تین قسم میں سمویا جاسکتا ہے(۱) پہلا حق ہے محبت کا آپ کی ذات مقدسہ سے محبت ہونی چاہئیے۔خود حدیث پاک میں آتا ہے لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ تم میں سے کوئی شخص مومن کہلانے کا حق نہیں رکھتا' مومن کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اس کے ماں باپ سے اس کے اولاد سے سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

پہلا حق......محبت

لہٰذا پہلا حق محبت کا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے محبت ہونی چاہئیے۔ ہر مسلمان کے قلب میں محبت ہونی چاہیے۔محبت جو ہوتی ہے آدمی کو اپنے گھر سے بھی محبت ہوتی ہے' اپنی دکان سے' اپنے عہدے سے' اپنی اولاد سے' اپنے مال سے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت ہے وہ سب محبتوں سے بالاتر اور اعلیٰ ہونی چاہئیے۔اس کا اندازہ ہوتا ہے مقابلے کے وقت' ایک کی محبت کا تقاضا کچھ اور' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا کچھ اور' تو آدمی کس کی محبت اختیار کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو یا کسی اور کی محبت کو۔اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔اس کے لئے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا حال۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح محبت کی ہے اور کیسے کیسے مقابلے کے وقت میں کیا کیا نوبت آئی ہے۔

پہلا معرکہ حق و باطل

اسلام کا سب سے پہلا جہاد غزوۂ بدر کہلاتا ہے۔قصہ طویل ہے۔اس میں تھوڑا سا ٹکڑا یہاں نقل کرتا ہوں۔قرآن پاک میں بھی غزوۂ بدر کا تذکرہ آیا ہے۔احادیث میں تشریح سے آیا ہے۔جب غزوۂ بدر ہوا۔ادھر سے چلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' کثرت سے پیادہ تھے۔ایک ایک اونٹ پر تین تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ایک دو گھوڑے تھے۔ایک دو تلواریں تھیں۔باقی کسی کے پاس تلوار نہیں' گھوڑا بھی نہیں تھا' وہاں پہنچ کر پہلا کام کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے سامنے نماز پڑھ کر دعا کی۔اس طرح دعا کی کہ یا اللہ اتنے برسوں کی محنت کے بعد یہ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ایمان لائے ہیں۔۳۱۳ تھے مسلمان' کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہ

۳۱۳/ آدمی ایمان لائے ہیں۔ مدتوں کی محنت کے بعد۔ بڑی مشقتوں سے بڑی مصیبتوں سے۔ اگر آج یہ قتل ہوئے تو کل تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ بس بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا قبول ہوگئی۔ ایک چھپر ڈال دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چھپر میں رہیں۔ اگر کسی کو کوئی ضرورت پیش آوے' کوئی بات کہنی ہو اس چھپر تک آجاوے۔ پہچاننے کے لئے چھپر ڈال دیا گیا۔ تلاش نہ کرنا پڑے۔ ادھر اُدھر کہاں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ چھپر کو دیکھ کر وہاں آجاوے۔ اور پہرے کے لئے حفاظت کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجویز تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں۔ اگر پچاس قدم کے فاصلے پر بھی کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کے دیکھتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تلوار لئے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹتے تھے۔ اس حفاظت کیلئے قدرت کی بات اس جہاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ادھر تھے اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ کافروں کے ساتھ تھے۔ وہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ ستر ۷۰ مشرکین قتل ہوئے۔ ۷۰ ستر گرفتار ہو کر قیدی بنا لئے گئے۔ اللہ نے وہ دن کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی ایمان لائے۔ ایک دن کہنے لگے کہ بدر کی لڑائی میں آپ ایک مواقع پر آئے تھے۔ نشانے پر آئے تھے' میں چاہتا تو آپ کو قتل کر دیتا' لیکن باپ ہونے کا خیال کیا کہ آپ میرے باپ بھی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا' جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم نے باپ ہونے کا خیال کیا۔ لیکن اگر تو میرے نشانہ پر آجاتا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑ دیتا۔ میں خیال نہ کرتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ میں تجھے فوراً قتل کر دیتا۔ تیری مجال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں تلوار لے کر آئے۔ یہاں سے اندازہ لگانے کی ضرورت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی۔ ایسے مقابلے کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کس کی بات صحیح ہے کس کی نہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُمِ حبیبہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ان کے پاس ان کے باپ ابوسفیانؓ آئے۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب باپ آئے ہوئے ہیں تو جو بسترہ بچھا ہوا تھا جلدی سے لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔ باپ نے پوچھا یہ کیا۔ دنیا کا دستور یہ ہے کہ جب باپ جاتا ہے بیٹی کے پاس تو بیٹی اس کے لئے بسترہ بچھا

دیتی ہے۔ تو نے بچھا بچھایا بستر ہ اٹھا کے رکھ دیا۔ انہوں نے بتلایا' یہ بستر ہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ تم نجس ہو' کافر ہو' مشرک ہو' ایمان نہیں لائے ہو' تم اس قابل نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر ے پر بیٹھ سکو۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ تھی باپ کی محبت سے۔

بہت واقعے ساری زندگی بھری ہے۔ اسی طریقے پر کہ ان حضرات کے یہاں محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تھی اور اسی سے پتہ چلتا ہے ان واقعات سے ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق ہے محبت کرنا۔ لیکن اتنا یاد رہے کہ خالی محبت بغیر عقیدت کے بغیر اطاعت کے خالی محبت کا دم بھرنا نجات کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا حق..... عقیدت

دوسرا حق ہے عقیدت کا' عقیدت کے کیا معنی؟ یہ یقین کرلیں اور یہ فیصلہ کرلیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے' جو کتاب لے کر آئے' جو احکام لے کر آئے وہ سب حق ہیں۔ وہ سب سچے ہیں' ایسے سچے ہیں کہ ان کو اختیار کئے بغیر نجات نہیں۔ نجات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ہے۔ یہ یقین رکھنا' یہ عقیدت رکھنا یہ دوسرا حق ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا' چنانچہ چالیس سال کی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تھی مکہ مکرمہ کی کہ سب لوگ آپ سے محبت کرتے تھے' مرد بھی اور عورت بھی۔ آپ کو امین کہتے تھے' سچے بہت سچے امانت دار۔ لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ آپ کو سچا مانتے تھے' سبھی محبت کرتے تھے۔ لیکن ہوا کیا؟ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَ قْرَبِیْنَ۔ کہ آپ اپنے خاندان کے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے۔ اللہ کے احکام کی طرف دعوت دیجئے۔ یعنی نبوت کا آپ نے اظہار فرمایا۔ آپ کے ساتھ یہ عقیدت رکھنا کہ آپ کی ہر بات میں نجات ہے۔ آپ بالکل سچے ہیں۔ آپ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ اپنے گھر کے لوگوں کو بلایا' نام نام لے کر کے پکار کر آواز دی سب کے سب گھبرا گئے' یہ کیسی آواز ہے' اس سے پہلے تو کسی نے اس طرح تو پکارا نہیں تھا اور آواز سارے مکہ میں پھیل گئی۔ ایک تو وہاں آبادی اور بڑے بڑے محلات مکانات تو اس زمانے میں تھے نہیں' اس لئے آواز پہنچی' دوسرے یہ کہ وہ آواز تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی جو اللہ کے حکم سے دی گئی تھی۔ اس کو کون روک سکتا تھا۔ کون رکاوٹ بن سکتا تھا۔ کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ چنانچہ سب لوگ دوڑ کر آئے۔ یہ کیا قصہ پیش آیا ہے کیوں ایسے پکارا جا رہا ہے۔ اور جو خود نہیں

آسکا کسی مشغولی کی وجہ سے دوسرے آدمی کو بھیجا کہ دیکھو کیا معاملہ ہے۔ تحقیق کرو۔ جب وہ سارے جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ان کا امتحان لیا۔ فرمایا اگر میں یہ کہوں تو تم کو کہ پہاڑ کے پاس دشمن کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے جو صبح ہوتے ہی تم پر حملہ کردے گا' تم رات سے ہی اپنی بچاؤ کا انتظام کرلو' کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ یہ پوچھا۔ سب نے کہا کہ **ماجربنا علیک الکذب**۔ آپ کے متعلق غلط بیانی کا تجربہ نہ ہوا۔ آپ نے آج تک جو بات فرمائی' سچ فرمائی' ہم ضرور مانیں گے۔ تسلیم کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی دشمن کا لشکر تو موجود نہیں' لیکن جب آپ فرماتے ہیں تو ہم اپنی آنکھوں کو جھٹلا دیں گے اور آپ کی باتوں کو مانیں گے۔ تب آپ نے فرمایا میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ آپ کی طرف آیا ہوں۔ خدا کے عذاب سے ڈرو' مرنے کے بعد دوبارہ پھر زندہ ہونا ہے اور ذرّے ذرّے کا حساب ہوگا۔ وہاں پر۔ اس مجمع میں اس مجلس میں جو شخص سب سے زیادہ دعویٰ محبت کرنے کا دم بھرنے والا تھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا اس کا نام تھا ابولہب۔ اس نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی' محبت تو وہ کرتا تھا لیکن اس عقیدت کے لئے تیار نہیں ہوا۔ کہ آپ کو رسول جانے۔ جو بات آپ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں اس کو تسلیم کریں۔ وہیں سے الگ ہوا۔ اس نے سخت لفظ کہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورۃ تبّت یدا نازل کی' اس کو جہنمی دوزخی فرمایا۔ ابولہب کو اس ساری محبت کے باوجود محبت کیسی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے عبداللہ۔ ان کے گھر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی' پیدا ہوئے۔ ابولہب کی ایک باندی تھی ثوبیہ اس نے آکر ابولہب کو خوشی خوشی اطلاع کی کہ تمہارے گھر بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے خوشی میں آکر جبھی اس کو آزاد کردیا تھا۔ بعد میں کتنی محبت تھی۔ کیسی خوشی کی بات سنادی۔ خدا جانے کتنی دفعہ کندھے پہ اٹھایا ہوگا' گود میں بٹھایا ہوگا' بھتیجے کو محبت کی وجہ سے' یہ ساری محبت بےکار گئی۔ اس واسطے کہ عقیدت نہیں تھی۔ عقیدت کیا تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول مانیں۔

محبت یہ ہے بنیادی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول ماننا اور یہ فیصلہ کرلینا جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ہم اس کے ماتحت رہیں گے۔ یہ عقیدت ہے سچا تو سبھی مانتے تھے۔

کافر کو آپ کی صداقت کا یقین

حضرت سعدؓ مدینہ طیبہ میں انصار کے سردار تھے اپنے قبیلے کے۔ ان کا معمول تھا جب مکہ معظمہ

آتے تو امیہ بن خلف کے یہاں ٹھہرتے اور اس کے ساتھ تعلقات تھے۔ اُمیّہ بن خلف جب مدینہ طیبہ آتا حضرت سعدؓ کے یہاں ٹھہرتا۔ جب یہاں سے ہجرت کا قصہ پیش آیا صحابہ کرامؓ مدینہ طیبہ میں ٹھہرے۔ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ آئے اور آ کر اپنے معمول اور طرز کے مطابق اُمیّہ بن خلف کے پاس ٹھہرے۔ اُمیّہ سے کہا میرا جی چاہتا ہے طواف کرنے کو کونسا وقت مناسب ہے اس نے کہا دن چڑھے مناسب ہے۔ دن چڑھے گئے۔ طواف کرنے کو وہاں ابوجہل بھی تھا۔ ابوجہل نے کہا اُمیّہ سے' یہ تیرے ساتھ کون ہے' اس نے کہا یہ سعد ہے۔ ابوجہل نے کہا جو لوگ ہمارے باغی تھے مخالف تھے ان کو تم نے اپنے یہاں پناہ دی' اپنے یہاں ٹھہرایا اور مزے سے طواف کرتے ہو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو تم نے ٹھکانا دیا' اپنے یہاں ٹھہرا دیا۔ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم نے ان کو نکالا ہے اور آج تم ہمارے علاقے میں طواف کرتے ہو خوشی خوشی' اس پر حضرت سعدؓ نے کہا دیکھا اگر تو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیرا شام کا راستہ روکوں گا۔ دستور یہ تھا کہ قریش مکہ کے رہنے والے ملک شام جایا کرتے تھے' ایک سفر تو وہ کرتے تھے یمن کا اور ایک سفر کرتے تھے شام کا۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ

(چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں)

ایک جگہ جاتے تھے سردی کے زمانے میں اور ایک جگہ جاتے تھے گرمی کے زمانے میں اور سارے سال کی ضروریات وہاں سے خرید کر لاتے تھے مکے والوں کے لئے اور جتنے ڈاکو چور تھے وہ قریش کے قافلے کو کچھ نہیں کہتے تھے۔ شام جانے کا راستہ مدینہ طیبہ کے قریب تھا۔ حضرت سعدؓ نے کہا۔ اگر تو نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا ملک شام جانے کا جو راستہ ہے مدینہ طیبہ میں تمہارا وہ راستہ روکوں گا۔ شام نہیں جاسکے گا۔ اُمیّہ نے کہا سعد سے زور سے نہ بول ابوجہل کے سامنے یہ قوم کا بڑا آدمی ہے۔ یہاں کا سردار ہے۔ انہوں نے اسے بھی ڈانٹا۔ میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے قتل کریں گے۔ اب اُمیّہ نے کہا مجھے۔ سعدؓ نے کہا ہاں۔ کہاں مکے میں کہ کہیں اور۔ کہا یہ نہیں بتایا کہاں۔ بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات اس کے دل میں ایسی بیٹھ گئی کہ بالکل غمگین ہو گیا۔ پھر جا کر اپنی بیوی سے گھر میں کہا کہ سعد نے ایسا کہا۔ چنانچہ میں مکہ سے نکلوں گا ہی نہیں۔ مکے میں ہی بیٹھوں گا۔ اس واسطے کہ مکہ پر ان لوگوں کا اتنا تسلط تھا قبضہ تھا کہ سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آ ہی

نہیں سکتے۔ قتل کی نوبت آئے گی تو باہر ہی آئے گی۔ میں باہر جاؤں گا ہی نہیں۔ یہ بیوی سے بھی کہہ دیا۔ پھر جب بدر کا قصہ پیش آیا۔ ابو جہل لوگوں سے کہتا ہے چلو بدر چلو بدر تو اُمیّہ سے بھی کہا۔ اُمیّہ نے کہا میں نہیں جاؤں گا۔ سعدؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قتل کریں گے۔ ابوجہل نے پٹی پڑھائی اگر تو نے انکار کیا تو اور لوگ بھی بیٹھ جائیں گے۔ تو چل تھوڑی دور پھر چپکے سے واپس آ۔ اس نے کہا اچھی بات ہے۔ بیوی سے کہا ذرا سامان تیار کرنا میں جارہا ہوں۔ اس نے کہا یاد نہیں رہا تمہارے دوست سعد نے کیا کہا تھا۔ کہا مجھے یاد ہے لیکن میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا جلدی واپس آ ؤں گا۔ گیا اور چلتا رہا چلتا رہا یہاں تک کہ بدر پہنچا اور اللہ نے وہاں قتل کرایا۔ اس کے جی کے اندر غیر اختیاری طور پر ایسی بات بیٹھ گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات فرمائی وہ ہو کے رہے گی لیکن ایمان اس کا نام نہیں۔ ایمان نام ہے اپنے اختیار سے اپنے آپ کو پیش کردینا اور طے کر دینا کہ میری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت گذرے گی۔ اس فیصلے کا نام ایمان ہے جو اپنے اختیار سے ہوتا ہے۔

دوسرا حق کیا ہے؟ عقیدت کا۔ عقیدت کا حاصل یہ ہے کہ آپ کو سچا رسول ماننے اور یقین کے ساتھ جانے کہ نجات اسی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں نجات ہے اور یہ طے کر کے فیصلہ کرے کہ میری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت گزرے گی ۔ جو کچھ ارشاد فرمائیں گے وہ کروں گا۔ یہ عقیدت ہونا ضروری ہے دوسرا حق۔

تیسرا حق اطاعت

تیسرا حق ہے اطاعت کا۔ محبت بھی ہو عقیدت بھی ہو مگر اطاعت نہ ہو۔ اس کی مذمت آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ چہیتی اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو فرمایا اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ پیغمبر کی بیٹی ہوں بخشی جاؤں گی، وہاں اپنا عمل کام آئے گا۔ دنیا میں پیسے روپے کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لے لیکن عمل کرو۔ اپنا عمل کام آئے گا۔ ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔ ایسی محبت تھی جس کو بیان نہیں کرسکتے۔ اتنی محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں خدمت اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے آنا ہوا۔ فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حضرت آج میں نے روٹی پکائی تھی۔ میرا جی نہ مانا کہ آپ کے بغیر خود کھاؤں۔ اس لئے آپ کے واسطے لے کر آئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کو دیکھتے تھے تو ان کو گلے سے لگا لیتے۔ لپٹا

لیتے' سینے سے لگا لیتے۔ پیار کرتے ان کو بڑی محبت فرماتے۔ فرمایا اہل جنت بیویوں کی فاطمہ سردار ہے۔ فاطمہ سیدہ ہے۔ جنت میں جتنی عورتیں جائیں گی' سب کی سردار حضرت فاطمہؓ ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی زیادہ تھی' عقیدت بھی جانتی تھیں کہ سچے رسول ہیں' ایمان لائیں' سبھی کچھ تھا لیکن ان کو بھی فرمایا کہ بغیر اطاعت کے کام نہیں چلے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھو اس خیال میں نہ رہنا کہ پیغمبر کی پھوپھی ہوں' بخشی جاؤں گی' اپنے اعمال کام آئیں گے' اس رشتہ داری کی بناء پر کوئی نہیں بخشا جائے گا۔ اگر رشتہ داری کی بناء پر کوئی بخشا جاتا تو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے بخشے جاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی بخشش ہوتی کہ وہ پیغمبر کے باپ تھے اگر بخشش ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی بخشش ہوتی کہ وہ پیغمبر کی بیوی تھیں لیکن نہیں ایسا نہیں۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔ (بیان القرآن)

جو آدمی خود ایمان لایا اس کا ایمان اس کے لئے ذریعۂ نجات ہے اور اگر اس کے خاندان کے دوسرے لوگ ایمان لائیں وہ ذریعۂ نجات نہیں۔ کوئی شخص یوں سوچے کہ میں بڑے گھرانے کا آدمی ہوں' بخشا جاؤں گا' اس کو سوچنا چاہئیے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو فرمایا' تو پھر اور کے لئے گنجائش ہے۔ سوچنا چاہئیے کہ کوئی شخص کہے کہ میں بادشاہ کا لڑکا ہوں' ہاں بادشاہ کا بیٹا ہے لیکن خود اپنا عمل بھی ہونا چاہئیے۔ اگر اپنے پاس کچھ نہیں تو بادشاہ کونسی گدّی پر بٹھادے گا۔ اس لئے اطاعت کی ضرورت ہے۔

اطاعت صحابہ کا ایک واقعہ

حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ممبر پر۔ آپ نے فرمایا۔

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِجْلِسُوْا (لوگو بیٹھ جاؤ)

جو جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ یہ نہیں سوچا کہ پہلی صف میں بیٹھوں' دوسری صف میں بیٹھوں۔ جس کے کان میں یہ آواز آئی وہ وہاں پر بیٹھ گیا۔ یہ تھی اطاعت' حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ' اس وقت مسجد سے باہر تھے مسجد کے اندر نہیں آسکے ان تک یہ آواز پہنچ گئی' باہر ہی بیٹھ گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا ابن مسعود اندر آجاؤ' تو وہ آگئے۔ انہوں نے یہ نہیں

سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ' مسجد کے اندر بیٹھنے کو کہا۔ یا میں مسجد کے اندر جا کے بیٹھوں گا' یہ نہیں سوچا۔ سوچتے کیسے ان حضرات کو ہر وقت موت کا تصور غالب رہتا تھا۔ اگر یہ سوچتے کہ اندر چل کر بیٹھوں گا۔ کیا خبر تھی کہ اندر پہنچنے سے پہلے پہلے موت آ جائے۔ گردن پکڑ لے۔ کل قیامت میں سوال ہوگا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تمہارے کانوں میں پڑی بیٹھ جاؤ تم بیٹھے کیوں نہیں؟ کیا انہوں نے کہا تھا کہ اندر آ کے بیٹھ جاؤ۔ اس لئے فوراً حکم کی تعمیل کرنا ان حضرات کا کام تھا اور موت کا تصور ان حضرات کو ایسا رہتا تھا۔

فکر آخرت کی دعوت

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' اپنی دیوار کو لیپ رہے تھے ان کی والدہ بھی لیپ رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کر رہے ہو' عرض کیا حضرت دیوار لیپ رہے ہیں پرانی ہوگئی ہے۔ گر جانے کا اندیشہ ہے' اس لئے لیپ رہا ہوں تا کہ کچھ روز کھڑی رہے دیوار۔ فرمایا کہ موت اس سے قریب ہے۔ دیوار کے متعلق تو تم اندازہ لگا رہے ہو اتنی دیر تک ٹھہری رہے گی لیکن موت اس سے قریب ہے۔ موت نہیں دیکھتی' جلدی سے جلدی بھی آ جاتی ہے۔

ایک اور واقعہ

ایک مرتبہ اونٹوں پر سوار تھی صحابہ کرامؓ کی جماعت' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود' تشریف لے جا رہے ہیں۔ سرخ چادریں یمنی اونٹوں پر پڑی ہوئی ہیں اور ایک عجیب منظر تھا خوشنما۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کی طبیعتیں سرخی کی طرح مائل ہوتی جا رہی ہیں۔ بس فوراً سے کودے۔ اونٹوں سے چادروں کو پھاڑ پھاڑ کر ختم کیا۔ جو چیز آقائے نامدار کو ناپسند ہو اس کو رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ تھا اطاعت کا مادہ۔

فاروق اعظم اور اطاعت رسول

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جبہ پہن کر خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔ ریشمی جبہ تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا ریشم تو مرد کے لئے ناجائز ہے۔ اُٹھے جبّے کو اُتارا۔ سامنے تنور تھا روٹی پکانے کا۔ جا کے تنور میں ڈالا جبّے کو آگ میں۔ دوسرے وقت حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جبّے کا کیا ہوا۔ عرض کیا حضرت میں نے اس کو جلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کیوں تمہارے لئے ہی تو ناجائز تھا۔ بچیوں کے لئے کپڑے بنوا دیتے۔ ان کے لئے درست تھا، لیکن بھائی جس شخص کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جمی ہوئی ہے ہر چیز کی محبت پر غالب ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لباس ناپسند ہے وہ تو یہ سوچتا بھی نہیں کہ کسی اور کام آ سکتا ہے کہ نہیں۔ وہ تو یہ سمجھے گا کہ وہ چیز آگ میں جلانے کے قابل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

حضرت علی اور اطاعت رسول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا داعیہ یہاں تک تھا کہ حضرت علیؓ اونٹ پر سوار ہوئے، سفر میں جانے کے لئے آپ نے چند کلمات پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اونٹ کو تھپی ماری، ہنسے، کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ اسی طرح اونٹ پر سوار ہوئے تھے، اسی طرح یہ کلمات پڑھے۔ اسی طرح اونٹ کو تھپی ماری اور ہنسے۔ اتنی اتنی باتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے تھے۔

اتباع کا اعلیٰ مقام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں سفر کرتے ہوئے ایک جگہ اونٹ سے اُترے اور ایک درخت کے نیچے ذرا دیر لیٹے۔ آرام کیا اور اس کے بعد سوار ہوئے چل دیئے۔ کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ اتنی دیر آرام فرمایا ہے۔ ایک جگہ اُترے اپنے اونٹ سے۔ اونٹ کو بٹھایا، خود بیٹھ گئے جیسے آدمی پیشاب کرنے کے لئے بیٹھتا ہے، پیشاب تو نہیں کیا، بس بیٹھ گئے، پیشاب کرنے کی ہیئت بنائی۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ اس جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تھا۔ تو انہوں نے پیشاب تو نہیں کیا۔ ہاں وہ ہیئت بنا کر بیٹھے۔ یعنی جو چیزیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کے طور پر نہیں کی تھی۔ اپنی ضرورت کے لئے کیں۔ ان میں بھی یہ لوگ اتباع کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دن رات میں کیا عمل کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا صبح اٹھو اور آ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس، تو دیکھتے رہو۔ جس طرح یہ وضو کرتے ہیں سمجھ لو اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے۔ جس طرح یہ نماز

پڑھتے ہیں نماز میں قیام رکوع سجدہ قعدہ کرتے ہیں، سمجھ لو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے کرتے تھے۔ جس طرح یہ چلتے ہیں سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح چلتے تھے۔ جس طرح کسی کے سلام کا جواب دے کر مصافحہ کرتے ہیں، جس طرح یہ بیٹھتے ہیں، کسی کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ اسی طرح غرضکہ ہر چیز میں انہوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگ لیا تھا ڈھال لیا تھا۔

یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے اس دنیا میں۔ اور کہا کہ ہم کو ایسی زندگی چاہیئے جیسے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آج ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر، مجلس میں بیٹھ کر چاہے محبت کے دعوے کریں کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت محبت ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیئے کہ اس محبت کا اثر ہمارے دلوں پر کتنا ہے؟ تو ہم اپنے گھر میں اپنی مجلس میں بیٹھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بہت محبت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن کیا ہماری صورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے مطابق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص آیا جس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدھر منہ پھیر لیا۔ معلوم ہوا کیا بات ہے کہ تمہاری داڑھی منڈی ہوئی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں فرمایا اور ناخوش ہو کر چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ آج ہمارا جو حال ہے، ہمارے دل میں کبھی خیال بھی آتا ہے اس کا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا داڑھی کا منڈانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَعْفُوا اللُّحیٰ اور اَرْخُوا اللُّحیٰ۔ داڑھی بڑھاؤ۔ داڑھی لٹکاؤ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے اور ہم کٹا کٹا کے منڈا منڈا کے اسے ختم کر دیں۔ یہ محبت کا تقاضا نہیں۔ یہ عقیدت کا تقاضا نہیں۔ یہ اطاعت کا تقاضا نہیں۔ لہٰذا بغیر عقیدت اور اطاعت کے جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا دعویٰ کب قابل قبول ہے؟ قابل قبول نہیں اس کا دعویٰ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بے شمار بھری ہوئی ہیں۔ ہر چیز کے متعلق ہدایات موجود ہیں حتیٰ کہ جو لوگ زیادہ عبادت کریں ایسی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

تین حضرات کا واقعہ

تین شخص آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر۔ اور پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر کیا عمل کرتے ہیں، دن بھر کیا کرتے ہیں؟ بتلایا کہ رات میں یہ عمل کرتے ہیں، دن میں یہ عمل کرتے ہیں۔ ان تینوں نے آپس میں یہ معاملہ طے کر لیا، عہد کر لیا، ایک نے کہا میں ہمیشہ روزہ

رکھوں گا۔ کبھی بے روزہ نہیں رہوں گا۔ ایک نے کہا میں ساری رات نماز پڑھوں گا بالکل نہیں لیٹوں گا۔ بالکل نہیں سوؤں گا۔ ایک نے کہا کہ میں شادی نہیں کروں گا۔ عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو بلا کر فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں' تم سے زیادہ تقویٰ مجھ کو حاصل ہے لیکن میں رات میں سوتا بھی ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں۔ ایسا نہیں کہ ساری رات جاگوں بلکہ رات میں کچھ حصہ سوتا ہوں' کچھ نماز پڑھتا ہوں' میں روزہ بھی رکھتا ہوں' افطار بھی کرتا ہوں' ایسا نہیں کہ ہمیشہ روزہ رکھوں۔ عامۃً معمول تھا پیر کو اور جمعرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے روز بندے کے اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں اور گنہگار لوگوں کو معاف فرماتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے نامۂ اعمال ایسے حالات میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ اور فرمایا کہ میں شادی بھی کرتا ہوں۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ میں سے نہیں۔ یعنی اگر ساری رات جاگنا۔ ساری رات عبادت کرنا اور پھر نکاح نہ کرنا۔ اگر ان چیزوں کو کوئی اختیار کرتا تو وہ قابل قبول نہیں۔ تو جو چیزیں گناہ کی ہیں تو وہ گناہ ہیں ہی۔ جو چیزیں طاعت اور عبادت ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے مطابق نہ ہوں وہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ مقبول وہ چیزیں ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح نماز میں قیام کرتے ہیں وہ مقبول۔ جس طرح رکوع کرتے تھے وہ مقبول' جس طرح سجدہ کرتے تھے وہ مقبول' جس طرح قرآن پاک پڑھتے' لباس پہنتے وہ مقبول' جیسی صورتِ مبارکہ وہ مقبول' اور جو چیزیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہوں وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔

حضور کے تینوں حقوق کی ادائیگی کی ضرورت

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بڑا نبی' بڑا انعام ہم کو ملا۔ اس کے مطابق شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے اور شکر کرنے کے لئے یہ تین چیزیں ضروری ہیں جو میں نے بیان کیں' کہ محبت اعلیٰ درجہ کی ہو' عقیدت اعلیٰ درجہ کی ہو کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کسی بات پر یقین نہیں۔ اپنے اعمال پر یقین نہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین ہے۔ تیسری چیز اطاعت' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم

کی بجا آوری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر زندگی اختیار کرنا' یہ تین حق ہیں۔ اگر ان تین حقوق کو ادا کیا تو اللہ کے یہاں مقبول۔ اگر ادا نہیں کیا تو اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ دنیا میں بھی بڑی عزت' آخرت میں بھی بڑی عزت اطاعت سے ہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا بات تھی؟ یہی بات تھی کہ ہر ایک ان میں سے اطاعت کرتے تھے کہ ہر کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ اور اشرف بنایا۔ باکمال بنایا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے چھوٹے سے چھوٹے صحابی ہوں یا بڑے سے بڑے صحابہ ان میں بھی فرق ہے کوئی باپ' کوئی بیٹے' کوئی دادا' کوئی استاذ تھے' کوئی شاگرد' کچھ خدمتِ اقدس میں زیادہ حاضر ہوئے کچھ کم ہوئے۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن ہمارے لئے سب کے سب سارے صحابہ واجب التعظیم ہیں۔ اور کسی کی شان میں کسی گستاخی' کسی بے ادبی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ڈالا' جو کچھ طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہم کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہنے والے کو بھی اور سننے والے کو بھی۔ (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چوتھا خطبہ

جشن عید کا شرعی جائزہ

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ربیع الاول کا مہینہ گویا عشاق رسول کیلئے جشن بہاراں سے کم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ووفات کے اس ماہ میں ہمارے معاشرہ میں محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرنے والے کس قسم کی بدعات ورسومات کوادا کرتے ہوئے حدود شرعیہ سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول کو آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''جشن عید'' منایا جاتا ہے۔ اور آج کل اسے اہل سنت کا خاص شعار سمجھا جانے لگا ہے، اس کے بارے میں چند ضروری نکات پیش خدمت ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب وروز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ روح ایمان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمہ چشم بصیرت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صغرسنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر وفکر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ونماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وشمائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد وتقویٰ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وخشیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح وجنگ، خفگی وغصہ، رحمت وشفقت، تبسم ومسکراہٹ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت وسکون امت کے لئے اُسوۂ حسنہ اور اکسیر ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، دعوت دینا امت کا فرض ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب و اصحاب، ازواج و اولاد، خدام وعمال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس و پوشاک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیاروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے کیونکہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حیات طیبہ کے دو حصے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو حصے ہیں، ایک ولادت شریفہ سے لے کر قبل از نبوت تک کا، اور دوسرا البعثت سے لے کر وصال شریف تک کا پہلے حصہ کے جستہ جستہ بہت سے واقعات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور حیات طیبہ کا دوسرا حصہ ۔۔۔ جسے قرآن کریم نے امت کے لئے ''اُسوۂ حسنہ'' فرمایا ہے ۔۔۔ اس کا مکمل ریکارڈ حدیث وسیرت کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور اس کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہمہ خوبی و زیبائی گویا ہماری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی ایک ایک ادا اس میں صاف جھلک رہی ہے۔

بلا مبالغہ یہ اسلام کا عظیم ترین اعجاز اور اس امت مرحومہ کی بلند ترین سعادت ہے کہ ان کے پاس ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پورا ریکارڈ موجود ہے، اور وہ ایک ایک واقعہ کے بارے میں دلیل وثبوت کے ساتھ نشاندہی کرسکتی ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ اس کے برعکس آج دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ان کے ہادی کی زندگی کا صحیح اور مستند ریکارڈ موجود ہو۔ یہ نکتہ ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے، اس لئے یہاں صرف اسی قدر اشارے پر اکتفا کرتا ہوں۔

سیرت طیبہ بیان کرنے کے دو طریقے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ایک ایک نقشے کو اپنی زندگی کے ظاہر وباطن پر اس طرح آویزاں کیا جائے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کی صورت و سیرت، چال ڈھال، رفتار و گفتار، اخلاق و کردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مرقع بن جائے، اور دیکھنے والے کو نظر آئے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی موقع ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے ہر مجلس و محفل کو معمور و معطر کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت اعمال و اخلاق اور طریقوں کا تذکرہ کیا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر نقش قدم پر مر مٹنے کی کوشش کی جائے، سلف صالحین صحابہ و تابعین اور ائمہ ہدیٰ ان دونوں طریقوں پر عامل تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے تھے اور ہر محفل و مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری لمحات میں بھی اتباعِ سنت

آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ان کے آخری لمحات حیات میں ایک نوجوان ان کی عیادت کے لئے آیا، واپس جانے لگا تو حضرت نے فرمایا برخوردار تمہاری چادر ٹخنوں سے نیچی ہے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔ ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اپنانے کا اس قدر شوق تھا کہ جب حج پر تشریف لے جاتے تو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر حج میں پڑاؤ کیا تھا وہاں اترتے جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا اس درخت کے نیچے آرام کرتے، اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطری ضرورت کے لئے اُترے تھے، خواہ تقاضا نہ ہوتا تب بھی وہاں اُترتے، اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اس کی نقل اتارتے۔ رضی اللہ عنہ یہی عاشقانِ رسول تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے قدم قدم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ صرف اوراق کتب کی زینت نہیں رہی بلکہ جیتی جاگتی زندگی میں جلوہ گر ہوئی، اور اس کو بوئے عنبرین نے مشام عالم کو معطر کیا، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ بہت سے ایسے ممالک میں پہنچے جن کی زبان نہیں جانتے تھے۔ نہ وہ ان کی لغت سے آشنا تھے مگر ان کی شکل و صورت، اخلاق و کردار اور اعمال و معاملات کو دیکھ کر علاقوں کے علاقے اسلام کے حلقہ بگوش اور جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بے دام بن گئے یہ سیرت نبوی کی کشش تھی جس کا پیغام ہر مسلمان اپنے عمل سے دیتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی حق

سلف صالحین نے کبھی سیرت النبی کے جلسے نہیں کئے، اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں، اس لئے کہ وہاں "ہر روز" روز عید اور ہر شب "شب برأت" کا قصہ تھا، ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی "سیرت النبی" کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، جب ان کی ہر محفل و مجلس کا موضوع ہی سیرت طیبہ تھا اور جب ان کا ہر قول و عمل سیرت النبی کا مدرسہ تھا تو ان کو اس نام کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے بعد ہوتا گیا عمل کے بجائے قول کا اور کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا۔۔۔۔ الحمد للہ یہ اُمت کبھی بانجھ نہیں ہوئی۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے گیسوو کاکل سنوارتے ہیں، اور ان کے لئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت ملک سلیمان اور گنج قارون سے زیادہ قیمتی ہے، لیکن شرمساری کے ساتھ یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایسے لوگ کم ہیں جبکہ ہم میں سے اکثریت بدنام کنندہ گپوڑوں اور نعرہ بازوں کی ہے جو سال میں ایک دوبار سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعرے لگا کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے ذمہ ان کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق تھا وہ فرض انہوں نے پورا ادا کر دیا، اور اب ان کے لئے شفاعت واجب ہو چکی ہے، مگر ان کی زندگی کے کسی گوشے میں دور دور تک سیرت طیبہ کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کے ایک ایک نشان کو انہوں نے اپنی زندگی کے دامن سے کھرچ کھرچ کر صاف کر ڈالا ہے، اور روزمرہ نہیں بلکہ ہر لحہ اس کی مشق جاری رہتی ہے، مگر ان کے پتھر دل کو کبھی احساس تک نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سنتوں اور اپنے طریقوں کے مٹنے سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہوگی، وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ بس قوالی کے دو چار نغمے سننے، نعت شریف کے دو چار شعر پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

میلاد النبی کا پس منظر

میلاد کی محفلوں کے وجود سے امت کی چھ صدیاں خالی گزرتی ہیں اور ان چھ صدیوں میں جیسا کہ مسلمانوں نے کبھی "سیرت النبی" کے نام سے کوئی جلسہ یا "میلاد" کے نام سے کوئی محفل نہیں سجائی، "محفل میلاد" کا آغاز سب سے پہلے ۶۰۲ھ میں سلطان ابوسعید مظفر اور

ابو الخطاب ابن دحیہ نے کیا، جس میں تین چیزیں بطور خاص ملحوظ تھیں۔

۱-بارہ ربیع الاول کی تاریخ کا تعین، ۲-علماء وصلحاء کا اجتماع،

۳-اور ختم محفل پر طعام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب، ان دونوں صاحبوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس قماش کے آدمی تھے؟ بعض مؤرخین نے ان کو فاسق وکذاب لکھا ہے اور بعض نے عادل وثقہ، واللہ اعلم۔

جب یہ نئی رسم نکلی تو علمائے امت کے درمیان اس کے جواز وعدم جواز کی بحث چلی، علامہ فاکہائیؒ اور ان کے رفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے "بدعت سیئہ" قرار دیا، اور دیگر۔۔۔۔علماء نے سلطان کی ہم نوائی کی، اور ان قیود کو مباح سمجھ کر اس کے جواز واستحسان کا فتویٰ دیا جب ایک بار یہ رسم چل نکلی تو صرف "علماء صلحاء کے اجتماع" تک محدود نہ رہی بلکہ عوام کے دائرے میں آکر ان کی نئی نئی اختراعات کا تختہ مشق بنتی چلی گئی، آج ہمارے سامنے عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو ترقی یافتہ شکل موجود ہے (اور ابھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں مزید کتنی ترقی مقدر ہے) اب ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے۔

مروّجہ میلاد النبی کا شرعی جائزہ

سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ جو فعل صحابہ وتابعین کے زمانے میں کبھی نہیں ہوا بلکہ جس کے وجود سے اسلام کی چھ صدیاں خالی چلی آئی ہیں، آج وہ "اسلام کا شعار" کہلاتا ہے، اس شعار اسلام کو زندہ کرنے والے "عاشقان رسول" کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس نو ایجاد شعار اسلام سے ناآشنا ہوں ان کو۔۔۔۔دشمنانِ رسول تصور کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کاش! ان حضرات نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ چھ صدیوں کے جو مسلمان ان کے اس خودتراشیدہ شعار اسلام سے محروم رہے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ دشمنان رسول تھے؟ اور پھر انہوں نے اس بات پر کبھی غور کیا ہوتا کہ اسلام کی تکمیل کا اعلان تو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہو گیا تھا، اس کے بعد وہ کونسا پیغمبر آیا تھا جس نے ایک ایسی چیز کو ان کے لئے شعار اسلام بنا دیا، جس سے چھ صدیوں کے مسلمان ناآشنا تھے؟ کیا اسلام میرے یا کسی کے ابا کے گھر کی چیز ہے کہ جب چاہو اس کی کچھ چیزیں حذف کردو، اور جب چاہو اس میں کچھ اور چیزوں کا اضافہ کر ڈالو؟

برسی منانے کی رسم

دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں اور بانیان مذہب کی برسی منانے کا معمول ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر "عید میلاد النبی" منائی جاتی ہے، اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کر دیا تھا اور اس میں دو حکمتیں تھیں، ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، اسلام اس ظاہری سج دھج، نمود و نمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں، وہ اس شور و شغب اور ہاؤ ہو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے، اور عقائد حقہ، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تربیت سے "انسان سازی" کا کام کرتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

"جگمگاتے در و دیوار دل بے نور ہیں"

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ و بار نہیں لاتا، بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجر طوبیٰ ہے، جس کا پھل اور سایہ دائم و قائم ہے۔ گویا اس کے بارے میں قرآنی الفاظ میں "اکلها دائم وظلها" کہنا بجا ہے، اس کی دعوت اور اس کا پیغام اور کسی خاص تاریخ کا مرہون منت نہیں بلکہ آفاق و از مان کو محیط ہے۔

کس کس ہستی کا دن منایا جائے

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دو چار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ منا کر وہ فارغ ہو جاتی ہیں، اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایسی قد آور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہیں اور جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں ہیچ اور نورانی فرشتوں کا تقدس گرد راہ ہے، اسلام کے پاس کم و بیش سوا لاکھ کی تعداد تو ان انبیاء کی ہے۔۔۔ جو انسانیت کے ہیرو ہیں اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرامؓ کا قافلہ ہے ان کی تعداد بھی سوا لاکھ سے کیا کم ہوگی؟ پھر ان کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے وقت میں رشد و ہدایت کے مینارۂ نور تھے اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں، اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا تو غور کیجئے اس اُمت کو سال بھر میں سالگرہوں کے علاوہ کسی اور کام کے لئے ایک لمحہ کی بھی فرصت ہوتی؟......

یوم ولادت کا جشن بدعت وگمراہی

چونکہ یہ چیز ہی اسلام کی دعوت اور اس کے مزاج کے خلاف تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ وتابعین کے بعد چھ صدیوں تک امت کا مزاج اس کو قبول نہ کرسکا۔ اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلامی تاریخ میں چھٹی صدی وہ زمانہ ہے جس میں فرزندان تثلیث نے صلیبی جنگیں لڑیں اور مسیحیت کے ناپاک اور منحوس قدموں نے عالم اسلام کو روندڈالا ادھر مسلمانوں کا اسلامی مزاج داخلی وخارجی فتنوں کی مسلسل یلغار سے کمزور پڑگیا تھا۔ ادھر مسیحیت کا عالم اسلام پر فاتحانہ حملہ ہوا اور مسلمانوں میں مفتوح قوم کا سا احساس کمتری پیدا ہوا، اس لئے عیسائیوں کی تقلید میں یہ قوم بھی سال بعد اپنے مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "یوم ولادت" کا جشن منانے لگی یہ قوم کے کمزور اعصاب کی تسکین کا ذریعہ تھا تاہم جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں۔ اُمت کے مجموعی مزاج نے اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ ساتویں صدی کے آغاز سے لے کر آج تک علمائے امت نے اسے "بدعت" قرار دیا اور اسے "ہر بدعت گمراہی ہے" کے زمرے میں شمار کیا۔

تیسری عید-دین میں کھلی تحریف

اگرچہ "میلاد" کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہوچکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کئے لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے "عید" کا نام دیتا، مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کہلانے کا شرف بھی حاصل ہوگیا ہے۔

دنیا کا کون سا مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے "عید" کے دو دن مقرر کئے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو بھی "عید" کہنا صحیح ہوتا، اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس کو عید قرار دے سکتے تھے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سہی، خلفائے راشدینؓ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو "عید" کہہ کر "جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی طرح ڈالتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، اس سے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں یا یہ کہ ہم اس کو "عید" کہنے میں غلطی پر ہیں، یا یہ نعوذ باللہ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی ہے مگر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کو کوئی خوشی نہیں تھی، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا ہمیں ہے۔

وفات کے دن خوشی کیسی

ستم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے، بعض ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں، بعض ۸ ربیع الاول، اور مشہور بارہ ربیع الاول ہے، لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی۔۔۔ گویا ہم نے "جشن عید" کے لئے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے داغ مفارقت دے گئے اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ "جشن عید" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ پر مناتے ہو؟ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ) تو شاید ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہر حال میں اس دن کو "عید" کہنا معمولی بات نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو صاف صاف تحریف فی الدین سمجھتا ہوں، اس لئے کہ "عید" اسلامی اصطلاح ہے اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خود رائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف ہے۔

ظلم پر ظلم

اور پھر یہ "عید" جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق منائی جاتی ہے وہ بھی لائق شرم ہے، بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں جن کا حدیث وسیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں، شور وشغب ہوتا ہے، نمازیں غارت ہوتی ہیں اور نا معلوم کیا کیا ہوتا ہے،

کاش! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو "بدعت" ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتقدس ہی کو ملحوظ رکھا جاتا۔

غضب یہ کہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافاتی محفلوں میں بنفس نفیس تشریف بھی لاتے ہیں۔۔۔ فیا غربۃ الاسلام! (ہائے اسلام کی بیچارگی!)

بیت اللہ اور روضۂ اطہر کی شبیہ

اب میں اس "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کارنامہ عرض کرتا ہوں، کچھ عرصہ سے ہمارے کراچی میں "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر رکھے

جاتے ہیں، لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اور "بیت اللہ" کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں۔۔۔ اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔ فیا اسفاہ!

''جشن عید میلاد'' کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجئے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔

قباحت اول

اس پر جو ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے یہ محض اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر اس لئے لعنت فرمائی ہے کہ یہ فعل عبث ہے۔ اور خدا کے دیئے ہوئے مال کو مفت ضائع کرنا ہے، ذرا سوچئے! جو مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے ممنوع اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے اس کا ارشاد ان ہزاروں لاکھوں روپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی، کپڑا، مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے غرباء ومساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی تو نمائش تو بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سینکڑوں اُجڑے گھر آباد ہوسکتے تھے۔ ان سینکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کئے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے رہنماؤں کو بجتی ہے جس کے بہت سے افراد وخاندان نان شبینہ سے محروم اور جان وتن کا رشتہ قائم رکھنے سے قاصر ہوں؟ اور پھر یہ سب کچھ کیا بھی جارہا ہے کس ہستی کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے، مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس سن کر تڑپ جاتے تھے۔ آج کمیونزم اور لادین سوشلزم، اسلام کو دانت دکھا رہا ہے، جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی۔۔۔۔ کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے "اخوان الشیاطین" فرمایا تھا، مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بناڈالا تھا۔

''بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بو العجیت''

قباحت دوم

دوسرے اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت

حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے اور اس موقعہ پر تعزیہ، علم، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حسینؓ اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کر دیا، انصاف کیجئے کہ اگر رسول اللہ کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضہ اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے؟ افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی، ہم نے ان کی تقلید کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی۔

قباحت سوم

تیسرے اس بات پر بھی غور کیجئے کہ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیہ کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی سوانگ میں اصل روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اسمیں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آجاتا تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضہ مقدسہ اور بیت اللہ شریف سے تقدس اور برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی اور پھر روضہ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ کر دینا کیا ان کی توہین نہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کی تصویر بادشاہ نہیں ہوتی نہ کسی عاقل کے نزدیک اس میں بادشاہ کا کوئی کمال ہوتا ہے، اس کے باوجود بادشاہ کی تصویر کی توہین کو قانون کی نظر میں لائق تعزیر جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسے بادشاہ سے بغاوت پر محمول کیا جاتا ہے لیکن آج روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر کل اسے منہدم کرنے والوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قباحت چہارم

جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں، اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام اس نو ایجاد "بدعت" کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔ روضہ اطہر کی شبیہ پر درود و سلام پیش کیا جاتا ہے، اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے۔۔۔ گویا مسلمانوں کو حج و عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہیں، ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ بنا دیئے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا ہے۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت وشناعت اور ملعونیت کو ٹھیک ٹھیک واضح کرسکوں، ہمارے ائمہ اہل سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں نکل جمع ہوتے اور حاجیوں کی طرح سارا دن دعاء و تضرع گریہ وزاری اور توبہ استغفار میں گزارتے۔۔۔ اس رسم کا نام ”تعریف“ یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔۔۔ بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہوجاتا تو کم از کم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ واستغفار کی توفیق ہوجایا کرتی، مگر ہمارے علمائے اہل سنت نے (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی اور فرمایا:

التعریف لیس بشیء.

یعنی اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔

شیخ ابن نجیم صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں: ”چونکہ وقوف عرفات ایک ایسی عبادت ہے، جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں، آپ دیکھتے ہیں طواف کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں۔“ (ص ۱۷۶ ج ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ ”میری قبر کو عید نہ بنالینا“ اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا“ (حجۃ اللہ البالغہ)

شیخ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مناسک میں فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لئے انبیاء اولیاء کے قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے، جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ وعلماء کی شکل میں ہوں“ (بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ ص ۷)

اور البحر الرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور معرج الدرایہ میں ہے کہ ”جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے۔ اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔“ (الجنۃ لاہل السنۃ ص ۷)

ان تصریحات سے معلوم ہوسکتا ہے کہ روضہ اطہر اور کعبہ شریف کا سوانگ بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا جو معاملہ کیا جاتا ہے ہمارے اکابر اہل سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ ''جشن عید میلاد'' کے نام پر جو خرافات رائج کر دی گئی ہیں۔اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے، یہ اسلام کی دعوت، اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہیں، میں اس تصور سے پریشان ہو جاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روئداد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزرتی ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟ بہر حال میں اس کو نہ صرف ''بدعت'' بلکہ تحریف فی الدین'' تصور کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

ہمارے اکابراورذکرولادت

ازتحریرات اکابر

حدیث ا۔ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھومغرب سے پہلے دورکعت تین بارارشادفرمایااورتیسری مرتبہ چاہے لفظ بھی فرمایابوجہ ناپسندفرمانے اس بات کے کہ لوگ اس کو سنت سمجھ لیں (بخاری ومسلم) اس حدیث شریف سے معلوم ہوگیا کہ جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کوضروری قراردے لینا بھی شریعت کے خلاف اورناجائزہےاوراس پر محققین کا اتفاق ہے، اوریہ بات بھی ظاہرہے کہ کسی غیرضروری چیز کے ساتھ ایسابرتاؤکیاگیاجس سے ضروری ہونے کا شبہ ہوتاہے یہ بھی اسی کے مشابہ ہے لہٰذاایسابرتاؤبھی ممنوع ہےاوراس ماہ اکثرلوگ ذکرمیلاد کی عادت رکھتے ہیں۔اس کاحکم بھی اس سے معلوم ہوگیاکہ اگراس میں کوئی قیداورتخصیص (دن اورماہ وغیرہ کی) نہ ہوتووہ مباح کے درجہ میں ہےاوراگراس میں کچھ قیوداورتخصیصات بھی ملی ہوئی ہوں تودوحالتیں ہیں۔ایک یہ کہ ان قیودکولازم سمجھتاہوتب تواس کے بدعت ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں اوراگران قیودکوضروری اورثواب نہ سمجھتاہو(بلکہ مباح سمجھ کرکسی مصلحت سے کرتاہو) توبدعت کے مشابہ ضرورہے۔لہٰذااپنے اپنے درجہ کے موافق دونوں کومنع کیاجاوے گا ۔پس جس عالم نے ذکرمیلادوالوں کے ساتھ یہ گمان رکھاکہ وہ اس کوضروری اورقربت خیال کرتے ہیں۔اس نے ان کومنع کیااورجس عالم نے اس اعتقاد(فاسد) کی طرف دھیان نہیں کیا وہ جائزکہتاہےاس سے اختلاف علماء کی وجہ معلوم ہوگئی اورجوشخص عوام کی حالت کوبغوردیکھے وہ ان قیودیااس فعل غیرضروری کے تارک پرایسی بری طرح ملامت اوراعتراض کرتے ہیں کہ ایسی ملامت نمازروزہ ترک کرنے پربھی نہیں کرتے وہ شخص منع کرنے والوں کے فتویٰ کوبلاشبہ ترجیح دے گااوریہ اختلاف علماء کاایساہے جیساکہ سلف میں ہوچکاہے کہ ان میں بعض نے تنہاجمعہ کا روزہ رکھنے کومنع قراردیاہےاوربعض نے اس کوجائزرکھاہے۔اسی طرح بعض صحابہ نے محصب

میں ٹھہرنے کو (حج کرنے والے کے واسطے) سنت کہا ہے اور بعض صحابہ نے کہا کہ یہ کوئی چیز نہیں اور اسی طرح بہت احکام ہیں (پس اس اختلاف علماء کو جو درباره ذکر مولد شریف ہو رہا ہے ہوا بنانا سخت نادانی ہے اور اگر ذکر میلاد میں کوئی بات کھلم کھلا خلاف شرع ہے تو پھر اس میں کسی کو اختلاف کی گنجائش ہی نہیں وہ سب کے نزدیک منع ہے اور اس تحقیق سے گیارھویں کا حکم بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا جو ربیع الثانی میں (خصوصاً و نیز دیگر مہینوں میں عموماً) کی جاتی ہے)

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے کہ بلند کیا ہم نے آپ کے ذکر کو۔

معزز سامعین! آج جمعۃ المبارک کا پیارا موضوع سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ ولادت ربیع الاول سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ ربیع کے معنی ہیں بہار۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے۔

فضا ہر دو عالم میں یہ کہہ کر پکار آئی بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہر وقت کیا جائے اور ماہ ربیع الاول کا انتظار نہ کیا جائے کیونکہ مَنْ اَحَبَّ شیئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ (جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے ہر وقت اس کا ذکر زبان پر رہتا ہے)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کو صرف ماہ ربیع الاول کے لئے مخصوص کرنا خلاف عمل ہے

بعض مدعیان محبت حضرت حسینؓ نے ذکر حسینؓ کو محرم کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور ایسا ہی بعض مدعیان محبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ربیع الاول کے ساتھ خاص کر دیا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تو ایسی چیز ہے کہ ہر وقت، ہر انسان کے رگ و پے میں ساری ہو بلکہ دوسرے اذکار بھی اس ذکر کی طرف راجع ہو جایا کریں اور اس کا ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے انسان ہر ذکر سے اسی کا ذکر نکال لیتا ہے اور ہر گفتگو کا خاتمہ اسی کے تذکرہ اور یاد پر ہوتا ہے۔ (النور ص ۳۔ ص ۴)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ ذکر میلاد نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو ہمیشہ ذکر میلاد کرتے ہیں پھر کلمہ شریف پڑھ دیا اور فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو آپ کا کلمہ کون پڑھتا۔ یہ لوگ حقیقت شناس

ہیں مگر لوگ بے سوچے سمجھے اعتراض کرتے ہیں۔اس نے پھر کہا کہ بلا واسطہ بھی تو ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیے فرمایا لو،وہ بھی ابھی کرتے ہیں اور یہ شعر پڑھ دیا۔

تر ہوئی باران سے سوکھی زمین　　یعنی آئے رحمۃ للعالمین

مطلب یہ ہے کہ مولانا نے بلا قید رسوم (مٹھائی،جلسہ،چراغاں وغیرہ) آپ کا ذکر کر کے دکھلا دیا۔(الرحمت علی الامت ص ۱۰،معارف الاکابر ص ۴۲)

اکابر علماء دیوبند...حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر وولادت سے منع نہیں کرتے

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’مسلک علماء دیوبند‘‘ میں فرماتے ہیں:’’وہ آپ کے ذکر مبارک اور مدح ثناء کو عین عبادت سمجھتے ہیں لیکن اس میں عیسائیوں کے سے مبالغے جائز نہیں سمجھتے کہ حدود بشریت کو حدود الوہیت سے جا ملائیں۔‘‘(تفصیل کیلئے دیکھو کتاب مذکورہ ص ۳۰)

(جملہ اکابر دیوبند کی مصدقہ کتاب ’’عقائد علمائے دیوبند‘‘ ص ۱۹ میں ہے)

حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔

ولادت کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کا تذکرہ بھی کبھی کبھی کرنا چاہیے کیونکہ وفات درحقیقت ولادت ہوتی ہے عالم ملکوت میں اور جیسا وہاں کی ولادت اشرف ہے ایسا ہی اس کا ذکر بھی افضل ہوگا۔مگر اہل میلاد سے آپ نے ذکر ولادت کبھی نہ سنا ہوگا۔غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ناسوتیہ بھی ربیع الاول ہی میں ہے اور ولادت ملکوتیہ بھی،اس لئے یہ مہینہ سب کمالات کا مذکر ہو جاتا ہے۔

لِهٰذا الشَّهرِ فِیْ الْاسْلَامِ فَضْلٍ　　وَمَنْقَبَتُه‘ تَفُوْقُ عَلَى الشُّهُوْدِ
رَبِيْعَ فِی رَبِيْعٍ فِي رَبِيْعٍ　　وَنُوْر فَوْقَ نُور فَوْقَ نُوْر

یعنی اسلام میں اس مہینہ کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی منقبت تمام مہینوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ ربیع ہے، ربیع در ربیع ہے اور نور ہے، جو نور پر نور ہے۔ (الرحمت علی الامت ص ۲۹)

مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدومرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

تحریر فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کا فرض تو یہ ہے کہ کوئی دن آپؐ کے ذکر مبارک سے خالی نہ جائے البتہ یہ ضروری نہیں کہ ذکر فقط ولادت ہی کا ہو، کبھی آپ کی نماز کا، کبھی آپؐ کے روزے کا، اور کبھی آپ کے اخلاق اور اعمال کا جو کہ سب سے زیادہ اہم ہیں، کبھی ولادت باسعادت کا ذکر ہو جائے تو باعث برکت ہے۔'' تبلیغ احکام بھی دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ذکر خیر ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۴۷ ج ۲)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۲۳ سال تک تبلیغ احکام فرمائی ہے ان تیئس سال میں سے اگر وہ تین سال نکال بھی دیئے جائیں جن میں وحی مؤخر رہی تو تمام مدت تبلیغ بیس سال ہوتے ہیں۔ ان بیس سال میں تتبع کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت شریفہ کا جتنے وقت میں ذکر فرمایا ہے اس کی مجموعی مدت غالباً ایک ہفتہ بھی نہیں ہوگا اور اگر ایک ہفتہ مان بھی لیا جائے تو ذکر ولادت اور ذکر احکام میں یہ نسبت ہوگی۔ کہ ایک ہفتہ کم بیس سال تک تو احکام کی تبلیغ فرمائی ہے اور صرف ایک ہفتہ ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا تو کیا اتباع سنت کے یہی معنیٰ ہیں۔ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس برس تک ذکر فرمایا ہے اس کو تو بیس منٹ بھی کبھی ذکر نہ کیا جائے اور جس کا ذکر تمام مدت تبلیغ میں چند مرتبہ فرمایا ہے اس کو عمر بھر ذکر کیا جائے۔ (النور ص ۹)

ربیع الاول

اس ماہ مبارک کی یہ فضیلت کافی ہے کہ یہ زمانہ ہے تولد شریف حضور پرنور سید بنی آدم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جس قدر زیادہ فضیلت کسی زمانہ کی ہوتی ہے اس زمانے میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا عند اللہ والرسول اسی قدر زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے اور حدود اربعہ تجاوز کرنے کا معیار صرف علم ہے، ان حدود کا بواسطہ ادلہ اربعہ شرعیہ یعنی کتاب وسنت واجماع وقیاس مجتہد مقبول الاجتہاد وعند اکابر الامتہ کے اور ان ادلہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس ماہ مبارک میں جو بعض اعمال

بعض عمال میں رائج وشائع ہو گئے ہیں مثل اہتمام انعقاد مجلس مولود شریف بہ تخصیصات معروفہ و قیود معلومہ خصوص بانضمام دیگر منکرات و مثل اعتیاد عید میلاد یہ سب منجملہ افراد تجاوز عن الحدود الشرعیہ کے ہیں۔ پس لامحالہ غیر مرضی عند اللہ والرسول ہوئے البتہ حدود کے اندر رہ کر ذکر مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ اعظم البرکات وافضل القربات ہے کہ کسی مومن کو خصوص ساعی فی اتباع السنّت کو اس میں کلام نہیں ہوسکتا۔ اگر ان مقدمات مذکورہ کے مفصل دلائل اور اس ذکر مبارک کے مشروع طریقہ کے اور خود معتدبہ حصہ سیر وسوانح نبویہ کے معلوم کرنے کا شوق ہو تو رسائل ذیل ضرور ملاحظہ فرمائیے یہ کہ حق بالکل واضح اور التباس بالکل زائل ہوجاوے۔

نام رسائل: طریقہ مولد شریف۔ النور۔ الظہور۔ السرور۔ نشر الطیب اور بلا تحقیق کسی عمل پر یا کسی عمل کے متعلق بدلیل کسی حکم لگانے والے پر کوئی حکم لگانا مضر آخرت ہے۔

اضافہ

رسائل بالا کے ساتھ دو رسالے اور ملاحظہ کے قابل ہیں۔ الحبور۔ الشذور

ربیع الثانی

اس ماہ میں ایک عمل مروج گیارہویں کا ہے جس میں چند امور قابل تحقیق ہیں:

اول اس عمل کی حقیقت سو رواج حال کے موافق یہ عمل حضرت غوث اعظمؒ کے ایصال ثواب کے لئے موضوع ہوا ہے اور احقر نے چند ثقات سے سنا ہے کہ یہ عمل خود حضرت قدس سرہ کا تھا۔ جس سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب ایصال فرماتے تھے اور چونکہ کوئی روایت حضرت قدس سرہٗ کی وفات گیارہویں تاریخ میں واقع ہونے کی نہیں چنانچہ ایک قول ربیع الآخر کی نو تاریخ کا ہے اور ایک قول سترہ تاریخ کا ہے اور شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں اول کو راجح اور دوسرے کو بے اصل کہا ہے اور اہل اعراس کی عادت تاریخ کی رعایت کی ہوتی ہے سو اول تغیر تو اس عمل میں باوجود دعوئ محبت واتباع کے لوگوں نے یہ کیا ہے۔

امر دوم: ''اس عمل میں عقیدت''

اس عمل کے اکثر ملتزمین کا یہ اعتقاد ہے کہ اس عمل سے حضرت قدس سرہٗ کی روح خوش ہو کر ہماری حاجات دنیویہ مالیہ وانفسیہ مثل ترقی معاش وحفظ النفس والاولاد من الآفات میں امداد

فرمادے گی۔ نیز بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے ناغہ کرنے سے حضرت کی روح مبارک ناخوش ہوگی اور اس سے کسی آفت میں مبتلا ہو جاوے گا اور ایسے اعتقادات کا بوجہ استلزام اعتقاد استقلال فی التصرف نقلاً وعقلاً منکر ہونا ظاہر ہے۔ اسی طرح یہ اعتقاد ہے کہ تعین تاریخ کی شرط ہے خاص ثمرات مقصودہ کی اور غیر لازم کو لازم سمجھنا۔ ظاہر ہے کہ خود تجاوز ہے حدود شرعیہ سے اور بعض متکلفین جو ایسے تعیینات کی کچھ اصلیں بیان کیا کرتے ہیں سو تحیل محض وتمحل محبت ہے۔ چنانچہ شیخ دہلوی نے بعض متاخرین مغاربہ سے اول کچھ نقل پھر شیخ متقی کے قول سے اس پر استدراک فرمادیا کہ لم یکن فی زمن السلف شئی من ذلک۔

امر سوم: ''اس عمل میں نیت''

ان عاملین میں کل یا اکثر کی نیت اغراض ومصالح دنیویہ کی درستی ہے حالانکہ طاعت مالیہ کے ایصال ثواب کا حاصل باعتبار ابتداء کے صدقہ ہے کہ کچھ مال کسی مسکین پر تصدق کیا اور باعتبار انتہاء کے ہدیہ ہے کہ اس تصدق کا ثواب کسی کی روح کو پہنچا دیا جیسا کہ خود وہ میت کچھ صدقہ دیتا اور اس کا ثواب اس کے پاس ذخیرہ رہ جاتا اور صدقہ وہدیہ دونوں نیت مذکورہ کے منافی ہیں۔ مثلاً اگر خود حضرت اقدس سرہٗ کسی کو کچھ صدقہ دیتے تو کیا آپ کا مقصود دنیا ہوتی یا محض ثواب ہوتا۔ آپ کی شان تو بہت ارفع ہے ادنیٰ درجہ کا اخلاص بھی کسی طرح ہوگا وہ اطاعت میں دنیا کو مقصود نہیں بنا سکتا یہ تو صدقہ کے پہلو میں نظر تھی، اب ہدیہ کے پہلو کو دیکھ لیا جاوے اگر حضرت قدس سرہٗ زندہ ہوتے اور آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو کیا آپ سے دنیا کا کوئی کام نکالنے کی نیت سے ہوتا یا محض محبت اور حضرت کا دل خوش کرنے کے لئے ہوتا پھر اب اس نیت کو کیوں بدلا جاتا ہے اور اس نیت کے ہوتے ہوئے حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ محبت وخلوص کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے۔

امر چہارم: ''اس عمل کی ہئیت''

بجائے مساکین کے اپنے گھر والوں کو یا اغنیا کو حصہ تقسیم کیا جاتا ہے جس سے صاف شبہ ہوتا ہے کہ ایصال ثواب مقصود ہی نہیں محض خاص ہیئات کو اغراض مخصوصہ میں دخیل ہونے میں کافی سمجھا جاتا ہے۔ خاص تعیینات مثل تخصیص اطعمہ وتخصیص مقدار فلوس یا روپیوں کو ضروری سمجھتے ہیں جن کا اولاً بے اصل ہونا اور ثانیاً مزاحم اصول شرعیہ ہونا ظاہر ہے۔ بعضے ان

اطعمہ کے احترام میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی چیز کا اس سے عشر بھی احترام نہیں کرتے کیا اس کو غلو نہ کہا جاوے گا۔ یہ تفریطات تو عوام کی تھیں۔

امر پنجم: ’’اس امر میں بعض خواص کی ذلت‘‘

بعض مشتغلین بالباطن اس عمل کے امتثال سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی ارواح ہم سے خوش ہو کر مقاصد سلوک میں امداد کریں گی اور فیوض باطنی پہنچادیں گے سو اس میں بھی مثل امر دوم کے محذور اعتقاد استقلال فی التصرف کا لازم ہے اور اس میں جو تاویلیں محتمل ہیں اس کی تحقیق تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ صفحہ ۸ تا ۱۳ میں خوب کردی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے اس امر پنجم اور امر دوم میں بجز اس کے کہ وہاں مفاسد جسمی اور یہاں روحی ہیں اعتقادی حالت میں کچھ تفاوت نہیں جو اصل منشاء ہے احتیاط کا۔

رفع شبہ

اس سے اصل عمل پر انکار کا گمان نہ کیا جاوے۔ اگر کوئی مخلص عقیدہ بھی درست رکھے اور نہ عمل کو لازم سمجھے نہ اس کی کسی قید کو، نہ حضرت کو متصرف بلاتخلف قرار دے نہ تاریخ کو تعیین کرے نہ اطعمہ وغیرہ کی اور مقصود صرف حضرت کی محبت اور آپ کے دینی احسانوں کے صلہ میں آپ کو ثواب بخشنا ہو تا کہ آپ کو ترقی مدارج قرب کا نفع ہو پھر اس خدمت ثواب رسانی پر حق تعالیٰ جو چاہے نعمت دے دے جس میں حضرت کے علم و تصرف کو دخل بھی نہ ہو۔ ایسے شخص کو اس کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ ہی مصلحت شرعیہ یہ ہے کہ ایسی بات سے احتیاط رکھے جس سے ظاہر بینوں کو شبہ اور سند ہو سکے۔ یعنی اول تو کسی پر اس کا اظہار نہ کرے اور نفل اطاعت ویسے بھی خفیہ افضل ہے۔ دوسرے اگر مخفی نہ رہ سکے تو اس کا مروج نام گیارہویں نہ رکھے۔ مناسب اور صحیح اور حقیقت پر دلالت کرنے کے لئے کافی عنوان ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (اللّٰھم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

ذکر اللہ اور دعا

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بیٹھتی کوئی جماعت جو اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر گھیر لیتے ہیں ان کو فرشتے اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور نازل ہوتی ہے ان پر راحت اور تسلی اور خدائے تعالیٰ اپنے پاس والوں سے اُن کا ذکر کرتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: یعنی ملائکہ مقربین سے ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو ذکر خداوندی میں مشغول ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو یکدو کس یکدو نفس بہرِ خدا بنشیند

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے)۔'' (متفق علیہ)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔'' (ترمذی)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک دُعا سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک دعا نفع دیتی ہے اس (بلا اور مصیبت) سے جو نازل ہو چکی اور اس سے جو ابھی نازل نہیں ہوئی (یعنی دعا سے نازل شدہ بلا دور ہو جاتی ہے اور جو آئندہ آنے والی تھی وہ بھی ٹل جاتی ہے) پس اے بندگان خدا تمہارے ذمہ (ہر حال میں) دعا کرنا ضروری ہے (کیونکہ) اگر اس وقت کسی آفت میں مبتلا نہیں تو کیا خبر کہ آئندہ بھی کوئی آفت آنے والی نہیں ہے۔'' (ترمذی)

حدیث ششم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے دُعا نہیں مانگتا، خدا تعالیٰ اُس پر ناراض ہوتا ہے۔ (اللہ اللہ کیا ٹھکانہ ہے کرم کا)۔'' (ترمذی)

آیت مبارکہ

”حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ کی یاد خوب کثرت سے کیا کرو اور صبح وشام (یعنی ہر وقت) اس کی تسبیح (اور پاکی) بیان کرو۔“

اضافہ: (الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جب تم جنت کی کیاریوں میں گزرو تو (ان میں سے) خوب کھاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر کے حلقے۔“ (ترمذی)

(ب) ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ”شیطان انسان کے دل پر بیٹھا ہوا ہے جب وہ خدا کو یاد کرتا ہے تو شیطان غائب ہو جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔“ (بخاری)

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دُعا مانگا کرو کہ قبول کا یقین رکھتے ہو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ قلب غافل سے دُعا قبول نہیں کرتا۔“ (ترمذی)

معزز حضرات! آج کا موضوع فضیلت ذکر اللہ و دعا ہے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے　　تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کی یاد کرنے سے

خطبہ میں جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی ہے اس کا ترجمہ ہے: ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔“

اسلام میں صرف دو عبادات کا کثرت سے حکم دیا گیا ایک ذکر اللہ دوسرے دُرود شریف۔ چنانچہ ابویعلی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ”کثرت کرو مجھ پر دُرود بھیجنے کی بلاشبہ وہ پاکیزگی ہے تمہارے واسطے یعنی بہ سبب دُرود کے گناہوں سے پاکی اور ہر طرح کی ظاہری و باطنی، جانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔“ (زادالسعید) اس لیے ان عبادات میں کسی قسم کی پابندی اور شرط نہیں، اُٹھتے بیٹھتے، لیٹے کھڑے چلتے پھرتے وضو بلا وضو ہر وقت ادا کی جاسکتی ہیں۔

ورنہ ان دو عبادات کے علاوہ اسلام میں کثرت کے بجائے اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے۔ روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ میں رسیاں لٹکی ہوئی دیکھیں تو ان کے بارے میں دریافت کیا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا یہ اُمہات المؤمنین کی رسیاں ہیں، رات کو نوافل پڑھ کر جب نیند ان پر غلبہ کرتی ہے تو وہ اپنی چوٹیاں اور بال ان رسیوں میں

ڈال کرلٹکتی ہیں تا کہ نیند جاتی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں اتنی سختی نہیں جب نیند کا ایسا غلبہ ہوتو تکیہ رکھواور سو جاؤ۔ اسی بناء پر بعد نماز فجر سورج نکل کر بلند ہونے تک اور بعد عصر غروب آفتاب تک نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور تین اوقات میں ہر قسم کی نماز پڑھنا حرام قرار دیا گیا، طلوع آفتاب سے سورج کے بلند ہونے تک سورج کے عین سر پر ہونے سے ختم زوال تک اور غروب آفتاب کے وقت۔ اسی طرح پے در پے نفل روزہ رکھنا جس میں زیادہ ضعف ہو جائے منع کیا گیا اور ایسا نفلی حج جس میں فرض نماز قضا ہونے کا خوف ہو فقہاء نے منع فرمایا۔ پس ذکر اللہ کی کثرت کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی ہی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ (اس طرح کہ اس سے حق تعالیٰ میں اور بندہ میں تعلق بڑھ جاتا ہے اور اطمینان کی جڑ یہی تعلق ہے۔) ولذکر اللہ اکبر ط (العنکبوت آیت نمبر ۴۵)

اور اللہ کی یاد بڑی چیز ہے (یعنی اس میں بڑی فضیلت ہے)

احادیث

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شئی کی ایک قلعی ہے اور دلوں کی قلعی کا اللہ کا ذکر ہے۔"

"حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہ کرتا ہو ان کی حالت زندہ اور مردہ کی سی حالت ہے یعنی پہلا شخص مثل زندہ کے ہے اور دوسرا مثل مردہ کے کیونکہ روح کی زندگی یہی اللہ کی یاد ہے یہ نہ ہو تو روح مردہ ہے۔" (بخاری ومسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی جگہ بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے اللہ کی طرف سے اس پر گھاٹا ہوگا۔" (ابوداؤد)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ کوئی موقع اور کوئی حالت ذکر سے خالی نہ ہونا چاہیے۔

ذکر کی حقیقت

ذکر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذکر صوری یعنی زبان سے یاد کرنا جس کو ذکر لسانی بھی کہتے ہیں۔

(۲) ذکر حقیقی یعنی پورے اعمال شرعیہ کو بجالانا یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کرلینا کہ کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف نہ ہواور دل میں اس درجہ اس کی یاد رہے جس کو عرف میں دل میں بس جانا کہتے ہیں۔ یہ ذکر کی حقیقت ہے۔

ذکر میں کسی قسم کی پابندی نہیں

۱- اللہ کا نام لینے میں القاب وآداب کی شرط نہیں۔ حکام دنیا کو دیکھئے اگر کبھی اجازت بات کرنے کی ہوتی ہے تو بڑے القاب وآداب کے ساتھ ہوتی ہے۔ حاکم کا نام کوئی نہیں لیتا بلکہ حاکم کا نام لینا سخت جرم ہے۔ بتلایئے اگر حق تعالیٰ بھی اپنے نام کے ساتھ القاب وآداب کی شرط لگاتے تو وہ القاب وآداب کہاں سے لاتے جو اس بارگاہ کے لائق ہوتے۔ (شرف المکالمہ ص ۲۷) مگر حق تعالیٰ کی شان کریمی ملاحظہ فرمایئے کہ نہ ان کا نام لینا جرم ہے نہ القاب و آداب کی شرط ہے بلکہ ان کے نام کا ورد کرنا عین ثواب ہے۔

۲- اللہ کا ذکر کرنے کے لیے طہارت کی بھی شرط نہیں۔ سلاطین دنیا سے اگر کوئی ان کے دربار میں حاضر ہوکر بات کرتا ہے تو حتی الوسع پاک صاف ستھرا ہوکر اچھا لباس پہن کر ہم کلام ہوتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ بھی اپنا نام لینے کے لیے پاک ہونے کی شرط فرماتے تو اگر لاکھوں سمندروں سے ہم غسل کرلیتے تو اس وقت بھی لائق اس کے نہ ہوتے کہ ان کا نام پاک لے سکیں۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(اگر ہزار مرتبہ بھی مشک وگلاب سے اپنا منہ دھولوں پھر بھی آپ کا نام لینا بے ادبی ہے)

مگر یہ رحمت فرمائی کہ جو طہارت قانونی ہے نام لینے اور ہم کلام ہونے میں اس کی بھی قید نہیں پاک ناپاک وضو بے وضو ہر حالت میں اجازت نام لینے کی دے دی۔ (شرف المکالمہ ص ۲۹)

۳- بیٹھ کر ذکر کرنے کی بھی شرط نہیں۔ حکام دنیا سے اگر کچھ عرض معروض کرنا ہوتا ہے تو ادب سے بیٹھ کر عرض کرتے ہیں۔ یہاں اس کی بھی قید نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: **"فاذکروا اللّٰہ قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبکم"** (یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرو) (شرف المکالمہ ص ۳۰)

۴- اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں وقت کی بھی قید نہیں، حکام دنیا سے ملنے کا ایک خاص وقت مقرر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں جس وقت چاہو اللہ کا ذکر کرلو۔

۵- اللہ کے ذکر کے لیے نہ کسی گنتی کی قید ہے نہ تسبیح رکھنے کی نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی نہ کسی خاص جگہ کی نہ ایک جگہ بیٹھنے کی، ہر طرح سے آزادی اور اختیار ہے۔ (حیٰوۃ المسلمین ص ۲۰۸) اس کے

باوجود بھی اگر کوئی شخص اللہ کے ذکر سے محروم رہے تو اس کی بدقسمتی اور بے ہمتی کے کیا کہا جا سکتا ہے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی کہ اگر تو کسی قابل ہوتا

ذکر کے ثمرات

ذکر کے دو ثمرات ہیں: (۱) رضا حق سبحانہ جو کہ اصل ثمرہ ہے اس کا ظہور تو آخرت میں ہوگا دوسرا ثمرہ جو دنیا میں حاصل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ قلب کو ایک خاص لگاؤ حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جاتا ہے جیسا کہ عاشق کے قلب کو معشوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو کہ جملہ دین کی روح ہے بقول اکبر الہ آبادی مرحوم

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

اور حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ ذکر کا سب سے بڑا ثمرہ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں یاد کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے: "فاذکرونی اذکرکم" اور وعدہ کا بھی تخلف نہیں ہوتا۔

ذکر کے تین درجے

ذکر کا ایک درجہ یہ ہے کہ صرف زبان کو حرکت دی جائے اور قلب متوجہ نہ ہو۔ یہ درجہ سب سے کم ہے دوسرا درجہ جس میں زبان کو حرکت نہ دی جائے صرف قلب سے ذکر کیا جائے، یہ پہلے درجے سے بڑھ کر ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ زبان کو بھی حرکت دی جائے اور قلب کو بھی متوجہ کیا جائے، یہ سب سے بڑھ کر اور افضل ہے۔ (الصلاح والاصلاح)

بعض مواقع میں ذکر قلبی افضل ہے

جس وقت نیند نہ آوے اس وقت تک تو نفلیں تسبیح اور ذکر وغیرہ سب کچھ کرو مگر جب نیند کا غلبہ ہو تو سو رہو چنانچہ حدیث میں ہے: "اذا غلب احدکم النعاس وھو یذکر اللہ فلیرقد" امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں ذکر بند کر دینا ضروری ہے آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں: "لعلہ یستغفر فیسب نفسہ" یعنی ممکن ہے کہ وہ قصد تو استغفار کا کرے اور بجائے استغفار کے اپنے آپ کو کوسنے لگے کیونکہ اس وقت مارے نیند کے ہوش نہیں رہتا لامحالہ کہے گا کچھ اور نکلے گا کچھ۔ تو شاید بجائے دعا کے بددعا نکلے۔ چنانچہ اس کی تفسیر میں علماء

نے مثال کے طور پر کہا ہے کہ کہنا چاہتا ہے: "اللّٰھم اغفرلی " یعنی اے اللہ! مجھے بخش دے تو ممکن ہے بجائے اس کے زبان سے نکلے "اللّٰھم اعفرلی "یعنی اے اللہ! مجھے برباد کردیجئے (نعوذ باللہ) صرف ایک نقطے کے گھٹنے سے معنی اس قدر بدل گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلبہ نیند کے وقت ذکر کی ممانعت ہے مگر دوسری حدیث میں "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ فی کل احیانہ" یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے اور ہر وقت نیند میں بھی داخل ہے اور ظاہر ہے کہ اس سنت پر ذکر لسانی کے طریق پر نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کریں گے کہ غلبہ نیند کے وقت ذکر لسانی کی ممانعت ہے خواہ محض ہو یا قلب کے ساتھ۔ ہاں محض ذکر قلبی کی اجازت ہے۔ (الصلاح والاصلاح ص ۱۲) غرض نیند کے غلبہ بول و براز و جماع اور مواقع قاذورات...... میں زبان سے ذکر کرنے کی ممانعت ہے۔ البتہ ذکر قلبی کی کسی حال میں ممانعت نہیں ہر وقت اجازت ہے یہ بے شک محیط کل اور ہر جہت سے غیر موقت ہے ایسے مواقع پر ذکر قلبی افضل ہے کیونکہ یہ کھانے اور سونے کے وقت بھی ہوسکتا ہے۔ گو انسان سونے کے بعد مکلف ہی نہیں (الصلاح والاصلاح ص ۹) اس لیے بزرگان ایسے وقت "پاس انفاس" پر عمل کرتے ہیں اس طرح ان کا کوئی سانس ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتا۔

ذکر میں خلوص

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ذکر ریائی کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو تو ذکر ریائی بھی نہیں کرتا تو کیا منہ لے کر کہتا ہے وہ تو ٹمٹماتا ہوا چراغ لے کر پل صراط سے پار ہو جائے گا اور تو تو اس سے بھی محروم ہے اس کی نسبت کہا ہے:

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن بازی اگرچہ پا نہ سکا تو سر کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

(اول الاعمال ص ۲۶)

ہمیشہ محققین ذکر کے متعلق یوں ہی فرماتے ہیں کہ خلوص قلب کا انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ جس طرح بھی ہو ذکر کرنا چاہیے۔ اس کی برکت سے شدہ شدہ خلوص بھی پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب قدس سرہ فرماتے تھے ریا ہمیشہ ریا نہیں رہا کرتی۔ آخر مبدل بخلوص ہو جاتی ہے پھر وہ خلوص موجب قرب ہو جاتا ہے۔ غرض ریا پہلے ریا ہوتی ہے پھر عادت ہو جاتی ہے پھر عبادت بن جاتی ہے۔ (شکر النعمت بذکر رحمۃ

الرحمة ص ۵، فانّ الجنّة هی المأویٰ ص ۳۸ فروع الایمان ص ۸)

حقیقت دین کی ذکر ہے

حصن حصین میں منقول ہے کہ "کل مطیع للہ فھو ذاکر" یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے۔ دراصل وہی سچا ذاکر اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے۔ حتیٰ کہ اگر خدا تعالیٰ کے امتثال امر کے لیے کھانا بھی کھائے تو وہ بھی ذکر ہے بلکہ اگر قربت منکوحہ میں بھی پابندی دین مقصود ہو تو وہ بھی ذکر ہے۔ علیٰ ہذا اگر استنجا بھی اس نیت سے کرے کہ اس سے فارغ ہو کر عبادت میں مشغول ہو گا تو وہ بھی ذکر ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ جو کام مرضی الٰہی کے موافق ہو پس اسی کو ذکر نہیں کہتے کہ تسبیح لے کر بیٹھے۔ اگر کوئی پانچ وقت کی بھی نماز پڑھے، روزہ رکھے اور بصورت وجوب حج کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور ایک تسبیح بھی نہ پڑھے تو اگرچہ خاص برکات سے یہ محروم رہے گا لیکن نجات میں ذرا بھی کمی نہ ہو گی۔ ہاں! یہ شرط ہے کہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے تو گویا جو شخص صرف اوامر اور نواہی پر عمل کرے وہ خدا کا مقبول ہے اس کو نہ قبر میں تکلیف ہو گی نہ قیامت میں عذاب ہو گا تو حقیقت دین کی ذکر ہے اور اس کے لیے تسبیح کی ضرورت نہیں۔

کثرت ذکر سے نسبت مع اللہ پیدا ہو سکتی ہے

ذکر کا حقیقی مقصود یہ ہے: "فاذکرونی اذکرکم" جس کا ظہور آخرت میں ہو گا اور عاجل مقصود یہ ہے کہ کثرت ذکر سے نسبت مع اللہ ہو جائے اور اس سے سہولت فی الطاعۃ ہو۔ (ضرورۃ العمل فی الدین ص ۳۸) غرض دوام ذکر کی کوشش کرنا چاہیے کیونکہ بعض دفعہ ایک بار خدا کا نام اس طرح نکلتا ہے جو سالک کو واصل کر دیتا ہے اس لیے جتنا ہو سکے ذکر کرتے رہو اس کو بے کار نہ سمجھو۔ قاعدہ سے یا بے قاعدہ ناغہ سے یا بلاناغہ کرتے رہو، ایک دن عنایت ہو جائے گی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں:

گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم
بس سے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچے وہاں

دیکھو! اگرچہ پیٹ آخری لقمہ سے بھرتا ہے لیکن پیٹ بھرنے میں پہلے لقمہ کو اتنا دخل ہے جتنا آخری لقمہ کو اسی طرح واصل اگرچہ آخر میں ایک دفعہ اللہ کا نام لینے سے ہوتا ہے لیکن اس میں پہلی مرتبہ اللہ کہنے اور ذکر و شغل کرنے کو بھی دخل ہے۔ (زکوٰۃ النفس ص ۱۸ اھم الاٰخرہ ص ۵۶ الدنیا والاٰخرہ ص ۳۹)

خدا کے ذکر سے ہی قلوب کو چین مل سکتا ہے

ارشاد خداوندی ہے "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ط" یعنی یاد رکھو کہ خدا کی یاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے قلوب کو چین مل سکتا ہے۔ دنیا بھر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قلوب کو راحت پہنچا سکے۔ (راحت القلوب ص ۱۴) یہاں حق تعالیٰ نے حصر حقیقی کے ساتھ (لفظ الا) فرمایا ہے کہ صرف ذکر الٰہی ہی میں قلوب کا چین منحصر ہے۔ ذکر اللہ کے بغیر کسی اور ذریعہ سے قلوب کو چین نصیب نہیں ہوسکتا۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اس کی مثال یوں ہے کہ مچھلی کو سکون پانی ہی میں مل سکتا ہے۔ پانی کے بغیر اسے تسکین ناممکن ہے۔ بعینہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے قلب کو خاص اپنے واسطے بنایا ہے۔ اسی سکون واقرار اسی وقت ہوگا جب اس کے اندر یاد الٰہی بسی ہوگی۔

ذکر اللہ کی چند مثالیں

کلمہ طیبہ کا ذکر افضل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں "افضل الذکر لاالٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ" تلاوت قرآن بھی ذکر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:"انا نحن نزلنا الذّکرو انّا لہ لحافظون" غرض جو دل چاہے ذکر کرے لیکن کسی وقت ذکر سے غافل نہ ہو۔ خواہ گنتی سے کرے یا بلا گنتی۔ تسبیح ہاتھ میں رکھے یا بغیر تسبیح۔ اسم ذات' نماز' تلاوت' نوافل' درُود پاک' استغفار' تسبیح' تہلیل' تکبیر اور ادعیہ ماثورہ مثل منزل مناجات مقبول سب ذکر میں شامل ہیں جسے چاہے کرتا رہے۔ "اللّٰھُمَّ وفقنا" (آمین)

ذکر اسم ذات کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے "واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا" یہاں اپنے رب کے نام اللہ کا ذکر کا حکم صاف واضح ہے۔

اسّی سال کی عبادت کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درُود شریف پڑھے۔

اللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ محمّدن النّبی الاُمیّ وعلیٰ آلہ وسلّم تسلیماًo

"تو اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔" (فضائل درُود)

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو کثرت ذکر اللہ میں مشغول رہنے اور درُود شریف کثرت سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللّٰھُمَّ آمین

آج کے خطبہ کا دوسرا موضوع فضیلت دعا ہے سوائے دعا کے جتنے اسباب ہیں ان کے مسببات خاص خاص امور ہیں۔ چنانچہ اسباب طبعیہ کا (مثل تجارت، زراعت، طباعت اور ملازمت وغیرہ کے) اصلی مقصود فلاح دنیوی بنایا گیا۔ گو بواسطہ معین دین بھی ہو اور اسباب شرعیہ (مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے) مقصود بالذات فلاح دینی ٹھہرایا گیا۔ گو بالعرض نافع دنیا بھی ہو مگر صرف دعا ایک ایسی چیز ہے کہ فلاح دین وفلاح دنیا دونوں کے لیے بالمساوات ایک مرتبہ میں مشروع وموضوع ہے۔ جس سے بوجہ اس جامعیت کے اس کی وقعت وعظمت ظاہر وباہر ہے اس لیے قرآن مجید وحدیث شریف میں نہایت درجہ اس کی ترغیب وفضیلت وتاکید جابجا وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا'' اور ارشاد فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بڑی عبادت تو دعا ہے'' اور فرمایا ''جس شخص کو دعا کی توفیق ہوگئی اس کے لیے قبولیت کے دروازے کھل گئے'' اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازہ کھل گئے اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھل گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگی گئی جو عافیت کے مانگنے سے زیادہ محبوب ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی حوائج مانگنے کا بھی حکم ہے اور ارشاد فرمایا کہ ''قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے'' اور ارشاد فرمایا کہ ''احتیاط وتدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی'' اور دُعا نازل شدہ بلا سے بھی نافع ہے اور اس بلا سے جو ابھی نازل نہیں ہوئی اور کبھی بلا نازل ہوتی ہے اور اِدھر سے دُعا پہنچ کر اس سے ملتی ہے اور دونوں میں قیامت تک کشتی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی قبولیت کی یہ بھی شکل ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی بلا ٹل جاتی ہے۔ پس دعا کر کے خواہ قبول ہونا معلوم ہو یا نہ ہو بدگمان نہ ہونا چاہیے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ کوئی چیز قدر ومنزلت کی نہیں۔ اور ارشاد فرمایا ''جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمالیا کریں اس کو چاہیے کہ خوش عیشی کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بلا مصیبت کے دعا مانگنے کا اثر، مصیبت کے وقت مانگنے میں ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ دعا میں ہمت نہ ہارو کیونکہ دعا کرتے ہوئے کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ اور ارشاد فرمایا کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کا نور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بلا زدہ قوم پر گذر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے۔'' اور فرمایا کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جو دعا میں اُڑ جائے اور پھر اس کو عطا نہ ہو خواہ سر دست اس کو دیدیں یا آئندہ

کے لیے جمع کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا قبول تو ضرور ہوتی ہے مگر صورتیں اس کی مختلف ہیں، کبھی وہی چیز مل جاتی ہے اور کبھی اس کے لیے جمع ہو جاتا ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی اس کی برکت سے بلا ٹل جاتی ہے۔ غرض اس دربار میں ہاتھ پسارنے سے کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے لیکن باوجود اس کے دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگوں کو عوام تو کیا بہت سے خواص کو بھی اس سے محض بے رغبتی و بے توجہی ہے۔ حتیٰ کہ جو معمولی اوقات دعا کے ہیں جیسے نماز پنجگانہ ان میں بھی بجز آموختہ سا پڑھ لینے کے اصلا الحاح یا دلچسپی کا اثر تک نہیں پایا جاتا اور یہ سمجھ کر دعا کرنے کا تو ذکر ہی کیا کہ یہ عرضداشت اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں پیش کر دینا اور بار بار درخواست گزارنا کامیابی کا ایک مؤثر اور اعلیٰ درجہ کا طریقہ ہے۔ جس طرح اپنے بعض حوائج کے لیے دنیا کے امراء و حکام سے بار بار التجا کرنا اپنی مطلب برآری کا قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور تکرار عرض و معروض سے روزانہ امیدیں اور امنگیں ابھرتی اور تازہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بڑی ہی مصیبت پڑتی ہے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے کام نہیں چلتا تب مجبوری کسی ایک آدھ کو شاذ و نادر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے وہ بھی دعا کے ساتھ نہیں بلکہ بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ کوئی وظیفہ عمل، عزیمت شروع کر دیا حالانکہ ایسے موقع پر دعا کی اشد ضرورت ہے۔ اپنی حاجات کے لیے بارگاہ الٰہی میں خشوع و خضوع سے دعائیں مانگنا شروع کر دے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور قبول فرما لیتے ہیں۔

مے دہد یزداں مرادِ عاجزی تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں

بعض لوگ اپنے کو دعا مانگنے کا اہل نہیں سمجھتے حالانکہ دعا کے لیے اہلیت شرط نہیں صرف عجز و نیاز کافی ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ الدُّعَاءَ مِنْ قَلْبٍ لَاهٍ" (یعنی بے شک اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں فرماتے)

درخواست دیتے وقت تو دنیوی حاکم کے سامنے بھی حاضر دماغی اور توجہ دلی سے کھڑے ہیں اس لیے بارگاہ الٰہی میں دعا کے انتہائی حضور قلب کی ضرورت ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" دعا عبادت کا مغز ہے جیسے بادام کی ایک گری ہے اور ایک چھلکا۔ اسی طرح دعا عبادت کا مغز ہے۔ جب عبادت کی قبولیت شرط ہے تو دعا میں تو اس کی اشد ضرورت ہے۔ دعا مانگنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے سورۃ الفاتحہ کی پہلی تین آیات پڑھے، اس کے بعد درُود ابراہیمی یا کوئی اور درُود شریف پڑھے پھر جتنی دیر چاہیں دعائیں خشوع و خضوع سے مانگتا رہے اور آخر میں صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آله واصحابه اجمعین پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرے کیونکہ جس دعا کے اول و

آخر درُود شریف پڑھا جائے وہ دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ روزانہ دعاؤں کے معمول بتانے کے لیے مناجات مقبول میں قرآن وحدیث کی دعائیں جمع کردی ہیں جس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں۔(کیونکہ ہماری خود ساختہ دعاؤں میں) وہ برکت کہاں جو اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ دعاؤں میں ہے۔غرض مقدمہ دعا میں چند کوتاہیاں واقع ہورہی ہیں۔اول بدون اڑے وقت کے دُعا کی طرف توجہ نہ ہونا۔دوم ایسے وقت میں بھی اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی دعائیں چھوڑ کر نئے نئے وظائف پڑھنا۔سوم بدشوقی و بے رغبتی سے دعا کرنا اور جی نہ لگانا۔چہارم قبولیت کا یقین اور امنگ نہ ہونا۔پنجم جلدی اور تقاضا مچانا اور ذرا توقف ہوجائے تو تنگ ہوکر چھوڑ دینا۔ان کوتاہیوں کے تدارک کرنے کے لیے بمقتضائے مصلحت وضرورت وقت مناسب معلوم ہوا کہ جو جامع دعائیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں ان کو جمع کردیا جائے کیونکہ ان کو دوسری دعاؤں پر چند وجوہ ترجیح ہے۔اول یہ کہ جب خود حاکم مضمون عرضی کا بتلا دیتا ہے تو اس کی منظوری میں پھر کوئی تردد نہیں رہتا۔اسی طرح جو دعائیں اللہ تعالیٰ نے بواسطہ وحی جلی یا خفی خود تعلیم فرمائیں تو بلاشک اقرب الی الاجابۃ ہیں۔دوسرے ان میں جس قدر دینی ودنیوی ضرورتوں کی رعایت کی گئی ہے اگر ہم لوگ قیامت تک بھی سوچیں تو ممکن نہیں کہ ایسے جامع مضامین تجویز کرسکیں۔تیسرے بعض اوقات مضمون دعا میں سوءِ ادب ہوجاتا ہے جس سے وہ دعا الٹی وبال جان ہوجاتی ہے جس طرح کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر کی دعا کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم نے بلا کی درخواست کی یا ایک صحابیؓ نے دعا کی تھی کہ جتنا عذاب مجھ کو آخرت میں ہونا ہو وہ سب یہیں ہوجائے اور آپ نے تنبیہ فرمائی تھی یا کسی صحابیؓ زادہ نے جنت کے داہنے جانب کوشک سفید دُعا میں مانگا تھا اور ان کے والد نے اصلاح فرمائی تھی۔غرض اپنی رائے اور قیاس سے مضمون معین کرنے سے اس قسم کا احتمال اس میں رہتا ہے اور جو دعائیں منصوص ہیں وہ ان خدشات سے منزہ ومبرا ہیں اور ہرچند کہ افضل واکمل طریقہ تو یہی ہے کہ وہ دعائیں بعینہٖ اُنہی الفاظ سے پڑھی جائیں جس طرح منقول ہیں۔

الحمدللہ مناجات مقبول میں ان دعاؤں کو سات حصوں (منزلوں) میں تقسیم کردیا گیا ہے جو ہفتہ سے شروع کرکے جمعہ تک ختم ہوجاتی ہیں جس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگتا۔کوشش و ہمت کرکے یہ معمول آج ہی سے شروع فرمالیں۔

"اللّٰھُمَّ وفقنا لما تحبُّ وترضٰی"

ربیع الاوّل کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	واقعات وحادثات	ربیع الاوّل	مطابق
۱	ولادت باسعادت حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۹-اعام الفیل	۱۲اپریل ۵۷۱ء
۲	حضانت ورضاعت بذمہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ	۱۶-اعام الفیل	۲۷اپریل ۵۷۱ء
۳	آفتاب رسالت کا طلوع وبشارت وحی	۹-اعام الفیل	۹فروری ۶۱۰ء
۴	غارثور سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی	یکم اھ	۱۳ستمبر ۶۲۲ء
۵	قباء میں آنحضرت کی تشریف آوری	۸ اھ	۲۰ستمبر ۶۲۲ء
۶	تاسیس مسجد قباء	۸ اھ	۲۰ستمبر ۶۲۲ء
۷	پہلی نماز جمعہ وپہلا خطبہ جمعۃ المبارک	۱۲ اھ	۲۴ستمبر ۶۲۲ء
۸	مدینہ منورہ میں حضور کا ورود مسعود	۱۲ اھ	۲۴ستمبر ۶۲۲ء
۹	مسجد نبوی کی تاسیس	۱۹ اھ	۲۴ستمبر ۶۲۲ء
۱۰	اذان کی باقاعدہ ابتداء	اھ	اکتوبر ۶۲۲ء
۱۱	غزوہ بنی نضیر	۴ھ	ستمبر ۶۲۵ء
۱۲	حرمت شراب کا قطعی حکم	۴ھ	ستمبر ۶۲۵ء
۱۳	تبلیغی مکاتیب نبوی کا آغاز	ربیع الاول ۷ھ	جولائی ۶۲۸ء
۱۴	حیات اقدس کے آخری لمحات	۱۲-۱۱ھ	۷جون ۶۳۲ء
۱۵	خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۲-۱۱ھ	۷جون ۶۳۲ء
۱۶	فتح دمشق	۱۴ھ	اپریل ۶۳۵ء
۱۷	وفات معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۱۸ھ	مارچ ۶۳۹ء

۱۸	وفات ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ	۲۰ھ	فروری ۶۴۰ء
۱۹	وفات حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۳۱ھ	اکتوبر ۶۵۱ء
۲۰	وفات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۳۶ھ	اگست ۶۵۶ء
۲۱	صلح حضرت حسن وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما	۴۱ھ	جولائی ۶۶۱ء
۲۲	وفات حضرت حسن رضی اللہ ابن علی کرم اللہ وجہہ	۱-۴۹ھ	اپریل ۶۶۹ء
۲۳	وفات حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ	ربیع الاول ۵۱ھ	مارچ ۶۷۱ء
۲۴	وفات یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ	۶۴ھ	اکتوبر ۶۸۳ء
۲۵	وفات حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	جولائی ۶۹۳ء
۲۶	وفات قاضی شریح	۷۸ھ	مئی ۶۹۷ء
۲۷	شہر واسط کی تعمیر	۸۲ھ	اپریل ۷۰۱ء
۲۸	وفات قاضی مدینہ حضرت طلحہ زہری	۹۷ھ	نومبر ۷۱۵ء
۲۹	وفات حضرت عطاء بن یسار	۱۰۳ھ	اگست ۷۲۱ء
۳۰	جنگ موقان	۱۰۸ھ	جولائی ۷۲۶ء
۳۱	وفات حضرت عمرو بن شعیب السہمی	۱۱۸ھ	مارچ ۷۳۶ء
۳۲	جن نصیبین	۱۳۷ھ	اگست ۷۵۴ء
۳۳	وفات حضرت سلمہ بن دینارؒ	۱۴۰ھ	جولائی ۷۵۷ء
۳۴	تعمیر مسجد الحرام مکہ معظمہ	۱۶۶ھ	اکتوبر ۷۸۲ء
۳۵	وفات حضرت امام ابوداؤد طیالسیؒ	۱۵-۲۰۴ھ	اگست ۸۱۹ء
۳۶	وفات حضرت امام احمد بن حنبلؒ	۱۲-۲۴۱ھ	جولائی ۸۵۵ء
۳۷	وفات امام حسن عسکریؒ	۲۶۰ھ	دسمبر ۸۷۳ء
۳۸	وفات امام قرطبیؒ	۴۲۹ھ	دسمبر ۱۰۳۷ء
۳۹	وفات خطیب بغدادی صاحب التاریخ	۴۶۳ھ	دسمبر ۱۰۷۰ء
۴۰	وفات حضرت شیخ علی ہجویریؒ	۱۲-۴۶۴ھ	نومبر ۱۰۷۱ء

۴۱	امام غزالی رحمہ اللہ نے مدرسہ نظامیہ سے استعفیٰ دیا	ربیع الاول ۴۸۸ھ	مارچ ۱۰۹۵ء
۴۲	وفات قطب بختیار کاکی رحمہ اللہ	۶۳۲ھ	اکتوبر ۱۲۳۴ء
۴۳	وفات حضرت علاؤ الدین صابر کلیری رحمہ اللہ	۱۳، ۶۹۰ھ	مارچ ۱۲۹۱ء
۴۴	وفات حضرت نظام الدین اولیاء دہلی	۱۸، ۷۲۵ھ	فروری ۱۳۲۵ھ
۴۵	وفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ	۱۰۵۲ھ	مئی ۱۶۴۲ء
۴۶	وفات زیب النساء دختر عالمگیر رحمہ اللہ	۱۱۱۲ھ	اگست ۱۷۰۰ء
۴۷	وفات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ	۱۱۷۲ھ	ستمبر ۱۷۶۲ء
۴۸	وفات مؤمن دہلوی	۱۲۷۹ھ	دسمبر ۱۸۵۲ء
۴۹	وفات علامہ عبدالحی فرنگی محل رحمہ اللہ	۱۳۰۴ھ	نومبر ۱۸۸۶ء
۵۰	وفات قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ	۱۳۴۹ھ	جولائی ۱۹۳۰ء
۵۱	آزادی لبنان	۱۳۶۵ھ	فروری ۱۹۴۵ء
۵۲	وفات علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ	۱۴، ۱۳۷۳ھ	۲۲، نومبر ۱۹۵۳ء
۵۳	آزادی نائجیریا	۱۳۸۰ھ	اگست ۱۹۶۰ء
۵۴	وفات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۱۳۸۰ھ	اگست ۱۹۶۰ء
۵۵	وفات مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	۱۴، ۱۳۸۲ھ	۱۶ اگست ۱۹۶۲ء

طلوع آفتاب رسالت

بعمر چالیس سال ۹/فروری ۶۱۰ء ۴۱، میلادی اور ۱ نبوی ۹/ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ بعثت ونبوت، وضو اور نماز فجر وظہر کا حکم ہوا، بقول دیگر بعمر چالیس برس چھ ماہ ۱۷/ رمضان ۱۳/ اگست ۶۱۰ء کو غار حراء میں نبوت ملی۔

۱ نبوی ۶۱۰ء

آغاز نزول قرآن، اسلام حضرت خدیجہؓ وابوبکرؓ وعلیؓ وزید بن حارثہؓ ولادت حضرت فاطمہؓ۔

۳ نبوی ۶۱۲ء

علانیہ دعوت اسلام کوہ صفا کا مشہور خطبہ سفارت قریش وجواب ابوطالب مسلمانوں پر کفار کے مظالم۔

رجب ۵ نبوی اپریل ۶۱۴ء

حبشہ ہجرت اولیٰ ۶ نبوی، قبول اسلام حضرت حمزہؓ و حضرت عمرؓ۔

محرم ۷ نبوی اکتوبر ۶۱۵ء

حبشہ ہجرت ثانیہ...... محرم ۷ نبوی تا ۹ نبوی ۶۱۸ء تین برس شعب ابی طالب میں بنوہاشم کی محصوری۔

شوال ۱۰ نبوی اپریل ۶۱۹ء

وفات ابوطالب و حضرت خدیجہؓ، سفر طائف، ایام حج میں تبلیغ اسلام، حضرت سودہؓ و حضرت عائشہؓ سے نکاح۔

۲۷/ رجب ۱۱ نبوی ۹/ مارچ ۶۲۰ء

واقعہ معراج اور نماز پنجگانہ کی فرضیت۔

ذوالحجہ ۱۱ نبوی جولائی ۶۲۰ء

عقبہ منیٰ میں مدینہ کے چھ آدمیوں کا قبول اسلام اور مدینہ میں اسلام کا آغاز

ذوالحجہ ۱۲ نبوی جون ۶۲۱ء

بیعت عقبہ اولیٰ، مدینہ کے بارہ اشخاص کی بیعت اسلام، مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ کی تبلیغ و تعلیم اسلام کیلئے مدینہ روانگی۔

۱۳ ذوالحجہ ۱۳ نبوی ۲۸/ جون ۶۲۲ء

بیعت عقبہ ثانیہ، مدینہ کے تہتر مرد، دوعورتوں کی بیعت اسلام و معاہدہ حمایت۔

مدینہ ہجرت نبویؐ

شب جمعہ ۲۷/ صفر ۱۴ نبوی کو آنحضورؐ اور ابوبکرؓ مکہ سے نکلے، جمعہ، شنبہ، یکشنبہ، ۲۷/ ۲۸/ ۲۹ صفر ۱ھ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ستمبر ۶۲۲ء تین روز غار ثور میں روپوش رہے، جو مکہ سے پانچ میل دور ہے۔

یکم ربیع الاوّل بروز دوشنبہ غار ثور سے روانگی، دوشنبہ ۸/ ربیع الاول ۱ھ ۲۰/ ستمبر ۶۲۲ء کو قبا میں داخلہ، مسجد قبا کی تعمیر، ۱۲/ ربیع الاول ۱ھ ۲۴ ستمبر جمعہ کو مدینہ میں داخلہ، ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام۔

۱ھ تعمیر مسجد نبوی، ظہر، عصر، وعشاء میں چار رکعت کی فرضیت، یہود مدینہ سے معاہد، مہاجرین وانصار میں مواخات، ولادت عبداللہ بن زبیر، اذان کی ابتداء، شوال میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی، سریہ حمزہؓ وعبیدہؓ وسعدؓ۔

۲ھ ۱۵/شعبان تحویل قبلہ، رمضان کے روزہ کی فرضیت، صدقہ فطر ونماز عید الفطر کی مشروعیت، قریش کے مدینہ پر حملہ کے منصوبے، جہاد کی اجازت، صفر، غزوہ ابواء، ربیع الاول، غزوہ بواط، جمادی الاولیٰ، غزوہ عشیرہ، غزوہ بدر اولیٰ، رجب، سریہ عبداللہ بن جحشؓ، ۱۷ رمضان، غزوہ بدر کبریٰ، مسلمان ۳۱۳، ۱۴ شہید، کفار ۱۰۰۰، ۷۰ مقتول، ۷۰ گرفتار۔ غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، وفات حضرت رقیہؓ، نکاح حضرت فاطمہؓ۔

۳ھ محرم، غزوہ غطفان، ربیع الثانی، غزوہ بحران، جمادی الاخریٰ، سریہ زید بن حارثہؓ، ۱۵/شوال، غزوہ احد، شہادت حضرت حمزہؓ، مسلمان ۶۵۰، ۷۰ شہید، ۴۰ زخمی، کفار ۳۰۰۰، ۴۰ مقتول، غزوہ حمراء الاسد، احکام وراثت، ممانعت نکاح مشرکہ، شوال، حرمت شراب کا حکم، رمضان، ولادت حضرت حسنؓ، حضرت حفصہؓ وحضرت زینب بنت خزیمہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عثمانؓ کا نکاح۔

۴ھ محرم، سریہ ابوسلمہؓ وسریہ عبداللہ بن انیسؓ، صفر، واقعہ رجیع وحادثہ بیر معونہ جس میں ۷۰ صحابہ کی شہادت، ربیع الاول، غزوہ بنی نضیر، جمادی الاولیٰ، غزوہ ذات الرقاع، شعبان، غزوہ بدر ثانیہ وولادت حضرت حسینؓ، شوال، حضرت ام سلمہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، ربیع الثانی، وفات حضرت زینب بنت خزیمہؓ۔

۵ھ ربیع الاول، غزوہ دومۃ الجندل، شعبان، غزوہ بنی المصطلق (مریسیع) قصہ افک، حد زنا، پردہ وتیمم کا حکم، شوال، غزوہ خندق، ذوالقعدہ، غزوہ بنو قریظہ اور یہود بنو قریظہ کا خاتمہ، آنحضورؐ کا حضرت جویریہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح۔

۶ھ محرم، سریہ محمد بن مسلمہؓ، ربیع الاول، غزوہ بنی لحیان وغزوہ ذی قرد وسریہ عکاشہؓ، ربیع الآخر، سریہ ذی القصہ وسریہ جموم، جمادی الاولیٰ، سریہ طرف وسریہ عیص، رجب، سریہ وادی القریٰ، شعبان، سریہ دومۃ الجندل وسریہ فدک، شوال، سریہ عبداللہ بن رواحہؓ وسریہ کرز بن جابرؓ، ذوالقعدہ، بیعت رضوان وصلح حدیبیہ، ذوالحجہ، سلاطین عالم، قیصر روم، کسریٰ پرویز، نجاشی، مقوقس وغیرہ کے نام دعوت اسلام کے خطوط۔

اسلامی ریاست کی ابتداء

۷ھ محرم، فتح خیبر، مسلمان ۱۴۰۰، ۱۵ شہید، یہودی ۱۰۰۰۰، ۹۳ مقتول، یہیں آنحضورؐ

کو زہر دیا گیا۔ فتح فدک، فتح وادی القریٰ، صفر، سریہ غالب لیثیؓ، جمادی الاخریٰ، سریہ زید بن حارثہؓ، سریہ صدیق اکبرؓ، سریہ فاروق اعظمؓ، رمضان سریہ اسامہؓ شوال، سریہ مرہ و سریہ بشیر بن سعدؓ، سریہ عبداللہ بن ابی حدردؓ، سریہ عبداللہ بن حذافہ، درندے، پنجہ دار پرندے، گدھے اور خچر کی حرمت، حضرت صفیہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، ذوالقعدہ، عمرۃ القضاء، حکم رمل، حضرت میمونہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن عاصؓ کا قبول اسلام۔

۸ھ ربیع الاول، سریہ ذات اطلاح و سریہ ذات عرق، جمادی الاولیٰ، جنگ موتہ، مسلمان ۳۰۰۰، ۱۲ شہید، دشمن ایک لاکھ اور بقول دیگر دو لاکھ، جمادی الاخریٰ، سریہ ذات السلاسل، رجب، سریہ سیف البحر، پنجشنبہ ۲۰/ رمضان، فتح مکہ اور کعبہ پر اذان بلالؓ، صنم کدہ عزیٰ، سواع اور منات کا انہدام، شوال، غزوہ حنین، غزوہ نخلہ و اوطاس، محاصرہ طائف اور پہلی بار منجنیق کا استعمال، آنحضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی وفات، ذوالحجہ، آنحضورؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کی ولادت۔ ذوالقعدہ، عمرہ جعرانہ۔

۹ھ محرم، سریہ عیینہ بن حصن، صفر، سریہ قطبہ بن عامر، ربیع الاول، سریہ ضحاک بن سفیانؓ و سریہ علقمہ بن محرزؓ، ربیع الآخر، سریہ حضرت علیؓ، رجب، غزوہ تبوک، سریہ خالد بن ولیدؓ، مسجد ضرار کا انہدام، فرضیت حج، حج صدیق اکبرؓ ۶/ شعبان، آنحضورؐ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کی وفات، ایلاء و تخییر، حکم لعان، حکم زکوٰۃ و جزیہ، حرمت سود۔

۹ھ ۱۰ھ عام الوفود، فتح مکہ کے بعد قبائل عرب کے وفود آ کر داخل اسلام ہوئے، وفود کی تعداد ۳۵ ہے اور بقول دیگر ساٹھ سے زیادہ ہے۔

۱۰ھ ربیع الاول، وفات حضرت ابراہیم، رمضان، سریہ حضرت علیؓ سوئے یمن، جمعہ ۹/ ذوالحجہ ۹/ مارچ ۶۳۲ء حجۃ الوداع۔

۱۱ھ ۲۹/ صفر ۲۷ مئی ۶۳۲ء آنحضورؐ کے مرض کی ابتداء، جیش اسامہ کی تیاری، دوشنبہ ۱۲/ ربیع الاول ۲۸/ جون ۶۳۲ء وقت چاشت آنحضورؐ کی وفات حسرت آیات، تدفین شب چہار شنبہ ۳۴ گھنٹے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے کل ایام ۸۱۵۶۔ اور دنیوی زندگی کے کل ایام ۲۲۳۳۰ ،۸ گھنٹے خلافت صدیق اکبرؓ، رومیوں کے خلاف حضرت اسامہؓ کی لشکر کشی، قبائل میں شورش، سجاح کا فرار، ۳/ رمضان وفات حضرت فاطمہؓ۔ (سیرت الرسول و مرقع عہد رسالت الجمعیۃ بکڈپو دہلی)

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲ اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام و دیگر تاریخی کتب و رسائل)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ربیع الثانی

پہلا خطبہ

کھانے پینے میں میانہ روی

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیت مبارکہ

"ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو۔"

ف: اسراف اس کو کہتے ہیں کہ گناہ کے کاموں میں خرچ کیا جاوے اور اُسی میں وہ خرچ بھی داخل ہے جو بلا ضرورت شدید طاقت سے زیادہ جائز کاموں میں خرچ کیا جاوے کیونکہ اس کا انجام بے صبری اور حرص و بدنیتی ہوتی ہے۔

حدیث اول

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زُہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) حلال کو حرام قرار دینا نہیں ہے اور نہ مال کو ضائع کرنا ہے ولیکن زُہد یہ ہے کہ جو تیرے پاس موجود ہے اُس سے بے رغبتی اُس سے زیادہ نہ ہو جو اللہ جل شانہ کے پاس ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

ف: مطلب یہ ہے کہ جو سمجھے گا کہ خدا تعالیٰ سب کاموں کا بنانے والا ہے تو دنیا میں اُس کا قلب مشغول نہ ہوگا۔ اصل زُہد یہ ہے کہ اور جو لوگ حلال چیزوں کا استعمال ترک کر دیتے ہیں یا مال کو ویسے ہی اُڑا دیتے ہیں اُس کا نام زُہد نہیں ہے۔

حدیث دوم

"ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روح امین (یعنی جبریلؑ) نے میرے دل میں یہ القا کیا کہ کوئی جاندار نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرلے۔ خبردار! بس اللہ سے ڈرو اور طلب معاش میں میانہ روی اختیار کرو اور رزق میں دیر ہونا تم کو اس بات پر ہرگز برانگیختہ نہ کرے کہ اُس کو اللہ کی نافرمانیوں کے ذریعہ طلب کرنے لگو کیونکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ حاصل نہیں کیا جاتا مگر اُس کی فرمانبرداری کے ذریعہ سے۔" (شرح السنۃ و بیہقی)

ف: اور اگر نافرمانی کی حالت میں روزی ملے تو وہ نعمت نہیں بلکہ وہ دو جہاں میں وبال جان ہے یہاں تو اُس کی وجہ سے چین نہیں مل سکتا اور آخرت میں نافرمانی پر عذاب ہوگا۔

حدیث سوم

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! تحقیق جب گوشت کھاتا ہوں مجھے (نفسانی) اشتعال ہو جاتا ہے اور (اِسی لیے) میں نے گوشت کو (اپنے اُوپر) حرام کرلیا ہے۔ اِس پر آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا الآية (یعنی اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ اُن پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے اُوپر حلال کی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو)۔'' (عین کمالین عن الترمذی)

فائدہ: اس میں اس کی ممانعت ہے کہ حلال چیز کے ساتھ اعتقاداً یا عملاً حرام کا برتاؤ کیا جاوے یعنی اُس کو حرام سمجھنے لگے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے مثلاً بیماری یا ریاضت و مجاہدہ وغیرہ کے باعث حلال چیز کا استعمال ترک کر دیا جائے اور اس ترک کو ثواب نہ سمجھے بلکہ نفس کا علاج سمجھے تو مضائقہ نہیں۔

حدیث چہارم

''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شکر کرنے والا مثل روزہ دار صابر کے ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

آیت مبارکہ

''ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے کہ جن چیزوں کے بارے میں تمہارا جھوٹا دعویٰ ہے ان کی نسبت اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے یوں مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹ باندھ بیٹھو گے۔ بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔''

اضافہ: (الف) نیز حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا الآية (یعنی اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے) اور ارشاد فرمایا: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ الآية (یعنی اور وہی اللہ ہے جس نے باغات پیدا کیے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور) اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی میں کھانے کی مختلف طور کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور

انار جوایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور (کبھی) نہیں بھی ہوتے۔اُن سب کا پھل کھاؤ جب وہ نکل آوے اوراس میں جوحق (شرع سے واجب ہے) وہ اس کے کاٹنے اور توڑنے کے دن ادا کردیا کرواورحد سے مت گزرنا۔یقیناًحد سے گزرنے والوں کووہ یعنی اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

(ب) اورسورہ فرقان میں ہے: وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا الآیۃ (یعنی وہ اللہ کے خاص بندے جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ زیادتی کرتے ہیں نہ تنگی اور (بلکہ اُن کا خرچ) اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

(ج) ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالیقین اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتا ہے اس بات پر کہ وہ لقمہ کھاتا ہے تواس پرشکر کرتا ہے اور (پانی) کا گھونٹ پیتا ہے تب اُس پرشکرکرتا ہے۔(مسلم)

محترم بزرگو اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا موضوع کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرنے کے بیان میں ہے۔کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرنا حفظان صحت کے اہم اصولوں میں سے ہے۔ایک بہت بڑے ماہر طبیب سے سوال کیا گیا کہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جمیع علوم و معارف ہیں لیکن عوام کی ناقص عقل وفہم کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں۔سوعلم طب سے متعلق کون سی آیت مبارکہ ہے۔انہوں نے جواب میں فرمایا کہ قرآن حکیم میں ایک آیت مبارکہ کا ایک حصہ ہے،جس میں فن طب کے جملہ اصول بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

"کھاؤاور پیواوراسراف مت کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔"

اگرکوئی شخص اس اصول پرعمل کرے تواسے کسی ڈاکٹر،حکیم یا طبیب کے پاس جانیکی ضرورت نہیں۔اکثر بیماریاں عموماً زیادہ کھانے سے ہوتی ہیں کم کھانے سے کوئی نہیں مرتا۔مشہورضرب المثل ہے:" رَاحَتُ الْجِسْمِ فِیْ تَقْلِیْلِ الطَّعَامِ" (جسم کی راحت کم کھانے میں ہے)

امیرالمؤمنین حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گاؤں میں عوام کی خدمت اورراحت رسانی کے لیے ایک حکیم بھیجا تا کہ وہ ضرورت مند بیماروں کا سرکاری خرچ پرعلاج کرے۔اس نے وہاں ایک سال تک قیام کیا مگراس عرصہ میں اس کے پاس کوئی مریض نہیں آیا۔اس نے امیرالمؤمنینؓ سے درخواست کی کہ مجھے کسی اور مقام پر بھیجا جائے ورنہ وہ علم طب بھول جائے گا۔حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور بسیارخوری سے

بچتے ہیں۔ اسی بناء پر بہت کم بیمار ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ "یعنی اے ایمان والو! جو شرع کی روح سے پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ۔"

اس میں طیبات کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر تو حلال ہے یعنی حلال کھاؤ حرام نہ کھاؤ یعنی اگر کھاؤ تو اس میں حلال کی رعایت واجب ہے۔ حلال کھانے کی برکت سے عبادت الٰہی کی توفیق ہوگی۔ چنانچہ عارف رومی فرماتے ہیں:

ایں خورد گردد پلیدی زو جُدا   آں خورد پیدا شود نورِ خدا

چنانچہ دیوبند میں ایک مجذوب تھے گھاس کھود کر بازار میں فروخت کرتے تھے۔ اپنی ضرورت کے علاوہ بقیہ رقم حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ کے پاس جمع کراتے تھے۔ جب چھ پیسے جمع ہوجاتے تو بزرگان دیوبند کی دعوت کرتے، گڑ کے میٹھے چاول پکواتے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ فرماتے تھے کہ یہ چاول کھانے کے بعد عبادت میں ذوق ونشاط بڑھ جاتا اور عبادت الٰہی کی توفیق میں اضافہ ہوتا اس لیے پورا ماہ اس دعوت کا اشتیاق وانتظار رہتا۔ اسی طرح حرام کی نحوست بھی بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک آزاد عورت لڈو لائی، اس میں سے ایک لڈو اُٹھا کر کھالیا، زنا تک کے وسوسے آتے تھے، اس کا اثر ایک ماہ تک رہا۔ (نعوذ باللہ منہ)

طیبات کی دوسری تفسیر لذیذ اور پاکیزہ چیزیں ہیں یعنی حلال اشیاء میں سے لذیذ اور عمدہ عمدہ چیزیں کھاؤ۔ غرض زُہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل لذات، زہد کے لیے کافی ہے۔ یعنی لذات میں انہماک نہ ہو، نفیس نفیس کھانوں، کپڑوں کی فکر میں رہنا یہ زہد کے منافی ہے ورنہ بلا تکلف وبلا اہتمام خاص کچھ لذات میسر ہوجائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیے نفس کو خوب آرام میں رکھے لیکن اس سے کام بھی لے۔

کہ مزدورِ خوشدل کند کار بیش

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زہد فی الدنیا یہ نہیں ہے کہ حلال چیزوں کو حرام کرلیا جاوے اور نہ یہ ہے کہ مال کو اُڑا دیا جائے لیکن زہد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں جو چیز ہے اس پر اپنا اعتماد اور وثوق بہ نسبت اس چیز کے زیادہ ہو جو کہ تمہارے قبضہ میں ہے اور نیز زہد یہ ہے کہ تم پر جب کوئی مصیبت آوے تو تم کو اس

کے ثواب کی زیادہ رغبت ہو۔ بہ نسبت اس کے کہ مصیبت باقی رہے۔ (ترمذی شریف)

خطبہ میں بھی یہی حدیث پڑھی کہ زہد کا مفہوم یہ نہیں کہ حلال اشیاء کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے چنانچہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔ ایک مرتبہ یہ سوچا کہ یہودی مذہب میں اونٹ کا گوشت کھانا منع ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی بیماری کے سبب اونٹ کھانے سے قسم کھالی تھی۔ یہی حرمت کا حکم بنی اسرائیل کو دیا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اسلام میں اونٹ کا گوشت کھانا فرض اور لازم نہیں اور یہودی مذہب میں منع ہے تو میں اونٹ کا گوشت نہیں کھاؤں گا اور بیک وقت دونوں مذہبوں پر عمل ہوگا۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌo

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔''

اسی طرح آیت مبارکہ: **یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَکُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰکُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُo**

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام فرماتے ہیں۔ اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی رحمت والا ہے۔''

اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز کے استعمال سے قسم کھا کر اس چیز کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام تحریم معین ہوا۔ تحریم کے لفظی معنی ہیں حرام کردینا۔ یہ سورۃ بھی مدنی ہے اور اس کے شان نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات نقل کی گئی ہیں۔ چنانچہ سب سے مشہور روایت جو اکثر مفسرین نے اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ بعد نماز عصر کھڑے کھڑے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا۔ پھر کئی روز یہ معمول رہا تو مجھ کو رشک آیا۔ میں نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہے کہ کیا آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک گوند کی قسم سے ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو شہد پیا ہے۔ اس پر کہا گیا کہ شاید کوئی شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھ گئی ہوگی اور اس کا عرق چوس لیا ہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے بڑی کراہت اور نفرت تھی۔ آپ نے بقسم فرمایا کہ میں پھر شہد نہ پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینب کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ رنجیدہ ودلگیر ہوں گی اس لیے حضرت حفصہ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا مگر حضرت حفصہ نے اطلاع چپکے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کردی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا' آپ نے حضرت حفصہ کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہ کو کردی حالانکہ منع کر دیا گیا تھا وہ متعجب ہوکر کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی اور بھی کئی روایات شان نزول کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شے کو جس کو آپ کے لیے خدا نے حلال کیا ہے آپ قسم کھا کر اس کو اپنے لیے کیوں حرام فرماتے ہیں اور وہ بھی اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے۔ اب یا تو اس میں شہد والے مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا اور کسی واقعہ کی طرف الحاصل ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ آپ ایسا نہ کیجئے کہ حلال شے کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا جائے اور یہاں حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃ حلال ومباح سمجھتے ہوئے آپ نے جو عہد کر لیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بناء پر ہو تو شرعاً جائز تو ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لیے اس کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ اُمت کے حق میں تنگی کا موجب ہو اس لیے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ازواج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے مگر اس حد تک ضروری نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اُٹھائیں۔

آگے واللہ غفور رحیم فرما کر یہ ظاہر کردیا گیا کہ یہ خلاف اولیٰ بات بھی آپ کی معاف کردی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ میں تو قسم کھاچکا ہوں پھر میں کیسے اس کام کو کروں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے اپنی قسموں کو توڑنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور وہ کفارہ کی ادائیگی ہے پس اس طریق سے اپنی قسم کو توڑ ڈالیں اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ اس مالک نے اپنے علم وحکمت سے اپنے بندوں کے لیے مناسب احکام و ہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی نامناسب بات پر قسم کھالے تو کفارہ دے کر اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا۔ قسم کے کفارہ کا ذکر ساتویں پارہ سورہ مائدہ میں ہے۔ اسی طرح حلال روزی کھانے کے برکات نمایاں ہے۔ چنانچہ

ایک عبرت آموز واقعہ سنئے

امیر عبدالرحمٰن خان والی کابل کے دادا امیر دوست محمد خان کا واقعہ ہے کہ اس کے ملک پر کسی نے چڑھائی کی۔ اس کی سرکوبی کے لیے اس نے ایک فوج اپنے ولی عہد شہزادے کے ہاتھ بھیجی۔ دو تین دن کے بعد اطلاع آئی کہ شہزادے کو شکست ہوئی اور وہ دوڑتا ہوا آرہا ہے اور دشمن اس کے پیچھے ہے۔ اس سے بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا اور کئی غم سوار ہوئے۔ شکست کا غم شہزادے کی کمزوری کا اور قوم کی ملامت کا۔ تو وہ اسی غم کے اندر محو ہوکر گھر آیا اور بیگم صاحبہ سے تمام قصہ سنایا، بیگم نے کہا کہ یہ سارا قصہ غلط ہے۔ امیر نے کہا سی آئی ڈی کی رپورٹ ہے، وہ کیسے غلط ہوسکتی ہے مگر بیگم نہ مانی کہ شکست ہرگز نہیں ہوسکتی تو بادشاہ گھر سے نکل آیا کہ یہ عورت ہے یہ مرغی کی ایک ٹانگ ہانکے گی۔ دوسرے دن اطلاع آئی کہ وہ خبر غلط ہے، شہزادہ فتح پاکر واپس آرہا ہے۔ بادشاہ خوشی خوشی گھر گیا اور بیگم سے کہا کہ واقعی تمہاری بات سچی رہی کہ شہزادہ کامیاب ہوکر آرہا ہے۔ اس پر بیگم نے شہزادے کی سلامتی اور فتح یابی پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ شکست نہیں کھاسکتا؟ کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ میری پوری حکومت کو تو نے جھٹلایا؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں صرف اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی۔ یہ میرا راز ہے میں اس کو فاش نہیں کرنا چاہتی، آخر اصرار کرنے پر بتایا کہ جب یہ شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے اس وقت سے عہد کرلیا تھا کہ میرے پیٹ میں مشتبہ لقمہ نہیں آنا چاہیے

اس لیے کہ حلال غذا سے اچھی طبیعت اور اچھے اخلاق بنتے ہیں اور حرام غذا سے طبیعت فاسد ہوتی ہے اور اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شہزادہ نو مہینے تک میرے پیٹ میں رہا اور ایک لقمہ غذا کا میں نے ایسا نہیں کھایا جو مشتبہ ہو۔ اس لیے اس کے اخلاق رذیلہ اور برے نہیں ہو سکتے۔

شہید ہونا یہ اچھا خلق ہے اور پشت پھیرنا یہ اچھا خلق نہیں ہے تو شہزادہ شہید ہو سکتا ہے اور کٹ کٹ کر مر سکتا ہے مگر پشت پھیر کے فرار نہیں ہو سکتا اور پھر اس پر بس نہیں کیا بلکہ جب یہ شہزادہ پیدا ہوا تب بھی مشتبہ غذا استعمال نہیں کی تاکہ اس غذا سے دودھ بن کر اس کے اخلاق پر اثر انداز نہ ہو اور جب دودھ پلاتی تو وضو کر کے اور دو رکعت نفل ادا کر کے پلاتی۔ اس لیے ان چیزوں سے شہزادے کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں اس لیے میں نے تمہاری ساری فوج اور حکومت کی بات کو جھٹلا دیا مگر اپنے قول سے باز نہیں آئی۔

خلاصہ تمام وعظ کا یہ ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال کی ضرورت ہے۔

لذات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اس کی فکر ہے کیا چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگانا چاہیے۔ غرض یہ کہ نفیس نفیس کھانوں، کپڑوں کی فکر میں رہنا منافی زُہد کے ہیں ورنہ بلا تکلف و بلا اہتمام لذات میسر ہو جائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیے۔ بہت کم کھانا بھی زُہد نہیں ہے نہ یہ ہے کہ اس کے کم کھانے سے خدا تعالیٰ کے خزانے میں کوئی توفیر نہ ہو جائے گی کہ بھائی بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے لیکن اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۹۵ معارف امدادیہ ص ۶۴)

کھانے پینے میں ایسا انہماک ناجائز ہے کہ جو ملے کھا جائے نہ حرام کی تمیز کرے حد سے زیادہ کھانے کی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کی یہ حالت تھی کہ آپ کسی چیز میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر خواہش ہوئی تناول فرما لیا ورنہ چھوڑ دیا نہ یہ تھا کہ مرغوب اگر نہ ہوا تو برائی بیان شروع کر دی نہ یہ تھا کہ زبردستی اس کو کھائیں بلکہ اگر خواہش ہوتی تو تناول فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ یہ اعتدال ہے اور اعتدال ہی بہت مشکل ہے اور اعتدال پر چلنا اور حالت معتدلہ پر قائم رہنا سخت کٹھن راستہ ہے کہ پل صراط کی طرح باریک ہے۔ اس میں کسی قسم کا حظ نفس نہیں اور نہ کوئی خاص امتیازی حالت ہے آج کل یا تو افراط کرتے ہیں کہ کھانا مرغوب نہ ہو تو اس میں عیب نکالتے ہیں یا تفریط

کرتے ہیں کہ باوجود رغبت کے بہت کم اس نیت سے کھاتے ہیں کہ کوئی اعتراض نہ کرے کہ بڑے نخرے باز ہیں بلکہ لوگوں میں خوب مدح کریں کہ بڑے بے نفس ہیں۔

نہ اتنا کھائے کہ نفس پریشان ہو جائے یا بالکل ترک طعام کر کے نفس کو پریشان کرے۔ مجاہدہ سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں بلکہ مشقت کا خوگر بنانا اور راحت تنعم کی صورت سے نکالنا ہے محنت وہی مستحسن ہے جو اعتدال سے ہو۔

نہ چنداں بخور کر ذہانت بر آید نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

(یعنی اتنا زیادہ کھائے کہ دانتوں سے باہر نکلے اور نہ اتنا کم کھائے کہ ضعف سے جان پر بن آئے۔) اب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کھانے پینے کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق بخشیں۔(آمین)

دوسرا خطبہ

حقوق نکاح

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور بیشک ہم نے آپ سے پیشتر رسول بھیجے ہیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائی ہیں۔''

حدیث اول: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جوانوں کے گروہ جو شخص تم میں سے نکاح کی طاقت رکھے پس اُسے چاہیے کہ نکاح کرلے کیونکہ وہ آنکھوں کو (بدنگاہی سے) زیادہ بند کرنے والا ہے اور شرم گاہ کو زیادہ بچانے والا ہے اور جو طاقت نہ رکھے (نان نفقہ پر قادر نہ ہونے وغیرہ کی وجہ سے) پس اُس پر (بکثرت) روزہ رکھنا لازم ہے۔ بیشک وہ اُس کے لیے ایک قسم کا خَصّی ہونا ہے۔'' (متفق علیہ)

ف: کیونکہ زیادہ روزہ رکھنے سے ضعف بڑھ جاتا ہے اور شہوت نہیں رہتی اور خَصّی ہونے سے یہی مقصود ہوتا ہے کہ شہوت نہ رہے بلکہ خصی ہونے میں یہ خرابی ہے کہ اگر پھر کسی وقت وسعت ہوجانے پر نکاح کرنا چاہے تو شہوت کا لوٹنا ممکن نہیں اِسی واسطے خصی ہونے کی ممانعت آئی ہے اور روزہ سے جو ضعف ہوجاتا ہے وہ بوقت ضرورت عمدہ غذا یا دوا کے استعمال سے دور ہوسکتا ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بڑھ کر برکت کے اعتبار سے وہ نکاح ہے جس میں خرچ کم ہو۔ (بیہقی) یعنی مہر وغیرہ کم ہو۔'' افسوس ہے کہ آج لوگ زیادہ خرچ کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اور کم خرچ کرنے والے نکاح کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ (قالی اللہ المشتکی)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب پیغام دے تمہیں وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اُس سے نکاح کردو، اگر تم نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوجاوے گا۔'' (ترمذی)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے یہاں بچہ پیدا ہو چاہیے کہ اُس کا نام اچھا رکھے اور اس کو خوب ادب سکھاوے۔ پس جب بالغ ہوجاوے

تو اس کی شادی کر دے اور اگر بالغ ہوگیا اور اُس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا' پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ بھی ہوگا۔'' (بیہقی)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ تم میں جو بے بیاہ ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور (ان کا بھی) جو تمہارے غلام اور لونڈیوں میں لائق ہوں۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے' خوب جاننے والا ہے۔''

اضافہ: (الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کو نقصان پہنچانے والا کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ نہیں چھوڑا۔ (متفق علیہ) پس اس سے بچنے کا بہت اہتمام لازم ہے۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اُن کی مدد کرنا حق ہے (اُن میں سے ایک اُس کو بھی فرمایا) جو نکاح کرے عفت کے ارادے سے۔ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

(ج) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی نے نکاح کر لیا تو اس نے نصف دین کی تو تکمیل کر لی' اب باقی نصف میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (بیہقی)

حضرات محترم! آج خطبہ جمعہ کا موضوع نکاح کرنا' نسل بڑھانا اور حقوق نکاح ادا کرنا ہے۔

نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

''یعنی نکاح میری سنت ہے پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ میں سے نہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے نکاح کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانی فرمایا۔''

چنانچہ ارشاد فرمایا: **ومن اٰیٰتہٖ ان خلقلکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم موَدةً ورحمةo**

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ تم میں سے تمہارا جوڑی جوڑا نکال دیا۔ مرد میں سے عورت نکال دی' عورت میں سے مرد نکال دیا ورنہ دونوں سلسلے الگ الگ ہیں۔ مرد میں سے اگر کوئی نکلتا تو مرد ہی نکلتا' عورت میں سے عورت نکلتی۔ یہ اس قدر عجیب قدرت کی صناعی ہے کہ مرد میں سے عورت نکال دی اور عورت میں سے مرد کو پیدا کیا۔

فرمایا کہ یہ ہماری قدرت کی نشانی ہے کہ تم میں سے تمہارا جوڑا نکالا۔ اگر عورت انسانوں کی جنس میں سے نہ ہوتی، فرشتوں میں سے یا جنات میں سے ہوتی کبھی محبت باہمی قائم نہ ہوتی۔ دوسری جنس کے ساتھ میلان ہی نہیں ہوتا۔ جانوروں میں ہر طبقے میں ہزاروں مادائیں ہیں، شیر ہے تو شیرنی بھی ہے، بھیڑیا ہے تو اس کی مادہ بھی ہے۔ انسانوں کا کبھی رجوع نہیں ہوتا اس لیے کہ غیر جنس ہے کبھی میلان نہیں، اپنی جنس کی طرف میلان ہوتا ہے۔

اس لیے فرمایا کہ ہماری قدرت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے میں سے تمہارا جوڑا پیدا کیا۔ تمہاری جنس میں سے اور تمہارے اندر میں سے تاکہ تمہارا جب جُٹ بنے تو تمہارے میں محبت قائم ہو۔ اگر غیر جنس کا جوڑا ملا دیتے جنّی عورت بنا دیتے، تمہارا رابطہ کبھی نہ ہوتا، وہ مقصد اور موضوع ختم ہو جاتا۔

توان خلقلکم من انفسکم۔ تم میں سے، تمہارے نفسوں میں سے پیدا کیا۔ ازواجاً، تمہارے جوڑوں کو کیوں پیدا کیا؟ لتسکنوا الیھا، تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرو۔ وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ...... اور تم خاوند بیوی میں محبت اور مودت پیدا ہو۔ تم ایک دوسرے کے خیر خواہ بنو، ایک دوسرے میں تم میں محبت پیدا ہو اس لیے ہم نے جوڑا بنایا اور فرمایا:

ان فی ذالک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ...... جو لوگ فکر رکھتے ہیں وہ اس چیز کی قدر کریں گے جو ہم کہہ رہے ہیں جو بے فکرے ہیں، عقل ہی نہیں رکھتے، اُنہیں کیا خبر ہوگی کہ اس میں کیا مصلحت ہے......؟ لیکن جب تم زندگی میں گزرو گے اور اس مقام پر آؤ گے تمہیں قدر آئے گی کہ ہم نے تم کو کتنی بڑی نعمت دی ہے جو تمہارا جوڑا تم میں سے پیدا کیا تاکہ تم میں سکون پیدا ہو۔

نکاح اللہ کی قدرت کی نشانی بھی ہے

نکاح کو آیت کہا گیا۔ آیت قدرت کی نشانی کو کہتے ہیں کہ خدا ہی کر سکے، اُسے دوسرا نہ کر سکے۔ اُسے آیت کہتے ہیں جیسے قرآن کریم کی آیتیں ہیں۔ آیت الکرسی ہے، آیت استخلاف ہے، آیت الرحمٰن ہے، آیت رحمت ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں اور قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کوئی دوسرا ایسا کلام نہیں لا سکتا۔

اسی طرح سے اس کے افعال میں بھی کچھ آیتیں ہیں۔ فرمایا: ''وآیۃ لھم الارض المیتۃ احییناھا'' یہ ہماری آیتوں میں سے ہے کہ زمین ہم ہی بنا سکتے ہیں، کوئی دوسرا نہیں، زمین مردہ ہو جاتی ہے، بارش برسا کے ہم اُسے دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں۔ کہیں فرمایا:

''ان الشمس والقمر ایتان من ایت اللہ لا ینخسفان من موتِ احدٍ ولا لحیاتہٖ''

سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی آیتوں میں سے دو آیتیں ہیں جیسے قرآن کی آیت کا جواب نہیں ان آیتوں کا بھی کوئی جواب نہیں لاسکتا کہ اس جیسا کوئی سورج بنادے' چاند جیسا چاند بنادے' تو زمین' سورج اور چاند کو بھی آیت کہا اور فرمایا: "وایة لھم اللّیل" یہ جو رات ہے یہ ہماری قدرت کی نشانی اور آیت ہے۔ اسی کے اندر سے جب ہم کھینچتے ہیں تو دن نکل آتا ہے۔ اندھیریوں میں سے چاند نا نکل آتا ہے۔ ابھی دُنیا پر اندھیرا چھایا ہوا تھا کہیں نور کا نشان نہیں تھا' انسانوں نے بیچاروں نے محنت کر کے مصنوعی انڈے' قمقمے لاکھوں جلائے' چاند نا تو ہو گیا مگر رات بدستور رہی' دن نہیں نکلا' ہماری قدرت دیکھو جب دن نکالنے چاہتے ہیں بس سورج کی آمد آمد ہوئی اور رات غائب ہوئی یا تو دنیا پر ظلمت چھائی ہوئی تھی یا ایک دم چاند نے کی حکومت قائم ہوگئی۔ ایک دم عالم میں نور پھیل گیا' یہ ہماری قدرت کی نشانی ہے۔

اسی طرح سے قدرت کی نشانی نکاح کو بھی کہا گیا۔ آپ کہیں گے نکاح میں نشانی ہونے کی کیا بات ہے؟ دو مرد عورت کا نکاح کر دیا' اس میں نشانی ہونے کی کیا بات ہے؟ کہ اللہ ہی بنا سکتا ہے اور کوئی نہیں...... تو نکاح میں آیت ہونے کی کیا شان ہے؟ خطیب نے خطبہ پڑھ دیا۔ حضرت مولانا انصاری صاحب نے بڑا عمدہ خطبہ پڑھا' ایجاب و قبول ہو گیا' اس میں قدرت کی نشانی کیا ہے؟

اس میں قدرت کی نشانی یہ ہے کہ دو بول پڑھے جانے سے پہلے مرد کو عورت سے کوئی تعلق نہیں تھا بالکل ایک اجنبیت تھی۔ اگر رشتہ داری بھی ہوگی تو رشتہ داریاں ہزاروں سے ہوتی ہیں لیکن یہ کہ اس مرد کا قلب کا لگاؤ اس عورت سے تھا۔ قطعاً نہیں یا اس عورت کا لگاؤ مرد سے تھا قطعاً نہیں وہ بالکل اجنبی' یہ بالکل اجنبی' اس کا دل اس سے بیگانہ' اس کا دل اُس سے لیکن جہاں چار حرف پڑھے گئے اور ایجاب و قبول ہوا ایک دم انقلاب پیدا ہوا۔ اب اس مرد کے دل کا تعلق اس عورت سے قائم ہوا۔ ایسے وقت اگر یہ خبر آئے کہ میری بیوی کو تکلیف ہے اُسے دُکھ پہنچے گا...... اگر اسے پہلے خبر پہنچتی تو کہتا ہزاروں عورتیں تکلیف میں ہوں گی لیکن چار حرف پڑھے گئے اور قلب کا رابطہ قائم ہو گیا۔ عورت کو اگر اطلاع ہو جائے کہ جس سے میرا نکاح ہوا ہے خدانخواستہ وہ کسی تکلیف میں ہے وہ پریشان ہو جائے گی لیکن نکاح پڑھے جانے سے پہلے پچاس خبریں آتیں' وہ کہتی ہزاروں مرد ہیں' عزیز بھی ہیں مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ دو حروف پڑھنے کے بعد جو انقلاب عظیم برپا ہوا' یہ اللہ کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ ابھی اجنبیت تھی ابھی یگانگت پیدا ہوگئی' ابھی بے تکلفی تھی منٹ بھر کے بعد تعلق پیدا ہو گیا۔ اب مرد و

عورت ایک دم واسطہ پیدا ہو گیا۔ اگر کوئی خبر خاوند نے بیوی کی نسبت سنی تو خاوند کا دل بڑھ جائے گا اور منکوحہ کو خاوند کی کوئی خوشی کی خبر پہنچے تو وہ عورتوں میں سر اونچا کرے گی کہ جس سے میرا رشتہ ہوا ہے یہ کتنی عزت کا سامان ہے اسی بناء پر نکاح کو قدرت کی ایک نشانی فرمایا گیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو زوجہ مطہرہ ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جب مصر فتح ہوا تو ان قیدیوں میں پکڑی ہوئی آئی تھیں، آ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو مصر سے سسرال کا رشتہ قائم ہو گیا، اس کی رعایت کرنا، پوری اُمت پر حق عائد کر دیا کہ مصر والوں کی رعایت کرو کیونکہ وہ میری سسرال بن گئی۔ یہ جو دامادی اور خسر کا رشتہ ہے، یہ گویا اتنا لگاؤ پیدا کر دیتا ہے کہ خاندان اُس سے مربوط ہو جاتے ہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ عزیز نکاح کا تعلق ہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "حبب الیّ من دنیاکم ثلاث"...... تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ ان میں سے ایک چیز فرمائی کہ وہ عورت ہے، عورت کو اس لیے پسند نہیں فرمائی کہ وہ معاذ اللہ شہوت رانی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ وہ تعلق و محبت کے قائم ہونے کا ذریعہ ہے۔ محبتیں عورت کے راستے سے قائم ہوتی ہیں۔ مرد تو اپنے کام کاج میں لگے رہتے ہیں، کوئی دُکان پر، کوئی دفتر میں، کوئی کھیتی باڑی میں، یہ جو رشتہ داریاں جڑتی ہیں اور حقوق ادا ہوتے ہیں، یہ زیادہ عورتوں کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ اگر عورت بدسلیقہ ہو، وہ توڑ پیدا کر دیتی ہے، اس کے اندر سلیقہ ہو خاندانوں کو ملا دیتی ہے، محل محبت فی الحقیقت عورت ہے اس لیے کہ اسی سے محبتوں کے اگلے سلسلے چلتے ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حبب الیّ من دنیاکم ثلاث"...... تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ اس میں سے خوشبو کو پسند فرمایا۔ نماز کو پسند فرمایا اور عورت کو پسند فرمایا۔ اس واسطے کہ خوشبو لگے گی تو ملائکہ کا ہجوم ہو جائے گا۔ یہ بھی محبت باہمی کا ذریعہ بن جائے گی۔ عورت آئے گی یہ بھی خاندانوں کے جُڑ جانے کا ذریعہ بن جائے گی۔ اس سے بھی محبت و اتحاد قائم ہوا تو نکاح کی بڑی غرض و غایت وحدت باہمی اور سکون باہمی ہے۔

نکاح کی غرض و غایت

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جو نکاح کی غرض و غایت ذکر کی گئی وہ سکون باہمی ذکر کی

گئی ہے جو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

اب فضائل وحقوق نکاح کے بارے میں چند احادیث مبارکہ سن لیجئے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے لیے مال لاویں گی۔'' (بزار)

ف: یہ بات اس وقت ہے جب میاں بی بی دونوں سمجھ دار ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں ایسی حالت میں مرد تو یہ سمجھ کر کہ میرے ذمے خرچ بڑھ گیا ہے کمانے کی زیادہ کوشش کرے گا اور عورت گھر کا ایسا انتظام کرے گی جو مرد نہیں کر سکتا اور اس حالت میں راحت اور بے فکری لازم ہے اور مال کا یہی فائدہ ہے یہ مطلب ہوا مال لانے کا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسی ہو کہ جب شوہر اُس کو دیکھے (دل) خوش ہو جاوے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو اس کو بجالاوے اور اپنی ذات اور مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات کر کے اس کے خلاف نہ کرے۔'' (نسائی)

ف: خوشی اور فرمانبرداری اور موافقت کتنے بڑے فائدے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ ''حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ اور سینے میں چکی پیسنے سے اور پانی ڈھونے سے نشان پڑ گئے اور جھاڑو کی گرد اور چولہے کے دھوئیں سے کپڑے میلے ہو گئے کہیں سے کچھ لونڈیاں آئی تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؓ! اللہ سے ڈرو اور اپنے پروردگار کا فرض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں کا کام کرتی رہو!'' (بخاری و مسلم وابوداؤد و ترمذی)

ف: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی کون ہوگی جو گھر کا کام نہ کرے؟ تو گھر کا انتظام رکھنا کتنا بڑا فائدہ ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے والی ہو (اگر وہ بیوہ ہے تو پہلے نکاح سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اگر کنواری ہے تو اس کی تندرسی سے اور اس کے خاندان کی نکاح کی ہوئی عورتوں سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے) کیونکہ میں تمہاری کثرت سے اور اُمتوں پر فخر کروں گا (کہ میری اُمت اتنی زیادہ ہے)۔'' (ابوداؤد و نسائی)

ف: اولاد کا ہونا بھی کتنا بڑا فائدہ ہے۔ زندگی میں بھی کہ وہ سب سے بڑھ کر اپنی خدمت گزار و مددگار اور فرمانبردار اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ (کما ھو مشاھد فی الاکثر) اور مرنے کے بعد اس کے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔ (عین مشکوٰۃ باب العلم از مسلم) اور اگر آگے نیک نسل چلی تو اس کے دینی راستے پر چلنے والے مدتوں تک رہتے ہیں۔ (روح دوم ۵) اور قیامت میں بھی اس طرح کہ جو بچپن میں مر گئے وہ اس کو بخشوائیں گے۔ (کتاب الجنائز) اور جو بالغ ہو کر نیک ہوئے وہ بھی سفارش کریں گے۔ (روح سوم نمبر ۶ و نمبر ۷) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے جس سے دنیا میں بھی قوت بڑھتی ہے اور قیامت میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر فخر فرمائیں گے' سو نکاح نہ کرنا اتنے فائدوں کو برباد کرنا ہے اور اگر کسی ملک میں شرع کے موافق باندی مل سکے' ان فائدوں کے حاصل کرنے میں وہ بھی بجائے بی بی کے ہے پس بدون معقول عذر کے حلال عورت سے خالی رہنے کی برائی آئی ہے۔ چنانچہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''حضرت عکاف بن بشیر تمیمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عکاف! کیا تمہارے بی بی ہے؟ عرض کیا نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور باندی بھی نہیں؟ عرض کیا باندی بھی نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور خیر سے تم مالدار بھی ہو وہ بولے خیر سے میں مالدار بھی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تم اس حالت میں شیطان کے بھائی ہو اگر تم نصاریٰ میں سے ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے' ہمارا (یعنی اہل اسلام کا طریقہ نکاح کرنا ہے) یا (شرعی باندی رکھنا) تم میں سب سے بدتر مجرد لوگ ہیں۔ شیطان کے پاس کوئی ہتھیار جو نیک لوگوں میں پورا اثر کرنے والا ہو' عورتوں سے بڑھ کر نہیں' مگر جو لوگ نکاح کیے ہوئے ہیں وہ گندی باتوں سے پاک وصاف ہیں۔'' (احمد مختصراً)

ف: یہ اس حالت میں ہے جب نفس میں عورت کا تقاضا ہو' سو جب حلال نہ ہوگی حرام کا ڈر ظاہر ہے اور یہ سب فائدے دین ودنیا کے جو ذکر کیے گئے پورے طور سے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب میاں بیوی میں محبت ہو اور محبت اس وقت ہوتی ہے جب ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں پھر ان حقوق کا حکم بھی ہے اس لیے کچھ بڑے بڑے حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے' باقی حقوق اس سے سمجھ میں آ جاویں گے' بی بی کے حقوق یہ ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی فضیلت فرمائی جس کے پاس کوئی باندی تھی۔اس نے اس کو (دینی) ادب اور علم اچھی طرح سکھلایا......الخ“ (عین مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

ف: ظاہر ہے کہ بی بی کا حق باندی سے زیادہ ہی ہے تو اس کو علم دین سکھانے کی کیسی کچھ فضیلت ہوگی اور روح نمبر ۴ میں اس کا حکم قرآن سے مذکور ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے حق میں (تم کو) اچھے برتاؤ کی نصیحت (کرتا ہوں، تم اس کو) قبول کرو کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، سو اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے اور اگر اس کو اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، اس لیے ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو۔“ (بخاری و مسلم و ترمذی)

ف: سیدھا کرنے کا مطلب یہ کہ اُن سے کوئی بات بھی تمہاری طبیعت کے خلاف نہ ہو، سو اس کوشش میں کامیابی نہ ہوگی۔انجام کار طلاق کی نوبت آوے گی اس لیے معمولی باتوں میں درگزر کرنا چاہیے نیز زیادہ سختی یا بے پرواہی کرنے سے کبھی عورت کے دل میں شیطان دین کے خلاف باتیں پیدا کر دیتا ہے اس کا سب سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔

حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بی بی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہے کہ جب تم کھانا کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ اور جب کپڑا پہنو اس کو بھی پہناؤ اور اس کے منہ پر مت مارو! (یعنی قصور پر بھی منہ پر مت مارو! اور بے قصور مارنا تو سب جگہ برا ہے) اور نہ اُس کو برا کوسنا اور نہ اس سے ملنا جلنا چھوڑو مگر گھر کے اندر اندر رہ کر (یعنی روٹھ کر گھر سے باہر مت جاؤ)۔“ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص اپنی بی بی کو غلام کی سی مار نہ دے، پھر شاید دن کے ختم ہونے پر اس سے ہم بستری کرنے لگے۔“ (بخاری و مسلم و ترمذی)

ف: یعنی پھر کیسے آنکھیں ملیں گی؟

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ”میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، اتنے میں حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نابینا) آئے اور یہ واقعہ ہم کو پردے کا حکم ہونے کے بعد کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں ان سے پردے میں ہو جاؤ، ہم نے عرض کیا کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ ہم کو دیکھتے ہیں نہ ہم کو پہچانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں؟" (ترمذی، ابوداؤد)

ف: یہ بھی بی بی کا حق ہے اس کو نامحرم سے ایسا پردہ کرادے کہ نہ یہ اس کو دیکھے نہ وہ اس کو دیکھے اور اس میں بی بی کے دین کی بھی حفاظت ہے اس لیے کہ تجربہ ہے کہ کسی سے جس قدر زیادہ خصوصیت ہوتی ہے اسی قدر اس سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور جتنی کوئی چیز عام ہوتی ہے اس سے کم تعلق ہوتا ہے اور پردے میں یہ خصوصیت ظاہر ہے اس لیے تعلق بھی زیادہ ہوگا اور جتنا تعلق بی بی سے زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا حق زیادہ ادا ہوگا تو پردے میں بی بی کا دنیا کا نفع بھی زیادہ ہوگا آگے خاوند کا حق مذکور ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو بی بی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔" (ترمذی)

ف: اس سے کتنا بڑا حق شوہر کا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے گی۔" (ابن ماجہ)

ف: یعنی صرف نماز روزہ کر کے یوں نہ سمجھ بیٹھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا وہ حق بھی پورا ادا نہیں ہوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کی نماز اس کے سر سے آگے نہیں بڑھتی (قبول نہیں ہوتی) جو اپنے خاوند کی نافرمانی کرے اور جب تک وہ اس سے باز نہ آجائے۔" (اوسط وصغیر طبرانی)

یہاں تک نکاح کی تاکید اور حقوق کا مضمون ہو چکا، البتہ اگر نکاح سے روکنے والا کوئی عذر قوی ہو تو اس حالت میں نہ مرد کے لیے نکاح ضروری رہتا ہے نہ عورت کے لیے۔ اگلی حدیثوں میں بعضے عذروں کا بیان ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”ایک شخص اپنی بیٹی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ میری بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے فرمایا (نکاح کے بارے میں) اپنے باپ کا کہنا مان لے۔ اس نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا دین دے کر بھیجا' میں نکاح نہ کروں گی جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو یہ نہ بتلا دیں کہ خاوند کا حق بی بی کے ذمے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس میں بعضے بڑے حقوق کا ذکر ہے) اس نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا دین دے کر بھیجا' میں کبھی نکاح نہ کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح (جب وہ شرعاً با اختیار ہوں) بدون ان کی اجازت کے مت کرو۔“ (بزار)

ف: اس کا یہ عذر تھا کہ اس کو امید نہ تھی کہ خاوند کا حق ادا کر سکوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مجبور نہیں فرمایا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ عورت جس کے رخسارے (محنت مشقت سے) بدرنگ ہو گئے ہوں' قیامت کے دن اس طرح ہوں گے جیسے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی۔ یعنی ایسی عورت جو اپنے خاوند سے بیوہ ہوگئی ہو اور شان وشوکت والی اور حسن و جمال والی ہے (جس کے طالب نکاح بہت سے ہو سکتے ہیں مگر) اس نے اپنے کو یتیموں (کی خدمت) کے لیے مقید کر دیا۔ یہاں تک کہ (سیانے ہو کر) جدا ہو گئے یا مر گئے۔“ (ابوداؤد)

ف: یہ اس صورت میں ہے جب عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ دوسرا نکاح کرنے سے بچے برباد ہو جائیں گے۔ پہلی حدیث میں پہلے نکاح کا اور دوسری حدیث میں دوسرے نکاح کا عذر ہے یہ عذر عورت کے لیے تھے' آگے مردوں کے عذر کا ذکر ہے۔

حضرت یحییٰ بن واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک سو اسی ۱۸۰ھ ہو (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پونے دو سو برس کے قریب گزر جاویں جس میں فتنوں کی کثرت ہوگی اور بعضی روایات میں دو سو برس آئے ہیں) (كما في تخريج العراقي على الاحياء عن ابي يعلى و الخطابي) سو ایسی کسر کو شمار نہ کرنے سے دونوں کا ایک ہی مطلب ہوا)۔ میں (اس وقت) اپنی اُمت کے لیے مجرد رہنے کی

اور تعلقات چھوڑ کر پہاڑیوں کی چوٹیوں میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔'' (رزین)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ آدمی کی ہلاکت اس کی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی کہ یہ لوگ اس کو ناداری سے عار دلائیں گے اور ایسی باتوں کی فرمائش کریں گے جس کو یہ اُٹھا نہیں سکے گا سو یہ ایسے کاموں میں گھس جاوے گا جس میں اس کا دین جاتا رہے گا' پھر یہ برباد ہو جائے گا۔ (عین تخریج مذکور از خطابی وبیہقی)

ف: حاصل اس عذر کا ظاہر ہے کہ جب دین کے ضرر کا قوی اندیشہ ہو اور بعضے آدمی کم ہمتی سے نکاح نہیں کرتے اور پرائے ٹکڑوں پر پڑے رہتے ہیں ان کی نسبت یہ حدیث آئی ہے:

حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ آدمی دوزخی ہیں (ان میں سے) ایک وہ کم ہمت ہے جس کو (دین کی) عقل نہیں جو لوگ تم میں طفیلی بن کر رہتے ہیں نہ اہل وعیال رکھتے ہیں نہ مال رکھتے ہیں۔ (مسلم) اور بیبیوں کی طرح اولاد کے بھی حقوق ہیں جن کا حکم بھی ہے اور ان کے ادا کرنے سے یہ بھی زیادہ اُمید ہے کہ وہ زیادہ خدمت کریں گے اور ان کا دنیوی حق یہ ہے کہ جن چیزوں سے دنیا کا نفع اور آرام ملتا ہے وہ بھی سکھلاوے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر چلانا سکھاؤ اور عورت کو کاتنا سکھاؤ۔'' (عین مقاصد از بیہقی)

ف: ان تین کا نام مثال کے طور پر ہے۔ مراد سب ضرورت کی چیزیں ہیں۔

اب دُعا کرو حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو علم کی توفیق سے نوازیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

تیسرا خطبہ

تفکر و تدبر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیاتِ طیبات: تفکر اور فکر کے یہ معنی ہیں کہ انسان کو جو علمی یا عملی مفید باتیں معلوم ہیں ان میں غور کرتا رہے تا کہ اور نئی نئی باتیں حاصل ہوں اور علمی و عملی ترقی ہو اور جو ضرر رساں امور ہیں۔ ان میں بھی غور کرتا رہے تا کہ ان سے آئندہ بچا رہے اور اگر گزشتہ زمانہ میں کوئی خلاف شریعت کام سرزد ہو چکا ہے تو اس کا تدارک کرے، حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے کہ کیا ان لوگوں نے آسمان اور زمین کے عالم میں غور نہیں کیا اور فرمایا کہ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو (زمین کی) میخیں نہیں بنایا اور تم کو ہم نے جوڑا جوڑا بنایا۔ اور تمہاری نیند کو آرام کی چیز بنایا اور رات کو پردہ کی چیز بنایا اور دن کو تمہارے لئے روزگار بنایا اور تمہارے او پر سات مضبوط آسمان بنائے اور ایک چراغ (یعنی سورج) بنایا اور پانی بھرے بادلوں سے خوب پانی برسایا تا کہ اس کے ذریعے سے اناج اور سبزہ اور گنجان باغ پیدا کریں۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کو (خدا کی مار) ہو وہ کیسا ناشکرا ہے (خدا نے) اس کو کس چیز سے بنایا ہے۔ اس کو ایک بوند سے بنایا ہے اور اس کو بنایا اور پھر اس (کے اعضاء) میں اندازہ رکھا۔ پھر اس کے واسطے راستہ آسان کر دیا (پھر اس کو موت دی) پھر قبر میں رکھوایا۔ پھر جب چاہے گا اس کو (قبر سے زندہ کر کے) اٹھاوے گا۔ ہرگز (شکر گزار) نہیں جو اس کو حکم کیا اس کو پورا نہ کیا بس انسان کو غور کرنا چاہیے اپنے کھانے میں کہ ہم نے پانی برسایا پھر زمین کو پھاڑا پھر اس میں غلہ اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان باغ اور میوہ اور چارہ (یہ سب چیزیں پیدا کیں) تمہارے نفع کے لئے اور (بعض) تمہارے مویشی کے واسطے۔

حدیث ۱: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب آیت: اِنَّ فِیْ خَلْقِ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ نازل ہوئی کہ ہلاکت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اس کو پڑھا اور ان چیزوں میں غور نہیں کیا۔ (عین تخریج عراقی عن صحیح ابن حبان)

حدیث ۲: اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے متعلق غور کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی مخلوق پر غور کرو اور ذات خداوندی میں غور نہ کرو کیوں کہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ (عین تخریج عن الترغیب والترہیب)

اسی واسطے سعدی نے کہا ہے ؎

توان در بلاغت بسحبان رسید نہ درکنہ بیچون سبحان رسید

ونیز کہا ہے ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین کیں جا ہمیشہ پاودست است دام را

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا ہے حق تعالیٰ نے کہ دیکھ تو رحمت خداوندی کی نشانیوں کی طرف مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کر دیتا ہے بلاشبہ وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور ہر ہر چیز پر قادر ہے۔

اضافہ: (الف) ونیز ارشاد فرمایا ہے خدائے عزوجل نے کہ بے شک اس میں غور کرنے والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

(ب) ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ کیا وہ لوگ اپنے اندر غور نہیں کرتے۔

(ج) اور ارشاد فرمایا کہ کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔

(د) ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ سمجھدار لوگ نصیحت حاصل کریں۔

(ہ) اور ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں عبرت ہے اہل فہم کے لئے۔

(و) نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ان (انبیاء وامم سابقین کے قصہ) میں سمجھ دار لوگوں کے واسطے بڑی عبرت ہے۔

(ز) ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اس میں نشانی ہے اس قوم کے لئے جو سمجھتی ہو۔

محترم بزرگو اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا موضوع تفکر یعنی فکر کرنا ہے۔ غور کیا جائے تو قوت فکریہ ہی سے انسان کو شرف اور فوقیت حاصل ہے ورنہ کھانا پینا، چلنا پھرنا، خواہشات نفسانی پوری کرنا، توالد وتناسل اور دوسری سب چیزوں میں انسان دیگر مخلوقات، حیوانات

وغیرہ کے مانند ہے۔ اگر قوت فکریہ ہی سے انسان عاری ہو تو وہ بالکل مویشیوں کے مانند بلکہ ان سے بدتر ہے اس لئے کہ قوت فکریہ اس میں ہے مگر وہ اس سے کام نہیں لیتا۔

فکر

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

۱ – وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون. (الحشر آیت ۲۱)

"مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے (نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سوچیں۔

۲ –الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلىٰ جنوبهم ويتفكرون فى خلق السمٰوٰت والارض. (آل عمران آیت نمبر ۱۹)

"وہ لوگ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے متعلق"

۳ –اولم ينظروا فى ملكوت السموات والارض. (آل عمران ص ۱۸۵)

"کیا ان لوگوں نے آسمان اور زمین کے عالم میں غور نہیں کیا۔"

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱ –فآثرو مايبقى على ما يفنى. (رواه احمد)

"پس اختیار کرو باقی چیز کو فانی چیز پر"

۲ –فى نزول ان فى خلق السموات والارض الاية ويل لمن قراها ولم يتفكر فيها. (صحيح ابن حبان)

ان فى خلق السمٰوٰت والارض نازل ہوئی کہ ہلاکت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اس کو پڑھا اور ان چیزوں میں غور نہیں کیا۔

۳ –وعن ابن عباسؓ ان قوم تفكروا فى الله عزوجل فقال النبى صلى الله عليه وسلم تفكروا فى خلق الله ولا تفكروا فى الله فانكم لم تقدروا اقدرهٔ (ترغيب و ترهيب)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے متعلق غور کیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی مخلوق میں غور کرو اور ذات خداوندی

میں غور نہ کرو کیونکہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

تواں در بلاغت بسحبان رسید　　نہ درکنہ بیچوں سجاں رسید

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں　　کیں جا ہمیشہ پا ودست است دام را

مفہوم: تفکر اور فکر کے یہ معنی ہیں کہ انسان کو جو علمی یا عملی مفید باتیں معلوم ہیں ان میں غور کرتا رہے تا کہ اور نئی نئی باتیں حاصل ہوں اور علمی وعملی ترقی ہو اور جو ضرر رساں امور ہیں ان میں بھی غور کرتا رہے تا کہ ان سے آئندہ بچتا رہے اور گزشتہ زمانہ میں کوئی خلاف شریعت کام سرزد ہو چکا ہے تو اس کا تدارک کرے۔ (خطبات الاحکام ص ۱۵۲)

فکر کی ضرورت

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ایسے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی (معتد بہ) نفع نہیں جس میں فکر نہ ہو اور ایسی عبادت میں جس میں معرفت نہ ہو (التکشف) صوفیاء کے طریق کا مدار اعظم ہی فکر ہے لہٰذا خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اکابر کو بھی فارغ ہو کر بیٹھنا نہ چاہیے مثل مبتدی کے اہتمام اصلاح اعمال اور اندیشہ تغیر حال میں لگا رہنا چاہیے۔ سارا قرآن مجید فکر کی تاکید سے بھرا ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ لعلکم تتفکرون فی الدنیا و الاخرۃ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام صاف صاف اس لئے بیان فرمائے ہیں تا کہ تم دنیا وآخرت میں فکر کرو یعنی دنیا اور آخرت میں موازنہ کے لئے تفکر کرو کہ ان میں اختیار کرنے کے قابل کون ہے اور کون قابل ترک ہے۔ اہل اللہ نے فکر کر کے ہی اس کی حقیقت کو سمجھا ہے اس لئے دنیا سے ان کو نفرت ہے۔ (بصائر حکیم الامت ص ۱۲۰)

تفکر فی الدنیا کی دو لطیف تفسیریں

یہاں تفکر فی الدنیا کی تاکید ہے اس پر یہ اشکال ظاہر میں ہوتا ہے کہ دنیا میں تفکر کی کیا ضرورت ہے بلکہ اسے تو فکر کو ہٹانا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کے اندر جو فکر مذموم ہے وہ وہ ہے جو تحصیل دنیا کے لئے ہو اس کو مقصود بالذات سمجھ کر اور اگر مقصود بالذات نہ سمجھے تو وہ فکر بھی جائز ہے کیونکہ حدیث میں طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ (حلال روزی کا طلب کرنا فرضوں کے بعد ایک فرض)

دوسری تفسیر اس سے لطیف ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں تفکر کرو موازنہ کے لئے ان میں کون قابل اختیار کرنے کے ہے اور کون قابل ترک ہے یعنی جو فکر ترک دنیا کے لئے ہو وہ مطلوب ہے اسی لئے اہل اللہ نے دنیا میں فکر کر کے اس کی حقیقت کو سمجھا ہے اس لئے انہیں دنیا سے سخت نفرت ہے۔

فکرفی الدنیا کی ایک عمدہ تفسیر

دنیا کی تکالیف اور دنیا کی لذات میں غور کرے کہ یہاں کی لذات سب ایک دن فنا ہو جائیں گی اور دنیا کی زندگی تکالیف سے بھری ہوئی ہے اور فکر آخرت سے اس کا عکس ثابت ہوگا، اس مجموعہ سے سوچنے سے دنیا کی بے قدری ہوگی اور آخرت کی طرف رغبت بڑھے گی جب دونوں کا موازنہ کرے گا تو معلوم ہوگا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا لاشی محض ہے اور اس مراقبہ سے دنیا کی تکالیف میں بھی کمی ہوگی کیونکہ جب سوچے گا کہ دنیا میں بالفرض اگرچہ تکالیف ہیں مگر ایک روز یہ فنا ہو جائے گی اور آخرت میں راحت ہی راحت ہے تو وہ تکالیف نہ معلوم ہوں گی۔

طریق تحصیل

دو چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا جس سے تیسری بات ذہن میں آجائے مثلاً ایک بات یہ جانتا ہے کہ باقی ترجیح ہے۔ ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اس کی تحصیل کا طریق ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۸)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

چوتھا خطبہ

موت اور مابعد الموت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لذتوں کو قطع کرنے والی یعنی موت کو بہت یاد رکھو۔ (ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ)

حدیث ۲- ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مومن کی موت آتی ہے تو (کفن کے واسطے) رحمت کے فرشتے سفید ریشم کا کپڑا لے کر آتے ہیں اور مومن کی روح کو کہتے ہیں کہ نکل اس حال میں کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے (چل) خدا کی (دی ہوئی) راحت (اور رحمت) کی طرف اور (عمدہ اور) فراخ روزی کی طرف اور ایسے رب کی طرف (جو تجھ سے) ناراض نہیں ہے پس وہ مشک کی بہترین خوشبو جیسی (مہکتی ہوئی) نکلتی ہے (اور اسی روایت میں آگے یہ بھی ہے کہ) اور جب کافر کی موت آتی ہے، تو عذاب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ لے کر آتے ہیں (اور اس کی روح کو کہتے ہیں کہ) نکل خدائے عزوجل کے عذاب کی طرف اور اس حال میں کہ تو بھی ناخوش ہے اور خدا بھی تجھ سے ناراض ہے پس وہ نہایت بدبودار مردار کی طرح سڑی ہوئی نکلتی ہے الخ۔ (احمد، نسائی)

حدیث ۳- نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (جب مومن کی روح) بدن کی طرف لوٹا دی جاتی ہے تو میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھلا کر کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر وہ دونوں فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں نبی بنا کر بھیجا گیا وہ جواب میں کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے (جس کے ذریعے سے تجھ کو دین معلوم ہوا) وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب (قرآن شریف) کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سمجھا (افسوس) کہ آج بعض نام نہاد

مسلمان اس علم کو حاصل نہیں کرتے بلکہ دنیوی علم میں منہمک ہو کر اس کو بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں یاد رکھو قبر میں جا کر ملانوں ہی کی شاگردی کام آوے گی) پھر (اس سوال کے جواب کے بعد) ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا۔ میرے بندے نے سچ کہا ہے پس اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو۔ اور جنت ہی سے اس کو لباس پہنا دو اور اس کے واسطے جنت کی طرف دروازہ بھی کھول دو۔ اور وہ کھول دیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دروازہ کھلتے ہی اس کے پاس جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کے لئے نگاہ پہنچنے تک قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے اور کافر کا حال اس کے برعکس فرمایا ہے۔ (احمد و ابوداؤد)

حدیث ۴ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے واسطے (جنت میں) ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا گزر ہوا (جیسا کہ آدمی سوچا کرتا ہے کہ یوں ہونا چاہیے، یوں ہونا چاہیے، یعنی اس خیالی پلاؤ میں بھی ان چیزوں کا خطرہ نہیں ہوا۔ (متفق علیہ)

حدیث ۵ - و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب اس شخص کا ہے جس کو آگ کی دو جوتیاں اور (ان کے) دو تسمے پہنائے جائیں گے کہ ان کی وجہ سے ان کا دماغ دیگ کی طرح کھولتا ہوگا اور اس کو یہ گمان بھی نہ ہوگا کہ کسی کو اس سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے اور درحقیقت وہ سب سے کم عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

حدیث ۶ - و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک تم اپنے پروردگار کا دیدار کرو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ (باوجود زیادہ ہجوم کے بھی) کوئی کسی کے لئے اس کے دیکھنے میں مزاحم نہیں ہوتا) بلکہ مختلف مقامات سے بھی سب کے سب اس کو بے تکلف دیکھ لیتے ہیں۔ پس دیدار خداوندی میں یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اتنے لوگوں کو کس طرح دیدار ہوگا۔ (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے پھر تم ہماری طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہنم پر پل صراط

رکھی جاوے گی (اور اسی روایت میں ہے کہ بعض آدمی (یعنی کافر) تو ان میں سے اپنے عمل (بد) کے سبب بالکل ہی ہلاک ہو جاویں گے اور ان میں سے بعض آدمی (یعنی گنہگار مسلمان) کو عذاب ہوگا مگر وہ پھر نجات پاویں گے۔ (متفق علیہ)

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ سب لوگ جہنم پر آویں گے (پھر نیک لوگ) اپنے اعمال (حسنہ) کی وجہ سے وہاں عبور کر جاویں گے (یعنی اس پر سے گزر جاویں گے) پس اول ان (گزرنے والوں) میں سے بجلی کی مانند گزر جاوے گا، پھر ہوا کی طرح پھر تیز گھوڑے کی طرح پھر اونٹ سوار کی طرح پھر آدمی کے دوڑنے کی طرح پھر آدمی کے چلنے کی طرح۔ (ترمذی و دارمی)

محترم بزرگو اور دوستو! آج خطبہ کا موضوع ہے موت اور اس کے بعد کا ذکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی **اکثرو اذکر ھاذم اللذات الموت** یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو، موت لذات کو مٹانے والی ہے۔

ایک بادشاہ کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے سامنے چند گولیاں پڑی تھیں۔ ایک گولی اٹھا کر منہ میں ڈال لی جس کا اثر یہ ہوا کہ رات بھر ملکہ سے، ہمبستری کرتے رہے لیکن سیری نہ ہوئی۔ دل میں ان بزرگ سے بدگمانی پیدا ہوئی کہ یہ کس قسم کی گولیاں استعمال کرتے ہیں۔ دوسری مرتبہ جب ان کی خدمت میں حاضری ہوئی تو ان بزرگ کو کشف ہو گیا۔ دل میں آیا کہ ان کو حقیقت کا انکشاف کرایا جائے چنانچہ ان بزرگ نے بادشاہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی زندگی کے صرف چالیس دن باقی رہ گئے ہیں۔ بادشاہ سن کر پریشان ہو گیا تھوڑی دیر بعد اجازت چاہی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ اسّی گولیاں اٹھا لو ایک گولی صبح، ایک گولی شام کھا لیا کرو، ذرا ہمت رہے گی۔ بادشاہ واپس لوٹے، چارج بادشاہت کا وزیر اعظم کو دے دیا۔ اور دن رات عبادت و ذکر، طاعت اور ریاضت و فکر آخرت میں مصروف ہو گئے۔ چالیس دن کے بعد خوشی خوشی ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا چلہ پورا ہو گیا اور موت نہ آئی۔ ان بزرگ نے پوچھا گولیاں استعمال کی تھی۔ عرض کیا باقاعدگی سے صبح اور شام استعمال کرتا رہا۔ فرمایا گولیوں کا کچھ خواہش نفسانی پر اثر ہوا، عرض کیا موت سامنے کھڑی تھی اس کا کیا اثر ہوتا۔ فرمایا کہ تمہارے پاس چالیس دن پورے تھے، مجھے تو پل کی خبر نہیں ۔

ع شاید ہمیں نفس کہ نفس واپس شود

تو تم نے میرے بارے میں ایسا گمان کیوں کیا تھا تو واقعی موت لذات کو مٹانے والی ہے۔

موت سے نہ ڈریئے

موت سے کسی کو مفر نہیں، کیونکہ ارشاد ربانی ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ یعنی ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔ نیز ارشاد ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَام (الرحمٰن آیت نمبر ۲۶، ۲۷) جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔"

گویا جس کو زندگی عطا ہوئی اس کو موت بھی ضرور آنی ہے ۔

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے یہ اقامت تجھے پیغام سفر دیتی ہے

اس لئے انسان خواہ جتنی بھی ترقی کی جائے لیکن موت سے بچ کر کہیں چھپ نہیں سکتا۔ ارشاد ربانی ہے:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ. (النساء:۷۷)

تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو آ جاوے گی اگر چہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہی ہو۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس آیت کا کیا خوب ترجمہ کیا ہے ۔

کلبہ افلاس میں دولت کے کاشانہ میں موت
بحر و بر میں، دشت میں، شہر میں، گلشن میں ویرانہ میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں ڈوب جاتے ہیں سفینے موت کی آغوش میں

موت مومن کے لئے تحفہ ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ. (اخرجہ ابن المبارک وابن ابی الدرداءؓ والحاکم)

تحفہ...... (دل پسند) مؤمن کا موت ہے۔ نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے (بندہ کو حق تعالیٰ سے) ملا دیتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو ملک الموت ان کے پاس آئے تا کہ ان کی روح قبض کریں تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یا کہ اے ملک الموت کیا تو نے کسی دوست کو دیکھا جو اپنے دوست کی روح کو قبض کرے۔ اس پر ملک الموت جناب باری میں حاضر ہوئے۔ کہ کیا تو نے کسی دوست کو دیکھا ہے کہ اپنے دوست سے ملنا ناپسند کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ بس تو

میری روح ابھی قبض کرے۔(شرح الصدور)

نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''من احب لقآء الله احب الله لقآء ہ ومن کرہ لقاء الله کرہ الله لقاء ہ ''یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی لقاء سے کراہت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ بھی اس کی لقاء سے کراہ فرماتے ہیں اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''کلنا یکرہ الموت''یعنی ہم میں ہر شخص موت کو مکروہ سمجھتا ہے۔یعنی حق تعالیٰ کی لقاء تو موت کے بعد ہوگی اور موت سے طبعاً ہر شخص کراہت ہے تو ''من احب لقاء اللہ'' کا مصداق کون ہوگا۔اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کون دے سکتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ محبت لقاء کراہت لقاء زمانہ حیات کی نہیں بلکہ عین قوت موت کی محبت و کراہت مراد ہے۔سو مومن موت کے وقت لقاء اللہ کا مشتاق ہو جاتا ہے جبکہ اس کو فرشتے بشارتیں سناتے اور تسلی دیتے ہیں اور جنت کی نعمتیں اور راحتیں دکھلاتے ہیں۔(خیر الحیات وخیر الممات)

اس سے معلوم ہوا کہ طبعاً زندگی ہر ایک کو عزیز ہے۔جیسا کہ مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ ہستی کی ہستی کے بیمار ہونے پر دعا کرتی تھی کہ میں مر جاؤں اور ہستی اچھی ہو جائے لیکن ایک دن اتفاق سے ایک گائے جس کا منہ ہانڈی میں پھنسا ہوا تھا۔اس کے گھر آئی تو اسے موت سمجھ کر کہنے لگی۔

گفت اے موت من نہ مہتیم   پیر زال غریب محنتیم

اس نے کہا کہ اے موت میں مہتی نہیں ہوں،غریب،محنتی بڑھیا ہوں۔

موت کو یاد رکھنے کے فائدے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَکْثِرُوْ اذِکْرَھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ.(ترمذی و نسائی و ابن ماجه)

یعنی لذتوں کو قطع کرنے والی یعنی موت کو بہت یاد رکھو''اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی گہری بات فرمائی کہ آدمی جو گناہ کرتا ہے یا دنیا کے مال و جاہ میں منہمک ہوتا ہے تو مقصود اور غایت سب کا تحصیل لذت ہے اور جب یہ یاد کرو کہ یہ سب ایک دن ختم ہو جائے گا اور اس کا تصور ہوگا تو مزہ ہی نہ آئے گا اور جب مزہ نہ آئے گا تو گناہ بھی چھوٹ جائے گا۔ کیونکہ گناہ بوجہ لذت کے نہیں چھوٹتے اور موت سے لذات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے موت

کے ذکر، یاد اور تصور سے گناہ چھوٹ جائیں گے۔ (ذکر الموت ص۱۲)

اسی لئے دوسری حدیث پاک میں بروایت حضرت انسؓ مذکور ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اَكْثِرُوْ ذِكْرَ الْمَوتِ فَاِنَّهٗ يَمحَصُ الذُّنُوبَ وَيَزْهَدُ فِي الدُّنيَا.

(اخرجہ ابن ابی الدنیا، شرح الصدور)

یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو کیونکہ وہ گناہوں سے صاف کرتی ہے اور دنیا سے بے رغبت بناتی ہے۔ نیز بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو موت سے غافل دیکھتے تھے تو تشریف لاتے اور موت کی یاد دلاتے تھے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ غفلت کا اصل سبب موت کو بھلا دینا ہے اور اکثر امراض کا سبب غفلت ہے تو جب غفلت دور ہوجائے گی تو نافرمانی اور عصیاں بھی دور ہوجائیں گے جو کہ غفلت کا سبب ہیں۔ (شوق اللقاء ص۳)

موت کے ذکر میں کوئی مشقت نہیں

جب موت کو یاد کرنے سے اتنے منافع ہیں تو ضرور یاد کرنا چاہیے۔ نیز اس عمل میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ نہ آمدنی میں خلل پڑتا ہے نہ کام میں حرج ہوتا ہے۔ نہ بہت سے نوافل یا وظائف پڑھنے پڑتے ہیں۔ (ذکر الموت ص۳)

اس لئے موت کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ ہاں اگر موت کے مراقبہ سے کسی کا جی گھبرائے تو خدا تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرے اور سوچا کرے کہ اس کو اپنے بندوں سے اتنی محبت ہے کہ ماں کو بھی اپنے بچے سے محبت نہیں تو اس کے پاس جانے سے کیا وحشت ہے۔ (متاع الدنیا ص۱۵)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس امید پر گناہ کرے بلکہ اگر عذاب کی خبریں یاد آویں تو خیال کرے کہ اس سے بچنا تو مشکل ہے ایسے کاموں سے بچا رہوں جن پر عذاب ہوتا ہے تو عذاب کیوں ہوگا۔"

موت کی یاد کے لئے ایک ناصح کا قطعہ

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے کیا خوب تحریر فرمایا ہے ؎

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے　　خوب ملک طوس ہے اور سرزمین روس ہے

گر میسر ہو تو عشرت سے کیجئے زندگی　　اس طرف آواز طبل اُدھر صدائے کوس ہے

صبح سے تا شام چلتا ہے مئے گلگوں کا دور　　شب ہوئی تو ماہ رویوں سے کنار و بوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشا میں مجھے
چل دکھاؤں تو تو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

موت کی یاد کس وقت تک مستحسن ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جب ذکر اللہ سے دل گھبرائے اس وقت موت کا ذکر ضروری ہے اور اگر خود ذکر اللہ کی طرف دھیان ہو تو ذکر اللہ کو چھوڑ کر ذکر الموت نہیں کرنا چاہئے۔

موت پر بھی اختتام نہیں اس کے بعد قبر حشر، قیامت، جنت، دوزخ، عالم برزخ کے واقعات پر غور کرے جس کی کچھ تفصیل خطبہ کی دوسری حدیث اور اس کے ترجمہ میں گزری۔ لوگ دنیوی مصائب، بیماری اور مشکلات سے گھبرا کر چلا اٹھتے ہیں کہ اس سے تو بہتر ہے کہ موت آجائے مگر صحیح ہے۔

اب تو گھبرا کر یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کہاں جائینگے

اور صحیح یہ ہے کہ موت پر زندگی کا اختتام نہیں۔

ع ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

مرنے کے بعد جنت میں پہنچ گئے تو دائمی عیش و عشرت ہے اگر خدانخواستہ دوزخ میں داخل ہوئے تو دائمی عذاب جو کفار و مشرکین پر ہوگا۔

پانچواں خطبہ

نوافل کی اہمیت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ میرا قرب نوافل کے ساتھ حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس کو محبوب بنالیتا ہوں۔'' (بخاری)

ف: اس سے بڑھ کر کیا دولت ہوسکتی ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے اوپر رات کے قیام (یعنی تہجد) کو لازم پکڑ لو کیوں کہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ (چلا آتا) ہے اور تم کو تمہارے رب سے قریب کرنے والا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے۔'' (ترمذی)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عبداللہ! (یہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں) فلاں شخص جیسا نہ ہونا کہ وہ رات کو اُٹھتا تھا، پھر اُس کو ترک کر دیا بلکہ ہمیشہ پابندی سے تہجد پڑھتے رہو۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین آسان ہے اور نہیں مبالغہ کرتا کوئی شخص دین میں مگر اس پر دین غالب آتا ہے (یعنی جو شخص مبالغہ کرتا ہے وہ تھک کر رہ جاتا ہے) پس تم میانہ روی اختیار کرو اور اعتدال پر رہو اور خوش رہو اور مدد چاہو صبح وشام اور کچھ اخیر رات کی اندھیری میں (یعنی ان تین اوقات میں نفل عبادت کرلیا کرو اس سے بہت زیادہ نفع ہوتا ہے۔)'' (بخاری)

ف: کس قدر سہولت فرمادی گئی ہے۔ پھر بھی کوئی ہمت نہ کرے تو اس کا کیا علاج۔

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے وظیفے سے سوتا رہ جاوے یا اُس میں سے کچھ رہ جاوے پھر اُس کو فجر اور ظہر کے درمیان کسی وقت پڑھ لے تو اس کے واسطے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی کو پڑھا۔'' (مسلم)

ف: ضعیف العمر پر کتنی رحمت ہے۔

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے ذکر کر اپنے رب کا (خواہ) اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور (خواہ) پکار سے کم (یعنی معتدل آواز کے ساتھ) صبح اور شام کے وقت اور غافلوں میں سے مت ہو۔''

ف: اس میں ذکر جہر مفرط (یعنی حد سے زیادہ) ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے اور ذکر جہر میں اس کی رعایت بھی ضروری ہے کہ کسی کو تکلیف وتشویش نہ ہو اور ایسے وقت اور ایسی جگہ کرے کہ کسی کا حرج نہ ہو۔

اضافہ: اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ (یہ قیامت کے حساب کا ذکر ہے اور قبر میں سب سے پیشتر پیشاب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس سے بچاؤ کیا تھا یا نہیں) پس اگر وہ (یعنی نماز) ٹھیک رہی تو کامیاب اور بامراد ہوگیا اور اس میں کمی رہے گی تو وہ ناکام اور بے مراد رہے گا اور اگر اس کے فرضوں میں کچھ کمی رہ جائے گی تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماوے گا کہ دیکھو! کیا میرے بندے کے واسطے کوئی نفل ہے۔ پس (اگر نفل ہوئے تو) ان کے ساتھ وہ کمی پوری کی جاوے گی جو فرضوں میں رہ گئی ہو پھر اسی طرح اُس کے سب اعمال کا حساب کیا جاوے گا (کہ نفل سے فرضوں کی کمی کوزکوۃ اور روزہ وغیرہ میں بھی پورا کیا جاوے گا۔) (ابوداؤد)

حضرات محترم! آج کا موضوع نوافل کے بیان میں ہے۔ سنن ونوافل کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے ہوسکتا ہے:

''حریث بن قبیصہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے کسی صالح بندے کی صحبت میسر فرما؟ پھر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح بندے کی صحبت نصیب فرما (اور میں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں) آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے نفع مند بنائے گا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث سنائی۔ فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اس کی نماز جانچی جائے گی۔ پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ

فلاح یاب اور کامیاب ہوجائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام اور نامرادرہ جائے گا پھر اگر اس کے فرائض میں کمی کسر ہوئی تو رب کریم فرمائے گا کہ دیکھو! کیا میرے بندے کہ ذخیرہ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سنتیں یا نوافل) ہیں؟ تا کہ ان سے اس کے فرائض کی کمی کسر پوری ہو سکے۔ پھر نماز کے علاوہ باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔" (جامع ترمذی، سنن نسائی)

اس حدیث مبارکہ سے نوافل کی فضیلت کا اندازہ ہوا کہ بروز قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔

روز محشر کہ جانگداز بود اولیں پرسش نماز بود

تو اگر فرض نمازوں میں کمی نکلی تو سترنفل کا ایک فرض شمار کر کے حساب پورا کیا جائے گا۔

بعض لوگ نفل اس لیے نہیں پڑھتے کہ سمجھتے ہیں کہ نفل کا مفہوم نفع ہے اگر پڑھیں تو ثواب ملے گا اور اگر نہ پڑھیں گے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ حالانکہ دنیوی مال و دولت جس قدر حاصل ہوجائے اسے کم ہی سمجھتے ہیں۔

حضرات محترم! مستحبات کی مثال چٹنی اور سلاد کی ہے۔ دسترخوان پر کتنے ہی انواع و اقسام کے سالن اور کھانے ہوں مگر سب کے ہاتھ خود بخود چٹنی اور سلاد کی طرف بڑھتے ہیں بلکہ اس کی بدولت کھانا پیٹ بھر کر کھایا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے غالباً ایک حدیث تفسیر فتح العزیز میں نقل کی ہے:

من تهاون بالاداب حرم من السنّة ومن تهاون بلاسنة حرم من الواجبات ومن تهاون بالواجبات حرم من الفرائض ومن تهاون بالفرائض حرم من المعرفة

"جس نے آداب پر عمل میں سستی دکھلائی وہ سنت سے محروم ہوگیا جس نے سنت میں سستی دکھلائی وہ واجبات سے محروم ہوگا جس نے واجبات ادا کرنے میں سستی کی فرائض سے محروم ہوگا اور جس نے فرائض میں کوتاہی کی وہ اللہ کی پہچان سے محروم ہوگا۔"

تو جس شخص کی نظر میں نفل کی کوئی اہمیت نہیں تو وہ آج نفل قصداً چھوڑتا ہے تو چند روز کے بعد اس کے ذہن میں یہ آجائے کہ سنتیں پڑھنا کوئی فرض اور ضروری تو نہیں تو آہستہ آہستہ وہ سنتیں پڑھنا چھوڑ دے گا اور پھر رفتہ رفتہ اس کی نوبت فرائض و واجبات تک پہنچے گی۔

دراصل نوافل وسنن، واجبات وفرائض کی تکمیل کا ذریعہ ہیں کیونکہ اگر فرائض پر عمل کرے گا تو معرفت بڑھے گی۔ اس واسطے سنتوں کو مکمل فرائض کہا گیا تو جس نے آج سنتیں چھوڑ دیں، صرف فرائض کو پڑھ لیا تو کل وہ بھی نہ پڑھے گا، رفتہ رفتہ محروم ہو جائے گا۔

اس لیے کسی نیکی کو معمولی اور حقیر سمجھ کر نہ چھوڑنا چاہیے نہ معلوم کون سی نیکی اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے اور اسی پر ہماری نجات ہو جائے۔

واں تو ایک نالہ بھی بس کافی ہے گر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

اب نفل نمازوں کی کچھ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔ سب سے افضل نماز تہجد ہے اس کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

چھٹا خطبہ

نمازِ تہجد و دیگر نوافل

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تہجد کے معنی

لفظ تہجد ہجود سے مشتق ہے اور یہ لفظ دو متضاد معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی سونے کے بھی آتے ہیں اور جاگنے کے بھی۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ سے نماز تہجد کی یہ تعریف منقول ہے۔ "قال الحسن البصری ھو ما کان بعد العشاء ویحمل علٰی ماکان بعد النّوم" (تفسیر ابن کثیر) یعنی حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ نماز تہجد ہر اس نماز پر صادق ہے۔ جو عشاء کے بعد پڑھی جائے۔ البتہ تعامل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ) سے اس کو کچھ نیند کے بعد محمول کیا جائے گا۔

غرض نماز تہجد کے لیے بعد النوم ہونا شرط نہیں کیونکہ قرآن عزیز میں ہے: "وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ" تفسیر مظہری میں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رات کے کچھ حصے کو نماز کے لیے سونے کو ترک کردو خواہ سونے کے بعد جاگ کر خواہ شروع ہی میں نماز کے لیے نیند کو مؤخر کردو لیکن عموماً مفہوم تعامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخرات میں بیدار ہوکر نماز پڑھنے کا ہے اس لیے یہ صورت افضل ہوگی۔ (تفسیر معارف القرآن ازحضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

تہجد کی نماز ابتداء نبوت میں فرض تھی۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ○
(سورہ مزمل آیت نمبر ۱ تا نمبر ۳)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ○ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل آیت ۷۹)

اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے زائد چیز

ہے۔امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔حضرت حکیم الامت تھانویؒ اس آیت کے فوائد میں لکھتے ہیں۔تہجد پہلے سب پر فرض تھا۔پھر اُمت سے فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں دوقول ہیں ایک یہ کہ آپ پر فرض رہا تھا۔

یعنی خاصة النّبی صلی الله علیه وسلم امر بقیام اللیل و کتب علیه اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ پر بھی فرض نہ رہا تھا۔''اخرجه ابن جریر عن مجاهد'' یہ سب روایتیں درمنثور میں ہیں۔قول اول پر نافلہ کے معنی لغوی ہوں گے یعنی ''فریضة زائدة'' اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہوسکتی ہے کہ اول نسخ صرف اُمت کے لیے ہوا۔پھر آپ کے لیے بھی ہوگیا۔(تفسیر بیان القرآن ج ا ص ۵۷۸)

تہجد کی فضیلت احادیث طیبہ کی روشنی میں

ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ''اپنے اوپر رات کے قیام (یعنی تہجد) کو لازم پکڑو کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ (چلا آتا ہے) اورتم کوتمہارے رب سے قریب کرنے والا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے۔''(ترمذی)

نیز ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:''یَاعَبْدَ اللّٰہِ لَاتَکُنْ مِثْلَ فَلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ''(متفق علیہ) اے عبداللہ!فلاں شخص جیسانہ ہونا کہ وہ رات کواٹھتا تھا پھر اس کوترک کردیا۔(بخاری مسلم) یعنی ہمیشہ پابندی سے تہجد پڑھتے رہو۔اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا احادیث میں بیان کردہ فضیلت کے پیش نظر ہر مسلمان کوحرص کرنی چاہیے کہ وہ تہجد کا عادی بن جائے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی حکایت
نمازتہجد کا لطف بیان نہیں ہوسکتا

سنجر کے بادشاہ ملک نیمروز نے ایک مرتبہ سیدنا حضرت جیلانیؒ کوخط لکھا کہ میں ملک نیمروز کا ایک حصہ آپ کوخرچ خانقاہ کے لیے دینا چاہتا ہوں تو آپ نے جواباً تحریرفرمایا:

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ در دل ہوس اگر ملک سنجرم
زانکہ یافتم خبر از ملک نیم شب ۔۔۔ من ملک نیمروز بیک جوئے خرم

(یعنی اگرمیرے دل میں تیرے ملک کی ہوس ہوتو میرا بخت سیاہ رو ہوجائے' جیسا تیرا

چتر م ہے جب سے مجھے نیم شب (تہجد) کی بادشاہت ملی ہے میں اس وقت سے ملک نیمروز کے بدلے میں نہیں خریدنا چاہتا۔)

واقعی تہجد کی لذت بیان نہیں کی جاسکتی۔ع...... ذوق ایں بادہ نباشی کہ تانہ جبشی

اسی لیے ارشاد ربانی ہے:

وَكَانُوا قَلِيْلاً مِنَ اللَّيْلِ مَايَهْجعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يستغفرونo

بعض عارفین نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ نماز تہجد کی لذت سے استغفار کرتے تھے کہ شاید ہم اس لذت کے لیے تو تہجد نہیں پڑھتے کیونکہ تہجد تو صرف رضاالٰہی کے لیے پڑھنی چاہیے۔

نماز تہجد کی تعداد رکعات

تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ (۱۰+۳) اور کم سے کم سات مع الوتر (۴+۳) ہیں۔ (خیر المصابیح فی عدد التراویح ص ۱۷)

بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول ۸ رکعت تہجد پڑھنے کا تھا اس لیے زیادہ عادت آٹھ رکعت کی رکھنی چاہیے لیکن وقت کم ہو تو چار اور بالکل کم ہو تو دو رکعت پڑھ لے۔ شوق اور وقت زیادہ ہو تو زائد بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اول شب میں بعد عشاء چار یا آٹھ رکعت بہ نیت تہجد پڑھ لے اور آخر شب جاگ آجائے تو بھی نوافل بہ نیت تہجد پڑھ سکتا ہے کیونکہ ایک روایت سے فعلاً بارہ سے زیادہ مگر محدود اور قولاً غیر محدود رکعات تہجد ثابت ہیں یعنی رکعات تہجد کی کوئی ایسی حد نہیں جس کے بعد کی نماز کو تہجد نہ کہا جائے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے بوادر النوادر جلد ۱ ص ۱۰۳)

نماز تہجد کے اُٹھنے کیلئے ظاہری اسباب

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز تہجد کے لیے بیدار ہونے کے لیے چار اسباب ظاہری بیان فرمائے ہیں۔ (۱) کھانا بہت نہ کھائے اس سے بہت پانی پئے گا اور نیند بہت آئے گی۔ (۲) دن کو اپنے اوپر ایسے مشقت کے کام نہ ڈالے جس سے تھک کر چور ہو جائے۔ (۳) اور بیٹھے سست پڑ جائیں اس سے نیند بہت آتی ہے۔

(۴) دن میں گناہ بہت نہ کرے اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور گناہ سامان رحمت اور بندہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم الدین)

باطنی اسباب

احیاء العلوم میں حضرت غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تہجد کے اُٹھنے کے لیے بھی اسباب باطنی چار ہی بیان فرمائے ہیں۔ (۱) اپنے دل کو بدعتوں اور فضول تر ددات دنیاوی سے پاک رکھنا۔ (۲) جینے کی توقع کم رکھنا کیونکہ جب آخرت کی ہولنا کیوں اور دوزخ کے طبقات کو سوچے گا تو اس کی نینداُڑ جائے گی۔ (۳) نماز تہجد کی فضیلت میں جو آیات واخبار وآثار مذکور ہیں معلوم کر کے توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرنا۔ (۴) حق تعالیٰ سے محبت سب تعلقات پر غالب رکھنا کیونکہ جب اس کے ساتھ محبت ہوگی تو اس کے خلوت کو بھی پسند کرے گا اور مناجات کو بھی (جو صرف تہجد میں میسر ہوتی ہے)۔

اغلاط العوام

یعنی ایسے مشہور مسائل جو دراصل مسائل نہیں۔

سر نہاں کہ عارف و زاہد بہ کس نہ گفت   در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

مسئلہ: بعض کا خیال ہے کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہیے ورنہ تہجد جاتا رہتا ہے۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں اور بہت آدمی تہجد سے اسی وجہ سے محروم ہیں کہ صبح تک جاگنا مشکل ہے اور سونے کو ممنوع سمجھتے ہیں سو جان لینا چاہیے کہ سو رہنا بعد تہجد کے درست ہے۔ (اغلاط العوام)

مسئلہ: بعض لوگ رات کو اتنا جاگتے ہیں کہ بعض دفعہ فجر کی جماعت سے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے اتنا نہ جاگنا چاہیے کہ فجر کی نماز نیند کے غلبہ سے رہ جائے۔ سلیمان بن ابوحشم بھی ایک مرتبہ رات بھر جاگنے کے سبب بہ غلبہ نیند نماز فجر سے رہ گئے تھے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی والدہ سے فرمایا تھا:

لَاَنْ اَشْهَدَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَقُوْمَ لَيْلَةً ۝ (موطا امام محمد)

(یعنی میرے نزدیک صبح کی نماز باجماعت پڑھنا ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔)

نمازتہجد کی کیفیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ تہجد کی پہلی دو رکعتیں ہلکی قرأت سے پڑھتے پھر قرأت، رکوع وسجود سب طویل ہوتا۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ گمان ہوتا کہ روح مبارک شاید پرواز کر چکی ہو۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبوب نماز پڑھنے کی توفیق عطا

فرمائے۔اس نماز پر مداومت اور استقامت بخش۔آمین

الٰہی ہمیں کردے ان بندوں میں شامل کہ اشک سحر گاہ جن کا وضوء ہے

اب دیگر نوافل کی فضیلت عرض کرتا ہوں۔

مسئلہ: ان تمام نفلی نمازوں کو درج ذیل اوقات میں پڑھنا جائز نہیں۔

۱-صبح صادق کے بعد سے لے کر سورج نکلنے تک

۲-عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک

۳-نصف النہار یعنی زوال کے وقت۔

تحیۃ الوضوء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان بھی اچھی طرح سے وضو کرے اور وضو کے بعد حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(مسلم شریف) مسئلہ: تحیۃ الوضوء اعضاء وضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے پڑھنی چاہیے یہی اس کا وقت ہے۔

تحیۃ المسجد

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔(بخاری شریف)

مسئلہ: اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد کافی ہے۔

مسئلہ: اگر وضو مسجد میں جا کر کریں اور تحیۃ الوضوء پڑھیں تو پھر تحیۃ المسجد کے نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد میں جاتے ہی سنتیں پڑھنے لگا یا جماعت میں شریک ہو گیا تو اس کی تحیۃ المسجد اسی کے ضمن میں ادا ہو گئی علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اشراق

اشراق کی نماز یہ ہوتی ہے کہ آدمی فجر کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر وغیرہ میں مصروف رہے دنیا کا کوئی کام نہ کرے پھر سورج نکلنے کے بیس یا پچیس منٹ بعد دو یا چار رکعتیں پڑھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہا حتیٰ کہ اس (سورج نکلنے کے بعد) ضحٰی واشراق کی دو رکعتیں پڑھیں اور اسی اثناء میں سوائے نیک بات کے کوئی بات زبان پر نہ لایا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

چاشت

چاشت کی نماز یہ ہوتی ہے کہ جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور اس پر نگاہ نہ جم سکے تو اس وقت نوافل پڑھے جائیں جن کی کم از کم مقدار دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہے۔ چاشت کے نوافل زوال وقت ہونے تک پڑھے جاسکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چاشت کی دو رکعتوں کا اہتمام کیا اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر چہ وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔'' (ترمذی ج ص ۱۰۸ مسلم شریف ج ص ۲۵۰)

اوّابین

مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد جو نوافل پڑھے جاتے ہیں انہیں اوّابین کہتے ہیں ان کی کم از کم تعداد ۶ اور زیادہ سے زیادہ بیس ۲۰ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن عمارؒ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد ۶ رکعتیں پڑھتے ہیں اور بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔''

مسئلہ: مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعت سنت اور دو رکعت نفل پڑھ کر صرف ۲ رکعت نفل اور پڑھ لے تو اوّابین کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

تہجد

نصف شب کے بعد سو کے اُٹھ کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے تہجد کہتے ہیں۔ اس کی کم از کم ۲ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعتیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عموماً آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرض نماز کے بعد سب سے افضل درمیان رات کی نماز ہے۔ (یعنی تہجد)''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ضرور پڑھا کرو تہجد کیونکہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور قرب الٰہی کا خاص وسیلہ ہے اور وہ گناہوں کے بُرے اثرات کو مٹانے والی اور معاصی سے روکنے والی چیز ہے۔''

مسئلہ: تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے سونا شرط نہیں ہے اگر کوئی شخص ساری رات جاگتا رہے تو وہ بھی تہجد پڑھ سکتا ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب سے فرمایا:

''اے عباسؓ! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو ایک خاص بات بتاؤں' کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں' وہ ایسا عمل ہے کہ (جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادیں گے۔ اگلے بھی اور پچھلے بھی' پرانے بھی اور نئے بھی' بھول چوک سے ہونے والے بھی اور دانستہ ہونے والے بھی' صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی' ڈھکے چھپے بھی اور اعلانیہ بھی' وہ عمل صلوٰۃ التسبیح ہے) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ چار رکعت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھیں۔ پھر جب آپ پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہوجائیں تو قیام ہی کی حالت میں پندرہ دفعہ کہیں **سبحان اللہ والحمدللہ و لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر** پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں پھر رکوع سے اُٹھ کر قومہ میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ کہیں' پھر سجدہ میں چلے جائیں اور اس میں بھی یہ کلمہ دس دفعہ کہیں پھر سجدے سے اُٹھ کر جلسے میں یہی کلمہ دس دفعہ کہیں' پھر دوسرے سجدے میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ کہیں پھر دوسرے سجدے کے بعد بھی (کھڑے ہونے سے پہلے) یہ کلمہ دس دفعہ کہیں چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمہ ۷۵ دفعہ کہیں۔

(میرے چچا) اگر آپ سے ہو سکے روزانہ پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک دفعہ ہی پڑھ لیں۔

یا اللہ! ہم سب کو نوافل پڑھنے کا ذوق وشوق عطا فرما اور اپنے فضل و کرم سے قبول فرما اور اپنی رضا و قرب نصیب فرما۔ (آمین)

ربیع الثانی کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	واقعات وحادثات	ربیع الثانی	مطابق
۱	فرض نمازوں میں اضافہ	۱ھ	اکتوبر ۶۲۲ء
۲	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	۱ھ	اکتوبر ۶۲۲ء
۳	حضرت ابوقیس صرمہ بن ابی انسؓ کا اسلام لانا	۱ھ	نومبر ۶۲۲ء
۴	مہاجرین وانصار میں مواخات	۱ھ	نومبر ۶۲۲ء
۵	غزوۃ الحمر ان	۳ھ	ستمبر، اکتوبر ۶۲۴ء
۶	وفات حضرت ام المؤمنین زینب بنت خزیمہؓ	۳، ۴ھ	ستمبر ۶۲۵ء
۷	غزوہ ذی قرد غزوی غابہ	۶ھ	اگست ۶۲۷ء
۸	سریہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ	۶ھ	اگست ۶۲۷ء
۹	سریہ ذی قصہ	۶ھ	ستمبر ۶۲۷ء
۱۰	سریہ بنوثعلبہ	۶ھ	ستمبر ۶۲۷ء
۱۱	سریہ جموم	۶ھ	ستمبر ۶۲۷ء
۱۲	سریہ بنوطئی	۹ھ	جولائی ۶۳۰ء
۱۳	وفد بنی الحارث کا قبول اسلام	۱۰ھ	اگست ۶۳۱ء
۱۴	سریہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ	۱۱ھ	جون ۶۳۲ء
۱۵	واقعہ یرموک	۱۵ھ	مئی ۶۳۶ء
۱۶	واقعہ نہاوند	۲۱ھ	مارچ ۶۴۱ء
۱۷	فتح طرابلس	۲۲ھ	فروری ۶۴۲ء
۱۸	وفات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ	۳۲ھ	نومبر ۶۵۲ء

۱۹	وفات حضرت اشعر نہ کندی رضی اللہ عنہ	۴۰ھ	اگست ۶۶۰ء
۲۰	فتح سوڈان	۴۳ھ	جولائی ۶۶۳ء
۲۱	وفات حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	۵۰ھ	اپریل ۶۷۰ء
۲۲	وفات عبداللہ بن زیاد	۶۷ھ	اکتوبر ۶۸۶ء
۲۳	وفات حضرت عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۷۰ھ	ستمبر ۶۸۹ء
۲۴	وفات حضرت سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	اگست ۶۶۳ء
۲۵	وفات حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ	۸۰ھ	جون ۶۹۹ء
۲۶	فتح ارمینیا	۸۵ھ	اپریل ۷۰۴ء
۲۷	فتح صاغان	۸۶ھ	اپریل ۷۰۵ء
۲۸	فتح صغد	۸۸ھ	مارچ ۷۰۶ء
۲۹	وفات حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ	۱۰۰ھ	اکتوبر ۷۱۸ء
۳۰	جنگ بہرزان	۱۰۴ھ	ستمبر ۷۲۲ء
۳۱	وفات حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ	۱۰۵ھ	ستمبر ۷۲۳ء
۳۲	وفات حضرت حماد الکوفی رحمہ اللہ	۱۲۰ھ	مارچ ۷۳۷ء
۳۳	وفات حضرت امام مالک رحمہ اللہ امام مدینہ	۱۷۹ھ	جون ۷۹۵ء
۳۴	وفات حضرت امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ	۱۸۲ھ	مئی ۷۹۸ء
۳۵	وفات امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ	۲۳۵ھ	اکتوبر ۷۴۹ء
۳۶	وفات سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ	۴۲۱ھ	اپریل ۱۰۳۰ء
۳۷	وفات امام بیہقی رحمہ اللہ المحدث الکبیر	۴۵۸ھ	مارچ ۱۰۹۵ء
۳۸	وفات عبدالقاہر الجرجانی النحوی رحمہ اللہ	۴۷۱ھ	اکتوبر ۱۰۷۸ء
۳۹	وفات شیخ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی	۱۷/۵۶۱ھ	فروری ۱۱۶۵ء
۴۰	وفات ابن حاجب، صاحب کافیہ	۶۴۶ھ	جولائی ۱۲۴۸ء

۴۱	وفات حضرت عبید اللہ احرار نقشبند رحمہ اللہ	۸۹۶ھ	فروری ۱۴۹۱ء
۴۲	وفات حضرت ملا علی القاری حنفی	۱۰۱۴ھ	
۴۳	وفات مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی محدث سہارنپوریؒ	۱۳۴۶ھ	اکتوبر ۱۹۲۷ء
۴۴	وفات مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ	۱۲-۲-۱۳۷۲ھ	۲۱ اگست ۱۹۵۲ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

جمادی الاولیٰ

پہلا خطبہ

کسب معاش.........................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ

کسب حرام سے بچاؤ...............حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ

حقوق عامہ وخاصہ.................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ

دھوکہ کھانے کی برائی............حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ

مراقبہ ومحاسبہ........................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

مع جمادی الاولی کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

کسب معاش

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسب حلال کا تلاش کرنا ایک فرض ہے بعد فرض کے۔'' (بیہقی)

ف: یعنی فریضہ نماز وغیرہ کے بعد اس کا درجہ ہے یہ نہیں کہ اس میں منہمک ہو کر نماز بھی بھول جاؤ اور جس کو غنائے ظاہری یا باطنی نصیب ہو وہ اس سے بالکل ہی مستثنیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص نے ہرگز کوئی کھانا اپنے ہاتھوں کی کمائی کھانے سے بہتر نہیں کھایا اور بیشک خدا کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔'' (بخاری)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سچ بولنے والا امانت دار تاجر انبیاء وصدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی، دارمی، دارقطنی، ابن ماجہ)

حدیث چہارم: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طٰسم کی تلاوت کی یہاں تک کہ قصہ موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے تو فرمایا: بے شک موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو آٹھ یا دس سال تک اجیر بنایا، اپنی شرمگاہ کو پاک رکھنے اور کھانے پینے کے عوض میں۔'' (احمد، ابن ماجہ)

حدیث پنجم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ جا اور لکڑیاں جمع کر اور بیچ (پس وہ آدمی چلا گیا، لکڑیاں لاتا اور بیچتا رہا، پھر حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور دس درہم کما چکا تھا اور بعض کا کپڑا اور بعض کا کھانا خرید چکا تھا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال کرنا تیرے چہرے میں زخم لاوے۔'' (ابوداؤد)

حدیث ششم: ''حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان

میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور دوسرا کوئی پیشہ کیا کرتا تھا۔ پس اس کمانے والے نے اپنے بھائی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ (یہ کچھ کھاتا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تجھ کو اسی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔" (ترمذی)

آیت مبارکہ

"ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے پس جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (اُس وقت تم کو اجازت ہے) کہ تم زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو (اس حالت میں بھی) تم اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہا کرو تا کہ تم کو فلاح ہو۔ (اور نجات ہو)۔"

اضافہ: (الف) اور حضرت علی وسعد بن مالک وعبداللہ بن مسعود وعمر بن عبدالعزیز اور قاسم بن عروہ اور آل ابی بکر اور آل علی اور ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھیتی کی ہے۔ (بخاری)

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین) کرایہ پر دینے کا امر فرمایا ہے۔ (مسلم)

(ج) ان روایات سے کسب حلال کی ضرورت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لیے اس میں سعی اور کوشش لازم ہے۔ البتہ جو شخص ایسا قوی القلب ہو جس کے لیے کسب کسی واجب میں خلل انداز نہ ہوتا ہو اس کو ترک کسب کی اجازت ہے جیسا کہ روایت ششم سے معلوم ہوتا ہے بلکہ بعض حالتوں میں متوکلین کے لیے ترک کسب افضل ہے جس کی تفصیل التکشف وغیرہ کتب تصوف سے معلوم ہو سکتی ہے اور کسب حرام سے تو بہر حال میں بچنا ضروری ہے۔

اضافہ: (الف) اور ممانعت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے سے۔ (ابوداؤد) آج کل بیع کی بہت صورتیں جو اکثر کمپنیوں کی طرف سے رائج ہیں وہ اور جان کا بیمہ وغیرہ سب جوا ہے۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

(ج) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک کہ اس کا قابل (استعمال) ہونا ظاہر نہ ہو جاوے۔ (متفق علیہ) آج کل یہ بلا بھی عام ہو رہی ہے کہ پھل آنے سے پیشتر بہار کی بیع ہوتی ہے۔ اس کو سعی بلیغ سے روکنا چاہیے کیونکہ ایسے پھلوں کا بہار کے خریدار سے بھی خریدنا جائز نہیں ہے۔

حضرات محترم! گزشتہ خطبہ جمعہ کا موضوع کسب حلال معاش تھا۔ آج کا موضوع کسب

حرام سے بچنے کی تائید میں ہے کیونکہ عبادات کی قبولیت کا دارومدار کسب حلال پر ہے۔ کسب حرام کی بناء عبادات اور دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتیں۔ حجاج بن یوسف کے دور میں اسی (۸۰) مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اس نے سب کو بلا کر دعوت کر دی اور حرام کھلا دیا اور کہنے لگا کہ حرام کھانے سے چالیس دن تک دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتیں۔ اب میں چالیس دن کے لیے ان کی بددعاؤں سے مامون ہوگیا۔

خطبہ میں کسب حرام کی مذمت میں آیت قرآنی اور چند احادیث مبارکہ سن چکے ہیں۔ اب مزید چند آیات واحادیث مع ترجمہ سن لیجئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا.

(پ ۴، ر ۱۲، آیت ۱۰)

"بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں۔"

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (ثم قال) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (ثم قال) وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ (قال قبله) وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ○ (پ ۳، ر ۶، آیت ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۷۵)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو (پھر فرمایا) پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے (اس سے پہلے فرمایا) اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

احادیث سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"بہت سے پراگندہ بدحال، غبار آلود، سفر میں گم کردہ منزل کہ ان کا کھانا حرام ہوگا، ان کا لباس حرام ہوگا، حرام غذا سے پلے ہوں گے، اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہیں گے اے پروردگار! اے پروردگار! تو ایسے لوگوں کی دعا کس طرح قبول کی جائے گی۔" (مسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

"بیت المقدس میں اللہ کا ایک فرشتہ متعین ہے جو ہر رات یہ اعلان کرتا ہے کہ جو شخص

حرام کھائے گا اس کی نہ فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفلی عبادت۔"

نیز فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"جو شخص دس درہم میں کپڑا خریدے اور ان میں ایک درہم حرام ہو تو جب تک اس کپڑے کا کوئی حصہ اس کے جسم پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔" (احمد)

اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"جو گوشت حرام غذا سے بنے دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔" (ترمذی)

نیز فرمایا: "جو شخص یہ پرواہ نہ کرے کہ اس نے مال کہاں سے کمایا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ پرواہ نہیں کریں گے کہ کہاں سے اس کو دوزخ میں داخل کریں۔" (دیلمی، ابن عمرؓ)

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص گناہ کے ذریعے مال حاصل کرے پھر اس مال سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ میں دے دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔"

ایک حدیث میں ارشاد مبارک ہے: "سود کا ایک درہم اللہ کے نزدیک حالت اسلام میں چھتیس بار کے زنا سے زیادہ سخت ہے۔"

ایک حدیث میں ہے: "جو شخص حرام مال کمائے اور اسے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر چھوڑ کر مر جائے تو دوزخ کے سفر کا توشہ بنے گا۔" (احمد)

آثار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ نوش فرمالیا۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ تم یہ دودھ کہاں سے لائے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک قوم میں کہانت کی تھی اس کے عوض میں انہوں نے یہ دودھ دیا ہے۔ آپ نے اسی وقت حلق میں انگلی ڈال کر قے کردی۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دیر تک قے کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ غالباً آپ کا دم نکل جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے عذر کرتا ہوں اس دودھ کا جو رگوں میں پھیل گیا ہے اور آنتوں میں خلط ملط ہوگیا ہے۔ روایات میں ہے کہ جب اس واقعہ کی خبر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم نہیں جانتے کہ صدیق اپنے پیٹ میں پاک غذا کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا۔" (بخاری)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے لاعلمی میں زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا' معلوم ہونے پر حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تم لوگ افضل ترین عبادت ورع سے غافل ہو جس کے معنی ہیں حرام سے بچنا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اتنی نمازیں پڑھو کہ کمان کی طرح تمہاری کمر جھک جائے اور اتنے روزے رکھو کہ تانت کی طرح باریک (کمزور) ہو جاؤ تو تمہاری یہ نمازیں اور روزے نہیں ہوں گے جب تک کہ تم حرام امور سے اجتناب نہ کرو۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم کا مقولہ ہے کہ اگر کسی نے کچھ حاصل کیا ہے تو اسی طرح حاصل کیا ہے کہ جو کچھ پیٹ میں ڈالا ہے سمجھ کر ڈالا۔ فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص دیکھ بھال کر کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صدیقیت کا درجہ مرحمت فرمایا ہے اس لیے اے مسکین! افطار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا کرو کہ کہاں افطار کر رہے ہو؟ ابراہیم ابن ادہم سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ تم زمزم کا پانی کیوں نہیں پیتے؟ فرمایا کہ اگر میرے پاس اپنا ڈول ہوتا تو ضرور پیتا۔ سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں حرام مال خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص کپڑے پر لگی ہوئی نجاست کو پیشاب سے دھوئے جس طرح کپڑے کی طہارت کے لیے پاک پانی ضروری ہے اسی طرح گناہوں کے کفارہ کے حلال مال ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ''معدہ بندہ کا حوض ہے' جسم کی تمام رگوں کا رُخ اسی حوض کی طرف ہے' اگر معدہ صحیح ہوگا تو تمام رگیں صحیح حالت میں نکلیں گی اور اگر معدہ فاسد ہوگا تو تمام رگیں اس فساد سے متاثر ہوں گی' دین میں کھانے کو وہی حیثیت حاصل ہے جو تعمیر میں بنیاد کو ہے۔ اگر بنیاد مضبوط و مستحکم ہے تو عمارت بھی سیدھی اور بلند ہوگی اور اگر بنیاد کمزور اور ٹیڑھی ہوئی تو عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ○ (پ ۱۱' ر ۲' آیت ۱۰۹)

''پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت یعنی مسجد کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور اس کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی یعنی غار کے کنارے پر

جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی، پھر وہ عمارت اس بانی کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے۔"

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

"جس شخص نے حرام کا لقمہ کھالیا اس کی چالیس دنوں کی عبادت قبول نہ ہوگی۔"

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ حرام پیشے سودی کاروبار، رشوت، انعامی بانڈ، نمبر کے سودی لین دین، بیمہ، حرام ملازمت، حجامت جس میں ڈاڑھی مونڈھنا اور انگریزی بال بنانا پڑتے، لین دین یعنی خرید و فروخت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا، پھلوں کی خلاف شریعت بیع، شراب کی خرید و فروخت، جوئے کے مختلف اقسام کے کاروبار، غرض ہر حرام پیشہ جس میں ذرا بھی شبہ ہو ترک کردے، حلال روزی کو اپنا شعار بنائے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

ایک روایت میں طلب علم کو ہر صاحب ایمان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں اس علم سے مراد حلال اور حرام کا علم ہے۔ ارشاد فرمایا:

"جو شخص اپنے اہل و عیال کے لیے حلال کمانے کی جدوجہد کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص پارسائی کے ساتھ دنیا طلب کرے وہ شہداء کے درجے میں ہے۔" (طبرانی)

"جو شخص چالیس دن تک حلال کھانا کھائے اللہ اس کے دل کو نور سے بھر دیتے ہیں اور اس کے دل سے زبان پر حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں۔" (ابو نعیم)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے دعا فرما دیجیے تاکہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں اور باری تعالیٰ میری کوئی دعا رد نہ فرمائیں۔ ارشاد فرمایا:

"حلال کھانا کھایا کرو، تمہاری دُعا قبول کی جائے گی۔" (طبرانی)

خیر دینکم الورع "تمہارا بہترین دین تقویٰ ہے۔"

"جو شخص ورع کی حالت میں اللہ سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ اسے تمام اسلام کا ثواب مرحمت فرمائیں گے۔"

آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (پ ۱۸، ر ۴، آیت ۵۱)

"عمدہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔"

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۝ (پ ۵ ر ۲ آیت ۲۹)

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔"

بعض لوگ بظاہر حلال پیشہ مثلاً دکانداری یا حلال ملازمت کرتے ہیں مگر اس میں ناپ تول میں کمی کر کے یا ملازمت کے اوقات میں خیانت کر کے اپنی روزی میں حرام شامل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے "ویل للمطففین" (ہلاکت ہے کم تولنے والوں کیلئے)۔ یہ سخت گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ پانچ خصلتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو (تو ان کے نتائج بد مذکورہ ذیل صورتوں میں بھگتنے پڑیں گے) اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو وہ یہ ہیں:

۱- جب کسی قوم میں فحش و بے حیائی پھیلتی ہے تو اس کی وجہ سے اس پر لعنت اور پھٹکار ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں طاعون اور ایسے ایسے درد (امراض) پھیل جاتے ہیں جن کو ان کے بڑوں نے کبھی دیکھا نہ سنا۔

۲- اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو ان کو قحط اور گرانی گھیر لیتی ہے خواہ بارش ہو یا نہ ہو نیز ان لوگوں کے مطالبے اور قرضے وغیرہ زیادہ ہو جاتے ہیں ان کے حکام ان پر ظلم کرنے لگتے ہیں۔

۳- اور جب کوئی قوم زکوٰۃ دینے میں کوتاہی کرنے لگتی ہے تو بارش وقت پر نہیں ہوتی اور اگر بہائم جانور نہ ہوتے تو ایسے لوگوں پر کبھی بارش نہ ہوتی۔

۴- اور جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر دوسری قوموں کے دشمن مسلط کر دیتے ہیں جو ان کے اموال ناجائز طریق پر چھین لیتے ہیں۔

۵- اور جب مسلمان حکام قرآنی احکام و قانون جاری نہیں کرتے تو مسلمانوں کے آپس میں اختلافات اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔ (ابن ماجہ والبزار والبیہقی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم زواجر ۱۹۹ ج ۱)

۶- تنبیہ اس حدیث کے الفاظ کو غور سے دیکھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے صدق کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو جائے۔ آج کل مسلمانوں میں عموماً یہ پانچوں خصلتیں پھیل گئی ہیں تو انکے نتائج بد جو حدیث مذکور میں وارد ہیں وہ بھی عام ہو گئے اور یہی وہ مصائب ہیں

جن سے مسلمانوں پر زمین تنگ ہورہی ہے لیکن افسوس ہے کہ حدیث کے ایسے کھلے ہوئے ارشادات کے باوجود ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں اور مصائب موجودہ کودور کرنے کے لیے عقلاء زمانہ طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں لیکن ان کے جواصلی اسباب حدیث میں بیان کیے گئے ہیں ان کے ازالہ کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوتی۔(فلاملجاء و لا منجاً من اللّٰہ الا الیہ) ان خصلتوں میں ایک وہ بھی ہے جس کے لیے یہ عنوان قائم کیا گیایعنی ناپ تول کی کمی،اس میں یہ نہیں کہ دھوکہ دے کرکوئی خاص مقدار بچالی جائے بلکہ بالمقصد معمولی فرق ماشوں،تولوں یا گرہ آدھ گرہ کا بھی وہی حکم ہے۔اسی لیے قرآن کریم میں ان لوگوں کو مطففین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔یعنی شتق طفیف (خفیف) کے لیے خیانت کرنے والے کیوں کہ ناپ تول میں سارے دن کوئی تاجر کمی کرتا رہے تو شاید دن بھر میں آدھ سیر،پاؤ سیر یا آدھ گز،پاؤ گز بچائے گا۔ یہ ہر مرتبہ ایک شدید کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوااور گناہوں کے انبار عظیم کے بدلے میں پاؤ سیر غلہ یا پاؤ گز کپڑا ملاتو کتنی دنائت وخست اور خسارہ وحیرت کی چیز ہے۔اسی لیے بعض سلف نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ بربادی پھر بربادی ہے۔ان لوگوں کے لیے جوایک دانہ کے لیے محنت کی نعمتوں کوقربان کریں اور جہنم کا وہ عذاب الیم خریدیں جس سے پہاڑ پگھل جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب بازار تشریف لے جاتے تو دُکانداروں کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے کہ ناپ تول میں اللہ سے ڈروکیوں کہ قیامت کے دن مطففین ایسے کھڑے کیے جائیں گے جہاں کی شدت کے سبب لوگوں کا پسینہ دریا کی طرح بہتا ہواان کے نصف کانوں تک پہنچ جائے گا۔

اور بعض سلف نے بیان کیا کہ میں ایک مریض جاں بلب کی عیادت کوگیا۔اس کوکلمہ شہادت کی تلقین کی۔اس نے کہنا چاہا مگر زبان نہ اُٹھی۔کچھ دیر کے بعداس کو کچھ افاقہ ہواتو میں نے پوچھا کہ جب میں نے کلمہ کی تلقین کی تم نے کیوں نہ پڑھا؟اس نے کہا بھائی ترازو کا کانٹا میری زبان پر رکھا ہوا تھا جس کے سبب میں کلمہ نہ پڑھ سکتا تھا۔میں نے اس سے پوچھا کیا تم کم تولا کرتے تھے اس نے کہا بخدا ہرگز نہیں۔ہاں یہ بات اکثر ہوجاتی تھی کہ میں زمانہ دراز تک اپنی ترازو میں باڑ انہیں کرتا تھااس میں کچھ فرق پڑجاتا ہوگا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کوکسب حرام سے بچنے کی توفیق عطافرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

کسب حرام سے بچاؤ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کر دیا ہے۔'' (متفق علیہ)

ف: آج کل تصویروں کی عام طور پر خرید وفروخت ہو رہی ہے۔ یہ اس حدیث شریف کی رُو سے حرام ہے۔ (نیز عام طور پر گائے بھینس وغیرہ مر جائے تو چمار وغیرہ کو دیتے ہیں اور اُس کا عوض لیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل حرام ہے، مردار کا کوئی عوض لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی مردار کی کھال اپنے طور پر مزدوری دے کر یا ویسے ہی رنگوالی جاوے تو رنگنے کے بعد اُس کی خرید وفروخت دُرست ہے)۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاجر لوگ قیامت کے دن (فجار یعنی نافرمان) ہونے کی حالت میں اُٹھائے جاویں گے مگر وہ شخص جس نے (خرید و فروخت) میں تقویٰ اختیار کیا اور سچی قسم کھائی اور سچ بولا۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی)

حدیث سوم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت کی ہے۔'' (مسلم) افسوس آج کل یہ سب کام بے دھڑک کیے جا رہے ہیں۔

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کسی نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اُس پر مطلع نہیں کیا وہ ہمیشہ خدا کی دشمنی اور غصہ میں رہتا ہے یا (یوں فرمایا) اُس پر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی ظلماً لے لی ہو بے شک قیامت کے دن وہ اس کے گلے میں ڈالی جائے گی ساتوں زمین سے۔'' (متفق علیہ) یعنی جتنی زمین دبائی ہے اتنی ہی زمین ساتوں زمین کی گہرائی تک گلے میں ڈالی جاوے گی بلکہ دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ زمین خود اُسی ظالم سے کھدوائی جاوے گی جو لوگ دوسروں کو حق نہیں دیتے وہ ذرا خیال کریں کہ کس قدر وبال اپنے ذمہ لے رہے ہیں خاص کر

بعض ملکوں میں (مثلاً پنجاب وغیرہ میں) تو ہمشیرہ وغیرہ وارثان شرعیہ کو بالکل ہی محروم قرار دے رکھا ہے۔اس بارے میں رسالہ غصب میراث ضرور دیکھ لیا جاوے۔

حدیث ششم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے اور دلوانے والے پر۔'' (احمد،بیہقی)

حدیث ہفتم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ (جیسا کہ بعض لوگ نیلام والوں سے مل کر بولی بڑھاتے رہتے ہیں تا کہ دوسرا شخص دھوکہ میں آ کر زیادہ قیمت لگادے) اور اونٹنی اور بکری (ونیز دیگر مویشی) کا دودھ نہ روکو (جیسا کہ بعض لوگ خریدار کو دھوکہ دینے کے واسطے کیا کرتے ہیں)۔'' (متفق علیہ)

حدیث ہشتم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دھوکہ دے وہ مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں ہے۔'' (مسلم)

ف: معاملات کی صفائی اور کسب حرام سے پرہیز کے متعلق یہ چند روایتیں لکھی گئی ہیں جن سے حرام خوری کی مذمت اور اُس کی اکثر ضروری صورتیں معلوم ہوگئی ہیں۔زیادہ تفصیل کے لیے بہشتی زیور اور صفائی معاملات کا مطالعہ ضروری ہے۔

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریق پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو (تو مضائقہ نہیں) اور تم ایک دوسرے کو قتل مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہیں۔''

معزز سامعین حضرات! آج کا موضوع کسب حلال سے متعلق ہے۔حلال روزی کمانے کو حدیث مبارکہ میں فرضوں کے بعد ایک فرض ہے یعنی جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج فرض ہیں اسی طرح حلال روزی کمانا بھی ایک فرض اور عبادت ہے۔اسی بناء پر دوسری حدیث مبارکہ میں "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ" (یعنی حلال روزی کمانے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے)۔ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے محنت اور مشقت سے روزی کمائے گا اس کی نظر دوسروں کی جیبوں پر نہیں ہوگی بلکہ اس کے اندر خوداعتمادی اور قناعت پیدا ہوگی۔وہ دوسروں کا محتاج نہ ہوگا بلکہ محتاجوں کی مدد کرنے والا بنے گا۔اسی بناء پر دنیا کمانے سے منع نہیں کیا گیا ہاں حب دنیا سے منع کیا گیا۔چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ

''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔''

گویا کسب دنیا مذموم نہیں حب دنیا مذموم ہے۔ضروریات زندگی کی خاطر دنیا ہاتھ میں ہو تو کوئی حرج لیکن دل میں دنیا بسی نہ ہو بلکہ دل میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت موجزن ہو۔عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب قدس سرہ نے اس مضمون کو خوب ادا فرمایا ہے۔

کسب دنیا تو کر ہوس کم رکھ اس پہ تو دین کو مقدم رکھ
دینے لگتا ہے دھواں یہ چراغ اِک ذرا اس کی لو کو مدھم رکھ

چنانچہ ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یعنی کسی شخص نے اپنے ہاتھ کے کمائے ہوئے کھانے سے بہتر کھانا نہیں' بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔''حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت اور سلطنت بھی عطا فرمائی تھی۔

ع یار ما ایں دارد و آں نیز ھم

اس کے باوجود وہ روزی اپنے ہاتھ سے خود کما کر کھاتے تھے۔چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط

''اور ہم نے اس کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کر دیا (اور یہ حکم دیا) کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کرو۔''

غرض حضرت داؤد علیہ السلام بڑے بڑے گارڈر اور زرہیں بغیر کسی ہتھیار کے اپنے ہاتھ سے ضرورت کے مطابق توڑ مروڑ لیتے تھے۔باوجود سلطنت کے لوہاروں والا اعلیٰ قسم کا پیشہ تھا۔حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیتے تھے' درزیوں والا پیشہ اختیار کیا تھا۔حضرت آدم علیہ السلام کا پیشہ زراعت تھا' کاشتکاری کرتے تھے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی زیر نگرانی میں کشتی تیار کرائی تھی۔

غرض کسی قسم کا پیشہ اختیار کرنا کوئی معیوب نہیں۔سلطان ناصر الدین اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بن کر فروخت کر کے اپنا گزارہ کرتا تھا۔حضرت اورنگزیب عالمگیر قرآن حکیم کی کتابت کرتے تھے۔امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے تاجر تھے۔امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔غرض حلال مال کے حاصل کرنے کے لیے جائز پیشہ اختیار کرنے کی احادیث میں بہت فضائل مذکور ہیں۔چنانچہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا' امانت والا تاجر (قیامت میں) پیغمبروں اور ولیوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی ودارمی ودار قطنی)

ف: اس میں حلال تجارت کی فضیلت ہے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص نے کوئی کھانا اس سے اچھا نہیں کھایا کہ اپنی دستکاری سے کھائے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنی دستکاری سے کھاتے تھے۔'' (بخاری) اور وہ دستکاری زرہ بنانا ہے۔ جیسا قرآن مجید میں آیا ہے اور اس سے حلال دستکاری کی فضیلت معلوم ہوئی۔ البتہ حرام دستکاری گناہ کی چیز ہے جیسے جاندار کا فوٹو لینا یا تصویر بنانا' باجے بنانا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اور آپ نے بھی چرائی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! میں اہل مکہ کی بکریاں کچھ قیراطوں پر چرایا کرتا تھا۔'' (بخاری)

ف: قیراط دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے اور دینار ہمارے سکے سے قریب پونے تین روپے کا ہوتا ہے تو قیراط دو پائی کم دو آنے کا ہوا۔ غالباً ہر بکری کی چرائی اتنی ٹھہر جاتی ہوگی اور اس سے ایسی مزدوری کی فضیلت معلوم ہوئی جس میں کئی شخصوں کا کام کیا جائے۔ (بشرطیکہ دین کی ذلت نہ ہو جیسے مسلمان کسی کافر کی بہت ذلیل خدمت کرے)

حضرت عتبہ بن الندر رضی اللہ تعالیٰ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو آٹھ یا دس برس کے لیے نوکر رکھ دیا تھا۔ (حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے پر)'' (احمد وابن ماجہ)

ف: یہ قصہ قرآن مجید میں بھی ہے اسی لیے ایسی نوکری کی فضیلت معلوم ہوئی جس میں ایک ہی شخص کا کام کیا جائے۔

حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا کہ اس کا کچھ حرج نہیں۔'' (مسلم)

ف: اس سے جائز کرایہ کی آمدنی کی اجازت معلوم ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ کوئی درخت لگادے یا کچھ کھیتی کرے، پھر اس سے پھر آدمی یا کوئی پرندہ یا کوئی مویشی کھاوے مگر اس شخص کے لیے وہ (بجائے) خیرات ہوتا ہے۔(یعنی خیرات کا ثواب ملتا ہے)'' (بخاری ومسلم)

ف: اس سے کھیتی کرنے کی اور اسی طرح درخت یا باغ لگانے کی کیسی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو یہ بھی آمدنی کا ایک پسندیدہ ذریعہ ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (ایک لمبی حدیث میں) کہ ''ایک شخص انصار میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے گھر سے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ پانی پینے کا منگا کر اور اس کو نیلام کر کے اس کی قیمت میں سے کچھ اناج اور ایک کلہاڑی خرید کر اس کو دے کر فرمایا کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچو۔ پھر فرمایا: یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ مانگنے کا کام (قیامت کے دن)'تمہارے چہرے پر (ذلت کا) ایک داغ ہو کر ظاہر ہو۔'' (ابوداؤد وابن ماجہ)

ف: اس سے ثابت ہوا کہ حلال پیشہ کیسا ہی گھٹیا ہو' اگرچہ گھاس ہی کھودنا ہو مانگنے سے اچھا ہے۔ اگرچہ شان ہی بنا کر مانگا جائے جیسے بہت لوگوں نے چندہ مانگنے کا پیشہ کر لیا ہے۔ جس سے اپنی ذات اور دوسرے پر گرانی ہوتی ہے۔

اسی طرح اکثر لوگوں نے محض کاہلی اور سستی کی بناء پر گداگری کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے کہ اس میں محنت اور مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی اور تھوڑے سے وقت میں معقول رقم ہاتھ آ جاتی ہے۔ اسی بناء پر ہٹے کٹے ضخیم شحیم گداگر مساجد کے دروازوں میں کھڑے ہو کر بھیک مانگتے ہیں۔ یہاں تک کہ مساجد میں گھس کر بعد جماعت نمازیوں سے اپیل کرتے ہیں۔ ایسے غیر مستحق گداگروں کو بھیک دینا بھی منع ہے تاکہ کام چوری اور حرام خوری کی عادت ان لوگوں کو نہ پڑے اور یہ لوگ قیامت کی ذلت و رسوائی سے بچ سکیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے فاقہ میں مبتلا ہوئے بغیر یا ناقابل برداشت عیال داری کے بغیر اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اس فقر و تنگ دستی کے حالات کچھ اس طرح بنتے ہیں کہ اس شخص کو کچھ اندازہ اور وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرتا ہے اور

اسے (اچانک) نہ فاقہ پیش آیا اور نہ ایسا عیالدار ہے کہ اپنے بال بچوں کا سنبھالنا اس کے بس سے باہر ہو تو یہ شخص قیامت کے دن اس حال میں حاضر ہوگا کہ چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بھیک مانگنے والے آدمی کو بھیک کی بری عادت لگی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

اس لیے گداگری کی بجائے حلال پیشہ اختیار کیا جائے اور محنت و مشقت کی عادت ڈالی جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

"جو شخص حلال رزق کمانے میں تھک کر شام کرے وہ اس حال میں رات گزارے گا کہ اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس حال میں صبح کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔"

معلوم ہوا کہ محنت مزدوری کرنا حلال رزق کی خاطر کوئی معیوب نہیں بلکہ رزق حلال کی خاطر کسی قسم کا پیشہ اختیار کرنے میں کوئی عار نہیں یا جائز ملازمت اختیار کر کے روزی کمانا بھی عبادت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

حقوق عامہ وخاصہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ کرو قتل تم اولاد کو تنگ دستی سے ڈر کر (جیسا کہ کفار کرتے تھے) ونیز ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے لیے بھی حقوق ہیں جیسا کہ ان پر مردوں کے حقوق ہیں ونیز ارشاد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور (دوسرے) اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہگیر کے ساتھ بھی اور ان (غلام لونڈیوں) کے ساتھ بھی (جو شرعاً) تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں۔''

حدیث ۱۔''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤمن کے لیے مؤمن کے ذمہ چھ حق ہیں جب وہ مریض ہو تو اس کی عیادت (بیمار پرسی) کرے اور جب انتقال ہو جاوے تو اس کے (جنازہ) پر حاضر ہووے اور جب دعوت کرے تو قبول کر لے۔ (بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر عذر ہو تو قبول نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی شرعی عذر ہو تو قبول کرنا جائز بھی نہیں ہے اور قبول دعوت کا حکم عام ہے' خواہ کھانے کے لیے دعوت ہو یا کسی اور ضرورت کے لیے ہر دعوت کو قبول کرنا حق مسلم ہے) اور جب وہ ملے تو سلام کرے اور جب چھینکے (اور الحمد للہ کہے تو سننے والا) یرحمک اللہ کہے اور وہ غائب ہو یا حاضر ہو (ہر حال میں) اس کی خیر خواہی کرے۔'' (نسائی)

حدیث ۲۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۳۔''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب مؤمن ایک آدمی کی مانند ہیں کہ اگر آدمی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو کل بدن کو تکلیف پہنچتی ہے اور اگر سر میں تکلیف

ہوتو تب بھی کل بدن کو تکلیف پہنچتی ہے۔'' (مسلم) اسی طرح اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہوتو سب مسلمانوں کو تکلیف ہونا چاہیے۔

حدیث ۴ -''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب باتوں سے زیادہ جھوٹی ہے (یعنی بدگمانی کی بات اکثر جھوٹی نکلتی ہے) اور نہ خود عیب تلاش کرو نہ کسی سے کسی کے عیب کی جستجو کیا کرو (لیکن اگر حاکم وغیرہ قوی قرینہ کی بناء پر تحقیق واقعہ کریں تو تجسس ممنوع نہیں ہے) اور دھوکہ دینے کو (نیلام میں) قیمت نہ بڑھاؤ اور آپس میں حسد نہ کرو اور نہ آپس میں کینہ رکھو اور نہ آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندے سے بھائی (ہوکر) رہو۔'' (متفق علیہ)

آیت مبارکہ:''فرمایا حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔''

اضافہ:''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے کیا تعجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام برا بھی لگتا ہے اور جو (ان حرکتوں سے باز نہ آویں گے تو) وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کے عیب کا سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے۔''

بزرگان محترم! آج خطبہ میں جو آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ پڑھی ہیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے اس کا موضوع حقوق عامہ و خاصہ ہے۔اس موضوع سے متعلق چند اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم سن لیجئے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیوہ اور غریبوں کے کاموں میں سعی کرے وہ (ثواب میں) اس شخص کے مثل ہے جو جہاد میں سعی کرے۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ شخص جو کسی یتیم کو اپنے ذمہ رکھ لے خواہ وہ یتیم اس کا (کچھ لگتا) ہو اور خواہ غیر کا ہو، ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے

اشارہ فرمایا اور دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی کر دیا (کیونکہ نبی اور غیر نبی میں فرق تو ضروری ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں رہنا کیا تھوڑی بات ہے)۔(بخاری)

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو باہمی ہمدردی اور باہمی محبت اور باہمی شفقت میں ایسا دیکھو گے جیسے (جاندار) بدن ہوتا ہے کہ جب اس کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بدخوابی اور بیماری میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔(بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا یا صاحب حاجت آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہؓ سے) فرماتے کہ تم سفارش کر دیا کرو تم کو ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہے حکم دے دے (یعنی میری زبان سے وہی نکلے گا جو اللہ تعالیٰ کو دلوانا ہوگا مگر تم کو مفت کا ثواب مل جاوے گا اور یہ اس وقت ہے جب جس سے سفارش کی جاوے اس کو گرانی نہ ہو۔ جیسا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔(بخاری ومسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی مدد کر، خواہ وہ ظالم ہو خواہ وہ مظلوم ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مظلوم ہونے کی حالت میں تو مدد کر دوں مگر ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو ظلم سے روک دے، یہی تمہاری مدد کرنا ہے اس ظالم کی۔(بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ کسی مصیبت میں اس کا ساتھ چھوڑ دے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اس کی سختی دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔(بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ فرمایا: آدمی کے لیے یہ شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے (یعنی اگر کسی میں یہ بات ہو اور کوئی شر کی بات نہ ہو تب بھی اس میں شر کی کمی نہیں) مسلمان کی ساری

چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کی جان اور اس کا مال اور اس کی آبرو (یعنی نہ اس کی جان کو تکلیف دینا جائز اور نہ اس کے مال کا نقصان کرنا اور نہ اس کی آبرو کو کوئی صدمہ پہنچانا' مثلاً اس کا عیب کھولنا' اس کی غیبت کرنا وغیرہ)۔(مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ (پورا) ایماندار نہیں بنتا یہاں تک کہ اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔(بخاری و مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہ جاوے گا جس کا پڑوسی اس کے خطرات سے مطمئن نہ ہو (یعنی اس سے اندیشہ ضرر کا لگا رہے)۔(مسلم)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت سے خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑی عمر والے کی عزت نہ کرے اور بُرے کام سے منع نہ کرے (کیونکہ یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ موقع پر اس کو دین کی باتیں بتلا دیا کرے' مگر نرمی اور تہذیب سے)۔(ترمذی)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہوتی ہو اور وہ اس کی حمایت پر قادر ہو اور اس کی حمایت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی حمایت فرمائے گا اور اگر اس کی حمایت نہ کی حالانکہ وہ اس کی حمایت پر قادر تھا تو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس پر گرفت فرمائے گا۔(شرح السنہ)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی کا) کوئی عیب دیکھے' پھر اس کو چھپالے (یعنی دوسروں سے ظاہر نہ کرے) وہ (ثواب میں) ایسا ہوگا جیسے کسی نے زندہ درگور لڑکی کی جان بچالی (کہ قبر سے اس کو زندہ نکال لیا)۔(احمد و ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر اس (اپنے بھائی) میں کوئی گندی

بات دیکھے تو اس سے (اس طرح) دور کردے (جیسے آئینہ داغ دھبہ چہرے کا اس طرح صاف کردیتا ہے کہ صرف عیب والے پر تو ظاہر کردیتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔اسی طرح اس شخص کو چاہیے کہ اس کے عیب کی خفیہ طور پر اصلاح کردے فضیحت نہ کرے)۔(ترمذی)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اُن کے مرتبے پر رکھو۔(یعنی ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے موافق برتاؤ کرو' سب کو ایک لکڑی سے مت ہانکو)۔(ابوداؤد)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' فرماتے تھے وہ شخص (پورا) ایماندار نہیں جو خود اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کے برابر میں بھوکا رہے۔(بیہقی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن الفت (اور لگاؤ) کا محل اور خانہ ہے اور اس شخص میں خیر نہیں جو کسی سے نہ خود اُلفت رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے۔(یعنی سب سے روکھا اور الگ رہے' کسی سے میل ہی نہ ہو باقی دین کی حفاظت کے لیے کسی سے تعلق نہ رکھنا یا کم رکھنا وہ اس سے مستثنیٰ ہے)۔(احمد و بیہقی)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری اُمت میں سے کسی کی حاجت پوری کرے صرف اس نیت سے کہ اس کو مسرور (اور خوش) کرے سو اس شخص نے مجھ کو مسرور کیا اور جس نے مجھ کو مسرور کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا۔(بیہقی)

☆ نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی پریشان حال کی امداد کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر ۷۳ مغفرت لکھے گا جن میں ایک مغفرت تو اس کے تمام کاموں کی اصلاح کے لیے کافی ہے اور بہتر ۷۲ مغفرت قیامت کے دن اس کے لیے درجات ہو جاویں گے۔(بیہقی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے یا ویسے ہی ملاقات کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو بھی پاکیزہ ہے اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہے تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا ہے۔(ترمذی)

☆ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کردے، اس طرح سے کہ دونوں ملیں اور یہ اِدھر کو منہ پھیر لے اور وہ اُدھر کو منہ پھیر لے اور اِن دونوں میں اچھا وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کی مخفی حالت کی کرید مت کرو، نہ اچھی حالت کی نہ بری حالت کی اور نہ دھوکہ دینے کو کسی چیز کے دام بڑھاؤ اور نہ آپس میں حسد کرو نہ بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرو اور اے اللہ کے بندو! سب بھائی بھائی ہو کر رہو اور ایک روایت میں ہے نہ ایک دوسرے پر رشک کرو۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں (اس وقت ان ہی چھ کے ذکر کا موقع تھا)

عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱- جب اس سے ملنا ہو اس کو سلام کر

۲- اور جب وہ تجھ کو بلاوے تو قبول کر

۳- اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے اس کی خیر خواہی کر

۴- اور جب چھینک لے اور الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہہ

۵- اور جب بیمار ہو جاوے اس کی عیادت کر

۶- اور جب مر جاوے اس کے جنازہ کے ساتھ جا (مسلم)

☆ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی (کسی دنیوی یا دینی بری) حالت پر خوشی مت ظاہر کر، کبھی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمادے اور تجھ کو مبتلا کردے۔ (ترمذی)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندگانِ خدا میں سے سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو چغلیاں پہنچاتے ہیں اور دوستوں میں جدائی ڈلوا دیتے ہیں۔ الخ (احمد وبیہقی)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے نہ (خواہ مخواہ) بحث کیا کر! اور نہ اس سے (ایسی) دل لگی کر (جو اس کو ناگوار ہو) اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جس کو تو نہ پورا کرے۔ (ترمذی)

ف: البتہ اگر کسی عذر کے سبب پورا نہ کر سکے تو معذور ہے۔ چنانچہ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس وقت وعدہ پورا کرنے کی نیت تھی مگر وعدہ پورا نہیں کر سکا اور اگر آنے کا وعدہ تھا تو) وقت پر نہ آ سکا (اس کا یہی مطلب ہے کہ کسی عذر کے سبب ایسا ہو گیا) تو اس پر گناہ نہ ہوگا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

☆ عیاض مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ سب آدمی تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے (کیونکہ فخر اور ظلم تکبر ہی سے ہوتا ہے)۔ (مسلم)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری و مسلم)

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچاوے اس کے ساتھ فریب کرے۔ (ترمذی) (یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں)

یہ تو عام مسلمانوں کے کثیر الوقوع حقوق ہیں اور خاص اسباب سے اور خاص حالات سے خاص حقوق بھی ہیں۔ سب کے ادا کی خوب کوشش رکھو کیونکہ اس میں بہت بے پروائی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ (آمین)

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو ادائیگی حقوق العباد کا خصوصی اہتمام رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھا خطبہ

دھوکہ کھانے کی برائی

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

غرور کے معنی ہیں دھوکہ کھانے کے یعنی خواہش نفسانی کے موافق جو بات ہوتی ہے انسان اس کو خواہ مخواہ کسی بے بنیاد دلیل کی وجہ سے یا محض شیطانی فریب سے صحیح سمجھ بیٹھتا ہے اور اس قسم کی غلطی بعض مرتبہ کفر تک پہنچا دیتی ہے بعض مرتبہ بدعت تک کبھی علماً ہوتی ہے کبھی عملاً کبھی ظاہری ہوتی ہے کبھی باطنی کبھی مالی کبھی بدنی۔ خدا تعالیٰ سب کے اپنی حفاظت میں رکھے۔

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ دھوکے میں نہ ڈالے تم کو دنیوی زندگی اور نہ دھوکے باز (یعنی شیطان) تم کو اللہ سے دھوکے میں ڈالے، و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دیا غرور نے (یعنی شیطان نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (بھی) جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن (بلا سند) دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں۔ (ویسے ہی بے بنیاد) خیالات پکا لیتے ہیں۔

حدیث ۱: اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور نادان وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے پیچھے لگایا۔ اور (پھر بھی) اللہ سے (بدون توبہ کے) امید مغفرت کرتا رہا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۲: و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس (دین) کی تابعدار نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔ (شرح السنہ)

حدیث ۳: نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں خواہش اس طرح سرایت کر دی جاویں گی جس طرح کہ باؤلے

کتے میں ہڑک سرایت کر جاتی ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا جس میں وہ داخل نہ ہوئی ہو۔ (احمد ابوداؤد)

حدیث ۴: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کہا (یعنی محض اپنی رائے سے تفسیر کی) پس چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ترمذی)

حدیث ۵: نیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب کاموں سے برا کام بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہدایت آ چکی ہے۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے، سو (ایسا نہیں ہے کیونکہ کہ ہر تمنا) خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت (کی بھی) اور دنیا (کی بھی)۔

اضافہ: و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اخیر زمانہ میں ایسے آدمی ہوں گے جو دین کے ذریعہ دھوکہ دے کر دنیا حاصل کریں گے (لوگوں کو دکھانے) کے واسطے بھیڑ کی کھال پہنیں گے، نرمی (تواضع) ظاہر کرنے کی غرض سے ان کی زبان شکر سے زیادہ میٹھی ہوگی۔ حالانکہ کے ان کے دل بھیڑیوں کے دل جیسے (سخت) ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا وہ لوگ میری وجہ سے (یعنی میرے ڈھیل دینے کی وجہ سے) دھوکہ کھا رہے ہیں۔ یا مجھ پر دلیری کرتے ہیں پس اپنی قسم کھائی ہے کہ ضرور ان پر انہیں میں سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بڑے عقل مند آدمی کو بھی حیران کر دے (کہ باوجود عقل کے کوئی تدبیر نہ ہو سکے) (ترمذی)

بزرگو، دوستو، عزیزو، بھائیو! آج خطبہ جمعہ کا عنوان ہے "غرور کی مذمت" خطبہ اور اس کے ترجمہ میں جو آیت مبارکہ اور اس کا ترجمہ آپ نے سنا اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں ڈال نہ دے یعنی دنیا کی زیب و زینت، دلکشی، رعنائی اور زیبائی انسان کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے اور انسان آخرت کو بھول جاتا ہے اسی طرح شیطان انسان کو دھوکہ میں ڈال کر گمراہ کر دیتا ہے اور یہی باور کراتا ہے کہ جو کچھ ہے سب دنیا ہے اور اسی میں محو ہو کر انسان آخرت کو بھول جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی اور ابدی ہے اور آخر کار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر پوری زندگی کا جن و انس نے حساب و کتاب دینا ہے۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور لحد میں میت گزرنی ہے ضرور
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جوکرنا ہے آخرت موت ہے

ارشادخداوندی ہے:**اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون.**

حق تعالیٰ شکایت فرماتے ہیں۔ان کا حساب کا قریب آنے لگا اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے حساب سر پر،انہیں پتہ نہیں،وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔

کسی اخبار کو صبح اپنے ہاتھ میں لو،اوراس پر ایک نظر دوڑاؤ تو پتہ چل جاتا ہے کہ کتنوں کا حساب آج آگیا ہے...... جو مر گیا اس کا حساب آگیا۔تو موت کوئی دور کی چیز تو رہی نہیں۔

ایک دن میں لاکھوں ، ایک اخبار میں سینکڑوں ، کئی لاشیں روز نظر آتی ہیں۔جن کا حساب روز بروز آجاتا ہے۔کسی صاحب نے فرمایا:

عمر عزیز لائق سوز و گداز نیست ایں رشتہ رامسوز کہ چندیں دراز نیست

وہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ عمر عزیز جلانے کے،ضائع کرنے کے لائق نہیں ہے اس زندگی رشتہ کو رشتہ تاگے کو کہتے ہیں ...... زندگی کے اس تاگے کو جلاؤ نہیں اس لئے کہ زیادہ لمبا نہیں جلدی جل جائے گا۔پھر ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! خدا کے عذاب سے ڈرتے رہو اس دن سے پہلے جس دن نہ کوئی والد اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے والد کے کام آئے گا،کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوگا ...... ہر شخص اپنا ہی حال لے کر کھڑا ہوگا کہ...... لاؤ کیا لائے ہو؟ بس وہی کچھ ہوگا اور کچھ نہیں،نہ باپ نہ بیٹا،کچھ نہیں نہ بیوی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اے لوگو! تم خود نفس سے حساب لے لو بیشتر اس کے اس کا حساب لے لیا جائے۔اور تیاری کرلو خدا کے سامنے بڑی پیشی کے دن کی،خدا کے سامنے ایک بڑی پیشی کا دن آئے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو!اس کی تیاری کرلو،اور وہ دن کونسا ہوگا؟ جب کسی کی کوئی بات چھپ نہ سکے گی،سب ظاہر ہوگی۔جب ساری برائیاں ظاہر ہوں گی اور ذلت کے سامان سامنے نظر آئیں گے۔تو اے عزت والو!اس وقت کی عزت کا بھی خیال کرلو۔کیا ہوگا؟

کسی صاحب نے کہا:

کل پاؤں اک کاسہ سر پر جو جاپڑا ہر چند وہ استخوان شکستہ سے چور تھا

ایک سر تھا، ٹوٹا، پاؤں اس پر آ گیا، یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ رہی تھیں جب اس کے پاؤں کو دیکھا تو بولا کہنے لگا۔

دیکھ کے چل راہ اے بے خبر کبھی میں بھی کسی کا سر پر غرور تھا

اے احمق! ذرا سوچ کر تو چل، یہ غرور جو آج تیرے سر میں سمایا ہوا ہے، یہ اس سر میں بھی تھا، اب وہ جاتا رہا، اور یہ غرور جو میرا جاتا رہا اے پاؤں ڈالنے والے یہ غرور تمہارا بھی جاتا رہے گا۔ تو خوب سمجھ لو! اس دھوکے کی دنیا سے کیا فائدہ کیا......

کسی اور شخص نے کہا: کل ہوس اس طرح ترغیب دیتی تھی مجھے

کل ہوس۔ نفسانی خواہش...... اس طرح مجھے مزے کی ترغیبیں دیتی تھی۔ کیا؟

کیا خوب ملک روس ہے اور قلمروئے طوس ہے گر میسر ہو گیا عشرت سے کیجئے زندگی

اگر ہو سکے تو لے لو مزے گر میسر ہو گیا عشرت سے کیجئے زندگی

ہو سکے تو لوٹ لو مزے۔ اس طرح آواز طبل ادھر عہد ائے کوس ہے۔

ادھر ڈھول بج رہا ہے ادھر کوس بج رہا ہے، مزے کی آوازیں ہوتی ہیں۔ لوٹ لو لذتیں، بڑے مزلے کی لذتیں ہیں، ان کو لوٹ لو۔

صبح تا شام چلتا ہے مئے گلگوں کا دور

بڑی نفیس شراب کا دور صبح سے شام تک چلتا ہے اپنے پیالے بھرے ہوئے ہیں جام آتے ہیں، پیتے ہیں، لوگ مزے لوٹتے ہیں، تو نفس کہتا ہے...... ذرا کے بندے تو بھی لوٹ لے۔

اور شب ہوئی تو مساؤوں سے کنار و بوس ہے

اور جب رات آئی تو چاند جیسی سوہنیوں سے بغلگیر ہونا ہے اور ان کے بوسے لینے ہیں، کیسے مزے ہیں، لوٹ لو، سنتے ہی غیرت یہ بولی ایک تماشہ میں تجھے عبرت یہ جو سنا تو کہنے لگی کہ سب بات ٹھیک ہے مگر باری میری سن جاؤ۔

چل دکاؤں تو جو قید آزا کا محبوس ہے

تو بڑی بڑی امیدیں رکھے ہوئے ہے، ذرا آ تو سہی، میں بھی تجھے اک خیر دکھاؤں۔

لے گئی یکبارگی گر غریباں کی طرف جس جگہ سو طرح مایوس ہے

عبرت کی طرف لے گئی جس طرف جان تمنا کیسی؟ شہر خموشاں، گزر جاؤ سارے قبرستان

میں سے کوئی چڑیا بولی لے تو بول لے، وہ آدمی جو چڑیا کو ذبح کر دیا کرتا تھا۔ آج نہیں آسکتا۔

مرقدیں دو چار دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

دو چار قبریں مجھ کو دکھلا کر کہنے لگی دیکھوں یہ سکندر کی قبر ہے۔ یہ دارا کی قبر ہے۔ یہ بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں......... یہ کیکاؤس ہے یہ کیکاؤس کی قبر ہے۔

پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

ذرا پوچھو تو سہی کہ دنیا کی جاہ حشمت، جس کو لیے پھرتے تھے۔ اس میں سے سوائے حسرت اور یاس کے اور بھی کوئی چیز آج ان کے پاس نہیں ہے؟ ذرا پوچھ تو لے۔

ہمارے خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا
کوئی بڑا رتبہ پا لیا تو کیا کیا

گنج سیم ذرا بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالیشان بھی بنوایا تو کیا

بھاری محل بنوالیا

دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا
اک دن مرنا ہے آخرت موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخرت موت ہے
جھ کو غافل ، فکر عقبیٰ کچھ نہیں

کھانہ دھوکہ، عیش دنیا کچھ بھی نہیں
زندگی یہ چند روزہ کچھ نہیں

کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں
ہے یہاں سے تجھ کو جانا، ایک دن

اب ذرا غور کریں، ہم بیٹھے باتیں بنا رہے ہیں، کتنے حسین چہرے ہمارے سامنے سے گزرے، ان کی آنکھیں کیسی حسین تھیں، ان کے بال کیسے حسین تھے، ان کے چہرے، ان کے دانت کیسے حسین تھے، ایک نظر سے آدمی تڑپتا تھا، آج ان کا جہاں میں کوئی نشان نہیں، آج کوئی اس کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن

اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

کرلو فکر! جیسے کرو گے وہ مل جائے گا
ضرور ملے گا، اللہ کا وعدہ ہے، ضرور ملے گا

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی اک دن گزرنی ہے ضرور

قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخرت موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سو لوگو! اوروں سے مناظرہ اور لڑائیوں کا کیا فائدہ؟ غیر لوگوں سے لڑائیاں جھگڑے اور فساد کرنے کا کیا فائدہ؟ خود ہی اپنے آپ پر سوال کرو کہ یہ جھگڑا کام آئے گا؟ کچھ نہ آئے گا۔

اپنے پہلو کے اندر بیٹھا ہوا ایک دشمن اس کو نفس کہہ لیجئے دوسرا شیطان کہہ لیجئے، یہ انسان کے اندر بیٹھا ہوا ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ دوسروں کے چہروں سے مکھیاں اڑاتے پھرتے ہیں، لیکن ان مہلک سانپوں کو جو اس نفس کے اندر بھرے ہوئے ہیں کوئی خبر نہیں لیتا۔

قیامت کے دن سوال تو بھائی! یہی ہوگا کہ بتاؤ تم لائے کیا ہو؟ یہ ہرگز سوال نہیں ہوگا کہ کتنا بڑے تھے کتنوں کو مارا تھا۔ کتنوں کو تم نے گالیاں دی تھیں۔

خدا کے بندو! اپنے اپنے رستہ پر چلو، رستے کو کیوں ضائع کرتے ہو۔

لڑائیوں سے بھی کبھی رستے طے ہوتے ہیں، یہ رستے لڑائیوں سے طے نہیں ہوتے اس کا طریقہ یہی ہے کہ انسان ایک سچی چیز کو دیکھ لے، (پھر) اگر اس کی غلطی بھی ہوگی تو اللہ معاف کر دے گا۔ اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے۔

پھر رستہ پہ چلا جائے۔ اور پھر اس کی منزل سیدھے رستے کے سامنے ہے، جلدی نہیں، دیر سے سہی، منزل مقصود اس کو مل جائے گی، ورنہ نتیجہ کیا ہوگا؟ لڑتے رہو تو کیا رستہ طے ہو جائے گا؟

یہ کہتا ہے کہ یہ بریلوی ہے وہ کہتا ہے کہ یہ دیوبندی ہے، خدا کے بندے! اپنے اپنے کام پر لگے رہو، تمہیں کیا پتہ کسی کے دل کا حال کیا ہے؟ کون جانتا ہے؟ کون عالم الغیب ہے؟ کس کو پتہ ہے کہ کسی کے دل کا کیا حال ہے! خدا جانے اس کے دل کا کیا حال ہے۔ جس کو تم دوزخی اور جہنمی سمجھ رہے ہو اور برا کہہ رہے ہو۔ چھوڑو اس قصہ کو۔

یہ سوال تو تم سے ہوگا نہیں، سوال تو یہ ہوگا کہ تم کیا لائے ہو؟ تم نے رستہ قطع کیا کہ نہیں؟ تم اپنے رستے پر چلتے جاؤ، چاروں طرف سے تمہیں گالیاں پڑیں لڑائیاں ہو، جھگڑے ہوں، آنکھیں بند کر لو، اپنے رستے کے اوپر چلے جاؤ۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا (شنیدم میں نے سنا کہ مردان خدا)

دل دشمناں ہم نکردند تنگ (خدا کے آدمیوں نے دشمنوں کے دل کو بھی تنگ نہ کیا)

ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف ست و جنگ

تمہیں یہ کیسے موقع ملے گا۔ کیسے مقام ملے گا کہ تم تو دوستوں سے لڑتے رہو، تو دوستوں سے لڑتا ہے، تو اپنی خبر کیوں نہیں لیتا۔

بھوک تو تمہیں لگ رہی ہے کھانا تمہیں چاہئے دوسروں کو کھیاں کیوں لڑاتے ہو؟ کوئی فائدہ نہیں۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو چو بگذشت برعابد جنگ خو

بہلول اچھی طبیعت والے نے کیسی سوہنی بات کہی جب کہ ایک عابد، عبادت کرنے والے لڑنے والے کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس نے کہا؟ وہ لڑ رہا تھا۔

گراین مدعی دوست بہ شناختے بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

اگر یہ شخص اپنے حقیقی دوست اللہ کو پہچانتا تو دشمن کے درپے نہ ہوتا اس سے لڑنے سے وقت تو ضائع ہو گیا، راستہ قطع کیسے ہوگا؟ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ چلتا جائے۔

اسلام کے معنیٰ ہیں گردن نہادن بطاعت، طاعت میں گردن کو جھکا دینا۔ اور اس کے لغوی معنیٰ ہیں۔ ''سپردن'' اپنے آپ کو اسی کے یعنی اللہ کے سپرد کر دینا اور اپنے سر کو، گردن کو، ڈال دینا، یہ اس کے معنیٰ ہیں، تو بھائی جو اسلام کہتا ہے وہ کرلو تمہارا حرج کیا ہے آخر تمہارا نقصان کیا ہوتا ہے۔ اور لڑنے سے تمہیں ملتا ہے کیا؟ یہ تو بتا دو! جب ملتا کچھ نہیں تو پھرتے لڑتے کیوں ہو؟ کیوں اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہو؟ حقیقی محبوب کی طرف تم کیوں نہیں آتے۔

لا رامے داری دل دروبند (جو تو معشوق رکھتا ہے دل کو اس میں باندھ لے)
دگر چشم از ہمہ عالم فروبند (پھر اپنی آنکھیں تمام دنیا سے بند کر دے)

اب کیا ہوتا ہے، دوڑے پھرتے ہیں، کوئی کسی کی طرف کوئی کسی کی طرف خدا کے بندو! کسی کو اپنا رفیق بناؤ، اور رفیق سچا مل سکتا ہے، جھوٹے آدمی کے پاس بیٹھنے سے چند دن میں پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ آدمی جھوٹا ہے جس کٹورے میں گندہ پانی ہو وہی اس کے اندر سے نکلے گا، چند دنوں میں پتہ لگ جاتا ہے۔ دنیا کے لئے کیسی نعمتیں ہوتی ہیں، تو دین کے لئے چند آدمیوں کے پاس بیٹھ کر تم دیکھ تو لو۔ پھر کسی کو سچا جب تم سمجھ لو پھر اس کا دامن پکڑ لو، اور پھر ادھر ادھر دوڑو نہیں۔

تو غضب کی بات یہ ہے کہ ہمیں اتنا بھی تعلق حق تعالیٰ سے نہ ہو جتنا کہ مجنوں کو لیلیٰ سے تھا۔ مجنوں نے اپنے آپ کو فنا کر کے دکھا دیا۔

کسی نے مجنوں سے پوچھا، تمہارا نام نہیں لیلیٰ کے پاس۔ کہا نام! جہاں میرا محبوب ہو اور پھر وہاں میرا نام رہ جائے.......... ایک کتے کے پاؤں چوم لئے پوچھا کیوں؟ کتے کے پاؤں کیسے چومے؟ کہا میں نے اس کو لیلیٰ کے دیار میں دیکھا تھا، اس کے پاس دیکھا تھا۔ اس کے پاس دیکھنا چھوٹی چیز ہے؟ اس کے پاؤں کو میں نے اس لئے چوما ہے۔

تو بات اصل میں یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں یہ کام مشکل ہے، وجہ اس کی اور کچھ نہیں۔ صرف یہ ہے کہ محبت نہیں محبت ہو تو ہر کام آسان ہو جاتا ہے، محبت نہ ہو تو ہر کام مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ دوزخ کو دیکھا نہیں، ورنہ اس کی تکلیفوں کو دیکھ کر پتہ پھٹ جاتا اور تم کوششیں کرتے اس کے عذاب سے بچنے کے لئے۔ اور جنت کو کسی نے دیکھا نہیں اگر دیکھ لیا ہوتا تو تم اس کی نعمتوں کی تمنائیں کرتے، کوشش کرتے کہ وہ چیزیں تم کو ملیں۔

ایک ایک پیسے کیلئے رالیں ٹپکاؤ اور جنت کی نعمتوں کیلئے کچھ نہ کرو یہ بھی آخر کوئی بات ہے؟

تو خوب سمجھ لو **کل نفسٍ ذائقة الموت**۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ **ثم الینا ترجعون**۔ پھر تم سب نے ہماری طرف کو لوٹنا ہے۔

جب لوٹے، آ گئے ہمارے پاس، اب دو حساب پہلے تھے دار العمل میں، جو چاہتے کرتے، ذخیرے جمع کرتے، سکے جمع کرتے، اب وہ دار العمل ختم ہو گیا، اب اللہ تعالیٰ کے سامنے دار الحساب ہے۔ یہاں کوئی عمل نہیں کوئی نماز نہیں کوئی کچھ کہے جی! نماز پڑھ لینے دو میری بخشش ہو جائے گی روزے رکھ لینے دو کچھ نہیں اب دار الحساب ہے دار العمل گیا۔ اس کی فکر کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کا خیال کرو۔ موت کے برابر کوئی واعظ نہیں۔ اگر جانوروں کو موت کا اتنا پتہ ہوتا جتنا کہ انسان کو ہے تو کوئی فربہ جانور کھانے کو نہ ملتا۔

اور موت! یاد رکھو یہ بڑی خطرناک چیز ہے؟ نعمت بھی ہے اس لئے اگر نیک ہے پھر اللہ اور رسول سے ملنا ہے۔ آہاہا اس سے بڑی نعمت کیا ہے؟

اور اگر یہ چیز نہیں ہے تو پھر عذاب کے فرشتے ہیں وہ پوچھیں گے قبر کا عذاب ہے، یوم حساب ہے، یہ ساری چیزیں پیش آنے والی ہیں ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا۔ نعمتوں کی پوچھ ہوگی، کتنی نعمتیں کھائیں؟ کیا کچھ پیا تھا، کیا تم نے کیا؟ یہ سب کچھ پوچھا جائے گا۔

یاد رکھو! جب یہ پوچھا جاتا ہے تو اس کے جواب کی تیاری کرو۔

یہ بڑا خطرناک خوف ہے، موت کے بعد آنے والے حالات اور زیادہ خطرناک ہیں۔ حساب و کتاب، عذاب اور سوال خدا نہ کرے کسی پر کوئی عذاب آئے، اللہ ہر مسلمان کو بچائے اور کیسا دنیادار ہو۔ اے اللہ بچا لے۔ تیرے عذاب کا تحمل کس کو ہے؟

پانچواں خطبہ

مراقبہ ومحاسبہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

یہ تو ظاہر ہے کہ بدونِ دوام ومواظبت اور پابندی کے کوئی عمل معتدبہ نہیں ہے اس پابندی کا نام اصطلاح تصوف میں مرابطہ ہے اور علماء نے بھی مرابطہ کو اس معنی میں لیا ہے۔ چنانچہ بیضاوی نے ورابطوا کی تفسیر واظبوا سے کی ہے اور اس دوام و پابندی کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ نفس کو اول متنبہ کر دیا جاوے کہ کام کرنا پڑے گا اور فلاں فلاں کام سے پرہیز کرنا ہوگا۔ اس تنبیہ کو مشارطہ (یعنی شرط وقرارداد) کہتے ہیں اور اس کی نگہبانی کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کا نام مراقبہ ہے فقط گردن جھکانا مراقبہ نہیں ہے بلکہ نفس کو گناہوں سے بچاوے اور نیک اعمال پر پابندی کرے اور اس کا ہر وقت خیال رکھے۔ یہ نگہداشت اصل مراقبہ ہے۔ پھر کسی وقت خاص میں اس کا حساب لینا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ اس نے شرط وقرارداد کو پورا کر دیا ہے یا نہیں اس کو محاسبہ کہتے ہیں پھر محاسبہ سے اگر معلوم ہو کہ نفس نے شرط کو پورا نہیں کیا ہے۔ تو اس کا کسی مشقت میں ڈال کر علاج بھی کیا جاوے اس کو معاقبہ کہتے ہیں اور گزشتہ کی تلافی کے واسطے کوئی ایسا نیک عمل بھی کیا جاوے جو نفس کو گراں ہو اس کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ (وقتی علاج بطور سزا و جرمانہ تو معاقبہ ہے اور دائمی وظیفہ تلافی مافات کے واسطے مقرر کرنا مجاہدہ ہے) پھر اس نفس کو اس کوتاہی پر دھمکا دیں اور ملامت کریں اور تلافی مافات پر برانگیختہ کریں اس کا نام معاقبہ ہے یہ سب چھ چیزیں ہیں حاصل ان کا یہ ہے کہ نفس کو کسی وقت آزادانہ چھوڑیں ورنہ سرکش ہو جاتا ہے۔

اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ آنکھوں کی چوری سے واقف ہے اور اس سے بھی واقف ہے جس کو سینے میں چھپاتے ہیں ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے رب کے پاس حاضر ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش نفسانی سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے اور حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی۔

حدیث ا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے، پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھہرو (ایسا نہ کرو) اللہ تمہاری مغفرت کریگا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ کو ہلاکتوں میں ڈالا ہے۔ (مالک)

حدیث ۲: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (دراصل) مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اتباع خداوندی کے بارے میں جہاد کرے۔ (بیہقی)

ف: یعنی جس طرح کفار سے اعلاء کلمۃ الحق کے لئے جہاد کیا جاتا ہے اسی طرح نفس سے بھی جہاد کرنا چاہیے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جائے اور یہ جہاد مقام اور افضل ہے جہاد معروف ہے۔

حدیث ۳: اور حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا ہے کہ تم خود (نفس سے) حساب لے لو اس سے قبل کہ تمہارا حساب لیا جاوے اور اس کو جانچ لو اس سے پیشتر کہ تمہاری جانچ کی جائے اور تیاری کر لو خدا کے سامنے بڑی پیشی کی جس دن تم پیش کئے جاؤ گے۔ تمہاری کوئی بات چھپ نہ سکے گی۔ (عین کنز العمال عن ابن المبارک وغیرہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر شخص (اس کی) دیکھ بھال کرتا رہے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔

اضافہ: (الف) حق تعالیٰ نے (حضرت داؤد علیہ السلام) سے ارشاد فرمایا ہے کہ خواہش کی پیروی (کبھی) نہ کرنا کہ وہ اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) کیا اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفسانی کو خدا بنا رکھا ہے (کہ جو جی میں آتا ہے وہی کر گزرتا ہے)

(ج) و نیز ارشاد فرمایا ہے اے لوگو (خدا کے عذاب) سے بچتے رہو اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن نہ کوئی والد اپنے بچے کے کام آوے گا نہ کوئی بچہ اپنے والد کے کام آوے گا۔

حضرات سامعین! آج کا موضوع مراقبہ اور محاسبہ ہے جس پر عمل کرنے سے انشاء اللہ فکر آخرت پیدا ہوگی اور عاقبت بخیر ہوگی اور فکر آخرت ضروری ہے کیونکہ آخر کار سب نے وطن اصلی پہنچنا ہے جہاں سے اس دنیا میں آئے ہیں وہیں جانا ہے۔

آخر کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور لحد میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

فکرِ آخرت عصائے موسوی ہے جو دنیا کی تمام فکروں کو کھا جاتی ہے۔اس لئے ان پر آج ہی سے عمل شروع کردیں۔

مراقبہ

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

۱ - وكان الله على كل شئ رّقيبا. (الاحزاب آيت ۵۲)

"بے شک اللہ ہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔"

۲ - يآيها الذين امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد ، واتقوا الله ، ان الله خبير بما تعملون. (الحشر آيت ۱۸)

"اے مؤمنو اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر شخص (اس کی) دیکھ بھال کرتا رہے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتا رہے۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔"

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱ --الاحسان ان تعبدالله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك. (رواه مسلم)

"احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت ایسی کرو گویا تم اسی کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

۲ --احفظ الله تجده تجاهک. (رواه احمد والترمذی)

"اللہ کا دھیان رکھو تم اسے اپنے مقابل پاؤ گے۔"

۳ --وعن اسلم ان عمرؓ دخل يوماً علىٰ ابی بكر الصديق وهو يحبذ لسانهٗ فقال عمر مه غفر الله لک فقال له ابوبكر ان هذا اورد نی الموارد. (رواه مالکؒ)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی

زبان کھینچ رہے تھے پس حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو ایسا نہ کرو اللہ تمہاری مغفرت کرے گا اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس نے تو مجھے ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔"

ماہیت: دل سے دھیان رکھنا اس شخص کو جو اس کو دیکھ رہا ہے۔ (تعلیم الدین)

فقط گردن جھکانا مراقبہ نہیں بلکہ نفس کو گناہوں سے بچائے اور نیک اعمال پر پابندی کرے اور اس کا ہر وقت خیال رکھے۔ یہ نگہداشت اصل مراقبہ ہے۔ (خطبات الاحکام)

مراقبہ رویت

کیا اس کو فکر آخرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہیں اور کوئی بات کسی وقت ان سے پوشیدہ نہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی عظمت و قدرت و جلال اور اس کے عذاب و عقوبت کو بھی یاد کرے، اس کی مواظبت سے وہ دھیان بندھنے لگے گا پھر کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف اس سے نہ ہوگا۔ (تعلیم الدین)

مراقبہ موت الحدیث

اکثر واالذکر ھاذم اللذات الموت یعنی لذت کے مٹانے والی شئے یعنی موت کو بہت یاد کیا کرو آدمی تھوڑی دیر بیٹھ کر سوچ لیا کرے کہ مجھے مرنا ہے اور مر کر قبر میں جانا ہے اور وہاں سانپ بچھو یا جنت کے باغات ہیں اگر اچھے عمل ہیں تو قبر باغ ہے پھر قبر سے اٹھنے اور واقعات قیامت کو یاد کرے اس سے جو خوف پیدا ہوتا ہے عین مطلوب ہے اور فکر آخرت ہے۔

اصلاح کا آسان نسخہ

منجملہ ارشادات عالیہ حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو۔

"اے اللہ میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں میری اصلاح ہے۔ اے اللہ میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمایئے۔ میرا قلب ضعیف ہے گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں، آپ ہی قوت دیجئے۔ میرے پاس کوئی سامان

نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کیجئے، اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا لیکن پھر معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو، صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو، بدپرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہوجائے گی، شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا، دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی، غرض غیب سے ایسا سامان ہوجائے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

محاسبہ

فرمایا اللہ جل شانہٗ نے:

۱- یآیھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد ۚ واتقوا اللّٰہ ۚ ان اللّٰہ خبیرٌ بما تعملون. (الحشر آیت ۱۸)

"اے مومنو اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر شخص (اس کی) دیکھ بھال کرتا رہے کہ اس نے کل (قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک وہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔"

احادیث

۱- عن اسلم ان عمر دخل یوماً علی ابی بکر الصدیق وھو یجبذ لسانہٗ فقال عمر مہ غفر اللّٰہ لک فقال لہ ابوبکر ان ھذا اور دنی الموارد. (رواہ مالکؒ)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو ایسا نہ کرو، اللہ تمہاری مغفرت کرے گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس نے تو مجھے ہلاکتوں میں ڈالا ہے۔"

۲- وقال عمرؓ حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا وزنوا قبل ان توزنوا. (رواہ البیھقی)

"حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ تم خود (نفس سے) حساب لے لو۔ اس سے قبل کہ تمہارا حساب لیا جائے اور اس کو جانچ لو اور اس سے پیشتر کہ تمہاری جانچ کی جائے۔

حقیقت محاسبہ

تنہا بیٹھ کر دن بھر کے گناہوں کو یاد کر کے یہ سوچنا کہ گویا میدان حشر قائم ہے اور میں حق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں اور ایک ایک گناہ پر باز پرس ہو رہی ہے اور میں لا جواب ہو جاتا ہوں۔ اور میرے لئے سزا کا حکم ہو چکا ہے اور میں اس وقت معافی کی درخواست کر رہا ہوں۔ پس ایسے وقت میں جس کیفیت سے معافی کی درخواست کی جا سکتی ہے اس طرح اس وقت استغفار میں مشغول ہو جانا چاہیے اور عہد کرنا چاہیے کہ میں پھر نافرمانی نہ کروں گا اور اسی خیال میں سو رہنا چاہیے۔ صبح اٹھتے ہی یاد کیا جائے کہ میں شب کو کیا عہد کر چکا ہوں اور جب کسی معصیت کا تقاضا ہو اس عہد کو یاد کر لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا خیال کر لیا جائے تو انشاء اللہ روز بروز حالت درست ہو جائے گی۔ (ماہنامہ امداد)

محاسبہ کے وقت نفس سے یوں مخاطب ہونا اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے اس وقت یہ مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے اپنے انجام سے ڈر۔ یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کریگا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کر لوں۔ مگر اس وقت یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔

جمادی الاولیٰ کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	جمادی الاولیٰ	مطابق
۱	غزوہ بنی سلیم	۳ھ	اکتوبر ۶۲۴ء
۲	غزوہ ذات الرقاع	۴ھ	نومبر ۶۲۵ء
۳	غزوہ عیص	۶ھ	ستمبر اکتوبر ۶۲۷ء
۴	سریہ یا غزوہ موتہ	۸ھ	اگست ۶۲۹ء
۵	شہادت حضرت جعفر طیار بن ابی طالب	۸ھ	اگست ۶۲۹ء
۶	ولادت سیدنا ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۹ھ	ستمبر ۶۳۰ء
۷	قحطانی قبائل کا قبول اسلام	۹ھ	ستمبر ۶۳۰ء
۸	وفد بن الحارث کا قبول اسلام	۱۰ھ	اگست ۶۳۱ء
۹	وفات حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ	۳۵ھ	نومبر ۶۵۵ء
۱۰	وفات حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ	۴۱ھ	ستمبر ۶۶۱ء
۱۱	وفات ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ	۴۴ھ	جولائی ۶۶۴ء
۱۲	وفات حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ	۵۲ھ	مئی ۶۷۲ء
۱۳	وفات حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ	۶۷ھ	نومبر ۶۸۶ء
۱۴	شہادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	۷۳ھ	ستمبر ۶۹۲ء
۱۵	خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ	۸۷ھ	اپریل ۷۰۶ء
۱۶	وفات احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ	۲۷۹ھ	جولائی ۸۹۲ء

۱۷	وفات امام دارمی صاحب مسند دارمی	۲۸۰ھ	جولائی ۸۹۳ء
۱۸	وفات امام ابوعوانہ صاحب مسند ابی عوانہ	۳۱۶ھ	جون ۹۲۸ء
۱۹	تخت نشینی سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ	۳۹۸ھ	اپریل ۹۹۹ء
۲۰	وفات شیخ سعدی شیرازی	۶۹۱ھ	اپریل ۱۲۹۱ء
۲۱	فتح قسطنطنیہ بدست سلطان محمد فاتح رحمہ اللہ	۸۵۷ھ	مئی ۱۴۵۳ء
۲۲	وفات علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	ستمبر ۱۵۰۵ء
۲۳	وفات مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی	۱۲۴۹ھ	ستمبر ۱۸۳۳ء
۲۴	وفات حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ	۱۲۹۷/۴ھ	اپریل ۱۸۸۰ء
۲۵	وفات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی	۱۳۱۰ھ	نومبر ۱۸۹۲ء
۲۶	وفات فقیہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ	۱۳۲۳،۲۷ھ	۳۱، جولائی ۱۹۰۸ء
۲۷	وفات علامہ سید رشید رضا مصری	۱۳۵۴ھ	اگست ۱۹۳۵ء
۲۸	وفات شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ	۱۳۷۷/۱۳ھ	نومبر ۱۹۵۷ء
۲۹	وفات خطیب اسلام مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ	۱۴۰۰/۲۴ھ	۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد ۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

جمادی الثانی

پہلا خطبہ

دوسرا خطبہ

تیسرا خطبہ

چوتھا خطبہ

پانچواں خطبہ

مع جمادی الثانی کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

بُرے ہم نشین سے پرہیز

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض فتنوں کا ذکر کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ آپ (اس وقت کے لیے) ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بس تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ۔'' (عن جمع الفوائد عن ابی داؤد) یعنی باہر نہ نکلو کہ ان قصوں میں شریک ہونا پڑے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ مسلمان کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر پہاڑ کی چوٹی اور بارش کے موقعہ کو تلاش کرتا پھرے گا' اپنے دین کو فتنوں سے بچا کر بھاگے گا۔'' (عین جمع الفوائد عن مالک والبخاری وابی داؤد والنسائی)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں کہ پکڑے رہے تو مسلمانوں کی جماعت کو اور ان کے امام کو عرض کیا گیا۔ پس اگر نہ ہو ان کی جماعت سے کوئی امام۔ ارشاد فرمایا (تو ایسی حالت میں) ان کل فرقوں سے دور رہنا۔'' (عن جمع الفوائد عن الشیخین وابی داؤد)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلوت بہتر ہے بُرے ہم نشین سے اور نیک ہم نشین بہتر ہے خلوت (میں رہنے) سے۔'' (بیہقی)

ان سب روایات سے معلوم ہو گیا کہ نہ ہر حال میں خلوت بہتر ہے نہ جلوت بلکہ خلوت برے ہم نشینوں سے بچنے کے واسطے ہے اور جلوت اچھی صحبت کے لیے ہے اور فتنہ کے موقعہ پر ضعیف لوگوں کے لیے (یعنی جو کہ رفع فتنہ پر قادر نہ ہوں خلوت بہتر ہے جیسا کہ ابھی آنے والی آیت سے ثابت ہوتا ہے)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ (موسیٰ نے کہا) اے میرے رب! نہیں مالک ہوں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا پس علیحدگی کر دیجئے ہم میں اور فاسق قوم میں۔''

اضافہ: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ سوال کیا گیا آپ سے اس

آیت کے بارے میں: "یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ الآیہ" (یعنی اے ایمان والو! اپنی (اصلاح کی) فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں)۔ پس فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرو، یہاں تک کہ جب تم حرص کی پیروی اور خواہش کا اتباع اور دنیا کو ترجیح دینا اور ہر ایک رائے والے کا اپنی رائے کو پسند کرنا دیکھو تو پھر تجھ پر اپنی فکر لازم ہے اور اس وقت عوام کے کام کو اپنے (ذمہ) سے الگ کر۔" (عن جمع الفوائد عن ابوداؤد والترمذی)

ف: یعنی جب دیکھا جاوے کہ ہر شخص اپنی رائے پر چلتا ہے اور خواہش نفسانی کو ترک نہیں کرتا اور حرص میں مبتلا ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معاف ہے۔

معزز سامعین! آج خطبہ کا موضوع ہے بری صحبت سے خلوت بہتر ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ" یعنی ہر شخص اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کو چاہیے کہ یہ دیکھ لے کہ کس شخص کو دوست بناتا ہے اور دوران خطبہ بیہقی کے حوالہ سے یہ روایت بیان ہوئی کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلوت بہتر ہے برے ہم نشین سے اور نیک ہم نشین بہتر ہے خلوت سے کیونکہ بری صحبت کا اثر ضرور انسان کے اخلاق واعمال پر پڑتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

یعنی نیک صحبت تجھے نیک بنادے گی اور بروں کی صحبت تجھے برا بنادے گی کیونکہ خربوزہ خربوزہ کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ بے داغ اور عمدہ خربوزے کو سڑے ہوئے خربوزوں کی ٹوکری میں رکھا جائے تو وہ بھی سڑ جاتا ہے۔ اس لیے بالکل صحیح ہے:

تا توانی دور شو از یار بد یار بد بدتر بود از مارِ بد
مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند یار بد برجان و بر ایمان زند

(جہاں تک ممکن ہو بروں کی صحبت سے دور رہو۔ برا دوست سانپ سے بھی بدتر ہے۔ زہریلا سانپ تو جان ہی کو مارتا ہے مگر برا دوست ایمان اور جان دونوں کو ختم کر دیتا ہے)۔

اسی بناء پر بقول حضرت شیخ سعدی مرحوم

پسر نوح بابداں بہ نشست خاندان نبوتش گم شد

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بروں کی صحبت اختیار کی اور خاندان نبوت سے منقطع ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان نہ لایا اور طوفان نوح (علیہ السلام) میں غرق

ہو گیا۔ قرآن حکیم میں حضرت نوح علیہ السلام کو اس کے بارے میں اطلاع دی گئی جبکہ انہوں نے کنعان کے طوفان میں غرق ہو جانے کے بعد استدعا کی تھی:

"یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نوح (علیہ السلام)! یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں یہ تباہ کار ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برے ہم نشین کی مثال یوں ارشاد فرمائی:

"برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے بھٹی اگر تجھے اپنی چنگاری سے نہ جلائے تو اس کی بدبو تیرے کپڑوں میں ضرور بس جائے گی اور اچھے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے مشک فروش کہ اگر تجھے مشک نہ دے لیکن اس کی خوشبو تیرے کپڑوں میں بس جائے گی۔"

حضرت حکیم الامت ؒ نے فرمایا لوگ دراصل بری صحبت کو کچھ سمجھتے ہی نہیں، عیسائیوں سے دوستی ہے، ہندوؤں سے دوستی ہے، آریوں سے دوستی ہے اور ان سے مذہبی چھیڑ چھاڑ بھی رکھتے ہیں اور علم کچھ ہے نہیں۔ (حسن العزیز ج ۴ ص ۲۴۶، ۲۴۷)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"مشرکین کے ساتھ نہ سکونت کرو اور نہ یکجائی کرو (یعنی ان کی مجلس میں مت بیٹھو) جو شخص ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے گا اور یکجائی کرے گا وہ انہی میں سے ہے۔"

جسمانی و ظاہری امراض کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا عَدْوٰی" یعنی مرض کا تعدیہ نہیں۔ کسی کی بیماری کسی کو نہیں لگتی کہ جس طرح اولاً حق تعالیٰ کسی کو مریض بناتے ہیں اسی طرح دوسرے کو مستقل اپنے تصرف سے مریض بناتے ہیں۔ مثلاً طاعون کا مرض کسی کو اڑ کر نہیں لگ سکتا مگر باطنی طاعون یعنی بددینی وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدویٰ یعنی لگ جاتا ہے یعنی بری صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً بددین کی صحبت کا اول اثر یہ ہوتا ہے کہ منکر پر تغیر نہیں ہوتا یعنی گناہ دیکھ کر خفگی نہیں ہوتی اور یہ نا ممکن ہے کہ بددین کی صحبت کا اثر نہ ہو بلکہ ایک لمحہ ہی کے بددین کی صحبت سالہا سال کے مجاہدہ کو غارت کر دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے اپنے مواعظ حسنہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر جو رشوت نہیں لیتے تھے ان کی بیوی اور ایک سپاہی کی بیوی کسی شادی کی تقریب میں جمع ہوئیں۔

پولیس سپاہی کی بیوی تو زیورات میں لدی ہوئی تھی لباس بھی نہایت اعلیٰ نفیس قسم کا تھا اس کے مقابلہ میں پولیس آفیسر کی بیوی کا معمولی لباس اور برائے نام زیور تھا باہم جب تعارف ہوا تو چند منٹوں کی صحبت اثر کر گئی اور پولیس آفیسر کی بیوی اپنے شوہر کو رشوت لینے پر مجبور کرنے پر تل گئی اور کہنے لگی کہ مقام افسوس میرے پاس ایک معمولی سپاہی کی بیوی کے برابر بھی زیور نہیں۔

مقام افسوس ہے کہ آج کل لوگ نہ بری صحبت سے خود بچتے ہیں نہ اپنے بچوں کو بچانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی اولاد کو بد دینوں سے پڑھواتے ہیں جن سے ان کی اولاد کے عقائد فاسد اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ معاشرہ کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے جس طرح تعطیلات میں اپنے بچوں کو سیر و تفریح کے لیے صحت افزا مقام پر بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد کو صحبت صالحین کے لیے بزرگوں کے پاس چند روز بھیجنا چاہیے اور اس کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے جب تک یہ میسر نہ ہو بری صحبت سے بچانے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور خلوت میں عام فہم دینی و اصلاحی کتب علماء و صلحاء سے انتخاب کرا کر باضابطہ ان کے مطالعہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے مواعظ حسنہ کا مطالعہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی میں نیک صحبت کے آثار نصیب ہو جاتے ہیں۔

آج کل عام فہم تسہیل شدہ مواعظ مل جاتے ہیں۔ خلوت میں ان کے مطالعہ کے ساتھ تھوڑی دیر کچھ ذکر اللہ کر لیا کریں تو یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اسی کو فرمایا گیا ہے:

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است صراحی مے ناب و سفینہ غزل است

(اور جب شیخ کامل کی صحبت میسر ہو جائے تو اس سے خوب نفع اُٹھائیں)

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

سفر اور اس کے آداب

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اس کو (راستے ہی میں) موت آ جاوے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو چکا جو اس نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ کر لیا ہے اور اللہ غفور ورحیم ہے۔ و نیز ارشاد فرمایا: پس تم میں سے جو شخص (ماہ رمضان میں) مریض ہو یا سفر میں ہو تو (بجائے ایام رمضان کے) دوسرے دنوں کا شمار (کرنا قضا رکھنے کے لیے اُس کے ذمہ) ہے۔ و نیز ارشاد فرمایا کہ اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجاء سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو۔''

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ جو شخص کوئی راستہ چلے علم کی تلاش میں اس کے لیے جنت کی طرف سے راستہ آسان کر دوں گا۔'' (بیہقی)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے دوسری بستی میں گیا۔ پس حق تعالیٰ نے اس کی گزرگاہ پر اس کے واسطے ایک فرشتے کو منتظر بٹھا دیا اس نے (یعنی جب وہ وہاں پہنچا تو فرشتے نے) کہا تو کہاں کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس نے کہا میں اُس بستی میں اپنے بھائی (سے ملنے) کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ آیا تیرا اُس پر کوئی احسان ہے کہ جس کو تو بڑھاتا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ مگر یہ کہ میں اس کو اللہ کے لیے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا پس میں تیری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ یہ خوش خبری دے کر بیشک اللہ تجھ کو دوست رکھتا ہے جیسا کہ تو اُس شخص کو اللہ کے لیے دوست رکھتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر عذاب کا ٹکڑا ہے روکتا ہے سونے سے اور کھانے سے اور پینے سے۔ پس جب پوری کر چکے مسافر اپنی حاجت کو تو اس

کو چاہیے کہ جلدی آ جاوے اپنے اہل وعیال کی طرف۔" (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: "ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور مت ہو تم ان لوگوں کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے واسطے اور روکتے ہیں۔ اللہ کے راستے سے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کو (اپنے علم) سے گھیرے ہوئے ہے۔

اضافہ: (الف) ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کے لیے بعد اس کے کہ ان پر (کفار کی طرف سے) ظلم کیا گیا ہے۔ البتہ ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور اجر آخرت کا بہت بڑا ہے۔

(ب) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سفر کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس زیادہ سواری ہو وہ اس شخص کی مدد کرے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زیادہ زادِ راہ ہو وہ اس شخص کی مدد کرے جس کے پاس زادِ راہ نہ ہو۔ (مسلم) و نیز ارشاد فرمایا ہے جب تم سفر کرو تو فراخ سالی میں تو اونٹ (وغیرہ) سواری کو اس کا حق دے دو (یعنی راستے میں اس کو گھاس کھلاؤ) جب تم قحط کے سال سفر کرو تو جلدی سفر پورا کرو۔ (تاکہ منزل پر پہنچ کر اس کو جلد چارہ مل جاوے) اور جب تم رات کو منزل کرو تو راستے سے بچو (یعنی راستے سے الگ ٹھہرو) کیونکہ رات کو جانور راستوں پر چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ (مسلم)

معزز سامعین کرام! آج وعظ کا موضوع آداب سفر اور بعض اسفار کے فضائل کا بیان ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دنیوی زندگی خود سفر ہے اور یہ سفر موت تک جاری وساری ہے اس کی منزل آخرت ہے جہاں پہنچنے کے بعد موت نہیں۔

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے یہ اقامت تجھے پیغام سفر دیتی ہے

لیکن یہاں سفر سے مراد اپنے وطن یا گھر سے دوسرے مقام پر جانے کا سفر ہے اور مثال مشہور ہے سفر سقر ہے۔ سفر میں ضرور بالضرور مشقت پیش آتی ہے اور ناگوار امور سے سابقہ کرنا پڑتا ہے لیکن اس دنیا میں ضرورت کی بناء پر ہر انسان کو ضرور بالضرور سفر کی حاجت پیش آتی ہے لیکن دینی ضرورت کی بناء پر سفر کرنا باعث سعادت و اجر عظیم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

(جو شخص طلب علم کے لیے نکلے وہ واپسی تک اللہ کے راستہ میں۔ دین کی طلب میں نکلنے والے کے لیے سمندر کی مچھلیاں دعائیں کرتی ہیں فرشتے راستے میں پَر بچھاتے ہیں۔" (ترمذی)

اسی طرح سفر حج یا عمرہ یا سفر جہاد۔ دینی ضرورت کا سفر عین عبادت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چلا پھر وہ راستہ ہی میں (ان کاموں کے کرنے سے پہلے مرگیا) اللہ تعالیٰ اس کے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنے کا ثواب لکھے گا۔ (مشکوٰۃ)

تجارت، کسب معاش یا محض سیر و تفریح کی غرض سے سفر کرے تو اس میں بھی دین کی نیت کرے، یہ اسفار عبادت بن جاتے ہیں۔ مثلاً سفر تجارت و کسب معاش میں سے یہ نیت ہو کہ جن لوگوں کا نان و نفقہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذمہ واجب کیا ہے اسے ادا کروں گا۔ مال میں وسعت و فراخی کی صورت میں مفلس بھائیوں کی امداد کروں گا۔ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قربانی اور حج کی سعادت حاصل کروں گا، نیک کاموں میں تعاون کروں گا۔

سفر سیاحت یا سیر و تفریح میں یہ نیت ہو کہ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر دیکھوں گا جس سے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کے یقین و ایمان میں اضافہ ہوگا اور معرفت الٰہی نصیب ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد ہے: "وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ٥" (اور یقین والوں کے لیے زمین میں بہت سی قدرت کی نشانیاں ہیں)

آداب سفر

جب گھر سے سفر پر روانہ ہونے لگے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اور سفر کے بخیر و عافیت طے ہونے اور پیچھے اہل و عیال کی بعافیت رہنے کی دعا کرے۔ حدیث مبارکہ میں یہ دعا آئی ہے:

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا ھٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ٥

"اے اللہ! ہم پر یہ سفر آسان فرمادے اور ہم پر اس کی درازی طے کرادے۔ اے اللہ! آپ ہی رفیق ہیں سفر میں اور خبر گیراں ہیں گھر بار میں، اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت سے اور بری حالت پانے سے مال میں گھر میں اور بچوں میں۔"

سفر کے لیے جمعرات یا شنبہ کا دن زیادہ مبارک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں دنوں میں سفر کرنے پر برکت کی دعا فرمائی ہے۔

علی الصبح سویرے سفر کرنا بھی مبارک ہے۔ حدیث میں اس کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔

جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے سفر کرنا بہتر نہیں مگر جائز ہے اور بعد اذان جمعہ قبل نماز کے سفر کرنا حرام ہے۔ مناسب ہے کہ اپنا کوئی رفیق سفر تلاش کرے بالخصوص طویل سفر کے لیے۔ اس میں بہت سے دینی ودنیوی فوائد ہیں۔ حدیث میں اس لیے اکیلے سفر کو پسند نہیں کیا گیا۔ رفیق سفر ایک بھی کافی ہے مگر چار رفیق ہونے زیادہ بہتر ہیں۔ (رواہ الترمذی وابوداوٗد عن ابن عباسؓ)

اگر چند آدمی مل کر سفر کریں تو کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں اور جب آپس میں کوئی اختلاف رائے پیش آئے تو اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ اگرچہ خلاف طبع ہو۔ حدیث میں اس کا حکم فرمایا گیا ہے۔

سفر سے پہلے ضروری سامان سفر تیار کرلے تاکہ دوسروں کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے۔ سفر میں سرمہ، کنگھا، مسواک، قینچی ساتھ رکھنا سنت ہے۔

دوران سفر نماز کی پابندی رکھے، بروقت نماز ادا کرے، ۷۷ کلومیٹر یا اس سے زائد سفر تو نماز ظہر، عصر، عشاء قصر پڑھے۔ ممکن ہو تو باجماعت نماز ادا کرے۔ وقت نہ ہو تو سنتیں اور نفل چھوڑ دے سفر میں سنت مؤکدہ کا درجہ نفل کا ہوتا ہے لیکن اگر وقت اور فرصت ہو تو قصداً نہ چھوڑے۔ غرض سفر میں نماز کا پورا اہتمام کرے، نماز ہرگز قضا نہ کرے۔

سفر کے لیے جب سواری پر سوار ہو تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھے اور یہ دُعا پڑھے "سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ٥" (پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو تابع بنادیا حالانکہ ہماری طاقت نہ تھی کہ ہم اس کو تابع بنالیتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں) اور جب کسی بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے۔

دوران سفر ذکر اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ اسی وقت فرصت سے فائدہ اُٹھائے، ریکارڈنگ وغیرہ کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی سوار اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ ہوجاتا ہے اور اگر فضول اشعار اور گانے میں مشغول ہوجاتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ جاتا ہے۔

جب ضروریات سفر سے فارغ ہوجائے تو پھر مزید نہ ٹھہرے، واپسی کا قصد کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسافروں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب سفر میں اپنی حاجت سے فارغ ہوجاؤ تو پھر دیر نہ لگاؤ فوراً وطن واپس آجاؤ۔

مستحب ہے کہ جب سفر سے لوٹے تو اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے لیے کوئی تحفہ کھانے پینے وغیرہ سے اپنی گنجائش کے موافق ساتھ لیتا آئے۔حدیث میں اس کی یہاں تک تاکید آئی ہے کہ اور کچھ نہ ملے تو اپنی جھولی میں کوئی ڈھیلا ہی ڈال کر لے آئے اور بعض روایات میں ہے کہ اگر لکڑیوں کا گٹھا ہی لے آئے تاکہ گھر والے خوش ہوں۔(کنزالعمال) ڈھیلا پتھر اُٹھالانے سے یا تو غرض محض تاکیدی مبالغہ ہے اور یا یہ کہ وہ ڈھیلا پتھر جس سے گھر والوں کو نفع ہو۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص طویل سفر سے واپس آکر اچانک رات کو اپنے گھر پہنچ جائے۔(کنزالعمال) لیکن اگر پہلے سے اپنے پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہو یا سفر مختصر تھا تو رات ہی کو گھر پہنچ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔جیسا کہ خود بعض الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی خاص ضرورت ہی رات پہنچنے کی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔

سنت ہے کہ جب اپنی بستی یا شہر میں داخل ہو تو مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز نفل ادا کرے پھر گھر جائے اور جب گھر میں داخل ہو یہ دعا پڑھے:"تَوْبًا تَوْبًا لِّرَبِّنَا اَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا" (ہم توبہ کرتے ہیں توبہ کرتے ہیں اور اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے گا اور حصن حصین میں ہے سفر شروع کرنے والی دعا کے ساتھ مزید یہ دعا پڑھے۔"آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" (ہم سفر سے آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

تیسرا خطبہ

گانے سننے کی ممانعت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔'' (بیہقی)

ف: بعض صوفیائے کرام نے ان شرائط کے مطابق گانا سنا ہے جو فقہاء اور عارفین نے جواز سماع کے لیے لگائی ہیں۔ سو اُن پر کوئی الزام نہیں۔ البتہ جو لوگ بدوں ان شرطوں کے سنتے ہیں وہ گمراہی میں ہیں اور اپنے نفس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور شرائط کی تفصیل رسالہ حق السماع میں بخوبی موجود ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت خرید و گانے والیوں کو اور نہ ان کو بیچو اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی کی مثل آیت نازل ہوئی: ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ (الآية)'' یعنی اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے جو (قرآن سے اعراض کر کے) ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں۔

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک مجھ کو میرے پروردگار نے تمام عالم کے لیے رحمت وہدایت بنا کر بھیجا ہے اور آلات لہو اور مزامیر اور بتوں اور صلیب اور جاہلیت کے کام کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔'' (احمد)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' قیامت کی علامتوں کے بیان میں اور جب ظاہر ہو جاویں گانے والیاں اور آلات لہو (اس کے بعد اور نشانیاں بیان کر کے فرمایا) تو انتظار کرو اُس وقت سرخ ہوا (یعنی سخت آندھی کا) اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور مسخ (یعنی صورتیں بدلنے کا) اور پتھر برسنے کا اور ایسی نشانیوں کا جو لگا تار آویں جیسا کہ وہ لڑی جس کا دھاگہ توڑ دیا جاوے لگا تار گرتی ہے۔''

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے سو کیا تم اس کلام پاک سے تعجب کرتے ہو اور اس

پر ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔ (یعنی گانے بجانے وغیرہ میں مبتلا ہو)"

ف: سامدون کے ایک معنی یہ بھی ہیں جیسا کہ دوسرے معنی منکرات کے ہیں۔ فی الصراح سامد لاہ ویقال للقینة اسمدینا ای الھینا بالغناء

اضافہ: نافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک راستہ میں تھا۔ پس انہوں نے ایک مزمار کی آواز سنی اور اپنے دو کانوں میں دونوں انگلیاں رکھ لیں اور اس راستہ سے دوسری طرف ہٹ گئے۔ پھر دور جانے کے بعد مجھ سے فرمایا: اے نافع! تو کچھ (اس کی آواز) سنتا ہے، میں نے عرض کیا نہیں، پس اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ پس آپ نے ایک بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا جس طرح کہ میں نے اب کیا ہے۔ نافع نے کہا کہ میں اُس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ (اس واسطے مجھ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا)۔ (احمد ابوداؤد)

ف: جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پرہیز فرماویں اس میں منہمک ہونا کس قدر برا ہوگا۔ اس کو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے۔

معزز سامعین! آج خطبہ کا موضوع گانا بجانا اور گانا وغیرہ سننا کی حرمت کا بیان ہے:

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر اُمم کیا ہے ۔۔۔ شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر

جب قومیں فاتح اور حکمران ہوتی ہیں ان کے ہاتھوں میں شمشیریں، تلواریں اور نیزے ہوتے ہیں اور جب قوموں کو زوال آتا ہے ان کے ہاتھوں میں ڈھولک، سارنگی اور گانے بجانے کا دیگر سامان ہوتا ہے۔ جب نادر شاہ نے برصغیر پر حملہ کیا تو محمد شاہ رنگیلا اپنے درباریوں کے ساتھ عیش وعشرت میں قوالی سننے میں مست تھا، وہیں اس کو نادر شاہ کے حملہ کی اطلاع دی گئی تو اس نے پوچھا کہ نادر شاہ ابھی دلی سے کس قدر فاصلہ پر ہے تو بتلایا گیا کہ پانچ چھ کوس پر ہوگا تو کہنے لگا ہنوز دلی دور است ابھی دلی دور ہے اس وقت تک دو چار غزلیں اور سن لیتے ہیں۔

خطبہ میں جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی ہے اس میں لفظ "سامدون" کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور "ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس کے معنی ہیں "گانا" اور یہی قول عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔" تفسیر ابن جریر ص ۴۳ ج ۲۷، قرطبی ص ۱۲۳ ج ۱۷، روح المعانی ص ۲۷، ج ۲۷ وغیرہا میں بھی یہی مذکور ہے۔

دوسری آیت مبارکہ: والذین لایشھدون الزّور و اذا مرّوا باللّغو مروا کراماً (۲۵ : ۷۲)

''اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس ہوکر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔''

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ زور کے معنی ہیں گانا بجانا۔''

''حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بیہودہ باتوں اور گانے بجانے کی مجلس میں شامل نہیں ہوتے۔''

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ مختلف اقوال کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سب سے صحیح قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے: وہ (رحمٰن کے بندے) کسی قسم کے باطل میں شریک نہیں ہوتے نہ شرک میں اور نہ گانے بجانے میں اور نہ جھوٹ میں اور نہ اس کے علاوہ کسی ایسے عمل میں جس پر ''زور'' کا اطلاق ہو۔'' احادیث مبارکہ:

''میری اُمت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور راگ باجوں کو حلال قرار دیں گے۔'' (صحیح بخاری)

''میری اُمت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے مگر اس کا نام بدل کر، ان کی مجلسیں راگ باجوں اور گانے والی عورتوں سے گرم ہوں گی، اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر و خنزیر بنا دے گا۔'' (ابوداوٗد)

''نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راہ چلتے ایک گڈریئے کی بانسری کی آواز سنائی دی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور راستہ سے ایک طرف ہٹ کر چلنے لگے اور مجھ سے بار بار پوچھتے: ''کیا بانسری کی آواز تمہیں سنائی دے رہی ہے؟'' میں جواب دیتا جی ہاں! اسی طرح انگلیاں کانوں میں دیے چلتے رہے، حتیٰ کہ میں نے کہا: ''اب آواز نہیں آ رہی'' تب انگلیاں کانوں سے ہٹائیں اور راستہ چلنے لگے، پھر فرمایا ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعینہ یہی واقعہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کانوں میں انگلیاں دے لیں اور یہی عمل فرمایا۔'' (احمد ابوداوٗد)

سوچنے کا مقام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شیطانی آواز کو لمحہ بھر سننا گوارا نہ فرمایا آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا اس پر اس درجہ فریفتہ ہیں کہ انہیں لمحہ بھر اس کی جدائی گوارا نہیں اور چوبیس گھنٹے ان کی محفلوں کی گرم بازاری اسی لعنت پر موقوف ہے اور اس کی وباء اتنی کثرت سے ہے کہ کوئی شریف آدمی کسی کوچہ و بازار سے کانوں میں انگلیاں دیئے بغیر گزر نہیں سکتا۔

''اس اُمت پر یہ آفتیں آئیں گی، زمین میں دھنسنا، شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کی بارش، ایک صحابی نے دریافت کیا، یارسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب گانے والی عورتوں اور راگ باجوں کا دور دورہ ہوگا اور سرعام شراب نوشی ہوگی۔'' (ترمذی)

''مجھے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے ہدایت و رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور باجے شرکیہ تعویذ گنڈے، صلیب اور زمانہ جاہلیت کے غلط کاموں کے مٹانے کا حکم فرمایا ہے۔'' (احمد)

''طبلہ، سارنگی حرام ہیں اور شراب کے برتن حرام ہیں اور باجے بانسری حرام ہیں۔'' (بیہقی)

شراب کے برتنوں کی حرمت کا حکم ابتداء میں تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا۔

''جب گانے والی عورتوں اور راگ باجوں کا ظہور ہو اور شرابیں کثرت سے پی جائیں اور اس اُمت کے آخری لوگ پہلے زمانہ کے لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے لگیں تو ایسے وقت ان عذابوں کا انتظار کرو، سرخ آندھیاں، زلزلے، زمین میں دھنسنا، شکلوں کا بگڑنا، پتھروں کی بارش اور ایسی نشانیاں جو پے در پے اس طرح آئیں جیسے پرانا بوسیدہ ہار جس کی لڑی ٹوٹ جائے اور دانے ایک ایک کر کے بکھر جائیں۔''

''جب میری اُمت یہ پندرہ کام بکثرت کرنے لگے تو ان پر مصیبت اُترے گی۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ گانے والی عورتیں اور باجے بانسریاں عام ہو جائیں۔''

''دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، ایک گانے کے ساتھ راگ باجوں کی آواز، دوسری مصیبت کے وقت چیخنے چلانے کی آواز۔''

''میں دو حماقت اور فسق و فجور سے بھری آوازوں سے روکتا ہوں، ایک لہو ولعب اور شیطانی باجوں کے ساتھ گانے کی آواز، دوسری مصیبت کے وقت چہرے پیٹنے اور گریبانوں کو چاک کر کے نوحہ کی آواز۔'' (مستدرک حاکم)

''گھنٹی شیطان کے باجے ہیں۔'' (مسلم)

"آخر زمانہ میں اس اُمت کے کچھ لوگ بندروں، خنزیروں کی صورت میں مسخ کیے جائیں گے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وہ اس بات کی گواہی نہ دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ روزے رکھیں گے، حج کریں گے اور نمازیں پڑھیں گے۔ عرض کیا گیا کہ پھر کس سبب سے یہ عذاب ہوگا؟ فرمایا راگ باجوں اور گانے والی لونڈیوں کا شغل اختیار کرنے کے سبب۔" (مسند ابن ابی الدنیا)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے اور جب لوگوں کی امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے اور جب زکوٰۃ کو ایک تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علم دین کو دنیا طلبی کے لیے سیکھا جانے لگے اور جب مرد اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے اور دوست کو اپنے قریب کرے اور باپ کو دور رکھے اور مسجدوں میں شوروغل ہونے لگے اور قبیلہ کا سرداران کا فاسق بدکار بن جائے اور جب قوم کا سرداران میں ارذل بدترین آدمی ہوجائے اور جب شریر آدمیوں کی عزت ان کے شر کے خوف سے کی جانے لگے اور جب گانے والی عورتوں اور باجوں گاجوں کا رواج عام ہوجائے اور جب شرابیں پی جانے لگیں اور اس اُمت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت تم انتظار کرو۔ ایک سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہوجانے کا اور قیامت کی ایسی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور اس کے دانے بیک وقت بکھر جاتے ہیں۔" (ترمذی)

تنبیہ ضروری: اس حدیث کے الفاظ کو بار بار پڑھیے اور دیکھیے کہ اس وقت کی دنیا کا پورا پورا نقشہ ہے اور وہ گناہ جو مسلمانوں میں عام ہوچکے ہیں اور بڑھتے جارہے ہیں ان کی خبر چودہ سو برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے۔ مسلمانوں کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ ایسے حالات سے باخبر رہیں اور گناہوں سے بچنے بچانے کا پورا اہتمام کریں ورنہ جب یہ گناہ عام ہوجائیں گے تو ایسے گناہ کرنے والوں پر آسمانی عذاب نازل ہوں گے اور پھر قیامت کی آخری علامات سامنے آجائیں گی۔ ان گناہوں میں سے عورتوں کا گانا اور گانے بجانے کے آلات طبلہ سارنگی وغیرہ بھی ہیں۔ اس جگہ اس روایت کو اسی مناسبت سے نقل کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی مستند احادیث ہیں جن میں گانے بجانے کو حرام و ناجائز فرمایا ہے اور اس پر وعید شدید ہے۔

خوش آوازی کیساتھ بغیر مزامیر کے مفید اشعار کا پڑھنا ممنوع نہیں

اس کے مقابل بعض روایات سے غنا یعنی گانے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے' یہ روایات بھی رسالہ مذکورہ میں جمع کردی گئی ہیں۔ تطبیق ان دونوں میں اس طرح ہے کہ جو گانا اجنبی عورت کا ہو یا اس کے ساتھ طبلہ سارنگی وغیرہ مزامیر ہوں وہ حرام ہے۔ جیسا کہ مذکورہ الصدر آیات قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور اگر محض خوش آوازی کے ساتھ کچھ اشعار پڑھے جائیں اور پڑھنے والی عورت یا امرد نہ ہوں اور اشعار کے مضامین بھی فحش یا کسی دوسرے گناہ پر مشتمل نہ ہوں تو جائز ہے۔

بعض صوفیائے کرام سے جو سماع غنا منقول ہے وہ اسی قسم کے جائز غنا پر محمول ہے کیونکہ ان کا اتباع شریعت اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کی طرح یقینی ہے۔ ان سے ایسے گناہ کے ارتکاب کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔ محققین صوفیائے کرام نے خود اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اس معاملہ میں مذاہب اربعہ کے فقہاء اور صوفیائے کرام کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ واللہ المستعان

شرائط سماع

چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے فرمایا ایک بار میں حضرت شاہ سلطان نظام الدین قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوا اس وقت وہاں سماع کا سامان جمع کیا جارہا تھا میں فاتحہ پڑھ کر چلنے لگا تو اہل سماع نے مجھے روکا کہ آپ سماع میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ آپ بھی تو چشتی ہیں اور چشتیہ سب صاحب سماع ہوئے ہیں' میں نے کہا میں اس لیے شریک نہیں ہوتا کہ سلطان جیؒ ناراض ہوجائیں گے کہا کیوں؟ سلطان جی خود صاحب سماع تھے۔ میں نے کہا ہاں مگر سلطان جی نے اپنے رسالہ فوائد الفوائد میں سماع کی چار شرطیں لکھی ہیں۔ سامع کے متعلق فرمایا ہے:

''از اہل ہویٰ وشہوت نباشد (سنانے والا خواہش نفسانی اور شہوت والا نہ ہو۔''

مسموع کی نسبت ارشاد ہے: ''کہ مرد تمام باشد زن وکودک نباشد'' (سننے والے سب مرد ہوں بچے اور عورتیں نہ ہوں)

اور مسمع میں شرط لگائی ہے کہ: ''ہزل وفحش نباشد'' (فحش اور بے ہودہ اشعار نہ ہوں)

اور آلہ سماع کے باب میں فرمایا ہے کہ:

"چنگ ورباب درمیان نباشد" (ڈھولک اور سارنگی وغیرہ نہ ہوں)

اور میں دیکھتا ہوں کہ یہاں یہ شرائط مجتمع نہیں تو مجھ میں حضرت کے ناراض کرنے کی ہمت نہیں۔ یہ جواب سن کر سب شرمندہ ہو گئے اگر میں عام مولویوں کی طرح وہاں بحث کرنے لگتا کہ سماع مطلقاً حرام ہے کوئی میری بات کو نہ سنتا مگر اس نرمی کے جواب کا یہ اثر ہوا کہ سب نے اقرار کر لیا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو اور جو سماع ہم سنتے ہیں وہ بزرگوں کی شرائط کے خلاف ہے۔ (الفاظ قرآن ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم نصیب فرمائیں، بدعات سے بچائیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھا خطبہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات مبارکہ: ''حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں ایک جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف لوگوں کو بلا وے اور ان کو بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ اُن کو مشائخ اور علماء گناہ کی بابت کہنے سے (یعنی جھوٹ بولنے سے) اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے' واقعی ان کی عادت بری ہے۔''

حدیث اول: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم میں سے کسی منکر یعنی ناجائز کام کو دیکھے چاہیے کہ اُس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے۔ پس اگر (اتنی بھی) طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کے ساتھ (آگاہ کردے) اور اگر (اُس کی بھی) طاقت نہ ہو (بلکہ زبان سے روکنے پر بھی اندیشہ ہو تو پھر) اپنے دل سے (اُس کو برا جانے) اور یہ کمزور ایمان ہے یعنی ادنیٰ درجے کا ایمان یہ ہے کہ بری بات کو دل سے برا جانتا رہے اور اگر دل سے اس کو برا بھی نہ سمجھا تو پھر ایمان کہاں رہا۔'' (مسلم)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی شخص جو ہو کسی قوم میں گناہ کرتا ہوا ان لوگوں میں (اور) وہ لوگ طاقت رکھتے ہوں اُس کو روکنے کی اور (پھر بھی) نہ روکتے ہوں مگر اللہ تعالیٰ اُن پر عذاب نازل کرے گا ان کے مرنے سے پہلے۔'' (ابوداؤد' ابن ماجہ)

حدیث سوم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے تو جو اس کو دیکھتا ہو اور ناپسند کرتا ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اُس سے دور رہا اور جو غائب ہو اور اُس (گناہ) سے راضی ہوتا ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کے پاس حاضر ہو۔'' (ابوداؤد)

حدیث چہارم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو اُلٹ پلٹ کردے اس کے باشندوں سمیت پس

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! بے شک اُن میں تیرا فلاں بندہ ہے اس نے آنکھ جھپکنے کی برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ ارشاد ہوا اُلٹ پلٹ کردے اُس شہر کو اس بندے پر اور اُن لوگوں پر کیوں کہ اُس کے چہرے کا میرے لیے کبھی ایک رنگ بھی نہیں بدلا۔"

آیت مبارکہ: حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ "اختیار کیجئے معافی کو اور حکم کیجئے نیکی کا اور رُوگردانی کیجئے جاہلوں سے۔"

اضافہ: (الف) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ عام طور پر عذاب نہیں بھیجتا، بعض لوگوں کے عمل کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ اپنے سامنے منکر کو دیکھیں اور وہ قادر بھی ہوں اس کے انکار پر پھر بھی اُس کو نہ روکیں۔ پس جب وہ ایسا کریں (یعنی باوجود قدرت کے فعل منکر دیکھتے رہیں) تو حق تعالیٰ سب خاص وعام کو عذاب دیتا ہے۔ (شرح السنۃ)

(ب) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نیک کاموں کا امر کیا کرو اور برے کاموں سے روکا کرو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے پھر تم اس سے (عذاب دور کرنے کی) دعا مانگو گے اور تمہاری دعا قبول نہ کی جاوے گی۔ (ترمذی)

بزرگان محترم! آج خطبہ جمعہ کا موضوع امر بالمعروف ونہی عن المنکر بقدر ضرورت ہے۔ پہلی آیت مبارکہ جو خطبہ میں پڑھی گئی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ

ف: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ ایک خاص جماعت کا کام ہے۔ ساری اُمت کا کام نہیں ہے اور یہ کام ہے صرف مقتداؤں کا اور اس تخصیص میں ایک راز ہے وہ یہ کہ دعوت عامہ (یعنی وعظ) صرف اسی وقت مؤثر ہوتی ہے جبکہ مخاطب کے قلب میں داعی کی وقعت ہو بلکہ مطلق دعوت میں بھی اگر داعی کی وقعت نہ ہو تو وہ مؤثر نہیں ہوتی تو عام دعوت میں عام مخاطبین کے قلب میں داعی کی وقعت ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ بجز مقتداء کے کوئی ایسا شخص نہیں جو عام لوگوں کے دل پر اثر ڈال سکے۔ (الدعوات الی اللہ ص ۵۴، ۵۵)

(ا) یہ اس قدر مہتم بالشان امر ہے کہ ایک جماعت سارے کام چھوڑ کر صرف تبلیغ ہی کے واسطے مقرر ہونا چاہیے اس کا ذکر "ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر" میں ہے۔ (تواصی بالحق)

دوسری آیت مبارکہ میں یوں ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ٥ (آل عمران، آیت نمبر ۱۱۰)

''تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔''

(ف) یہ خطاب تمام اُمت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عام ہے جیسا کمالین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً بسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ منقول ہے کہ میری اُمت خیر الامم ہے۔ (بیان القرآن)

یہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو سب کے لیے عام کیا گیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا ایک درجہ ایسا بھی ہے جو سب کے ذمہ ہے اور علماء کے ساتھ خاص نہیں۔ یعنی انفرادی خطاب ایسے مسائل کے ساتھ جو منصوص اور مشہور ہیں علماء سے خاص نہیں۔ پس علماء کے ذمہ تو تبلیغ اس شان سے ہے کہ وہ اپنے سارے اوقات میں یہی کام کریں اور دوسرے آدمی جستہ جستہ اوقات میں کبھی یہ کام کیا کریں۔ (التواصی بالحق)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ٥ (حٰمٓ السجدہ آیت ۳۳)

''اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

(ف) احسن سے معلوم ہوا کہ اچھی باتیں تو اور بھی ہیں مگر جتنی اچھی باتیں ہیں ان میں سب سے زیادہ اچھی بات دعوت الی اللہ ہے۔ (استفہام)

سبحان اللہ کیا بلاغت ہے کہ پوچھتے ہیں کون ہے احسن از روئے قول کے۔ اس میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ عادت ہے کہ جس جگہ پر کوئی خلاف جواب دے وہاں پوچھا ہی نہیں کرتے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ دعوت الی اللہ میں عمل صالح سے جس میں دعویٰ بھی پیدا نہیں ہوتا اس سے اچھا کسی کا قول نہیں۔ (الدعوات الی اللہ ص ۲۵، ۳۹)

تبلیغ ہر اُمتی کے ذمہ واجب ہے

اُمت کا ہر فرد وجوب دعوت کے حکم میں داخل ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ایک حدیث ہے کہ جو لوگ امر بالمعروف نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کو عتاب عام فرمائے گا اور آپ نے استشہاد کے

لیے یہ آیت پڑھی: "وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً"

پھر امر بالمعروف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خطاب خاص یہ کسی فرد بشر سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس کا مدار قدرت پر ہے جس کو جس کسی پر جتنی قدرت ہے اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو امر بالمعروف کرے۔ مثلاً ماں باپ کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی اولاد کو نماز، روزہ کی نصیحت کریں۔ خاوند پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کو احکام شرعیہ پر مجبور کرے۔ (آج کل مرد گھر میں آتے ہیں تو سوائے اس کے کہ کھانے پینے پر بیوی پر عتاب ہوگا یا کرتہ نہ سینے پر غصہ ہوگا، دین کی ایک بات بھی ان سے نہ کہی جائے گی، مجھے زیادہ شکایت دینداروں اور نمازیوں کی ہے کہ وہ بھی اپنے گھر والوں کو دین پر متنبہ نہیں کرتے نہ اس کی خبر رکھتے ہیں کہ بیوی بچوں نے نماز پڑھی یا نہیں)

آقا کے لیے لازم ہے کہ اپنے نوکر چاکر اور جوان کے ماتحت ہیں ان کو امر بالمعروف کرے۔ حدیث میں ہے:

"اپنے بچوں کو جب وہ سات برس کے ہو جائیں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں ان کو مارو، غرض ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنے ماتحتوں کو حکم کرے امور خیر کا اور خلاف شرع باتوں سے روکے۔"

خطاب عام: یعنی وعظ کہنا یہ سب کے ذمہ فرض نہیں صرف علماء پر واجب ہے۔ (آداب التبلیغ ص ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۰)

ارشاد ربانی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

"اے مسلمانو! تم اپنے آپکو اور اپنے متعلقین کو نار جہنم سے بچاؤ۔" اور حدیث میں ہے:

"تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے متعلق باز پرس ہوگی تو گھر والے تمہارا پیچھا کب چھوڑنے والے۔ اگر یہ جہنم میں گئے تو تم بھی وہاں ان کے ساتھ ہی ہوگے۔" (التواصی بالحق ملحقہ مواعظ دعوت التبلیغ ص ۱۵۶)

تبلیغ کا کام شفقت سے ہوتا ہے

تبلیغ اسلام کا کام زیادہ تر شفقت سے ہوا ہے جس کو اُمت کے حال پر شفقت ہوگی وہی تبلیغ کے مصائب کو خوشی سے برداشت کرے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹۲)

اسلام کا نرالا طرز تبلیغ

ارشاد خداوندی ہے: اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

"کہ اپنے رب کی طرف موعظت اور حکمت حسنہ کے ساتھ دعوت دو۔"

یعنی اعمال کی ترغیب اخلاق کے پیرائے میں دو۔ اس سے مخاطب کو وحشت نہ ہوگی اور اس میں راز یہ ہے کہ ابتداء میں شفقت نہ کرنے سے تو خود تبلیغ کا کام اٹکتا ہے اور ناامیدی کے بعد حزن کرنے سے تبلیغ کی ترقی رکتی ہے۔ (لیکن تبلیغ میں حسب منشاء کامیابی نہ ہو تو حزن نہ کرے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے: "وَلَاتَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَاتَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ "(النمل آیت ۷۰) اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں ان سے تنگ نہ ہوں)۔ کیونکہ اب حزن کرنے سے مبلغ کی ہمت پست ہو جائے گی۔ اس وقت اس کو یہ تعلیم ہے کہ ہدایت تمہارے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کے قبضہ میں ہے۔ بس تم کو اپنا کام کرنا چاہیے۔ تمہارا تبلیغ کا ثواب کہیں نہیں گیا' جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کرو۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن

اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا۔ (التواصی بالحق ص ۱۷۸)

ثمرہ تبلیغ

وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا. اگر آپ کا رب چاہتا تو سب کو ہدایت ہو جاتی۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ استفہام انکار کے لیے ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوشش کے یہ معنی نہیں کہ ثمرہ ضرور مرتب ہو مثلاً مرتدین کو تبلیغ کریں تو وہ ارتداد سے بچ ہی جائیں بلکہ کوشش کے یہ معنی ہیں کہ جو کام تمہارے قبضہ میں ہے وہ کر ڈالو۔ ان کو سمجھاؤ بجھاؤ' اسلام کے محاسن بتلاؤ' اس طرح کوشش کرو اگر خدانخواستہ پھر بھی ناکامی ہو تو رنج مت کرو کیونکہ تم اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے۔ (ضرورت تبلیغ ملحقہ دعوت و تبلیغ ص ۳۰۹)

تبلیغ کا ایک باریک ادب

یہ ہے کہ تبلیغ کر کے ظہور نتیجہ و حصول ثمرہ کی فکر میں نہ پڑ جانا چاہیے۔ بعض دفعہ اس سے بہت برا اثر پڑتا ہے اور یہ بالخصوص مبلغ شفیق کو پیش آتا ہے کیونکہ جب شفقت زیادہ ہوتی ہے تو نتیجہ عاجلہ پر نظر ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کے اندر عجلت زیادہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جلدی اثر ہو جائے گو اس میں نیت دین ہی کی ہو مثلاً کسی کو نماز سکھاتے ہیں تو اس کا ثمرہ عاجلہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی

آنکھ سے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیں۔ اسی طرح تبلیغ اسلام میں یہ چاہتے ہیں کہ ہماری تحریک کے ساتھ ہی بہت سے مسلمان نظر آنے لگیں اور بعض اوقات یہ مصلحت بھی نیت میں ہوتی ہے کہ اس سے اہل حق کا مجمع زیادہ ہوگا اور حق بڑھے گا' اہل حق کو قوت ہوگی۔ اہل باطل مغلوب ہوں گے تو وہ مضرت بھی نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ مصلحت پیش نظر ہو تو یہ دین ہے مگر اس میں غلو نہ چاہیے۔

اور اگر ثمرہ دنیا ہے مثلاً یہ کہ ہمارا نام ہوگا کہ یہ خوب کام کرتا ہے تو وہ تو ہے ہی برا۔ اگرچہ بصورت نماز ہی ہو۔ غرض بعض وقت ثمرہ دینی ہوتا ہے اور کبھی دنیوی مگر یہ سب ثمرات عاجلہ ہیں جن پر بعض مبلغین کی نظر ہوتی ہے۔ پھر اگر ان ثمرات کا ترتب نہیں ہوتا تو حزن وملال پیدا ہوتا ہے۔ بعض وقت یاس تک نوبت آتی ہے اور مخاطب پر غیظ پیدا ہوتا ہے حاضر یا غائب برا بھلا کہتے ہیں۔ حالانکہ اصل نتیجہ رضائے حق ہے اور وہ تبلیغ بطریق مذکور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ (آداب التبلیغ ص ۱۱۶ تا ۱۱۷)

تبلیغ میں ضرورت اعتدال

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی کو ایسی حالت میں دیکھو کہ یہ بہت کام کرتا ہے تو اس کو شمار میں نہ لاؤ اور جس کو اعتدال سے کام کرتا ہوا دیکھو اس سے امید رکھو کہ انشاء اللہ یہ غالب ہوگا۔ (تواصی بالحق ص ۴۱) جس کام میں زیادہ ہنگامہ ہوتا ہے وہ جلد ختم ہو جاتا ہے اور جو تدریج کے ساتھ چلے اور اعتدال کے ساتھ بڑھتا رہے اس کو بقاء نصیب ہوتی ہے۔

دور حاضر میں تبلیغ اسلام کا حکم

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ فی زمانہ مسلمانوں پر تبلیغ اسلام واجب ہے یا نہیں؟ فرمایا جہاں اسلام پہنچ چکا ہو وہاں تبلیغ اسلام واجب نہیں ہے جیسا کہ بلوغ اسلام اکثر جگہ ہو چکا ہے اور تبلیغ سے مقصود بلوغ اسلام ہے اگر خود بلوغ ہو جائے تو فرضیت تبلیغ کی ساقط ہو جائے گی۔ (مقالات حکمت ص ۸۶)

امر بالمعروف کا ایک قاعدہ

کسی پر تشدد یا قطع تعلق کرنے میں مفسدہ کا اندیشہ ہو اور اس کی طرف سے اضرار کا خوف ہو اور اپنے اندر تحمل کی طاقت نہ ہو اس کو امر بالمعروف سے سکوت کی اجازت ہے باقی جس کو ہمت ہو اس کو سکوت کی اجازت نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹)

تبلیغ کس صورت میں واجب ہے

فرمایا تبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے بشرطیکہ مخاطب کو حق نہ پہنچا ہو اور گمان

غالب ہو کہ میرے تبلیغ کرنے سے مجھے ایسا کوئی ضرر بھی نہ ہوگا جس کو میں برداشت نہ کرسوں گا ایسی حالت میں بفحوائے من رأی منکم الخ تبلیغ واجب ہے اور جہاں قدرت نہ ہو یا جس کو تبلیغ کر رہا ہے اس کی طرف سے ضرر کا خطرہ ہو وہاں واجب نہیں۔ اسی طرح اگر ضرر کا تو خوف نہیں لیکن یہ اندیشہ ہو کہ وہ شخص مثلاً شریعت کو گالیاں بکنے لگا تو ایسی حالت میں بھی تبلیغ نہ کرے اور میں تو فتنہ ارتداد کے بعد بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر تبلیغ پر کوئی اثر بھی مرتب نہ ہو اور مخاطبین نماز، روزہ بھی نہ کریں صرف اپنے کو مسلمان کہتے رہیں تو یہ بھی غنیمت ہے۔ آخر مر کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ (الکلام الحسن ملفوظ ۶ ص ۲۷)

تبلیغ اور مصالح

بعض لوگ تبلیغ کو مصالح کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم اپنے مصالح کو پیس دو۔ مسالہ کو جتنا پیسو گے اتنا ہی کھانا عمدہ ہوگا۔ کیسا مصالح لیے پھرتے ہو غذا کا اہتمام کرو فضول کام میں نہ لگو نیز سامعین کے مجمع کے کم و بیش ہونے پر بھی نظر نہ کرو، کام شروع کردو پھر اثر بھی ہونے لگے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۳۹)

نہی عن المنکر کسی دنیوی مصلحت کی بناء پر معاف نہیں

اگر نہی عن المنکر میں کسی ایسی اذیت کا اندیشہ ہو کہ جس اذیت کا یہ متحمل نہ ہو تو اُس وقت نہی عن المنکر معاف ہے اور جہاں ایسی اذیت نہیں فقط یہ اندیشہ ہے کہ مخاطب برا مانے گا یا ہمارا مرتبہ اس کی نظر میں کم ہو جائے گا یا ہمیں شاید کچھ دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور نہ دے گا' یہ سب خیال فاسد ہیں۔ اس وجہ سے نہی عن المنکر معاف نہیں ہے۔ (الدعوات الی اللہ ص ۱۹)

تبلیغ واشاعت کیلئے دینی مدارس کی ضرورت

جس طرح نماز کے لیے وضو ضروری ہے اسی طرح تبلیغ و اشاعت کے لیے مدارس کا وجود ضروری ہے۔ مدارس نماز کے لیے بمنزلہ وضو کے ہیں ہاں بعد فراغ تبلیغ و اشاعت سے باز رہنا ایسا ہے جیسا کوئی وضو کر کے نماز نہ پڑھے۔ (الدعوت الی اللہ ص ۲۳)

دوران حصول علم تبلیغ کی نیت

اگر طلباء کی نیت یہ ہو کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر امر بالمعروف کریں گے تو یہ پڑھنا بھی شعبہ تبلیغ ہی کا ہے۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو پھر تبلیغ نہیں۔ دیکھو اگر کوئی شخص نماز کی نیت نہ کرے تو نماز نہیں ہوتی۔

ایسے ہی روزہ ہے اگر کوئی روزہ کی نیت نہ کرے اور دن بھر فاقہ کرے تو روزہ نہیں ہوتا۔

غضب کی بات ہے کہ ہم دن رات پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر اعمال و طاعات کی نیت نہ کرنے کی وجہ سے ثواب سے محروم ہیں۔ (آداب التبلیغ ص ۹۸)

تعلیم و تعلم بھی تبلیغ کی ایک فرد ہے

پھر اگر تبلیغ کی قسمیں کردی جائیں کہ ایک تبلیغ اصول وعقائد کی ہے کفارہ کو دوسری قسم تبلیغ فرد مسلمانوں کو ہے اور تیسری قسم ایک جماعت کو تبلیغ کے قابل بنانا پھر تو درس و تدریس کا تبلیغ میں داخل ہونا ظاہر ہے اور جب تبلیغ کی قسمیں ہیں تو اب یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص ساری قسمیں ادا کرے بلکہ اس کے لیے تقسیم خدمات ضروری ہے۔ پس ان سب کاموں کو خاص خاص جماعت کے سپرد کیا جائے یعنی قابلیت اور مناسبت کو دیکھ کر تقسیم خدمات کی جائے کیونکہ ہر ایک آدمی ہر ایک کام کے قابل نہیں ہوتا۔

اس لیے کہیں طلباء و مدرسین پڑھنا پڑھانا نہ چھوڑ دیں' وہ طلباء جو علم سے فارغ نہیں ہوئے' تبلیغ میں مشغول ہونا چاہتے ہیں' میرے نزدیک ان کے لیے اول تکمیل علم ضروری ہے کیونکہ اگر یہ پڑھنا پڑھانا نہ ہو تو تصنیف و تبلیغ وغیرہ سب بے کار ہیں کیونکہ ناقص کی تبلیغ وغیرہ کچھ قابل اعتبار نہیں بلکہ اس طرح تو چند روز میں علم بالکل معدوم ہو جائے گا۔ غرض تعلیم و تعلم بھی ایک فرد ہے تبلیغ کی۔ (آداب التبلیغ ص ۱۰۳'۱۰۵)

تبلیغ سے متعلق ہر معاون کام تبلیغ ہے

مقدمات تبلیغ ملحق بالتبلیغ ہیں پس مال دہندہ بھی مبلغ ہے۔ احکام سنانے والا بھی مبلغ ہے اور مضامین لکھنے والا بھی مبلغ ہے۔ تصنیف و تالیف بھی تبلیغ میں شامل ہیں۔ (آداب التبلیغ ص ۱۴)

بے عملی ترک تبلیغ کا عذر نہیں

ارشاد خداوندی ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o (البقرہ آیت ۴۴)

"کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں رکھتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو کیا پھر اتنا بھی نہیں سمجھتے۔"

مسئلہ: اس سے یہ نہیں نکلتا کہ بے عمل کو واعظ بنا جائز نہیں بلکہ یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے

عمل بننا جائز نہیں اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (بیان القرآن ج ۱ص ۱۶)

اسی طرح آیت مبارکہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصّف آیت ۲، ۳)

''اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔''

یہ آیت مبارکہ دعویٰ کے متعلق ہے، دعوت سے متعلق نہیں، خوب سمجھ لو۔

اپنی فکر اصلاح مقدم ہے

بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔ آج کل یہ مرض عام ہو گیا عوام میں بھی خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اور اپنی خبر نہیں۔ دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گھڑی اٹھوا دینا کیسی حماقت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵۸)

مبلغین کو ذکر اللہ کیلئے بھی وقت نکالنا چاہیے

علماء جو تعلیم و تبلیغ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے ہیں ان کو اس سے غفلت نہ ہونا چاہیے کہ ان کا کچھ وقت خلوت میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ کے لیے بھی مخصوص ہونا چاہیے۔ جیسا کہ علماء سلف کی سیرتیں اس پر شاہد ہیں اس کے بغیر تعلیم و تبلیغ بھی مؤثر نہیں ہوتی ان میں نور و برکت نہیں۔ (ص ۳۷۷ ج ۸)

(۱) ہر شخص کو اولاً خود دین میں متصلب پختہ اور مضبوط ہونا چاہیے۔ احکام الٰہی پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں کسی سے مرعوب نہ ہونا چاہیے اور نہ دینی کام میں کسی کی مروت و تعلقات کی پرواہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا لائق محبت و تعلق کون ہے۔ جس کے لیے احکام الٰہیہ کو ترک کیا جائے۔

(۲) ہر شخص کو اس کا خیال کرنا چاہیے کہ کسی جلسہ اور مجلس کو احکام پہنچانے سے خالی نہ رکھے مگر باریک اور اختلافی مسائل میں دخل نہ دیں کہ یہ کام علماء کا ہے اور اگر کوئی رد کر دے یا سخت جواب دے تو صبر و تحمل سے کام لیں، سختی کا جواب سختی سے نہ دیں، جب کسی دنیاوی غرض کے لیے بھی ملاقات ہو یا تجارت و ملازمت کے سلسلہ میں کسی سے ملنا ہو تو حسب موقع باتوں باتوں میں کلمۃ الحق ضرور پہنچا دیا جائے دین کے معاملہ میں مسلمان کی وہی شان ہونا چاہیے جو کہ حضرات صحابہ کی ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بتلائی تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرات صحابہ کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا (کہ دین کے معاملہ میں تو وہ گویا مجنون تھے) فاذا ارید احدمنهم علی شیء من امر الله

دارت حمالیق عینیه کانه مجنون (ص ۱۱۰ ' ۱۱۱ ' الارب المفرد للبخاری)

(۳) رات دن میں کوئی خاص وقت اس کام کے لیے بھی نکالا جائے کہ اس میں بندگان خدا کو (خواہ مسلم یا غیر مسلم) احکام اسلام پہنچائے جائیں اور برے کاموں سے روکا جائے۔

(۴) احکام اسلام پہنچانے میں لہجہ ہمیشہ نرم ہونا چاہیے۔ گفتگو تہذیب اور متانت سے کرنا چاہیے البتہ جن پر اپنی حکومت ہے جیسے بیوی' اولاد' نوکر' شاگرد وغیرہ ان کو اول نرمی سے نصیحت کی جائے پھر بتدریج سختی سے سمجھایا جائے۔

(۵) احکام اسلام پہنچانے میں اس ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے۔

(الف) جن کو کلمہ اسلام معلوم نہیں ان کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھلایا جاوے اور اس کے معنی سمجھا دیئے جائیں۔

(ب) جن کو کلمہ اسلام معلوم ہے ان کو اس کے معنی بتلائے جائیں اور کہا جائے کہ رات دن میں کم از کم سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی محمد رسول اللہ ملا کر ضرور پڑھ لیا کریں۔ (ففی الحدیث جددوا ایمانکم بقول لا اِلٰه الا اللّٰه)

(ج) جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے' مردوں کو مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے جن کو نماز کا طریقہ معلوم نہیں ان کو نماز سکھلائی جائے اور ممکن ہو تو ہر نمازی کو پوری نماز کا ترجمہ بھی یاد کرا دیا جائے۔ یعنی **سبحانک اللّٰھم** سے التحیات' دُرود شریف تک ہر چیز کا ترجمہ یاد کرلیں گے کہ اس سے نماز میں دلجمعی زیادہ ہوتی ہے اور وضو اور پاکی ناپاکی کے مسائل سے وقتاً فوقتاً آگاہ کیا جاوے۔

(د) جن پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی جائے جن پر قربانی واجب ہے ان کو قربانی کی ترغیب دیں۔

(ہ) رمضان شریف کے روزہ کی سب مسلمانوں کو تاکید کی جائے۔

(و) جن پر حج فرض ہو ان کو حج کی تاکید کی جاوے۔

(ز) ہر بستی میں تعلیم قرآن شریف کے مکاتب ضرور ہونے چاہئیں جن میں تعلیم قرآن کے ساتھ اردو رسائل بہشتی زیور' بہشتی ثمر' راہ نجات وغیرہ بھی پڑھائے جائیں تا کہ بچوں کو ضروری احکام کی اطلاع ہو جائے۔

(ح) سب مسلمانوں کو باہم اتفاق و اتحاد سے رہنے کی اور گالم گلوچ' لڑائی جھگڑا بند

کرنے کی تاکید کی جاوے۔

(ط) بستی کے کسی ایک بااثر دیندار کو یا چند بااثر دینداروں کی جماعت کو اپنا بڑا بنالیا جائے جن کا کام یہ ہو کہ لوگوں میں اتحاد و اتفاق قائم رکھیں اور امور مذکورہ بالا کو رواج دیں اور جب کسی معاملہ میں نزاع ہو تو اس کا شریعت کے موافق علماء سے پوچھ کر فیصلہ کر دیں اور سب اس فیصلہ کی تائید کریں۔

(ی) جھوٹ، غیبت، حسد و کینہ، دشمنی، کسی کی بے جا طرف داری، چغل خوری، زنا، بدنگاہی، بے پردگی، شراب نوشی، لڑکوں سے ناجائز تعلقات، سودی لین دین، بے کاری، آوارہ گردی کا انسداد کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

سچ بولنے باہم تواضع اور محبت کا برتاؤ کرنے، انصاف وعدل و مضبوطی کے ساتھ جمے رہنا اور جائز ذرائع معاش میں لگے رہنے، کفایت شعاری اور آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنے کی بہت تاکید کریں، تنگی برداشت کرلیں مگر حتی المقدور زیادہ خرچ نہ کریں۔

تقریبات اور روزمرہ کے خرچ میں کفایت شعاری کرنے والے پر طعن و تشنیع نہ کریں بلکہ اس کی ترغیب دیتے رہیں اور عامل کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں، کسی جائز پیشہ کو عار نہ سمجھیں، گھاس کھودنے تک کو بے کاری اور ذلت ورسوائی پر ترجیح دیں اور نیک اعمال اختیار کرنے کی خود بھی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتے رہیں۔

(۶) حیات المسلمین، تبلیغ دین، تعلیم الدین، محاسن الاسلام، بہشتی زیور کو مطالعہ میں رکھیں اور وقتاً فوقتاً ان کے مضامین اپنے دوستوں، ملنے والوں اور سب بندگان خدا کو پہنچاتے رہیں۔

(۷) جو علماء کسی دینی خدمت میں مشغول ہیں جیسے درس و تدریس تصنیف و تالیف وغیرہ وہ بھی اپنی نشست و برخاست اور اوقات ملاقات میں بندگان خدا کو احکام الٰہیہ پہنچانے میں سستی نہ کریں اور فرصت اوقات میں جیسے جمعہ کی تعطیل ہے یا رخصت طویلہ کا زمانہ ہے وعظ و نصیحت کا ذریعہ بندگان خدا کو احکام اسلام پہنچانا اپنا فریضہ سمجھیں، میں اپنے ساتھ خاص تعلق رکھنے والوں کو خاص طور پر مکرر تاکید کرتا ہوں کہ امور مذکورہ بالا کی پوری پابندی، اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں اور تمام اہل اسلام سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں کہ اس دستور العمل کو حرز جان بنا کر ہر شخص دین الٰہی کی خدمت کے لیے آمادہ اور مستعد ہو جائے، مجھے اللہ کے بھروسہ پر یقین ہے کہ اگر سب مسلمان اسی طرح کام میں لگ جائیں گے تو تمام مصائب اور پریشانیوں کا جو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ہیں، بہت جلد خاتمہ ہو جائے اور نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہو گی اور اس دستور العمل کو چند روز کے

لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم اور جاری رکھیں۔ اب اس مضمون کو اس دعاء پر ختم کرتا ہوں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ o

تبلیغ اور اصلاح نفس میں ترتیب

اگر دوسرے کام کرنے والے موجود ہوں تو اصلاح نفس فرض عین ہے اور اگر موجود نہ ہوں تو اصلاح و تبلیغ دونوں کو جمع کرے۔ (خیر الافادات ص ۷۵)

بیان وعظ میں مجمع کی کثرت وقلت پر نظر نہ ہونا چاہیے

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مراد آباد میں وعظ بیان فرمایا۔ جب وعظ ختم ہو چکا اور لوگ چل دیئے تو حضرت مولانا بھی تشریف لے چلے۔ دروازہ پر ایک بوڑھے شخص ملے (یہ بڑے میاں وعظ سننے کی خاطر کئی کوس پیدل چل کر آئے تھے) انہوں نے پوچھا کیا وعظ ختم ہو چکا' لوگوں نے کہا کہ ہاں ختم ہو چکا۔ ان بوڑھے میاں نے آہ سرد بھری اور بہت افسوس وعظ سے محروم رہنے کا کیا اور کہا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ) حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں تم افسوس نہ کرو میں تمہیں بھی وعظ سنا دوں گا اور ان بوڑھے شخص کو مسجد میں لے جا کر کل وعظ شروع سے اخیر تک جو پہلے بیان ہو چکا تھا سارا پھر سے سنا دیا۔

دیکھئے کس قدر للہیت تھی کہ ایک شخص کی خاطر سارا وعظ پھر سے کہا۔ (الافاضات الیومیہ حصہ دوم ص ۹ ملفوظ نمبر ۴۶' قصص الاکابر ص ۲۳)

اس لیے واعظ کو چاہیے کہ مجمع کی کثرت و قلت پر کبھی نظر نہ رکھے۔ ایک شخص کی بھی اصلاح ہوگئی تو بیڑا پار ہو سکتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

پانچواں خطبہ

آداب معاشرت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

مختصر طور پر روایتیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک کے متعلق لکھی جاتی ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ان کی پیروی کر کے بہبودی حاصل کرے۔

روایت اول: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اچھے تھے (صورتاً بھی سیرتاً بھی) اور سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔'' (متفق علیہ)

روایت دوم: ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو مارا اور نہ کسی خادم کو مارا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں (اس وقت تو مارنا کیا بلکہ قتل تک کی بھی نوبت آئی ہے)۔'' (مسلم)

روایت سوم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے حیائی کی بات فرمایا کرتے تھے اور نہ بہ تکلف ایسی بات فرما سکتے تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بے حیائی کی بات تکلف اور قصد سے بھی نہ نکل سکتی تھی) اور نہ بازاروں میں چلانے والے تھے اور نہ برائی کا برابدلہ دیتے تھے بلکہ معاف اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔'' (ترمذی)

روایت چہارم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت بھی کیا کرتے تھے اور جنازہ کے ہمراہ بھی تشریف لے جاتے تھے اور غلام کی بھی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔'' (ابن ماجہ و بیہقی)

روایت پنجم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاپوش خود سی لیتے تھے اور اپنے کپڑے بھی سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں کام کاج کر لیتے تھے۔ جیسا کہ تم میں سے ہر کوئی اپنے گھر میں کام کر لیتا ہے اور اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہوں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک تھے) اور بکری دوھ لیتے تھے اور اپنا کام خود کر لیتے تھے۔'' (ترمذی)

روایت ششم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ خاموش رہنے والے تھے۔'' (شرح السنۃ)

روایت ہفتم: ''اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ پس مجھے کبھی اُف نہیں فرمایا اور نہ کسی (کام پر) یوں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور نہ کسی (کام کے متعلق) یوں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔'' (متفق علیہ)

روایت ہشتم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول مشرکین پر بددعا کیجئے؟ ارشاد فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (مسلم)

روایت نہم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کنواری سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو اپنے پردے میں ہو۔ پس جب کوئی ناگوار بات ملاحظہ فرماتے تو ہم اُس (ناگواری) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر شناخت کرتے تھے (مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرم کی وجہ سے زبان مبارک سے ظاہر نہ فرماتے تھے۔'' (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر ہیں۔

اضافہ: (الف) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں) نہیں فرمایا ہو۔ (متفق علیہ)

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس سے الگ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ الگ کر لیتا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی جانب سے رُخ پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی بات وغیرہ پوری کرنے کے بعد اپنا رُخ پھیر لے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے جلیس کے سامنے اپنے زانو کو بڑھائے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سب کے برابر بیٹھتے تھے)۔ (ترمذی)

محترم بزرگو اور دوستو! خطبہ میں آپ حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور عادات مبارکہ سے متعلق چند روایات اور آیت مبارکہ سنی۔ اب آداب معاشرت وغیرہ سے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں مزید کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش خلق تھے۔ آپ نے مجھ کو ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا' میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤں گا (یہ بچپن کا اثر تھا) میں وہاں سے چلا تو بازار میں چند

کھیلنے والے لڑکوں پر گزرا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے (آکر) میری گردن پکڑلی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! میں جا رہا ہوں۔" (مسلم)

(۲) ان ہی سے روایت ہے کہ "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ کے بدن پر ایک نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا چادرہ تھا، آپ کو ایک بدوی ملا اور اس نے آپ کو چادرہ پکڑ کر بڑی زور سے کھینچا اور آپ اس کے سینے کے قریب جا پہنچے۔ پھر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے بھی اللہ کے اس مال میں سے دینے کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات فرمایا، پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا فرمانے کا حکم دیا۔" (بخاری)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ نہیں دیتا، (اگر ہوا دے دیا ورنہ اس وقت معذرت اور دوسرے وقت کے لیے وعدہ فرمالیا)۔" (بخاری و مسلم)

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو (آپ ہی کی تھیں اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں، آپ نے اس کو سب دے دیں وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم مسلمان ہو جاؤ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہ جانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے۔" (مسلم)

(۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے جب کہ آپ مقام حنین سے واپس ہو رہے تھے آپ کو بدوی لوگ لپٹ گئے اور آپ سے مانگ رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت سے اڑا دیا اور آپ کا چادرہ بھی چھین لیا، آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرا چادرہ تو دے دو اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تم میں تقسیم کر دیتا پھر تم مجھ کو نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ تھوڑے دل کا۔" (بخاری)

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے مدینے والوں کے غلام اپنے برتن لاتے جن میں پانی ہوتا تھا سو جو برتن بھی پیش کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (برکت کے لیے) اس میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے، بعض

اوقات سردی کی صبح ہوتی جب بھی اپنا دست مبارک اس میں ڈال دیتے۔" (مسلم)

(۷) ان ہی سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کوسنا دینے والے تھے کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے فلانے شخص کو کیا ہو گیا اس کی پیشانی کو خاک لگ جاوے (جس سے کوئی تکلیف ہی نہیں، خصوص اگر سجدے میں لگ جاوے تب تو یہ دعا ہے نمازی ہونے کی اور نماز میں خاصیت ہے بری باتوں سے روکنے کی تو یہ اصلاح کی دعا ہوئی)۔" (بخاری)

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر شرمگین تھے کہ کنواری لڑکی جیسے اپنے پردے میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ۔ سو جب کوئی بات ناگوار دیکھتے تو (شرم کے سبب زبان سے نہ فرماتے) مگر ہم لوگ اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک میں دیکھتے تھے۔" (بخاری و مسلم)

(۹) حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے۔ (جس کی مثالیں اگلی حدیث میں آتی ہے)۔" (بخاری)

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کر لیتے تھے جس طرح تم میں معمولی آدمی اپنے گھر میں کام کر لیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی کہا کہ آپ من جملہ بشر کے ایک بشر تھے (گھر کے اندر مخدوم اور ممتاز ہو کر نہ رہتے تھے) اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہو کیونکہ آپ اس سے پاک تھے) اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ (یہ مثالیں ہیں گھر کے کام کی کیونکہ رواج میں یہ کام گھر والوں کے کرنے کے ہوتے ہیں) اور اپنا ذاتی کام بھی کر لیتے تھے۔" (ترمذی)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو، ہاں راہ خدا میں جہاد اس سے مستثنیٰ ہے (مراد وہ مارنا ہے جیسے غصے کے جوش میں عادت ہے) اور آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جس میں آپ نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اس وقت آپ اللہ کے

لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔" (مسلم)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آٹھ برس کا تھا' اس وقت آپ کی خدمت میں آ گیا تھا اور دس برس تک میں نے آپ کی خدمت کی' میرے ہاتھوں کوئی نقصان بھی ہو گیا تو آپ نے کبھی ملامت نہیں کی اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے ملامت بھی کی تو آپ فرماتے جانے دو۔ اگر کوئی دوسری بات مقدر ہوتی تو وہی ہوتی۔" (مصابیح بلفظ وبیہقی مع تغیر یسیر)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کرتے تھے کہ آپ مریض کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور جنازہ کے ساتھ جاتے تھے۔ الخ" (ابن ماجہ، بیہقی)

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے خود نہ نکالتے تھے' یہاں تک کہ وہی اپنا ہاتھ نکال لیتا تھا اور نہ اپنا منہ اس کے منہ کی طرف سے پھیرتے تھے' یہاں تک کہ وہ ہی اپنا منہ آپ کی طرف سے پھیر لیتا تھا اور آپ کبھی اپنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے اپنے زانو کو بڑھائے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سب کے برابر بیٹھتے تھے) ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ زانو سے مراد پاؤں ہو یعنی آپ کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔" (ترمذی)

(۱۵ و ۱۶) شمائل ترمذی باب تواضع و باب خلق میں دو لمبی حدیثیں ہیں ان میں سے بعض جملے نقل کرتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے مکان میں تشریف لے جاتے تو مکان میں رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات خاص کے لیے (پھر اپنے خاص حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان اس طرح پر تقسیم فرماتے ہیں کہ اس حصہ کی برکات کو اپنے خاص اصحاب کے ذریعے سے عام لوگوں تک پہنچاتے (یعنی اس حصہ میں خاص حضرات کو استفادہ کے لیے اجازت تھی۔ پھر وہ عام لوگوں تک ان علوم کو پہنچاتے) اور اس مذکورہ حصہ اُمت میں آپ کی عادت یہ تھی کہ اہل فضل (یعنی اہل علم وعمل) کو حاضری کی اجازت دینے میں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے اور اس وقت کو ان پر بقدر ان کی دینی فضیلت کے تقسیم کرتے تھے کیونکہ

کسی کو ایک ضرورت ہوئی کسی کو دو ضرورتیں ہوئیں، کسی کو کئی ضرورتیں ہوئیں آپ اس نسبت سے ان کے ساتھ مشغول ہوتے اور ان کو بھی ایسے کام میں مشغول رکھتے جس میں اس کی اور اُمت کی مصلحت ہو جیسے مسئلہ پوچھنا اور مناسب حالات کی اطلاع دینا اور آپ کے سب طالب ہو کر آتے اور (علاوہ علمی فوائد کے کچھ کھاپی کر واپس جاتے) اور دین کے ہادی بن کر نکلتے۔ (یہ رنگ تھا مجلس خاص کا) پھر میں نے اپنے باپ سے آپ کے باہر تشریف لانے کی بابت پوچھا۔ انہوں نے اس کی تفصیل بیان کی جس کو میں ان ہی کی دوسری حدیث سے نقل کرتا ہوں۔

(۱۷) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت کشادہ رُو، نرم خو، نرم مزاج تھے۔ آپ کے سامنے لوگ آپس میں جھگڑتے نہ تھے اور جب آپ کے روبرو کوئی بات کرتا، اس کے فارغ ہونے تک آپ خاموش رہتے اور آپ پردیسی آدمی کی گفتگو اور سوال میں بے تمیزی کرنے پر تحمل فرماتے تھے اور کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا۔ تب اس کو کاٹ دیتے خواہ منع فرما کر یا اُٹھ کر چلے جانے سے (یہ رنگ تھا مجلس عام کا) یہ برتاؤ تو اپنے تعلق والوں سے تھا اور مخالفین کے ساتھ برتاؤ تھا اس کا بھی کچھ بیان کرتا ہوں۔

(۱۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک لمبا قصہ طائف کا منقول ہے جس میں آپ کو کفار کے ہاتھ سے اس قدر اذیت پہنچی جس کو آپ نے جنگ احد کی تکلیف سے بھی زیادہ سخت فرمایا ہے اس وقت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پہاڑوں کے فرشتہ سے ملایا اور اس نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھ کو حکم دیں، اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو ان لوگوں پر لا ملاؤں (جس میں یہ سب پس جاویں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ (شاید) اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کر دے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (بخاری ومسلم)

(ف) دیکھئے اگر اس وقت ہاتھ سے بدلہ لینے کا موقع نہ تھا تو زبان سے کہنا تو آسان تھا۔ خصوصاً جب آپ کو یقین بھی دلا دیا گیا کہ زبان ہلاتے ہی سب تہس نہس کر دیئے جائیں گے مگر آپ نے پھر بھی شفقت ہی سے کام لیا۔ یہ برتاؤ ان مخالفین سے تھا جو آپ کے مدمقابل تھے بعضے مخالفین آپ کی رعایا تھے جن پر باضابطہ بھی قدرت تھی، ان کے ساتھ بھی برتاؤ سنئے۔

(۱۹) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبا قصہ منقول ہے جس میں کسی یہودی کا جو کہ مسلمانوں کی رعیت ہو کر مدینے میں آباد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کچھ قرض تھا اور اس نے ایک بار آپ کو اس قدر تنگ کیا کہ ظہر سے اگلے دن صبح تک آپ کو مسجد سے گھر بھی نہیں جانے دیا۔ لوگوں کے دھمکانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی قصے میں ہے کہ جب دن چڑھا تو یہودی نے کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" اور یہ بھی کہا کہ میں نے یہ سب اس لیے کیا تھا کہ آپ کی صفت جو تورات میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کے بیٹے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مکہ میں ہے اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے اور سلطنت شام میں ہوگی۔ (چنانچہ بعد میں ہوئی) اور آپ نہ سخت خو ہیں، نہ درشت مزاج، نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والے ہیں اور نہ بے حیائی کا کام نہ بے حیائی کی بات آپ کی وضع ہے، مجھ کو اس کا دیکھنا تھا (کہ دیکھوں آپ وہی ہیں یا نہیں؟ سو دیکھ لیا آپ وہی ہیں) "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" الخ (بیہقی)۔ بجز دو حدیثوں کے جن میں شمائل کا نام ہے باقی سب حدیثیں مشکوٰۃ کی ہیں۔

مشورہ: اگر ان ہی تھوڑی سی حدیثوں کو روزمرہ ایک ہی بار پڑھ لیا کرو یا سن لیا کرو تو پھر دیکھ لو گے تم کیسے جلدی اپنے آپ میں تبدیلی محسوس کرو گے۔

جمادی الثانی کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	جمادی الاخریٰ	مطابق
۱	مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ	۱ھ	جنوری ۶۲۳ء
۲	غزوہ ذوالعشیرہ	۲ھ	دسمبر ۶۲۳ء
۳	وفات خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۱، ۱۳ء	اگست ۶۳۴ء
۴	وفات حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ	۲۱، ۱۳ء	اگست ۶۳۴ء
۵	توسیع مسجد نبوی	۱۷ھ	جون ۶۳۸ء
۶	وفات حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ	۲۱ھ	مئی ۶۴۱ء
۷	جنگ جمل مابین حضرت عائشہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ	۱۰، ۳۶ھ	نومبر ۶۵۶ء
۸	وفات حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہم	۱۰، ۳۶ھ	نمبر ۶۵۶ء
۹	ڈاکخانہ کا باقاعدہ قیام منجانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	۴۸ھ	جولائی ۶۶۸ء
۱۰	وفات حضرت عبد الرحمٰن ابن سمرۃ رضی اللہ عنہ	۵۰ھ	جون ۶۷۰ء
۱۱	وفات حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ	۷۳ء	اکتوبر ۲۹۲ء
۱۲	وفات حضرت عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۸۱ھ	جولائی ۷۰۰ء
۱۳	حضرت محمد ابن قاسم رحمہ اللہ سندھ آئے	۹۲ھ	مارچ ۷۱۱ء
۱۴	وفات حضرت سعید ابن میتب رضی اللہ عنہ	۹۴ھ	مارچ ۷۱۳ء
۱۵	وفات حضرت امام زفر رحمہ اللہ	۱۵۸ھ	اپریل ۷۷۵ء
۱۶	وفات خلیفہ ہارون الرشید وخلافت الامین	۱۹۳ھ	مارچ ۸۰۹ء
۱۷	وفات سیبویہ النحوی	۱۹۴ھ	مارچ ۸۱۰ء
۱۸	وفات امام ابوعیسیٰ ترمذی	۲۵، ۲۷۹ھ	
۱۹	وفات امام شاطبی القاری	۵۹۰ھ	مئی ۱۱۹۴ء

۲۰	شہادت حضرت فریدالدین عطار	۶۲۰ھ	جولائی ۱۲۲۳ء
۲۱	وفات مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ	۱۵/۶۷۲ھ	دسمبر ۱۲۷۳ء
۲۲	وفات حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمہ اللہ	۱۰۱۲ھ	نومبر ۱۶۰۳ء
۲۳	وفات اکبر بادشاہ حکومت جہانگیر	۱۰۱۴ھ	اکتوبر ۱۶۰۵ء
۲۴	وفات جہانگیر وحکومت شاہجہاں	۱۰۳۷	فروری ۱۶۲۸ء
۲۵	وفات سلطان العارفین حضرت سلطان باہو	۱۱۰۲ھ	۲ مارچ ۱۶۹۱ء
۲۶	مجلس احرار نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے ختم نبوت تحریک چلائی	۱۲/۱۳۷۲ھ	۲۷ فروری ۱۹۵۳ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲' اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

رجب المرجب

پہلا خطبہ

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ماہ رجب کے بارے میں لوگوں کے درمیان طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں ان کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔

رجب کا چاند دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل

اس پورے مہینے کے بارے میں جو بات صحیح سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ رجب کا چاند دیکھتے تھے تو چاند دیکھ کر آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

"اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے"۔

یعنی ہماری عمر اتنی کر دیجئے کہ ہم اپنی زندگی میں رمضان کو پالیں' گویا کہ ہم پہلے سے رمضان المبارک کی آمد کا اشتیاق ہوتا تھا۔ یہ دعا آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے' اس لئے یہ دعا کرنا سنت ہے اور اگر کسی نے شروع رجب میں یہ دعا نہ کی ہو تو وہ اب یہ دعا کر لے۔ اس کے علاوہ اور چیزیں جو عام لوگوں میں مشہور ہو گئی ہیں ان کی شریعت میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

شب معراج کی فضیلت ثابت نہیں

مثلاً ۲۷ رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شب معراج ہے اور اس شب کو بھی اسی طرح گزارنا چاہئے جس طرح شب قدر گزاری جاتی ہے اور جو فضیلت شب قدر کی ہے' کم و بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ "شب مراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے" اور پھر اس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اس رات میں اتنی رکعات پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں فلاں فلاں سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ خوب سمجھ لیجئے: یہ سب بے اصل باتیں ہیں شریعت میں ان کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

شب معراج کی تعیین میں اختلاف

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷ رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے، کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے اس لئے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی رات صحیح معنی میں معراج کی رات تھی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔

اگر یہ فضیلت والی رات ہوتی تو اس کی تاریخ محفوظ ہوتی

اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ اگر شب معراج بھی شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اسکے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شب قدر کے بارے میں ہیں تو اس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا لیکن چونکہ شب معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷ رجب کو شب معراج قرار دینا درست نہیں۔

وہی ایک رات فضیلت والی تھی

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۷ رجب ہی کو معراج کیلئے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مقام قرب عطا فرمایا اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا اور امت کیلئے نمازوں کا تحفہ بھیجا تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی کسی مسلمان کو اس کی فضیلت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷ رجب کی شب کو حاصل نہیں۔

آپ کی زندگی میں ۱۸ مرتبہ شب معراج کی تاریخ آئی لیکن

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج سن ۵ نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸ سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے لیکن ان اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو یا اس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو یا اس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اس رات میں شب قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجرو

ثواب کا باعث ہے۔ نہ تو آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔

اس کے برابر کوئی احمق نہیں

پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں موجود رہے اس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ۲۷ رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ لہٰذا جو چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کی اس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اس کو سنت قرار دینا یا اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جانتا ہوں کہ کون سی رات زیادہ فضیلت والی ہے، یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اس کو کروں گا تو اس کے برابر کوئی احمق نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ دین کو جاننے والا کون

لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کو خوب سمجھنے والے اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں یا ان سے زیادہ دین کا ذوق رکھتا ہوں یا ان سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔

اس رات میں عبادت کا اہتمام بدعت ہے

لہٰذا اس رات میں عبادت کیلئے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے، لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اسی طرح پھر ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں، لیکن اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔

۲۷ رجب کا روزہ ثابت نہیں

اسی طرح ستائیس رجب کا روزہ ہے، بعض لوگ ستائیس رجب کے روزے کو فضیلت والا سمجھتے ہیں جیسے کہ عاشورہ اور عرفہ کا روزہ فضیلت والا ہے، اسی طرح ستائیس رجب کے روزے کو بھی فضیلت والا روزہ خیال کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک یا دو ضعیف روایتیں تو اس کے بارے میں ہیں لیکن صحیح سند سے کوئی روایت ثابت نہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعت کا سد باب کیا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بعض لوگ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے لگے، جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ ۲۷ رجب کا خاص اہتمام کر کے لوگ روزہ رکھ رہے ہیں تو چونکہ ان کے یہاں دین سے ذرا ادھر ادھر ہونا ممکن نہیں تھا چنانچہ وہ فوراً گھر سے نکل پڑے اور ایک ایک شخص کو جا کر زبردستی فرماتے کہ تم میرے سامنے کھانا کھاؤ اور اس بات کا ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں ہے باقاعدہ اہتمام کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا تاکہ لوگوں کو یہ خیال نہ ہو کہ آج کا روزہ زیادہ فضیلت کا ہے بلکہ جیسے اور دنوں میں نفلی روزے رکھے جاسکتے ہیں اسی طرح اس دن کا بھی نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ آپ نے یہ اہتمام اس لئے فرمایا تاکہ بدعت کا سد باب ہو اور دین کے اندر اپنی طرف سے زیادتی نہ ہو۔

اس رات میں جاگ کر کون سی برائی کر لی؟

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس رات میں جاگ کر عبادت کر لی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو کون سا گناہ کر لیا کیا ہم نے چوری کر لی؟ یا شراب پی لی؟ یا ڈاکہ ڈالا؟ ہم نے رات میں عبادت ہی تو کی ہے اور اگر دن میں روزہ رکھ لیا تو کیا خرابی کا کام کیا ہے؟

دین "اتباع" کا نام ہے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتلا دیا کہ خرابی یہ ہوئی کہ اس دن کے اندر روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا اور خود ساختہ اہتمام والتزام ہی اصل خرابی ہے۔ میں یہ کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ سارے دین کا خلاصہ "اتباع" ہے کہ ہمارا حکم مانو، نہ روزہ رکھنے میں کچھ رکھا ہے، نہ افطار کرنے میں کچھ رکھا ہے اور نہ نماز پڑھنے میں کچھ رکھا ہے جب ہم کہیں کہ نماز پڑھو تو نماز پڑھنا عبادت ہے اور جب ہمیں کہیں کہ نماز نہ پڑھو تو نماز نہ پڑھنا عبادت ہے، جب ہم کہیں کہ روزہ رکھو

تو روزہ رکھنا عبادت ہے اور جب ہم کہیں کہ روزہ نہ رکھو تو روزہ نہ رکھنا عبادت ہے اگر اسوقت روزہ رکھو گے تو یہ دین کے خلاف ہوگا تو دین کا سارا کھیل ''اتباع'' میں ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ حقیقت دل میں اتار دے تو ساری بدعتوں کی خودساختہ التزامات کی جڑ کٹ جائے۔

وہ دین میں زیادتی کر رہا ہے

اب اگر کوئی شخص اس روزے کا زیادہ اہتمام کرے تو وہ شخص دین میں اپنی طرف سے زیادتی کر رہا ہے اور دین کو اپنی طرف سے گھڑ رہا ہے۔ لہٰذا اس نقطہ نظر سے روزہ رکھنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص عام دنوں کی طرح اس میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے اس کی ممانعت نہیں لیکن اس کی زیادہ فضیلت سمجھ کر' اس کو سنت سمجھ کر' اس کو زیادہ مستحب اور زیادہ اجر وثواب کا موجب سمجھ کر اس دن روزہ رکھنا' یا اس رات میں جاگنا درست نہیں' بلکہ بدعت ہے۔

کونڈوں کی حقیقت

شب معراج کی تو پھر بھی کچھ اصل ہے کہ اس رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے اعلیٰ مقام پر تشریف لے گئے تھے لیکن اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے درجے میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں' اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کئے تو وہ مسلمان ہی نہیں' نماز پڑھے یا نہ پڑھے' روزے رکھے یا نہ رکھے' گناہوں سے بچے یا نہ بچے' لیکن کونڈے ضرور کرے اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے۔ خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں' نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے' نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگان دین سے' کہیں سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور اس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مزہ اور لذت آتی ہے اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے' کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہئے اور کوئی حظ نفس کا سامان ہونا چاہئے اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں' حلوہ پک رہا ہے اور ادھر سے ادھر جارہی ہیں اور ادھر سے ادھر آرہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے' تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے' اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کردیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو' وہ کوئی ضروری نہیں مگر یہ کام ضرور ہونا چاہئے۔

یہ امت خرافات میں کھو گئی

بھائی! ان چیزوں نے ہماری امت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے۔

حقیقت روایات میں کھو گئی یہ امت خرافات میں کھو گئی

اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں۔ اس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اس کے بارے میں پتہ نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت ادھر سے ادھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی اور قرآن وحدیث میں اس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اس لئے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے۔

خلاصہ: بہر حال! خلاصہ یہ ہے کہ رجب کا مہینہ رمضان کا مقدمہ ہے، اس لئے رمضان کیلئے پہلے سے اپنے آپ کو تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مہینے پہلے سے دعا بھی فرما رہے ہیں اور لوگوں کو توجہ دلا رہے ہیں کہ اب اس مبارک مہینے کیلئے اپنے آپ کو تیار کر لو اور اپنا نظام الاوقات ایسا بنانے کی فکر کرو کہ جب یہ مبارک مہینہ آئے تو اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں صرف ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی فہم عطا فرمائے اور صحیح طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

دوسرا خطبہ

سفر معراج کی تفصیلات

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

جب رجب کا مہینہ آتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگتے کہ اے اللہ! برکت دے ہمارے رجب میں اور شعبان میں اور پہنچا ہم کو رمضان تک (بیہقی) اس ماہ کی ستائیسویں شب کو معراج ہوئی ہے اور چند روایتیں ۲۷ تاریخ کو روزہ رکھنے کے بارے میں آتی ہیں لیکن کوئی قوی سند سے مروی نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ روزہ نہ رکھا جاوے ہاں اگر کوئی سنت نہ سمجھے بوجہ ضعف روایات کے اور ویسے ہی روزہ رکھ لے کہ اگر زیادہ ثواب نہ ملا تو نفل روزہ کا ثواب مل جاوے گا تو مضائقہ نہیں اور بعض لوگ قصہ معراج کو اس رات میں بیان کرتے ہیں۔ اسی کا وہی حکم ہے جو مولود شریف کا حکم گزر چکا ہے اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے البتہ لے جائے گئے آپ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک (یہاں تک کہ ساتوں آسمان سے گزر گئے)۔

معزز سامعین! ماہ رجب المرجب کے اہم مسائل آپ نے خطبہ اور اس کے ترجمہ میں سنے۔ اب میں اس ماہ کے اہم ترین واقعہ معراج النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تفصیلات جملہ روایات کی قصہ روشنی میں بیان کرتا ہوں۔ ذرا غور سے سنئے کہ یہ اہم واقعہ عقائد سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے گئے۔ (معراج روحانی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو مغالطہ ہے)

کمالات نبویہ کے عظیم الشان واقعات میں سے ایک واقعہ معراج کا بھی ہے جو امام زہری کے قول کے مطابق مکہ میں سن ۵ نبوی میں ہوا۔ (کذا قالہ النووی)

جس کے راوی (مردوں میں) یہ صحابی ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ

عنہ، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحبہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور (عورتوں میں سے) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے سوا اور بھی۔ اب چند واقعات تفصیل سے ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا۔ (رواہ البخاری)

ایک روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) شعب ابی طالب میں تھے۔ (رواہ الواقدی)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُم ہانی کے گھر میں تھے۔ (رواہ الطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔ (رواہ البخاری)

فائدہ: ان تمام روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُم ہانی کے گھر میں تھے جو شعب ابی طالب کے پاس تھا ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا وہاں سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حطیم میں لے گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس وقت نیند کا اثر باقی تھا اس لیے وہاں پہنچ کر بھی لیٹ گئے (ف) چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابتداء ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی عادت کے خلاف معاملہ ہونے والا ہے۔

دوسرا واقعہ: کچھ سونے کچھ جاگنے کی حالت تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے۔ ایک نے کہا وہ (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں؟ دوسرا بولا: وہ جو سب سے اچھے ہیں۔ تیسرا بولا: تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو۔ اگلی رات کو پھر وہ تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اُٹھا کر لے گئے۔ (رواہ البخاری)

فائدہ: یہ حالت کہ کچھ سونے کچھ جاگنے کی ابتداء میں تھی اور اسی کو سونا کہہ دیا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جاگ اُٹھے اور تمام واقعہ میں جاگتے رہے اور بعض روایت میں معراج کے آخر میں آتا ہے کہ پھر میں جاگ اُٹھا۔ مراد یہ ہے کہ اس حالت سے فاقہ ہو گیا اور بعض نے اس زیادتی کو صحیح نہیں کہا ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ ان حاضرین میں سے کون ہیں اس کی وجہ یہ

ہے کہ قریش خانہ کعبہ میں آس پاس سویا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی)

طبرانی میں ہے کہ اول جبریل ومیکائیل علیہما السلام آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین شخص آئے۔ مسلم میں ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے: ان تین میں سے ایک شخص ہیں جو دو شخصوں کے درمیان میں ہیں۔ مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ وحضرت جعفر ہیں کیونکہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

تیسرا واقعہ: پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سینہ اوپر سے نیچے پیٹ تک چاک کیا گیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل نکالا گیا اور سونے کے تھال میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل دھویا گیا پھر ایک تھال آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ دل میں بھر دیا گیا اور دل کو اسی جگہ رکھ کر درست کر دیا گیا۔ (کذا رواہ مسلم من روایتین عن ابی الجاذر و مالک بن صعصعہ)

فائدہ: ملائکہ نے زمزم شریف سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کو دھویا حالانکہ حوض کوثر سے بھی پانی آ سکتا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آب زمزم کوثر سے افضل ہے۔ (قالہ شیخ الاسلام البلقینی)

سونے کے منع ہونے کے باوجود سونے کے تھال کے استعمال میں کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ اول یہ کہ سونے کے حرام ہونے کا حکم بعد میں ہوا ہو تو اس وقت سونے کا استعمال حرام نہ تھا۔ (فتح الباری)

دوسرا یہ کہ معراج آخرت کے امور میں سے تھی اور آخرت میں سونے کا استعمال جائز ہوگا۔ تیسرا یہ کہ آپ نے خود استعمال نہیں کیا بلکہ ملائکہ نے کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلف نہیں۔ (عن ابن ابی حمزہ)

ایمان وحکمت کا تھال میں ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ جواہر غیبیہ میں قوت اور فرحت بڑھتی ہے چونکہ وہ حکمت وایمان کا سبب تھا اس لیے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔ (کذا قالہ النووی)

چوتھا واقعہ: پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا جو براق کہلاتا ہے۔ دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ اس قدر برق رفتار کہ اپنے منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے۔ (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین ولگام تھی۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: تجھ کو کیا ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ عزت والا کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ (شرمندگی سے) پسینہ پسینہ ہوگیا (اور ساری شوخی ختم ہوگئی)۔ (رواہ

الترمذی) اس پر سوار ہوئے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ (عن شرف المصطفیٰ بروایت ابن سعد)

فائدہ: براق کی شوخی غصہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ خوشی کی وجہ سے تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرتبہ کا خیال آنے اور تنبیہ ہونے پر شرمندہ ہو کر ہلنا بند کر دیا جیسے ایک بار حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پہاڑ پر تشریف فرما تھے اس کو حرکت ہوئی تو آپ کے ارشاد "اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شھیدان" سے ساکن ہو گیا۔ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور دنیا کے آسمان پر پہنچے۔ (رواہ البخاری) اور بعض میں آیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جبریل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحارث فی سندہ) ان روایات کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اول تو جبریل علیہ السلام بھی اس مصلحت سے سوار ہوئے ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طبعی خوف معلوم نہ ہو پھر اُتر کر رکاب تھام لی اور دونوں حالتوں میں کبھی کبھی ضرورت کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تھامنے کے لیے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

پانچواں واقعہ: جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) منزل مقصود پر روانہ ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا: اُتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ نے یثرب (مدینہ) میں نماز پڑھی ہے۔ پھر ایک سفید زمین پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: (یہاں بھی) اُتر کر نماز پڑھیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے۔ پھر (آپ کا) گزر بیت اللحم پر ہوا۔ وہاں بھی نماز پڑھوائی گئی اور کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (رواہ البزار والطبرانی وصححہ البیہقی فی الدلائل)

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سیناء ہے کہ آپ نے طور سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (کذا رواہ النسائی)

چھٹا واقعہ: جس میں برزخ کے عجیب واقعات ملاحظہ فرمائے۔ وہ یہ ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو راستہ میں کھڑی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا: جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: چلئے چلئے آپ چلتے رہے ایک بوڑھا ملا جو الگ کھڑا تھا اور آپ (صلی اللہ علیہ

وسلم) کو بلا رہا تھا کہ محمد ادھر آیئے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک جماعت پر ہوا انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: ان کو جواب دیجئے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی وہ دنیا تھی، دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جتنی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا۔ اگر آپ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام تھے۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظہ نکارۃ وغرابۃ)

اور طبرانی اور بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بوبھی لیتے تھے اور کاٹ بھی لیتے تھے اور جب کاٹتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے سے پہلے تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکیاں سات گنا تک بڑھتی ہیں، وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل (بہترین بدلہ) عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

پھر ایک قوم پر گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے ہیں اور جب وہ کچل جاتے ہیں تو پھر دوبارہ صحیح ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے بے توجہی کرتے تھے۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک قوم پر ہوا کہ ان کی شرمگاہ پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے، جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم (جہنم کا درخت ہے) اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا۔ آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں گوشت پکا ہوا رکھا ہے اور ایک ہنڈی میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے۔ وہ سڑے ہوئے گوشت کو

کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کا وہ مرد ہے جس کے پاس حلال پاک بیوی تھی مگر وہ ناپاک عورت کے پاس آتا اور رات گزارتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔ اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال پاک شوہر کے پاس سے اُٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آتی اور رات اس کے پاس گزارتی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

پھر ایک شخص پر گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر رکھا تھا کہ وہ اس کو اُٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں لکڑیاں لا کر رکھتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کی اُمت کا وہ شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت حقوق اور امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ جاتے ہیں تو پہلی ہی کی طرح ہو جاتے ہیں اور سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والے واعظ ہیں۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن جا نہیں سکتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر شرمندہ ہو مگر اس کو واپس نہ لے سکتا ہو۔ پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور وہاں ایک ٹھنڈی پاکیزہ ہوا اور مشک کی خوشبو آئی' وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک آواز سنی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ جنت کی آواز ہے وہ کہتی ہے۔ اے رب! آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے' کیونکہ میرے بالا خانے' استبرق' ریشم' سندس' عقرب' موتی' مونگے' چاندی' سونا' گلاس' تشتریاں' دستہ دار کوزے' مرکب (مختلف چیزوں کے مخلوط شربت وغیرہ) شہد' پانی' دودھ اور شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں تو اب میرے وعدے کی چیز (یعنی جنتی لوگ) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لیے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اور مؤمن مرد اور مؤمن عورت ہے اور (وہ) جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے' میرے ساتھ شرک نہ کرے' میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور جو مجھ

سے ڈرے گا وہ امن میں رہے گا' جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا' جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں وعدہ خلافی نہیں کرتا' بے شک مؤمنوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہیں بابرکت ہیں' جنت نے کہا: میں راضی ہوگئی۔

پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے: اے رب! مجھ سے آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے (دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطا فرمائیے کیونکہ میری زنجیریں' طوق' شعلے' گرم پانی' پیپ' عذاب بہت زیادہ ہوگئے ہیں میری گہرائی بہت لمبی اور گرمی بہت تیز ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لیے ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر دشمنی کرنے والا جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا' دوزخ نے کہا: میں راضی ہوگئی۔

ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: مجھے دائیں طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا' میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں' میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا' پھر ایک اور (شخص) نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا' میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نظر آئی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے تھی اور ہر قسم کی سجاوٹ تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس نے بھی کہا: اے محمد! میری طرف نظر کیجئے' میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں' میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا: پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا' اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا عیسائی کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت عیسائی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کی پکار پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر آچکا ہے) (یعنی چھٹے واقعے کے شروع میں) اور (ظاہر میں یہ واقعات آسمان پر جانے سے پہلے دیکھے گئے۔ (چنانچہ دلائل بیہقی والی حدیث کے شروع میں یہ الفاظ وارد ہیں فقال لہا جبریل) اور بعض واقعات میں آسمان پر جانے کے بعد دیکھنے کی صراحت آئی ہے۔

اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں

آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی ایک اُٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا: یہ سود کھانے والے ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے ہونٹ اونٹ جیسے ہیں وہ قوم چنگاریاں نگلتی ہیں تو وہ ان کے نیچے سے نکل رہی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کھلایا جاتا تھا وہ لوگ چغل خور اور عیب دیکھنے والے تھے۔

فائدہ: عالم برزخ جگہ کے اعتبار سے کہیں بھی ہو مگر اس کے نظر آنے کے لیے یہ شرط نہیں کہ دیکھنے والا بھی اسی جگہ پر ہو اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے بائیں طرف تھیں جن کا ذکر دسویں واقعہ میں آئے گا اور بعض دیکھی گئی چیزوں کے بارے میں وضاحت نہیں کی کہ آسمان پر جانے سے پہلے دیکھی گئی ہیں یا آسمان پر جانے کے بعد دیکھی گئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر بہت بڑے مجمع پر ہوا' میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا: موسیٰ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اُٹھائیے اور دیکھئے (میں) دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سارے آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ کہا گیا: یہ آپ کی اُمت ہے اور آپ کی اُمت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (کذا رواہ الترمذی)

ساتواں واقعہ: جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس پہنچے۔ حضرت انس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں: میں نے براق اس حلقہ سے باندھ دیا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام (اپنی سواریوں کو) باندھتے تھے اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے بیت المقدس میں جو پتھر ہیں اس میں انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

فائدہ: دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو پرانے زمانے سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو، جبریل علیہ السلام نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ یہاں کے آثار پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ بھی ہو تب بھی اس کی شوخی وغیرہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ (کہ اس کی حکمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں)۔

آٹھواں واقعہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب مسجد کے صحن میں پہنچے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں! جبریل علیہ السلام نے کہا: ان عورتوں کے پاس جائیے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس کے لیے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک صاف ہیں میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔

وہاں سے ہٹ کر تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی۔ ہم صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے گا۔ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: آپ کو معلوم ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا: جتنے بھی نبی دنیا میں بھیجے گئے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

بیہقی نے ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اور جبریل بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ ابن مسعود کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا' کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں اور کوئی سجدہ میں ہیں۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کریں گے۔ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ نماز کا وقت آ گیا اور میں ان کا امام بنا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد اقصیٰ پہنچے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو تمام انبیاء آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ بیہقی میں ابو سعید سے اس طرح روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی اس جماعت کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام بنے۔ جب نماز پوری ہو گئی تو فرشتوں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتوں نے کہا: کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر بلانے کے لیے) بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان پر سلام نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ)۔

پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور ان سب نے اپنے رب کی تعریف بیان کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بس مجھ کو خلیل (اپنا دوست) بنایا' مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا' مجھ کو (لوگوں کا) مقتداء' فرمانبردار بنایا کہ میرا اقتداء کیا جاتا ہے' مجھ کو (نمرود کی) آگ سے نجات دی اور اس کو میرے حق میں ٹھنڈ اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب کی تعریف بیان کر کے یہ تقریر کی کہ تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھ کو چنا ہوا بنایا' مجھ پر توریت نازل فرمائی' فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری اُمت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق عدل کرتے ہیں۔

پھر داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کر کے یہ تقریر کی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ

کے لیے ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا' مجھ کو زبور کا علم دیا' میرے لیے لوہے کو نرم کیا' میرے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں' پرندوں کو بھی (تسبیح کے لیے مسخر بنایا) مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی۔

پھر سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کے بعد تقریر کی کہ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہوا کو مسخر کیا' شیاطین کو مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عالی شان عمارت' مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا' اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی' میرے لیے شیاطین' انسان' جن اور پرندوں کے لشکروں کو مسخر کیا' مجھ کو ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لیے لائق نہ ہوگی اور میرے لیے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف بیان کر کے یہ تقریر کی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو آدم (علیہ السلام) کے مشابہ بنایا' انکو مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو (ذی روح) ہو جا اور وہ (ذی روح) ہو گئے' مجھ کو لکھنا سکھایا' تورات وانجیل کا علم دیا' مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل کا ڈھانچا بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا پیدائشی اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا' مردوں کو زندہ کر دیتا تھا' مجھ کو پاک کیا۔ مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی۔ بس ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی تعریف بیان کی اور فرمایا: تم سب نے اپنے رب کی تعریف بیان کی اور میں بھی اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں۔ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا' مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) بات کا بیان ہے (خواہ صاف ہو یا اشارہ سے ہو) میری اُمت کو بہترین اُمت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لیے پیدا کی گئی ہے اور میری اُمت کو انصاف کرنے والی اُمت بنایا' میری اُمت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) میرے سینہ کو کشادہ بنایا اور میرا بوجھ ہلکا کیا' میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا۔ (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا: بس ان کمالات کے سبب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے بڑھ گئے۔

ایک روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں کا ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ مالک داروغہ دوزخ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ہی مجھ کو سلام کیا۔ (کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں میں نے دجال کو بھی دیکھا اور خازن جہنم کو بھی دیکھا۔ (کذا رواہ مسلم)

نواں واقعہ: ایک روایت میں ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے دو برتن لائے' ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ نے فطرت (یعنی طریق دین) کو اختیار فرمایا۔ پھر آسمان پر تشریف لے گئے۔ (کذا رواہ مسلم) اور احمد کی روایت میں ہے کہ ایک، دودھ کا اور ایک شہد کا برتن آیا ہے۔ بزار کی روایت میں تین برتن آئے ہیں دودھ پینے کی چیز اور پانی کا برتن اور شداد بن اوس کی روایت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ نماز کے بعد مجھ کو پیاس لگی' اس وقت یہ برتن حاضر کیے گئے اور جب میں نے دودھ اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو میرے سامنے تھے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں ان میں ترتیب اس طرح سمجھ آتی ہے۔

(۱) مسجد کے صحن میں پہنچ کر حوروں سے ملنا اور بات کرنا۔

(۲) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جبریل علیہ السلام کا دو رکعت نماز پڑھنا غالباً یہ تحیۃ المسجد ہے۔ اس وقت غالباً چند دوسرے انبیاء علیہم السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف حالتوں میں دیکھا' کسی کو رکوع کی حالت میں اور کسی کو سجدہ کی حالت میں۔ یہ سب تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی تمام حضرات اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہو گئے ہوں گے۔

(۳) پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا۔

(۴) پھر اذان و تکبیر ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور چند

فرشتے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقتدی تھے۔ ان میں سے بعض کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہچانتے نہ تھے۔ اسی لیے جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ تمام انبیاء جو مبعوث ہوئے ہیں انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یہ کون سی نماز تھی اس کی تحقیق تیسویں واقعہ کے ذیل میں آئے گی۔ اذان و اقامت یا تو ایسی ہی ہوگی جس طرح اب ہے اور اس کا حکم مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا ہو یا اور طرح کی ہوگی۔

(۵) پھر فرشتوں سے تعارف ہونا شاید خازن جہنم سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور نام سن کر فرشتوں نے پوچھا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان فرشتوں کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یہ علم تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں مزید دو احتمال ہیں یا تو ابھی تک نبوت کے ملنے کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ فرشتوں کے کام مختلف ہیں، دوسرے کاموں کا علم ہر وقت نہیں ہوتا یا نبوت کا علم پہلے سے ہو اور پوچھنے کا مقصود یہ ہو کہ معراج کے لیے ان کے پاس حکم پہنچ چکا ہے اور اسی طرح آگے جو آسمانوں میں سوال ہوا ہے وہاں بھی یہی بات ہے۔

(۶) پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔ (۷) پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا۔

(۸) پھر پیالوں کا پیش ہونا جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے دودھ، شہد، شراب، پانی، کسی نے دو کہے اور کسی نے تین کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے یا یہ کہ تین ہوں، ایک پیالے میں پانی ہو جو مٹھاس میں شہد جیسا ہو تو کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو کبھی پانی کہہ دیا ہو۔ (یہاں دو باتیں ہیں، ایک شراب حرام چیز ہے تو وہ کیوں پیش کی گئی؟ دوسری بات یہ ہے کہ دودھ کو اختیار کرنے اور باقی چیزوں کو رد کرنے کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے ہر صورت میں شراب اس وقت تک حرام نہ تھی کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان فرحت ضرور ہے اس لیے دنیا کے مشابہ ہے۔ یہ وجہ ہوئی شراب کو اختیار نہ کرنے کی) شہد بھی اکثر لذت کے لیے پیا جاتا ہے غذا کے لیے نہیں پیا جاتا تو یہ بھی زائد چیز ہے اور اس میں دنیاوی لذت کی طرف اشارہ ہے اور پانی بھی غذا کا مددگار ہے غذا نہیں ہے۔ جس طرح دنیا دین کی مددگار ہے مقصود نہیں (یہ وجہ ہوئی شہد اور پانی کو اختیار نہ کرنے کی) اور دین سے خود غذائے روحانی مقصود ہے جیسا کہ دودھ سے غذائے جسمانی مقصود ہے اور غذائیں اگرچہ اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح اس لیے ہے کہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے (یہ وجہ ہوئی دودھ کے اختیار کرنے کی) اس طرح برتنوں کا سدرۃ المنتہیٰ کے بعد پیش

ہونا آیا ہے جیسا آگے آئے گا تو یہ پیالوں کا پیش ہونا دوبارہ ہوا۔ (صرح بہ الحافظ عماد الدین ابن کثیر)

(۹) پھر آسمان کا سفر ہوا اور شاید یہاں پر انبیاء اور فرشتوں کا جمع ہونا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے استقبال کے لیے ہوا ہو۔ واللہ اعلم

دسواں واقعہ: اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آسمانوں پر جانا ہوا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے۔ بخاری میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ دل دھونے اور اس میں ایمان وحکمت بھرنے کے بعد مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کے منتہائے نظر پر پڑتا ہے۔ مجھ کو جبریل لے چلے، یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی پر تشریف لے گئے۔ گو درمیان میں بیت المقدس پر بھی اترے۔ بیہقی میں ابوسعید کی روایت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ پھر (بیت المقدس میں اعمال سے فارغ ہونے کے بعد بیت المقدس کی) جڑ (یعنی بنیاد کی جگہ) میں میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر انسانوں کی ارواح (موت کے بعد) چڑھتی ہیں اس زینہ سے زیادہ خوبصورت مخلوق میری نظر سے نہیں گزری تم نے (بعض) مرنے والوں کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا، وہ اس زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا۔ اس کو دائیں بائیں اوپر تلے سے فرشتے گھیرے ہوئے تھے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ایک چاندی اور ایک سونے کا زینہ رکھا گیا۔ یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جبریل علیہ السلام اس پر چڑھے۔ ابن اسحاق کی روایت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: ”جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ (جبریل) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ آسمان کے دروازے تک پہنچا۔“

فائدہ: (گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر براق پر ہوا۔ اب اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینہ کے ذریعے آسمان پر گئے تو اس کا جواب یہ ہے) کہ براق اور زینہ کی روایت میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ تھوڑا سفر براق پر کیا ہو۔ تھوڑا سفر زینے پر کیا ہو جس طرح مکرم مہمان کے سامنے کئی سواریاں پیش کی جاتی ہیں اور اس کو اختیار ہوتا ہے جس پر چاہے سفر کرے، خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر سوار ہو کر ہی کیوں نہ طے کرے۔

گیارہواں واقعہ: حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان دنیا پر پہنچے' جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا' دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا کون ہیں؟ کہا جبریل ہوں' پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر بلانے کے لیے) بھیجا گیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں (رواہ البخاری)

بیہقی میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچے۔ اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں۔

(کیا فرشتوں کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی خبر نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ) بخاری کی ایک روایت میں بھی ہے کہ آسمان والوں کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک کہ ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے۔ جیسے یہاں جبریل کی زبانی سے معلوم ہوا۔ اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ کیا ان کے پاس کلام الٰہی پہنچا ہے۔ اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کیے گئے ہیں اس کی تفصیل آٹھویں واقعہ میں نمبر ۵ میں ذکر کی گئی ہے وہاں خود پوچھنے کی عقلی وجہ بھی لکھی گئی ہے اور اس نقلی دلیل سے اس عقلی وجہ کی تائید ہوگئی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: مرحبا آپ کا آنا مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے دائیں اور بائیں طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں' جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں' دائیں والے جنتی اور بائیں والے جہنمی ہیں اس لیے دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

بزار کی حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام

کے دائیں طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ شریک کی روایت بالا میں ہے کہ آپ نے آسمان دنیا میں نیل وفرات کو دیکھا اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی آسمان دنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی جس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہوئے ہیں اور وہ کوثر ہے۔

فائدہ: حضرت آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ پہلے بھی مل چکے تھے۔ اس طرح باقی آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے (کہ سب سے بیت المقدس میں ملے اور آسمان میں بھی ملے اور سب اپنی اپنی قبروں میں بھی ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تینوں جگہ موجود ہوں؟) اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسم کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح نے ان کے جسم کی شکل اختیار کرلی ہو یعنی غیر عنصری جسم جسے صوفیاء مثالی جسم کہتے ہیں روح نے اس جسم کی شکل اختیار کرلی ہو اور یہ جسم کئی بھی ہوگئے ہوں اور ایک ہی وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ہوگیا ہو لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے ہوا ہو اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا۔ اسی لیے باوجود بیت المقدس میں ملاقات ہونے کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر جسم کے ساتھ ہیں اس لیے ان کو وہاں دیکھنا جسم کے ساتھ ہوسکتا ہے لیکن ان کو بیت المقدس میں جو دیکھا جیسا کہ آٹھویں واقعہ میں گزرا ہے وہ جسم کے ساتھ نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ روح کا تعلق مثالی جسم کے ساتھ موت سے پہلے بھی عادت کے خلاف ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں جسم کے ساتھ ہوں اور آسمان سے آگئے ہوں یا دونوں جگہ جسم کے ساتھ ہوں کہ پہلے آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں۔ واللہ اعلم

حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں، بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمانوں پر موجود نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانہ پر تھیں اور اس ٹھکانے اور حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ کے درمیان دروازہ تھا اس دروازے سے ان صورتوں کا عکس حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ پر پڑتا ہو گایا

وہ ہوا جوان روحوں کی جگہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ تک آتی تھی وہ بھی جسم ہے۔اس میں ان صورتوں کا عکس پیدا کرنے کی خاصیت ہوگی جیسے ہوا شعاعوں سے بدل کر دیکھنے کے قابل ہوجاتی ہیں (یعنی جب ہوا میں شعاعیں پڑتی ہیں تو ہوا شعاعوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور شعاعوں کی شکل میں نظر آتی ہیں) کیونکہ اس روایت میں دروازے کا ہونا آیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دروازہ ان صورتوں کے یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ واللہ اعلم

اس ساری تقریر پر یہ اعتراض بھی ختم ہوجاتا ہے۔قرآن کریم کی آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" (جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جاسکتیں تو پھر آسمان دنیا پر یہ کافروں کی روحیں جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں؟ (جواب یہ ہے کہ وہ آسمان میں نہیں تھیں بلکہ ان کا عکس وہاں پڑ رہا تھا)۔

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نیل اور فرات کو سدرۃ المنتہٰی کی جڑ میں دیکھا ہے۔سوال یہ ہوتا ہے کہ نیل اور فرات تو زمین میں ہیں سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھنے کا کیا مطلب ہے۔اس کا جواب سدرۃ المنتہٰی کے بیان میں دیا جائے گا۔یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی وجہ سمجھ لی جائے وہ یہ ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ سدرۃ المنتہٰی کی جڑ ہو اور پانی وہاں سے نکل کر آسمان دنیا پر جمع ہوتا ہو اور وہاں سے زمین میں آتا ہو۔جیسا دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا ظاہر ہے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ کوثر جب جنت میں ہے تو آسمان میں کیسے دیکھا؟ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اصل حوض کوثر وہاں ہو اور یہاں اس کی شاخ ہو جیسا کہ ایک شاخ میدان قیامت میں ہوگی۔

بارھواں واقعہ: بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحیٰی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود تھے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحیٰی و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا،

ان دونوں نے جواب دیا۔ پھر کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

فائدہ: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ کے نواسے ہیں چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے فرمایا اور اگر یہ حقیقت میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام خالہ زادہ بھائی ہوتے اس لیے مجازاً ان کو خالہ زاد فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں سے ہیں اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں اور ان دونوں نے بھائی اس لیے کہا کہ یہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے باپ دادا میں سے نہیں ہیں۔

تیرھواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا اچھے بھائی اور اچھے نبی کے لیے خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا میں نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم)

ایک روایت میں یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے: "(میں نے) ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند، تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔" (بیہقی عن ابی سعید وطبرانی عن ابی ہریرہ)

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہو رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ حسین تھے۔ اس کے دو جواب ہیں پہلا جواب: حضرت یوسف علیہ السلام حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ تمام انسانیت میں خوبصورت ہیں۔ روایت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ مراد ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا لیکن تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز ہیں۔ (ترمذی عن انس)

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام صرف ایک چیز یعنی حسن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ ہوں لیکن باقی تمام چیزوں میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے بڑھے ہوئے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں یا یوں کہا جائے کہ حسن کی مختلف قسمیں ہوں۔ ایک قسم میں حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ حسین ہوں اور ایک قسم میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ حسین ہوں۔

ان دونوں قسموں میں افضلیت ایسی ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ظاہری طور پر بہت زیادہ ہو اور ایک حد تک ہو اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حسن معنوی طور پر بہت لطیف اور نازک ہو اور اس حسن کی کوئی حد نہ ہو۔ پہلی قسم کا نام حسن صباحت (یعنی گورے پن کی وجہ سے حسن ہے) دوسری قسم کا نام حسن ملاحت (یعنی چہرے پر نمکینی ہونے کی وجہ سے بہت کشش ہو) ہے۔

چودھواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

پندرہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ جبریل علیہ السلام پھر مجھ کو لے کر آگے چلے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کہ ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ وہاں سے کہا گیا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا' پھر کہا اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

سولہواں واقعہ: سولہویں واقعہ میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں' پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کہ ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا ہاں

کہا گیا۔ خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد بھیجے گئے جن کی اُمت کے جنت میں داخل ہونے والے میری اُمت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے تو مجھ کو اپنی اُمت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میری ایسی اطاعت نہ کی جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت آپ کی اتباع کرے گی اور اس لیے میری اُمت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے۔

فائدہ: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے والے تھوڑی ہی مدت میں اس وقت تک کہ آپ بڑھاپے تک بھی نہ پہنچے تھے اتنی کثرت سے ہو گئے کہ اوروں کے بڑھاپے تک بھی اتنے ماننے والے نہیں ہوئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی کل عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی ہوئی۔ (کذا فی قصص الانبیاء)

سترہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چلے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام (وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے بیٹھے تھے اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ نہیں آتی۔ (یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں)۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم)

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود تھے۔ بہت حسین تھے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ موجود تھے اور میری اُمت بھی وہاں موجود تھی اور وہ دو قسم کی ہے۔ ایک قسم سفید کپڑے والی ہے اور دوسری میلے کپڑے والی

ہے۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا تو سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہو گئے اور میلے کپڑے والے روک دیئے گئے۔ میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔ (بیہقی عن ابی سعید)

فائدہ: بعض روایات میں انبیاء علیہم السلام کی منازل کی ترتیب دوسری طرح بھی آئی ہے مگر صحیح ترین یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ واللہ اعلم

اٹھارہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے ہجر کے مٹکے (ہجر ایک جگہ کا نام ہے) اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان ہوں (یعنی اتنے بڑے تھے)۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، وہاں چار نہریں تھیں، دو اندر جا رہی ہیں اور دو باہر آ رہی ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے باہر آنے والی دو نہروں کے بارے میں پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جو نہریں اندر جا رہی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں، جو باہر جا رہی ہیں یہ نیل اور فرات ہیں۔

پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا لایا گیا۔ میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ اور آپ کی اُمت قائم رہے گی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں اور مسلم میں ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے اوپر کی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے۔ اس کے اندر سونے اور چاندی کے برتن تھے اور وہ یاقوت اور زمرد کے پتھروں پر چلتی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

بیہقی کی حدیث میں ابوسعید کی روایت سے ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں۔ ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا وہ چھٹے آسمان میں ہے، زمین سے جو اعمال اوپر جاتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اُٹھا لیے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ پہلے اسی پر اترتے

ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دنیا) میں لائے جاتے ہیں اور (اسی لیے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے)۔

بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگتوں نے چھپالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا چیز ہے اور مسلم میں ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ سونے کی ٹڈیاں تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپالیا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اس کو ایک عجیب چیز نے چھپالیا تو اس کی صورت بدل گئی، مخلوق میں کوئی شخص اس کی صفت بیان نہیں کرسکتا۔ ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کیے جانے کے درمیان میں یہ بھی ہے کہ پھر میرے سامنے بیت المعمور بلند کیا گیا۔ (کذا رواہ مسلم) ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھنے کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

فائدہ: احادیث سے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے آسمان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہو کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چار نہریں چھٹے آسمان میں ہوں جیسا کہ روایات میں ہے کہ یہ نہریں سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جب چھٹے آسمان سے گزر کر ساتویں میں سے گزرتا ہوا آگے پہنچا تو یہ ساتویں آسمان سے گزرنا سدرۃ المنتہیٰ کے لیے جڑ کی طرح ہے جو ساتویں آسمان میں ہے تو وہ نہریں اس دوسری جڑ (جو ساتویں آسمان میں ہے) سے نکلیں اور یہ نہریں جو اندر کو جارہی تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہیں کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اس کا وہ حصہ جہاں سے کوثر اور نہر رحمت اس سے نکلی ہو یہ سب سدرۃ المنتہیٰ کی دوسری جڑیں ہوں اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے کوثر کا ظاہر میں جنت سے باہر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً جنت سے باہر وہ حصہ ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں ہے باقی اس کا زیادہ حصہ جنت میں ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں اس کا جنت میں ہونا آیا ہے۔ نیل وفرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ ان کا پانی آسمان سے آتا ہو کیونکہ بارش ہونے کے بعد بارش کا پانی پتھر میں جذب ہوجاتا ہے پھر پتھر سے جاری ہوجاتا ہے تو نیل وفرات کا چلنا بھی ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ بارش تو آسمان سے ہوتی ہے تو جو حصہ نیل وفرات ہے وہ بارش کے ذریعے آسمان سے آتا ہے اس طرح نیل وفرات کی اصل آسمان میں ہوئی۔

سدرۃ المنتہیٰ کے رنگوں کو پروانے اور ٹڈیاں کہنا تشبیہ کے لیے ہے ورنہ وہ فرشتے تھے

(یعنی فرشتے پروانے اور ٹڈیاں لگتے تھے) حتیٰ کہ وہ اتنے حسین تھے کہ ان کے حسن کو کس طرح بیان کیا جائے معلوم نہیں۔ (یعنی اس کے لیے الفاظ سمجھ نہیں آتے)۔

مسلم کی جو روایت بیت المعمور کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المعمور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ مقام ابراہیم علیہ السلام سے اونچا ہے ان دونوں باتوں سے معلوم ہوا کہ سب سے اوپر بیت المعمور پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر مقام ابراہیم علیہ السلام تو جب مقام ابراہیم سب سے نیچے ہے تو ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگا کر کیسے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ بیت المعمور کی بنیاد تو ساتویں آسمان پر ہو اس کی اونچائی سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اونچی ہو جو ساتویں آسمان سے بھی اونچی ہے اور ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے نچلے حصے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے تو اب ترتیب یوں ہوئی کہ سب سے اونچا بیت المعمور اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کے نچلے حصے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اب تمام صورتوں میں مناسبت ہوگئی۔

سترہویں واقعہ: میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا لکھا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیت المعمور میں نماز پڑھی جو ساتویں آسمان سے اونچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتویں آسمان پر پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں الگ الگ جگہ میں تھے تو دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نماز کس طرح پڑھی اس کی آسان صورت یہ ہے کہ نماز بیت المعمور کے نچلے حصے میں پڑھی ہوگی جو ساتویں آسمان پر ہے جس طرح اکثر مساجد میں نماز مسجد کے نچلے حصے میں ہوتی ہے اس کی تائید ایک حدیث میں جو حضرت قتادہ سے منقول ہے ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسمان میں خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ایک مسجد ہے کہ اگر وہ بالفرض گرے تو بالکل کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکلتے ہیں تو دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔

بیہقی کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جنت کی سیر کے بعد دوزخ کو میرے سامنے کیا گیا تو اس میں اللہ کا غضب و عذاب اور انتقام تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھا لے پھر وہ بند کر دیا گیا۔ اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ تو اپنی جگہ پر رہی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی جگہ رہے۔ درمیان سے حجاب اُٹھا کر دوزخ آپ کو دکھا دیا گیا۔

انیسواں واقعہ: بخاری میں بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کیے

جانے کے بعد روایت ہے پھر مجھ پر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ایک روایت میں ابراہیم علیہ السلام سے ملنے کے بعد ہے کہ پھر مجھ کو اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی (جو لکھنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے) سنی۔ مجھ پر اللہ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔(کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین بخاری ومسلم)

فائدہ: پہلی روایت سے بیت المعمور کی سیر کے کچھ دیر بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے اور دوسری روایت سے میدان میں پہنچنے کے فوراً بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں روایتوں میں یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بیت المعمور کے پیش ہونے کے بعد میدان میں پہنچے ہوں گے پھر اس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہوئی ہوں گی۔واللہ اعلم

بیسواں واقعہ: بخاری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج کے متعلق ایک حدیث ذکر کی ہے اس میں جبریل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ حجاب میں سے نکلا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دین دے کر بھیجا ہے "جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا حالانکہ میں مخلوق میں رہنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوں۔" دوسری حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام مجھ سے جدا ہو گئے اور مجھے تمام آوازیں آنی بند ہو گئیں۔(کذا فی الشرح النووی مسلم)

شفاء الصدور میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے کے سفر میں میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر رُک گئے' میں نے کہا: جبریل! کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے' انہوں نے کہا اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں گا تو نور سے جل جاؤں گا۔"

فائدہ: شیخ سعدیؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

بدو گفت سالار بیت الحرام	کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی	عنانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند	بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سرموی برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: ”بیت اللہ کے سردار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان (جبریل علیہ السلام) سے کہا: اے وحی اُٹھانے والے آگے چل، جب آپ نے مجھے دوستی میں مخلص پایا، میری رفاقت سے باگ کیوں موڑی، انہوں نے کہا میری طاقت اس سے زیادہ نہیں، اوپر جانے کی طاقت نہیں رکھتا، اگر میں ایک بال کے برابر اوپر چڑھوں، تجلی کی شعائیں میرے پروں کو جلا دیں گی۔“

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو ستر ہزار حجاب طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب جیسا نہ تھا۔ مجھے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ آنی بند ہوگئی۔ اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی اسی وقت ایک پکارنے والے نے مجھ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لہجہ میں پکارا، رُک جایئے، آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا: مجھ کو ان دو باتوں سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے۔ ارشاد ہوا: اے محمد! یہ آیت پڑھو:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا

”وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ (اس رحمت کی برکت سے) تم کو (جہالت و گمراہی کی) تاریکیوں سے (علم و ہدایت کے) نور کی طرف لے آئے۔“

میری صلوٰۃ سے مراد آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے رحمت ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت کا ایک فرشتہ پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجے میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت نہ ہو جس سے آپ اصل بات نہ سمجھ سکیں اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ حجابات کے طے کرنے کے بعد ایک رفرف یعنی سبز مسند میرے لیے اتاری گئی اور مجھے اس پر بٹھایا گیا پھر مجھ کو اوپر اُٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا وہاں میں نے ایسی بڑی بات دیکھی کہ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔

فائدہ: بزار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں پر چڑھنا بھی براق پر ہی ہوا ہے۔ واللہ اعلم

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو رحمت الٰہیہ کی توجہ کے لیے ٹھہرنے کا حکم ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آگے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو توجہ رحمت سے روکنے

والا ہوگا جس طرح مخلوق کے لیے ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے کام میں مشغول ہونے سے روکنے والا ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرمارہے ہیں اس لیے آپ چلنے کو روک دیجئے اور اس میں مشغول ہوجائیے کیونکہ چلنے میں مشغول ہونا اس رحمت کو مکمل یکسوئی سے حاصل کرنے سے روکنے والا ہوگا۔ واللہ اعلم

اکیسواں واقعہ: ”حق تعالیٰ کو دیکھنا اور بات کرنا“

ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا اور عبدالرزاق نے روایت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر سے دیکھنے کو ثابت کیا۔ کعب احبار اور زہری اور معمر رحمۃ اللہ علیہم سب اس کا یقین رکھتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قول نقل کیا ہے کہ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلت (دوستی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور رویت (دیکھنا) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہو۔ (نسائی عن ابن عباس صححہ الحاکم) طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ نگاہ سے اور ایک مرتبہ دل سے دیکھا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط بسند ثقات)

مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا لوگ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جو شخص یہ سمجھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ بولا ہے تو کس دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا جواب دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا خود نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول ”رأیت ربی“ سے یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ (قالہ الخلال فی کتاب السنۃ) (تو امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہوگئی)

صحاح میں کلام ہے کہ اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں ہوئیں۔

(۱) پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

(۲) خواتیم سورۃ بقرہ (یعنی سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں) عنایت ہوئیں۔

(۳) جو شخص آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے گناہ معاف کیے گئے۔ (کذا رواہ مسلم)

(۴) یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کرے تو ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کو کرلیا تو (کم از کم) دس گنا کر کے لکھی جائے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے اور پھر اس کو نہ کرسکے تو وہ بالکل نہ لکھی جائے گی اور اگر اس کو کرلے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی۔ (کذا رواہ مسلم)

بیہقی میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لمبی حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے باری تعالیٰ کی خدمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت (خاص دوستی) اور ملک عظیم' موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی' داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم' لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا' سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم' انس و جن و شیاطین و ہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دیا جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل و تورات اور مردوں کو زندہ کرنا عطا ہونا' ان کا اور ان کی والدہ کا شیطان سے پناہ دیا جانا عرض کیا۔ (تو) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تم کو حبیب بنایا' سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا' شرح صدر کیا (آپ کے) بوجھ کو ہٹایا اور (آپ کے) ذکر کو بلند کیا کہ جب میرا ذکر ہوتا ہے تو تمہارا ذکر بھی ہوتا ہے' تمہاری اُمت کو خیر اُمت اور اُمت عادلہ بنایا' اول بھی بنایا اور آخر بھی بنایا' ان کا کوئی خطبہ جب تک درست نہیں جب تک کہ وہ آپ کے عبد (بندہ) اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں۔ تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور نبی بنا کر بھیجنے میں سب سے آخر قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا' میں نے تم کو سبع مثانی (سورۃ فاتحہ) اور خواتیم سورۃ بقرہ (سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں) دوسرے انبیاء کو شریک کیے بغیر' کوثر' اسلام' ہجرت' جہاد' نماز' صدقہ' رمضان کے روزے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر عطا فرمائے۔ تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔ (فی سنن ابو جعفر قال ابن کثیر انہ ضعیف فی الحفظ)

فائدہ: یہاں چند باتیں قابل غور ہیں۔

پہلی بات

بعض صحابہ کی رائے ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں قرآن شریف میں ہے کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی ہیں لیکن جب احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے سارے علم کے ساتھ جان لے تو اس طرح کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کو سارا علم ہو جائے۔

دوسری بات

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور معراج مکہ میں ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معراج میں ان آیات کے نازل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہوگا اور مدینہ میں نازل کر کے وعدہ پورا کیا گیا ہے۔

تیسری بات

پانچ نمازوں کے ملنے کا مطلب یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ ظاہراً یہ ساری گفتگو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے وقت ہوئی ہوگی۔ حدیث میں کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور موسیٰ علیہ السلام میں اپنے دیکھنے اور بات کرنے کو تقسیم فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے بات فرمائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیدار عطا فرمایا۔ یہ بات صحیح نہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بار بار اللہ تعالیٰ سے بات کرنا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کیونکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کرنا ایک ہی مرتبہ ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ خلت (دوستی) ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ دوستی کی خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوئی ورنہ یہ مطلب نہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دوستی نہیں ہے۔

"اوپر کے آسمانوں سے نیچے کے آسمانوں کی طرف واپسی"

بائیسواں واقعہ:

بخاری میں بیت المعمور کی سیر اور شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش ہونے کے بعد ہے۔ پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ میں واپس لوٹا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: واپسی میں میرا گزر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا انہوں نے فرمایا: آپ کی اُمت سے دن رات میں پچاس نمازیں ہرگز نہ پڑھی جائیں گی۔ واللہ! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں، اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور اپنی اُمت کے لیے آسانی کی

درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹا تو دس اور کم کر دیں' میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا' انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹا تو مجھ کو دن میں دس نمازوں کا حکم ہوا' میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا' انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹا' اب دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی اُمت (یعنی ساری اُمت) ہر دن پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنے لیے اور آسانی مانگئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (اگرچہ پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب میں اسی پانچ نمازوں پر راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا' میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے لیے آسانی کر دی۔

مسلم کی روایت میں پانچ نمازوں کا حکم ہونا آ رہا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! دن اور رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں (یعنی ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا) اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: میں نے جس دن آسمان زمین پیدا کیا تھا (اسی دن) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں تو آپ اور آپ کی اُمت اس کی پابندی کیجئے۔ اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے "بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئی تھیں مگر ان سے (وہ بھی) نہ ہو سکیں اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں تو آپ اور آپ کی اُمت اس کی پابندی کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ پھر جائیے (اور آسانی کرائیے) مگر میں نہیں گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد یہ ہوا: یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لیے اس میں تبدیلی ہوئی)۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

”آسمانوں سے زمین کی طرف واپسی“

تیئیسواں واقعہ: محمد بن اسحاق اُم ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج نبوی کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج ہوئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر سے پہلے کا وقت ہوا تو ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جگایا۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھی تو فرمایا: اُم ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی، پھر اب صبح کی نماز میں نے تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم (لوگ) دیکھ رہے ہو۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر جانے کے لیے اُٹھے تو میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چادر کا کندہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ! آپ لوگوں سے یہ قصہ نہ بیان کیجئے کہ وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور ایذاء دیں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: واللہ! میں ان سے اس قصہ کو ضرور بیان کروں گا، میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا: آپ کے پیچھے پیچھے جائے تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے جو کہیں اور لوگ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہیں اس کو سنے۔

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو قصہ سنایا۔ انہوں نے تعجب کیا اور کہا: اے محمد! اس کی کوئی نشانی بھی ہے (جس سے ہم کو یقین آئے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا، میں نے ان کو بتایا تھا اس وقت میں شام کی طرف جا رہا تھا (یعنی سفر معراج کا آغاز تھا) پھر میں واپس آیا اور جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا تو میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا، ان کے ایک برتن میں پانی تھا اور انہوں نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا، میں نے ڈھکنا اُتار کر اس کا پانی پیا پھر اسی طرح برتن ڈھانپ دیا۔ اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا قافلہ اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کی طرف آ رہا ہے سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں ایک کالا دوسرا دھاری دار ہے۔ لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے تو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا۔ جیسا کہ آپ (صلی اللہ

علیہ وسلم) نے فرمایا تھا۔ دوسروں سے بھی پوچھا (جن کے اونٹ کا بھاگنا بیان فرمایا تھا) یہ لوگ مکہ آ چکے تھے انہوں نے کہا واقعی صحیح فرمایا' اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی کہ ہمیں اونٹ کا بتا رہا ہے' یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

بیہقی کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نشانی کی درخواست کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بدھ کے دن قافلہ آنے کی خبر دی۔ جب بدھ کا دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ سورج غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو سورج غروب ہونے سے رُک گیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیان فرمایا تھا آئے۔ فائدہ: ان روایات سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول عشاء اور فجر کے درمیان آنے جانے کا سفر ختم ہو گیا اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھا کرتے ہوں گے۔ دوسرے مؤمنین بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے۔ فجر کی یہ نماز گو معراج کے بعد تھی مگر احادیث سے جبریل علیہ السلام کی اول امامت ظہر کی نماز کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً نماز کی فرضیت کی ابتداء ظہر کے وقت سے ہوگی۔ بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ' اس سے عشاء کی نماز مراد لینا مشکل ہے کیونکہ عشاء آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہوگی جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک زمانہ تک فرائض کی طرح مؤکد رہی اور اذان اسی تہجد کے لیے ہوتی ہوگی۔ جیسا کہ رمضان المبارک میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان تہجد کے وقت میں آئی ہے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس جھٹلانے کی وجہ سے آپ کے یہ جواب دینے کی کیا وجہ کہ معراج جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی اور نیند کی حالت میں ہے کہ نیند کی حالت میں عقل سے بہت دور چیز کا دعویٰ بھی قبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے ظاہراً وہ دونوں الگ الگ ہیں۔ بیہقی کی روایت میں جن کا ذکر ہے کہ وہ آئے نہ تھے یہ الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک قافلہ پہنچ گیا تھا اور دوسرا تنعیم کی طرف آیا ہوا ملا اور تیسرے کے متعلق شام تک نہ آنا اور سورج کا اس کے آنے تک رُک جانا مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا قافلہ ہے۔ مواہب میں بغیر سند کے دونوں قصے یعنی اونٹ کے بھاگنے اور خاکی اونٹ کے

آگے چلنے کے ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کیے ہیں تو غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلہ کے ٹکڑے ہیں۔ یہ اور وہ قصہ دو جماعتوں میں ہوئے اور تیسرا قافلہ وقت پہ نہ آنے کا اور سورج کے رُک جانے کا تیسری جماعت کے ساتھ ہوا کیونکہ یہ سب ایک ہی قافلے کے مختلف ٹکڑے ہیں اس لیے دونوں کو ایک ہی قافلے کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ سورج رُک جانے میں کوئی اشکال نہیں اس لیے نہ انکار کی وجہ ہوسکتی ہے اور سورج رُک جانے کا عام چرچا اس لیے نہ ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے سورج رُک گیا ہوگا اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہوگی۔

(اور یہ بات مجھ کو تلاش کرنے کے باوجود نہ ملی کہ آپ کی واپسی براق پر ہوئی تھی یا کس طرح ہوئی تھی اگر کسی کو معلوم ہو جائے تو اس جگہ حاشیہ کا نشان بنا کر اس میں لکھ دے)۔

"معراج کا قصہ سننے کے بعد سننے والوں کیساتھ کیا معاملہ ہوا"

چوبیسواں واقعہ: رات ہی رات مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا۔ بعض جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور بعض مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا: اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ انہوں نے فرمایا: اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں، لوگ کہنے لگے کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے آئے؟ (حالانکہ بیت المقدس کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں میں تو اس سے زیادہ دور کی بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں؟ یعنی آسمان کی خبر کے بارے میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی لیے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وابن اسحاق)

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج جاگنے کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نیند کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسی عقل سے دور بات بھی نہ تھی کہ بعض لوگ مرتد ہو جاتے۔

"واقعہ معراج کے بارے میں کفار کا سوال کرنا اور آپکا جواب دینا"

پچیسواں واقعہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں جن کو میں نے (ضرورت نہ سمجھنے کی وجہ سے) یاد نہ کیا تھا تو مجھ کو اس قدر تھکن ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا کہ جو بھی وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں بیت المقدس کو دیکھ کر بتاتا تھا۔ (رواہ مسلم کذافی المشکوٰۃ)

احمد اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس کو میرے سامنے لایا گیا کہ میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھا گیا اور آپ نے ساری بات بیان فرمائی۔

ابن سعد نے اُم ہانی سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس تصویر کی شکل میں میرے سامنے آ گیا اور میں ان لوگوں کو اس کی علامتیں بتلا رہا تھا اور اُم ہانی کی اسی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: میں نے ان کو (غیر ضروری ہونے کی وجہ سے) گنا نہ تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: بس میں اس کو دیکھتا رہتا اور ایک ایک دروازہ کو شمار کرتا جاتا تھا۔ ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم ابن عدی جبیر بن مطعم کا والد تھا۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر جاگنے کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوا تھا ورنہ یہ اعتراض ہی نہ ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا؟ کہ آپ بیان فرمائیے کیونکہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیان فرماتے تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ابوبکر! تم صدیق ہو۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوچھنے میں کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ ان کا پوچھنا شک و امتحان کے لیے نہیں تھا بلکہ اس لیے تھا کہ کفار سن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر صدیق پر اس بات میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ اطمینان تھا کہ یہ ظاہری بات میں غلط بات کی تصدیق نہ کریں گے۔

بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر نظر آنا یا دار عقیل کے پاس آ کر رکھا جانا یا اس کی تصویر کا سامنے آ جانا۔ ان روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی تصویر کو سامنے کر دیا اور تصویر جس جگہ نظر آئی وہ دار عقیل ہے کیونکہ بیت المقدس کی تصویر بالکل بیت

المقدس ہی جیسی تھی اس وجہ سے بیت المقدس کا سامنے آنا فرمایا۔ اب یہ اشکال بھی ختم ہوگیا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب ہوتا اور ایسی عجیب بات تاریخ میں منقول ہوتی۔

بفضلہٖ سبحانہ وتعالیٰ شب معراج کا تفصیلی واقعہ مع فوائد اور اشکالات کے جوابات سے مکمل ہوا۔ باقی ترجمہ خطبہ کے ضمن میں بیان ہوا کہ ۲۷ رب المرجب کا روزہ ثابت نہیں۔ آخر میں حضرت حکیم الامت نے اس قول سے رجوع فرمالیا تھا۔ چنانچہ التشرف اور امداد الفتاویٰ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو شخص رجب کی ۲۷ کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ۶۰ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھیں گے اور وہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ السلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئے (کوئی خاص ہبوط مراد ہے۔ مثلاً معراج کے لیے) روایت کیا اس کو ابو موسیٰ مدینی نے کتاب فضائل اللیالی والایام میں مشہر ن حوشب کی روایت سے وہ ابوہریرہؓ کی روایت سے۔

ف اگر یہ مہینے آدھے تیس کے لیے جاویں اور آدھے انتیس کے تو ان روزوں کی تعداد سات سو سترہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اصل ہو اُس کی جو عام لوگوں میں اور عام عابدین میں مشہور ہے کہ یہ روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے اور اس کا لقب ہزاری روزہ رکھتے ہیں اور شاید انہوں نے کسر کو سہولت کے لیے حذف کر دیا ہو اور میں نے جو اپنے بعض رسائل میں اس کی نفی کی ہے تو وہ اس اثر پر مطلع ہونے کے قبل ہے بشرطیکہ یہ اثر سند کی رو سے ثابت ہو اور مجھ کو سند کا علم نہیں (التشرف ص ۴۲)

قلت احیاء العلوم ص ۳۲۸ ج ۱ بیان اللیالی والایام الفاصلہ میں اس روایت کی سند پر زین الدین عراقی جیسے جلیل القدر محدث کا حاشیہ میں کلام نہ کرنا دلیل صحت ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

اصلاح باطن

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبہ

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے تو (بات یہ ہے کہ نہ سمجھنے والوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے اعراب (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہو لیکن یوں کہو کہ ہم (ظاہراً) تابعدار ہو گئے ہیں اور اب تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور ارشاد فرمایا ہے: قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو برابر بنایا ہے پھر اس کو پرہیز گاری اور نافرمانی بتلائی ہے کہ ضرور نجات پائی اس شخص نے کہ جس نے اس کو (یعنی نفس کو) پاک کر لیا اور ناکام رہا وہ شخص جس نے اس (نفس) کو خاک میں ملا دیا۔''

ف: ان سب آیات سے معلوم ہو گیا کہ ایمان دراصل فعل قلب ہے ونیز دوسرے افعال میں بھی قلب کا بہت بڑا دخل ہے۔ پس قلب (یعنی دل) کی اصلاح نہایت ضروری چیز ہے۔

حدیث ۱- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آگاہ رہو۔ بیشک (انسان کے) بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ (لوتھڑا) قلب (یعنی دل) ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲- ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہؓ سے فرمایا کہ تم میرے پاس نیکی اور گناہ کا سوال کرنے کو آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ راوی نے کہا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا پھر ان کو وابصہؓ کے سینہ پر مارا اور ارشاد فرمایا فتویٰ لے اپنے نفس سے فتویٰ لے اپنے دل سے یہ تین بار فرمایا (اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ) نیکی وہ ہے جس پر نفس کو اطمینان ہو جاوے اور دل کو بھی اطمینان ہو جاوے اور گناہ وہ ہے

جو کھٹکے نفس میں اور کھٹکے سینہ میں اگرچہ تمہیں لوگ فتویٰ دیں۔" (احمد دارمی)

حدیث ۳- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال نیتوں کیساتھ ہیں۔"

حدیث ۴- "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان ہوتا ہے نمازیوں سے اور روزہ داروں سے اور زکوٰۃ دینے والوں سے اور حج وعمرہ کرنے والوں سے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب نیکیوں کا حصہ ذکر فرمایا اور پھر (ارشاد فرمایا) کہ قیامت کے دن جزا نہ دی جاوے گی، اس کو مگر اس کی عقل کے موافق (کیونکہ عقل سے معرفت ہوتی ہے) جس سے اخلاص وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔" (بیہقی)

حدیث ۵- "ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آسمان والے (فرشتے) کہتے ہیں کہ پاک روح ہے (جبکہ ان کے پاس نیک آدمی کی روح جاتی ہے) اور (جب برے آدمی کی روح جاتی ہے تو) کہتے ہیں کہ خبیث روح ہے۔" (احمد)

حدیث ۶- "ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ ملک الموت (نزع کے وقت مسلمان سے کہتا ہے) اے نفس مطمئنہ اور (کافر کے واسطے) کہتا ہے۔ اے نفس خبیث"

آیت مبارکہ: "حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک اس میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے، جس کے پاس فہیم دل ہو یا وہ کم از کم دل سے متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگاتا ہو۔

اضافہ: (الف) ونیز ارشاد فرمایا ہے حق تعالیٰ شانہ نے کہ جو شخص اس کو (یعنی شہادت کو چھپائے بیشک اس کا دل گناہگار ہے۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے ولیکن تم سے مواخذہ کرتا ہے اس (قسم کھانے) کا جو تمہارے دل نے (جھوٹ بولنے کا ارادہ کر کے) کھائی ہے (یعنی اگر قصداً جھوٹی قسم نہ کھائی ہو بلکہ اپنے نزدیک سچ سمجھ کر کھائی ہو یا بلا ارادہ زبان سے قسم نکل گئی ہو تو گناہ نہیں ہوتا)۔

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اللہ کی اطاعت میں جہاد کرے۔ (بیہقی)

(ج) ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان بنی آدم کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری)

(د) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تقویٰ اس جگہ ہے اور اپنے سینے مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (عین تخریج عراقی عن مسلم)

ف: کہیں قلب کا لفظ ہے اور کہیں نفس اور کہیں عقل اور کہیں صدر (سینہ) آیا ہے۔ ان سب سے ایک ہی مراد ہے اور چونکہ ان سب میں کچھ نہ کچھ علاقہ ہے اس واسطے سب کا استعمال صحیح ہے۔

ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ اصلاح ظاہر کا مدار اصلاح باطن پر ہے۔ (وہوالمقصود فی المقام)

بزرگان محترم وحاضرین مکرم! آج جمعۃ المبارک کا موضوع اصلاح باطن ہے جو بڑا اہم اور ضروری موضوع ہے۔ اکثر لوگوں کی نظر میں صرف ظاہر ہے اور باطن کا بالکل خیال نہیں اور بعض صرف اہل باطن ہونے کے مدعی ہیں اور ظاہر ان لوگوں کا اس کے بالکل خلاف ہے حالانکہ تصوف نام ہے **تعمیر الظاهر و الباطن** (ظاہر و باطن کی اصلاح) کا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَايَسْتَجِيْبُ الدُّعَآءَ مِنْ قَلْبٍ لَاهٍ

"یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں فرماتے۔"

اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ جس طرح ظاہر ضروری ہے اتنا ہی باطن ضروری ہے۔ ہر عبادت کا ایک جسم (ظاہر) اور ایک روح (باطن) ہے دونوں کے مجموعہ سے عبادت جامع اور کامل ہوگی۔ دل کو پاکیزہ اور صاف بنانے کے لیے اخلاق رذیلہ سے اصلاح کرنا ضروری ہے جو دس ہیں۔

گر چاہے تو اپنے دل کو آئینہ دس چیز سے خالی کرلے اپنا سینہ
حرص واَمل وغضب ودروغ و غیبت، بخل وحسد وریا وکبر وکینہ

اور نو اخلاص حسنہ سے اپنے دل کو منور ومجلّٰی کرنا ہوگا۔

جو چاہے کہ ہو منزل قربت میں مقیم نو چیز کرے اپنے نفس کو تعلیم
صبر وشکر وقناعت وعلم ویقین تفویض وتوکل ورضا وتسلیم

ان مجاہدات شاقہ اُٹھانے کے بعد حقیقی معنی میں دل، دل کہلانے کا مستحق بنتا ہے۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل کچھ نہ پوچھو بس بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

دیکھنے کی چیز دراصل قلب ہے

زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو، عظمت ہو، لوگ اعمال کو دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کی چیز دراصل قلب ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کس قدر ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۵۹۶) واقعی ان کے بغیر دل کی مثال ایسی ہے۔

بے ترے دل کیا ہے بس اِک خول ہے جلد آ یہ ناؤ ڈانوا ڈول ہے

افسوس دور حاضر میں اکثر لوگوں کے قلوب خشیت خداوندی سے خالی ہیں۔

دغا مکر و حرص و ہویٰ دل کے اندر حسد، بغض کبریا دل کے اندر

نہیں اس زمانہ میں کیا دل کے اندر نہیں ہے تو خوف خدا دل کے اندر

قلب کا اثر لباس اور کلام میں

قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۶۸) بزرگان کاملین کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے تجربہ یہی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک شخص نہر میں وضو کررہے تھے۔ امام صاحبؒ نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف اس شخص کی طرف خیال کیا کہ امام صاحبؒ مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے اس لیے وہ اُٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا' بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا' پوچھا کہ مغفرت ہوئی یا نہیں؟ کہا میرے پاس کوئی عمل نہ تھا اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد بن حنبل کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۳۲)

اسی لیے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کوشش کرو کہ کسی (اہل اللہ) کے دل میں جگہ کرلو کیونکہ ان کے دل تجلی گاہ حق ہیں تو تمہاری حالت کچھ بھی ہو ان شاء اللہ انوار تجلی سے محروم نہ رہو گے' اس میں بڑی بشارت ہے۔ (اوج قنوج ص ۳۵' معارف امدادیہ ص ۶۷) اسی لیے اپنے شیخ کی بے ادبی کرنے سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہوتی ہے تعدیہ فیض میں' حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی خوب مثال دی ہے کہ اگر کسی چھت کے میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر نہایت صاف وشفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے جو فیوض وانوار نازل ہوتے ہیں ان کا ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منور ومصفا ہونے کے تیرہ ومکدر رہتا چلا جاتا ہے۔ (اشرف السوانح ج:۳' ص ۱۱۷)

اپنے شیخ کو مکدر رکھنے اور مکدر کرنے کا وبال طالب پر یہ ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان رہتا ہے۔ (معارف امدادیہ ص ۱۱۴)

لایعنی کلام سخت مضر قلب ہے

حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر لے لوامرود پکارتا ہے تو ذرا برابر قلب میں اس سے ظلمت نہ آئے گی کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۲ص ۱۸۹)

گرچہ گفتارش بود در عدن دل زہرٗ گفتن بمیرد در بدن

بے کاری میں شیطان قلب میں تصرف کرتا ہے۔ فرمایا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ ہر شخص کام میں لگے چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔

جو شخص مصروف ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ نے اس کو سلام نہیں کیا اور جب اسی راستہ سے لوٹے وہ شخص زمین کرید رہا تھا۔ ان بزرگ نے اس کو سلام کیا' لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس میں کیا راز تھا کہ اس شخص کو آپ نے پہلے تو سلام نہیں کیا اور اب کیا؟ فرمایا کہ پہلے وہ بے کار بیٹھا تھا' اس لیے اس کے قلب میں شیطان تصرف کررہا تھا اور اب مشغول ہے گو بے کار ہی فعل میں صحیح جو معصیت بھی نہیں اس لیے شیطان اس سے دور ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۲'ص ۵۹۶)

اصلاح قلب کے لیے قطع علائق ضروری ہے

اصلاح قلب تمام علائق قطع کیے بغیر نہیں ہوسکتی اور قطع تعلق سے مراد تقلیل غیر ضروری تعلقات کی ہے اور ضروری تعلقات کی تکثیر مطلق مضر نہیں۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۶)

دل کے تباہ ہونے کی علامات

مبصر شیخ یہ ادراک کرلیتا ہے کہ تمہارے تعلقات کا منشاء حظ نفس ہے یا اتباع سنت۔ وعظ کرکے دل خوش ہو' تعلقات ماسوی اللہ میں دل پھنسا ہو' یکسوئی سے کورا ہو' نماز پڑھنے میں حظ نہ آتا ہو' وہاں وعظ چاہے جتنا کہلوالو' اس میں حظ آتا ہو جلسوں میں شرکت کے لیے فوراً تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ حالت دل کے تباہ ہونے کی علامت ہے۔ (انفاس عیسیٰ' ج:۱'ص ۳۶۰)

مصائب اور بلاؤں سے قلوب کا آپریشن

جس طرح والدین بچوں کے دنبل کا آپریشن کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں جبکہ دلوں میں غفلت بڑھ جاتی ہے اور گناہوں کی ظلمت سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو معصیت اور بلا کے نشتروں سے دلوں کا خراب مادہ نکالا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے۔ پس یہاں بھی بالفعل تکلیف ہے اور وہاں بھی مگر انجام دونوں کا راحت ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں راحت قریب ہے کہ پندرہ بیس ہی دن میں دنبل نشتر دینے کے بعد صحت ہو جاتی ہے اور یہاں بعید ہے کہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا جبکہ مصائب کا ثواب ملے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۶۶)

واردات قلب منجانب اللہ ہیں

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۲، ص ۴۳۳) حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ نماز پڑھنے میں جو کچھ قلب پر وارد ہوتا ہے صحیح ہوتا ہے۔ (روح القیام ص ۹۹) (معارف امدادیہ ص ۱۷۳)

قلب سلیم خیر و شر کا صحیح ادراک کرتا ہے

ایسا قلب جو محل ہوتا ہے تجلیات لامتناہیہ اور مہبط ہوتا ہے انوار الٰہیہ کا اسی کی نسبت کہا ہے:

آئینہ سکندر جام جم است بنگر تا بر تو عرصہ دارد احوال ملک دارا

یہاں سکندر اور دارا سے مراد وہ دو بادشاہ نہیں جن کی کسی وقت لڑائی ہوئی تھی بلکہ دو مخالف مراد ہیں سکندر تم خود ہو اور دارا وہ ذات شریف (ابلیس لعین) ہے جو سب کو دارا پر لے جا رہا ہے۔ مفہوم یہ ہوا کہ تمہارے اندر ایک آئینہ سکندر یا جام جم موجود ہے اس میں دیکھو اور غور کرو تو اس میں ملک دارا یعنی ابلیس کے حالات نظر آئیں گے یعنی ابلیس کے تلبیسات اور مکر و فریب کا انکشاف ہو جائے گا تو ان سے بچ سکو گے یہ اسی قلب کے متعلق کہا ہے جس میں صفات قلب موجود ہوں "کما قال اللہ تعالیٰ ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید" (اس میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہو) یعنی جس کا قلب سلیم ہو (اور اس میں علم و عزم

ہو) اوراس میں عقل سلیم سے استعداد ہو صحیح بات سمجھنے کی۔

واقعی اگر قلب میں صفت سلامت پیدا ہو جائے تو ایسا دقیقہ رس ہو جاتا ہے کہ بے تکلف خیر وشر کا ادراک کر لیتا ہے۔ (جلاء القلوب ص ۹۰' ۹۳' ۹۴) مگر قلب میں ایسی صفت پیدا کرنے کے لیے کسی شیخ کامل کی سرپرستی میں سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ بقول عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب:

کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل　　آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل

وسوسہ قلب کے باہر سے آتا ہے

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ قلب ہی کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں یہ بات نہیں ہوتی بلکہ ہوتے تو باہر ہی ہیں لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اندر ہیں اور جب قلب میں عقائد حقہ مرکوز ہیں تو ان کے خلاف خود قلب سے کیوں پیدا ہوگا' خارج ہی سے آئے گا یعنی بالقاء شیطان۔ جس طرح کسی شیشہ پر مکھی بیٹھی ہو تو وہ شیشہ کے اوپر ہی ہے لیکن عکس کی وجہ سے دیکھنے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۰۰)

نماز میں احضار قلب مقصود ہے

قطع وسوسہ کی کوئی تدبیر حدیث میں نہیں آئی یعنی ایسی تدبیر جس کے بعد وسوسہ آئے ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تدبیر بتلائی ہے کہ اگر وسوسہ آئے بھی تو پریشانی نہ ہو اور وہ عدم التفات ہے اس پر میں نے کہا کہ عدم التفات کے بعد یہ بھی نہ دیکھو کہ وسوسہ گیا یا نہیں یہ بھی التفات ہے بلکہ مجاہدہ کے بعد بھی وساوس موجود ہوں تو پریشان نہ ہو۔ (فناء النفوس) کیونکہ توجہ قلب کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے رویت بصر کی۔ جب آپ ایک نقطہ کی طرف نگاہ کریں گے اور اشیاء بھی تبعاً نظر آئیں گی تو جس طرح حاسہ بصر کے سامنے اور چیزیں بھی اضطراراً جاتی ہیں اسی طرح حاسہ بصیرت کے سامنے بھی کچھ چیزیں (وساوس) آجاتی ہیں اس لیے سالک کو وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔

احضار قلب نماز میں مامور بہ ہے اور یہ اختیاری اس کو عمل سے حاصل کرو۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے ایک بار اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ نماز فعل مرکب ہے جس کے مختلف اجزاء ہیں قیام وقعود اور رکوع وسجود' قرأت واذکار وغیرہ۔ پس احضار قلب یہ ہے کہ اس کے اعمال و اقوال کو حفظ سے ادا نہ کرو بلکہ ارادہ اور توجہ سے ادا کرو کہ اب زبان سے یہ نکال رہا ہوں۔ اب یہ لفظ

کہہ رہا ہوں اب سجدہ کر رہا ہوں اور ہر فعل اور لفظ پر جدید ارادہ کرو۔ اس طرح کہ احضار قلب حاصل ہو جائے (فناء النفوس) اس کو حضور قلب نہ سمجھے گا جو اختیاری نہیں نہ اس کا مکلّف کیا گیا ہے بلکہ حکم اس کا ہے کہ تم اپنی طرف سے قلب کو حاضر کرنے کی کوشش کرو۔ اسی طرح اپنی طرف سے وساوس نہ لاؤ اور خود بخود آئیں تو پریشان نہ ہو۔ (اپنی طرف سے احضار قلب کی پوری سعی کرو)

وساوس جو آتے ہیں انکا ہو غم کیوں　　　عبث اپنے جی کو جلانا برا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے　　　وساوس کا لانا کہ آنا برا ہے

اعتکاف کی حالت میں دل کا گھر میں رہنا

اعتکاف کی حالت میں دل کے گھر میں رہنے کا تو کچھ ڈر نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے ہاں رکھنا نہ چاہیے (کیونکہ یہ اختیاری ہے) اور وہ بھی جبکہ بلا ضرورت ہو اور ضرورت سے تو بموجب ایک کام کیا ہے تو پھر کھٹک پر توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ شریعت کا ایک یہ بھی قاعدہ ہے "الاثم ماحاک فی صدرک" (کہ گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو) پھر تم نے اس قاعدہ پر عمل کیوں نہ کیا اور جب کسی عمل کے متعلق دل میں کھٹک پیدا ہوتی تھی اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا۔ (ارضاء الحق ج:۲، ص ۳۰)

قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ اول وہلہ میں اس کو جس قدر کراہت ونفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ میں ویسی نفرت نہیں ہوتی اور اس میں جو کھٹک اول وہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہو جاتی ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱، ص ۲۸۴) اس لیے قلب کی اول ہی کھٹک پر عمل کرنا چاہیے۔

معصیت سے قلبی اور روحانی صحت برباد

جس طرح طب اکبر پر عمل نہ کرنے سے صحت جسمانی میں خرابی آتی ہے اسی طرح احکام الٰہی پر عمل نہ کرنے سے قلبی اور روحانی صحت برباد ہو جاتی ہے۔ (فان الجنة هي المأوىٰ)
قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ ناجائز فعل سے اول وہلہ میں اس کو جس قدر کراہت ونفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ ویسی نفرت نہیں ہوتی اور اس میں جو کھٹک اول وہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہو جاتی ہے اور بار بار کے دبانے سے بالکل نکل جاتی رہتی ہے جو قلب کے سیاہ (بے حس اور مردہ ہو جانے کی دلیل ہے کہ اب قلب کو گناہ سے اُلفت

ہوگئی ہے اس لیے کھٹک نہیں مگر یہ شخص سمجھتا ہے کہ مجھ پر حق واضح ہوگیا اور شرح صدر ہوگیا اس لیے کھٹک موقوف ہوگئی۔ یادرکھو یہ حالت سخت خطرناک ہے)۔(ارضاء الحق ج:۲ ص ۲۸)

قلب کا زنا

حدیث میں ہے:"والقلب یزنی وزناه ان یشتهی"یعنی قلب بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا خواہش کرنا ہے (رفع الموانع ۵۱) چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرتے ہوئے اجنبیہ کا تصور کرے تو اسے زنا کا گناہ ہوگا۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اشرف الاحکام جلد چہارم)

اعمال باطنہ کا محاسبہ

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں پوشیدہ چیزوں کا جائزہ لیا جائے گا اور دلوں کے پوشیدہ راز کھولے جائیں گے اور یہ کہ میرے کاتب اعمال فرشتے تو تمہارے صرف وہ اعمال لکھے ہیں جو ظاہر تھے اور میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن پر فرشتوں کو اطلاع نہیں ورنہ انہوں نے وہ چیزیں تمہارے نامہ اعمال میں لکھی ہیں اور وہ سب تمہیں بتلاتا ہوں اور ان پر محاسبہ کرتا ہوں پھر جس کو چاہوں گا بخش دوں گا اور جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا پھر مؤمنین کو معاف کردیا جائے گا اور کفار کو عذاب دیا جائے گا۔ (قرطبی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله. (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۴)

"جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں اگر تم (زبان وغیرہ سے) ظاہر کرو گے یا کہ (دل میں) پوشیدہ رکھو گے اللہ تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔"

آیت مذکورہ میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ ارادے اور نیتیں ہیں جو انسان اپنے قصد اور اختیار سے اپنے دل میں جماتا ہے اور اس کے عمل میں لانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ پھر اتفاق سے کچھ موانع پیش آجانے کی بناء پر ان پر عمل نہیں کرسکتا۔ قیامت کے دن ان کا محاسبہ ہوگا پھر حق تعالیٰ جس کو چاہیں اپنے فضل وکرم سے بخش دیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ انسان پر جو اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں یا حرام کیے گئے ہیں وہ کچھ تو اعضاء ظاہری وجوارح سے متعلق ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور تمام معاملات اسی قسم میں داخل ہیں اور کچھ اعمال واحکام وہ بھی ہیں جو ان کے قلب اور باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایمان واعتقاد کے تمام

مسائل تو اسی میں داخل ہیں اور کفر و شرک جو سب سے زیادہ حرام و ناجائز ہیں ان کا تعلق بھی انسان کے قلب سے ہے۔ اخلاق صالحہ تواضع، صبر، قناعت، سخاوت وغیرہ اسی طرح اخلاق رذیلہ کبر، حسد، بغض، حب دنیا حرص وغیرہ یہ سب چیزیں ایک درجہ حرام قطعی ہیں ان سب کا تعلق بھی انسان کے اعضاء و جوارح سے نہیں بلکہ دل اور باطن سے ہے۔ اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جس طرح اعمال ظاہرہ کا حساب قیامت میں لیا جائے گا اسی طرح اعمال باطنہ کا بھی حساب ہوگا اور خطا پر بھی مواخذہ ہوگا باقی وساوس اور غیر اختیاری خیالات جو انسان کے دل میں بغیر قصد اور ارادہ کے آجاتے ہیں بلکہ ان کے خلاف ارادہ کرنے پر بھی آتے رہتے ہیں ایسے غیر اختیاری خیالات اور وساوس کو اس اُمت کے لیے حق تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''یعنی اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو معاف کر دیا ہے وہ جو ان کے دل میں خیال آیا جب اس کو زبان سے نہ کہا یا عمل نہ کیا ہو۔'' (تفسیر معارف القرآن ج:۱ص ۲۹۰،۲۹۱)

اصل رونا دل کا ہے

میرے پاس بعض ذاکرین کے خطوط آتے ہیں کہ ہم کو رونا نہیں آتا، اس کا افسوس ہے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ تمہارا دل تو روتا ہے اور کیا چاہتے ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تم کو رونے پر افسوس ہے۔ (فناء النفوس) ایک صاحب نے لکھا مجھے وعظ سن کر نہ رونا آتا ہے نہ ذکر وغیرہ میں خوف خدا ہوتا ہے یہ سنگ دلی تو نہیں۔ اس پر جواباً تحریر فرمایا: ''رونا دل کا مقصود ہے، آنکھ کا نہیں وہ حاصل ہے دلیل اس کی یہ تاسف ہے۔'' (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۱۰۶)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اگر رونا ہی ولایت ہے تو رونا کیا مشکل ہے لاؤ ایک لاٹھی مارنا شروع کروں ایک طرف سے سب رونے لگیں گے خوب کہا ہے:

عرفی اگر بگر بہ میسر شدے وصال   صد سال مے تواں بہ تمنا گریستن

حدیث میں ہے: ''ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا'' یعنی روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بکاء مقصود نہیں کیونکہ ہر حال میں امر غیر اختیاری ہے اور ایسا غیر اختیاری مقصود نہیں ہوتا بس جسکو رونا نہ آتا ہو وہ رونے کی صورت ہی بنالے یہ کافی ہے۔ (فناء النفوس)

ایک صاحب نے لکھا کہ قلب میں قوت انفعالیہ کا نام و نشان نہیں صحبت مجلس سے بھی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اس لیے سخت خطرہ ہے کہ کہیں ''قائلین قلوبنا غلف یا ارشاد

ولا یجاوز حناجرھم" (الحدیث) کا مصداق تو نہیں ہوگیا۔ فرمایا کہ جو لوگ اس کے مصداق ہوتے ہیں ان کو اس کے مصداق ہونے کا احتمال تک نہیں بلکہ التفات تک نہیں ہوتا یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۸۴)

دل اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کیلئے بنایا ہے

دل گزر گاہ جلیل اکبر ست

اس کے معنی تو یہ ہیں کہ دل تجلی گاہ حق تعالیٰ کا لہٰذا اس کو غیر کی آلودگی سے بچاؤ۔ اپنے گھر میں دوسرے کے آنے کو کون پسند کرتا ہے۔ (الظاہر ص ۵۰)

دل بدست آور کہ حج اکبر است ازہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

(مگر جب دل میں غیر اللہ کی یاد بس جائے تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے)

دل جو دیکھا تو صنم خانہ سے بدتر نکلا لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں خدا رہتا ہے

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دلوں کو بھی (کبھی) زنگ لگ جاتا ہے جب اس کو پانی پہنچ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ کون سی چیز ہے جس سے دلوں کی صفائی ہو جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا موت کا زیادہ دھیان رکھنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اصلاح قلب کا آسان نسخہ

(۱) کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے۔ اس سے اصلاحی تعلق قائم کر کے اس کے ارشادات پر عمل کرے۔ ان شاء اللہ اس کی صحبت سے جلد قلب کی حالت میں تغیر محسوس ہوگا اور دل کی دنیا بدلنا شروع ہوگی۔ (۲) فی الحال یہ دشوار ہو تو حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے مواعظ حسنہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرے، بہت نفع محسوس ہوگا۔ (۳) مناجات مقبول سے چند دعائیں نقل کرتا ہوں۔ اپنی دعاؤں میں ان کو بھی پڑھا کریں۔

اَللّٰھُمَّ مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک (مسلم نسائی)

"اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔"

اَللّٰھُمَّ اجعل فی قلبی نورا (بخاری و مسلم)

"اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے۔"

اَللّٰھُمَّ ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی و نور بصری وجلاء حزنی وذھاب ھمّی. (ابن حبان، حاکم، طبرانی)

''یا اللہ! قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار اور میری آنکھ کا نور اور میرے غم کی کشائش اور میرے فکر کا ذریعہ فرمادے۔''

اَللّٰھُمَّ انّا نسألک قلوبا اوّاھة مّخبة فی سبیلک

''اے اللہ! ہم تجھ سے مانگتے ہیں ایسے دل جو متاثر ہوں اور عاجزی کرنے والے ہوں اور رجوع کرنے والے ہوں تیری راہ میں۔''

اَللّٰھُمَّ ارزقنی عینین بذروف الدمع من خشیتک قبل ان تکون الدّموع دما والاضراس جمرا.

''یا اللہ! مجھے آنکھیں برسنے والی نصیب کریں جو سیراب کریں دل کو بہتے ہوئے آنسوؤں سے تیرے خوف سے قبل اس وقت کہ آنسو خون اور ڈاڑھیں انگارے ہوجائیں۔''

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

چوتھا خطبہ

تہذیب اخلاق

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱ - ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زیادہ بھاری چیز جو قیامت کے دن میزان عمل میں رکھی جاوے گی وہ نیک خلق ہے اور بے شک اللہ ناپسند رکھتا ہے بدزبان بیہودہ گو کو۔''

حدیث ۲ - ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک مؤمن اچھے خلق کے سبب شب بیدار اور روزہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۳ - ''نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان لوگوں سے ملتا ہے اور ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے وہ ان سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور اُن کی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔'' (ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۴ - ''و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ مؤمنوں میں زیادہ کامل ایمان رکھنے والا وہ ہے جو ان میں اچھے خلق والا ہو۔'' (ابوداؤد دارمی)

آیت مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ چھوڑو تم ظاہر گناہ اور باطن (یعنی پوشیدہ) گناہ کو بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب بدلہ دیئے جائیں گے اس کا جو کہ وہ کرتے ہیں۔''

ف: اس خطبہ میں اخلاق حسنہ کا مجمل بیان تھا اور اگلے خطبہ سے نمبر ۳۸ تک اخلاق حسنہ کا مفصل بیان ہے کہ کون کون سے اخلاق اچھے ہیں۔

اضافہ: (الف) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (بخاری)۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ (متفق علیہ)

(ج) اور صحابہؓ نے عرض کیا اے رسول خدا جو چیزیں انسان کو دی گئی ہیں ان میں سب سے عمدہ کیا چیز ہے: ارشاد فرمایا اچھا خلق۔

(د) اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں تا کہ اچھے اخلاق کو پورا کروں۔ (احمد و مالک)

محترم بزرگو' بھائیو' دوستو! آج جمعتہ المبارک کا موضوع ہے تہذیب الاخلاق یعنی اخلاق ذمیمہ و رذیلہ کی اصلاح کرنا اور ان کا امالہ کرنا اور اخلاق حمیدہ اور محاسن اخلاق کی تحصیل۔ اسی بارے میں تفصیل سے عرض کروں گا کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَo

ترجمہ: ''تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑو بلاشبہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو ان کے کیے کی سزا عنقریب ملے گی۔''

تفسیری نکات

گناہ کی دو قسمیں

پس اس میں یہ بات بھی بتلا دی کہ بڑی بات یہ ہے کہ گناہ کو چھوڑا جائے اور سب کو چھوڑا جائے اور یہ بھی بتلا دیا کہ گناہ دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی یعنی جوارح کے متعلق بھی اور قلب کے متعلق بھی گناہ کی فہرست تو بہت بڑی ہے مگر میں مثال کے طور پر مختصراً کہتا ہوں کہ مثلاً آنکھ کا گناہ ہے کسی نامحرم کو دیکھنا امرد کو دیکھنا یا اجنبی کا ایسا بدن دیکھنا کہ اس کا دیکھنا شرعاً ناجائز ہے جیسے عورت کے سر کے بال اور یہ مسئلہ عورتوں کو بھی بتلانا چاہیے کیونکہ وہ اس میں بہت مبتلا ہیں' ایک گناہ آنکھ کا یہ ہے کہ کسی کی چیز دیکھ کر حرص کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاo

''ہرگز مت اُٹھاؤ اپنی آنکھوں کو اس چیز کی طرف جو ہم نے کفار کو ان کی آزمائش کے لیے نفع کے واسطے دی ہیں یعنی دنیا کی رونق وغیرہ۔''

اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ مال حاصل نہ کرو بلکہ مطلب یہی ہے کہ مال کو قبلہ وکعبہ نہ بناؤ کہ اس کی بدولت دین ہی ہاتھ سے جاتا رہے۔ اسی طرح زبان کا گناہ چغل خوری ہے غیبت ہے جھوٹ بولنا ہے آج کل کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں۔ الا ماشاء اللہ اس کا علاج یہ ہے کہ جو کچھ بولو سوچ کر بولو کہ میں کیا کہوں گا اور وہ بات خلاف مرضی حق تو نہ ہوگی پھر ان شاء اللہ تعالیٰ زبان کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ کان کا گناہ یہ ہے کہ چھپ چھپ کر کسی کی بات سنے' گانا سنے' ہاتھ کا گناہ یہ ہے کہ کسی نامحرم کو چھوئے

کوئی ناجائز مضمون لکھے، پیر کا گناہ یہ ہے کہ کسی ناجائز موقع پر چلا جائے اور ایک پیٹ کا گناہ ہے کہ بہت ہی کم لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزی حلال مل ہی نہیں سکتی جب حلال نہیں مل سکتی تو حرام حلال سب برابر پھر کہاں تک بچیں۔ صاحبو! یہ گمان بالکل غلط ہے جس کو فقہ حلال کہہ دے وہ بلاشبہ حلال ہے۔ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں ظاہری گناہ اور باطنی گناہ۔ ظاہری گناہ کی تفسیر یہ ہے کہ جو محسوس ہو دوسروں کو اور باطنی گناہ وہ ہے جو دوسروں کو محسوس نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جو ظاہری گناہ ہیں صرف یہی گناہ نہیں ہیں بلکہ اور بھی گناہ ہیں جو محسوس نہیں اور یہ جو محسوس گناہ ہیں ظاہر کے یہ محسوس کیوں ہیں؟ محسوس اس لیے ہیں کہ ان کا محل محسوس ہے یعنی ہاتھ پاؤں، آنکھ، زبان وغیرہ ان جوارح سے جو گناہ ہوتے ہیں چونکہ یہ جوارح محسوس ہیں اس واسطے ان کے افعال بھی محسوس ہوتے ہیں اور باطنی گناہ ایسے محل کے ہیں جو خود محسوس نہیں اس لیے وہ بھی غیر محسوس ہیں۔ وہ محل کون ہے؟ وہ محل ہے قلب اور نفس تو معلوم ہوا کہ بعضے گناہ قلب اور نفس کے بھی ہیں۔

اخلاق حسنہ کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے نقش قدم پر چلے اس لیے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند اخلاق حسنہ کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جو شعر ہذا کا مصداق ہے:

فتوح فی فتوح فی فتوح　　　ورُوح فوق رُوح فوق رُوح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کو اپنے دل میں جمانا جس سے آپ کی محبت بھی بڑھے اور جس سے ان عادات کو اختیار کرنے کا بھی شوق ہو۔ اب چند آیتیں اور حدیثیں اس باب کی لکھتا ہوں:

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ ہیں۔ (سورہ نون)

(۲) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (اے لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کو تمہاری (سب کی) مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ (تو) بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔ (سورہ توبہ)

(۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اُٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتے۔ (سورہ احزاب)

ف: کیا انتہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مروت کی کہ اپنے غلاموں کو بھی یہ فرماتے ہوئے شرماتے تھے کہ اب اپنے کاموں میں لگو اور یہ لحاظ اپنے ذاتی معاملات میں تھا اور احکام الٰہی کی تبلیغ میں نہ تھا۔ یہ آیتیں تھیں آگے حدیثیں ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی۔ آپ نے کبھی مجھ کو اُف بھی نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلانا کام کیوں کیا اور فلانا کام کیوں نہیں کیا۔ (بخاری ومسلم)

ف: ہر وقت کے خادم کو دس برس کے عرصے تک ہوں سے ہاں نہ فرمایا۔ یہ معمولی بات نہیں کیا اتنے عرصے تک کوئی بات بھی خلاف مزاج لطیف نہ ہوئی ہوگی۔

(۲) ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش خلق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا' میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤں گا۔ (یہ بچپن کا اثر تھا) میں وہاں سے چلا تو بازار میں چند کھیلنے والے لڑکوں پر گزرا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے (آ کر) میری گردن پکڑ لی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو' میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جا رہا ہوں۔ (مسلم)

(۳) ان ہی سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر ایک نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا چادرہ تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بدوی ملا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادرہ پکڑ کر بڑی زور سے کھینچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سینے کے قریب جا پہنچے۔ پھر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے لیے بھی اللہ کے اس مال میں سے دینے کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات فرمایا' پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا فرمانے کا حکم دیا۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ نہیں دیتا۔ (اگر ہوا دے دیا ورنہ اس وقت معذرت اور دوسرے وقت کے لیے وعدہ فرمالیا)۔ (بخاری و مسلم)

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو (آپ ہی کی تھیں، اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب دے دیں۔ وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم! مسلمان ہو جاؤ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہ جانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے۔ (مسلم)

(۶) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب کہ آپ مقام حنین سے واپس ہو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدوی لوگ لپٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت سے اڑا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چادرہ بھی چھین لیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرا چادرہ تو دے دو! اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تم میں تقسیم کر دیتا' پھر تم مجھ کو نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ تھوڑے دل کا۔ (بخاری)

(۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے مدینے (والوں) کے غلام اپنے برتن لاتے جن میں پانی ہوتا تھا۔ سو جو برتن بھی پیش کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (برکت کے لیے) اس میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے۔ بعض اوقات سردی کی صبح ہوتی' جب بھی اپنا دست مبارک اس میں ڈال دیتے۔ (مسلم)

(۸) ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کوسنا دینے والے تھے' کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے: فلانے شخص کو کیا ہو گیا' اس کی پیشانی کو خاک لگ جاوے جس سے کوئی تکلیف ہی نہیں' خصوص اگر سجدے میں لگ جاوے تب تو یہ دعا ہے نمازی ہونے کی اور نماز میں خاصیت ہے بری باتوں سے روکنے کی تو یہ اصلاح کی دُعا ہوئی۔ (بخاری)

(۹) حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر شرمگین تھے کہ کنواری لڑکی جیسے اپنے پردے میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ سو جب کوئی بات ناگوار دیکھتے تو (شرم کے سبب زبان سے نہ فرماتے مگر) ہم لوگ اس کا اثر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں دیکھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰) حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے (جس کی مثالیں اگلی حدیث میں آتی ہیں)۔ (بخاری)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کر لیتے تھے جس طرح تم میں معمولی آدمی اپنے گھر میں کام کر لیتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم من جملہ بشر کے ایک بشر تھے (گھر کے اندر مخدوم اور ممتاز ہو کر نہ رہتے تھے) اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہو کیونکہ آپ اس سے پاک تھے) اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ (یہ مثالیں ہیں گھر کے کام کی کیونکہ رواج میں یہ کام گھر والوں کے کرنے کے ہوتے ہیں) اور اپنا (ذاتی) کام بھی کر لیتے تھے۔ (ترمذی)

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو ہاں راہِ خدا میں جہاد اس سے مستثنیٰ ہے (مراد وہ مارنا ہے جیسے غصے کے جوش میں عادت ہے) اور آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جس میں آپ نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو۔ البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اس وقت آپ اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔ (مسلم)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آٹھ برس کا تھا اس وقت آپ کی خدمت میں آ گیا تھا اور دس برس تک میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ میرے ہاتھوں کوئی نقصان بھی ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ملامت نہیں کی۔ اگر آپؐ کے گھر والوں میں سے کسی نے ملامت بھی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جانے دو۔ اگر کوئی (دوسری) بات مقدر ہوتی تو وہی ہوتی۔ (مصابیح بلفظہ و بیہقی مع تغیر یسیر)

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کرتے تھے کہ آپؐ مریض کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور جنازہ کے ساتھ جاتے تھے۔ الخ (ابن ماجہ و بیہقی)

(۱۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص

سے مصافحہ فرماتے تھے تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے خود نہ نکالتے تھے یہاں تک کہ وہی اپنا ہاتھ نکال لیتا تھا اور نہ اپنا منہ اس کے منہ کی طرف سے پھیرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ہی اپنا منہ آپ کی طرف سے پھیر لیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے اپنے زانو کو بڑھائے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سب کے برابر بیٹھتے تھے) ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ زانو سے مراد پاؤں ہوں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔ (ترمذی)

(۱۶ اور ۱۷) شمائل ترمذی باب تواضع و باب خلق میں دو لمبی حدیثیں ہیں ان میں سے بعضے جملے نقل کرتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے مکان میں تشریف لے جاتے تو مکان میں رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے (حقوق ادا کرنے کے لیے) اور ایک حصہ اپنی ذات خاص کے لیے پھر اپنے خاص حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان اس طرح پر تقسیم فرماتے کہ اس حصہ (کے برکات) کو اپنے خاص اصحاب کے ذریعے سے عام لوگوں تک پہنچاتے۔ (یعنی اس حصہ میں خاص حضرات کو استفادہ کے لیے اجازت تھی۔ پھر وہ عام لوگوں تک ان علوم کو پہنچاتے) اور اس مذکورہ حصہ اُمت میں آپ کی عادت یہ تھی کہ اہل فضل (یعنی اہل علم و عمل) کو (حاضری) کی اجازت دینے میں دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور اس وقت کو ان پر بقدر ان کی دینی فضیلت کے تقسیم کرتے تھے کیونکہ کسی کو ایک ضرورت ہوئی کسی کو دو ضرورتیں ہوئیں، کسی کو کئی ضرورتیں آپ (اسی نسبت سے ان کے ساتھ مشغول ہوتے) اور ان کو بھی ایسے کام میں مشغول رکھتے جس میں ان کی اور اُمت کی مصلحت ہو جیسے مسئلہ پوچھنا اور مناسب حالات کی اطلاع دینا اور آپ کے سب طالب ہو کر آتے اور (علاوہ علمی فوائد کے کچھ کھا پی کر واپس جاتے اور دین کے ہادی بن کر نکلتے' یہ رنگ تھا مجلس خاص کا) ۔پھر میں نے اپنے باپ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر تشریف لانے کی بابت پوچھا (انہوں نے اس کی تفصیل بیان کی جس کو میں ان ہی کی دوسری حدیث سے نقل کرتا ہوں)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت کشادہ رو' نرم خو' نرم مزاج تھے' آپ کے سامنے لوگ آپس میں جھگڑتے نہ تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کوئی بات کرتا' اس کے فارغ ہونے تک آپ خاموش رہتے اور آپ پردیسی آدمی کی گفتگو اور سوال میں بے تمیزی کرنے پر تحمل فرماتے تھے اور کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ حد سے

بڑھنے لگتا۔ تب اس کو کاٹ دیتے۔ خواہ منع فرما کر یا اُٹھ کر چلے جانے سے (یہ رنگ تھا مجلس عام کا) یہ برتاؤ تو اپنے تعلق والوں سے تھا اور مخالفین کے ساتھ جو برتاؤ تھا اس کا بھی کچھ بیان کرتا ہوں۔

(۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی موقعہ پر آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین پر بددعا کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کوسنے والا کر کے نہیں بھیجا گیا' میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

ف: اس لیے آپ کی عادت دشمنوں کے لیے بھی دعائے خیر ہی کرنے کی تھی اور کبھی کبھار اپنے مالک حقیقی سے فریاد کے طور پر کچھ کہہ دینا کہ ان کی شرارت سے آپ کی حفاظت فرما دے یہ اور بات ہے۔

(۱۹) حضرت عائشہؓ سے ایک لمبا قصہ طائف کا منقول ہے جس میں آپ کے کفار کے ہاتھ سے اس قدر اذیت پہنچی جس کو آپ نے جنگ اُحد کی تکلیف سے بھی زیادہ سخت فرمایا ہے۔ اس وقت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پہاڑوں کے فرشتہ سے ملایا اور اس نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا' اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ مجھ کو حکم دیں' اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو ان لوگوں پر لا ملاؤں (جس میں یہ سب پس جاویں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ (شاید) اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کر دے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (بخاری و مسلم)

ف: دیکھئے اگر اس وقت ہاتھ سے بدلہ لینے کا موقع نہ تھا تو زبان سے کہنا تو آسان تھا۔ خصوص جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین بھی دلایا گیا کہ زبان ہلاتے ہی سب تہس نہس کر دیئے جائیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی شفقت ہی سے کام لیا۔ یہ برتاؤ ان مخالفین سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل تھے۔ بعضے مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعایا تھے جن پر باضابطہ بھی قدرت تھی ان کے ساتھ بھی برتاؤ سنئے۔

(۲۰) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبا قصہ منقول ہے جس میں کسی یہودی کا جو کہ مسلمانوں کی رعیت ہو کر مدینے میں آباد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کچھ قرض تھا اور اس نے آپ کو ایک بار اس قدر تنگ کیا کہ ظہر سے اگلے دن صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد سے گھر بھی نہیں جانے دیا۔ لوگوں کے دھمکانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو

معاہداور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔اسی قصے میں ہے کہ جب دن چڑھا تو یہودی نے کہا:"اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور یہ بھی کہا کہ میں نے یہ سب اس لیے کیا تھا کہ آپ کی صفت جو تورات میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کے بیٹے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مکہ میں ہے اور ہجرت کا مقام مدینہ میں ہے اور سلطنت شام میں ہوگی۔ (چنانچہ بعد میں ہوئی) اور آپ نہ سخت خو ہیں اور نہ درشت مزاج' نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والے ہیں اور نہ بے حیائی کا کام نہ بے حیائی کی بات آپ کی وضع ہے مجھ کو اس کا دیکھنا تھا (کہ دیکھوں آپ وہی ہیں یا نہیں؟ سو دیکھ لیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں!)

"اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" الخ (بیہقی) بجز دو حدیثوں کے جن میں شمائل کا نام ہے باقی سب حدیثیں مشکوٰۃ کی ہیں۔

مشورہ

اگر ان ہی تھوڑی سی حدیثوں کو روزمرہ ایک ہی بار پڑھ لیا کرو' سن لیا کرو تو پھر دیکھ لو گے تم کیسی جلدی کیسے اچھے ہو جاؤ گے۔ وماعلینا الاالبلاغ

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

پانچواں خطبہ

حفاظت شکم وشرم گاہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات

''حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ارشاد فرمایا ہے بیشک جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ وہ نیز ارشاد فرمایا ہے اور تم لوگ میراث (یعنی دوسروں کا حصہ بھی) سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور برا طریقہ ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ کیا تم جہاں والوں میں سے یہ حرکت کرتے ہو کہ مردوں پر گرتے ہو اور ان بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے واسطے پیدا کی ہیں بلکہ تم حد (انسانیت) سے گزرنے والی قوم ہو۔

حدیث اول: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ مضر نہیں چھوڑا۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث دوم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ دوبارہ نظر نہ کرو کیوں کہ تمہارے لیے پہلی نظر (یعنی جو اچانک پڑ جاوے وہ) جائز ہے اور دوسری (بد نظری کرنا یا پہلی نظر کو برقرار رکھنا) جائز نہیں ہے۔'' (احمد، ترمذی، ابوداؤد، داری)

حدیث سوم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار لیتے سنا تو فرمایا کم کر اپنی ڈکار کو (یعنی کم کھایا کرو) کیوں کہ قیامت کے دن زیادہ بھوکے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں زیادہ سیر ہوں۔'' (شرح السنہ)

حدیث چہارم: ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے پاس آنیوالے کا بھی تیرے ذمہ حق ہے اور تیرے بدن کا بھی تیرے اوپر حق ہے'' (عین مسلم)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بھوک اور خواہش نفس کے بارے میں جس طرح زیادتی مذموم ہے اسی طرح ایسی کمی بھی مذموم ہے جس سے نفس کا یا اہل وعیال وغیرہ کا حق فوت ہوتا ہے۔

آیت مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور جو لوگ شہوتوں کا اتباع کرتے ہیں وہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ۔''

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا کہ خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور اس کی بھی جس کو وہ دل میں چھپاتے ہیں۔ (پس آنکھ اور دل کو بھی گناہ سے بچانا لازم ہے)۔

(ب) اور ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے سبب سے تھا۔ (مسلم)

معززین حاضرین! خطبہ جمعہ کے پہلے موضوع حفاظت شکم اور عدم حفاظت کی صورت میں اس کے نقصانات عرض کرتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ اولاد آدم کے لیے سب سے زیادہ مہلک اور تباہ کن شہوت پیٹ کی شہوت ہے۔ اسی کی وجہ سے حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت سے نکالے گئے اور اس دنیا میں بھیجے گئے' انہیں ایک خاص درخت کھانے سے منع کیا گیا تھا مگر شہوت غالب آئی اور انہوں نے وہ درخت کھا لیا' اس نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام برائیاں جو اب تک مستور تھیں کھل گئیں۔

شکم......تمام شہوات کا سرچشمہ

حقیقت یہ ہے کہ آدمی کا پیٹ ہی تمام شہوتوں کا سرچشمہ اور تمام آفتوں کا منبع اور معدن ہے۔ شہوت شکم سے شہوت جماع کو تحریک ملتی ہے۔ جب آدمی کا پیٹ بھرا ہوتا ہے تب ہی وہ یہ سوچتا ہے کہ بہت سی عورتیں نکاح میں ہوں اور خوب صحبت کی لذت حاصل کی جائے' کھانے اور نکاح کرنے کی شہوتیں جاہ و مال کی رغبت پیدا کرتی ہیں' جاہ و مال یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو منکوحات اور مطعومات میں توسع کا ذریعہ بنتی ہیں۔ مال کی کثرت اور جاہ کی زیادتی سے آدمی میں رعونت' ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی خواہش اور اپنے سے بالاتر کے لیے حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے بطن سے ریا' مفاخرت اور غرور جیسے عیوب پیدا ہوتے ہیں۔ کینہ' بغض اور عداوت کے جذبات کو تحریک ملتی ہے' پھر آدمی سرکشی' نافرمانی' بغاوت اور تمرد پر کمر باندھ لیتا ہے' منکرات اور فواحش میں مبتلا ہو جاتا ہے' یہ سب معدہ کو خالی نہ رکھنے کے نتائج و ثمرات ہیں۔ یہ پیٹ بھر کر کھانا

ملنے کا غرور اور نشہ ہے اگر آدمی اپنے نفس کو بھوک سے ذلیل رکھتا اور شیطان کی آمد ورفت کے راستوں پر پہرے بٹھا دیتا تو وہ ہرگز سرکشی اختیار نہ کرتا بلکہ اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا' کبر وریا اور نافرمانی وسرکشی کی راہ نہ چلتا' نہ دنیاوی لذات میں غرق ہوتا' نہ عاجلہ (دنیا) کو عقبی (آخرت) پر ترجیح دینے کی غلطی کرتا' نہ دنیا کے مال ودولت پر اس طرح ٹوٹتا جس طرح کتے اپنے شکار پر جھپٹتے ہیں۔
بہرحال جب شہوت شکم کی آفت اتنی زیادہ خطرناک اور مہلک ہے تو اس کے خطرات سے اللہ کے بندوں کو آگاہ کرنا اور ان سے بچنے کے طریقوں سے واقف کرانا ضروری ہے۔

خطبے میں مذکورہ آیت سے پہلے

عام مسلمانوں کو خطاب عام ہے کہ اس کا پورا اہتمام کریں کہ مرنے والے کا ترکہ اس کی اولاد کو پورا پورا پہنچ جائے اور ہر ایسے طریقہ سے پرہیز کریں جس میں اولاد کے حصہ پر کوئی ناگوار اثر پڑتا ہو۔ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ کسی مسلمان کو کوئی ایسی وصیت یا تصرف کرتے ہوئے دیکھیں جس سے اس کی اولاد اور دوسرے وارثوں کو نقصان پہنچ جانے کا خطرہ ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کو ایسی وصیت یا ایسے تصرف سے روکیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا پورا مال یا آدھا مال صدقہ کرنے سے روک دیا اور صرف ایک تہائی مال کو صدقہ کرنے کی اجازت دیدی۔ (مشکوٰۃ باب الوصایا ص ۲۶۵) کیونکہ پورا مال یا آدھا مال صدقہ کر دیا جاتا تو وارثوں کا حصہ ختم یا کم ہو جاتا۔
نیز اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ یتیم بچوں کے اولیاء ان کے مال کی حفاظت اور پھر بالغ ہونے کے بعد ان کو پورا پورا دینے کا بڑا اہتمام کریں۔ اس میں ادنیٰ کوتاہی کو راہ نہ دیں اور دوسروں کے یتیم بچوں کے حالات کو اپنے بچوں اور اپنی محبت کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھیں اور اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ لوگ اچھا معاملہ کریں اور وہ پریشان نہ ہوں' کوئی ان پر ظلم نہ کرے تو ان کو چاہیے کہ دوسرے کی اولاد یتامیٰ کے ساتھ یہی معاملہ کریں۔

یتیم کا مال ظلماً کھانا پیٹ میں انگارے بھرنا ہے

خطبے میں تلاوت کردہ آیت میں یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والوں کے لیے وعید شدید کا بیان ہے کہ جو شخص ناجائز طور پر یتیم کا مال کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔
اس آیت نے یتیم کے مال کو جہنم کی آگ قرار دیا ہے۔ بہت سے مفسرین نے اس کو تشبیہ اور کنایہ پر محمول کیا ہے۔ یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا ایسا ہے جیسے کوئی پیٹ میں آگ بھرے

کیونکہ اس کا انجام بالآخر قیامت میں ایسا ہی ہونے والا ہے مگر اہل تحقیق کا قول یہ ہے کہ آیت میں کوئی مجاز اور کنایہ نہیں ہے بلکہ جو مال یتیم کا ناجائز طریقہ سے کھایا جائے وہ حقیقت میں آگ ہی ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کی صورت آگ کی معلوم نہ ہوتی ہو جیسے کوئی شخص دیا سلائی کو۔ کہے کہ یہ آگ ہے یا سنکھیا کو کہے کہ قاتل ہے تو ظاہر ہے کہ دیا سلائی کو ہاتھ میں لینے سے ہاتھ نہیں جلتا اور سنکھیا کو ہاتھ میں لینے سے بلکہ منہ میں رکھنے سے بھی کوئی آدمی نہیں مرتا۔ البتہ ذرا سی رگڑ کھانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس نے دیا سلائی کو آگ کہا تھا وہ صحیح کہا تھا۔ اسی طرح حلق کے نیچے اترنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سنکھیا کو قاتل کہنے والا سچا تھا۔ قرآن کریم کے عام اطلاقات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان جو عمل نیک یا بد کر رہا ہے یہی عمل جنت کے درخت اور پھل پھول ہیں یا جہنم کے انگارے ہیں۔ اگرچہ ان کی صورت یہاں اور ہے مگر قیامت کے روز اپنی شکلوں میں متشکل ہو کر سامنے آئیں گی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا

''یعنی قیامت کے روز وہ اپنے کیے ہوئے کو موجود پائیں گے۔''

یعنی جو عذاب وثواب ان کو نظر آئے گا وہ حقیقت میں ان کا اپنا عمل ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ یتیم کا مال ناحق کھانے والا قیامت کے روز اس حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ پیٹ کے اندر سے آگ کی لپٹیں اس کے منہ، ناک اور کانوں آنکھوں سے نکل رہی ہوں گی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قوم قیامت کے روز اس طرح اُٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ آگ سے بھڑک رہے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا○ (ابن کثیر ۴۵۶ ج ۱)

آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کا مال جو ناحق کھایا جائے وہ درحقیقت جہنم کی آگ ہوگی۔ گو اس وقت اس کا آگ ہونا محسوس نہ ہو۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں شدید احتیاط کے لیے واضح ہدایات دی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اُحَرِّجُ مَالَ الضَّعِيْفَيْنِ الْمَرْاَةِ وَالْيَتِيْمِ○ (ابن کثیر ص ۴۵۶ ج ۱)

"میں تم کو خاص طور پر دو ضعیفوں کے مال سے بچنے کی تنبیہ کرتا ہوں' ایک عورت اور دوسرے یتیم۔"

سورۂ نساء کے اول رکوع میں شروع سے آخر تک عموماً یتامیٰ ہی کے احکام ہیں۔ یتامیٰ کے اموال کی نگہداشت رکھنے' ان کے مال کو اپنا مال نہ بنا لینے' ان کے وراثت میں ملے ہوئے اموال سے ان کو حصہ دینے کا حکم فرمایا اور بڑا ہو جانے کے ڈر سے ان کا مال اڑا دینے میں جلدی کرنا' یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے مہر کم کر دینا یا ان کے مال پر قبضہ کر لینا وغیرہ ان سب امور کی ممانعت فرمائی۔

آخر میں فرمایا کہ ناحق یتیم کا مال کھانا پیٹ میں آگ کے انگارے بھرنا ہے کیونکہ اس کی پاداش میں موت کے بعد اس طرح کے لوگوں کے پیٹوں میں آگ بھری جائے گی۔ لفظ "یَاْکُلُوْنَ" استعمال فرمایا ہے اور یتیم کا مال کھانے پر وعید سنائی گئی ہے لیکن یتیم کے مال کا ہر استعمال کھانے پینے میں ہو یا برتنے میں' سب حرام اور باعث عتاب و عذاب ہے کیونکہ محاورے میں کسی کا مال ناحق کھا لینا ہر استعمال کو شامل ہوتا ہے۔

جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے مال کے ہر ہر حصہ اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ ہر وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے اس کے نابالغ بچے یتیم ہوتے ہیں' ان بچوں کے ساتھ عموماً ہر گھر میں ظلم و زیادتی کا برتاؤ ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جوان بچوں کے باپ کی وفات کے بعد مال پر قابض ہوتا ہے خواہ ان بچوں کا چچا ہو یا بڑا بھائی ہو یا والدہ ہو یا اور کوئی ولی یا وصی ہو' اکثر اُن امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں جن کی ممانعت اس رکوع میں کی گئی ہے۔ اول تو سالہا سال مال کو تقسیم کرتے ہی نہیں ان بچوں کی روٹی' کپڑے پر تھوڑا بہت خرچ کرتے رہتے ہیں' پھر بدعات' رسومات اور فضولیات میں اسی مال مشترک سے خرچ کیے چلے جاتے ہیں' اپنی ذات پر بھی خرچ کرتے ہیں اور سرکاری کاغذات میں نام بدلوا کر اپنے بچوں کا نام لکھواتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن سے کوئی ہی گھر خالی رہتا ہو گا۔

مدرسوں اور یتیم خانوں میں جو چندہ یتیموں کے لیے آتا ہے اس کو یتیموں پر خرچ نہ کرنا بھی ایک صورت یتیم کا مال ہضم کرنے کی ہے۔

مسئلہ: میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں۔ ان کو حساب میں لگائے بغیر یونہی صدقہ کر دیتے ہیں' بعض علاقوں میں تانبے پیتل کے برتن مال کو تقسیم کے بغیر فقیروں کو دے دیتے ہیں حالانکہ ان سب میں نابالغوں اور غیر حاضر وارثوں کا بھی حق ہوتا ہے پہلے مال بانٹ لیں جس میں سے مرنے والے کی اولاد' بیوی' والدین' بہنیں جس جس کو شرعاً

حصہ پہنچتا ہو اس کو دیدیں اس کے بعد اپنی خوشی سے جو شخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کریں یا مل کر کریں تو صرف بالغین کریں، نابالغ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں اور جو وارث غیر حاضر ہو اس کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر بھی تصرف درست نہیں۔

مسئلہ: میت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے اس کو میت کے مال سے خریدنا جائز نہیں کیونکہ وہ مال مشترک ہے، کوئی شخص اپنی طرف سے خرچ کردے تو جائز ہے، بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے لیے کفن ہی کے کپڑے میں سے مصلّٰی تیار کیا جاتا ہے اور پھر یہ مصلّٰی امام کو دیدیا جاتا ہے، یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے ورثاء کے مشترک مال میں سے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

مسئلہ: بعض جگہ میت کے غسل کے لیے نئے برتن خریدے جاتے ہیں۔ پھر ان کو توڑ دیا جاتا ہے۔ اول تو نئے خریدنے کی ضرورت نہیں کیونکہ گھر کے موجودہ برتنوں سے غسل دیا جاسکتا ہے اور اگر خریدنے کی ضرورت پڑ جائے تو توڑنا جائز نہیں۔ اول تو اس میں مال ضائع کرنا ہے اور پھر ان سے یتیموں کا اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔

مسئلہ: ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں۔ اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے اس لیے کہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں، اس مشترک مال میں سے دینا ایسا ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کردیا جائے، پہلے مال تقسیم کردیا جائے، اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کریں تو ان کو اختیار ہے۔

تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں اس لیے کہ جو ان میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں، ہوسکتا ہے وہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پر مجبور ہوں اور لوگوں کے طعنوں کے خوف سے کہ اپنے مردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کیے، اس عار سے بچنے کے لیے بادل ناخواستہ حامی بھر لے۔ حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جب کہ دینے والا طیب خاطر سے دے رہا ہو، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یہاں ہم ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے مسئلہ اور زیادہ واضح ہو جائے گا۔ یہ بزرگ ایک مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ اس موقع پر جو چراغ جل رہا تھا انہوں نے فوراً اسے گل کر دیا کیونکہ اب یہ چراغ اور اس کا تیل وارثوں کا مشترکہ مال ہے۔

آیت مبارکہ: "وتاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما" (اور تم وراثت کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو)۔

جوارح اور دل کے گناہ

پس تاکلون التراث تو ہاتھ منہ کا گناہ ہے جس کے گناہ ہونے کو سب جانتے ہیں اور تحبون المال دل کا گناہ ہے جس سے یہ ظاہری گناہ متفرع ہوا۔

بلاغت کلام باری تعالیٰ

اور دیکھئے رحمت حق تعالیٰ کی کہ شکایت صرف حب مال کی نہیں فرمائی بلکہ اس کو مقید فرمایا ہے حباً جماً سے مطلب یہ ہے کہ نفس حب مال کی ہم شکایت نہیں کرتے بلکہ شکایت اس بات کی ہے کہ مال کی بہت زیادہ محبت رکھتے ہو ان ہی رعایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام تو آدمی کا نہیں ہے آدمی اپنے کلام میں خواہ کتنی ہی رعایت کرے مگر ہر پہلو پر اس کی نظر نہیں رہتی جس ایک پہلو کو لیتا ہے اس میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً ہم لوگ غصہ میں کسی کی توہین یا کسی کا نقص یا ملامت کریں گے تو حد اعتدال سے بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت حد پر رہنے کی کوئی تدبیر بھی کرنا چاہتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا یا ہمت نہیں ہوتی بخلاف کلام باری تعالیٰ کے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم لوگ تو مغلوب ہیں طبیعت کے اور حق تعالیٰ اس سے پاک ہیں دیکھئے ملامت فرما رہے ہیں لیکن اس میں بھی کیا رحمت ہے کہ نفس حب پر ملامت نہیں اگر نفس حب مال پر شکایت ہوتی تو مخاطبین سخت سوچ اور فکر میں پڑ جاتے اس لیے کہ ایسا کون ہے جس کو مال سے تعلق نہیں اس لیے یہ فکر ہو جاتی کہ بس جی ہم تو بالکل ہی مردود ہیں۔ چنانچہ بعضے سالک جہل یا غلبہ حال سے یا ناواقف مشائخ کے ہاتھ میں پھنس جانے سے بھی سمجھ بیٹھے کہ غیر اللہ سے کسی درجہ کا بھی تعلق رکھنا مذموم ہے۔ بس ان کی یہ حالت ہوئی کہ بیوی کو چھوڑ دیا' مال کو لٹا دیا اور تماشا ہے کہ ان کے ناواقف مشائخ اپنے مریدوں کی اس حالت پر ناز کرتے ہیں۔ سو یہ لوگ خود ہی اس قابل

ہیں کہ ان کی اصلاح کی جاوے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھی کس کی تربیت ہوگی۔ سو سن لیجئے ایک صحابی دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے اور شب کو قیام بہت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی کہ تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے کمزور ہو جاؤ گے' آنکھ کا بھی حق ہے' مہمان کا بھی حق ہے' خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا کرو اور دوسرے حقوق بھی ادا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت تو یہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی تربیت دیکھئے کہ دشمنوں کو خطاب ہو رہا ہے کہ مال کی محبت تم کو زیادہ کیوں ہے اور یہی مذموم ہے باقی حب مال مطلقاً مذموم نہیں۔

گناہوں کی قسمیں

آیت مبارکہ: وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا o وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا o کی ایک حکمت اسی وقت سمجھ میں آئی وہ یہ کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ظاہر میں بھی گناہ ہیں اور اکثر لوگ ان ہی کو گناہ سمجھتے ہیں جیسے چوری' زنا' قتل' ناحق ظلم پرایا مال کھا جانا' شراب پینا وغیرہ۔ دوسرے وہ گناہ کہ لوگ ان کو گناہ نہیں سمجھتے اور نہ کبھی اس طرف ان کا ذہن جاتا ہے وہ یہ گناہ ہیں مثلاً مال کا لالچ ہونا خدا کے سوا کسی سے محبت ہونا' اللہ کی یاد سے غافل ہونا' یہ وہ چیزیں ہیں کہ ان کے گناہ ہونے کا شبہ تک بھی نہیں ہوتا۔ (آیت مبارکہ میں اسی پر تنبیہ ہے)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے دو شکایتیں فرمائی ہیں ایک یہ کہ پرایا حق کھا جاتے ہو' دوسرے مال سے محبت رکھتے ہو یہ دونوں جدا جدا مضمون نہیں بلکہ ثانی اول کے لیے علت ہے یعنی حق تعالیٰ کو میراث کھا جانے کی وجہ بیان فرمانا بھی مقصود ہے اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ تم کو مال سے بہت محبت ہے۔ اکل میراث کا مذموم ہونا گویا دو حیثیتوں سے بیان فرمایا کہ یہ فعل خود بھی برا ہے اور اس کا منشاء جس سے یہ پیدا ہوا ہے وہ بھی برا ہے جیسے کسی کی مذمت کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ تم بھی نالائق ہو اور تمہارا باپ بھی نالائق تھا اس میں بلاغت زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس جب موقع شکایت میں "وتاکلون التراث" فرمایا تو جس کی طبیعت میں ذرا بھی سلامتی ہو وہ خود سمجھ لے گا کہ یہ فعل برا ہے۔

نفس مذمومیت تو اسی سے سمجھ میں آ گئی لیکن حق تعالیٰ نے اس پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ اس کا سبب بھی بتایا کہ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا o اور وہ سبب ایسا ہے کہ وہ خود بھی گناہ ہے تو اس سے اس کا مذموم ہونا اور زیادہ بوجہ ابلغ واضح ہو گیا۔ پس ایک حکمت تو علت بیان کرنے سے یہ تھی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام میں نظر صرف پرایا مال کھا جانے ہی پر متصور نہ رہے بلکہ اصل علت پر بھی نظر

ہو جاوے تا کہ اس سے اس کے علاوہ جتنی شاخیں متفرع ہوتی ہیں سب پیش نظر ہو جاویں اور حق تعالیٰ کے نزدیک سب کا مذموم ہونا واضح ہو جاوے۔ تیسرے ایک اور حکمت اسی وقت سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ظاہر نظر میں بھی گناہ ہیں اور اکثر لوگ ان کو ہی گناہ سمجھتے ہیں جیسے چوری، زنا، قتل، ناحق ظلم، پرایا مال کھا جانا، شراب پینا وغیرہ۔ دوسرے وہ گناہ کہ لوگ ان کو گناہ نہیں سمجھتے اور نہ اس طرف کبھی ان کا ذہن جاتا ہے کہ یہ گناہ ہیں مثلاً مال کا لالچ ہونا خدا کے سوا کسی سے محبت ہونا، اللہ کی یاد سے غافل ہونا۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ ان کے گناہ ہونے کا شبہ تک بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب کبھی اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہیں تو ظلم، چوری، چغلی، غیبت وغیرہ تو یاد آتے ہیں مگر یہ ہرگز یاد نہیں آتا کہ ہمارے دل میں لالچ ہے، ہماری تمام عمر غفلت میں گزر گئی اور تمام عمر اس کوشش میں گزر گئی کہ ہم بڑے بن کر رہیں، ناک اونچی ہو، ان کو وہی لوگ گناہ سمجھتے ہیں جو جاننے والے ہیں اور جاننے والوں سے میری مراد وہ ہیں جو علم دین کامل رکھتے ہیں نہ صرف حرف شناس یا مدعی جیسے بعض جاہل یا اکثر عورتیں جو کچھ حرف شناس ہو جاتی ہیں وہ اپنے کو عالم اور محقق سمجھنے لگتی ہیں۔

خطبہ کا دوسرا موضوع شرمگاہ کی حفاظت کے بارے میں ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے دو چیزوں کی حفاظت کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور وہ چیز جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے (شرمگاہ)۔ شرمگاہ سے متعدد گناہوں کا صدور ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں وہ مؤمنین جو آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے ان کے بارے میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ٥ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ٥ (المؤمنون آیت ۵،۶)

"اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں۔"

یعنی اپنی بیوی یا لونڈی سے شہوت نفس کو تسکین دینے میں کوئی الزام نہیں اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا ہے۔ مقصد زندگی بنانا نہیں اس کا درجہ اتنا ہی ہے کہ جو ایسا کرے وہ قابل ملامت نہیں اس کے علاوہ اور کوئی بھی صورت شہوت پورا کرنے کی حلال نہیں، اس میں زنا بھی داخل ہے اور جو عورت شرعاً اس پر حرام ہے۔ اس سے نکاح

بھی بحکم زنا ہے اور اپنی بیوی یا لونڈی سے حیض ونفاس کی حالت میں یا غیر فطری طور پر جماع کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ یعنی کسی مرد یا لڑکے یا کسی جانور سے شہوت پوری کرنا بھی۔ اور جمہور کے نزدیک استمناء بالید یعنی اپنے ہاتھ سے منی خارج کر لینا بھی اس میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بعض لوگ اس طرح اُٹھیں گے کہ ان کے ہاتھوں سے زنا کی بدبو آرہی ہوگی۔ اسی طرح سورۃ الفرقان میں عبادالرحمٰن کی صفات میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○

''اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کام کرے گا تو سزا سے اسے سابقہ پڑے گا۔''

ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ اثام کی تفسیر سزائے گناہ سے کی ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اثام ایک جہنم کی وادی کا نام ہے جو سخت اور شدید عذابوں سے پُر ہے۔ بعض روایات حدیث بھی اس کی شہادت میں لکھی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان شادی شدہ زنا کار پر لعنت کرتی ہیں اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرمگاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ اہل جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی رسوائی جہنم میں ہوتی رہے گی۔ (رواہ البزار عن بریدۃؓ)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کرنے والا زنا کرنے کے وقت مؤمن نہیں رہتا اور چوری کرنے والا چوری کرنے کے وقت مؤمن نہیں ہوتا اور شراب پینے والا شراب پینے کے وقت مؤمن نہیں ہوتا۔ (بخاری ومسلم) اس کی شرح ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ ان جرائم کے کرنے والے جس وقت مبتلائے جرم ہوتے ہیں تو ایمان ان کے قلب سے نکل کر باہر آجاتا ہے اور پھر جب اس سے لوٹ جاتے ہیں تو ایمان واپس آجاتا ہے۔

شب معراج میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہانڈی میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے وہ لوگ اس سڑے ہوئے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بی بی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس آئے اور شب باش ہو یہاں تک کہ صبح

ہو جائے۔ اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اُٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آئے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

اسی طرح شب معراج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہیں اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں۔ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ:

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا ○

''زنا کے پاس نہ جاؤ' بے شک وہ بے حیائی کے کام ہے بری راہ ہے۔''

میں زنا کے پاس نہ پھٹکنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد زنا کے مبادیات سے بچنا ہے جن میں مبتلا ہو کر انسان زنا کے قریب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا بری نظر سے دیکھنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا بری نیت سے پکڑنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا برے ارادے سے چل کر جانا ہے اور دل زنا کرتا ہے اور اس کا زنا خواہش کرنا ہے اور دل بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا تمنا اور اشتہاء ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے تا تکذیب۔

فرج کے زنا کو الگ ذکر فرمایا اس سے صاف معلوم ہوا کہ قلب کی تمنا اور اشتہاء پر بھی مؤاخذہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

اخلاص وصدق

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم (قیامت کے روز) اس عمل کی طرف ہوں گے جس کو وہ لوگ (دنیا) میں کر چکے تھے۔ پس ہم اس کو پریشان غبار کی طرح بیکار کر دیں گے۔

ف: یہ خسارہ ان لوگوں کے لئے ہے جو عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں۔۱۲

و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے لئے ایسی عبادت ہے جو (شرک اور ریاء سے) خالص ہو۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ مومن وہی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے رستہ میں جہاد کیا۔ وہی لوگ صدق والے ہیں۔

ف: صدق کے معنی ہیں کامل طور پر کسی طاعت کو بجالانا۔

حدیث ۱- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے دین کو خالص کر لے تجھے تھوڑا ہی عمل کافی ہے۔ (عین ترغیب عن الحاکم)

حدیث ۲- ایک شخص نے پکار کر دریافت کیا اے رسول اللہ ایمان کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا اخلاص۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

حدیث ۳- و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال نیت ہی کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کے واسطے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (متفق علیہ)

حدیث ۴- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور ابوبکرؓ اپنے کسی غلام کو لعنت کر رہے تھے۔ پس آپ نے ان کی طرف التفات فرمایا اور (از راہ تعجب) یہ ارشاد فرمایا کہ لعنت کرنے والے ہیں اور صدیق ہیں ایسا ہرگز نہیں۔ قسم ہے رب کعبہ کی۔ بس (یہ سن کر) ابوبکرؓ نے اسی روز اپنا کوئی غلام آزاد کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) ارشاد

فرمادیجئے کہ مجھ کو یہ حکم کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اس حال میں کہ (شرک وغیرہ سے) خالص رکھوں اس کے واسطے عبادت کو۔

اضافہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بشارت ہے مخلصین کے واسطے کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ہر اندھیرا فتنہ ان کی وجہ سے کھل جاتا ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

حضرات گرامی! آج خطبہ جمعہ کے وعظ کا موضوع اخلاص اور صدق ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **اِنَّ اللّٰہ لا یَنْظُرُ الی صورکم ...... وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَ نِیَّاتِکُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے اعمال اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

دین کا مدار اعمال پر ہے

اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے لفظ دین کے دو چیزیں ارشاد فرمائی ہیں ایک عمل دوسری نیت اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ دین کا مدار اعمال پر ہے کسی اور شئے پر مثلاً کسی دنیوی و دینی شرف کی طرف انتساب پر نہیں بہت لوگ آج کل مغرور ہیں کہ ہم فلاں بزرگ کے مرید ہیں ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہماری نجات ہو جاوے گی اعمال کی ہم کو ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں کے رد میں فرماتے ہیں: **تلک امة قدخلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون**۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ گزر گئے ان کے لئے ان کے اعمال ہیں تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں تم سے ان کے اعمال کی نسبت سوال نہ ہوگا۔ ہاں بزرگوں کے انتساب سے برکت البتہ حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ اعمال وعقائد کا ذخیرہ بھی اپنے پاس موجود ہو اور اگر اعمال نہ ہوں نہ عقائد صحیح ہوں تو نری برکت کیا کام آوے گی برکت مثال چٹنی اور مربے کی سی ہے اور اعمال کی مثال غذا کی سی ہے جو کہ جزو بدن ہوتی ہے۔ مربے اور چٹنی معین ہضم طعام ضرور ہیں لیکن غذا بھی ہونی چاہیے اور اگر غذا نہ ہو صرف مربے اور چٹنی مہمان کے سامنے رکھ دیں اور روٹی وغیرہ کچھ نہ ہو تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔ پس اسی طرح انتساب الی الانبیاء والاولیاء باعث برکت فی الاعمال ہے نہ کہ نجات کے لئے انتساب ہی کافی ہو اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کر کے فرمایا **فاطمة انقذی نفسک من النار فانی لا اغنی عنک من الله شیئاً**۔ یعنی اے فاطمہ نفس آگ سے بچاؤ میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا

یعنی اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہ ہوگا تو میں کچھ کام نہ آؤں گا اور اس کی نفی نہیں کہ اعمال کے ہوتے ہوئے بھی باعث ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے۔

درجات کا اصل مدار

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم وما التنھم من عملھم من شیء) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کے ایمان کے ساتھ اتباع کیا ہم اس اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان کے عمل میں سے کچھ کمی نہ کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اولاد کے اعمال اس درجہ کے نہ ہوں جیسے کہ آباء کے تھے لیکن اگر اس اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہوگا تو ہم ان کو ان کے آباء کے درجہ میں پہنچادیں گے تو اسی الحاق کا انکار نہیں ہوسکتا مگر اس کی کوئی دلیل نہیں کہ صرف یہ انتساب ہی الحاق کے لئے کافی ہے بلکہ اس آیت میں ایمان کو خود شرط فرمایا ہے اور ما التنھم من عملھم من شیء (اور ان کے عمل میں سے کچھ کمی نہ کریں گے) میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروری عمل بھی شرط ہے کیونکہ دفع دخل میں یہ فرمایا کہ ہم ان اسلاف کے عمل سے کچھ کم نہ کریں گے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اصل مدار درجات کا عمل ہے اور ظاہر ہے کہ اصل کا ہونا ضروری ہے اور یوں اضافہ خواہ غیر عمل سے ہوجاوے۔ پس خود آیت میں بھی دلالت ہوگئی کہ آباء کے مرتبہ میں ذریت اس وقت پہنچے گی جبکہ اعمال اور عقائد دونوں کا ضروری ذخیرہ جمع ہو۔ آج کل کے پیروں نے اپنی دکان جمانے کے لئے اور دنیا کمانے کے لئے اپنے مریدین کے دلوں میں یہ جما رکھا ہے کہ تم کو اعمال کی کچھ ضرورت نہیں ہم جو کچھ کررہے ہیں یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ افسوس پیری مریدی کی غرض تو اصلاح نفس اور مجاہدہ نفس تھی کہ خود شاید عمل کی توفیق نہ ہوتی پیر کے اثر یا تاکید سے عمل کی توفیق ہوجاوے گی اور نفس مہذب ہوجاوے گا اب لوگوں نے اس طریق کو تعطل کا آلہ بنا رکھا ہے ایک ایسے پیر کی حکایت ہے کہ وہ ایک گاؤں میں گئے اور لاغر اور کمزور ہورہے تھے۔ مریدوں نے پوچھا کہ پیر جی دبلے کیوں ہورہے ہو کہنے لگے ارے کمبختو تمہاری ہی وجہ سے تو دبلا ہورہا ہوں اور تم کو خبر بھی نہیں تمام کام تمہاری طرف سے مجھے ہی کرنے پڑتے ہیں تم نماز نہیں پڑھتے تمہاری طرف سے نماز پڑھتا ہوں تم روزے نہیں رکھتے میں روزے رکھتا ہوں پھر سب سے بڑھ کر یہ مصیبت کہ پل صراط پر جو کہ تلوار سے

تیز اور بال سے باریک ہے اس پر بھی چلتا ہوں۔

مرید بہت خوش ہوئے کہ پیر ہی سب کام ہماری طرف سے کر لیتے ہیں اور ایک مرید خوشی میں بولا کہ جا میں نے تجھ کو فلاں کھیت وہاں کا دیا پیر بہت خوش ہوئے مگر یہ بھی سوچ کہ اس نے کھیت تو دے دیا لیکن قبضہ ہمارا اس پر ہوا نہیں مبادا یہ زبانی ہی زبانی لین دین ہوا مناسب یہ ہے کہ قبضہ کر لیں اور اس کو دیکھ لیں یہ سوچ کر اس مرید نے فرمایا کہ چل کر دکھلا دے وہ ساتھ ہوا اور پیر صاحب تشریف لے چلے چاول کے کھیت میں پانی زیادہ تھا اور مینڈ تنگ تھی ایک جگہ پیر صاحب پھسل پڑے مرید نے ایک لات جڑی اور کہا کہ ارے تو پلصراط پر کیا چلتا ہوگا اتنے چوڑے رستہ میں تو تجھ سے چلا نہ گیا تو جھوٹا ہے جا ہم تجھ کو کھیت نہیں دیتے۔ آج کل کے پیروں نے خوب سمجھا دیا ہے کہ جو چاہو کرو سب بخشے جاؤ گے۔

روح دین

اس حدیث شریف میں اس زعم باطل کا رد ہے اسی واسطے بجائے لفظ دین کے لفظ اعمال فرمایا اور ہر چند کہ عمل میں نیت بھی آ گئی تھی لیکن نیت کو علیحدہ اس لئے بیان فرمایا کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ خود اعمال ہی جب معتبر ہیں جبکہ نیت درست ہو اور نیز ان دو لفظوں سے دو گروہوں کی اصلاح فرمائی لفظ اعمال سے تو غالب عوام کی کیونکہ عوام کو دنیا کے دھندوں میں شب و روز غلطاں پیچاں رہنے سے اکثر اعمال کی طرف توجہ کم ہوتی ہے لیکن بد نیتی یعنی ریاء وغیرہ سے اس لئے مبرا ہیں کہ ان کو کوئی بزرگ نہیں سمجھتا اس لئے وہ اس کا قصد بھی نہیں کرتے اور لفظ نیات سے غالب خواص کی جو دیندار کہلاتے ہیں تمام شعائر اسلام کے پابند ہیں لیکن اخلاص سے خالی ہیں اس لئے ان کی یہ دینداری محض صورتا ہے۔ روح دین کی ان کو حاصل نہیں ایسے لوگوں میں اکثر مرض ریاء کا ہوتا ہے ان کو لفظ نیت سے اخلاص کی طرف متوجہ فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ یہ جو کچھ نماز روزہ ذکر حج زکوٰۃ تم کرتے ہو اگرچہ نفس اعمال نفع سے خالی نہیں ہیں اور بہ نسبت اس شخص کے جو کچھ نہ کرے اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے مگر جو اصل مقصود ہے یعنی رضا وہ جب ہی حاصل ہوگا جبکہ اخلاص بھی ہو اور اس کی ایسی مثال ہے کہ دو شخص کسی بادشاہ کے ہاں گئے ایک تو ہدیہ لے گیا اگرچہ وہ ہدیہ بادشاہ کے لائق نہ ہو اور دوسرا بغیر ہدیہ کے گیا تو اگرچہ اس ہدیہ نہ لے جانے والے کی یہ شکایت تو نہ ہوگی کہ ہدیہ کیوں نہ لایا جیسا اس دوسرے سے یہی باز پرس ہوگی اور اس اعتبار سے یہ اس سے

غنیمت ہے مگر یہ شکایت ضرور ہوگی کہ تمہارا ہدیہ ہمارے لائق نہیں اور چونکہ مقصود ہدیہ سے ارضاء ہے اور اگر وہ حاصل نہ ہوگا تو ہدیہ کالعدم ہوگا اسی طرح مقصود عبادت سے رضاء ہے پس جس عبادت میں غرض مفاسد کی آمیزش ہو اور نیت درست نہ ہو تو ایسی عبادت کا بھی عدم وجود برابر ہوگا سو ہم لوگ اعمال کرتے ہیں مگر ہمارے اغراض اکثر فاسد ہوتے ہیں۔

ہمارے اعمال کی حالت

چنانچہ اہل علم اہل زہد اپنی حالت کا موازنہ صحیح کر کے دیکھیں تو زیادہ حصہ اپنے اعمال میں اغراض نفسانیہ کا پائیں گے مثلاً عبادات نافلہ تلاوت قرآن وذکر ونوافل تہجد اور جو اعمال اخفاء کے قابل ہیں ان کو کر کے ہمارا جی چاہتا ہے کہ ان کا عام طور پر ظہور ہو جاوے اور لوگوں میں ہم عابد زاہد مشہور ہوں مثلاً تہجد میں اگر کوئی شب کو ایسے وقت اٹھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی اور تہجد پڑھ کر سو رہا تو اس حالت میں اور جس حالت میں کہ دوسرے کو اطلاع ہو بڑا فرق ہوتا ہے۔ اطلاع ہونے پر بڑی خوشی ہوتی ہے اور اگر اطلاع نہ ہو تو جی چاہتا ہے کہ کسی طرح ظہور ہو جاوے اور اس کے متجس رہتے ہیں کہ کوئی ہمارا ذکر تو نہیں کرتا اگر کسی نے ذکر نہ کیا تو نفس کو ایک طرح کا افسوس ہوتا ہے کہ رات کا اٹھنا بے کار ہی ہوا۔ اسی طرح تمام اعمال میں ہماری یہ حالت ہے۔

خوشی کی تین قسمیں

جاننا چاہیے کہ عمل نیک کے دیکھنے پر جو دل خوش ہوتا ہے اس خوشی کی تین قسمیں ہیں ایک تو طبعاً جی خوش ہوتا ہے کہ الحمدللہ اس شخص نے ہم کو اچھی حالت میں دیکھا یہ خوش ہونا تو ایسا ہے جیسے لذیذ کھانا کھانے سے جی خوش ہوتا ہے طبیعت کا مقتضا ہے کہ اچھی شئے سے خوشی ہوتی ہے غرض یہ فرحت تو آثار طبعیہ میں سے ہے اس کے ازالہ اور رفع پر قدرت نہیں ایسے خوش ہونے میں کچھ ملامت نہیں۔

غلو فی الاخلاص

اہل خلوص کو سخت غلطی ہوتی ہے کہ اس فرحت میں اور ریاء میں ان کو امتیاز نہیں ہوتا اس لئے اہل خلوص کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے وہ رات دن اسی غم میں گھلتے ہیں کہ ہماری نماز کہ جو فلاں شخص نے دیکھا اور ہم کو خوشی ہوئی یہ بھی ریاء ہوگئی حالانکہ یہ فرحت طبعی ہے ریاء نہیں مگر یہ نہیں سمجھتے اور اپنی عبادت کو بے کار جانتے ہیں اور شب وروز اسی غم میں رہتے ہیں۔ انجام ایسے اخلاص کا یہ ہوتا

ہے کہ شیطان بہکا دیتا ہے کہ جب تمہارا عمل کار آمد نہیں ہے تو ایسے عمل سے فائدہ ہی کیا پس یہ شخص مایوس ہو کر اس عمل ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی عمل تو نہیں چھوڑتا لیکن اخلاص کے اندر سعی ترک کر دیتا ہے اور بعض مرتبہ یہ مضرت ہوتی ہے کہ اپنے شیخ سے بدگمانی ہو جاتی ہے کبھی ان کے کمال میں بدگمانی ہو جاتی ہے کہ میاں اگر یہ صاحب کمال ہوتے تو ہم کو اخلاص ضرور نصیب ہوتا اور کبھی توجہ میں بدگمانی ہوتی ہے کہ ہماری طرف توجہ نہیں ہے اور یہ کفران نعمت ہے جو شخص تمہارا مربی اور مصلح ہو اور اس کو ہر وقت تمہارا خیال رہتا ہو یہ خیالات تمہارے اگر اس کو معلوم ہو جاویں تو اس کا دل ضرور دکھے گا اور نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ نعمت تم سے سلب ہو جاوے گی۔ یہ غلو فی الاخلاص ہے کہ ایک دولت حاصلہ کی نفی کر رہے ہو۔ کسی درویش سے ایک ہاتھی سوار نے کہا کہ باوا دعاء کرو کہ ترقی ہو درویش نے کہا کہ باوا ہاتھی پر تو سوار ہے کیا بانس پر سوار ہوگا اسی طرح تم کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص نصیب فرمایا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ اس کا کفران کیا جاوے غرض یہ فرحت طبعی ہے اس کو ریا سمجھنا غلطی ہے۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ریاء اعمال اختیاریہ میں سے وسوسہ ریاء غیر اختیاری پس وسوسہ ریا نہیں ہے جیسا کہ وسوسہ کفر کفر نہیں خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو وساوس آ جاتے تھے۔

وسوسہ ریاء ریاء نہیں

بس وسوسہ ریاء سے ریاء کار نہیں ہوتا ہے یہ بھی شیطان کی رہزنی کا ایک طریق ہے کہ ضروری مقصود سے دور کر کے اس دھندے میں لگا دیتا ہے۔ پس یہ ایک قاعدہ کلیہ نکل آیا کہ جو امر غیر اختیاری ہو وہ مذموم نہیں اور اس قاعدے کے ذہن نشین کر لینے سے بہت سے صعوبات جو سالک کو پیش آتے ہیں سب حل ہو جاتے ہیں۔ عارف شیرازیؒ اسی کو فرماتے ہیں۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست   بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(طریقت میں جو کچھ سالک کو پیش آئے اس کے لئے خیر ہی ہے صراط مستقیم پر کوئی گمراہ نہیں ہے)

خالی الذہن ہونا بھی ایک قسم کا اخلاص ہے

ہاں عوام میں ایک کمی ہے وہ یہ کہ عمل کے وقت اکثر خالی الذہن ہوتے ہیں اس عمل کی نہ کوئی غایت مذمومہ ان کے ذہن میں ہوتی ہے اور نہ غایت محمودہ مگر عادت سے اور اجمالاً اس اعتقاد سے کہ خدا کا حکم ہے پڑھ لیتے ہیں مگر یہ خلو عن الغایۃ المحمودۃ والمذمومۃ

(غرض محمود یا مذموم سے خالی) بھی اخلاص ہی میں داخل ہے اس مقام پر اسی وقت ایک تحقیق ذہن میں آئی وہ یہ ہے کہ اخلاص نیت کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ کسی نیک عمل کے کرنے کے وقت اس امر کا بھی تصور وقصد ہو کہ یہ عمل حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے ہے اب دیکھنا چاہیے کہ اس معنے کے اعتبار سے اخلاص کا وجود کہیں متحقق ہے کہ نہیں ہم غور کر کے جو دیکھتے ہیں تو اس معنے کے اعتبار سے عوام میں تو کیا خواص میں بھی اخلاص نہیں نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں اور کبھی عمل سے پہلے خصوصیت کے ساتھ ابتغاء مرضاۃ حق کا تصور تک بھی نہیں ہوتا ہے چنانچہ ابھی سب نے نماز جمعہ کی پڑھی ہے کسی کے دل میں بھی تصور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا نہیں ہوا ہوگا۔ غایۃ مافی الباب گاہ گاہ نیک عمل کرتے وقت اس کا تصور ہو جاتا ہے کہ یہ ایک نیک کام ہے پس اگر نیت کے معنے یہی ہیں کہ قصد کرنا رضائے حق کا تو اس معنی کو تو کسی کی نیت بھی خالص نہیں اور دنیا میں کوئی بھی مخلص نہیں کیونکہ اکثر اوقات اس کا بلکہ کسی اور غایت کا بھی مطلق تصور نہیں آتا اور اسی بناء پر یہ جو عقلی مسئلہ مشہور ہے کہ افعال اختیاریہ کا صدور مسبوق بتصور الغایۃ ہوتا ہے مجھ کو اس مسئلے میں ایک شبہ ہے کیونکہ اکثر مواقع پر کوئی غایۃ بھی ذہن میں نہیں ہوتی تنویر اس کی یہ ہے کہ ہم سے بہت سے افعال میں اگر بجر د صدور کوئی دریافت کرے کہ یہ فعل کا کیا فائدہ سمجھ کر کیا ہے تو ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ کیا فائدہ بیان کریں ہاں کچھ دیر کے بعد گڑھ مڑھ کر کوئی وجہ بیان کر دیں تو وہ اور بات ہے ہاں اگر غایت پہلے سے سوچ لیتے ہیں تو بجر د سوال اس کو بیان کر دیتے ہیں مثلاً ہم کسی امر پر زدوکوب کریں اور بعد میں اس ضرب کے کوئی ہم سے وجہ پوچھے تو فوراً بتلا دیں گے کہ اس وجہ سے مارا تو وجہ یہ ہے کہ پہلے اس سے غایت کا قصد ہو گیا تھا اور اگر دو وقت کے کھانا کھانے کے بعد فوراً اس کا جواب لینا چاہیں کہ تم نے کھانا اس وقت کیا فائدہ سوچ کر کھایا تو کوئی معقول وجہ بے سوچے نہیں بتلا سکتے کیونکہ پہلے سے تصور نہ تھا اس لئے نہیں بتلا سکے۔ اس لئے یہ قاعدہ اب تک سمجھ میں نہیں آیا ہاں اگر یوں کہا جاوے کہ اجمال کے درجہ میں غایۃ کا تصور ہوتا ہے تو خیر مگر علم تفصیلی تو ہرگز نہیں ہوتا پس نیت کے اگر یہ معنے لئے جاویں گے تو تمام ہی مسلمانوں کے اعمال بے کار ٹھہریں گے۔

نیت کا مفہوم

اب نیت کے معنے میں عرض کرتا ہوں نیت کے معنے ہیں ارادہ کے یعنی وہ فعل اختیاری اور قصد اً ہو مثلاً وضو کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ ارادہ کر کے وضو کرے اور دوسرے یہ کہ کوئی شخص حوض میں یا نہر میں غوطہ لگا

دے اور اس کے ضمن میں وضو بھی ہو جاتا ہے اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ وضو نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کے نزدیک نیت ضروری ہے اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ نیت کے معنے ارادہ کے ہیں دوسری مثال لیجئے اگر کوئی شخص بلا ارادہ صلوٰۃ اٹھک بیٹھک کرتا رہے اگرچہ تمام ارکان صلوٰۃ بھی ادا کرے مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز نہ ہوگی اس لئے کہ بلانیت یہ صلوٰۃ ہے پس ان تمام جزئیات سے معلوم ہوا کہ نیت کے معنے ارادہ کے ہیں۔

اعمال صالحہ کی تین صورتیں

پس نیک عمل میں نیت تین طرح کی ہو سکتی ہے ایک یہ کہ وہ فعل قصداً اور اختیاراً کیا جاوے لیکن اس میں نہ غایۃ محمودہ کا تصور ہو نہ غایۃ مذمومہ کا دوسرے یہ کہ غایۃ محمودہ کا قصد ہو مثلاً یہ کہ میں نماز اس لئے پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ غایۃ مذمومہ کا ارادہ ہو مثلاً نماز اس لئے پڑھے کہ مخلوق کے نزدیک بڑا بنے۔ پس ان تینوں صورتوں میں سے ریاء مذموم اخیر کی صورت ہے اور صورت اولی وثانیہ اخلاص میں داخل ہے۔ اس لئے کہ ریاء یہ ہے کہ مخلوق کے نزدیک بڑا بننے کے لئے کوئی فعل کرے سو اس کے ارتفاع کی دونوں صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی غایۃ مقصود نہ ہو ہاں محرک اس کا امتثال ہو گو اس امتثال کی کوئی غایت تصور میں نہ آوے اور ایک یہ کہ مقصود ہو اور محمود ہو مقید کا ارتفاع کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ قید نہ ہو دوسری خاص قید سے مقید ہو اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ دوسری قید بھی نہ ہو۔ البتہ صورۃ اولیٰ اخلاص کا ادنیٰ درجہ ہے اور صورۃ ثانیہ اعلیٰ درجہ۔

دنیا مخلصین سے خالی نہیں

غرض کہ یہ جو سمجھتے ہیں کہ اگر کسی خاص غایت کی نیت نہ ہو تو اخلاص نہیں یہ غلط ہے۔ پس نیت کے معنے واضح ہو جانے سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ خوش نیت اور مخلصین سے دنیا ابھی خالی نہیں ہوئی شاید میری ابتدائی تقریر اور اخیر تقریر میں کوئی تعارض سمجھے کہ اول میں تو شکایت تھی کہ اخلاص مفقود ہو گیا ہے اور فساد نیت میں عوام وخواص سب مبتلا ہیں اور آخر میں ثابت ہوا کہ ابتلاء عام نہیں ہے بلکہ مخلصین بھی بہت ہیں تو ظاہر نظر میں یہ شبہ ہوتا ہے ورنہ واقع میں کچھ تعارض ہی نہیں۔

حاصل وعظ

اس لئے کہ میری تقریر کا حاصل دو امر کا اہتمام ہے اول یہ کہ جن لوگوں کے اعمال میں غایۃ مذمومہ پائی جاتی ہے مثلاً جاہ وحب مال وارضاء خلق ان کو متنبہ کرنا مقصود ہے دوسرا امر یہ ہے کہ جن کے اندر امراض موجود ہیں۔ اور انہوں نے معالجہ شروع نہیں کیا اور نہ معالجہ کی فکر ہے ان کو معالجہ کی طرف توجہ

دلاتا ہے اور جن میں غایات مذمومہ نہیں پائی جاتیں مگر انہوں نے معالجہ شروع کردیا ہے اگرچہ ان کے اندر امراض بھی ہیں ان پر ملامت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے **فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم** (اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس قدر ہو سکے) پر عمل شروع کردیا ہے اور کثرت سے وہ لوگ پائے جاتے ہیں جن میں غایت مذمومہ موجود ہے اور معالجہ کی فکر نہیں کرتے پس مراد ابتداء تقریر سے یہ ہے کہ بکثرت مبتلا ہو کر بھی بے فکر ہیں اور آخر تقریر سے مقصود یہ ہے کہ اخلاص کے ادنیٰ درجہ سے بھی نفرت اخلاصیت کی نہ کرنی چاہیے باقی جنہوں نے اپنے کو کسی معالج کے سپرد کردیا ہے ان کو پریشان نہ ہونا چاہیے ان کو یہ کہا جاتا ہے۔

کوئے نومیدی مرو کامیدہا ست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

(ناامیدی کی راہ نہ جاؤ بہت سی امیدیں ہیں تاریکی کی طرف نہ چلو بہت سے آفتاب ہیں)

وہ جب لگے ہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچ جاویں گے۔اور

اندریں رہ می تراش و میخراش تادم آخر دمے فارغ مباش

(اس طریق وصول الی اللہ میں تراش خراش کرتے رہو اور آخر وقت تک بھی ایک لحظہ فارغ مت رہو) اب دوسرا موضوع صدق کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہوں۔

صدق

اس سے مراد خاص صدق ہے یعنی مقامات میں صادق ہونا۔

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسولہٖ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ ، اولٰئک ھم الصّٰدقون. (الحجر آیت ۱۵)

''مؤمن تو وہی ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر کچھ تردد نہیں کیا اور جہاد کیا اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں یہی لوگ پورے سچے ہیں۔''

ف: صدق کے معنی ہیں کامل طور پر کسی طاعت کو بجالانا۔ (خطبات الاحکام ص ۱۴۵)

حدیث مبارکہ: **وعن عائشة قالت مرّالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بابی بکر وھو یلعن بعض رفیقه فالتفت الیه فقال لعانین و صدیقین الی قول ابی بکر لااعود.** (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت ابوبکرؓ پر

ہوا وہ اپنے ایک غلام پر لعنت کر رہے تھے، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنے والے پھر صدیق۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے کہا ایسا نہ کروں گا۔"

ماہیت: جس مقام کو حاصل کرے کمال تک پہنچائے کہ پھر اس میں کسر نہ رہے۔ (تعلیم الدین) اقوال کا صدق تو یہ ہے کہ بات پکی ہو اور واقع کے مطابق ہو اور افعال کا صدق یہ ہے کہ ہر فعل مطابق امر بحکم الٰہی ہو شریعت کے خلاف نہ ہو اور احوال کا صدق یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق ہوں پس جو احوال خلاف سنت ہوں وہ احوال کاذبہ ہیں۔ (التکمال فی الدین)

طریق تحصیل

۱- ہمیشہ نگران رہے اگر کچھ کمی ہو جائے تو اس کا تدارک کرے اسی طرح چند روز میں کمال حاصل ہو جائے گا۔ (تعلیم الدین) یعنی جو حالت طاری ہو اس کا اثر ہمیشہ رہے یعنی وہ حالت مقام ہو جائے اور زائل نہ ہو (باقی احوال کا ہمیشہ غلبہ رہنا ضروری نہیں) اس لئے ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے۔

۲- جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے مثلاً نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع جامع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے اس کا اختیار کرنا صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ ہو یہ اخلاص ہے مثلاً نماز میں ریا کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے۔ رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاقت ہے اور صدق موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اور اخلاص موقوف ہے غیر طاقت کے جاننے پر۔ اس کے بعد مثبت جز واخیر رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اس سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ اور وعید کا اور مراقبہ نیت کا یعنی اس کی دیکھ بھال کہ میری نیت غیر طاعت کی تو نہیں۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۶۶، ۲۶۷)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

کینہ، حسد اور غصہ کی قباحت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات

"حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر یہ (مظلوم مسلمان مکہ سے کہیں) ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔"

ف: اس موقع پر جو بیجا ضد کفار نے کی تھی وہ محض حسد و کینہ کی وجہ سے تھی۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ کسی خاص قوم کی عداوت تم کو اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ (اے پیغمبرؐ آپ کہیے کہ) میں حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کرنے لگے۔

حدیث ا- "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا جس نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت ہوا کر اس شخص نے اس (سوال) کو کئی مرتبہ دہرایا۔ آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ مت ہوا کر۔" (بخاری)

حدیث ۲- "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھ جاوے۔ پس اگر اس کا غصہ چلا جاوے (تو خیر) ورنہ لیٹ جاوے۔" (احمد، ترمذی)

حدیث ۳- "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ بغض رکھو۔" (متفق علیہ)

حدیث ۴- "اور ارشاد فرمایا ہے تم سے پہلی اُمتوں کی بیماریاں تم میں آہستہ آہستہ پہنچ جاویں گی (یعنی) حسد، بغض اور وہ مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بال مونڈ دیتی ہے ولیکن دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (یعنی برباد کر دیتی ہے)۔" (احمد، ترمذی)

حدیث ۵ — ''اور ارشاد فرمایا ہے کہ بچو تم حسد سے کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔'' (ابوداؤد)

حدیث ٦ — ''و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات اور پیر کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پس ہر اس شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، سوائے اس شخص کے کہ جس کو اپنے (مسلمان) بھائی سے بغض ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔'' (مسلم)

آیت مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تیار کی گئی ہے جنت ان متقیوں کے لیے جو خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں فراغت میں (بھی) اور تنگی میں (بھی) اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔''

ف: غصہ سے حسد (کینہ) پیدا ہوتا ہے جب کہ بدلہ لینے کی طاقت نہ ہو اور جس شخص سے کینہ ہو جب اس پر اللہ کی کوئی نعمت دیکھتا ہے تو حسد پیدا ہو جاتا ہے اس علاقے کے سبب سے ان کو ایک ہی خطبہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اضافہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کو پچھاڑنے والا درحقیقت پہلوان نہیں، پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے نے کوئی گھونٹ اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے افضل نہیں پیا کہ جس کو اللہ کی رضامندی کیلئے پی جاوے۔ (احمد)

(ج) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک غصہ ایمان کو اس قدر بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو۔ (بیہقی)

محترم بزرگو اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا موضوع تین روحانی بیماریوں غصہ، کینہ اور حسد کے بیان میں ہے۔ ان روحانی بیماریوں کی مذمت میں خطبہ اور اس کے ترجمہ کے ضمن میں آپ حضرات نے آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ سنا اب پہلے غصہ کے بیان میں مزید آیات و احادیث اور ان کا مفہوم سن لیجئے۔

۱— اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیّة حمیة الجاھلیّة (الفتح:۲٦)

ترجمہ: ''جب کیا ان لوگوں نے کافر ہوئے اپنے دلوں میں کدکدی جاہلیت کی۔''

۲-ولایجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لاتعدلوا ط o (المائدۃ آیت نمبر ۸)
ترجمہ: ''کسی خاص قوم کی عداوت تم کو اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔''
۳-واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذباللہ (الاعراف آیت ۱۹۹)
ترجمہ: ''اور اگر آپ کو شیطان مردود کی طرف سے غصہ آئے تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔''

سأل رجل رسول اللہ ﷺ مایبعدنی من غضب اللہ قال لاتغضب
''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون چیز مجھے غضب الٰہی سے دور کر سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو غضب مت کرنا۔'' (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۹۷)

عارف رومی نے اپنے اس شعر میں اسی حدیث کا ترجمہ کیا ہے:

گفت از خشم خدا چہ بود اماں گفت ترک خشم خویش اندر زماں

ولاتحاسدوا ولا تباغضوا (متفق علیہ) (اور نہ حسد کرو اور نہ غصہ کرو)۔

غصہ کا وجود مذموم نہیں

غصہ کا وجود مذموم نہیں۔ ہاں اس کے مقتضاء پر عمل کرنا برا ہے۔ اخلاق ذمیمہ خود برے نہیں کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز بھی بغیر مصلحت اور حکمت پیدا نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ کفر کا وجود بھی مصلحت سے خالی نہیں۔

در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است آتش کرا بہ سوز در گر بولہب نباشد

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کا قول ہے کہ ہر چیز میں بھلائی اور برائی دونوں ہیں۔ موقع استعمال کے فرق سے ایک ہی چیز خیر اور شر ہو جاتی ہے۔ غصہ کو حق تعالیٰ نے نفرت کے لیے پیدا کیا ہے اس دفعہ کا ایسا اثر ہے جیسا تلوار میں کاٹنے کا۔ تلوار خواہ دشمن کی گردن پر رکھ دو خواہ کسی دوست کی گردن پر، بہر صورت کاٹے گی۔ غرض غصہ میں فی ذاتہ کوئی برائی نہیں بلکہ قصور کام لینے والے کا ہے کہ اسے اعداء اللہ کے مقابلہ میں کام لینا چاہیے۔ (غوائل الغضب ص ۲۴)

غصہ کے وقت حرارت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں

غصہ آگ کا ایک شعلہ ہے۔ غصہ کے وقت حرارت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک موجود ہے کہ ''غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے'' چنانچہ کسی نے شیطان سے پوچھا کہ تو انسان کے جسم میں

کہاں رہتا ہے؟ شیطان نے کہا جس وقت انسان خوش ہوتا ہے اس وقت اس کے دل میں اور جس وقت غصہ کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت سر میں ہوتا ہوں۔ (غوائل الغضب ص ۶۷۵)

غصہ آنا غیر اختیاری ہے

غصہ آنا غیر اختیاری ہے اس لیے غصہ آنے پر کوئی مواخذہ باز پرس نہیں، ہاں غصہ کے مقتضاء پر کوئی عمل کرنا یا نہ کرنا اختیاری ہے۔ پھر فکر کیا ہمت سے کام لینا چاہیے اور اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ (خیر السوانح)

غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھنے کی بشارت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پہلوان کس کو کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا پہلوان وہ ہے جو کشتی لڑے فرمایا نہیں، پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے اس حدیث کا خوب ترجمہ کیا ہے۔

نہ مرد است آں بہ نزدیک خردمند   کہ باپیل و پیکار جوید
بلے مرد کہ آنکس از روئے تحقیق   کہ چوں خشم آید لیش باطل نگوید

بقول بہادر شاہ ظفر مرحوم

ظفر اس کو آدمی نہ جانئے گا   چاہے ہو وہ کیسا صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی   جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

"نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قوی وہ شخص ہے جو غصہ کا مالک ہو" بیہقی کی ایک روایت ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص غصہ روکے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے عذاب روکیں گے۔ ابوداؤد، احمد، ترمذی کی حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر گھونٹ جو مسلمان پیتا ہے وہ غصہ کا گھونٹ ہے۔ ابن ابی الدنیا اور ابی داؤد میں ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان کو غصہ آئے اور اپنے بیوی بچوں پہ اور اپنا غصہ جاری رکھ سکتا ہو اور سزا دے سکتا ہو اگر وہ اس کو ضبط کر جائے اور تحمل سے کام لے تو حق تعالیٰ اس کا قلب امن وامان سے بھر دے گا۔"

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحمل کی بدولت انسان شب بیدار، روزہ دار، عابد و زاہد کا مرتبہ پالیتا ہے۔ (تبلیغ دین اردو ص ۱۹۳)

غصہ سے مختلف امراض خبیثہ پیدا ہوتے ہیں

غصہ جب آتا ہے اسی پر آتا ہے جس کو اپنے سے چھوٹا سمجھے اور جب کسی کو اپنے سے چھوٹا سمجھا تو اپنے آپ کو بڑا سمجھا، اسی کا نام کبر ہے۔ (اوج قنوج ص ۲۳)

گویا غصہ کبر کی بھی جڑ ہے۔ غیبت جب بھی ہوتی ہے تو کسی ایسی بات کے بعد ہوتی ہے جو خلاف طبع ہو، جب وہ بات ناگوار ہوتی ہے تو اس کا ذکر زبان پر آجاتا ہے اگر غصہ نہ آئے یا آدمی بجز اس ناگواری کو ضبط کرلے تو شکایت کیوں زبان پر آئے۔ اس سے ثابت ہوا شکایت و غیبت غصہ ہی کا نتیجہ ہے۔ (غوائل الغضب ص ۳)

اگر انتقام لینے کی قدرت ہو تو غصہ میں اکثر ظلم ہوتا ہے کیونکہ غصہ میں اتنا ہوش نہیں رہتا کہ اس نے اتنی برائی میرے ساتھ کی ہے اور ہم جو سزا دیتے ہیں وہ اس کے برابر ہوگی۔ اکثر ظلم اور زیادتی ہوتی ہے کیونکہ غصہ کے وقت دوسرے کی بھلائی بھی برائی ہی نظر آتی ہے۔ (اوج قنوج ص ۲۳)

اگر انتقام لینے کی قدرت نہ ہو تو کینہ پیدا ہوتا ہے پھر اس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً حسد پیدا ہوتا ہے اس سے ایذاء رسانی کی فکر ہوتی ہے۔ پھر مکروفریب کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ (اوج قنوج ص ۲۶)

غصہ ہی کے سبب مار پیٹ، گالم گلوچ، افشاء راز تک کی نوبت آتی ہے غصہ کی وجہ سے مسلمان بھائی کا خوش کرنا ناگوار گزرتا ہے اور اس کا رنج و تکلیف میں رہنا پسند آتا ہے۔ غرض غصہ بہت سے امراض روحانی کی جڑ ہے۔

غصہ میں عفو سے کام لینا عزیمت ہے

اگر صاحب غضب کو اتنی قدرت بھی ہو کہ غصہ سے مغلوب نہ ہو جائے اور سزا بقدر عمل پر بھی کرنے کی پوری طاقت نہ ہو تب قرآن پاک میں حکم ہے کہ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی سے لینا جائز ہے اور یہ فتویٰ ہمارے ضعف کی وجہ سے ہے ورنہ عزیمت تو درگزر کردینا ہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وجزاء سیّئة سیّئة مثلها فمن عفا واصلح فاجرہٗ علی اللّٰه ط انه لا یحب الظلمین ○

ترجمہ: ''اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر بعد انتقام کے جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے واقعی اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

نیز محققین و محسنین کی صفات میں فرمایا:

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس" (اور غصہ پینے والے لوگوں کو معاف کرنے والے)

غصہ کا اعتدال

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ غصہ کو مہذب اور عقل و شرع کا تابعدار بنالیا جائے کہ جب شریعت حکم دے، بھڑک اُٹھے ورنہ ضبط سے کام لے۔ (تبلیغ دین)

دین اسلام، دین وایمان، جان و مال، ملک ووطن اور عزت وناموس کی خاطر غصہ کو استعمال کرنا اعتدال ہے۔ (سیرت کی اہمیت از مولانا شمس الحق افغانیؒ)

دین کی حمیت پر غصہ نہ آنا انسانیت کے خلاف ہے

اگر کوئی دشمن دین واسلام، عزت وناموس اور ملک ووطن پر حملہ کرے تو ایسے وقت پر غصہ نہ آنا تو انسانیت نہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو غصہ دلایا جائے اور اسے غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے۔ (سیرت کی اہمیت)

آج کل اکثر نو تعلیم یافتہ احکام الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس وقت غصہ کا استعمال ضروری ہے۔ اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے روک دینا چاہیے ورنہ زبان سے اگر یہ بھی نہ ہو تو دل سے برا سمجھا جائے۔ یہ ضعف ایمان ہے۔ "او کمال قال رسول اللہ ﷺ" (بہتر ہے کہ ایسے وقت مجلسوں سے اُٹھ جائیں اور استغفار کریں)۔

نفس پر غصہ

شیخ العرب والعجم سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر اعداء اللہ کے مقابلہ میں غصہ سے کام لینے کا موقع نہ ہو تو اپنے نفس پر اس سے کام لو کیونکہ سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے: "اعدیٰ عدوک التی بین جنبیک" (تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے)۔ (غوائل الغضب ص ۲۳)

غصہ کا علاج

جس وقت انسان کو غصہ آئے اس وقت تعوذ پڑھنا چاہیے اس سے غصہ جاتا رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غصہ کے وقت وضو کر لینا چاہیے۔

حکمت

غصہ کے وقت حرارت تیز ہوتی ہے کیونکہ نار کا اثر ہوتا ہے جو اعضاء کے دھونے سے بے شک کم ہو جاتا ہے لیکن صرف ہاتھ پاؤں دھونا اس لیے نہیں فرمایا کہ غصہ میں شیطان کا اثر بھی ہوتا ہے اور ہاتھ پاؤں دھونے سے یہ اثر کم ہو جائے گا بلکہ وضو کرنے میں یہ حکمت عملی ہے کہ وضو ایک عبادت ہے اور عبادت تکبر کی ضد ہے اور شیطان کی تمام شیطانیت کا خلاصہ کبر ہے۔ تو جہاں عبادت ہو وہاں شیطان کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ نیز وضو چونکہ عبادت ہے اور عبادت کہتے ہیں تقرب الی اللہ کو۔ جب انسان حق تعالیٰ سے قریب ہوگا تو یقیناً شیطان سے بعد ہوگا بلکہ شیطان خود وہاں نہ ٹھہر سکے گا اور اس کو دور ہونا پڑے گا۔

دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست

اگر کسی کا غصہ وضو کرنے سے بھی نہ جائے تو یہ اس کا فساد طبیعت اور ضعف ایمان ہے۔ مہربان طبیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاج پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ متعدد علاج بیان فرمائے تا کہ کسی طرح ان کی جان بچ جائے۔

چنانچہ فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر اس سے بھی نہ جائے تو لیٹ جائے کامل یقین ہے کہ اس سے آگے کسی تدبیر کی ضرورت نہیں اور غصہ فرو ہو جائے گا۔'' (غوائل الغضب ص:۶،۷)

حکمت

اس علاج میں اہل لطائف نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جب آدمی کھڑا ہوتا ہے تو زمین سے اس کے جسم کو بعد ہوتا ہے اور بیٹھنے میں بہ نسبت زمین سے قرب ہو جاتا ہے اور لیٹنے میں اس سے بھی زیادہ آدمی زمین سے لپٹ جاتا ہے اور زمین کی طبیعت میں حق تعالیٰ نے انکسار رکھا ہے وہ انکسار آدمی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور انکسار غضب اور تکبر کی ضد ہے تو گویا یہ علاج بالضد ہوا اور یہی اصل الاصول علاج کا ہے اور فطری طور پر بھی علاج واقعی علاج ہے۔ یہ یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے۔ اگر وہ میرے ساتھ یہی معاملہ کریں تو عذاب الٰہی سے کون چھڑائے گا اور یہ سوچ کر بدوں ارادہ خداوند کے کچھ واقع نہیں ہوتا، میں کیا چیز ہوں؟ جو مشیت الٰہی کو مزاحمت کروں۔

جہاں غصہ آیا ہے اس جگہ سے علیحدہ ہو جائے کیونکہ وہاں نہ وہ شخص موجود ہوگا جس پر غصہ

آیا نہ وہ اسباب موجود ہوں گے جو غصہ کے باعث ہوئی تو غصہ آپ ہی ٹھنڈا ہو جائے گا۔جس شخص کو غصہ زیادہ ہو، کاغذ پر یہ لفظ لکھ کر ایسی جگہ لگا دے جہاں سب کی نظر پڑتی ہو وہ یہ کہ:

''خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے۔'' کہ جتنی تجھ کو ایک دوسرے انسان پر ہے، انسان سوچے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ میں بڑا ہوں، اس وقت میں زبردست ہوں لیکن ممکن ہے کہ ابھی ذرا سی دیر میں یہ شخص زبردست ہو جائے اور میں زیردست ہو جاؤں؟ (غوائل الغضب ص ۲۱)

یہ سوچنا چاہیے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص مجھ سے آخرت میں بہتر ہو بلکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے بہترین آدمیوں یا اولیاء اللہ میں سے ہی نہ ہو؟ کیونکہ کسی کی بدی اور نیکی پیشانی پر لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔اگر یہ شخص حق تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے تو اس کے ستانے والے کو تو خداوند قدوس اعلان جنگ کا چیلنج دیتا ہے۔حدیث قدسی ہے:

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب فلیعزم بحرب من اللّٰه (تفسیر مظهری)

تو گویہ شخص ضعیف ہے مگر اس کی پناہ میں سب سے بڑا زبردست موجود ہے۔غصہ کے سبب اگر کسی سے اور کینہ پیدا ہو گیا تو بہ تکلف اس شخص سے ملاقات کر کے اس کے ساتھ طرح طرح کی خدمت واحسان سے پیش آئے، یہاں تک کہ اس کو اس شخص سے محبت پیدا ہو جائے اور اس کا احسان سمجھے جیسا کہ اپنا احسان ماننے والے اور اپنے ساتھ محبت کرنے والے سے کینہ باقی نہ رہے۔(فروع الایمان)

عین غصہ کے وقت فیصلہ نہ کرنیکا حکم

حدیث شریف میں ہے کہ حاکم کو چاہیے کہ عین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ دے بلکہ اس وقت مقدمہ ملتوی کرنے والا تاریخ بڑھا دے۔(یہاں حاکم سے مراد ہر وہ شخص ہے ان کی دو آدمیوں پر حکومت ہو) اس میں معلم، استاد اور گھر کا مالک بھی شامل ہے۔لہٰذا غصہ میں بچوں یا دیگر ماتحتوں اور کمزوروں پر کسی جرم میں بھی سزا دینے پر جلدی نہ کرے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور یاد رکھیں کہ جس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا یہاں تک کہ کافر ذمی پر کوئی ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف سے مطالبہ کریں، لہٰذا سزا دینے کے وقت احتیاط لازمی ہے۔(شریعت وطریقت ص ۲۳۸)

غصہ میں طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے

غصہ میں طلاق دینے کی مثال ایسی ہے جیسے بھری ہوئی بندوق کی کیل دبادی، ہنسی میں دباؤ، تب بھی گولی لگ جائے گی، غصہ میں دباؤ تب بھی لگ جائے گی۔ اسی لیے تو قابو میں رہنے کا حکم ہے۔

غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کردی جائے اور اس کا اثر ان پر کافی ہوتا ہے۔ ملاجی (اساتذہ) مارنے میں اس واسطے آزاد ہیں کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں، بچے تو باز پرس کے اہل نہیں اور والدین کا مقولہ ہے کہ ہڈی تو ہماری اور چمڑا میاں جی کا۔ یہ بس ایک ضرب المثل ہے جس کی کوئی اصل نہیں مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کافر ذمی پر کوئی حاکم ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف سے مطالبہ کریں۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۰۱، ج:۱)

غصہ کا بیان ختم ہوا۔ اب کینہ اور اس کے علاج کا بیان سنئے۔

کینہ کی مذمت آیات قرآنی کی روشنی میں

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

☆......خذ العفو و أمر بالعرف واعرض عن الجاهلين. (آل عمران:۸)

"معاف کر دینے کو اختیار کرو اور جاہلوں سے منہ موڑ لو۔"

☆......والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس. (آل عمران:۱۳۲)

"حق شانہ نے متقین کی صفات میں فرمایا کہ وہ لوگ غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی (تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں۔"

ف: چونکہ غصہ کینہ رکھنے سے ہی پیدا ہوتا ہے اس لیے ان متقین کی تعریف بیان کی گئی جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔

☆......لایحب اللّٰہ الجهر بالسّوءِ من القول الامن ظلم ط (النساء:۱۴۸)

"اللہ تعالیٰ بری بات کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے بجز مظلوم کے۔"

اسمیں ضعفاء کی شان ہے اور اس میں مصلحت ہے کہ قلب کینہ سے صاف ہو جاتا ہے۔ (مسائل السلوک)

کینہ کی مذمت احادیث کی روشنی میں

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

لاتباغضوا (آپس میں بغض نہ رکھو)۔ (متفق علیہ)

یفتح ابواب الجنة یوم الاثنین ویوم الخمیس ویغفر لکل عبدلا یشرک باللّٰہ شیئا الا رجلا کانت بینهٗ وبین اخیه شحنآء فیقال انظروا ھٰذین حتّٰی تھامدوا۔ (مسلم)

"جمعرات اور پیر کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پس اس شخص کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ سوائے اس شخص کے جس کو اپنے مسلمان بھائی سے بغض و کینہ ہو۔" کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ ان میں صلح ہو جائے۔

کینہ کی حقیقت

جب غصہ میں بدلہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی تو ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہوتی ہے اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں۔ (اور بغض کہتے ہیں)۔ (تعلیم الدین ص ۸۱)

کینہ اور انقباض طبعی میں فرق

کینہ وہ ہے جو قصد و اختیار سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو پہنچانے کی تدبیر بھی کرے۔ اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آئے طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے گناہ نہیں ہے۔ (بصائر حکیم الامت ص ۴۴۹)

کینہ بہت سے گناہوں کا تخم ہے

میٹھا غصہ دل کے اندر جمع رہتا ہے اسی کو کینہ کہتے ہیں، کینہ کا منشاء غصہ ہے۔ سو ایک تو خود وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ کہ جب غصہ نکالا نہیں تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور معمولی بات و بہانہ پر رنجیدگیاں بڑھتی ہیں تو صرف ایک گناہ نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا تخم ہے۔" (غوائل الغضب ص: ۲۴، ۲۵)

عورتوں کو کینہ کے علاج کی طرف زیادہ توجہ کرنا چاہیے۔

چونکہ کینہ میٹھے غصے میں ہوتا ہے اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہے۔ مردوں میں بھی کینہ ہوتا ہے لیکن عورتیں اس سے بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ مردوں کا غصہ اکثر جوشیلا ہوتا ہے اور چیخنے

چلانے سے ان کا ابال نکل جاتا ہے اس لیے عورتوں کو کینہ کے علاج کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ (غوائل الغضب ص ۲۵)

علاج

جس شخص سے کینہ ہو اسے معاف کردے اور اس سے میل جول شروع کریں۔ گو بہ تکلف ہی سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جائے گا۔ (تعلیم الدین ص ۸)

اگر وہ شخص جس سے دل میں بغض و کینہ ہے سامنے نہیں بلکہ کسی اور شہر میں ہے تو اس سے خط لکھ کر معافی کرے۔ (ارشاد حضرت مرشدی مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ)

بعض اوقات کسی سے انتقاماً یہ کہنا کہ تمہاری حرکت سے مجھے رنج ضرور ہے۔ اچھا ہے اس سے دل صاف ہو جاتا ہے البتہ زیادہ پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۷)

اپنے مخالف کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور قلب میں فرحت محسوس ہو تو اور اعتقاداً اس کا استحضار کیا جائے کہ یہ فرحت قابل دفعہ ہے اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس فرحت کو دفع فرمائیں۔ اس لیے کہ:

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

(ہماری طریقت میں کینہ رکھنا کفر ہے ہمارا آئین سینوں کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا ہے) (انفاس عیسیٰ)

اب حسد اور اس کا علاج بیان کرتا ہوں:

وقال علیه الصّلوٰة والسلام ایاکم والحسد فان الحسد یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: ”اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچو تم حسد سے کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔“

ف: عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ پھول پوری (خلیفہ اعظم حضرت حکیم الامت تھانویؒ) فرماتے ہیں: ”حدیث شریف میں حرق یعنی جلانے کے بجائے اکل یعنی کھا جانے کو جو فرمایا گیا ہے اس کے متعلق حق تعالیٰ نے میرے قلب میں ایک عجیب حکمت وارد فرمائی ہے وہ یہ کہ بعض چیزوں کو آگ جلا کر پہلے سے بھی زیادہ قابل قدر اور قیمتی بنا دیتی ہے۔ مثلاً ببول اور املی کی لکڑی کو جلا کر کوئلہ بنا لیتے ہیں تو کوئلہ زیادہ بیش قیمت ہو جاتا ہے۔ پس حسد کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ حسد اعمال حسنہ کو کھا جاتا ہے یعنی کسی درجہ میں اعمال کی نافعیت باقی نہیں رہتی۔ یہ کمال بلاغت ہے۔'' (ضمیمہ مشتملہ بر چند اہم خطوط اصلاحیہ در اصول الوصول ص ۶۶)

حسد کی حقیقت

حسد کے لغوی معنی ''برا چاہنے'' کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جائے، حسد کہلاتا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۶۶)

حسد اور غبطہ میں فرق

حسد وہ ہے جس میں محسود سے زوال نعمت کی تمنا ہو اور غبطہ وہ ہے کہ اس کے پاس رہتے ہوئے حصول کی تمنا کرنا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۰۲)

حسد کے دینی و دنیوی نقصانات

حسد سے دین کا نقصان تو یہ ہے کہ کیے ہوئے اعمال صالحہ حبط (ہیچ اور باطل ہونا) ہو جاتے ہیں۔ نیکیاں چلی جاتی ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے غصہ کا نشانہ بنتا ہے کیونکہ حاسد حق تعالیٰ کی نعمتوں میں بخل کرتا ہے اور اس کے وسیع خزانہ کی بے شمار نعمتوں میں سے دوسرے پر انعام ہونا نہیں چاہتا۔

اور حسد سے دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا اور ہمیشہ اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت وافلاس نصیب ہو حالانکہ محسود کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا نہ اس کی نعمتوں میں کسی قسم کی کمی آتی ہے بلکہ اس سے حاسد ہی کو علاوہ عذاب آخرت کے ہر وقت کی خلش اور دنیوی کوفت ہوتی ہے اس کی مثال تو یوں ہے کہ جو ڈھیلا دشمن کو مارنا چاہا وہ اپنے ہی آ لگا جس سے آنکھ پھوٹ گئی۔ (تبلیغ دین اردو از حجۃ الاسلام امام غزالیؒ)

حسد قلبی مرض ہونے کے علاوہ روحانی مرض بھی ہے اور اس کا سبب یا تو نخوت وغرور ہوتا ہے اور یا عداوت خباثت نفس کہ بلاوجہ خدا کی نعمت میں بخل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ اسی طرح حق تعالیٰ بھی دوسرے کو کچھ نہ دے گا۔ (تبلیغ دین ص ۱۱۴)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسد صرف اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ دیگر متعدد امراض روحانیہ کا موجب ہوتا ہے۔ عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ قدس سرہ نے خوب فرمایا:

دغا، مکر و حرص و ہویٰ دل کے اندر حسد، بغض و کبر وریا دل کے اندر
تمہیں اس زمانے میں کیا دل کے اندر نہیں ہے تو خوف خدا دل کے اندر

حسد کے درجات

حسد کے تین درجے ہیں:

☆...... کیفیات نفسانیہ: جس میں انسان معذور، مجبور ہے۔

☆...... عمل اس کے مقتضاء پر: اس میں انسان مازور (گنہگار) ہے۔

☆...... مخالفت اس مقتضاء کی: اس میں انسان ماجور (ثواب پانے والا) ہے۔

یعنی: حسد کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہو اس کی مدح کرو اس سے اعراض (منہ پھیرنا) کو دل چاہے تو اس سے ملو اس کی تعظیم کرو اس کے ساتھ احسان کرو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۱۶۹)

بعض ذاکرین شاغلین بھی حسد سے مبرا نہیں ہوتے

اکثر ذاکر شاغل لوگ بھی حسد سے مبرا اور پاک نہیں ہوتے اس لیے ان کو بھی حسد کے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ مکہ معظّمہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کے پاس عرصہ چھ ماہ کے قیام کی نیت سے تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ پر خاص الخاص توجہات عنایات شروع فرمادیں اور اس درجہ شفقت و دیات فرماتے تھے کہ دوسروں کو حسد ہونے لگا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت حکیم الامتؒ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت میرے اوپر اتنی عنایات و شفقت سب کے سامنے نہ فرمایا کریں تو اچھا ہے۔

آخر میں حضرت حکیم الامتؒ کو ان حاسدین سے اتنا اندیشہ پیدا ہوگیا کہ چھ ماہ پورا فرمانے کے بجائے ہفتہ عشرہ قبل ہی اجازت لے کر روانہ ہوگئے کہ آئندہ یہ لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین میری طرف سے حضرت کو کہیں مکدر نہ کردیں اس لیے انشراح کی حالت میں رخصت ہوجانا چاہیے۔ (اشراف السوانح ص ۲۹۲، ج:۱)

اسی لیے شیخ کے زیادہ مقرب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ۲۳۶)

اسی بناء پر حضرت حکیم الامتؒ نے اپنا مقرب کسی کو بننے نہیں دیا بلکہ فرمایا کرتے کہ یہ مقرب کے مکرب بن کر لوگوں کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں بلکہ فرمائشیں تک کرتے ہیں اور مرید بیچارے شکایت کے ڈر سے ان کی ناجائز فرمائش بھی پوری کرتے ہیں۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

حسد کے زوال کی علامت

حسد کے زوال کی علامت یہ ہے کہ محسود علیہ (جس پر حسد کیا جائے) کے منعم (اس کو کوئی نعمت نصیب ہونا) ہونے سے عقلاً کوئی پریشانی اور قلق نہ ہو۔ (تجلیات رحمانی ص ۳۷۷)

حسد اور غبطہ میں فرق

دوسرے کو نعمت میں دیکھ کر حرص کرنا اور چاہنا کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی ایسی ہی حاصل ہو جائے غبطہ کہلاتا ہے اور غبطہ شرعاً جائز ہے کیونکہ غبطہ میں کسی کی نعمت کا ازالہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس جیسی نعمت کے اپنے آپ کو حاصل ہو جانے کی تمنا ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (تبلیغ دین اردو ص ۱۱۴)

کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے وہ اس جیسی نعمت کی تمنا کرنے والے کو عطا فرما سکتے ہیں۔

تیرے یہاں سے بے نیاز کونسی شے ملی نہیں
اپنی ہی جھولی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

برخلاف حسد کے اس میں دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا ہوتی ہے۔ یہی فرق ہے حسد اور غبطہ میں۔

حاسد کے سامنے اپنی نعمت کا ذکر نہ کرنا مستحسن ہے

جس شخص کے متعلق یہ احتمال ہو کہ ہماری خوشحالی اور نعمت کا ذکر سنے گا تو اس کو حسد ہوگا اور نقصان پہنچانے کی فکر کرے گا تو اس کے سامنے اپنی نعمت دولت وعزت وغیرہ کا ذکر نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیے ان کو راز میں رکھنے سے مدد حاصل کرو کیونکہ دنیا میں ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے۔" (معارف القرآن ص ۱۱ ج:۵)

حسد کا علاج

☆حسد کا علمی علاج: حاسد کو جاننا چاہیے کہ حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس سے محسود کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ اس میں حاسد کا نقصان ہے، دین کا بھی اور دنیا کا بھی۔ (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) اور محسود کا اس میں یہ نفع ہے کہ اس کو مفت میں حاسد کی نیکیاں ملتی ہیں۔ (تبلیغ دین از امام غزالی)

☆ حسد کا عملی علاج: گو بہ تکلف ہی سہی اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو اور اس کے ساتھ خوب احسان، سلوک سے اور تواضع کے ساتھ پیش آ ؤ۔ ان معاملات میں اس شخص کے قلب میں تمہاری محبت ہوگی، پھر وہ تم سے اسی طور سے پیش آئے گا اور اس سے تمہارے دل میں اس کی محبت ہوگی اور حسد جاتا رہے گا۔ (تعلیم الدین محشی مکمل و مدلل ص ۱۲۰)

☆ کسی دوست یا دشمن کے زوال نعمت سے اگر اندر سے دل خوش ہوا اگرچہ بظاہر اس سے اظہار افسوس بھی کیا جائے یہ چونکہ غیر اختیاری ہے اور اس کو مذموم بھی سمجھا جاتا ہے اس لیے معصیت نہیں البتہ نقص ہے اس کا علاج بہ تکلف اس شخص کے لیے دعا کرنا ہے بکثرت ایسا کرنے سے انشاء اللہ یہ نقص زائل ہو جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۹۸)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

شعبان المعظم

پہلا خطبہ

شعبان المعظم .... حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ

شعبان کے فضائل واعمال .... از تحریرات

تیسرا خطبہ

شب برأت کی اہمیت .... شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ

رمضان المبارک کی تیاری .... مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

پانچواں خطبہ

ادائیگی زکوٰۃ اور اس کے متعلق کوتاہیاں .... حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ

زبان کی حفاظت .... حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ

ماہ شعبان کا آخری جمعہ .... خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

مع شعبان المعظم کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

شعبان المعظم

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار رکھو شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے (یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں اختلاف کم ہوگا)۔'' (ترمذی)

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اور کسی ماہ (کے چاند) کا اتنا خیال نہ فرماتے تھے۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۳- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان کے ایک دن یا دو دن پہلے سے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ شخص (کسی) خاص دن کا روزہ رکھا کرتا ہو (اور رمضان سے ایک دن پہلے وہ دن ہو' مثلاً ہر پیر کو روزہ رکھنے کا معمول ہے اور ۲۹ شعبان کو پیر کا دن ہے) تو وہ شخص اس دن بھی روزہ رکھے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۴- ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس رات میں وہ سب بنی آدم لکھ لیے جاتے ہیں جو اس سال میں پیدا ہوں گے اور جو اس سال میں مریں گے اور اسی رات میں ان کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔'' (بیہقی)

ف: اعمال اُٹھائے جانے سے مراد ان کا پیش ہونا ہے اور رزق نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سال میں جو رزق ملنے والا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور گو یہ سب چیزیں پیشتر سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں مگر اس رات کو لکھ کر فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

حدیث ۵- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدھے شعبان کی رات ہو تو اس رات کو شب بیداری کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس رات

غروب آفتاب کے وقت ہی آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟ کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو روزی دوں؟ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے (کہ وہ عافیت کی دعا مانگے اور) میں اس کو عافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے (رات بھر یہی رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے) یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاوے۔"

آیت مبارکہ

اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن کو برکت والی رات میں بلاشبہ ہم آگاہ کرنے والے ہیں اُسی (رات) میں ہر حکمت والا معاملہ ہمارے حکم سے طے کیا جاتا ہے۔ بے شک ہم آپ کو پیغمبر بنانے والے ہیں۔ (فسر الایات بلیلۃ النصف من شعبان عکرمۃ کذافی الدر المنثور عن ابن جریر وابن المنذر وابن حاتم)

اضافہ: (الف) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی ماہ میں نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ (کل) ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے دنوں کے۔ (متفق علیہ)

(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے شعبان کی پندرہویں رات میں بس مغفرت فرمادیتا ہے سب مخلوق کی مگر مشرک و کینہ والے شخص کے لیے (مغفرت نہیں فرماتا) (ابن ماجہ) اور ایک روایت میں ہے مگر دو شخص ایک کینہ رکھنے والا اور ایک قتل ناحق کرنے والا اور ایک روایت میں ہے یا قطع رحم کرنے والا (عین ماثبت بالسنۃ عن سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نظر (رحمت) نہیں کرتا ہے اس رات میں (بھی) مشرک کی طرف اور نہ کینہ والے کی طرف اور نہ قاطع رحم (یعنی رشتہ ناطہ والوں سے بلاوجہ شرعی تعلق توڑنے والے) کی طرف اور نہ پاجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کی طرف اور نہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کی طرف اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی طرف۔ البتہ اگر توبہ کر چکا ہے تو رحمت خداوندی اس پر بھی متوجہ ہوتی ہے۔ (عین ماثبت بالسنۃ عن بیہقی)

ف: ان کے علاوہ بعض اور گناہ گاروں پر بھی نظر رحمت نہ ہونا۔ دوسری روایتوں میں آیا ہے پس سب گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے۔ سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے احقر کے فہم ناقص میں یہ آتا ہے کہ کبائر بدون توبہ معاف نہیں ہوتے اور صغائر سب اس رات کی برکت سے حق تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(ج) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات (نفل) نماز کے سجدہ میں یہ دعا مروی ہے: **"اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک"** (عین ماثبت بالسنۃ عن بیہقی)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے غصے سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیرے عتاب سے تیرے درگزر کرنے کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، برتر ہے تیری ذات (مقدس) میں تیری ثناء کو شمار نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ اسی روایت میں اور دعا بھی ہے۔ بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی ہے اور ماثبت بالسنۃ کے مولف نے فرمایا ہے کہ بیہودہ بدعات میں سے ایک یہ ہے، جو کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں پھیلی ہوئی ہے یعنی چراغوں کا جلانا اور ان کا مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا کہ (ہم نے زیادہ روشنی کی ہے) اور لوگوں کا کھیل کود کے لیے جمع ہونا اور آگ کے ساتھ کھیلنا اور آتش بازی جلانا۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ رسم ہندوؤں کی رسم یعنی دیوالی سے لی گئی ہے، جاہل مسلمانوں نے اس کو لے لیا ہے۔

ف: احقر کا ظن غالب یہ ہے کہ قریب قریب تمام رسوم بدعیہ مثل سوم چہلم وغیرہ ہنود سے لیے گئے ہیں۔ ۱۲

بزرگان محترم! وقت اور مناسبت کے لحاظ سے آج شب برأت کے فضائل واحکام کا بیان ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"اَلشَّعْبَانُ شَهْرِیْ وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰهِ"** (کہ شعبان میرا مہینہ ہے رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے)۔ پیران پیر سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ ش سے مراد شرف، ع سے علو، ب سے مراد بر، الف سے مراد الفت والی اور ن سے مراد نور ہے۔ یعنی یہ ماہ مبارک شرف و منزلت، نیکی اور انس اور نورانیت کا جامع ہے۔

شعبان المعظم کے فضائل واحکام

ارشاد ربانی: ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ o فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ o اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط (الدخان آیت ۳ تا ۵)

”بے شک ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے۔“

ایک قول پر اس کی تفسیر شعبان کی پندرہویں شب ہے لیکن اگر یہ تفسیر ثابت بھی نہ ہو تب بھی اس رات کی فضیلت کچھ اس آیت پر موقوف نہیں۔ احادیث سے اس کی فضیلت ثابت ہے مگر یہ بات طالب علمانہ باقی رہی کہ پھر لیلۃ مبارکہ سے کیا مراد ہے؟ تو دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے لیلۃ القدر مراد ہے اسی کو لیلۃ مبارکہ بھی فرمادیا گیا۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت صفحہ ۳۶۷)

یہ آیت محتمل تھی دو معنی کو کہ یا تو اس سے شب قدر مراد ہے یا شب برأت۔ پس اگر اس سے شب برأت مراد ہو تو پھر اس کے کیا معنی ہوں گے جبکہ نزول قرآن کا لیلۃ القدر میں ثابت ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس رات میں سال بھر کے واقعات لکھے جاتے ہیں جو کچھ ہونے والے ہوتے ہیں۔ تکتب (لکھے جاتے ہیں) کا لفظ حدیث میں آیا ہے۔ من جملہ اس واقعات کے ایک واقعہ ہے نزول قرآن کا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اس رات میں مقرر کردیا گیا کہ شب قدر میں قرآن مجید نازل ہوگا۔ پس انا انزلنا (نازل کیا ہم نے) کے معنی ہوں گے۔ قدرنا نزول (یعنی مقدر کیا ہم نے اس کا نزول) پس اس تقریر پر اشکال رفع ہوگیا۔

فیھا یفرق من کل امر حکیم۔ یعنی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس شب میں تمام امور کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ تمام امور میں سب چیزیں آگئیں صرف نماز و روزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً اس کھیت میں اتنا پیدا ہوگا' جنگ ہوگی' فتح ہوگی' اتنا پانی برسے گا' غرض سب امور کا فیصلہ و انتظام ہوتا ہے یہ سب انتظام برکت میں داخل ہوگیا۔ پس ایک فرد یہ ہے برکت کی۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۳۷۶)

اگر کسی کو تقدیر کے واقعات پر شبہ ہو کہ تقدیر تو ایک بار مقدر ہوچکی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے تو کیسے تطبیق ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ ہر سال ایک سال کا انتظام فرشتوں کو بتلادیا جاتا ہے اور لوح محفوظ میں کل حالات یکبارگی محفوظ کردیئے گئے ہیں جیسے ایک بڑے کاغذ پر ایک زمانہ دراز تک بندوبست لکھ دیا جائے پھر تھوڑے تھوڑے روز کا کاروبار اس میں سے نقل کرکے ایک معین وقت تک کارکنوں کے سپرد کیا جائے۔ مثال ہے لوح محفوظ اور تقدیر کی۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۴۳۶)

ممکن ہے کہ واقعات لکھ تو لیے جاتے ہوں شب برأت میں اور سپرد کیے جاتے ہوں

شب قدر میں جیسا کہ روح المعانی میں ابن عباسؓ کا ایک قول بلا سند بعینہ یہی نقل کیا ہے اور احتمال کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۲ ص ۹۵۷)

جیسا کہ دور حاضر میں آرڈر تقرری کسی تاریخ کو افسران متعلقہ کر دیتے ہیں مگر سروس کے ریکارڈ میں تاریخ تقرری وہ شمار کی جاتی ہے جس روز ملازم اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں پیش آنے والے واقعات تو فرشتوں کو شب برأت میں سپرد کر دیئے جاتے ہیں مگر عملدر آمد شب قدر سے شروع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ جیسا کہ ملکی بجٹ نئے مالی سال سے پہلے منظور کر لیا جاتا ہے۔ **احصوا ھلال شعبان لرمضان** (رواہ الترمذی)

''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار رکھو شعبان کے چاند کا رمضان کے لیے (یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں اختلاف کم ہوگا)۔'' (ترمذی)

مزید فضائل ماہ شعبان المعظم

۱- ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' شعبان میرا مہینہ ہے۔ (دیلمی)

۲- حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کثرت سے روزہ رکھتے (شیخین وموطا ابوداؤد)

۳- ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' شعبان درمیان رجب و رمضان کے ہے اس میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

۴- ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' اس شب میں خلوت وعبادت اور روزی اور جس کو حج کی توفیق ہوگی سب لکھے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

۵- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب (کہ وہ شب تھی) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا' میں تلاش کو نکلی آپ بقیع (قبرستان مدینہ) میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ کی بخشش فرما دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ وترمذی وابن ماجہ وبیہقی)

۶- عطاء بن یسار نے کہا کہ شب نصف شعبان میں ملک الموت کو ایک فرد مل جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جو جو اس میں کرج ہیں ان کی جان اس (سال میں) قبض کرنا تو بعضا آدمی درخت لگا رہا ہے اور بیبیوں سے نکاح کر رہا ہے اور مکان تعمیر کر رہا ہے اور اس کا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے۔ (ابن ابی الدنیا) (سال بھر کے مسنون اعمال ص ۱۹'۲۰)

ایک لطیفہ

اور ایک حدیث میں ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں اگرچہ قوی نہیں کہ عالم غیب میں ایک درخت ہے اور اس میں پتے ہیں تو جو شخص اس سال میں مرنے والا ہوتا ہے تو ایک پتا (جس کا تعلق اس شخص سے ہے) اس درخت کا گر جاتا ہے۔ میں نے ایک لڑکی کے سامنے یہ روایت بیان کی جو میرے گھر میں شاگرد ہے اور ماشاءاللہ اب وہ بال بچے والی ہے۔ تو ہر سال قبل شب برأت اس کا خط آتا ہے کہ میرے لیے دعا کیجئے کہ میرا پتا نہ گرے۔ بھلا میری اس دعا سے کیا ہوتا ہے جو ہونا ہوگا وہ تو وہی ہوگا مگر دعا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اتنا مضمون صحاح کی روایت سے بھی ثابت ہے کہ اس سال جو مرنے والے ہوتے ہیں وہ تجویز کر لیے جاتے ہیں۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۳۹۷)

شعبان المعظم کے مسنون اعمال

۱- پندرہویں شب شعبان میں مُردوں کے لیے گورستان میں جا کر دُعا و استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

۲- اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے۔

۳- پندرہویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور بہت فضیلت آئی ہے۔

۴- ۲۹ شعبان کو اگر چاند نظر نہ آوے تو ۳۰ کو گیارہ بجے تک مہارت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس خیال سے روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہوگیا تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو جائے گا ورنہ نفل ہو جائے گا یہ مکروہ ہے۔ اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

۵- شعبان کے چاند کو اہتمام سے دیکھنے اور اس کی تاریخوں کا رمضان المبارک کے لیے خاص طور سے یاد رکھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے۔ (سال بھر کے مسنون اعمال، ص ۱۷)

منجملہ ان رسوم کے شب برأت کا حلوا اور عید کی سویاں، عاشورہ محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے۔ شب برأت میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم حق تعالیٰ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اموات کے لیے استغفار فرمایا اس سے آگے سب ایجاد ہے جس میں مفاسد کثیرہ پیدا ہو گئے۔

۱- بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔ یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے۔ اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

۲۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی ہے۔ یہ ان کی فاتحہ ہے یہ بھی محض بے اصل ہے اور اول تو تعین تاریخ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔

وافضل ایام الزیارۃ اربعۃ یوم الاثنین والخمیس والجمعۃ والسبت والزیارۃ یوم الجمعۃ بعد الصلٰوۃ حسن و یوم السبت الٰی طلوع الشمس و یوم خمیس فی اول النہار وقیل فی آخر النہار وکذا فی اللیالی المتبرکۃ لا سیمًا لیلۃ البراءۃ وکذالک فی الازمنۃ المتبرکۃ کعشر ذی الحجۃ والعیدین وعاشورہ و سائر المواسم. (کذا فی الغرائب ص ۲۳۳ ج ۶)

اس روایت سے استحسان زیارت قبور کا خاص شب برأت میں بھی ثابت ہوگیا۔

۳۔بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا یا نہیں۔ ظاہر ہے ایسا امر خفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔

۴۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برأت سے پہلے کوئی مرجاوے جب تک اس کے لیے فاتحہ شب برأت نہ کیا جاوے وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا یہ بھی محض تصنیف یاراں اور بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجاوے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ فوت ہوتا ہے مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے۔ یہ نہیں کہ شب برأت تک اٹکا رہتا ہے۔

۵۔حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدون اس کے سمجھتے ہیں کہ شب برأت نہیں ہوئی۔ اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہوجاتا ہے کہ اس کو مؤکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں فساد عمل بھی ہوجاتا ہے فرائض و واجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا معصیت ہونا ظاہر ہے۔

ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ کہ نیت بھی فاسد ہوجاتی

ہے ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں رہتا ہے۔ خیال ہوجاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اب کے خست یا ناداری نے گھیر لیا ہے۔ اس الزام کے رفع کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا ہے مر مار کر کرتا ہے۔ ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف وتفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے قرض سودی لینا پڑتا ہے۔ یہ جدا گناہ ہے۔

۶- جو لوگ مستحق اعانت ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے۔ اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔ غرض اس میں بھی وہی ریاء وتفاخر ہوجاتا ہے۔

۷- بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ غیر مؤکد کو مؤکد سمجھنا بلاشک معصیت ہے۔

۸- بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے یہ بالکل رسم کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۲۲ تا ۱۲۵)

منکرات شب برأت

۱- بہت سے چراغ روشن کرنا اور لہو ولعب کے لیے جمع ہونا آتش بازی میں مشغول ہونا اور غالباً یہ عمل ہنود کی دیوالی سے لیا گیا ہے۔ علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ زیادہ روشنی کرنا یہ بعض برامکہ سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے۔ جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں پھر آئمہ ہدیٰ نے ان منکرات کو باطل کیا اور آٹھویں صدی کے شروع میں بلاد مصریہ وشامیہ میں ان منکرات کا خوب قلع قمع کیا گیا (عجب نہیں کہ یہ آتش بازی بھی ان کا شعبہ ہو)۔ (ھذا کلہ من ماثبت بالسنۃ للشیخ الدھلویؒ)

تاریخ شعبان کو تہوار منانا اور عید بقر عید کی طرح بچوں کو کپڑے پہنانا اور عیدی دینا بے اصل ہے۔

۲- مکتب کے معلموں کو اس دن میں مثل عید کے تعطیل بھی نہیں کرنا چاہیے۔ (سال بھر کے مسنون اعمال)

۳- بچوں کو آتش بازی کے لیے رقم دینا سخت گناہ ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنے رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

آتش بازی مطلقاً خصوص اس رات میں بالکل معصیت ہے۔ آتش بازی کے لیے اپنے

بچوں کو پیسے دینا یا ان کے لیے خریدنا یا کسی قسم کی اعانت اس کے متعلق کرنا بھی ناجائز ہے۔

اس آتش بازی کی اصل دیکھی جائے تو یہ نکلتی ہے کہ برامکہ ایک قوم ہے یہ اصل میں آتش پرست تھے پھر اسلام لے آئے۔ ان میں اچھے لوگ بھی تھے مگر بعض میں آتش پرستی کا مادہ موجود تھا یہ فعل ان کا ایجاد کیا ہوا ہے تا کہ اس بہانہ مرکز کی طرف توجہ رہے پھر دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا تو جب ماخذ اس کا مادہ کفر ہے تو یہ شبہ کفر کا ہوا۔ اس کو دوسری معصیتوں سے زیادہ اہتمام کے ساتھ چھوڑ دینا چاہیے اور خیر یہ معصیت تو بر نگ معصیت ہی ہے کرنے والے بھی اس کو برا ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے واقعات اس کی بدولت ہر سال پیش آتے ہیں کسی کا ہاتھ جل گیا' کسی کی جان جاتی رہی' کسی کا مکان خاک سیاہ ہو گیا اور فرضاً کچھ بھی نہ ہوا تو اتلاف مال تو ضرور ہے۔ زیادہ تر پیران نابالغ پر تعجب ہے جن کے دل میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشا دیکھیں گے مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں بچے نہیں مانتے تماشوں میں بچوں کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

صاحبو! ان بچوں کو کیوں بدنام کرتے ہو بلکہ تمہاری ہی گود میں ایک بچہ ہے جس کو نفس کہتے ہیں وہ تم کو لے جاتا ہے۔ ظاہر میں بچوں کو پیسے دیتے ہیں اور مقصود خود تماشا دیکھنا ہوتا ہے۔ اپنی غرض کے لیے اولاد کے اخلاق بگاڑ رہے ہو اور اگر سچ مچ وہی ضد کرتے ہیں تب بھی یہ عذر قابل قبول نہیں۔

(اسی طرح بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ حلوے کے لیے بچے ضد کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ چار دن پہلے پکاؤ اس دن نہ پکاؤ۔ بعض شہروں میں شب برأت سے ایک دن پہلے عرفہ مشہور ہے کہ شب برأت میں تو پرانے مُردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں اور ایک دن پہلے جدید مُردوں کو تا کہ وہ پرانے مُردوں میں شامل ہو جائیں۔ شریعت میں ان رسموں کی کوئی اصل نہیں)۔ (شب مبارک)

دیکھو! اگر تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولہ چھوڑنے لگے تو تم اس کو روکو گے یا نہیں؟ ضرور روکو گے' اگر نہ مانے گا جبراً روکو گے۔ اسی طرح یہاں کیوں نہیں روکا جاتا بس یوں کہو کہ گناہ کو برا ہی نہیں سمجھتے۔ اگر تم خود معصیت کو برا سمجھتے تو بچوں کو کیوں اس کی عادت ڈالتے؟ بھلا اگر بچے ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں تو کیا دے دو گے؟ کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وقعت نہیں۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت' ص ۳۸۸ تا ص ۳۹۰)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر محمد بن زکریا طبیب کسی شے کے خواص بیان فرمائیں تو تم اس پر یقین رکھتے ہو اور جناب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شے کے بارے میں ارشاد فرمائیں تو تم اس پر شک کرتے ہو۔ ہائے کمال افسوس ہے تم پر کمال افسوس ہے۔

وہ بدقسمت حضرات جن کی شب برأت میں بھی مغفرت نہیں کی جاتی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: حق تعالیٰ شب نصف شعبان میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور سب گناہ گاروں کی مغفرت فرما دیتا ہے (یعنی جو مغفرت مانگے) بجز مشرک کے یا مشاحن کے یعنی جس کے دل میں کینہ ہو (بیہقی) اور اوزاعی نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص بدعت والا جماعت حق سے الگ ہونے والا ہو اور ایک روایت میں ان لوگوں کا استثناء اور آیا ہے۔ ظلم سے محصول لینے والا جادوگر غیب کی خبریں بتلانے والا جیسے کے آج کل کے فال والے حاضرات والے اور عملیات والے کرتے ہیں۔ عریف یعنی ہاتھ کے خطوط یا دیگر آثار دیکھ کر بتلانے والا۔ سرہنگ ظالم جابی یعنی جو حاکم کو ناجائز محصول کے طریقے بتلا دے۔ کوبہ یعنی طبل یا نرد والا عرطبہ طنبور والا (نوفل عن علی) اور ایک روایت میں قاطع رحم کا بھی استثناء آیا ہے۔ (سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ان کا بھی استثناء آیا ہے ٹخنے سے نیچے ازار پہننے والا ماں باپ کو آزار دینے والا ہمیشہ شراب پینے والا۔ (بیہقی)

ان حضرات کے بارے میں بس اتنا کہا جا سکتا ہے:

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر — تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

کاش یہ حضرات ان گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرلیں تو ان کی بھی مغفرت ہو جائیگی۔

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

نصف شعبان المعظم کے روزہ رکھنے اور اس کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت میں حکمت

اب خاص اس روزہ کی حکمت بھی سمجھئے۔ میرے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے پہلے نصف شعبان کا روزہ رمضان کے نمونہ کے لیے مسنون فرمایا ہے تاکہ رمضان سے وحشت و ہیبت نہ ہو کہ نہ معلوم روزہ کیسے ہوگا اور کیا حال ہوگا اس لیے آپ نے پندرہ شعبان کا روزہ مقرر فرما دیا کہ اس دن کا روزہ رکھ کر دیکھ لو چونکہ یہ ایک ہی روزہ ہے اس لیے اس کی ہمت سہولت سے ہو جاتی ہے۔ جب وہ پورا ہو گیا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ بس رمضان کے روزے بھی ایسے ہی ہوں گے اور اس تاریخ میں رات کی عبادت بھی تراویح رمضان کا نمونہ ہے۔ اس سے تراویح کے لیے حوصلہ بڑھتا ہے کہ جب زیادہ رات تک جاگنا کچھ بھی نہ معلوم ہو تو تراویح کے لیے

ایک گھنٹہ زیادہ جاگنا کیا مشکل ہوگا۔ پس یہ تو اعانت بالمثل علی المثل ہوئی اور پندرہ شعبان کے بعد روزہ سے منع کرنے میں استعانت بالضد علی الضد ہے اور یہ سب ایک ہی جملہ میں موفود ہے۔

بھلا ہے کوئی ایسا بلیغ جو ایک ہی جملہ میں علاج بالضد اور علاج بالمثل دونوں کو جمع کردے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال شان تربیت کا بھی ثبوت ہوتا ہے کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا عاقل اگر تسہیل صوم رمضان کی کوئی صورت تجویز کرتا تو بہت سے بہت یہ کرتا کہ رمضان سے پہلے بھی ایک دو روز کا روزہ رکھ لیا جائے تا کہ طبیعت کو روزہ سے مناسبت ہو جائے تو صوم سے صوم میں استعانت کرتا باقی یہ علاج کسی کی سمجھ میں نہ آسکتا تھا کہ ترک صوم کو بھی سہولت صوم میں دخل ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ نمونہ کے لیے پندرہ شعبان کا روزہ اور اس کی رات کا قیام مسنون فرما کر اس کے بعد روزہ سے منع فرما دیا۔

(الیسر مع العسر ملحقہ مواعظ نظام شریعت، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

شعبان کے فضائل واعمال

از تحریرات اکابر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان اور شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں متواتر روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا' ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں اس مہینہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے ایک مسلمان کیلئے یہ چند احادیث بھی بہت ہیں۔

مختصر یہ کہ شعبان کے روزوں کی مثال ایسی ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنتوں کی' ان سنتوں سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انسان کا قلب فرض نماز کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ماہ شعبان میں نفل روزے رکھنے سے انسان کا قلب ماہ رمضان کے فرض روزوں کیلئے مستعد اور تیار ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شعبان کے روزے

تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ

یہ شعبان کا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں اس مہینہ میں اللہ رب العالمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔ (نسائی)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت رجب کے مہینہ میں روزے بہت رکھا کرتی تھی آپ کو اس کے متعلق بتلایا گیا کہ فلاں عورت اس مہینہ میں بہت روزے رکھتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس عورت کو نفلی روزے رکھنے ہیں تو شعبان کے مہینہ میں رکھا کرے۔

ناظرین کو ان احادیث سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ شعبان کے مہینہ کی کتنی عظمت وفضیلت ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت اور اسکے نام

شعبان کے پورے مہینہ کی فضیلت ہے مگر اس مہینہ کی پندرہویں شب کی جو فضیلت ہے وہ پورے مہینہ کی نہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس رات کے کئی نام ہیں۔

۱- لیلة البرأة یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات۔

۲- لیلة الصک یعنی دستاویز والی رات۔ ۳- لیلة المبارکه، یعنی برکتوں والی رات۔

مگر عرف عام میں یہ رات شب برأت کے نام سے مشہور ومعروف ہے، جو فارسی اور عربی زبان کے دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور برأت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں اس کے بعد یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس رات کی فضیلت رمضان المبارک کی شب قدر سے کم۔ لیکن اس کی فضیلت سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دن میں اس کے وجود سے انکار کرے یا سورج کی موجودگی میں اس کے وجود کا انکار کرے۔

چند حدیثیں اس شب کی فضیلت کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

کہتے ہیں کہ عرب میں اس قبیلہ کے پاس تقریباً بیس ہزار بکریاں تھیں اب اندازہ کریں کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے جن کا شمار کرنا انسان کے قبضے کی بات نہیں اسی طرح اس رات میں کتنے لوگ دوزخ سے بری کئے جاتے ہیں وہ بھی انسانی حساب سے باہر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی بخشش کا طلب گار کہ اس کو بخش دوں ہے کوئی سائل کہ سوال کرے کہ میں اس کا سوال پورا کروں۔ (بیہقی)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مجھے حضرت جبرئیل نے آکر یہ (بشارت) سنائی کہ یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتے ہیں۔ (بیہقی)

پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے

فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے شعبان کی اس (پندرھویں) شب میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے پیدا ہونیوالے ہیں وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے اس سال میں مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ لئے جاتے ہیں اور اس سال میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اترتی ہے۔ (بیہقی)

حضرت تھانویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اعمال اٹھائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اعمال دربار خداوندی میں پیش ہوتے ہیں اور روزی اترنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سال میں جتنی روزی انسان کو ملنے والی ہے وہ سب لکھ دی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں کیا معمول ہوتا تھا وہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

میں نے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا (پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیلئے نکلی) تو آپ کو بقیع (قبرستان مدینہ) میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ کیا تجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرے اوپر زیادتی کرے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خیال کیا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں تشریف لے گئے ہوں۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ پس قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار سے زیادہ (دوزخی) لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ: حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے جنت البقیع نکل گئیں اور وہاں آپ کو مصروف دعا پایا تو اپنے نفس کو وساوس پر ملامت کرتے ہوئے جلدی جلدی گھر آئیں۔ اس تیزی سے چلنے کی وجہ سے آپ کا سانس پھول گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے عائشہؓ یہ تمہارا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ تو انہوں نے وجہ بتلائی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھے جبرئیلؑ نے آکر بتلایا ہے کہ آج (یہ) شعبان کی پندرہویں شب ہے۔اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے اتنے گنہگار بندوں کو جہنم سے نجات دیتا ہے جتنے کہ قبیلہ کلب کے بکریوں کے بال۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جب کان لگا کر (غور سے) سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمارہے تھے۔

اعوذ بعفوک من عقابک اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک اللھم لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک. (بیھقی)

"یااللہ! میں تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں تیری سزا سے اور تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں تیرے غصہ سے، اور پناہ چاہتا ہوں تیری سختیوں سے یا اللہ میں آپ کی تعریف کا شمار نہیں کرسکتا۔آپ کی ذات ایسی ہی بلند وبالا ہے جیسے آپ نے خود فرمایا"۔

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو یہ دعا پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! تو بھی یہ کلمے یاد کرلے اور دوسروں کو بھی بتلادے۔جبرئیلؑ نے مجھے یہ کلمے بتلائے ہیں اور کہا ہے ان کلموں کو سجدے میں باربار پڑھا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں کیا دعا مانگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ میں یہ دعا مانگنا بھی ثابت ہے۔

سجد لک خیالی وسوادی، وامن بک فؤادی، فھذہ یدی وما جنیت بھا علی نفسی یا عظیم یرجی لکل عظیم اغفر الذنب العظیم، سجد وجھی للذی خلقه وصورہ وشق سمعه وبصرہ (بیہقی)

سجدہ کیا تجھ کو میرے ظاہر وباطن نے اور ایمان لایا میں سچے دل سے تجھ پر سو یہ میرا ہاتھ ہے اور جو کچھ میں نے اس سے اپنی جان پر گناہ کئے ہیں اے عظمت وبزرگی والے معاف فرما دے ان بے شمار گناہوں کو۔ سجدہ کیا میں نے اس ذات اقدس کو جس نے (انسان) کو پیدا فرمایا اور صورت بنائی اور کان اور آنکھیں دیں۔

اللھم ارزقنی قلبا تقیا من الشرک نقیا لا فاجر او لا شقیا، (ماثبت بالسنہ)

اس رات میں یہ دعا مانگنا بھی ثابت ہے۔

"اے اللہ! مجھے ایسا پاکیزہ دل عطا فرما جس میں شرکت کا شائبہ بھی نہ ہو جو فسق وفجور اور

سختی سے پاک ہو"۔

"یااللہ! میں آپ سے عفووعافیت اوردین ودنیا میں امن وامان اورعافیت کا طلب گار ہوں"۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کی دعا

شعبان کی پندرہویں رات میں داؤدؑ یوں دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم رب داود اغفر لمن دعاک فی ھذہ اللیلة او استغفرک فیھا (احمد)

"اے اللہ! اے داؤدؑ کے پروردگار! ہراس شخص کوبخش دے جوآپ سے اس رات میں دعا مانگے یا بخشش چاہے"۔

حضرت علیؓ اس رات میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھا اوراسی طرح بار بار باہر آکر دیکھتے رہے پھر فرمایا۔

حضرت داؤدؑ ایک رات کوایسی ہی مبارک ساعت میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا (خیر و بھلائی کی) مانگتا ہے قبول فرماتا ہے اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔

بخشش سے محروم لوگ

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ بہت سے بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات میں بھی رحمت خداوندی سے محروم رہتے ہیں اوران پر نظر عنایت نہیں ہوتی۔ہم یہاں ایسے بدقسمت لوگوں کی فہرست پیش کرتے ہیں تا کہ عبرت حاصل ہو۔

(۱) مشرک۔ (۲) جادوگر۔ (۳) کاہن اور نجومی۔ (۴) ناجائز بغض اور کینہ رکھنے والا۔ (۵) باجہ بجانے والا اوران میں مصروف رہنے والا۔ (۶) ٹخنوں سے نیچے پاجامہ، لنگی وغیرہ رکھنے والا۔ (۷) زانی مرد وعورت۔ (۸) والدین کا نافرمان۔ (۹) شراب پینے والا اور اس کا عادی۔ (۱۰) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلق کرنے والا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اس بابرکت اورعظمت والی رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمت خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے گریبان میں منہ ڈالے اورغوروفکر کرے کہ ان عیبوں میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور برائی نہیں اگر ہو تو اس سے توبہ کرے پھر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔یہ خیال نہ کرے کہ میرے اتنے اورایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔

پندرہ شعبان کے روزہ کا حکم

اگر چہ روزہ فرض یا واجب نہیں بلکہ نفلی ہے مگر اس کا بڑا ثواب ہے کیونکہ صرف نفلی روزہ کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ثواب بیان فرمایا ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایک دن کا (نفل) روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے ستر برس کے فاصلہ پر (دور) کردے گا''۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جس شخص نے صرف اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا روزہ رکھا (نفل) رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنا دور کردیتا ہے کہ جتنا کوا بچپن سے بڑھاپے تک اڑتا رہے''۔

حدیث نمبر ۲۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی مثال کیوں دیں؟ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ جانوروں میں اس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی عمر سات سو سال تک ہوتی ہے۔

بہر حال ہمارے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایک نفل روزہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے رکھے گا تو اس کی برکت سے روزہ دار اور دوزخ میں بے شمار اور بے حساب دوری ہوجائے گی۔ جب عام نفلی روزہ کا اتنا ثواب ہے تو جن روزوں کا حدیث سے ثبوت ملتا ہے ان کا کتنا ثواب ہوگا۔ اسی سے شب برات کے روزہ کے ثواب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد شب برات کے روزہ کا حکم ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو''۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے شعبان کی پندرہ تاریخ کے روزہ کا حکم معلوم ہوا کہ یہ حکم استحبابی ہے یعنی اگر کوئی رکھے تو ثواب، نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں۔

پندرہ شعبان کے روزہ کے ثواب کا بہتر طریقہ

اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں بہت زیادہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور امت کو بھی اس کا حکم دیا کہ چاہے تو اس مہینہ میں روزے رکھ کر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرے۔

اس کی میرے خیال میں بہتر صورت یہ ہے کہ اس مہینہ میں صرف پندرہ تاریخ کا ایک

روزہ رکھنے کے بجائے تیرہ، چودہ، پندرہ ان تینوں تاریخوں کے روزے رکھے۔

ان تاریخوں کے روزوں کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ ایام بیض کے روزے کہلاتے ہیں حدیث میں ہے۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر وحضر میں کبھی نہ چھوڑتے تھے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا۔

اے ابوذر! تو جب روزے رکھنا چاہے تو مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ (تاریخ) کے رکھ (ترمذی)

ہر مہینہ میں یہ تین روزے رکھنے کی ایک برکت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دل کا کھوٹ اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ (بزار)

اس صورت میں ایک تو سنت (ایام بیض کے روزوں) پر عمل کا ثواب ہوگا اور اسی کے ساتھ پندرہ شعبان کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

پندرہ شعبان کے بعد روزے کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امت پر شفیق اور مہربان کوئی نہیں ہوسکتا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینہ کی فضیلت بیان فرمائی وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی کمزوری کا خیال کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ''جب نصف شعبان گزرجائے تو روزے نہ رکھو''۔

اس ممانعت میں یہ راز ہے کہ آدمی میں کہیں روزے رکھتے رکھتے کمزوری آجائے اور اس کا اثر رمضان کے روزوں پر پڑے۔

قبرستان اور اس کے متعلق کچھ مفید باتیں

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے (تمام) اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین نیکیاں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) وہ علم (دین) جس سے دنیا میں لوگ فائدہ اٹھائیں۔ (۳) نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔ (ابوداؤد)

ناظرین غور فرمائیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے مرنے کے بعد کام آنے والی تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

ان میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں کوئی

نیک کام کر جائے جس سے خلق خدا فائدہ اٹھائے جیسے کسی نے مسافر خانہ بنوادیا یا ہسپتال بنوادیا یا کنواں بنوادیا۔ یا مسجد بنوادی یہ سب کام صدقہ جاریہ ہے۔

باقی دونوں کام بھی ایسے ہیں جن کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے اور اس کو نیک وصالح بنانے کی کوشش کرے تا کہ مرنے کے بعد اس کے کام آئے۔

کیا مردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

یہاں ایک بات کی تشریح کردینا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ بہت سے سخت عقیدہ رکھنے والے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو شخص مرگیا اس کے بعد اس کو کوئی نیک کام کرنے سے فائدہ نہیں پہنچتا اس خیال کی اصلاح شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے الفاظ میں سنئے۔

''امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہنچتا۔ یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے اس لئے یہ قول ہرگز قابل التفات نہیں''۔ (فضائل صدقات جلد اول بحوالہ بذل المجہود)

اس سے معلوم ہوا کہ میت کو ہر نیک کام کا ثواب پہنچتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے مردہ اعزہ واقربا کیلئے قرآن کریم پڑھ کر یا صدقہ وغیرہ کر کے ان کو ثواب پہنچاتا رہے اس کے بعد ہم ایصال ثواب کے چند طریقے بیان کرتے ہیں۔

میت کو ایصال ثواب کے چند طریقے

(۱) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جو شخص قبرستان میں جاکر ''قل ھواللہ احد'' (پوری سورت) دس مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو مردوں کی تعداد کے برابر اس پڑھنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ (دار قطنی)

(۲) معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مردوں کیلئے سورہ یٰسین پڑھا کرو۔ (ابوداؤد)

بعض احادیث میں ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہونے کے بعد سورہ فاتحہ (ایک مرتبہ) اور سورہ اخلاص (قل ھواللہ احد) اور سورہ تکاثر (الھکم التکاثر) پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے

تمام مردوں کو بخش دے تو اس قبرستان کے تمام مردے اس کی شفاعت کریں گے۔

(۴) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جب تم قبرستان جایا کرو تو ''الحمد شریف' قل ھو اللہ احد' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس'' پڑھ کر قبرستان کے مردوں کو بخش دیا کرو ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ (فضائل صدقات)

(۵) ایصال ثواب کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ اول تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔ پھر تین مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھے۔ اس کے بعد اخیر میں پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر قبرستان کے تمام مردوں کو ثواب پہنچا دے۔ (بہتر یہ ہے یوں نیت کرے اس کا ثواب تمام مسلمان مردوں کو پہنچے) (ملفوظات شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ)

قبرستان میں داخلہ کے وقت کی دعا

حدیث میں قبرستان میں داخلہ کے وقت پڑھنے کی کئی دعائیں آئی ہیں ہم یہاں صرف ایک دعا درج کرتے ہیں یہ ایک دعا بھی کافی ہے۔

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر (ترمذی)

''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرمادے تم ہم سے پہلے آگئے ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں''۔

زیارت قبور کے متعلق چند ضروری باتیں

(۱) قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ (۲) قبروں کے اوپر سے چل کر روندتا ہوا نہ جائے۔

(۳) جب کسی قبر پر جائے تو میت کے پاؤں کی طرف جائے تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ آنے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے۔

اسلئے کہ جب میت قبر میں دائیں طرف کروٹ لیتی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے۔ اگر کوئی سرہانے کی طرف آئے تو میت کو دیکھنے میں دقت اور مشقت ہوتی ہے۔ (فضائل حج)

والدین کیلئے ایصال ثواب کی دعا

اسلام نے والدین کا بڑا حق بتلایا ہے قرآن کریم نے تنبیہ کی کہ ان کو جھڑکنا اور ڈانٹنا تو بڑی بات ہے۔ زبان سے ''ہوں'' بھی مت کہو بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کا لحاظ رکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب میں والدین کے نافرمان کی بخشش نہیں ہوتی اور وہ رحمت خداوندی سے محروم رہتا ہے اگر کوئی بدقسمت انسان ایسا ہو کہ اس کے والدین ناراضگی کی حالت میں انتقال کر گئے ہوں تو اولاد کا فرض یہ ہے کہ ان کے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرتا رہے ہم یہاں ایک دعا نقل کرتے ہیں۔(فضائل صدقات)

ہمیں کیا کرنا چاہئے

مسلمانوں کو چاہئے کہ ان تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں۔قبرستان جا کر اپنی موت کو یاد کریں مردوں کو ایصال ثواب کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کس خاموشی کے ساتھ تشریف لے گئے لیکن آج کل ہم نے اس رات کو بھی ایک میلے اور تہوار کی شکل دیدی ہے۔

قبرستان میں خوب روشنی اور چراغاں کیا جاتا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو گانا بجانا جیسے لہو ولعب کے کام بھی ہوتے ہیں،ہم غور کریں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے؟

جب قبرستان ایسی جگہ میں اس قسم کے لہو ولعب اور خلاف شرع کا کام ہوں تو وہاں جا کر انسان کیا اپنی موت کو یاد کرے گا اور کیا ایصال ثواب کرے گا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف چل کر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

تیسرا خطبہ

شب برأت کی اہمیت

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اس شب برأت کے بارے میں جو کرنے کے کام ہیں اور جو نہ کرنے کے کام ہیں ان کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ ہمارے قلوب میں صحیح استعداد پیدا فرمائے اپنے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر ان کو قبول بھی فرمائے۔

عنایت الٰہی

یہ حق تعالیٰ شانہ کی خاص عنایت ہے کہ بعض مبارک اوقات کی محبت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایتیں ہر وقت انسان کے شامل حال رہتی ہیں۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ جمعہ کا اجتماع عام نمازوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ رمضان مبارک میں مسلمانوں کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ بہ نسبت اور مہینوں کے اور اسی طرح جو خاص اہمیت کی راتیں ہیں۔ ان میں بھی ہماری رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ بہ نسبت عام راتوں کے یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بندوں پر خاص عنایت ہے کہ اس کی خصوصی عنایت اور مغفرت کے جو مواقع ہیں یا عنایت اور مغفرت کے جو اسباب ہیں ان کی محبت زیادہ ڈال دی جاتی ہے اور یہ عنایت یوں ہے کہ شاید اسی راستے سے کسی کا کچھ کام بن جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں اس موقع پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمادی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی توقع رکھنی چاہئے۔

نیکی زیادہ تو گناہ بھی

لیکن اسی کے ساتھ دوسری بات بھی ذہن میں رکھو تصویر کے دونوں پہلو سامنے رکھنے چاہئیں جس طرح خاص مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوگا۔ اسی طرح ان مواقع پر گناہ کا وبال بھی دوسرے اوقات کی نسبت زیادہ ہوگا۔ چنانچہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! اگر کوئی شخص کنویں میں پیشاب

کرے تو بہت بری بات ہے، لیکن اگر کئی شخص چاہ زمزم میں پیشاب کرے تو اس سے بدتر بات ہوگی۔ بلکہ نعوذ باللہ! کفر کے درجے تک پہنچنے والی بات ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عام مسجدوں کی بے حرمتی کرے تو بہت ہی بری بات ہوگی۔ لیکن خدانخواستہ اور نعوذ باللہ! اگر حرم شریف میں کوئی گستاخی اور بے ادبی کرے تو یہ اور زیادہ بدترین بات ہے۔ ایسے ہی آخر شب کا وقت جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وقت ہے اس وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو بہت بڑا درجہ ہے اور اگر کوئی نعوذ باللہ! اس وقت بدکاری کرے یا چوری کرے تو اس کا بدترین ہونا ظاہر ہے۔ یہ ساری باتیں میں نے سمجھانے کیلئے عرض کی ہیں کہ جن اوقات یا مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے ان مقامات میں یا اوقات میں گناہ کا درجہ بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور ان اوقات میں گناہ کرنا زیادہ سنگین ہوتا ہے۔

گناہوں سے بچنا زیادہ ضروری ہے

اسی کے ساتھ ایک بات اور ہے کہ آدمی نیکی چاہے تھوڑی کرے لیکن برائی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے کیونکہ نیکی منافع کی چیز ہے جتنا کمالو گے اتنا تمہارا زرمبادلہ بن جائے گا لوگ دبئی، سعودی عرب جا کر کماتے ہیں اور گھر والوں کو خرچ بھیجتے ہیں یا پیسے جمع کر کے لاتے ہیں۔ یہ ہماری نیکیاں ہمارا زرمبادلہ ہیں یہ وہاں آخرت میں ملے گا۔ کسی نے زیادہ کمالیا زیادہ ملے گا، کم کمایا تو کم ملے گا۔ لیکن اگر برائیاں کرو گے تو یہ بہت سنگین بات ہے نیکی تو چاہے تھوڑی کرو لیکن برائی سے بچنے کی زیادہ کوشش کرو یہ دو باتیں ہو گئیں۔

میں ایک غلطی پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں باتوں کی لوگ رعایت نہیں رکھتے ایک تو یہ کہ نیکی کی رغبت ہوتی ہے اور ہونی چاہئے عرض کر رہا ہوں کہ نیکی زرمبادلہ ہے۔ جتنی زیادہ آدمی نیکی کرے اتنی کم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک موقع پر فرما رہے تھے۔ حضرت ابوذرؓ بڑے زاہد صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے مطلب اور ذوق کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

اے ابوذر! بوجھ ذرا تھوڑا اٹھانا اس لئے کہ گھاٹی بڑی دشوار گزار ہے (جس گھاٹی پر تمہیں چڑھنا ہے وہ بڑی دشوار گزار ہے۔ ذرا بوجھ کم اور ہلکا رکھنا) اور ذرا توشہ لے کر چلنا اس لئے کہ سفر بڑا لمبا ہے اور عمل ذرا کھرا لے کر چلنا اس لئے کہ پرکھنے والا بہت سمجھ رکھنے والا ہے اس کی نظر بڑی باریک ہے۔

اگر کھوٹ ملا ہوا ہوگا تو نکال دیا جائے گا وہاں کھوٹ نہیں چلتا ہمیں تو ہر چیز میں ملاوٹ کی عادت

ہے۔اور اخلاص کے معنی ہیں ملاوٹ نہ کرنا' یعنی اپنے عمل میں ملاوٹ مت کرو' خالص اللہ کی ذات کیلئے کرو' عمل بھی خالص ہو اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ہو لوگوں کو دکھانے یا ریا' کیلئے یا مخلوق کی خاطر نہ ہو۔کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "توشہ لے کر چلو اس لئے کہ سفر بہت لمبا ہے"۔

نیکی کرنا آسان ہے

لیکن ہم لوگوں کو نیکی کرنے کی طرف جتنی رغبت ہے۔اتنا برائی سے بچنے کا اہتمام نہیں یہ ایک عجیب بات ہے میں تو اپنی بات کر رہا ہوں۔آپ کی بات نہیں کر رہا۔آپ اپنے طور پر اپنی حالت پر غور کر لیجئے۔عام ذوق یہ ہے کہ نیکی کی طرف رغبت تو بہت ہوتی ہے لیکن برائی سے بچنے کا اہتمام کم ہے۔

ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کی عجیب حکمت بیان فرمائی' فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی میں نفس اپنا کچھ حصہ لگا لیتا ہے۔کم از کم لذت ہی سہی' یا یوں خیال کر لیا جاتا ہے کہ تم اب اچھے آدمی بن گئے ہو کہ نیکی کا کام کرتے ہو۔چنانچہ وہ اپنا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لگا لیتا ہے۔اس لئے نیکی پر لگنا تو اس کیلئے آسان ہے۔

گناہ کو چھوڑنا مشکل ہے

لیکن برائی چھوڑنے میں چونکہ کوئی لذت نہیں نہ ہی کسی کو پتہ چلتا ہے کہ اس نے برائی چھوڑی نہ اس میں ریاکاری چل سکتی ہے اور نہ کچھ نفس کو لذت آسکتی ہے۔نیکی ایک وجودی یعنی کرنے کا کام ہے۔کوئی بھی کرے گا تو دوسرا اسے دیکھے گا ریاکاری کا بھی اس میں احتمال' خود اپنے نفس کو بھی لذت' اس لئے نیکی کر نیکی طرف تو نفس کو رغبت ہوتی ہے۔مگر برائی اور بدی چھوڑنے کی طرف رغبت نہیں ہوتی' اس لئے کہ اس میں لذت نہیں ہوتی تو میں نے کہا:

ایک یہ کہ نیکی کا اہتمام چاہے تھوڑا کرو لیکن بدی سے بچنے کا اہتمام زیادہ کرو۔

دوسری بات یہ کہ خصوصیت کے ساتھ مقدس مقامات میں' مقدس اوقات میں بدی کے کرنے سے زیادہ سے زیادہ ڈرو۔ چنانچہ جمعہ کے دن اور عصر کے بعد کا وقت بھی بہت زیادہ مبارک وقت ہوتا ہے اس وقت میں بدکاری کا ارتکاب بہت بری بات ہے۔رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی مبارک مہینہ ہے۔بہت ہی مبارک وقت ہے۔

میرے پاس آج اکثر خطوط رمضان المبارک کے مسائل سے متعلق آرہے ہیں لوگ پوچھتے ہیں کہ روزہ رکھ کر اگر فلمی گانا سن لیا جائے تو اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟ رمضان

المبارک کی تقریریں تو رمضان المبارک میں ہوں گی۔ یہ درمیان میں ایک مثال کے طور پر بات آ گئی۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنا ہوگا۔

جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود غلط کاری اور غلط بات کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے''۔

پٹاخے اور آتش بازی سنگین جرم ہے:

اسی طرح یہ شب برأت کی ساعت اور اوقات ہیں ان میں بھی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے مجھے ان پٹاخوں سے شدید تکلیف ہورہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کار ثواب ہے یا یوں سمجھتے ہوں گے کہ نہ ثواب ہے نہ گناہ ہے لیکن میں عرض کردینا چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لئے کم از کم یہ معلوم کرلیجئے کہ یہ گناہ ہے اگر یہ رات مبارک ہے تو جس طرح اس رات میں نیکی کرنے کا درجہ زیادہ ہے اسی طرح برائی کرنے کا جرم بھی زیادہ ہے۔ اس لئے اس رات میں پٹاخے بجانا' آتش بازی کرنا' یہ بہت ہی زیادہ سنگین جرم ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل عطا فرمائے۔

تو یہ ایک بات میں نے عرض کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ مبارک اوقات کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا ہمیں شکر کرنا چاہئے اور ساتھ کے ساتھ توقع اور امید بھی رکھنی چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ عنایت اور توفیق ہم پر فرمائی ہے تو ان شاء اللہ اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور ہمیں اپنی رحمت کا مورد بھی بنائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

شب برأت مانگنے کی رات

دوسری بات حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ قریب کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور یوں پکارتے ہیں کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کردوں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے جو اس مصیبت سے بچنے کی درخواست کرے میں اس کو عافیت عطا کردوں کیا کوئی فلاں قسم کا آدمی ہے فلاں قسم کا آدمی ہے فلاں قسم کا آدمی ہے ایک ایک ضرورت کا نام لے کر اللہ میاں پکارتے ہیں۔

تو اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں ایک تو جہاں ممکن ہو سکے عبادت کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو۔ نماز پڑھنا سب سے افضل ہے لیکن اگر بیٹھ کر تسبیحات پڑھنا چاہو تو یہ بھی جائز ہے۔ غرضیکہ اللہ کی یاد میں جتنا وقت بھی گزار سکتے ہو گزارو باقی سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ فجر کی نماز

جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لو تو ایک یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت میں وقت گزارا جائے اور دوسرے یہ کہ رات مانگنے کی ہے کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے۔ مانگا کیا جائے؟ اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمادیا ہے مختصر سی اس کی تشریح کردیتا ہوں۔

مانگنے کی تین چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں ایک تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ دوسرے اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور تیسرے اللہ سے عافیت مانگو۔ لیجئے خدا تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دیدی ہیں جتنا چاہے کھولو اور لو فرمایا ایک اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔

مغفرت مانگئے

بھائی! مغفرت کے معنی ڈھانکنے کے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اندر جو کچھ ہے وہ ناپاکی اور گندگی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ ابھی چھیل دو تو خون نکلنے لگے گا۔ اور اگر خدانخواستہ پیٹ میں سوراخ ہو جائے تو پھر جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اس حسین وجمیل چمڑے کا پردہ ڈال دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ پاک سے پاک مجلسوں میں اور معزز مجلسوں میں ہم بیٹھتے ہیں۔ لیکن جو گندگیاں ہمارے اندر چھپی ہوئی ہیں وہ اس پردے کی وجہ سے لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ خدانخواستہ ہماری گندگیاں ظاہر ہونے لگیں تو ہم کسی شریفانہ محفل میں بیٹھنے کے لائق نہ ہوتے۔ یہ تو ظاہری چمڑے کی بات کر رہا ہوں اور بالکل اسی طرح معنوی طور پر ہمارے اندر، جو قصور، لغزشیں، خطائیں ہیں، جو جرائم اور گناہ ہم نے کئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فاش نہیں فرماتے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ستاری فرما رکھی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں ایک چور لایا گیا حکم فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو کہ شریعت کا حکم ہے چور ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا کہ امیر المومنین میں نے پہلی دفعہ چوری کی ہے۔ آپ اس دفعہ تو مجھے معاف کردیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کریم ہے کہ پہلی بار آدمی کو پکڑوا دیں۔ یہ اس کے کرم سے بعید ہے۔ جن لوگوں کے پردے فاش ہو جاتے ہیں یہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے جری بن جاتے ہیں۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ہاں اللہ کے حلم اور اس کی ستاری سے مغرور نہ ہو جاؤ، دھوکہ نہ کھا جاؤ اس لئے کہ دیر سے پکڑیں گے لیکن جب پکڑیں گے تو سخت پکڑیں گے۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مطالعہ کر کے اپنا ایکسرے کرنا چاہئے اپنے

چمڑے کے نیچے کرید کر دیکھوتو نجاست ہی نجاست بھری ہوئی نظر آئے گی یہ اوپر سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ وگرنہ کوئی کرید کر دیکھے تو ہمارے گناہ‘ وساوس‘ خیالات اور اندرونی جذبات وغیرہ تو اندر نجاست ہی نجاست ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ ہم پر پردہ ڈال دیا ہے اگر کوئی جری ہو جاتا ہے تو تھوڑا سا پردہ اٹھا دیتے ہیں اس کو اپنی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ تو ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی پردہ پوش اور ستار ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ کے کہ ”گناہ بیند و پردہ پوشید بحلم“ گناہوں کو دیکھتا ہے اور اپنے حلم کے ساتھ پردہ ڈالتا ہے۔

خدا کے سوا تم نے کوئی ایسا دیکھا کہ اس کے سامنے تم اس کا قصور کرو اور وہ تمہیں رسوا کرنے پر بھی قادر ہو اور رسوا نہ کرے؟ تم سے انتقام لینے پر قادر ہو اور انتقام نہ لے؟ اللہ کی شان رحیمی و کریمی‘ ستاری و غفاری ہے کہ ہم سراپا قصور و عیب ہیں۔ گناہ کرتے ہیں مسلسل کرتے ہیں اور بے دھڑک‘ بغیر جھجک اور بغیر وقفے کے کرتے ہیں لیکن اللہ میاں پردے ڈالتے چلتے جاتے ہیں تم نادان ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے سامنے رسوا نہیں کرتا یہ ہے اللہ کا پردہ ڈالنا۔ اس پردہ ڈالنے کو مغفرت اور بخشش کہتے ہیں اگر یہ پردہ دنیا میں ہی رہا اور آخرت میں یہ پردہ اٹھالیا گیا تو سمجھو کہ پکڑ ہوگئی لیکن اگر اللہ رب العزت نے دنیا میں پردہ ڈالے رکھا اور اسی طرح آخرت میں بھی پردہ ڈال دیا اور ہمارے عیوب کو مخلوق کے سامنے ظاہر نہ فرمایا تو اس کو بخشش اور مغفرت کہتے ہیں۔ عیوب تو ہمارے ذاتی نقائص ہیں وہ تو ہم سے جدا نہیں ہو سکتے جیسے ممکن نہیں ہے کہ انسان کے بدن کو چھیلو اور اندر سے خون وغیرہ نہ نکلے اسی طرح ہماری عبدیت اور بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سے لغزشیں‘ خطائیں‘ کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ یہ ہمارا لازمہ ذات ہے حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے جیسے ان تمام چیزوں پر دنیا میں پردہ ڈال رہے ہیں۔ آخرت میں بھی پردہ ڈال دیں تو اس کو مغفرت کہتے ہیں اب ایک تو اس رات میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگو۔ ایک بات یاد آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔

اے اللہ مجھے رسوا نہ کیجئے‘ کیونکہ آپ مجھے جانتے ہی ہیں اور مجھے عذاب اور سزا نہ دیجئے اس لئے کہ آپ مجھ پر قادر ہیں (جب چاہیں عذاب دے سکتے ہیں آپ کی قدرت ہے)۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست فرماتے ہیں۔

اے وہ ذات جس کو بندوں کے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے اور جس کے خزانے میں‘ مغفرت کوئی نقص اور کمی پیدا نہیں کرتی (اگر اللہ تعالیٰ سب مجرموں کو یک قلم بخش دیں تو کچھ نقصان بھی نہیں ہوا) مجھ کو وہ چیز عطا فرمادے جو آپ کے خزانوں میں کمی نہیں کرتی اور مجھ کو وہ چیز معاف

فرمادے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی (یعنی میرے گناہوں کو معاف فرمادے)
تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو جیسے بھی مانگ سکتے ہو اور یوں سمجھ کر مانگو کہ وہ ہمارا خدا ہے۔
ہم اس کے بندے ہیں کسی اجنبی سے معاملہ نہیں ہو رہا۔ اپنے خدا سے ہو رہا ہے۔ اپنے رب سے مانگ رہے ہیں۔ ہمارا کام ہی مانگنا ہے اور اس کا کام عطا کرنا ہے بلبلا کر مانگو' گڑگڑا کر مانگو' امید کے ساتھ مانگو' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ ہو۔ وہ ہمارے مالک اور خدا ہیں' ہمیں اپنے خدا پر ناز ہونا چاہئے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ایک تو بخشش مانگو اور جس کا خلاصہ میں نے عرض کر دیا کہ یا اللہ! دنیا اور آخرت میں ہمارے عیوب اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر فرما کر ہمیں رسوا نہ فرمائیے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔

اے اللہ! تمام امور میں ہمارا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔ کیونکہ آخرت میں جس کو رسوا کریں گے اس کو عذاب دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ یا اللہ! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما کر دنیا کی رسوائی اور آخرت کی رسوائی اور عذاب سے بچا لیجئے۔ نہ دنیا میں ہمارا پردہ لوگوں میں فاش کیجئے اور نہ آخرت میں ہمارا پردہ اپنی مخلوق کے سامنے فاش کیجئے۔ یا اللہ! ہماری بخشش فرما دیجئے اور اگلے پچھلے' چھوٹے بڑے جتنے گناہ ہیں ان سب کی معافی مانگو۔ اس طرح مانگو کہ گویا آج تو سارے قرضے بے باق کر کے جانا ہے آج سارا معاملہ نمٹا کے جانا ہے۔

رزق مانگئے

دوسرا رزق مانگو' کیونکہ اعلان ہوتا ہے۔ "الا من مسترزق فارزقہ" کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اس کو میں رزق دوں۔ بھائی ہم تو رزق اسی روٹی پانی کو سمجھتے ہیں اور اس میں لوگ پریشان بھی بہت ہیں۔ اپنی اپنی سمجھ اور اپنا اپنا خیال ہے تاہم جہاں تک تمہارا تصور جا سکتا ہے۔ وہاں تک رزق کے حدود پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیاوی یا اخروی' جسم یا روح کی بقا کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو سامان پیدا فرمائے ہیں اور جن پر انسان کی بقا کا دارومدار ہے وہ ساری کی ساری چیزیں رزق کہلاتی ہیں۔ روٹی پانی بھی اس میں داخل ہے۔ یہ جسم کی نعمتیں جو اللہ نے ہمیں عطا کر رکھی ہیں یہ بھی اس میں داخل ہیں اور پھر ارد گرد جو چیزیں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں ظاہری چیزیں بھی داخل ہیں۔ باطنی چیزیں بھی داخل ہیں۔ رزق کا لفظ ایسا جامع ہے کہ ہماری ضرورت کی کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہے اور کہا یہ جا رہا ہے۔ "الا من مسترزق فارزقہ" کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں ہماری سمجھ چونکہ بہت ناقص ہے۔ تو الفاظ بھی ایسے گول مول سے استعمال کر لئے جائیں جو

ہمارے سامنے اہم چیزیں ہوں وہ تو ہم نام لے کر مانگ لیں کہ:

اے اللہ! ہماری فلاں ضرورت ہے' وہ پوری کر دیجئے۔ لیکن جب ہم ان چیزوں کو مانگ لیں تو اتنا ضروری کہہ دیں کہ یااللہ! آپ کے رزق کی حدود جہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ساری کی ساری چیزیں مانگتے ہیں۔ تاکہ کوئی چیز بھی پیچھے نہ رہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بات چیت کرنے کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کچھ دعا مانگ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو بات کرنے کیلئے ایک طرف کر دیا اور بعد میں فرمایا عائشہ! تم دعا مانگ رہی تھیں۔ تمہیں اپنی دعا درمیان میں چھوڑ دینی پڑی۔ تمہیں ایک جامع سی دعا بتادیں یعنی چھوٹے الفاظ میں بہت بڑی دعا آجائے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ضرور بتا دیجئے! فرمایا جو کچھ مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کرو اور بعد میں دعا کرلیا کرو۔

یااللہ! میں آپ سے خیر کی تمام چیزیں مانگتی ہوں جو آپ سے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں اور آپ سے شر کی ان تمام باتوں سے پناہ مانگتی ہوں جس سے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے"۔ (ترمذی)

لیجئے پیچھے رہ کیا گیا؟ بھائی رزق مانگو اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو۔ جب وہ خود بلوا رہے ہیں کہ آؤ لے جاؤ تو پھر کیوں نہ مانگیں؟ جو آپ مانگ سکتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ کے ذہن میں ہے مانگ لیں' کوئی ضرورت ہو' کوئی تقاضا ہو اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ چیز کہاں مل سکتی ہے؟ مشکوۃ شریف میں حدیث قدسی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر' تمہارے پہلے تمہارے پچھلے' تمہارے مرد' تمہاری عورتیں' تمہارے چھوٹے' تمہارے بڑے' تمہارے انسان' تمہارے جن' سارے کے سارے مل کر سب سے متقی آدمی کی مثال بن جائیں تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے پہلے' تمہارے پچھلے' تمہارے مرد' عورت' چھوٹے' بڑے اور انسان وجن سارے مل کر تم میں سب سے جو زیادہ برا آدمی ہے اس جیسے بن جائیں تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر نقصان نہیں ہوگا۔ (مشکوۃ)

بھائی! یہ تمہاری جمہوری گورنمنٹیں تھوڑی ہیں۔ جو ووٹوں سے بنتی ہوں وہ تو خدا کی خدائی ہے۔ لہٰذا تمہارے پچھلے' مرد' عورت' چھوٹے' بڑے' انسان' جن' سارے کے سارے مل کر جو کچھ

کسی کے جی میں آئے وہ مجھ سے مانگنے لگیں اور میں اس کو دینے لگوں تو میرے خزانوں میں مچھر کے پر برابر کمی نہیں ہوگی یہ خیال مت کرو کہ یہ چیز بہت بڑی ہے۔ کیا مانگیں گے؟ مادی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو، معنوی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو (لیکن محمود غزنویؒ والی بات کیوں نہ کی جائے) اس سلسلہ میں دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی آئے اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرما دیجئے یعنی اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول کر لیا کریں کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں دوسرے لفظوں میں وہ سارا کچھ سمیٹ کر لے گئے کہ ایک آدھ کیا دعا کروائیں۔ جب دعا کروانی ہے تو ایسی کروائیں کہ ساری چیزیں آجائیں۔

محمود غزنویؒ سے لوگوں نے ایاز کے بارے میں شکایت کی تھی کہ آپ ان کو بہت مانتے ہیں آخر کیوں؟ محمود غزنویؒ نے کہا: اچھا اس کی وجہ بتائے دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے ہیرے جواہرات بکھیر دیئے اور کہا جو کوئی لوٹنا چاہئے۔ یا لینا چاہے لے لے۔ جب اذن عام ہو گیا تو سارے اٹھ کر چیزیں لینے لگے۔ ایاز جہاں کھڑا تھا وہاں کھڑا رہا۔ محمود غزنویؒ نے اس سے کہا: ایاز! تمہیں بھی اجازت ہے، جو کچھ لینا چاہتے ہو لے لو۔ انہوں نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: میں نے یہ لے لیا ہے، جب آپ نے خود کہا ہے کہ جو چاہو لے لو میں نے تو بادشاہ ہی کو لے لیا۔

بھائی! خدا سے جو چاہو گے ملے گا۔ لیکن اگر خدا سے خود خدا ہی کو مانگ لو تو کیا وہ نہیں ملے گا؟ ضرور ملے گا! اور جس کو خدا ہی مل گیا تو پیچھے کیا رہ گیا؟ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تمہارے جی میں ہو۔ زور، قوت اور یقین کے ساتھ مانگو۔ جائز مانگو، ناجائز مت مانگو، کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضرور ملے گا، خزانہ عام ہے اور جب وہ خود کہہ رہے ہیں۔ ان شاء اللہ روکیں گے نہیں۔

میں کہتا ہوں ساری چیزیں مانگ لو اور ایک چیز مانگنے کی نہ چھوڑ دینا وہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مانگ لو۔ "اللھم انی اسئلک رضاک" یا اللہ! میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں اور وہ راضی ہو گئے۔ ان کی رضا مل گئی تو سب کچھ مل گیا، خدا کی قسم! اس کی رضا کے بعد پھر پیچھے کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی اور خدانخواستہ نعوذ باللہ! استغفر اللہ! توبہ! توبہ! اگر اس کی رضا نصیب نہیں ہوئی۔ پھر اگر تخت سلیمان بھی دے دیا جائے۔ تو لغو اور لایعنی ہے اس کی رضا کے بغیر کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں۔ تو دوسری چیز مانگنے کی رزق ہے اور میں نے کہا کہ رزق کا مفہوم بہت

وسیع ہے۔ دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اس میں سمٹ آتی ہیں اور ان نعمتوں کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور اللہ کی رضامندی مشروط ہے ایمان اور اہل اللہ کی صحبت اور معیت کے ساتھ اس لئے اللہ کی رضامندی مانگو تو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگو کہ:

یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایمان صحیح نصیب فرما' ایمان کامل نصیب فرما' تقویٰ نصیب فرما' اپنے نیک بندوں اور مقبول بندوں کا دنیا اور آخرت میں ساتھ نصیب فرما اور ان کے نقش قدم پر چلا۔

اللہ والوں کے ساتھ چلو گے تو اللہ تک ضرور پہنچو گے۔ بھائی جو راستہ جانتا ہو تم اس کے ساتھ ہو لیتے ہو جب اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہو گے جب وہ پہنچے گا تو تم بھی پہنچ جاؤ گے۔ اس لئے کہ وہ راستہ جانتا ہے اور تم جانتے نہیں جب تم اس کے ساتھ چلے اور وہ تو راستہ جانتا تھا۔ وہ پہنچ گیا۔ تو تم بھی ساتھ پہنچ گئے حالانکہ تم جانتے نہیں تھے۔ اہل اللہ کے ساتھ چلو گے۔ اللہ والے تو اللہ تک پہنچیں گے مگر تمہیں بھی ساتھ لے کر کے پہنچیں گے۔ ان شاء اللہ اور یہی راز ہے۔ "**اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم**" میں کہ یا اللہ! ہمیں چلا سیدھی راہ پر یعنی راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا۔ میں صرف سیدھی راہ کی دعا نہیں سکھائی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی راہ بتائی ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا جس راہ پر وہ چلے ہیں ان کی راہ پر چلو گے تو ممکن نہیں جہاں وہ پہنچے ہیں وہاں تم نہ پہنچو۔

میں عرض کر رہا ہوں اصل الاصول اور مقصد المقاصد' غایۃ الغایات آخری اور چوٹی کی چیز ہے اللہ کی رضا اور اسی کو فرمایا۔ "**رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ**" اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اسی کو فرمایا ہے۔ "**یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک**" اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ "**راضیۃ مرضیۃ**" تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی "**فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی**" میرے بندوں میں داخل ہو جا میری جنت میں داخل ہو جا میرے بندے میری رضا کے امور ہیں اور میری جنت میری رضا کا محل ہے۔

عافیت مانگئے

اور تیسری چیز عافیت ہے۔ جس کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی عافیت کا معنی ہے مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں سے حفاظت' جیسے مصیبتیں' بیماریاں' دکھ درد' پریشانیاں اور رنجش وغیرہ یہ ساری چیزیں جو انسان کو ناگوار گزرتی ہیں ان سے بچا لینا اس کو عافیت کہتے ہیں اور پھر عافیت کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو اور اللہ سے یہ مانگے کہ یا اللہ! مجھے تکلیف سے نجات عطا فرما۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی تکلیف اور کسی مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگے کہ یا اللہ! مجھے اس تکلیف سے بچانا اور اس سے حفاظت فرمانا' حدیث میں ہے۔ "الا من مبتلی فاعافیہ" کیا ہے کوئی مبتلا کہ میں اس کو عافیت دوں معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مصیبت میں' کسی تکلیف' کسی رنج میں مبتلا ہو چکا ہے وہ بھی مایوس نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا فرمائیں گے اور اس کے ساتھ جو مصائب ابھی نازل نہیں ہوئے ان سب سے اجمالی طور پر عافیت مانگے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو کہ یا اللہ! میں فلاں فتنے سے تیری پناہ اور فلاں فلاں مصیبتوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں سب سے اللہ کی پناہ میں آجاؤ۔ سب سے بڑی دولت اللہ کی رضا مندی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عافیت ہے۔ یہ رضا اور عافیت دو چیزیں جس کو مل گئیں تو سب کچھ مل گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

یعنی اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اس لئے کہ ایمان ویقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں جس کو آدمی مانگے۔

جن پریشانیوں میں ہم مبتلا ہیں۔ ان سے بھی اور جن پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں ان سے بھی' بس انہی معروضات پر ختم کرتا ہوں آپ حضرات دعا فرمائیں حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایمان صحیح نصیب فرمائے اپنی رضا نصیب فرمائے۔ ہماری بخشش فرمائے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جو کچھ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سب کچھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

چوتھا خطبہ

رمضان المبارک کی تیاری

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَاتُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ٥ (سورۃ النساء:۳۱) (صدق اللہ العظیم)

رحمتوں والا مہینہ

یہ جو مہینہ مبارک آ رہا ہے یہ کوئی معمولی مہینہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا یوں تو روزانہ ہی ہم پر بڑا کرم اور اس کا احسان اور اس کا انعام ہے، روزانہ ہی ان کی نوازشیں اور عنایتیں انگنت اور بے شمار ہیں، چوبیس گھنٹے ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے اور ہم اتنے نکمے اور نالائق اور کور چشم ہیں کہ بس وہ لمحات گزرتے رہتے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔

انکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر — تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

وہ تو اپنا کرم اور اپنی عنایتیں فرماتے ہی رہتے ہیں، ہم ان کو حاصل نہ کریں تو ہماری کوتاہی ہے ان کی عطا میں تو کوئی کمی نہیں۔

سوا تین کروڑ گنا ثواب

یوں تو نماز کے بڑے فضائل ہیں لیکن ''فضائل نماز'' میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض روایات میں جو فضائل آئے ہیں نماز با جماعت کے ان سب فضائل کو جوڑ کر ان کا حساب لگا کر بیان فرمایا ہے کہ جو آدمی مسجد میں جا کر نماز با جماعت ادا کرتا ہے اس کو سوا تین کروڑ گنا نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ایک نماز قضاء کرنے کا گناہ

اور دوسری طرف یہ وعید بھی حضرت نے لکھی ہے کہ اگر کوئی آدمی بلا کسی شرعی عذر کے دانستہ

کوئی نماز قضاء کر دے، پھر چاہے وہ بعد میں قضاء بھی پڑھ لے تو اللہ بچائے اس کو ایک نماز جان بوجھ کر بلا عذر شرعی قضاء کرنے کی بناء پر جہنم میں دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال تک جلایا جائے گا۔ العیاذ باللہ! ہاں! اگر وہ سچی توبہ کر لے گا تو معاف ہو جائے گا کیونکہ نماز قضاء کرنا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اس کی یہ سزا ہے لیکن توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، یہ گناہ بھی معاف ہوگا تو اس کی سزا بھی معاف ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ، تو دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال یہ عذاب ہے اور سوا تین کروڑ گنا ثواب ہے۔ اس اعتبار سے اللہ کی رحمت اس کے غضب پر پھر بھی غالب ہے۔

رحمٰن کی مخصوص رحمتیں

یوں تو اللہ تعالیٰ کی ہم پر روزانہ ہی بڑی عنایتیں اور بڑی مہربانیاں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بطور انعام کے سال کے مختلف دنوں، راتوں اور مہینوں میں اور زیادہ اپنی رحمتیں اور برکتیں بندوں کے اوپر فرماتے ہیں جیسے شب برأت ہے کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، عرفہ کی رات ہے، عید الاضحیٰ کی رات ہے، عید الفطر کی رات ہے، دس محرم الحرام کا دن ہے، جمعہ کا دن ہے، شب جمعہ ہے اور یکم ذی الحجہ سے لے کر دس ذی الحجہ تک کے دن اور رات ہیں، ان دس دنوں میں سے ہر دن کی رات شب قدر کے برابر ہے اور دس تاریخ کے علاوہ باقی دن کے روزوں میں سے ہر روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ مختلف راتوں اور دنوں میں اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مہربانیاں اپنے بندوں پر کرتے رہتے ہیں، ان خاص دنوں میں اگر بندے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو خاص الخاص اجر و ثواب سے مالا مال فرما دیتے ہیں۔

اہمیت رمضان اور اس کی تیاری

ان سارے مواقع میں سب سے خاص رمضان شریف کا مہینہ ہے، اس کے اجر و ثواب کی تو انتہاء ہی نہیں۔ بس یہ سمجھ لیا جائے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں، گیارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے مقرر کیے ہیں اور یہ ایک مہینہ انہوں نے اپنے لیے خاص فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ یہ مہینہ خاص میرے لیے ہے اس کو خاص میری عبادت میں گزارنے کی کوشش کرو۔ لہٰذا ہمیں اس مہینہ کے اندر اس کا کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر زیادہ سے زیادہ اس کے رات و دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے پہلے سے تیاری کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں یہی قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سیزن میں تجارت کرنا چاہتا ہے تو اس کے آنے سے بہت پہلے وہ اس کی تیاری کرتا ہے اور جو تیاری کرتا ہے وہ سیزن میں کماتا ہے اور جو سیزن آنے کے بعد تیاری

شروع کرتا ہے تو وہ خسارہ سے دوچار ہوتا ہے۔اب اگر رمضان شریف کے آنے کے بعد ہم نے تیاری کرنا شروع کی تو مہینہ ہفتہ بھر میں گزر جائے گا۔ پتہ ہی نہ چلے گا۔تیاری سوچتے آدھا مہینہ ہوجائے گا' پھر کچھ کرنا شروع کریں گے تو باقی مہینہ ختم ہوجائے گا۔

۱-دعا

لہٰذا ضروری ہے کہ اب ہم رمضان شریف کے لیے اس کے آنے سے پہلے ہی تیاری کریں اور پوری طرح اس کے واسطے تیار رہیں' تیاری کے لیے ہمیں چند کام کرنے ہوں گے جن میں سب سے پہلا کام تو دعا ہے اور یہ دعا نبی کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور منقول ہے۔ ایک دعا رجب کے مہینہ کے شروع میں کرنا ثابت ہے اور دوسری دعا رمضان شریف کا مہینہ شروع ہونے سے کچھ دن پہلے کرنا ثابت ہے' دونوں دعائیں ہم اردو میں بھی مانگ سکتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی مانگتے رہیں۔

ماہ رجب کی دعا

ماہ رجب کا چاند دیکھ کر آپ جو دعا فرماتے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان

''اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان کے مہینہ میں برکت عطا فرما اور ہم کو عافیت کے ساتھ ماہ رمضان نصیب فرما۔''

ہم روزانہ یہ دعا کریں کیونکہ کچھ پتہ نہیں کہ کس وقت موت آجائے وہ چاہیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ماہ مبارک نصیب ہوجائے گا اور اگر نہ چاہیں گے تو چاند رات میں بھی کسی کا انتقال ہوسکتا ہے۔

قرب رمضان کی دعا

اور جب رمضان شریف کا مہینہ بالکل قریب آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی ایک آیت کی طرح اہتمام سے یہ دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ لِرَمَضَانَ وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِیْ وَسَلِّمْہُ لِیْ مُتَقَبَّلاً.

''اے اللہ! مجھے رمضان کے لیے سلامت رکھئے اور رمضان کو میرے لیے سلامت رکھئے اور میرے لیے رمضان کو مقبول بنا کر سلامت رکھئے۔''

چنانچہ اگر رمضان شریف نصیب ہو لیکن وہ ہمارے حق میں مقبول نہ ہو تو اس کا کیا فائدہ؟

کچھ بھی نہیں، اصل تو یہ ہے کہ رمضان شریف بھی نصیب ہو، ہم بھی سلامت رہیں اور رمضان شریف بھی سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان شریف مقبول بھی ہو جائے، پھر ہم نے ان شاء اللہ تعالیٰ بھرپور نفع اُٹھالیا، یہ انہیں کی توفیق سے ہوگا، انہیں کی عطاء سے ہوگا۔ وہی رمضان شریف نصیب فرمانے والے ہیں، وہی اس میں توفیق عمل دینے والے ہیں، وہی مغفرت کرنے والے ہیں، وہی بخشش کرنے والے ہیں، وہی دنیا و آخرت کی نعمتیں عطاء کرنے والے ہیں، وہی اجر وثواب کی بارش برسانے والے ہیں۔ "بیدہ الخیر" خیر انہیں کے قبضہ میں ہے۔ "انک علٰی کل شیء قدیر"۔ بیشک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں تو سب سے پہلے یہ دعا کرنی ہے اور دعا کی توفیق ہو جانا یہ ان شاء اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق ملنے کی علامت ہے۔ جس دن اور جس وقت آپ کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہے اور توفیق ملنے والی ہے۔

۲-ضروری اشیاء کی خریداری

اور تیاری کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے وہ کام کرلیں جن کا تعلق رمضان میں سحری اور افطاری سے ہے یا بازار کی خریداری سے ہے یا عید کی خریداری سے ہے۔ اسی طرح سے ہمارے بہت سارے کام رمضان شریف کے ایسے ہیں جو ہم رمضان سے پہلے کر سکتے ہیں، ہر آدمی کو اپنے کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، اپنے گھر کا اندازہ ہوتا ہے، اپنی دکان کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طریقہ سے گھر کا سامان ہے، کپڑے ہیں، جوتے ہیں، ٹوپی ہے اور جو بھی ضروریات ہیں وہ ساری کی ساری جس قدر ہو سکتی ہوں وہ رمضان شریف سے پہلے پہلے لاکر فارغ ہو جائیں، گھر والوں سے مشورہ کر کے تمام چیزیں پہلے سے لاکر گھر میں رکھ لیں تاکہ رمضان شریف کے مہینہ میں ہمارا کم سے کم وقت بازار میں گزرے اور زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت میں، ذکر میں، تسبیح میں، دعا میں اور توجہ الی اللہ میں گزر سکے۔ بس وہی چند کام رہ جائیں جو رمضان شریف سے پہلے نہیں ہو سکتے جن کو رمضان شریف میں کرنا ناگزیر ہے تو ان کو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ان میں بھی زیادہ سے زیادہ اس بات کی کوشش کریں کہ مثلاً بازار میں ایسے وقت جائیں کہ اس وقت رش نہ ہو، بھیڑ نہ ہو اور جو کام شام میں ایک گھنٹہ میں ہوتا ہے اور سویرے پندرہ منٹ میں ہوتا ہے تو سویرے کے وقت میں کر کے آ جائیں۔

باقی وقت یادِ الٰہی میں

اور دل میں ہر وقت یہ فکر ہو کہ دنیا کے یہ جتنے بھی کام ہیں، یہ جتنی جلدی ہو سکیں نمٹ جائیں اور

جو وقت بچے وہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے اور تلاوت کرنے کے لیے فارغ رہے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کے واسطے فارغ کرنے کی کوشش کرتے رہیں اگر ہم اس کا اہتمام کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سا وقت ہمارا بچ جائے گا اور پھر احتیاط سے رمضان شریف کے لیل ونہار کو یاد الٰہی میں ذکر الٰہی میں اور دعا مانگنے میں لگانے کی فکر کریں اور کوشش کریں۔

۳-لوگوں سے ملاقاتیں بند کردیں

اسی طرح جن سے ملنا جلنا ہو تو بہت سی میل ملاقات ایسی ہوتی ہیں جو بہت زیادہ اہم اور ضروری نہیں ہوتیں یا ضروری ہوتی ہیں لیکن روزانہ ضروری نہیں ہوتیں۔ ایک مرتبہ کی ملاقات مہینہ بھر کیلئے کافی ہوتی ہے تو ایسی تمام ملاقاتیں بھی رمضان شریف سے پہلے کر کے فارغ ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رمضان شریف میں بھی ملاقات جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن غیر ضروری اور بلا ضرورت ملاقات کا بھی یہ مہینہ نہیں ہے یہ تو بس اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مہینہ ہے۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے
آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا مہینہ ہے۔ اس لیے غیر ضروری ملاقات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ مہینہ تو خالص آخرت کمانے کے واسطے ہے اس کے لیے ہم اپنے آپ کو فارغ کریں۔

۴-حقوق واجبہ ادا کرلیں

اور رمضان شریف کی تیاری کا یہ بھی حصہ ہے کہ رمضان المبارک آنے سے پہلے پہلے جتنے بھی فرائض و واجبات اور حقوق العباد ہمارے ذمہ واجب ہیں اور اب تک ہم نے ان کی ادائیگی نہیں کی تو رمضان شریف کے آنے سے پہلے پہلے ان کی ادائیگی کر کے فارغ ہو جائیں نمازیں قضاء ہیں تو وہ پڑھنا شروع کر دیں روزے قضاء ہیں تو ان کو ادا کرلیں کوئی منت واجب ہو چکی ہے اور اسے پورا نہیں کیا تو اسے پورا کرلیں قرآن کریم کے سجدے واجب ہیں ادا نہیں کیے تو ان کو ادا کرلیں۔ پچھلے سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے تو اس کو ادا کر کے فارغ ہو جائیں تا کہ نئے سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی نئے سال میں شروع ہو جائے اگر کوئی قسم کھائی ہے اور کفارہ واجب ہے تو اسے ادا کرلیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حقوق کہلاتے ہیں۔

۵-بندوں کے حقوق کی ادائیگی کرلیں

اور بندوں کے حقوق میں یہ ہے کہ کسی کو مارا ہے' کسی کو پیٹا ہے' کسی کو طعنہ دیا ہے' کسی کی غیبت کی ہے' کسی کو ستایا ہے' کسی کو پریشان کیا ہے' کسی کا پیسہ کھایا ہے' زمین دبائی ہے' دکان پر قبضہ کیا ہے' مکان قبضہ میں لے رکھا ہے اور اس کو خالی کر کے نہیں دیتے' یہ سب حقوق العباد کی کوتاہیاں کہلاتی ہیں۔ ان سب کی ادائیگی یا معافی تلافی کر لینی چاہیے جس جس کا دل دکھایا ہے اس سے معافی مانگ لے' کسی سے کینہ ہے یا کسی سے حسد کا مادہ دل میں ہے تو اس کو دور کرلے' کسی کو مارا پیٹا ہے تو یا بدلہ دیدے یا اس سے معاف کرالے' پیسے کھائے ہیں تو پیسے ادا کردے یا معافی کرالے۔ رمضان شریف سے پہلے پہلے بندوں کے حقوق کی تلافی کردے۔ یہ تو زندگی میں بار بار کرتے ہی رہنا چاہیے لیکن خاص خاص موقعوں پر جیسے رمضان شریف کے مہینے سے پہلے اور عمرہ یا حج پر جانے سے پہلے اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے' یہ بڑا اچھا موقع ہوتا ہے' آسانی سے حقوق العباد کی معافی تلافی ہو جاتی ہے۔

سابق زندگی کا کچا چٹھا بنالو

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رباعی ہے جو اس سلسلہ میں یاد رکھنے کا ہے۔

تم اپنے کئے کی مکافات کرلو جو راہیں بھلا دیں انہیں یاد کرلو
طریقہ صحابہؓ پہ آ جاؤ گے تم تو پھر ساری دنیا پر چھا جاؤ گے تم

مکافات یہی ہے کہ جس جس کو ستایا ہے' پریشان کیا ہے جو اعمال میں کوتاہیاں رہ گئی ہیں ان سب کا حساب صاف کر کے برابر کرلیں۔ لوگ اس ماہ میں زکوٰۃ نکالنے کے لیے حساب بنا رہے ہیں' ہم اپنی زندگی کا حساب کرلیں کہ اب تک جو زندگی گزری ہے' کیسی گزری ہے؟ کس کس کے ساتھ ہم نے زیادتی کی ہے؟ کس پر ہم نے ظلم کیا ہے؟ کس کو ہم نے طعنے دیئے ہیں؟ کس کس کی غیبتیں کی ہیں؟ کس کس کو مارا ہے پیٹا ہے؟ یہ حقوق العباد کی کوتاہیاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے رکاوٹ ہیں۔ اگر ایک آدمی ساری رات تہجد پڑھتا ہے دن بھر روزے سے رہتا ہے لیکن دوسروں کا دل دکھاتا ہے۔ یاد رکھئے! اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی' اس کو تعلق مع اللہ کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے وہاں بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ضروری ہے' اگر کوتاہی پائی جاتی ہے تو اس کی

تلافی ضروری ہے۔ رمضان شریف آنے سے پہلے پہلے یہ بھی اس کی تیاری کا ایک حصہ ہے کہ ان تمام باتوں سے ہم اپنے آپ کو فارغ کرلیں تاکہ جب رمضان شریف آئے تو ہمارے اوپر نہ کوئی قضاء نماز ہو نہ کوئی روزہ قضاء ہو نہ کسی بندہ کا کوئی حق ہمارے ذمہ واجب ہو۔

۶-قضا نمازوں کی ادائیگی

اگر کسی کی بہت ساری نمازیں یا روزے قضا ہیں تو وہ کیا کرے؟ ظاہر ہے کہ رمضان سے پہلے تو سب کی قضا ہو نہیں سکتی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً توبہ کرے اور پھر توبہ کر کے ادا کرنا شروع بھی کردے اور رمضان شریف میں بھی نفلی عبادت کم کرے اور زیادہ سے زیادہ اپنی قضا نمازیں پڑھے اور زیادہ سے زیادہ اپنے دیگر واجبات ادا کرتا رہے اس لیے کہ فرض کی تو آخرت میں پوچھ ہوگی' نوافل کی پوچھ نہیں ہوگی۔ لہٰذا فرائض پہلے پورے ہونے چاہئیں لیکن نوافل بالکل بھی نہ چھوڑے اس لیے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ بالکل ہی محروم رہ جائے اس لیے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ میں نوافل کا بھی اہتمام رکھیں لیکن زیادہ سے زیادہ تعداد میں فرائض وواجبات کی طرف متوجہ رہیں۔

۷-رمضان سے پہلے سچی توبہ

اور رمضان شریف کی تیاری کا ایک اہم ترین حصہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص رمضان سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرلے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ! میں بڑا نالائق اور آپ کا بڑا نافرمان بندہ ہوں اور بڑا ہی خطا کار اور سیاہ کار ہوں' یا اللہ! مجھے ہرگز ہرگز یہ کام نہیں کرنا چاہیے' یا اللہ! یہ گناہ مجھ سے ہوتا ہے' میں اپنے کئے پر بڑا ہی نادم اور شرمندہ ہوں' مجھے ہرگز ہرگز یہ کرنا نہیں چاہیے تھا اور جو شخص اپنے گناہ پر شرمندہ اور نادم ہی نہ ہو اور وہ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھتا ہو تو اس کے توبہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

سچی توبہ کے تین رکن

۱۔توبہ کا پہلا رکن یہی ہے کہ جو گناہ ہو چکا اس پر اپنے دل میں شرمندہ اور نادم ہو۔

۲۔اور دوسرا رکن یہ ہے کہ فی الحال اس گناہ کو چھوڑ بھی دے' یعنی جس وقت توبہ کر رہا ہے اس وقت اس گناہ کے قریب بھی نہ ہو' یہ نہ ہو کہ گناہ بھی کر رہا ہے اور استغفر اللہ استغفر اللہ کی تسبیح بھی پڑھ رہا ہے تو ایسی توبہ واستغفار پر تو شیطان کو بھی ہنسی آتی ہے۔

سبحہ برکف توبہ برلب دل پُر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ہاتھ میں تسبیح زبان پر توبہ اور دل ذوق گناہ سے پُر ہے۔ تو ایسی توبہ پر گناہ بھی ہنستا ہے کہ یہ کیسا مذاق کر رہا ہے یہ کیسی توبہ کر رہا ہے' گناہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں بدستور باقی ہے' چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں' اوپر سے استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھے چلے جا رہا ہے تو ایسی توبہ و استغفار سے کیا ہوتا ہے' ایسی توبہ سے اس کے مقصد میں تو کوئی خلل نہیں آتا ہے لہٰذا توبہ کا دوسرا رکن یہی ہے کہ فی الحال اس گناہ کو چھوڑے اور ترک کرے۔

توبہ کا تیسرا رکن

اور تیسرا رکن یہ ہے کہ اپنے دل میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا عہد بھی کرے' یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے کہ یا اللہ! آئندہ اب میں یہ گناہ نہیں کروں گا' چاہے اس کا دل یہ کہہ رہا ہو کہ یہ گناہ ایسا ہے کہ میں چھوڑ نہیں سکتا' میں بہت کمزور ہوں اور میں اس کا ایسا عادی ہوں کہ مجھ سے چھوٹے گا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر اس وقت چھوڑ کر آئندہ نہ کرنے کا دل میں ارادہ کر لیں اور پھر اس کیساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں' وہی بچنے کی توفیق دینے والے ہیں' وہی اعمال صالحہ کی توفیق دینے والے ہیں تو ان سے یہ عرض کرے کہ یا اللہ! یہ گناہ ایسا ہے کہ عرض تو کر رہا ہوں کہ آئندہ نہیں کروں گا لیکن آپ میری ہر ہر چیز سے واقف ہیں' میں تو بڑا ہی نالائق ہوں اور میں تو اسکا عادی بن چکا ہوں یا اللہ! مجھے تو نہیں لگتا کہ میں بچ سکوں گا جب تک آپکی مدد شامل حال نہ ہو' لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور ایسی مدد فرمائیں کہ یہ گناہ مجھ سے ہمیشہ کیلئے چھوٹ جائے۔ بس جس وقت آپ یہ دعا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد آپکے شامل حال ہوگی' پھر ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھئے گا کہ چند دن بعد ہی اس گناہ سے بچنا کیسے آسان ہو جاتا ہے۔

جب یہ تین باتیں کوئی آدمی کسی گناہ کے سلسلے میں اپنے اندر جمع کر لیتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کی توبہ سچی ہوگئی اور سچی توبہ ہونے کے بعد بڑے سے بڑا گناہ چاہے وہ کفر و شرک ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں' کفر و شرک سے بڑھ کر تو دنیا میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ فسق و فجور سب اس سے نیچے ہیں لہٰذا جتنے بھی گناہ ہو چکے یا خدانخواستہ ہو رہے ہیں تو ان سے سچی توبہ کر لینے کی ضرورت ہے۔ رمضان شریف آنے سے پہلے پہلے توبہ کر کے ان گناہوں سے بچنا شروع کر دیں۔

وقت افطار کی اہمیت

اور اللہ تعالیٰ افطار کے وقت روزانہ ایسے دس لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ روزانہ رمضان کی ہر رات میں چھ لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں۔

اور جب رمضان شریف کا آخری افطار ہوتا ہے تو اس افطار کے وقت روزانہ اللہ تعالیٰ پورے مہینے میں جتنے لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں اس تعداد کے برابر آخری افطار میں آزاد فرماتے ہیں جو تقریباً تین کروڑ ہوں گے اور دونوں مل کر چھ کروڑ ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ روزانہ ہر رات میں چھ لاکھ لوگوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں۔آخری شب میں پورے مہینہ کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد فرمائیں گے اس لیے افطاری کا وقت کتنا قیمتی ہو گیا' اس وقت آدمی کو چاہیے کہ بس ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے' تلاوت میں ذکر میں اور آخر میں دعا کے اندر مشغول رہے۔قسمت میں جو افطاری لکھی ہے وہ تو مل جائے گی' اس وقت زیادہ افطاری کو بنانے سجانے اور جھانکنے کی طرف متوجہ نہیں رہنا چاہیے۔

عصر کے بعد کی اہمیت

عصر کے بعد کا وقت تو انتہائی خاص الخاص وقت ہے یہ وقت تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا اور تلاوت میں لگنے کا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ خواتین کا افطاری کی تیاری میں سارا وقت گزر جاتا ہے اور مردوں کا دستر خوانوں پر بیٹھ کر افطاری کو دیکھنے میں گزر جاتا ہے' کوئی گلاب جامن دیکھ رہا ہے' کوئی امرتی دیکھ رہا ہے' کوئی سموسہ دیکھ رہا ہے' کوئی کچھ دیکھ رہا ہے اور اس انتظار میں ہیں کہ جلدی سے سائرن بولے تو ہم شروع کریں۔

بھائی! جب سائرن بولے گا تو اس وقت شروع ہو جانا لیکن اس وقت تک تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو یہ تو دس لاکھ آدمی دوزخ سے بری ہونے کا وقت ہے' اپنا نام بھی ان میں رقم کروالو اور جو روزی سامنے رکھی ہے وہ قسمت کی ہے کہاں جائے گی' روزی تو آدمی کو اس طرح تلاش کرتی ہے جس طرح موت آدمی کو تلاش کرتی ہے تو ہماری قسمت کے جو گلاب جامن ہیں وہ کہیں جائیں گے کیا؟ دیکھو یا مت دیکھو' بیٹھو یا مت بیٹھو' آپ کی قسمت کا کوئی دوسرا کھا نہیں سکتا' یہ وقت بڑا ہی قیمتی ہوتا ہے۔

سحری کا وقت

اور ایک سحری کا وقت ہے۔ سحری کا وقت بھی سحری پکانے میں اور کھانے کھلانے میں گزر جاتا ہے حالانکہ یہ وقت خاص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا ہے لہٰذا دسترخوان پر آنے کا وقت بالکل آخر میں رکھیں جب پندرہ بیس منٹ رہ جائیں اس سے پہلے اپنے مصلے پر اپنے کمرہ میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ میں گزاریں اور مغفرت کی دعا کرنے میں گزاریں اور جب پندرہ بیس منٹ یا آدھا گھنٹہ رہ جائے تو اب آجائیں اور آکر دسترخوان پر بیٹھ جائیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھا ہے وہ کھالیں۔

رمضان کے یہ رات دن تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے برسنے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرتوں کے عطاء کرنے کے لمحات ہیں۔ ان لمحات میں اللہ بچائے ٹی وی دیکھنا، وی سی آر پر فلمیں دیکھنا، ڈرامے دیکھنا اور جانوروں کی تصاویر دیکھنا، نامحرم عورتوں کو دیکھنا، عورتوں کا نامحرم مردوں کو دیکھنا جس کے نتیجہ میں پھر انسان کے جنسی تقاضے بیدار ہو ہی جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بچائے یہ مہینہ کوئی ایسے کام کرنے کا ہے؟ یاد رکھئے! گیارہ مہینے بھی اس کام کے لیے نہیں ہیں لیکن رمضان شریف کا مہینہ بہت ہی زیادہ اس سے بچنے کا ہے اس لیے اس مہینہ میں اس گناہ سے بہت زیادہ بچیں اور ابھی سے بچیں جو ابھی سے بچے گا وہ رمضان شریف میں بھی بچے گا اور جو ابھی سے نہ بچے گا وہ رمضان شریف میں کیسے بچے گا؟

خواتین کا بے پردہ رہنا

اور دوسرا گناہ خواتین کا بے پردہ رہنا ہے، یہ گناہ بھی ایسا ہے کہ پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اور شاید ہی کوئی خاتون شرعی پردہ کرتی ہو ورنہ اللہ بچائے یہ شرعی پردہ عنقاء بن گیا ہے۔ لہٰذا خواتین پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شرعی پردہ کا اہتمام کریں۔

شرعی پردہ جس طرح باہر کے نامحرم مردوں سے ضروری ہے اسی طرح گھر کے نامحرم مردوں سے بھی ضروری ہے جو دین دار خواتین کہلاتی ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہ باہر کے نامحرم مردوں سے تو پردہ کر لیتی ہیں لیکن گھر میں جو دیور جیٹھ وغیرہ رہتے ہیں ان سے شرعی پردہ نہیں کرتیں، رواجی پردہ تو کر لیتی ہیں، شرعی پردہ نہیں کرتیں۔

دین پر عمل آسان ہے

شرعی پردہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں بشرطیکہ ہم اس کو مشکل نہ سمجھیں اور اگر ہم نے مشکل

سمجھ لیا تو کوئی آسان کو مشکل سمجھ لے تو پھر آسان بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت مجذوب صاحبؒ کے اشعار ہیں:

نہ لو نام اُلفت جو خودداریاں ہیں — یہاں سرفروشوں کی سرداریاں ہیں
جو آسان سمجھو تو آسانیاں ہیں — جو دشوار سمجھو تو دشواریاں ہیں
امیری غریبی میں یکساں رہے ہم — نہ جب ذلتیں تھیں نہ اب خواریاں ہیں

تو دین تو بالکل آسان ہے۔ اس کا ہر حکم آسان ہے' ٹی وی سے بچنا بھی آسان ہے' کیا بچنے والے دنیا میں نہیں رہتے؟ شرعی پردہ کرنے والی خواتین بھی تو دنیا میں ہی رہتی ہیں' دنیا میں ان کے یہاں بھی شادی بیاہ ہوتے ہیں' ساری دنیا کے کام ان کے یہاں بھی ہوتے ہیں مگر انہوں نے اسے آسان سمجھا تو آسانی سے کر لیا۔

تو خواتین شرعی پردہ کا اہتمام کریں اور جس وقت وہ تہیہ کر لیں گی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گی اور شرعی پردہ کا اہتمام کر لیں گی تو انشاء اللہ آسان ہو جائے گا۔

گھر کے جو مرد حضرات ہیں ان کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے شرعی پردہ میں اہتمام اور پورا پورا تعاون کریں اور عورتیں بھی پختہ تہیہ اور ارادہ کر لیں کہ کچھ بھی ہو جائے لیکن اب ہم غیر شرعی پردہ سے مکمل طور پر اپنے آپ کو بچائیں گی' بے پردگی کے گناہ سے بچیں گی ورنہ ایک طرف بے پردگی کا گناہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف تہجد ہو رہی ہے تو کیا فائدہ ہو گا۔

ڈاڑھی منڈوانے کا گناہ

تیسرا گناہ ڈاڑھی منڈوانے کا ہے۔ یہ گناہ بڑا سنگین گناہ ہے' یہ گناہ بھی بڑا ہی سخت اور ہمہ وقتی گناہ ہے۔ لہٰذا رمضان شریف کے مہینہ میں تو کم از کم اس گناہ سے توبہ کر ہی لیں اور سچی توبہ کر کے تہیہ کر لیں کہ پورا رمضان ہم اپنی ڈاڑھی نہ منڈوائیں گے اور نہ کتروا کر ایک مٹھی سے کم کریں گے کیونکہ کم از کم ایک مٹھی بھر ڈاڑھی رکھنا ہر مسلمان عاقل بالغ مرد کے اوپر واجب ہے اور ایک مٹھی سے کم کتروانا یا منڈوانا یہ ناجائز اور حرام ہے' اس گناہ سے بارہ مہینے اور تازندگی بچنے کی ضرورت ہے۔

لیکن رمضان شریف کا مہینہ اس لیے نہیں ہے کہ اعلانیہ آدمی اپنے چہرہ کو اللہ تعالیٰ کے باغیوں کے مشابہ بنائے' یہ تو بڑی خطرناک بات ہے اس لیے اس گناہ سے بھی بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ بچنا چاہیے۔

شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا گناہ

اور چوتھا گناہ جو کہ آج کل بہت ہی زیادہ عام ہے اور وہ بھی مردوں سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ آجکل یہ عام فیشن بن گیا ہے کہ مرد حضرات اپنی شلوار عام طور پر ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور ناجائز ہے جس سے بطور خاص بچنے کی ضرورت ہے یعنی مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی شلوار ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر رکھیں، تہبند باندھیں یا پاجامہ پہنیں یا شلوار پہنیں تو اس کو ٹخنے سے اوپر رکھیں، بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ شاید نماز کے اندر اسکا حکم ہے، نماز کے باہر مرضی ہے چاہے اوپر کریں یا نیچے، یہ غلط ہے، نماز کے اندر بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا اگر کسی کی نماز کے اندر شلوار ٹخنوں سے نیچے ہوگی تو اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی اور نماز کے باہر بھی ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم ہے، گھر کے اندر بھی، آفس کے اندر بھی، دکان کے اندر بھی، بازار کے اندر بھی ہر جگہ مردوں کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھا کریں، یہ گناہ بھی بہت زیادہ عام ہو چکا ہے اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے کا گناہ

اور ایک گناہ جو مسجد میں خاص طور پر ہوتا ہے اور پھر وہ رمضان شریف میں بھی ہوتا رہتا ہے وہ مسجد میں گناہ کی اور دنیا کی باتیں کرنا ہے، مسجد دنیا کی باتیں کرنے کی جگہ نہیں ہے اور گناہ کی باتیں کرنے کی جگہ نہ مسجد ہے نہ مسجد کے باہر لیکن مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا بھی گناہ اور ناجائز ہے اور اس کا بھی بہت بڑا عذاب اور بڑا وبال ہے اس لیے جب مسجد میں آئیں تو گناہ اور دنیا کی باتوں سے اپنے منہ کو تالا لگا کر آئیں۔ یہاں آ کر منہ کھولیں تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں کھولیں، ذکر میں کھولیں، تلاوت میں کھولیں، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کھولیں، دنیا کی باتیں کرنے سے اور گناہ کی باتیں کرنے سے اپنی زبان کو بند رکھیں۔ مسجد میں خاص اس بات کا خیال اور اہتمام کریں۔

”گناہ بے لذت“ کا مطالعہ کریں

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے گناہ ہیں، اس کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ”گناہ بے لذت“ جو ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترتیب دیا ہوا ہے اس میں حضرت نے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی فہرست دے دی ہے۔ اب اس فہرست کو پڑھ کر ہم میں سے ہر آدمی آسانی سے اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ میرے اندر کون کون سے گناہ ایسے ہیں جو میں کرتا ہوں اور کون کون سے گناہ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ پاک نے مجھے بچایا ہوا ہے۔

تو جو گناہ ہو رہے ہیں چاہے کبیرہ ہوں یا صغیرہ ان پر صحیح کا نشان لگا دیں اور صحیح کا نشان لگا کر اب ان سے بچنا شروع کر دیں۔ اگر بچنا مشکل ہو تو پھر اللہ والوں سے مشورہ کریں اور ان سے رجوع کریں کہ مجھ سے یہ گناہ ہوتا ہے، میں اس سے بچنا چاہتا ہوں اور یہ میں نے کوشش کی ہے اس سے بچنے کی مگر میں ناکام ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ میری مدد فرمایئے تو وہ آپ کی رہنمائی کریں گے، آپ کو تعلیم دیں گے اور ایسا طریقہ اور علاج بتلائیں گے کہ اس پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔

لیکن رمضان شریف کی تیاری میں یہ داخل ہے کہ رمضان شریف سے پہلے پہلے ہم اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچالیں، جب بچالیں گے تو پھر جب ان شاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف کا مہینہ آئے گا اور رمضان شریف کی پہلی رات آئے گی تو اس پہلی رات ہی کو ان شاء اللہ تعالیٰ جو پہلا جھونکا اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا آئے گا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری بخشش کا سامان کرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور اپنے فضل سے ہم سب کو رمضان شریف سے پہلے رمضان شریف کی دل و جان سے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۸- ہم تراویح کہاں پڑھیں؟

آخر میں ایک بات اور عرض کرنی تھی کہ رمضان شریف شروع ہونے سے پہلے پہلے ہم اس بات کو سوچ لیں کہ ہم تراویح کہاں پڑھیں؟

اس میں ایک تو عام ذہن ہے وہ تو یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جاؤ جہاں بیس منٹ میں بیس تراویح ہو جائیں، کوئی ایسا حافظ ملے کہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن والناس تک کسی طرح پہنچا دے۔ بس یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آئے۔ تین روز میں یا پانچ روز میں دس روز میں کسی طریقے سے وہ ہمیں پار لگا دے تاکہ ہماری جلدی چھٹی ہو جائے۔ العیاذ باللہ۔

بعض لوگ وہ ہیں جو ایسی مسجد کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں اٹھک بیٹھک ہوتی رہے اور اٹھک بیٹھک ہو کر جلدی سے چھٹی مل جائے یہ تو رمضان شریف کا خون کرنا ہے اور تراویح کا خون کرنا ہے، تراویح تو اس لیے نہیں ہے کہ اس کو اس طریقہ سے بیکار ڈال دیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر سال فرماتے تھے الحمد للہ حضرت کے وہ

بیانات ''رمضان المبارک کے انوار و برکات'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں، وہ پڑھ لینے چاہئیں۔

وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک میں اپنے بندوں کو اپنا مقرب بنانے کے لیے اضافی چالیس سجدے عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نہایت قریب سے قریب ہوجاتا ہے، ایک ہی سجدہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے تو چالیس سجدے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔

ایک سجدہ کی فضیلت

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک سجدہ پر اللہ تعالیٰ جنت میں ایک ایسا درخت لگاتے ہیں کہ ایک گھوڑ سوار اس کے سایہ کو پانچ سو سال میں جا کر طے کرے گا اور ایک سجدہ کے بدلہ میں ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس سجدہ کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک ایسا محل بنائیں گے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ میں سرخ یاقوت سے مزین ایک محل ہوگا کسی بھی رات میں کوئی بھی سجدہ کرلے اس کا یہ ثواب ہے۔

پہلے دن کے روزے کی فضیلت

اور روزانہ صبح سے شام تک روزہ دار کے لیے ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار فرماتے ہیں اور جب کوئی مسلمان پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے سارے گناہ صغیرہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ ایسا زبردست ماہ مبارک اور ایسی عظیم الشان نماز تراویح اور ہم اس کے ساتھ یہ گناہوں کا معاملہ کریں تو پھر ہم سے زیادہ محروم کون ہوگا؟

اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ ہم ایسی مسجد تلاش کریں کہ جہاں بڑے آرام آرام سے اور بڑے اطمینان سے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہو اور آرام وسکون سے نماز تراویح ادا کی جاتی ہو۔ پہلے سے تلاش کرلیں کہ کس مسجد میں ایسا اچھا انتظام ہوگا وہاں کے حافظ صاحب بہت اچھے اور پکے قاری ہوں گے اور جو آرام آرام سے تراویح پڑھائیں گے اس کا انتخاب کرلیں اور وہاں جاکر اپنی تراویح ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

ادائیگی زکوۃ اوراس کے متعلق کوتاہیاں

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: زکوٰۃ بھی اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا مال قیامت کے دن اُس کے لیے گنجے سانپ کی شکل بنایا جاوے گا۔ (گنجا سانپ زیادہ زہریلا ہوتا ہے) اور اُس سانپ کی آنکھ پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (نقطے بھی زیادہ زہریلے کی آنکھ پر ہوتے ہیں) وہ سانپ اس کے گلے میں ڈالا جاوے گا' پھر وہ سانپ اُس (شخص) کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر (اس سے) کہے گا میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر (اس ارشاد کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ ''اخیر تک تلاوت فرمائی۔'' (بخاری)

ف: اس آیت میں یہی مضمون ہے کہ بخیل کا مال اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

حدیث سوم: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (ایسے) شخص کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا (جس نے اپنے لیے حکم دریافت کیا تھا) تو اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالا کرے کیونکہ وہ پاکی ہے تجھ کو وہ پاک کردے گی اور عطیہ دیوے تو اپنے رشتہ داروں کو اور پہچانے تو مسکین اور پڑوسی اور سائل کے حق کو۔'' (عین ترغیب عن احمد)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔''

محترم بھائیو اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا عنوان ادائیگی زکوٰۃ کی تاکید میں ہے۔

قرآن حکیم میں نماز کے بعد جس اہم عبادت کی تاکید کی گئی ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ ایک حدیث مبارکہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز' روزہ' حج

سب کرتا ہو مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو یہ اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

زکوٰۃ کی دراصل حکمت یہ ہے کہ بندہ جب نماز کے لیے خود حاضر ہو گیا تو اسے چاہیے اس دربار میں اپنا مال و دولت بھی پیش کرے تاکہ یہ نہ ہو کہ

گر جاں طلبی مضائقہ نیست زرمے طلبی سخن دریں است

(اگر جان مانگو تو حاضر ہے اگر رقم طلب کرو تو کلام اسی میں ہے)

مگر اسلام کا مقصود یہ ہے کہ اپنا سب کچھ بارگاہ الٰہی میں پیش کردے۔

مال و زر دل و جگر کردے سبھی کو وقف در زندگی بقیہ سر ننگ ہے بندگی نہیں

سال بھر میں ایک مرتبہ زکوٰۃ فرض ہونے میں حکمت یہ ہے کہ انسانی خصوصیتیں، ہمدردی اور شفقت ہاتھ سے نہ جانے پائیں اور ایک سال گزرنے کے بعد ایک قلیل حصہ زکوٰۃ میں نکالنے سے بخل وغیرہ کے عیب سے لوگوں کے نفس پاکیزہ رہیں۔

قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر تاکید نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بھی ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ ادا کرنے کی ازحد تائید فرمائی ہے۔ ذخیرہ احادیث سے چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ ادائیگی زکوٰۃ کے فضائل کا علم ہو کر زکوٰۃ ادا کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعیدیں سن کر عذاب کے خوف کو مستحضر رکھ کر توفیق ادائیگی زکوٰۃ نصیب ہو۔ (اَللّٰھُمَّ آمین)

(۱) حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے یا بلند عمارت ہے۔اگر زکوٰۃ نہ دے تو اسلام پر چل نہیں سکتا یا اسلام کے نیچے درجے میں رہا۔(طبرانی اوسط وکبیر)

اس سے زکوٰۃ کا کتنا بڑا درجہ ثابت ہوا اور اس کے نہ دینے سے مسلمانی میں کتنا بڑا نقصان معلوم ہوا۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی اس کی برائی جاتی رہی یعنی زکوٰۃ نہ دینے سے جو اس مال میں نحوست اور گندگی آجاتی ہے وہ نہیں رہی۔(طبرانی اوسط ابن خزیمہ صحیح)

معلوم ہوا کہ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس میں برکت نہیں رہتی۔اس کی کچھ تفصیل حدیث تیرہ و چودہ میں آگے آرہی ہے۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر

ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے سے ایمان میں کمی رہتی ہے۔

(۴) عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو کرے گا' ایمان کا ذائقہ چکھے گا' صرف اللہ کی عبادت کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال اس طرح دے کہ اس کا نفس اس پر خوش ہو اور اس پر آمادہ کرتا ہو۔ یعنی کسی کو زکوٰۃ دیتے وقت اس کا دل دکھتا نہ ہو۔

زکوٰۃ کا مرتبہ تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو توحید کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کا اثر اس سے ظاہر ہوا کہ اس سے ایمان کا مزہ بڑھ جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص سونے کا رکھنے والا اور چاندی کا رکھنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق یعنی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اس شخص کے عذاب کے لیے اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ پھر ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے اس کے پہلو اور پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہونے لگیں گی تو دوبارہ ان کو تپایا جائے گا اور یہ اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی یعنی قیامت کے دن۔ (بخاری و مسلم)

(۶) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مال داروں پر ان کے مال میں اتنا حق یعنی زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے غریبوں کے لیے کافی ہو جائے اور غریبوں کو بھوکے ننگے ہونے کی جب کبھی تکلیف ہوتی ہے تو مال داروں ہی کی اس کرتوت کی بدولت ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ان سے اس پر سخت حساب لینے والا اور ان کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (طبرانی اوسط و صغیر)

ایک حدیث میں اس کی تفصیل میں یہ بھی ارشاد ہے کہ محتاج لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے یہ شکایت کریں گے کہ ہمارے حقوق جو آپ نے ان پر فرض کیے تھے انہوں نے ہم کو نہیں پہنچائے' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا' اپنی عزت و جلال کی قسم میں تم کو مقرب بناؤں گا اور ان کو دور کردوں گا۔ (طبرانی صغیر و اوسط و ابوالشیخ کتاب الثواب)

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی مقبول نہیں ہوتی۔ (طبرانی و اصبہانی)

اور ایک روایت میں اُن کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ پورا مسلمان نہیں کہ اس کا نیک عمل اس کو نفع نہ دے گا۔ (اصبہانی)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ نماز بھی چھوڑ دیں، اگر ایسا کریں گے تو اس کا عذاب الگ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ بھی دینے لگیں۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے، قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں بنادیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔ ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے اور اس کے گلے میں طوق یعنی ہنسلی کی طرح ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیری جمع ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ" (الآیہ) اس آیت میں مال کے طوق بنائے جانے کا ذکر ہے۔ (بخاری ونسائی)

(۹) عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاوہ "لا إله الا الله محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم" پر ایمان لانے کے اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں، پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گی۔ جب تک سب کو ادا نہ کرو یعنی نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (احمد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز وروزہ وحج سب کرتا ہو مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ سب بھی اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ (طبرانی صغیر)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز تو سب کے سامنے ظاہر ہونے والی چیز ہے اس کو تو قبول کرلیا اور زکوٰۃ پوشیدہ چیز ہے اس کو خود کھالیا حقداروں کو نہ دیا ایسے لوگ منافق ہیں۔" (بزار)

یعنی بعضے لوگ نماز اس لیے پڑھتے ہیں کہ نہ پڑھیں گے تو سب کو خبر ہوگی اور زکوٰۃ اس لیے نہیں دیتے کہ اس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اور منافق ایسا ہی کرتے تھے ورنہ خدا کے حکم تو دونوں ہیں۔

(۱۲) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس قوم نے زکوٰۃ دینا بند کرلیا، اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کرتا ہے اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے

بارش کو روک دیتا ہے۔ (طبرانی وحاکم بیہقی)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مال میں زکوٰۃ ملی ہوئی رہی وہ اس کو برباد کر دیتی ہے۔ (بزار و بیہقی)

زکوٰۃ ملنا یہ کہ اس میں زکوٰۃ فرض ہو جائے اور نہ نکالی جائے اور برباد ہونا یہ کہ وہ مال جاتا رہے یا اس کی برکت جاتی رہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

(۱۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مال خشکی میں دریا میں تلف ہوتا ہے زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے۔ (طبرانی)

اور اگر باوجود زکوٰۃ دینے کے شاذ و نادر تلف ہو جائے تو وہ حقیقت میں تلف نہیں ہے کیونکہ اس کا اجر آخرت میں ملے گا اور زکوٰۃ نہ دینے سے جو تلف ہو وہ سزا ہے اس پر اجر کا وعدہ نہیں۔

(۱۵) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ میں اور میری خالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو اس سے ڈر نہیں لگتا کہ تم کو اللہ تعالیٰ آگ کے کنگن پہنا دے اس کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (احمد بسند حسن)

یہ سب روایتیں ترغیب وترہیب میں ہیں۔

(۱) زکوٰۃ کی فرضیت اور فضیلت (۲) زکوٰۃ نہ دینے کا وبال اور عذاب دنیا میں تو مال کی بربادی یا بے برکتی اور آخرت میں دوزخ (۳) زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز وغیرہ کا بھی مقبول نہ ہونا (۴) زکوٰۃ نہ دینے والے کی حالت کا منافق کے مشابہ ہونا جس کا بیان بالا کے ذیل میں گزرا۔ (۵) زکوٰۃ کا حقوق العباد کے مشابہ ہونا جیسا کہ نمبر ۶ کے ذیل میں گزرا۔ اس سے اس کی تاکید دوسری عبادتوں سے اور زیادہ بڑھ گئی۔

عالم برزخ میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا حال

زکوٰۃ نہ دینے والوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے شب معراج میں دیکھا جسے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ تنویر السراج فی لیلۃ المعراج میں یوں نقل فرماتے ہیں: "پھر ایک قوم پر گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مواشی کی طرح چر رہے تھے اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔" (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۵۰)

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت

شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا فرض قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک مرتبہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دے دیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں ہاتھ سے نہ جانے پائیں۔ لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے، بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں پھر خوبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امیدوار بھی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اس کا ادا کرنا گراں نہ گزرے۔ اس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت براری بخوبی آ جایا کرے اور حاجت مند ڈھونڈے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجت مند کی کار براری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور اسے داد و دہش کے ساتھ جس کا اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے الفت پیدا ہوتی ہے وہاں اس بات کا امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کہاں تک محبت ہے کہ محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شے کو وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے۔ اب اس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہوگا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ بازی کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہوئے جاتے ہیں۔ بھلا بتائیے کہ جب صاحب قدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی بیچارے کی کار براری ہو سکتی ہے یا خود وہ دولت مند مرض بخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اس نے اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا۔ (سائنس اور اسلام ص ۱۳۴، ۱۳۵) (ترجمہ اردو حمیدیہ مصنفہ علامہ حسین آفندی طرابلسی)

زکوٰۃ سے متعلق کوتاہیاں

زکوٰۃ مطلقاً ادا نہ کرنا

عبادات بدنیہ میں نماز سب سے اہم ہے اسی طرح عبادات مالیہ میں زکوٰۃ سب سے اہم ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً ہر مقام پر "اقیموا الصلوٰۃ" کے ساتھ "اٰتوا الزکوٰۃ" کے الفاظ آئے ہیں جن سے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی اصلاح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تاکید و فرضیت کے نصوص اور اس

کے ترک پر جو وعیدیں آئی ہیں اس کو دیکھیں، سنیں اور غور کریں۔ اس میں سے ہم نے کچھ خطبات الاحکام سے نقل کر دیئے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے حیات المسلمین کا مطالعہ کریں۔

اس کے اصلی سبب بخل کا علاج کریں۔ اس علاج کا حاصل مال کی محبت گھٹانا جس کی سب سے اچھی تدبیر موت کا بکثرت یاد کرنا اور یاد رکھنا ہے۔

زکوٰۃ حساب کے مطابق ادا نہ کرنا

بعض لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں مگر حساب سے ادا نہیں کرتے جو جی چاہا دے دیا۔ مثلاً ایک ہزار روپے (ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت ایک ہزار سے زائد ہو تو ایک ہزار روپے زکوٰۃ واجب الادا نہ ہوگی۔ اس زمانہ میں چاندی سستی تھی اور ہزار روپے پر زکوٰۃ واجب الادا تھی۔) کے مال پر پچیس روپے زکوٰۃ تھی اس نے دس روپے دے دیئے بقیہ چھ سو روپے کی زکوٰۃ واجب الادا رہی۔ یہ بھی گویا نہ دینے میں داخل ہے۔

زکوٰۃ کے حساب میں غلطیاں

زکوٰۃ میں ایک کوتاہی یہ ہے کہ اپنے نزدیک حساب سے دیتے ہیں مگر واقع میں وہ حساب غلط ہوتا ہے۔ مثلاً تجارت میں خرید یا لاگت کا حساب لگاتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ایک ہزار روپے کی کتب تاجرانہ خریدیں یا چھپوائیں مگر وہ بازار میں دو ہزار کی ہیں تو زکوٰۃ دو ہزار کی دینا چاہیے اگر دو ہزار روپے کی زکوٰۃ پچاس روپے دیتے وقت دل دکھے تو آسان یہ ہے کہ کتابوں کا چالیسواں حصہ دے، مثلاً چالیس ہدایہ میں سے ایک ہدایہ یا ایسی کتاب دے جس کی ہدایہ کی قیمت کے برابر نکاسی ہوتی ہو۔

رمضان المبارک میں زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہیاں

اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ رمضان المبارک میں زکوٰۃ نکالتے ہیں بوجہ اس کے کہ ایک ذخیرہ ثواب برابر ستر فرض کے ہے پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مالک نصاب کا سال رمضان سے تین چار ماہ قبل ختم ہو گیا تھا تو اس شخص نے رمضان شریف سے حساب رکھنے کے لیے تین چار ماہ کی زکوٰۃ دے دی اور پھر آئندہ کے لیے رمضان سے رمضان تک کا حساب رکھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رمضان سے تین چار ماہ بعد سال ختم ہوتا ہے اور یہ شخص رمضان میں زکوٰۃ ادا کر کے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھتا ہے حالانکہ تین چار ماہ بعد احتمال ہے کہ رقم نصاب رمضان سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ واقع میں زیادہ کے حساب سے واجب ہوگی تو اس طور پر بقیہ زکوٰۃ اس کے ذمہ رہ جائے گی۔

اس لیے ضروری ہے کہ ختم سال پر کے نصاب کو ضرور دیکھا جائے یعنی رمضان میں جتنا دیا ہے اس کو یاد رکھیں پھر ختم سال پر جتنی مقدار زکوٰۃ کی ہے اس ادا کی ہوئی زکوٰۃ کو اس سے ملائے اگر کچھ ادا کرنے سے رہ گیا ہو تو اسے پورا کرے اگر زیادہ دے دیا ہو تو اگلے سال میں لگا لینا جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا سال مثلاً رجب میں ختم ہو جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ کا حساب رجب میں موجود رقم پر ہوگا۔ اگر وہ دو ماہ بعد رمضان میں زکوٰۃ ادا کرے تو حساب غلط ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے پاس رجب میں ایک ہزار روپے تھے اور رمضان میں آٹھ سو روپے رہ گئے اور اس نے بیس روپے زکوٰۃ ادا کی تو پانچ روپے زکوٰۃ اس کے ذمہ رہ گئی۔

زکوٰۃ سے دنیاوی مقاصد کا حصول

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ زکوٰۃ سے دنیوی اغراض نکالنا چاہتے ہیں جو کہ خلوص کے خلاف ہے مثلاً اپنے نوکروں کو زکوٰۃ اس خیال سے دیتے ہیں کہ یہ ہم سے زیادہ دبیں گے اور کام خوب کریں گے اور بعض زبان سے بھی جتلانے لگتے ہیں کہ نمک حرام تجھ کو اتنی تنخواہ دیتے ہیں اور زکوٰۃ بھی مگر تو ایسا احسان فراموش ہے وغیرہ۔

زکوٰۃ نہ دینے کا نامعقول عذر

بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ دکان میں جب مختلف اقسام کا مختلف قیمتوں کا مال موجود ہے اس کی زکوٰۃ کیسے نکال سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمہاری دکان میں خرید فروخت کا حساب لکھا جاتا ہے تو کاغذات سے حساب تیار ہو سکتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو نظری تخمینہ کافی ہے جو تخمینہ قرار پائے احتیاط کے لیے کچھ بڑھا لو مثلاً آٹھ سو روپے تخمینہ ہے تو ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ دے دو زکوٰۃ میں صرف پانچ روپے بڑھیں گے۔ اسی طرح گوٹہ ٹھپہ کا زیور کا جس میں دوسری چیز مرکب ہے تخمینہ کافی ہے۔

حرام مال مخلوط ہو جانے کا عذر

مثلاً یہ عذر کہ صاحب ہمارا مال حلال نہیں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ حرام مال جب اپنے مال میں مل گیا وہ ملک میں داخل ہو گیا، گو ملک خبیث ہی ہو اور وجوب زکوٰۃ کے لیے ملک ہونا شرط ہے طیب ہونا شرط نہیں، طیب ہونا مقبولیت کی شرط ہے۔ پس زکوٰۃ واجب ہوگی گو مقبول نہ ہوگی پھر دینے سے کیا فائدہ، جواب یہ ہے کہ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا اس سے محفوظ رہے اور قبول نہ ہونے سے عذاب نہیں ہوتا ثواب سے محرومی ہوتی ہے۔

ردی چیز زکوٰۃ میں دینا

بعض لوگ زکوٰۃ میں ایسی چیز دیتے ہیں جو ردی اور ناکارہ ہو تاجر کتب ایسی کتاب دیتا ہے جس کی نکاسی نہیں ہوتی، تاجر پارچہ پرانے تھان نکالتا ہے، تاجر غلہ کرم خوردہ غلہ نکالتا ہے۔ وعلیٰ ھذا۔ پس جس حساب میں اس نے یہ چیزیں نکالیں جو بازار میں نہ نکل سکیں تو زکوٰۃ ہی ادا نہیں ہوئی بقدر کمی قیمت اس کے ذمہ رہ گئی اور اگر اتنی قیمت کی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی مگر بقدر کمی خلوص کے مقبولیت میں کمی رہی۔

دعوت کے ذریعہ زکوٰۃ کا حکم

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ زکوٰۃ کے روپے کا غلہ یا کھانا مساکین کو کھلا دیتے ہیں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کھانا پکا کر ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور ان کو اختیار ہو لے جانے کا یا بیٹھ کر کھا لینے کا اور اس کی ان کو اطلاع بھی کر دی جائے اور وہ کھانا قیمت میں اس قدر ہو جتنی زکوٰۃ اس کے ذمہ تھی۔ (مثلاً ایک شخص کو بیس روپے زکوٰۃ کے نکالنا ہیں اس نے جنس خرید کر پکوائی، کچھ خرید میں صرف ہوا، کچھ باورچی کو مزدوری دی مگر کسی وجہ سے خواہ جنس سے خریدنے میں ٹھگا گیا یا مزدوری زیادہ دے دی یا کھانا بگڑ گیا اور کھانا سترہ روپے کا ہوا تو بقیہ تین روپے زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب رہی)۔ تب تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر لے جانے کا اختیار نہ ہو بلکہ بٹھلا کر کھلایا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(یہی حکم کپڑوں کا ہے اگر زکوٰۃ کی رقم کا کپڑا خریدا اور سلوایا اور وہ کپڑا سلنے کے بعد وہ اتنی رقم کا ہے جتنی زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب ہے اگر کسی وجہ سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا کپڑا ناواقفی سے مہنگا خریدا یا سلوانے میں بگڑ گیا تو بقدر گھٹنے کے اور زکوٰۃ دینا پڑے گی۔)

قرض میں زکوٰۃ دینے کا حکم

بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ ہمیں پانچ روپے زکوٰۃ میں دینا ہیں اور فلاں غریب آدمی کے ذمہ ہمارا پانچ روپے قرض ہے، اس کو زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیں۔ یاد رکھیں اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ میں تملیک کامل شرط ہے البتہ ایک تدبیر اور وہ جائز ہے کہ اول اس شخص کو پانچ روپے بہ نیت زکوٰۃ دے اور جب وہ اس روپے پر مالک اور قابض ہو جائے اس سے اپنا قرضہ مانگے اور اگر وہ نہ دے تو جبراً چھین لینا بھی جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

زکوٰۃ صحیح مصرف پر ادا نہ کرنا

بعض آدمی زکوٰۃ نکال کر مصرف شرعی پر ادا نہیں کرتے۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، سر پر

رہتی ہے۔ مثلاً اپنے پیروں کو دیتے ہیں۔ گو وہ صاحب نصاب ہوں' آئمہ ومؤذنین کو تنخواہ میں دیتے ہیں بعض چندہ مدارس میں دیتے ہیں اور مہتمم کو اطلاع نہیں دیتے اور وہ اسے تعمیر یا فرش یا تنخواہ مدرسین یا خرید کتب میں صرف کرتا ہے بعض مردہ کے کفن پر خرچ کرتے ہیں اور بعض سادات اور بنی ہاشم کو دے دیتے ہیں۔ شامی نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ اگر ملنے کے وقت ان کو اطلاع ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو لینا بھی حرام ہے اور اگر ان کو قرائن سے معلوم ہو کہ دینے والے کو ہمارا غیر مصرف ہونا معلوم نہیں تو اطلاع کرنا واجب ہے اور اخفاء یا سکوت بالاتفاق حرام ہے اور اگر لے لیا تو صاحب نصاب کو مکرر زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔

کفن میت میں زکوٰۃ اس طرح لگ سکتی ہے کہ اس میت کے کسی غریب قریبی عزیز کو دے دی جائے پھر وہ اپنے اختیار ورائے سے بغیر کسی کے مجبور کیے کفن لا کر اپنی طرف سے ڈال دے۔

امام ومؤذن اگر مسکین ہوں تو ان کی تنخواہ کے علاوہ (بغیر مقرر کیے ہوئے) انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ اگر مہتمم مدرسہ پر قلب مطمئن ہو کہ غیر مصرف پر صرف نہ کرے گا تو اطلاع کر کے کہ یہ رقم بمد زکوٰۃ ہے اور وہ مہتمم مستحق طلباء کو دے دے کہ وہ اپنی خوراک وپوشاک میں خرچ کریں اگر مہتمم مسائل نہ جانتا ہو یا محتاط نہ ہو تو چونکہ ان صورتوں میں اطمینان نہیں اس لیے ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا ہی جائز نہیں۔

سابقہ سالوں کے زکوٰۃ کی ادائیگی

اگر پہلے کوئی زکوٰۃ دینے کا خوگر نہ ہو اور اب توفیق ہو تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر درمیان میں مال خود تلف ہو کر نصاب سے کم رہ گیا ہو تو اس وقت کی زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔

مال زکوٰۃ ضائع ہونے کا حکم

اگر زکوٰۃ کی نیت سے مال نکال کر رکھا ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی' دوبارہ دینا پڑے گی۔ مال زکوٰۃ جداگانہ نکال کر رکھنے سے صرف اتنا فائدہ ہے کہ ہر جزو کے دینے کے وقت نیت ضروری نہیں ہوتی۔

اگر کہیں ایسے ہی موقع پر زکوٰۃ سے امداد کرنے کی ضرورت ہو اس کی ایک اور تدبیر جو کہ بالکل قواعد کے مطابق ہے یہ ہے کہ کسی مسکین کو مشورہ دیا جاوے کہ تم دس روپیہ مثلاً کسی سے قرض لے کر فلاں سید کو دے دو' یا فلاں مسجد ومدرسہ میں دے دو' ہم تمہاری اعانت ادائے قرض میں کریں گے جب وہ مسکین وہاں دے دے تم اس مسکین کو دس روپے زکوٰۃ میں دے دو پھر اسے اس کا قرض خواہ

وصول کرلے گا اس میں مسکین کو دینا بھی حقیقتاً ہوا اور اس مسکین پر صدقہ دینے میں جبر بھی نہ ہوا کیونکہ وہ آزاد ہے خواہ قبول کرے یا نہ کرے بخلاف حیلہ تملیک کے کہ اگر وہ مسکین موافق تعلیم کے نہ دے تو کدورت بلکہ نزاع واقع ہوجاوے اور ہر چند کہ بعد میں مل جائے اس روپیہ کے قرض خواہ اس سے جبراً لے سکتا ہے مگر قرض تو حق واجب عبد کا ہے اور اس میں جبر جائز ہے اور چونکہ وہ روپیہ حقیقتاً اس مسکین کا ہوگیا اس لیے اس کو جبراً اپنے قرضہ میں لے لینا سہل ہے جیسے اس مسکین کے پاس خاص اس کا مکسوبہ ہوتا تو بھی اس کو جبراً لینا جائز تھا۔

زکوٰۃ وصدقات سے متعلق جامع نصائح

۱۔ زکوٰۃ پیشگی بھی دینا درست ہے۔ ۲۔ پہننے کے زیور اور گوٹے ٹھپے میں بھی زکوٰۃ ہے۔

۳۔ زکوٰۃ حتیٰ الامکان ایسے لوگوں کو دو جو مانگتے نہیں آبرو لیے گھر میں بیٹھے۔

۴۔ تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ جو توفیق ہووے دو۔

۵۔ یوں نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے کر تمام حقوق سے سبکدوش ہوگئے مال میں اور بھی حقوق ہیں جو وقوع ضرورت کے وقت ادا کرنے پڑتے ہیں۔

۶۔ عزیز واقارب کو صدقہ دینے سے دو ثواب ہیں۔ ایک صدقہ دوسرا صلہ رحم۔

۷۔ اگر پڑوسی غریب ہوں تو شوربا بڑھا دیا کرو اور ان کو بھی پہنچایا کرو۔

۸۔ سائل کو کچھ دے دیا کرو خواہ کتنا ہی قلیل ہو۔

۹۔ بی بی شوہر کے مال سے محتاج کو اتنا ہی دے سکتی ہے جس میں اگر شوہر کو اطلاع ہو تو اس کو ناگوار نہ ہو۔

۱۰۔ جو چیز کسی کو خیرات دو اور وہ اس کو فروخت کرتا ہو تو بہتر ہے کہ تم اس کو اس سے مت خرید و شاید تمہاری رعایت کرے تو گویا یہ ایک طرح کا صدقے کو واپس کرنا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۴۵)

وآخردعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چھٹا خطبہ

زبان کی حفاظت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

زبان ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن اس کے گناہ بہت ہیں۔ اسی واسطے شریعت مقدسہ نے خاموشی کی تعریف کی ہے اور خاموش رہنے کی رغبت دی ہے۔ الا آنکہ اظہار حق کی ضرورت پیش آئے۔

حدیث اول: ''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہے اور اس کی جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان میں ہے میں اس شخص کے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''اور ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔'' (متفق علیہ) اس زمانہ میں گالی دینے کی برائی دلوں سے بالکل نکل گئی ہے بلکہ بعض لوگ تو اس کو خوشی کے موقع پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ خدا کی پناہ فسق کی بات اور اس کو اس طرح بے دھڑک کیا جاوے۔

حدیث سوم: ''ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک سچ نیکی ہے اور بیشک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بیشک جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔'' (مسلم)

حدیث پنجم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) سے ارشاد فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرے جو اس کو ناپسند ہو۔ عرض کیا گیا کہ یہ تو فرمائیے کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو

جو میں کہتا ہوں (اس پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ بات اس میں ہو جس کا تو ذکر کرے تب ہی تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات ہو ہی نہیں جو تو ذکر کر رہا ہو تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا (جو غیبت سے کہیں بڑھ کر ہے)۔" (مسلم)

حدیث ششم: "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص چپ رہا اُس نے نجات پائی۔" (احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی)

حدیث ہفتم: "و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس بات کو چھوڑ دے جس سے اُس کو کوئی فائدہ مقصود نہ ہو۔" (مالک واحمد وابن ماجہ وبیہقی)

حدیث ہشتم: "اور نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جو شخص دنیا میں دورویہ ہو (کہ اُسکے منہ پر اسکی بات کہے اور اسکے منہ پر اسکی) قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی زبان ہوگی۔" (دارمی)

حدیث نہم: "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو عار دلائی ہو تو نہ مرے گا وہ شخص جب تک کہ اس گناہ کو نہ کرلے (راوی نے کہا ہے کہ) آپ کی مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے عار دلادے کہ جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔" (ترمذی)

ف: اور اگر توبہ سے قبل عار دلائی تو گویا اس پر وعید کا مستحق نہیں ہے مگر یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ توبہ سے قبل بھی خیر خواہی سے نصیحت کرنا چاہیے۔ عار دلانا اس وقت بھی برا ہے اگر عار دلانا ہی مصلحت ہو تو دوسری بات ہے۔

حدیث دہم: "و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کے رنج پر خوشی ظاہر نہ کرنا، شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور تجھ کو مبتلا کردے۔" (ترمذی)

حدیث یازدہم: "و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو خدائے تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور عرش اس کی وجہ سے ہل جاتا ہے۔" (بیہقی)

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ وہ (انسان) کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار (موجود) ہوتا ہے۔

اضافہ: (الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والے کو دیکھو تو اس کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

ف: یعنی ان کو سختی سے منع کردو البتہ اگر کسی وجہ سے سختی کی ہمت نہ ہو یا مناسب نہ ہو تو

نرمی سے منع کرنے کا مضائقہ نہیں۔۱۲

(ب) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے جھوٹ کو چھوڑا اس حال میں کہ وہ باطل ہو (یعنی جس موقع پر شریعت نے اجازت نہ دی ہو اس موقع پر جھوٹ کو چھوڑ دیا) تو اس کے واسطے جنت کے کنارے پر مکان بنایا جاوے گا اور جو شخص جھگڑے کو ترک کردے اس حال میں کہ وہ حق پر ہو تو اس کے واسطے جنت کے درمیان میں مکان بنایا جاوے گا۔(ترمذی)

(ج) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت کا) فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے بوجہ اس (فعل ناشائستہ) کی بدبو کے جو اس بندہ نے کیا ہے۔

(د) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان نہ طعنہ مارنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بے حیائی کی بات بکنے والا ہوتا ہے اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔(ترمذی)

معززین حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع حفاظت لسان یعنی زبان کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرنا ہے۔ خطبہ کے ترجمہ میں آپ حضرات نے زبان سے متعلق چند گناہوں کے بارے میں احادیث مبارکہ سنیں۔ مزید چند اور سن لیجیے۔

نسب پر طعنہ مارنا: دوسرے میت پر نوحہ کرنا (مسلم)

غیر اللہ کی قسم کھانا: جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر و شرک کا کام کیا۔(ترمذی)

نجومیوں کاہنوں سے غیب کی باتیں پوچھنا: جو شخص آئندہ کی غیبی خبریں بتلانے والے کے پاس گیا اور اس سے غیب کی خبریں پوچھیں اس کے چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔(جامع صغیر)

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا: مسجد میں دنیا کی باتیں اس شخص کی نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔

فضول گوئی کرنا: انسان کا اسلام درست و صحیح ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں (اس میں لایعنی باتیں بھی داخل ہیں) کو چھوڑ دے۔(ترمذی)

نابینا کو غلط راستہ بتلانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی نابینا کو راستہ سے گمراہ کردے۔

بیوی کو شوہر یا نوکر کو آقا کیخلاف اُبھارنا: جو شخص کسی کی بیوی کو شوہر کے یا نوکر کو آقا کے خلاف آمادہ کرے (یعنی بیوی یا غلام یا نوکر کے دل میں عداوت کے جذبات پیدا کرے یا ان

کو تقویت پہنچائے) وہ ہم میں سے نہیں۔

جھوٹی گواہی: جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ نے گناہ سے متعلق زبان کے گناہ گنوائے ہیں۔ نہ معلوم ہم دن رات میں زبان کے کس قدر کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر سوچے کوئی بات منہ سے نہ نکالے بات کرنے سے پہلے دو تین سیکنڈ سوچ لے کہ جو بات میں کر رہا ہوں یہ گناہ کی بات تو نہیں؟ اور اگر گناہ کی بات ہو تو سوچے کہ جتنی دیر میں یہ گناہ کی بات کروں گا اگر اس وقت ایک بار بھی سبحان اللہ کہہ دوں تو میزان عمل کا آدھا پلہ بھر جائے گا۔

دوسرا علاج ان سب گناہوں سے بچنے کا خاموشی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ سَكَتَ نَجَا" جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ یعنی انسان خاموشی اختیار کر کے زبان کے سب گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

خاموشی سلامتی دارین کا سبب ہے

زبان اظہار مافی الضمیر کا ایک آلہ ہے۔ سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہ نے بدن میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایسا بنایا ہے جس سے انسان اپنا مافی الضمیر ادا کرتا ہے۔ اسی سے کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت، حق تعالیٰ شانہ کی عبادت، وعظ گوئی یہاں تک کہ ہر طاعت اسی سے ہوتی ہے۔ دیگر معاملات مثلاً نکاح، طلاق اور لین دین، تجارت وغیرہ بھی اس کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ دیگر منکرات مثلاً کلمہ کفر جھوٹ، چغلی، غیبت، گالم گلوچ وغیرہ بھی اسی سے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ مومن میں کوئی بوٹی ایسی نہیں جو اللہ کو زیادہ محبوب ہو سوائے اس کی زبان کے اور کافر میں کوئی بوٹی ایسی نہیں سوائے اس کی زبان کے جس کے ذریعے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (کنز العمال ج:۲، ص ۱۵۹)

پھر کمال ہے کہ پاؤں کثرت سے چلنے کے باعث، ہاتھ لکھنے یا کام کرنے سے اور آنکھ دیکھنے سے تھک جاتے ہیں مگر زبان بولنے سے نہیں تھکتی! خواہ متواتر آٹھ دس گھنٹے بولتا رہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے اور اپنی عبادت کرنے کے لیے یہ آلہ عنایت فرمایا ہے جو نہیں تھکتا۔

اسی طرح مصنوعی آلہ تار کی مشین ہے وہ بھی اظہار مافی الضمیر کا آلہ ہے جو دن بھر کھٹ کھٹ کرنے کے باوجود نہیں تھکتا لیکن بابو اسے صرف اشد ضرورت اور سرکاری کام کے لیے استعمال کرتا ہے

اگر وہ اسے فضول مصرف میں لائے تو اس کی پورے مہینے کی تنخواہ ایک ہی دن میں صرف ہو جائے۔

جس طرح تار میں ایک جملہ زائد ضرورت لکھنے سے پانچ دس روپے کا نقصان ہوتا ہے اسی طرح بلا ضرورت ایک جملہ کہنے سے قلب کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔ (ذم المکروہات ص ۵۹)

جس طرح تار کی مشین میں کئی پرزے کام کرنے کے بعد ایک جملہ لکھا جاتا ہے اسی طرح اطباء کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو کی حرکت عضلات کی حرکت سے ہوتی اور عضلات کی حرکت دماغ کے پٹھوں کی حرکت سے ہوتی ہے اور دماغی پٹھوں کی حرکت قوت ارادیہ کی حرکت سے ہوتی ہے تو کسی عضو کی حرکت اتنی حرکتوں کے بعد انجام پاتی ہے۔ اس سے اندازہ فرمائیے کہ ایک مرکب لفظ کے لیے کتنی حرکتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور مرکب تقریر کرنے میں کتنی حرکتوں کی ضرورت ہوگی؟ ذرا غور فرمائیے تار کی مشین میں دو چار پرزے ہوتے ہوں گے زبان میں نہ معلوم کتنے پرزے اور اجزاء ہیں، پھر وہ کس خوبی سے کام کرتی ہے کہ کسی جزو کی حرکت کی ترتیب میں ذرا فرق نہیں آتا۔ نیز جملہ بولنے میں کتنی دفعہ زبان عرض میں بڑھتی ہے کتنی دفعہ طول میں اور کتنے اجزاء میں انخفاض ہوجاتا ہے اور کتنے اجزاء کو ارتقاء (بلندی) (ذم المکروہات ص ۳۰)

جس طرح تار کی مشین میں بجلی خرچ ہوتی ہے اسی طرح بولنے سے نور قلب خرچ ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں روایت عن عیسیٰ علیہ السلام آیا ہے۔ ارشاد ہے:

''سوائے ذکر اللہ کے کلام کی کثرت نہ کرو کیونکہ اس سے قلب میں قساوت پیدا ہوجاتی ہے اور قلب قاسی کے برابر کوئی چیز یں حق تعالیٰ سے زیادہ دور نہیں۔''

کیونکہ جس چیز کا تصور دل میں آتا ہے اس کا اظہار زبان کیا کرتی ہے۔ جیسا کہ

ان الکلام لفی الفواد وانّما جعل اللسان علی الکلام دلیلاً

(یعنی اصل میں کلام تو دل میں ہوتا ہے اور زبان تو صرف ترجمان ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ زبان کی تاثیر قلب پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے اسی لیے زیادہ بولنے سے نور قلب جاتا رہتا ہے اور قلب میں قساوت آجاتی ہے جو سب سے بڑی بدبختی ہے۔ قرآن کریم میں قلب قاسی کو پتھر سے بھی زیادہ جامد (ہدایت کیلئے) کہا گیا ہے: "ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ o" (سورۃ بقرہ آیت ۷۴)

ترجمہ: ''تمہارے دل بھی سخت ہی رہے ان کے مثال پتھر کی سی ہے بلکہ سختی میں

(پتھر سے بھی) زیادہ سخت۔''

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اصول اربعین میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''یاد رکھو کہ جب زبان جھوٹی ہو جاتی ہے تو دل میں صورت کا ذبہ (جھوٹی) کی تصویر کھینچتی ہے اور کجی آ جایا کرتی ہے۔ خصوصاً جبکہ جھوٹ کے ساتھ فضول اور لغو گوئی بھی شامل ہو تو قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کثرت کلام سے دل بالکل مر جاتا ہے اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کی قابلیت اس میں باقی نہیں رہتی۔'' (تبلیغ دین اردو ص ۹۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

اندازہ فرمائیے کہ فضول گوئی سے کس قدر نقصان عظیم ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان تمام بدن کو درست رکھنے والی ہے۔ جب زبان درست ہوتی ہے تو تمام جوارح درست ہوتے ہیں اور جب زبان مضطرب ہوتی ہے تو پھر کوئی عضو درستگی پر نہیں رہتا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا فی الصمت)

''جس وقت ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی قسم کھاتے ہیں کہ اے زبان ہمارے بارے میں خدا سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ پس اگر تو راست رہی تو ہم سب راست رہیں گے اگر تو کج ہو گئی تو ہم سب کج ہو جائیں گے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ زبان تمام طاعات یا منکرات کی جڑ ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو تمام اعضاء درست اور اگر یہ بگڑ جائے تو سب بگڑ جاتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا:

''یعنی زبان کا جسم چھوٹا ہے اور گناہ بڑا ہے۔''

زباں منہ کے اندر ہوتی ہے زبان بڑھے ایک نقطہ تو ہوتا ہے زیاں

اسی لیے ضروری ہے کہ زبان کو گندی باتوں سے آلودہ نہ کرنا چاہیے اور ہمیشہ بھلی بات کرنی چاہیے کیونکہ فضول گوئی سے حق تعالیٰ شانہ ناراض ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قیل وقال کو اور زیادہ سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔''

بعض لوگ ہر وقت بک بک کرتے ہیں اور قیل وقال کے معنی بک بک کے ہیں۔

غالب مرحوم نے کیا خوب کہا:

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جب انسان فضول باتیں کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث پاک میں

ہے: "الصدق ینجی والکذب یھلک" (یعنی سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔) نیز جھوٹ بول کر انسان حق تعالیٰ شانہ کی لعنت کا مستحق بنتا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے: "لعنت اللّٰہ علی الکذبین" (یعنی جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت ہو)

نیز باتیں کرتے کرتے انسان اپنی سچائی کا یقین دلانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے جس کی وعید میں یہ حدیث آئی ہے: "الیمین الفاجرة تدع الدیار بلاقع" (یعنی جھوٹی قسمیں آباد گھروں کو چٹیل میدان بنادیتی ہیں۔)

باتیں کرتے کرتے خوب ہنستا اور ہنساتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "ایاکم بکثرة الضّحک فانھا تمیت القلوب" (یعنی تم زیادہ ہنسنے سے بچا کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے)۔ انسان زیادہ اور فضول قسم کی باتیں اس وقت کرتا ہے جب اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا تکبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ان اللّٰہ لایحب المستکبرین" (یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: "الکبریاء ردائی والعظمة ازاری" (یعنی بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری شان ہے جو بڑائی کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا)۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں احادیث میں تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ "جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہے اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں۔" (علاج الکبر ص ۵)

العیاذ باللہ: یہ سب لغو گوئی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ نیز قیل وقال میں انسان بعض اوقات گالم گلوچ پر اتر آتا ہے اور اس سے اپنی زبان آلودہ کرتا ہے۔

پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تو

ابونعیمؒ نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ بندہ کی پاک رکھے جانے کے قابل اس کی زبان ہے اور گالیاں دینا تو فاسق کا کام ہے۔

بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: "سباب المسلم فسوق" (یعنی گالی دینا سخت گناہ ہے)۔ نیز فضول گوئی میں انسان کسی کی مدح کرتا ہے جو یقیناً اس کا مستحق نہیں ہوتا۔ مثلاً ۱۹۴۷ء سے قبل ایک ہندو کی نسبت کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو یہ شخص مستحق نبوت ہوتا۔ افسوس کی انتہا ہے۔ کیا نبوت کے لیے ایمان کی شرط بھی نہ رہی تقویٰ وورع تو الگ رہا۔ (المورد الفرشی فی المورد البرزخی ص ۴۴)

افسوس کتنی لغوبات کہی:

شعور و فکر کی یہ کافری معاذ اللہ فرنگ تیرے خیال و عمل کا ہے مسجود

نیز قیل وقال میں اکثر غیبت ہوتی ہے جو بڑا گناہ ہے۔قرآن پاک میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر کہا گیا۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولایغتب بعضکم بعضاً ط ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً.
فکرھتموہ واتقوا اللہ ط ان اللہ تواب رحیمo (الحجرات آیت ۱۲)

نیز ایک غلط خبر الزام کو سن لیتے ہیں اور اسے پھیلا دیتے ہیں یا پھر یہ خبر یا افواہ حقیقت سے زیادہ مشہور ہو جاتی ہے۔نقل کرتے وقت کہتے ہیں:

دروغ بر گردن راوی

حالانکہ بلا تحقیق بات کو نقل کرنا گناہ عظیم ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم و تحسبونہ ھیّنا وھو عنداللہ العظیمo (سورہ نور)

’’جبکہ تم اس جھوٹ کو اپنی زبان نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری ہے یعنی گناہ عظیم ہے۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ دروغ بر گردن راوی کہہ کر چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔اس لیے جب تک ثقہ اور معتبر آدمی سے تصدیق نہ ہو جائے اس کے بغیر اس کی تصدیق یا تائید جائز نہیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

یآیھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبوا قومًا بجھالۃ فتصبحوا علٰی مافعلتم ندمینo

’’یعنی اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں کسی قوم کو نادانی سے ضرر نہ پہنچاؤ پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔‘‘(الحجرات آیت ۶)

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجمیری کے پاس دو شخص بغرض بیعت کرنے حاضر ہوئے۔آپ کی مسجد میں حوض کے قریب ہی وضو کرنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے۔حضرت

نے گفتگو سن کر فرمایا کہ پہلے دونوں حوضوں کی پیائش کرلو پھر نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پیائش کی تو حوض صرف دو بالشت بڑا نکلا۔ انہوں نے خوشی خوشی رپورٹ پیش کی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ دو بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے، تم بہت بے احتیاط لوگ معلوم ہوتے ہو بے ثبوت اور بلا تحقیق بات کر دیتے ہو۔ جاؤ پہلے اپنی زبان کی اصلاح کرو پھر بیعت ہونا۔ غرض کہاں تک شمار کرایا جائے بڑے بڑے گناہ جیسے دنگا فساد، غصہ، لڑائی جھگڑا قیل وقال سے ہوتے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ نے کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں چالیس بڑے بڑے گناہ ذکر کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مختصر سے جملہ میں "**ان اللّٰہ کرہ لکم قیل و قال**" (یعنی بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ گفتگو کو ناپسند کرتے ہیں) میں نہ صرف سب گناہ ذکر کر دیئے ہیں بلکہ ان کا علاج بھی بتلا دیا ہے۔ اگر یہ فرماتے کہ "**ان اللّٰہ کرہ لکم معاصی اللّسان**" (یعنی اللہ تعالیٰ زبان کے گناہوں کو ناپسند فرماتے ہیں) فرماتے تو صرف گناہ ذکر ہوتے علاج ذکر نہ ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**ان اللّٰہ کرہ لکم قیل و قال**" میں فرمایا ہے کہ سب گناہ قیل وقال سے ہوتے ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ قیل وقال چھوڑ دو، خاموشی اختیار کرو، سب گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے۔ سبحان اللہ بالکل مختصر جملہ میں کتنا وسیع مضمون بیان فرما دیا ہے۔ کیوں نہ بیان فرماتے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو جامع الکلم عطا فرمائی۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ظاہر ہے جو شخص ساکت ہو کر بیٹھ جائے اس کے ہاتھ سے نہ ظلم ہو گا نہ زیادتی نہ کسی سے برائی ہوگی نہ تکبر ہوگا۔ (تسہیل الاصلاح ص ۱۷)

گویا سو دردوں کا ایک درماں وہ ہے خاموشی۔ اگر خاموش رہے گا تو سب گناہوں سے محفوظ رہے گا جیسا کہ طبرانی میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اولاد آدم کی زیادہ تر خطائیں زبان سے ہوتی ہیں" خاموش رہنے سے ان سب سے نجات ہو جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ:

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

یعنی خاموشی ایسی چیز ہے جس کے اوصاف بیان نہیں کیے جا سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ قول گویا شرح ہے۔ اس حدیث کو جو بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل ہو گیا میں اس کے لیے جنت کا کفیل ہوں۔''

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ قول گویا شرح ہے۔ اس حدیث کی جو بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل ہو گیا میں اس کے لیے جنت کا کفیل ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاموشی کو اس طرح سیکھو جس طرح گویائی کو سیکھتے ہو کیونکہ خاموشی بڑی بردباری ہے اور بات کرنے سے زیادہ سننے کا حریص ہو جا۔ (ابن عساکر) کیونکہ بات کرنے سے بہر حال خطاؤں کا امکان ہے خواہ وہ باتیں عمدہ اور شیریں ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں:

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن گرچہ گفتارش بود در عدن

(دل زیادہ باتیں کرنے سے مر جاتا ہے اگرچہ وہ باتیں عمدہ کلام کیوں نہ ہوں)

اسی لیے حضرت حکیم الامت تھانویؒ مبتدی کو وعظ کہنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ مبتدی کو وعظ گوئی مضر ہے کیونکہ اس کے پاس نور قلب بہت کم ہے اگر ابھی سے اس میں صرف کرے گا تو اور کاموں کے لیے باقی نہ رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اطباء صغر سنی میں جماع سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں وہ مادہ جو محرک جماع ہے بہت کم ہے اگر ابھی سے صرف ہونے لگا تو پھر اس کی نشو و نما کہاں سے ہو گی۔ (ذم المکروہات ص ۳۱)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو تبلیغی جماعت کے بانی اور بڑے بزرگ ہوئے ہیں، فرماتے ہیں جب بھی مجھے میوات (تبلیغ کے لیے) جانا ہوتا تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط اور کثرت سے بولنے سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعے اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے سہارنپور یا رائے پور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ (ملفوظات ص ۳۷ مولانا موصوف مرتبہ مولانا منظور نعمانیؒ)

اندازہ کرو کہ نیک باتوں سے یہ اثر ہے تو فضول گوئی سے قلب میں کتنی کدورت آتی ہو گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ زبان کے کرتوت سے اکثر لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔ (طبرانی و ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ بعض آدمی زبان سے ایسا کلمہ نکالتا ہے جس کی وجہ سے ستر برس کی مسافت پر دوزخ میں گر جاتا ہے اس لیے انسان کو ہر وقت سوچ کر بات کرنی چاہیے اور بلا ضرورت کوئی کلمہ زبان سے نکالنا نہ چاہیے۔

مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید٥

کیونکہ جو کچھ بھی انسان زبان سے کہتا ہے کراماً کاتبین اسے نوٹ کر لیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کا مواخذہ ہوگا۔

ولاتقف مالیس لک بہ علم ط ان السّمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا٥ (بنی اسرائیل آیت ۳۶)

''اس چیز کی اتباع مت کرو جس کی تمہیں تحقیق نہیں ہے بے شک کان اور آنکھ اور دل کے متعلق سوال ہوگا۔ اس میں زبان کی حفاظت کا حکم بھی داخل ہے۔'' (تطہیر الاعضاء ص ۱۳)

آج کل بلا ضرورت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشاجرت پر بحث کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ زبان سے کوئی جملہ غلط نکل جائے تو قیامت کے دن سخت مواخذہ ہوگا اس میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔ اس بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

''یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمارے ہاتھوں کو پاک صاف رکھا ہے تو ہم کو اپنی زبانیں ان سے پاک صاف رکھنی چاہئیں۔'' (تحقیق الشکر ص ۳۲)

ان سب کا علاج خاموشی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **من سکت نجا** جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔ اُمت کو سکھانے کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود خاموش رہتے تھے۔ (احمد، طبرانی)

خاموشی سے دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ ایک لڑکی نہایت بدزبان تھی اس کی شادی کے وقت اس کی ماں نے نصیحت کی کہ بیٹی سسرال میں خاموش رہنا۔ چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا، اس کی ساس یہ دیکھ کر بے حد پریشانی ہوئی اور اس نے اصرار کیا کہ بیٹی باتیں کیا کرو۔ اس نے کہا بہت اچھا، تھوڑی دیر میں اس نے پوچھا کہ اگر تمہارا فرزند مر جائے تو تم میری دوسری شادی بھی کر دو گی یا ساری عمر مجھے بٹھائے رکھو گی، ساس نے فوراً کہا کہ بیٹی تم خاموش ہی رہا کرو تمہاری

ماں بہت دانا ہے اس نے بالکل صحیح نصیحت کی۔ شیخ سعدیؒ نے بالکل صحیح کہا ہے:

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ ساز

(جب تک آدمی خاموش رہے اس کے عیوب اور ہنر پوشیدہ رہتے ہیں)

حضرت امام یوسفؒ کے ایک شاگرد ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ امام صاحب نے ایک دن فرمایا بھائی تم بھی کوئی سوال کیا کرو؟ اس کے بعد جب سبق پڑھتے پڑھتے یہ حدیث آئی کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو فوراً روزہ افطار کر لیا کرو، تو اس نے دریافت کیا جس دن آفتاب غروب نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ حضرت امامؒ نے فرمایا کہ بھائی تم خاموش ہی رہا کرو تمہارا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

غرض خاموشی میں بڑے فائدے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہاں سب بیان کرنا دشوار ہے ورنہ یہ ثابت کر دیتے کہ سیاست میں بھی خاموشی سب سے بہتر ہے۔ امیر شریعت خطیب ملت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے خوب فرمایا:

''زندگی میں کچھ چیزیں بھی ہوتی ہیں، بعض گفتنی بعض ناگفتنی۔ ناگفتنی میں کام کی کوئی چیز نہیں اور گفتنی میں خطرات ہی خطرات ہیں۔'' (سوانح امیر شریعتؒ مرتبہ شورش)

اس سے معلوم ہوا کہ خاموشی ہی مناسب ہے۔ صوفیاء کرام کے قلب پر بہت سی باتیں وارد ہوتی ہیں لیکن وہ عوام الناس کے گمراہی میں پڑ جانے کے خطرے سے زبان پر نہیں لاتے۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی خوف فساد خلق سی ناگفتہ رہ گئے

کلام کی تین قسمیں مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہیں۔ کلام لفظی یعنی لغو گوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں تم کو فضول کلام سے ڈراتا ہوں تم میں سے ہر ایک کیلئے اتنا کلام کافی ہے کہ حاجت پوری ہو جائے۔

انسان کو چاہیے کہ بلا ضرورت اور فضول گفتگو کرنے کے بجائے خاموش رہے۔ حدیث پاک میں ہے "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" (یعنی انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کو ترک کر دے)۔ نیز ارشاد خداوندی ہے: "لاخیر فی کثیر من نجواھم" (بہت سی سرگرشیوں میں بھلائی نہیں) چونکہ زبان کو اعمال صالحہ میں دخل عظیم ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا بطور خاص حکم دیا ہے۔

یآیھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا یصلح لکم

اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکمo (الاحزاب آیت نمبر ۷)

''یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔''

اس لیے ہمیشہ راست گوئی سے کام لینا چاہیے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا قول ہے کہ جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کردینا چاہیے جس کا عمل اسی پر ہوگا۔ یعنی باتوں پر بڑا وقت برباد ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لایعنی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص قتل ہوگیا۔ رونے والی اس پر روئی اور کہا ہائے میرا شہید۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا پتہ کہ وہ شہید تھا' شاید وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی چیز میں بخل کرتا ہو جس میں اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔ (حیات الصحابہ ص ۲۹۹ ج:۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ بروز قیامت زیادہ خطا کار انسان وہ ہوگا جو سب سے زیادہ بے کار باتیں کرتا ہے۔ اسی لیے بزرگان نے بعض ضروری باتوں کا جواب بھی نہیں دیا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں:

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند آرے آرے مے کند باخلق عالم کار نیست

(دنیا کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے ہاں ہاں وہ کرتا ہے مجھے لوگوں سے کوئی کام نہیں ہے)

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا اے خلیفہ رسولؐ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اس نے مجھے ہلاکت کے مقام پر ڈالا ہے۔

حضرت داؤد طائی نے حضرت امام اعظمؒ سے پوچھا کہ تم باہر کیوں نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا میں نے مجاہدہ اختیار کیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجلس میں آؤ اور کچھ نہ بولو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس سے بڑا کوئی مجاہدہ نہیں (کیمیائے سعادت) خاموشی بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ صوفیائے کرام قلت کلام کی اکثر مشق کراتے ہیں۔

مزن بے تامل بگفتا روم نکو گوئی دیر گوئی چہ غم

کلام تحریری

یہ بھی کلام لفظی میں شامل ہے۔ بلاضرورت ایک جملہ لکھنے سے بھی قلب کا ستیاناس ہوجاتا ہے بعینہ لکھے ہوئے مضمون کا دیکھنا تکلم تحریری ہے اس لیے غیر ضروری مضامین' افسانے' ناول اور ڈراموں کے مطالعہ سے بچنا چاہیے۔

کلام نفسی

بعض لوگ اس کو کلام نہیں سمجھتے اور غیر ضروری حدیث النفس میں مشغول رہتے ہیں۔ سب سے زیادہ مضر غیر ضروری کلام نفسی ہے کیونکہ وہ قلب سے زیادہ قریب ہے۔ بلاضرورت حدیث النفس میں مشغول رہنے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال غیر ضروری کلام سے حتیٰ الوسع بچنا ہی چاہیے اور خاموش رہنا چاہیے۔

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

یعنی خاموش رہنے میں جو فائدہ ہے وہ بولنے میں نہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے غذائے روح میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنی ایک نیک خو فرزند کو ایک عالم کے حوالہ بغرض تحصیل علم کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب شہزادہ گھر آیا تو بادشاہ چاہتا تھا کہ اس سے علمی گفتگو کرے اور معقولات و منقولات کے چند سوالات کرے لیکن شہزادہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا' کوئی اچھی یا بری بات زبان سے نہ نکالتا تھا۔ جب بادشاہ نے یہ ماجرہ دیکھا کہ استاد صاحب کو بلایا اور شہزادہ کی خاموشی کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس دن سے اس نے خاموشی کا وصف پڑھا ہے کوئی بات زبان سے نہیں کہتا' بادشاہ کو اس سے پریشانی لاحق ہوئی۔ اس نے جاسوس مقرر کیے کہ یہ بات کرے تو مجھے مطلع کرنا۔ اتفاقاً بادشاہ شکار کو گیا' شہزادہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ ایک درخت پر تیتر چھپا بیٹھا تھا کسی کو معلوم نہ ہوا' سب وہاں سے گزر گئے اتنے میں تیتر بولا بادشاہ نے فوراً پلٹ کر شکار کر لیا۔ شہزادے نے اپنے ندیموں سے کہا کہ اگر تیتر خاموش رہتا تو اس کی جان بچ جاتی۔ مصاحبوں نے بادشاہ کو خبر دی' بادشاہ کی گویا عید آ گئی۔ اس نے شہزادے سے بے حد اصرار کیا کہ وہی جملہ دہرادو لیکن شہزادہ خاموش رہا۔ بادشاہ نے شہزادہ کو سخت غصہ میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا' شہزادے نے کوڑے کھانے کے بعد جو کہا وہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی زبان میں سنئے۔

غصے سے بولا وہ شاہ بے خبر — مارو اس کو تازیانے بے ثمر
اس پسر نے پھر ندیموں سے کہا — کیا یہ تم بتاتے ہو سدا
اک دفعہ وہ جانور بولا تھا وہاں — قطع سر اس کا ہوا اور میں یہاں

اک سخن کہنے سے پائی یہ سزا
اے سخن گو ڈر تو از روز جزا
اک سخن کہنے سے دیکھو یہ غضب
تازیانے تن پہ سو کھائے ہیں اب
چق چق و بق بق میں جو رہتے یہاں
دیکھئے کیا حال ہوا ان کا وہاں
تو بھی اے امداد باہوش رہ
سو حکایت گر سنے خاموش رہ
خامشی کا ہے قلعہ مضبوط تر
صاحب اس قلعہ کا رہتا ہے نڈر
کیونکہ اس عالم میں ہے سود و زیاں
ہوں زباں سے آفتیں اکثر یہاں
تادم آخر ز اول دم مزن
اول دم خود کار خود برہم مزن

(مجموعہ کلیات امدادیہ ص ۱۷۲)

اب مثل آفتاب ثابت ہو گیا کہ خاموشی نجات دارین کا سبب ہے اس لیے ہمیں خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں توفیق دے خود بھی اس پر عمل کر کے خاموش ہوتا ہوں۔

گفتگو بسیار شد خامش شدم
مسئلہ بسیار گفتم دم ز دم

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ساتواں خطبہ

ماہ شعبان کا آخری جمعہ

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

شعبان کے آخری ایام میں ایک جمعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطبہ دیا اور یہ وہی خطبہ ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی فضیلت، روزے کی اہمیت اور اس عبادت کا ذکر فرمایا۔ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن تھے اور جمعہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔

اے مسلمانو! ایک مہینہ تمہارے اوپر اپنا سایہ ڈالنے والا ہے۔ اس لفظ سے یہ بتا دیا کہ جو مہینہ آ رہا ہے اس کی حیثیت رحمت کی ہے۔ تب ہی فرمایا کہ وہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔

ماہ عظیم

تو ظل کے معنی سایہ کے آتے ہیں، فرمایا کہ مبارک ایک مہینہ تمہارے اوپر سایہ ڈالنے والا ہے اور وہ اب شروع ہو رہا ہے۔ وہ مہینہ عظمت والا ہے۔ وہ مہینہ برکت والا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی بہت سی خصوصیتیں اور اس کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں۔ اسی مہینہ میں ایک عبادت بھی ہے جس کا نام ہے روزہ اور قرآن کریم کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے روزوں کا بیان الگ کیا ہے۔ رمضان کے مہینے کی صفت الگ بیان کی ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں کہ ایک مسجد ہے اور ایک مسجد میں ہونے والا کام یعنی اذان اور نماز، اور یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص فرض کر لیجیے کہ مسجد میں حاضری نہیں دیتا۔ نماز نہیں پڑھتا، اذان نہیں دیتا تو یہ بے شک بہت بڑا گناہ ہے۔ بہت بڑی کوتاہی ہے مگر اس کے باوجود اگر کوئی آدمی مسجد کی بے حرمتی کرتا ہے اور مسجد کو ڈھانے کا خیال اور ارادہ کرتا ہے اس کا نام گناہ نہیں، یہ بغاوت ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ احترام مسجد اور چیز ہے اور مسجد میں ہونے والا کام جس کا نام نماز ہے وہ دوسری چیز ہے۔ احترام مسجد ان لوگوں کیلئے بھی ہے کہ جو مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کیلئے بھی ہے جو مسجد میں نہیں آتے احترام ان کو بھی کرنا چاہئے۔

یہی حال ہے رمضان کے اس مہینے اور اس مہینے کے اندر ادا ہونے والی عبادت، جس کا نام روزہ ہے۔ تو قرآن کریم کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے کی فضیلت اور عظمت اپنی جگہ پر ہے۔ روزے کی عبادت اور اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس مہینہ کا نام رمضان رم ض، رمض کے معنی عربی میں آتے ہیں، حرارت، تپش، اتنی تپش کہ جو جلا کے رکھ دے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عام طور پر رمضان کا مہینہ یا تو آتا ہے گرمیوں میں اور یا اگر گرمیوں میں نہ آئے تو کم سے کم روزے کی وجہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ تکلیف میں اور شدت میں ہے۔ اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔ مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس مہینہ کا نام رمضان اس وجہ سے ہے کہ اس مہینے کی ساعتوں میں اس کے دنوں میں، اس کی راتوں میں، اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اگر کوئی خدا کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ کی رحمت اس کے گناہوں کو اس طرح جلا کر ختم کر دیتی ہے کہ جس طرح تپش کسی چیز کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ تمام گناہ اس کے محو ہو جاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں اور علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ رمضان کا جو لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے ۹۹۹ نام، ایک کم ایک ہزار ناموں میں سے ایک نام ہے اور اسی لئے اللہ کے نام کی عظمت برقرار رکھنے کیلئے صرف لفظ رمضان نہیں کہا جاتا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بھی فرق کرنے کیلئے شہر رمضان کہا۔ شہر کا لفظ بڑھا دیا۔

عظمت رمضان

بہر حال اس مہینہ کی عظمت کیلئے سب سے بڑی یہی بات ہے کہ اس کا نام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مہینہ خالصتاً اللہ کا مہینہ ہے اللہ کا مہینہ ایسا، جیسا کہ اللہ کا گھر، جیسے اللہ کی اونٹنی، جیسے اللہ کا کلام، ان تمام چیزوں کی طرف جو ہم نسبت کرتے ہیں کہ کسی جگہ کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا گھر ہے تو آپ سب جانتے ہیں کہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ اس کے اندر رہتے ہیں یہ خدا کے رہنے کی جگہ ہے۔ یہ ہمارے اور آپ کیلئے گھر کا تصور ہے۔ زمین پر آسمان پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں پر اللہ موجود نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود ایک جگہ کو کہا جاتا ہے یہ خدا کا گھر ہے۔

بالکل اسی طرح...... ہم آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ بتائیے، سر سے لے

کر پاؤں تک‘ آپ میں حیات اور زندگی ہے۔ مگر اگر میں یہ پوچھوں کہ کس جگہ ہے۔ آپ کہیں گے کہ کوئی جگہ نہیں بتا سکتے۔ سب جگہ ہے‘ سر میں اگر کوئی چیز آپ چھائیے تو آپ کو محسوس ہوگا تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ حیات کی وجہ سے ہی تو ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک ہر حصہ کے اندر حیات اور زندگی موجود ہے۔ سب بدن میں پھیلی ہوئی ہے۔

اضافت تشریفی

اللہ کا تعلق بھی ساری کائنات کے ساتھ ایسا ہے عرش پر‘ فرش پر‘ زمین و زمان‘ ہر جگہ اللہ موجود ہے اور اللہ کی نسبت ہر جگہ ایسی ہے جیسے کہ حیات‘ انسان کی جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔ مگر اس کے باوجود اگر آپ انسانی حیات اور زندگی کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہاتھ کسی وجہ سے کٹ گیا‘ آپ زندہ ہیں‘ ناک کٹ گئی آپ زندہ ہیں‘ کان کٹ گیا آپ زندہ ہیں۔ ایک گردہ نکل گیا‘ آپ زندہ ہیں۔ جسم اور بدن کی بہت سی چیزیں کہ جن کے اندر حیات موجود ہے۔ جو اگر جسم سے الگ کر دی جائیں تو آپ کی حیات اور زندگی پھر بھی باقی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ میں حیات ہے لیکن حیات کا اصل سرچشمہ نہیں ہے۔ پاؤں میں حیات ہے۔ کان میں حیات ہے۔ مگر یہ مرکز حیات نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ کسی کا قلب نکال دیں۔ قلب نکالنے کے بعد اب حیات ختم ہو گئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر حدود میں ہر جگہ پر حیات ہے۔ لیکن عبادت کا مرکز اور حیات کا سرچشمہ ایک جگہ ہے کہ جس کو قلب کہا جاتا ہے کہ اگر وہ سرچشمہ اور خزانہ نکال دیا جائے تو حیات ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ مگر ایک مقام اور ایک جگہ ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز ہے اور وہ مرکزی علاقہ وہ ہے جس کو بیت اللہ اور خدا کا گھر کہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ جگہ جہاں اللہ کی تجلیات نازل ہوتی ہیں۔ اس مرکزی جگہ کو گھر کہا جاتا ہے ورنہ وجود کے اعتبار سے خدا ہر جگہ موجود ہے تو میں نے عرض کیا۔ مہینے کا بھی یہی حال ہے۔ خدا کا مہینہ ایک تو اس وجہ سے ہے کہ اس مہینہ میں ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک عبادت ایسی ہے جو میرے اور بندے کے درمیان راز ہے۔ کسی کو خبر نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے۔ روزے کے بارے میں اللہ کو بھی علم ہے۔ بندے کو بھی علم ہے۔ کیونکہ ایک آدمی اگر آپ کے ساتھ بیٹھ کر سحری کھاتا ہے۔ لیکن جب صبح ہوتی ہے تو جا کے غسل خانہ میں پانی پی لیتا ہے۔ آپ کے دل میں تو یہ ہے کہ یہ روزہ دار ہے۔ لیکن اس نے جھوٹ کہہ کر غلط طریقے سے روزہ توڑ دیا ہے آپ کو کوئی علم نہیں

ہے اس میں دکاوے کا سوال نہیں ہے جو روزہ رکھتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ کو اور اس کے بندے کے سوا کسی کو علم نہیں اور فرمایا کہ اسی وجہ سے کیونکہ یہ اللہ کے بندے کے درمیان ایک راز ہے فرمایا کہ اس کی جزاء اور اس کا بدلہ بھی میں خود دوں گا۔

عبادات میں امتیازی شان

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک عبادت ایسی ہے کہ جب بندے کی عبادتیں (قیامت کے دن حساب کتاب کے دوران) تقسیم ہونے لگیں گی اور تقسیم ہو کر ختم ہو جائیں گی۔ صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ معاوضہ میں ادا نہیں کیا جائے گا وہ کیسے؟

حدیث میں تو آتا ہے کہ کسی انسان کا حق کسی انسان کے اوپر رہ گیا' جان کا مال کا' عزت کا آبرو کا جان کا حق یہ ہے کہ آپ نے کسی کو ایذاء پہنچائی مال کا حق یہ ہے کہ آپ نے کسی کی چیز غصب کر لی۔ عزت و آبرو کا حق یہ ہے کہ آپ نے کسی کی عزت کو نقصان پہنچایا۔ کسی کی غیبت کی' کسی کی برائی کی یہ حقوق العباد ہیں اور حقوق العباد معاف نہیں کئے جاتے جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے۔

اگر آپ نے کسی کی غیبت کی ہے آپ نے کسی کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے۔ آپ صاحب حق سے کہیں کہ تم مجھے معاف کر دو۔ آپ نے اگر کسی کا مال غصب کیا ہے آپ اس سے کہ تم معاف کر دو۔ آپ نے کسی کو کسی طریقے پر نقصان پہنچایا ہے۔ آپ اس سے یہ کہیں کہ تم مجھے معاف کر دو اور اگر معاف نہیں کروایا' تو حدیث میں آتا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو جس کی جان کو نقصان پہنچایا۔ جس کے مال کو نقصان پہنچایا جس کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس آدمی کی عبادتیں اس مظلوم کو دلوا دیں گے۔ نمازیں دلوائیں گے' حج دلوائیں گے' زکوٰۃ دلوائیں گے' جتنی نیکیاں ہیں سب کی سب تقسیم ہوں گی اور تقسیم ہو کر جب بالکل خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ صرف روزہ باقی رہ جائے گا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ عبادت چونکہ ایسی عبادت ہے کہ جو میرے اور بندے کے درمیان راز تھا اس لئے معاوضہ میں ادا نہیں کی جائے گی یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا بدلہ اور جس کا اجر میں خود دوں گا اور یہ کسی صاحب حق کو منتقل نہیں کی جائے گی۔

بہت سی عبادتیں ایسی ہیں ان میں دکھاوا پایا جاتا ہے۔ ریا کاری پائی جاتی ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی آدمی اگر یہ چاہے کہ میں اس کے اندر دکھاوا اور اسکے اندر ریا کاری اختیار کروں تو کبھی ریا کاری چل نہیں سکتی۔ ریا سے خالی ہے۔

اخلاص شرط قبولیت ہے

اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بندے سے ایک سوال کریں گے تم آج

یہاں آئے ہو ایسی کوئی نیکی بتاؤ' ایسی کوئی نیکی پیش کرو کہ جو نیکی تم نے صرف اللہ کیلئے کی ہو بندہ غور کرے گا اور بہت سی نیکیوں کے نام لے گا۔لیکن معلوم ہوگا کہ ہر نیکی اس نے کسی شہرت کی وجہ سے کی ہے۔کسی لالچ کی وجہ سے کی ہے۔کسی منفعت کی وجہ سے کی ہے۔کسی مصلحت کی بناء پر کی ہے۔یہ پتہ چلے گا' کوئی ایسی عبادت میرے پاس موجود نہیں ہے کہ جس کو میں یہ کہوں کہ میں نے خالصتاً اللہ کیلئے کی ہے اور خدا کی نظر میں اس نیکی کی بڑی قیمت ہے کہ جو خالصتاً اللہ کیلئے ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سخی سے سوال کریں گے تو کون سی نیکی لے کر آیا ہے وہ جواب دے گا اور یہ کہے گا کہ جہاد کا موقع نہیں ملا جو میں جان دیتا اور میرے پاس علم نہیں تھا جو میں تبلیغ کرتا میرے پاس دولت تھی اور میں لوگوں میں تقسیم کیا کرتا تھا اور انکو بانٹتا تھا۔یہ نیکی لے کے آیا ہوں۔حدیث میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ فرمائیں گے۔کذبت تو نے جھوٹ بولا' تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تیری سخاوت اور تیری داد ودہش کے چرچے ہو جائیں' وہ چرچا دنیا میں ہو گیا اور شہرت دنیا میں تجھے حاصل ہو گئی اب آخرت میں تیرے لئے کوئی حصہ نہیں۔حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض شہداء جنہوں نے جان دی تھی ان سے یہ پوچھیں گے کہ تم کون سی نیکی زاد آخرت کے طور پر لے کے آئے ہو۔وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے جان دی تھی۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کذبت تو نے جھوٹ بولا۔تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ تیری بہادری کا اور تیری شجاعت کا تذکرہ ہو اور چرچا ہو وہ حاصل ہو گیا۔اب آخرت میں اس کیلئے کوئی حصہ نہیں' کوئی بدلہ نہیں۔

فرمایا کہ تیسرا گروہ علماء کا' ان سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم زاد آخرت کے طور پر کون سی نیکی لائے ہو۔وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے درس دیا تھا' وعظ کہا پند و نصیحت کی تھی۔لوگوں کو سبق دیا تھا۔میرے پاس پیسہ نہیں تھا جہاد کا ہمیں موقع نہیں ملا تھا۔یہی نیکی کر سکتے تھے اور یہی نیکی لے کر آئے ہیں حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کذبت تو نے جھوٹ بولا۔تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ لوگ یہ کہیں کہ صاحب یہ تو زبردست عالم ہے۔اپنے علم کا چرچا' علم کی شہرت کی خاطر تو نے یہ سب کچھ کیا تھا۔لہٰذا آخرت میں اس کیلئے کوئی حصہ اور کوئی بدلہ نہیں۔

آپ نے اندازہ لگایا' نیکیاں ہیں لیکن اس نیکی میں اخلاص نہیں ہے خالص نہیں۔

اخلاص کیسے حاصل ہو

نماز میں اخلاص اس تصور سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسے دربار میں کھڑے ہیں کہ سامنے اللہ تعالیٰ ہے اور میری ہر نقل و حرکت اور ان الفاظ کو دیکھتا ہے۔پھر اندازہ لگائیے کہ آپ کی نماز

میں کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کھڑے ہونے کا انداز ٹھیک ہو جائے گا۔ رکوع کا انداز ہ ٹھیک ہو جائیگا۔ سجدے کا انداز ٹھیک ہو جائے گا۔

جلدی جلدی آپ نہیں کریں گے۔ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ میرے سامنے حق تعالیٰ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایک آدمی ایسا ہے کہ معنی تو سب کچھ سمجھتا ہے۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ خدا کا تصور ہی موجود نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر موجود ہے۔ تو ایسے سمجھنے کا کیا مطلب؟

تصحیح نیت کا اہتمام

تو میں کہہ رہا تھا کہ ریاکاری، دکھاوا اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔ ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ ایک بہت بڑے محدث ہیں۔ وہ کسی دوسرے محدث کے پاس گئے اور جا کر یہ کہا، جیسے کبھی کبھی نعتیہ مشاعرہ ہوتا ہے۔ مذاکرہ ہوتا ہے اس زمانے میں عام طور پر اس کا نام مذاکرہ رکھا گیا تھا۔ حدیث کا مذاکرہ حدیث کے مذاکرے کا معنی یہ ہے۔ ایک حدیث آپ پیش کریں۔ ایک حدیث یہ پیش کرے۔ وہ دونوں کے دونوں محدث جمع ہوئے اور کہا کہ آج کی رات ہم اور آپ حدیث کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک روایت اور ایک حدیث یہ پیش کرتے تھے۔ تو دوسری حدیث وہ پیش کرتے تھے۔ پھر تیسری حدیث یہ پیش کرتے تھے اس مبارک مصروفیت کے اندر صبح کی اذان ہوگئی۔ تو مذاکرہ بند ہو گیا اور ایک محدث کہنے لگے آج کی رات اتنی مبارک رات تھی کہ مذاکرے میں بسر ہوگئی۔

نیکیوں میں بسر ہوگئی، دوسرے محدث کہنے لگے، ممکن ہے کہ آپ کی رات نیکی میں بسر ہوئی ہو مگر میں اندر سے کانپ رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ آج کی رات اگر اللہ تعالیٰ نے حساب نہ لیا تو ہم چھوٹ گئے۔ کہنے لگے کہ حساب و کتاب کی کیا بات ہے۔ فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ آپ کی کیفیت کیا تھی؟ میں اپنی کیفیت بتاتا ہوں۔ میں جب کوئی روایت اور حدیث پیش کرتا تھا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ میرے بارے میں یہ تسلیم کریں گے کہ یہ بڑے محدث ہیں۔ جب میں کوئی روایت پیش کرتا تھا تو میں یہ سمجھ کے پیش کرتا تھا کہ آپ میری علمیت کا لوہا مان لیں گے۔ مجھے نہیں معلوم آپ کس نیت سے پیش کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جب آپ نے اندر کی چھپی ہوئی بات کہہ دی ہے تو سچی بات یہ ہے کہ جب میں بھی کوئی روایت پیش کرتا تھا تو یہ سمجھ کر پیش کرتا تھا کہ آپ بھی میرے علم کا لوہا مان لیں گے۔

انہوں نے کہا کہ ہم دونوں کی رات ریاکاری میں بسر ہوگئی۔ دیکھنے میں حدیث کا مذاکرہ ہے لیکن اصل میں اپنے اپنے علم کی نمائش میں بسر ہوئی۔ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آج کی رات نیکیوں میں بسر ہوگئی۔

شیخ سعدیؒ نے بھی ایک حکایت لکھی ہے، بڑی اچھی اس سے بات سمجھ میں آجاتی ہے اور میں یہ

کہا کرتا ہوں کہ سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اگر کوئی کام صرف دکھاوے کیلئے کریں تو ہمارا کوئی یار دوست' رشتہ دار اس کام کو کام سمجھتا ہے؟ نہیں سمجھتا' وہ اس کام کو رد کر دیتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ بندہ ہوتے ہوئے بندوں کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں' اللہ کی شان تو بہت بلند ہے۔

عظیم نعمت کی ناشکری کا وبال بھی عظیم ہوتا ہے

ماہ رمضان اتنا مقدس اور اتنا بابرکت ہے کہ اس میں ہر نیکی کا بدلہ بڑھ گیا ہے۔ ہر نیکی عبادت فرض کے برابر اور ہر فرض ستر فرضوں کے برابر' تو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر چھوٹا موٹا معمولی گناہ' اگر رمضان کے علاوہ کیا جائے تو شاید اس کا گناہ اتنا نہیں ہے۔ اس کی پاداش اور اس کی سزا اتنی نہیں ہے۔ جتنا اگر کوئی رمضان کے ایک مہینے میں کرے۔ جیسے ایک آدمی بازار میں بیٹھ کے جھوٹ بولے اور ایک مسجد میں بیٹھ کے جھوٹ بولے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ جھوٹ حرام ہے' حرام سب برابر ہیں۔ مگر نہیں' حالات کی وجہ سے حرام' حرام کے اندر سنگینی بڑھ جاتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی پڑوسی کی عورت کی عزت پر ہاتھ ڈال دے۔ ہاتھ تو یہ جس کی عزت پر بھی ڈالتا ہے۔ حرام ہے لیکن فرمایا کہ یہ جو اس نے کیا ہے اپنے پڑوس کے ساتھ' یہ تو دہرا حرام ہو گیا۔ کیوں؟ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ ایک تو اعتماد اور دوسرا یہ کہ پڑوسی کی تو عزت کی ذمہ داری اسی پر تھی۔ بجائے محافظ بننے کے خود ہی لٹیرا بن گیا ہے۔ اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔ پڑوس میں رہتے رہتے بھی ایک قسم کا دوسرے کے ساتھ وعدہ ہوتا ہے۔ وعدہ شکنی بھی کی اور عزت بھی خراب کر دی۔

اسی طریقے سے اگر ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کے جھوٹ بولے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو جھوٹ بولا۔ ایک مسجد کی بے حرمتی کی۔ اسی طریقے پر کوئی گناہ اگر رمضان کے مہینے میں کیا جائے اس کی سزا دگنی ہے اور غیر رمضان میں کیا جائے تو اس کی سزا معمولی ہے۔

میں اصل یہی بتانا چاہتا تھا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر رمضان کے مہینے کا روزہ کسی نے جان بوجھ کر توڑ دیا تو فرمایا کہ اس کے ذمہ دو قضائیں ہیں۔ ایک روزے کی قضا دوسرا کفارہ اور کفارہ ساٹھ روزے مسلسل رکھنا۔ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے لیکن فرمایا کہ اگر رمضان ہی کا روزہ ہے۔ آپ نے شوال میں رکھ لیا' ذیقعدہ میں رکھ لیا کسی اور مہینے میں رکھ لیا۔ یہ بھی رمضان ہی کا فرض روزہ ہے اور پھر آپ نے اسے توڑ دیا تو فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف روزے کی قضا ہے کفارہ نہیں۔

بہر حال ایسے مقدس اور مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو دو سعادتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک نزول وحی، میں نے نزول وحی کا لفظ اس لئے کہا ہے صرف قرآن کریم نہیں کہا کیونکہ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں یہی مہینہ مقرر ہے نزول وحی کیلئے۔ آسمانی کتابیں چار توریت، زبور، انجیل، قرآن اور حدیث میں آتا ہے کہ یہ چاروں کی چاروں کتابیں اللہ تعالیٰ نے رمضان ہی کے مہینہ میں نازل فرمائی ہیں۔ جتنے صحیفے اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے کو منتخب فرمایا ہے اور یہ مہینہ نزول وحی کا مہینہ ہے اور نزول قرآن کا مہینہ ہے۔

یہ اس لئے فرمایا کہ قرآن کریم جو نازل کیا گیا ہے تم کو بھی اس کی ذمہ داری ادا کرنی چاہئے۔ اس مہینے میں تمہیں کیا کرنا چاہئے۔ روزے کی بات الگ ہے فرمایا

وہ کتاب جو ہم نے اس مہینے میں اتاری ہے، نازل کی ہے۔ اس میں تین باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کیلئے سراپا ہدایت ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں ہدایت ہے۔ بعضے لوگ کہا کرتے ہیں الم میں کیا ہدایت ہے۔ ہمیں تو اس کے معنیٰ ہی نہیں معلوم......علماء کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ ہمیں معلوم نہیں۔ اللہ کو معلوم ہے قرآن کریم میں نعوذ باللہ، نعوذ باللہ ایسے معمے کیوں نازل کئے گئے جن کے معنیٰ اللہ کو معلوم ہے۔ بندے میں سے کسی کو نہیں معلوم۔

ہدایت کا معنیٰ

تو میں نے عرض کیا ہدی للناس ہدی کے معنیٰ ہیں۔ راستہ دکھانا، ہمیشہ یاد رکھئے۔ راستہ دکھایا جاتا ہے روشنی سے روشنی دو طرح کی ہے۔ ایک روشنی دماغ میں ظاہر ہوتی ہے ایک روشنی فلک پر ظاہر ہوتی ہے۔ اگر آپ کو راستہ معلوم نہیں ہے اور آپ کو یہ بتادیا جائے کہ آپ یہاں سے جائیے، بائیں ہاتھ کی طرف مڑ جائیے اور وہ سیدھے ہاتھ کی طرف آپ کو جو مکان نظر آئے گا۔ وہ منزل ہے آپ جو جارہے ہیں۔ اس روشنی میں جارہے ہیں یہ ہدایت ہے جو ایک آدمی نے آپ کو دی ہے۔

ایک ہدایت وہ ہے کہ کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک استاد وہ بات آپ کو سمجھا دیتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ اب میرے دماغ میں روشنی آگئی بات سمجھ میں آگئی۔

کل ہی ایک جگہ ایک تعلیم یافتہ کہنے لگے کہ صاحب! وہ محکمہ موسمیات اور فلاں سائنس، فلاں ریاضی کے ذریعہ سے چاند کے بارے میں یہ تعلیمات ہیں۔ چاند کے بارے میں یہ رائے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اسلام کا نکتہ نظر سمجھ لیں۔ آپ کی باتوں سے مجھے انکار نہیں ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر

یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کے حساب کو آپ کی ریاضی کو آپ کے سسٹم کو غلط کہتا ہے۔ نہیں، یہ سب صحیح ہیں، مگر اسلام یہ کہتا ہے کہ تم بحیثیت بندے کے اس کارروائی کے اس طریق کار کے پابند اور ذمہ دار ہو جو طریقہ کار ہم نے مقرر کیا ہے۔ بس، سائنس کیا کہتی ہے۔ آلہ کیا کہتا ہے اس کی کوئی بحث نہیں ہے۔

اور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ مثال کے طور پر آپ حالت سفر میں ہیں۔ رات کا وقت ہے، ستارے بھی نظر آرہے ہیں۔ ابر ہے، آپ عشا کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ تہجد کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ کوئی آدمی نہیں جو بتائے قبلہ کدھر ہے؟ کوئی آلہ آپ کے پاس موجود نہیں ہے جو قطب شمالی اور قطب جنوبی بتائے کہ قبلہ کدھر ہے؟ آپ کیا کریں گے۔

اسلام کہتا ہے کہ جو ہم نے طریقہ مقرر کیا ہے اس کی تم پابندی کرو اور وہ یہ ہے کہ تم اپنی عقل سے چاروں طرف دیکھ کے اندازہ لگاؤ کہ قبلہ کس طرف ہونا چاہئے۔ آپ اپنی طرف سے اس میں تفکر کریں۔ سوچیں کہ قبلہ کس طرف ہونا چاہئے۔ جب آپ نے سوچ لیا اور آپ کا ضمیر کہتا ہے کہ قبلہ ادھر ہے اس طرف نماز پڑھ لیں اور نماز پڑھنے کے بعد وہیں لیٹ گئے اور صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ سورج نکلنے سے معلوم ہوا کہ قبلہ تو ادھر تھا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس کی نماز ہوگئی۔ اس کی عبادت ہوگئی۔ کیونکہ ہم نے جس طریق کار کا پابند بنایا تھا وہ طریق کار اس نے اختیار کرلیا۔

آپ یہ کہیں کہ صاحب! آلہ یہ بتا رہا ہے یہ قطب نما یہ بتا رہا ہے بے شک بتا رہا ہوگا۔ اسلام نے جس طریق کار کا پابند بنا دیا ہے اس طریق کار پر عمل کرو۔

اسلام نے کہا کہ اگر ۲۹ تاریخ (شعبان) کو ابر ہو، کوئی شہادت نہ ہو، کوئی ثبوت نہ ہو، اب ہمارا بتایا ہوا طریق کار یہ ہے کہ آپ اس دن کو تیس قرار دیں اور اس کے بعد احکام شرع جاری کرائیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جی دیکھیں! میرا حساب یہ کہتا ہے میری تقویم یہ بتاتی ہے میرا فن یہ بتایا ہے یہ سب کچھ آپ کو بتانا ہے۔

مگر اسلام نے جو طریق کار ہم کو بتایا تھا ہم نے اس پر عمل کردیا مگر ہوسکتا ہے کہ غلطی بھی ہوئی ہو۔ مگر ہم نے وہ کارروائی پوری کرلی ہے جس کا حکم ہمیں اسلام نے دیا۔ بہرحال، رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر کچھ تمہید کلمات، آپ کی خدمت میں عرض کئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

شعبان المعظم کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	شعبان المعظم	مطابق
۱	تحویل قبلہ بوقت نماز ظہر	۱۵، ۲ھ	۱۱ فروری، ۶۲۴ء
۲	رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت آخری عشرہ میں	۲ھ	۲۰ فروری ۶۲۴ء
۳	نکاح ام المؤمنین حضرت حفصہؓ ہمراہ نبی پاک	۳ھ	جنوری ۶۲۵ء
۴	غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع	۳، ۵ھ	۲۸، دسمبر ۲۶۲۶ء
۵	تیمم کے حکم کا با قاعدہ نزول	۳، ۵ھ	۲۸، دسمبر ۲۶۲۶ء
۶	نکاح ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ	۳، ۵ھ	۲۸، دسمبر ۲۶۲۶ء
۷	سریہ دومۃ الجندل	۶ھ	دسمبر ۶۲۶ء
۸	مسجد ضرار کو نذر آتش کیا گیا	۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۹	وفد خولان کی آمد اور قبول اسلام	۱۰ھ	نومبر ۶۳۱ء
۱۰	مسیلمہ کذاب کا قتل	۱۲ھ	اکتوبر ۶۳۱ء
۱۱	وفات حضرت قتادہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ	۲۳ھ	جون ۶۴۴ء
۱۲	پہلا رفاہی ہسپتال حضرت معاویہؓ نے قائم فرمایا	۴۹ھ	ستمبر ۶۶۹ء
۱۳	وفات حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ	۵۰ھ	اگست ۶۷۰ء
۱۴	وفات حضرت ثوبان	۵۴ھ	جولائی ۶۷۴ء
۱۵	وفات حضرت عرباض ابن ساریہ اسلمی	۷۵ھ	نومبر ۶۹۴ء
۱۶	وفات حضرت انسؓ خادم خاص حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	۹۳ھ	مئی ۷۱۲ء
۱۷	وفات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ	۱۱۰ھ	نومبر ۷۲۸ء
۱۸	ابو مسلم خراسانی کا قتل	۱۳۸ھ	جنوری ۷۵۶ء

۱۹	وفات حضرت سفیان ثوری	۱۶۱ھ	مئی ۷۷۸ء
۲۰	وفات امام محمد ابن حسن شیبانی	۲۲‘۱۸۹ھ	جولائی ۸۰۵ء
۲۱	محمود غزنوی نے سومنات توڑا	۲۲‘۴۱۶ھ	ستمبر ۱۰۲۵ء
۲۲	وفات علامہ ابن حزم ظاہری	۲۷‘۴۵۶ھ	۱۰۶۴ء
۲۳	سلطان شہاب الدین غوری نے سندھ پر قبضہ کیا	۵۷۱ھ	فروری ۱۱۷۶ء
۲۴	وفات سلطان شہاب الدین غوری	۲‘۶۰۲ء	مارچ ۱۲۰۶ء
۲۵	وفات میر جعفر بنگالی	۳۰‘۱۱۷۸ھ	جنوری ۱۷۶۵ء
۲۶	وفات علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی	۲۳‘۱۲۷۰ھ	اپریل ۱۸۵۴ء
۲۷	وفات مولانا محمد الیاس کاندھلوی	۲۳‘۱۳۶۲ھ	اگست ۱۹۴۳ء
۲۸	وفات مولانا ابوالکلام آزاد	۲۳‘۱۳۷۷ھ	۲۱ فروری ۱۹۵۸ء
۲۹	وفات خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی	۹‘۱۳۸۶ھ	۲۳‘ نومبر ۱۹۶۶ء
۳۰	وفات حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ثم ملتانی	۲۰‘۱۳۹۰ھ	۲۲‘ اکتوبر ۱۹۷۰ء
۳۱	پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا	۱۹‘۱۳۹۴ھ	۷ ستمبر ۱۹۷۴ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲‘ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام و دیگر تاریخی کتب و رسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

رمضان المبارک

پہلا خطبہ

فضائل رمضان المبارک............حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ

رمضان المبارک کا مبارک تحفہ......مفکر سید اسلام ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ

رمضان المبارک کے روزے........حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ

دوروزے..............................مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ

رمضان کیسے گزاریں؟...............شیخ اسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

چھٹا خطبہ

تراویح..............................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ

اعتکاف اور شب قدر...............حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آٹھواں خطبہ

شب عید کی فضیلت اور ہم.......حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

مع رمضان المبارک کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

فضائل رمضان المبارک

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا (غالباً اخیر تاریخ جمعہ واقع ہوا ہوگا یا جمعہ نہ ہوگا تو ویسے وعظ فرمایا ہوگا)۔ اے لوگو! تحقیق سایہ ڈالا تم پر ایک بڑے مہینے نے برکت والے مہینے نے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی آتی ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے۔ (یعنی لیلۃ القدر) اللہ تعالیٰ نے اس (ماہ) کے روزے فرض کیے اور رات کا قیام تطوع قرار دیا (تطوع) کا لفظ کبھی سنت مؤکدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں سنت مؤکدہ ہی مراد ہے کیونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہے جس نے اس (ماہ) میں کوئی نیک خصلت (از قبیل نوافل) ادا کی وہ اس کے مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے سوا (کسی دوسرے ماہ) میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا ہو وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز کا ہے کہ اس کا بدلہ جنت ہے (اور غم خواری کی جاتی ہے) اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جس نے اس میں روزہ دار کو افطار کرایا اس کو گناہوں سے بخشش اور (دوزخ کی) آگ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے بدون اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جاوے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے رسول خدا ہم میں ہر شخص ایسا نہیں جو روزہ دار کو افطار کرانے کی گنجائش رکھتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے جو کہ روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا ایک پانی کے گھونٹ (وغیرہ) سے افطار کرادے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے سیراب کرے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگے گی اور یہ معلوم ہی ہے کہ جنت میں پیاس ہی نہیں لقولہ تعالیٰ (انک لاتظماء فیھا) اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول (حصہ یعنی عشرہ اولیٰ) رحمت ہے اور درمیان اس کا مغفرت ہے اور اخیر (حصہ) اس کا آگ سے آزادی

ہے اور جس نے اس ماہ میں اپنے باندی غلام سے بوجھ ہلکا کیا (یعنی ان سے خدمت لینے میں تخفیف کردی) اس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کردیتا ہے۔ (بیہقی)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ اے مؤمنو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے تھے تم سے پہلے لوگوں پر تا کہ تم بچو (گناہوں سے اور دوزخ کی آگ سے۔)''

اضافہ: (الف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے، مبارک مہینہ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطان کو طوق پہنائے جاتے ہیں اللہ کے واسطے اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی (خیر و برکت) سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد و نسائی)

(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جبکہ رمضان شروع ہو چکا تھا) بیشک یہ مہینہ آیا تمہارے پاس اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم ہوتا اس سے مگر ہر بے نصیب۔ (ابن ماجہ)

معزز ین حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع موقع اور محل کے اعتبار سے فضائل رمضان المبارک ہے۔ اس مہینے کو حدیث شریف میں شھر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا مہینہ فرمایا گیا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **''اَلشَّعْبَانُ شَھْرِیْ وَرَمَضَانُ شَھْرُ اللّٰہِ''** (یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان شریف اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے) حالانکہ اگر دیکھا جائے تو سب مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ یہ ارشاد ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں اللہ کے خاص بندوں کو عباد الرحمٰن فرمایا گیا حالانکہ بہ لحاظ مخلوق سب انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں مگر عباد الرحمٰن صرف ان بندوں کو کہا گیا جن میں خاص اوصاف ہوں۔ جیسا کہ سورۃ فرقان کے آخری رکوع میں یا قرآن پاک کے چند مقامات پر ان صفات کا ذکر فرمایا۔ انہی مذکورہ اوصاف سے متصف لوگ ہی عباد الرحمٰن کہلانے کے مستحق ہیں اور یہ صفات سب انسانوں میں کہاں۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا ہے:

دل میرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا	بت کے بندے تو ملے کوئی اللہ کا بندہ نہ ملا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمی نے ماہ رمضان کو شھر اللہ اس لیے فرمایا کہ اس میں ایسی چند امتیازی خصوصیات ہیں جو دوسرے مہینوں میں ہیں۔ مثلاً

(۱) اس مہینہ میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ (سورۃ البقرہ آیت: ۱۸۵)

(۲) اس مہینہ میں سب مسلمانوں (بعض مرد و زن) کو روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔

(سورۃ البقرہ آیت: ۱۸۲)

(۳) اس مہینہ میں شیطان اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

(۴) اس مہینہ میں دوزخ کے سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ (ترمذی، احمد، ابن ماجہ)

(۵) اس مہینہ میں جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (نسائی، احمد)

(۶) اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ (بیہقی)

(۷) اس مہینہ میں ہر دن رات میں مسلمان کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزار)

(۸) اس مہینہ کی پہلی تاریخ سے (آخر رمضان تک) نماز فجر سے غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے روزہ داروں کی مغفرت کیلئے دُعا کرتے ہیں۔ (بیہقی)

(۹) اس ماہ میں حق تعالیٰ رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ (طبرانی)

(۱۰) اس مہینہ میں فرض کا ادا کرنا ایسا ہے جیسا دوسرے مہینوں میں بہتر فرضوں کا (بیہقی)

(۱۱) اس مہینہ میں نفل پڑھنا ایسا ہے جیسا دوسرے مہینوں میں فرض پڑھنا۔ (بیہقی)

(۱۲) اس مہینہ کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں جہنم کے قیدیوں کو چھوڑا جاتا ہے۔ (بزار)

(۱۳) اس مہینہ میں عرش اُٹھانے والے فرشتوں سے کہا جاتا ہے کہ اپنی عبادت کو چھوڑ دو بلکہ روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہو۔ (ترغیب)

(۱۴) اس ماہ میں تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اس کے محض ایمان اور طلب ثواب کی غرض سے پڑھنے سے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (نسائی)

(۱۵) یہ مہینہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ رکھنے والوں کی شفاعت کرے گا جو قبول کی جائے گی۔ (بیہقی)

(۱۶) اس ماہ کے آخر میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے جس کا ثواب دو حج اور دو عمروں کی مانند ہے۔ (بیہقی)

(۱۷) اس مہینہ میں ایک رات ہے جس کا نام لیلۃ القدر ہے۔ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ (سورۃ القدر)

(۱۸) اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ (ترغیب)

(۱۹) اس ماہ میں بنی آدم کے ہر عمل کو بڑھایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک نیکی دس گنی

بلکہ سات سو (۷۰۰) گنی تک ہو سکتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۰) اس ماہ کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۲۱) جنت کے آٹھ (۸) دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ کا نام "باب الریان" ہے۔ سوائے روزہ داروں کے اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

(۲۲) اس ماہ کی آخری رات کو سب روزہ داروں کی بخشش کی جاتی ہے۔ (احمد، بزار)

یہ چند خصوصیات بطور نمونہ مشتے از خروارے ذکر کیے ہیں ورنہ ماہ رمضان کے فضائل و برکات اتنے ہیں کہ

میں جو گنانے پہ بھی آؤں تو گنا بھی نہ سکوں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پھر ان میں کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ رمضان کی اخیر رات ہو جاتی ہے اور کوئی ایماندار بندہ ایسا نہیں جو ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے (مراد وہ نماز ہے جو رمضان کے سبب ہو جیسے تراویح) مگر اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے عوض ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت سے بناتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے ان میں سے ہر دروازہ کے متعلق ایک محل سونے کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا پھر جب رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے سبب گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (جو رمضان گزشتہ کے ایسے ہی دن تک (ہوئے ہوں یعنی اس رمضان کی پہلی تاریخ سے پہلے رمضان کی پہلی تاریخ تک) اور ہر روز صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے چھپنے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور یہ جتنی نمازیں رمضان کے مہینے میں پڑھے گا خواہ دن کو خواہ رات کو ہر سجدہ کے عوض ایک درخت ملے گا جس کے سائے میں سوار پانچ سو برس تک چل سکے گا۔ (بیہقی)

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں۔ (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دُعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان

کے لیے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔ (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔" (احمد)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم) کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر شب و روز میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔" (بزار)

ف: بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دُعا مانگنے کی تو کہاں فرصت، خود افطار کی دُعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

ترجمہ: "اے اللہ! تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔"

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ" ترجمہ: (اے اللہ! تیری اس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے) بعض کتب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا منقول ہے: "یَاوَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ" (ترجمہ: اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما) اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں۔ اجابت دُعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لیے دُعا فرماویں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

چشمہ فیض سے گر ایک اشارہ ہوجائے لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہوجائے

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی

افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہ بادلوں سے اوپر اُٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔'' (احمد)

ف: دُرِ منثور میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان میں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرما دیتے تھے کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقل کیا ہوا ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لیے دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جب مسلمان دُعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں اُسے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعا کی یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اُس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اُسی قدر ثواب اُس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔'' ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دُعا مانگی تھی، وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دُعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو تو نے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دی جائے، میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لیے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لیے متعین کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی

تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا بھی پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا۔

"حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں، تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔" (طبرانی)

ف: تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے۔ تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

دوسرا خطبہ

رمضان المبارک کا مبارک تحفہ

مفکر سید اسلام ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

"یایّھا الّذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علَی الّذین من قبلکم لعلکم تتقون."

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

یہ رمضان المبارک چونکہ ہر سال آتا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی ہے ان کے لیے ایک امتحان بھی ہے۔ امتحان یہ کہ جو چیز بار بار آتی ہے اس میں آدمی کے اندر اخلاص پیدا ہونا اور صرف رضائے الٰہی کا طالب ہونا ایک امتحان بن جاتا ہے۔ بہت سے لوگ عادتاً کرتے ہیں تو ان کے اندر عظمت و وقعت پیدا نہیں ہو پاتی اور جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں ان پر یقین نہیں جم پاتا ہے۔ اس لیے کہ بہت سی چیزیں طبعی و فطری ہوتی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

"من صام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفر له ماتقدم من ذنبه"

یہ بڑے سوچنے کی بات ہے اور یہاں سے آپ یہ سیکھ جائیے اور پورے رمضان بھر اس کو ذہن میں محفوظ کیجیے۔ یہ اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی فرما سکتا تھا، دنیا کا بڑے سے بڑا مبصر اور ماہر نفسیات بڑے سے بڑا نبض شناس اور حکیم بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ پر یقین کرتے ہوئے اور اس کو اجر و ثواب کی امید میں تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی پوچھ سکتا ہے کہ آدمی روزہ اور کس کے لیے رکھے گا؟ وہ کھانا چھوڑ دیتا ہے' گرمی میں پانی پینا چھوڑ دیتا ہے اور بہت بڑا خطرہ مول لے لیتا ہے اور سخت مشقت کی زندگی گزارتا ہے تو اجر وثواب ہی کی نیت سے تو کرتا ہے لیکن جو لوگ انسانی نفسیات اور سائیکالوجی اور انسانی کمزوری سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب کوئی کمزوری عمومی طور پر رائج ہوتی ہے تو وہ بے شعوری اور غفلت سے ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کا تقاضا

ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے۔ گرمی کا موسم' سردی کا موسم' بارش کا موسم' ایسے ہی رمضان کا موسم بھی ہوتا ہے۔ اس موسم کا تقاضا یہ ہے کہ روزے رکھے جائیں اور عبادات وطاعات میں اور اضافہ کیا جائے۔ اس موسم سے سبھی متاثر ہوتے ہیں لیکن انہیں اس کا دھیان نہیں رہ پاتا کہ وہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے کھانا پینا چھوڑ رہے ہیں' صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ لوگ کیا کہیں گے' روزہ رکھنے پر لوگ تعریف کریں گے اور نہ رکھنے پر لوگ برائی کریں گے اور تنقید کریں گے۔ بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے تو ضروری چیز اس میں یہ ہے کہ نیت کا استحضار رہے' آدمی اپنے کو ٹٹولے' محاسبہ کرے۔ اُدھر ذہن ہی نہیں جاتا' دھیان ہی نہیں جاتا کہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں' کھانا پینا کیوں چھوڑ رہے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ روزے کے سلسلے میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں اور جو بشارتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں اور اس سلسلے میں جو وعدے مذکور ہیں ایک تو یہی ہے جو اسی آیت کے آخر میں فرمایا "**لعلکم تتقون**" باقی معیشت میں برکت حاصل ہوتی ہے' قلب منور ہوتا ہے' گناہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کتنا اہتمام فرماتے تھے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے کہ ہم کھا پی سکتے ہیں مگر محض اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ سب چھوڑ رہے ہیں۔ ایک ایک لمحہ کا ہم کو ثواب ملتا ہے۔ ہمارا بھوکا رہنا اللہ کو پیارا لگتا ہے' اللہ خوش ہوتا ہے کہ اس بندے نے ہمارے حکم کی تعمیل کی اور محض ہماری خوشی کے لیے وہ بھوکا پیاسا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو بڑی خوشی ہوتی ہے مگر افسوس کہ اکثروں کا اِدھر خیال جاتا ہی نہیں ہے کہ یہ جو روزہ رکھا ہے اس کی کیا عظمت ہے۔ اللہ کا اس پر کیا انعام ہے' اللہ کو اس پر کتنا پیار آتا ہے۔ اُدھر ذہن جاتا ہی نہیں۔ اس میں نیت کو حاضر کرنے کی

ضرورت ہے اس لیے کہ ہر چیز تو اپنے وقت پر ہوتی رہتی ہے اور اپنے موقع پر انجام پاتی ہے، سب شریک ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آدمی کے ذہن میں اس کا اصل مقصد اور نیت بھی ہو، ایک ہوا چلتی ہے، موسم ہوتا ہے جو اپنا اثر چھوڑتا ہے، سب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

لطیفے کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لکھنؤ میں پہلی مرتبہ جب ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا مجھ سے یہ فرمائش کی گئی کہ رمضان قریب آ رہا ہے۔ رمضان کے لیے میں کوئی ٹاک لکھ دوں اور وہ براڈ کاسٹ ہو، ٹاک ہم نے لکھ دی لیکن اس کے بعد ہی فوراً ہمیں کوئٹہ کا ایک سفر پیش ہو گیا اور آگے افغانستان کی سرحد کا ایک دینی ودعوتی ضرورت سے یہ سفر تھا تو جب رمضان کی شب آئی اور جس رات کو چاند ہوا تو ہمارے عزیز بھائی مولوی ابوبکر صاحب حسنی (جو اس وقت یہاں موجود بھی ہیں) انہوں نے وہ مضمون پڑھا ہم چونکہ کوئٹہ میں تھے، وہاں ایک فوجی افسر مسلمان تھے، یہاں ہماری دعوت تھی، مولانا منظور صاحب نعمانی بھی مدعو تھے اور یہ دعوت انہوں نے احتراماً اور تعلق کے اظہار کے لیے کی تھی، اس دعوت میں اور بھی فوجی افسران شامل ہوئے تو ایک فوجی افسر صاحب آئے اور کہنے لگے مولانا آپ کی تقریر لکھنؤ سے ہو رہی تھی ہم نے بھی سنی بڑی اچھی باتیں آپ نے فرمائیں لیکن مولانا صاحب آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مزہ روزہ میں آتا ہے وہ اور کسی چیز میں نہیں آتا، ہم تو روزہ رکھتے ہی اس لیے ہیں کہ افطار میں بڑا مزہ آتا ہے۔

تو آج جب نماز روزہ میں ہمارا یہ حال ہو گیا ہے تو دوسرے امور میں کیسے دھیان رہے گا۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ دین کے سارے ہی اعمال اور امور طبعیہ شادی بیاہ، لین دین، کھانا اور کھلانا کسی سے ملنے جانا، کسی کی مدد کرنا، کسی سے محبت کے ساتھ ملنا، ان سب میں نیت کی ضرورت ہے، نیت تازہ کرے تو وہ عمل عبادت بن جاتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں جیسے سب غیر مسلم کر رہے ہیں، اسی طرح ہم بھی کر رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلم اور غیر مسلم کے عمل میں بالکل کوئی فرق نہیں لیکن ایسا ہوتا ہے کہ نہ وہ کوئی نیت کرتے ہیں اور نہ ہم کوئی نیت کرتے ہیں۔

اس وقت اُمت میں جو بیماری زیادہ پھیلی ہوئی ہے وہ بے نیتی ہے، آج بدنیتی کم ہے بے نیتی زیادہ ہے اور یہ نتیجہ ہے بے شعوری اور غفلت کا۔

بڑے سے بڑے کام بے نیتی سے کر لیتے ہیں اور اب تو اس کا بھی تجربہ ہوا اور مشاہدہ بھی کہ حج بھی قرب الٰہی کی نیت سے نہیں کرتے اور اس کی عظمت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس میں بھی کچھ ملتا ملاتا

ہے شہرت ہوتی ہے کہ فلاں نے دسواں حج کیا فلاں نے پندرہواں حج کیا بعضوں کی زبان سے اس کا اظہار بھی ہوا تو حج میں بھی یہ بات پیدا ہوگئی ہے۔ یہ رمضان کے روزے ہیں اس کے مقابلے میں جو اللہ کے مقبول بندے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ان کا کوئی فعل نیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ آپ چونکہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس کی مناسبت سے عرض کرتا ہوں۔ آپ نے نام سنا ہوگا حضرت سید احمد شہیدؒ کا وہ یہاں پیدا ہوئے ان کے نام سے یہاں مدرسہ ہے اور بالاکوٹ میں وہ شہید ہوئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا جب سے ہوش آیا اور شعور بیدار ہوا اس وقت سے اس وقت تک کوئی روزمرہ کا کام بھی رضائے الٰہی کے بغیر نہیں کیا' استنجاء گیا ہوں تو اس میں رضائے الٰہی کی نیت کی کہ میں پاک ہوں' کسی سے ہنس کر بولا ہوں تو اسی نیت سے' کسی کو ہنسایا ہو تو اسی نیت سے' کھانا کھایا ہو تو اسی نیت سے۔ انہوں نے اتنے وثوق سے فرمایا کہ شعور کے پیدا ہونے کے بعد سے اس وقت تک کوئی عمل رضائے الٰہی کے بغیر نہیں کیا۔ اب ہم اپنے کو ٹٹولیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عمل بھی ہم نے اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو اور یہ کہ آخرت میں ہم کو اس کا ثواب ملے گا اور اللہ راضی ہوگا' عبادات کا یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ عادات بن گئی ہیں' بے شعوری دل و دماغ اور اعصاب پر چھا گئی ہے' بھوک لگی کھانا کھالیا لیکن اس پر جو اللہ کے یہاں اجر کا وعدہ ہے اس کو ذہن میں نہیں رکھا' کوئی عمل جو اللہ کا پسندیدہ ہے اس کا شعور نہیں' کھانا کھلانے پر بھی اجر و ثواب کی نیت نہیں ہوتی اس میں ریاء اور شہرت طلبی ہوتی ہے اور ریاء اور شہرت طلبی بہت بہت بری چیز ہے' ہم سب کو الزام نہیں دے سکتے لیکن یہ بے شعوری کی بات ہے' شعوری کم' بے شعوری زیادہ ہے تو یہ ہنسنا بولنا' کھانا پینا' کھلانا پلانا' آنا جانا' یہ سب شعور اور استحضار نیت سے کرنا چاہیے اور بہت سی چیزیں چھوڑ دینا جو ہم کر سکتے ہیں مگر وہ دین کے خلاف ہیں اس لیے اب نہیں کریں گے تو سب میں رضائے الٰہی کی نیت ہونی چاہیے۔ یہ ایک آسان کام بھی ہے اور وسیع کام بھی ہے' اتنا وسیع کہ اس سے وسیع دوسرا کام مشکل سے ملے گا' کچھ کرنا نہیں' بس اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ہم ان سے ہنس کر صرف اس لیے بول رہے ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے' جب اس شعور کے ساتھ کام ہوتا ہے تو زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے ورنہ نشیب و فراز کی زندگی رہتی ہے کہ نماز تو اللہ کے لیے پڑھیں اور اُدھر کسی سے ملنے چلے گئے تو بس ایسے ہی چلے گئے کسی سے تعلق و محبت ہے تو ایسے ہی ہوگیا' جب یہ شعور ہوتا ہے تو پوری زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔

بس یہاں سے آپ یہ چیز لے کر جائیں کہ جو کام کرنا ہے اللہ کی رضا کے لیے کرنا ہے۔ سب کام میں رضائے الٰہی کی نیت ہونی چاہیے' ہم تھکے ہیں پریشان ہیں' اتنے میں مہمان آ گئے' اب بشاشت سے ان سے ملنا ہے' موڈ نہیں ہو رہا ہے' جی نہیں چاہ رہا ہے لیکن ان کی خاطر تواضع کرنی ہے اس لیے کہ اللہ کی رضا اس میں ہے اس لیے کہ اللہ کو یہ عمل پسند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے' جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو پوری زندگی پر نور کی چادر چھا جاتی ہے اور رحمت الٰہی کا سایہ ہوتا ہے اور اس کا اصل فائدہ قیامت میں معلوم ہوگا۔ جب اللہ کے سامنے جائیں گے تب قدر آئے گی کہ یہ چھوٹا سا عمل آج کتنا بڑا بن کر سامنے ہے کہ فلاں کا کام کر دیا تھا اور فلاں سے ہنس کر بولے تھے۔

یہ تحفہ ہے رمضان المبارک کا پہلا اور عظیم تحفہ ہے۔ بس یہ کہ آپ کی نیت رضائے الٰہی کی ہونی چاہیے۔ یہی اس مبارک مہینہ کا پیغام ہے' آپ کی زندگی کے لیے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

رمضان المبارک کے روزے

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- "ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو قید کر دیئے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جنات اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پس نہیں کھولا جاتا ان میں سے کوئی دروازہ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' پس نہیں بند کیا جاتا ہے ان میں سے کوئی دروازہ اور پکارتا ہے پکارنے والا۔ اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے برائی چاہنے والے رُک جا اور اللہ کے لیے بہت لوگ (بہ برکت ماہ رمضان) آزاد کیے ہوئے ہیں دوزخ سے اور یہ (ندا اور پکار) ہر رات ہوتی ہے۔" (ترمذی' ابن ماجہ' احمد)

حدیث ۲- "اور ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے (اس طرح) کہ ایک نیکی دس گنی ہوتی ہے سات سو گنی تک' فرمایا اللہ تعالیٰ نے مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا' چھوڑتا ہے (روزہ دار) اپنی خواہش کو اور اپنے کھانے پینے کو میری وجہ سے روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے (اس سے یہ خیال نہ کیا جاوے کہ پھر مسواک کرنا اچھا نہ ہوگا کیونکہ مسواک کے بعد بھی وہ بُو جو خلو معدہ کے باعث آتی ہے زائل نہیں ہوتی' مسواک سے تو فقط دانتوں کی بدبُو دُور ہو جاتی ہے) اور روزہ ڈھال ہے (دوزخ سے) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اس کو چاہیے کہ نہ فحش بات کہے اور نہ بیہودہ چلاوے۔ پس اگر کوئی اُس کو برا کہے یا اس سے کوئی جھگڑا کرنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔" (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے: "پس اب (تمہیں اجازت دی جاتی ہے) کہ تم مباشرت کرو ان (بیویوں اور باندیوں) سے اور طلب کرو اس کو جو اللہ نے

تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاری فجر کی ظاہر ہو جاوے (رات کی) سیاہ دھاری سے پھر روزہ کو رات تک پورا کرو۔"

اضافہ: (الف): اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے روزہ رکھ کر بھی بیجا بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی حاجت نہیں ہے (یعنی اس روزہ کو قبول نہیں کرتا)۔ (بخاری)

(ب): نیز ارشاد فرمایا کہ "سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔" (متفق علیہ)

(ج): و نیز ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اُس کو چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیوں کہ وہ برکت کا (سبب ہے) پس اگر نہ پاوے کوئی کھجور کو تو چاہیے کہ پانی پر افطار کرے کیوں کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔" (ترمذی)

(د): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

"یعنی اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے..... یعنی پیاس گئی اور رگیں تر ہوئیں اور اجر ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا۔" (ابوداؤد)

معززین حضرات آج میں آپ حضرات کے سامنے روزہ کے فضائل بیان کروں گا۔

کچھ فضائل تو آپ حضرات خطبہ اور اس کے ترجمہ میں سن چکے ہیں۔

روزہ کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی اُمی نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر نیکی بڑھائی جاتی ہے دس (۱۰) گنا سے سات سو (۷۰۰) گنا تک بجز روزہ کے اس لیے کہ وہ روزہ خاص میرا ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔"

بعض (۱) اہل لطائف نے کہا ہے کہ روزہ نہ چھنے گا اس لیے کہ سرکاری جائیداد ہے اس کو کوئی نہ لے سکے گا۔

(روزہ (۲) کی خصوصیات میں ہے کہ حقوق العباد میں دوسرے کو نہ دیا جائے گا) اور انا اجزی بہ میں ایک بصیغہ مجہول بھی مشہور ہے اس کے معنی مشہور یہ ہیں کہ روزہ میرا ہے اور اس کے بدلہ میں دیا جاؤں گا یعنی اس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اس کو ملوں گا اور یہ مضمون گو فی نفسہ صحیح ہو کہ حق تعالیٰ اس کے بدلہ میں مل جائیں گے۔ (سبحان اللہ کتنی بڑی فضیلت ہے) یعنی رویت خداوندی نصیب ہو گی۔

اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی وجہ (۱) بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہمارے عادات کے موافق معاملہ فرماتے ہیں جیسا کہ دنیا میں سلاطین کا یہ قاعدہ ہے کہ انعام اور خاص خلعت وہ اپنے ہاتھ سے دیا کرتے ہیں چوں کہ روزہ کا ثواب غیر متناہی اور عظیم الشان ہے اس کا ثواب حق تعالیٰ خود دیں گے اور دیگر اعمال کا ثواب ملائکہ کے واسطہ سے ملے گا۔

اس حدیث (۲) میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک عمل ایسا بھی ہے جس کا اجر ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔ اس کے تضاعف اجر کی کوئی حد ہی نہیں اور وہ عمل صوم ہے۔

فَاِنَّہٗ لِیْ (۳) میں اس فضیلت خاص کا منشا بتلایا گیا کہ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات بہ اعتبار صفات و کمالات غیر محدود ہے تو جو چیز خاص ان کی ہوگی وہ بھی غیر محدود ہی ہوگی۔ رہی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے خاص روزہ کو اپنا کیوں فرمایا:

عبادات نماز، زکوٰۃ، حج سب انہی کے لیے ہے تو اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں ریاء نہیں ہوسکتا کیونکہ جو شخص چھپ کر ضرور کھا پی لے گا پھر روزہ کہاں ہوا۔ اب جو شخص چھپ کر بھی کھاتا پیتا نہیں وہ واقعی خدا ہی کے لیے ترک طعام و شراب کرتا ہے۔ غرض اس میں ریاء نہیں ہوسکتا۔

قیامت کے روز جن خوش قسمتوں کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا ان سے ارشاد ہوگا:

"کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ"

یعنی حکم ہوگا کہ کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ جو تم نے ایام گزشتہ یعنی زمانہ قیام دنیا میں کیے تھے۔ فتح تفسیر میں مجاہد و کلبی سے منسوب کیا ہے انہوں نے کہا کہ ایام خالیہ سے مراد روزے کے دن ہیں۔ (یعنی وہ ایام جو طعام و شراب سے خالی تھے یعنی ایام صیام) لہٰذا کھانا پینا جنت میں دنیا میں کھانے پینے سے رُکنے کا بدل ہوجائے گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعا

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ خطبہ پڑھنے کے لیے جارہے تھے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے ایک درجہ پر قدم رکھا، فرمایا آمین، پھر دوسرے درجہ پر فرمایا آمین، پھر تیسرے درجہ پر تشریف فرما کر فرمایا آمین، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حیرت ہوئی کہ آپ یہ آمین تین مرتبہ کیوں فرمارہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے

جب میں نے منبر کے ایک درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ”رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ“ ”یعنی اس شخص کی ناک رگڑ جائے اور وہ ذلیل وخوار ہو جائے جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ دوسرے درجہ پر میں نے پیر رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا ”رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اِنْسَلَخَ رَمَضَانُ وَلَمْ یُغْفَرْلَہٗ“ ”یعنی وہ شخص بھی ذلیل وخوار ہو جائے جس نے ماہ رمضان کو پایا اور سارا رمضان شریف گزر گیا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کرائی۔ تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا ”رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ وَالِدَہٗ اَوْ اَحَدُھُمَا الْکِبَرُ عِنْدَہٗ وَلَمْ یُدْخِلِ الْجَنَّۃَ“ (یعنی وہ شخص بھی ذلیل ہو جائے جس کے والدین یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو گیا ہو اور وہ اس کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔ (آمین)

شاید بعض لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کی بنا پر اشکال ہو۔

”اے اللہ! میں بشر ہی ہوں، غصہ کرتا ہوں جیسے بندہ غصہ کرتے ہیں پس جس بندہ کو میں تکلیف پہنچاؤں یا اس کو برا کہوں یا اس پر لعنت کروں تو اس کو زکوٰۃ اور رحمت اور قربت اس کے لیے کر دیجئے تا کہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرے۔“

(اس دعا پر اشکال ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا قبول نہ ہو) جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ میری بددعا کو دعا بنا دیا جائے وہ خاص ہے اس بددعا کے ساتھ جو بطور بشریت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل جائے تو ظاہر ہے کہ بشریت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے جو دعا نکلے گی وہ بغیر قصد اور ارادہ کے صادر ہوگی اور جس بددعا کو حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین فرمائی۔

اس میں یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ بشریت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہوگی۔

پس یہ معمولی بددعا نہیں اس سے بہت ڈرنا چاہیے۔

صاحبو! فکر کر لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بددعا کرنا خالی نہیں جاسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ حالت ہے:

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت بگوے گویم

غور کرو پھر اس شخص کا ٹھکانہ کہاں ہوگا جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوس رہے ہیں۔

چوں خدا از خود سوال و گد کند پس دُعائے خویشتن چوں رد کند

جب حق سبحانہ وتعالیٰ خود دُعا اور درخواست کرنے کی فہمائش کریں تو پھر اپنی دُعا کو کس طرح رد فرما سکتے ہیں۔

روزے رکھنا خاص کر فرض روزے رمضان کے اور واجب روزے رکھنا' روزہ بھی مثل نماز وزکوٰۃ کے اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا ایک لازمی حکم ہے۔ چنانچہ

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے اور

(۲) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الخ علاوہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کے اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں جو شخص انمیں سے تین ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گے یعنی نماز' زکوٰۃ' رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج (احمد)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وزکوٰۃ وحج سب کرتا ہو مگر روزہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ روزے میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی عبادت میں نہیں' وہ یہ ہے کہ چونکہ روزہ ہونے یا نہ ہونے کی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو خبر نہیں ہو سکتی اس لیے روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت یا اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا اور اگر فی الحال کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربے سے ثابت ہے کہ محبت وعظمت کے کام کرنے سے محبت وعظمت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں خدا کا خوف اور محبت ہوگی وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا تو روزہ رکھنے میں دین کی مضبوطی کی خاصیت ثابت ہوگئی۔ اگلی دو حدیثوں میں اسی بات کو اس طرح فرمایا ہے:

(۴) ایک اور روایت میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "روزہ دار اپنا کھانا' اپنا پینا اپنی نفسانی خواہش (جو بی بی کے متعلق ہے) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔" (بخاری)

اور اس حدیث کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں آئی ہے:

(۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا کہ وہ کھانا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور پینا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی لذت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی بی بی کو میرے لیے چھوڑ دیتا ہے (یعنی اپنی خواہش اس سے پوری نہیں کرتا)۔ (ابن خزیمہ)

ف: ان حدیثوں سے اوپر والی بات ثابت ہوگئی اور اسی لیے روزے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چیز فرمایا جیسا نمبر ۳ میں گزرا اور اسی خصوصیت مذکورہ کے سبب روزے کو اگلی حدیث میں بڑی

تاکید سے سب عملوں میں بینظیر فرمایا۔

چنانچہ (٦) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے۔ فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں، میں نے (دوبارہ) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے! فرمایا روزہ کو لو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں۔ میں نے (تیسری بار) پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے! فرمایا روزہ کو لو! کیونکہ کوئی عمل اس کی مثل نہیں۔ (نسائی وابن خزیمہ)

ف: یعنی بعض خصوصیتوں میں بے مثل ہے۔ مثلاً خصوصیت مذکورہ میں اور روزے میں جو حق تعالیٰ کی محبت اور خوف کی خاصیت ہے روزہ دار اگر اس کا خیال رکھے تو ضرور گناہوں سے بچے گا کیونکہ گناہ محبت اور خوف کی کمی ہی سے ہوتا ہے اور جب گناہوں سے بچے گا تو دوزخ سے بھی بچے گا۔ اگلی حدیث کا یہی مطلب ہے۔

(۷) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے (بچانے کے لیے) (احمد وبیہقی) اور جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں اسی طرح بہت سی ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ زیادہ تر یہ بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں، روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آویں گی۔ (اگلی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے)

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

ف: یعنی جس طرح زکوٰۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل یعنی مادہ فاسدہ جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے دور ہو جاتا ہے اور اگلی حدیث میں یہ مضمون بالکل صاف آیا ہے۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے (طبرانی) اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ:

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں (نصیب) ہوتی ہیں۔ ایک تو جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ کھولتا ہے تو اپنے افطار پر خوش ہوتا ہے، چنانچہ ظاہر ہے) اور جب اپنے

پروردگار سے ملے گا (اس وقت) اپنے روزے پر خوش ہوگا۔ (بخاری)

آیت: ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ایک لمبی آیت میں) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (اخیر میں ارشاد فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب تیار کیا ہے۔ (احزاب)

(۱۱): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لمبی حدیث میں) فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو فاقہ سے پیدا ہوجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (بخاری)

ف: اس بدبو کا اصلی سبب چونکہ معدہ ہے اس لیے یہ مسواک سے بھی نہیں جاتی، ہاں کچھ کم ہوجاتی ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لمبی حدیث جس میں اعمال کے ثواب کی مختلف مقداریں آئی ہیں) ارشاد فرمایا کہ روزہ خاص اللہ ہی کے لیے ہے، اس پر عمل کرنے والے کا ثواب (غیر محدود ہے اس کو) کوئی شخص نہیں جانتا۔ بجز اللہ کے (طبرانی فی الاوسط وبیہقی)

(۱۳) ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔'' (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

ایک حدیث میں فرمایا گیا ماہ رمضان المبارک میں ہر روز افطاری کے وقت دس لاکھ افراد کے جہنم کی آزادی سے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ جمعہ کی افطاری میں ہفتہ کی مجموعی تعداد کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے اور رمضان المبارک کی آخری افطاری میں پورے رمضان میں آزاد ہونے والوں کی تعداد کے مساوی جہنم سے آزادی کے پروانے دیئے جاتے ہیں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو پابندی سے روزے رکھنے اور دیگر رمضان سے متعلق عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے فضل و کرم سے قبول فرمالیں۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمّد وّعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین، وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین○

چوتھا خطبہ

دوروزے

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد

روزہ معمولی نعمت نہیں

میرے بھائیو! سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لیے توفیق الٰہی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ معمولی نعمت نہیں ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر وثواب کی لالچ میں تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور یہ بظاہر آخری جمعہ ہے، اس کے بعد جو روزے باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت ونعمت بھی عطا فرمائے، ہماری اور آپ کی عاجزانہ دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں لیکن وہ نئی بات نہیں ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ماخوذ ہے اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لیے نئی ہوگی اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ ہو جاتا ہے وہ یہ کہ "روزے دو طرح کے ہیں، ایک چھوٹا روزہ اور ایک بڑا روزہ"

چھوٹے روزے کی تحقیر نہیں بلکہ صرف زمانی اور وقتی لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ چھوٹا روزہ کتنا ہی بڑا ہو، ۱۳، ۱۴ گھنٹہ کا روزہ ہوگا، بعض ملکوں میں جہاں دن اس زمانہ میں بڑا ہوتا ہے اس سے کچھ زیادہ یہ وہ روزہ ہے جو بلوغ پر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے وہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک قائم رہتا ہے، اس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے کچھ شرعی احکام ہیں جو آپ کو معلوم ہیں، آپ جانتے ہیں کہ روزہ میں آدمی کھا پی نہیں سکتا اور ان تعلقات ومعاملات کا لطف نہیں

حاصل کرسکتا جن کی اور دنوں میں اجازت ہے یہ روزہ ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا ہو اس میں محدود پابندیاں ہیں، رمضان کے اس روزے سے لوگ واقف اور اس کے قوانین واحکام پر عامل ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ اس روزے کے علاوہ اور کونسا روزہ ہے جو اپنے وقت اور رقبہ میں اس سے بڑا ہے، گرمی کے روزے اور بڑے ہوتے ہیں اور اس روزے کے علاوہ اور کونسا بڑا روزہ ہوگا، کیا شش عید روزہ بتانے والا ہوں، یا پندرہویں شعبان کا؟ کونسا روزہ بتانے والا ہوں۔

اسلام خود ایک روزہ ہے

بڑا روزہ ہے اسلام کا روزہ، اسلام خود ایک روزہ ہے اور یہ سب روزے اور عیدین بھی بلکہ روزہ، نماز یہاں تک جنت بھی جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا وہ سب اس کے طفیل ہی ہے۔

اصل بڑا روزہ اسلام کا روزہ ہے وہ کب ختم ہوتا ہے، کب شروع ہوتا ہے، یہ بھی سن لیجئے۔

جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے اس پر بلوغ کے بعد ہی یہ طویل و مسلسل روزہ فرض ہو جاتا ہے اور جو اسلام لائے، کلمہ پڑھے یہ روزہ اس پر اسلام قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔

اور یہ روزہ کب ختم ہوگا، یہ بھی سن لیجئے۔ رمضان کا روزہ نفلی روزہ تو غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتاب عمر کے غروب ہونے پر ختم ہوتا ہے۔

رمضان کا روزہ و نفلی روزہ کا افطار کیا ہے؟ آپ عمدہ سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کرسکتے ہیں اور زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آجائے گا اور شوق پیدا ہو جائے گا اس لیے میں ان کا نام نہیں لیتا، وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلتا ہے اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روزہ کس سے کھلے گا؟ حضرت محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین شفیع المذنبین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے جام طہور، جام کوثر سے کھلے گا۔ اگر وہ روزہ پکا ہے اور اگر اس روزے کے آپ نے شرائط پوری کردیئے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے گئے ہماری روح اس حال میں نکلی کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ رہے تھے اور ہمارے دل میں نور ایمان تھا ہمارے دماغ میں اللہ سے ملاقات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا، تو وہ روزہ اس وقت ختم ہوتا ہے، اس کا افطار کیا ہے؟ اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ ہے جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دے دے اور اللہ کے

بندوں نے جان دی ہے‘اللہ کے سینکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو‘اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے‘ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں‘راضی ہوں‘جہاد کے واقعات‘غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھیے‘لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں بلکہ ایسا شوق تھا کہ ایک بچہ احد کی جنگ کے موقع پر آیا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ابھی تم چھوٹے ہو‘اس نے کہا نہیں چھوٹا نہیں‘میں لڑسکتا ہوں اس نے بڑی خوشامد کی‘کسی نے سفارش بھی کی تو آپ نے اجازت دے دی۔ دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے‘کہنے لگے آپ نے انہیں اجازت دی تھی‘مجھے بھی اجازت دے دیجیے‘آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ابھی بچے ہو‘اس نے عرض کیا کہ آپ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجیے‘میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجیے‘یہ بچوں کا شوق تھا‘کشتی ہوئی‘اس نے واقعی پچھاڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ شہید بھی ہوئے اور ابوجہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ ہمیں ابوجہل کو دکھائیے‘ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے‘میں یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں‘ابوجہل کے بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں‘سب روزہ دار کھانے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہیں لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے‘اس بڑے روزہ کی برکت سے ملا ہے۔ یوں سمجھئے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی نہ روزہ ہوتا اور دیکھ لیجئے جہاں اسلام نہیں وہاں نہ نماز ہے نہ روزہ‘نہ کلمہ ہے نہ اللہ پر یقین ہے نہ اس کے واحد ہونے کا یقین ہے‘نہ حشر کا‘نہ روز قیامت کا‘نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے‘کا یہ سب دولت ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے ہم گنا بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو ملی ہیں‘یہ سب اسلام کے طفیل میں ملی ہے‘عزت ملی ہے‘طاقت ملی ہے‘روحانیت ملی ہے اور مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملے گی۔ اس کا پوچھنا ہی کیا‘نہ کسی آنکھ نے دیکھا‘نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا تو اس (طویل و مسلسل) روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں معلوم نہیں پھر کبھی

ہماری آپ کی ملاقات ہو یا نہ ہو اور ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ملے یا نہ ملے' بڑے کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس روزہ (رمضان کے روزہ یا نفلی) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں تب ان کی قضا ہوگی لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں منع ہیں۔ اس میں شرک منع ہے' سب سے بدتر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**ان الله لا يغفر أن يشرک به ويغفر مادون ذالک لمن يشاء**" قرآن میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا باقی جس کو چاہے گا معاف کردے گا۔

شرک کیا ہے؟ آپ سن لیجئے۔ اس کو سب برا سمجھتے ہیں آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے عقیدہ یہ جو ہے کہ یہ خیال کرے کہ کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے: "**الا له الخلق والامر**" اسی کا کام ہے پیدا کرنا' اسی کا کام ہے چلانا' اس کو مانتے ہیں کہ خالق ارض وسموات اور کائنات چلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن چلانے کے بارے میں بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور سے جذب نہیں ہوتی ہے اس نے اپنی جگہ نہیں بنائی ہے۔ وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ نے بنایا "کن فیکون" کہہ دیا بس بن گئی لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں شریک ہیں جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کردے کوئی بات کسی کے ذمہ کردے' بھائی تم خیرات بانٹا کرو' تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا' غلہ پہنچادو' کچھ پہنچادو جس کی ضرورت ہو کوئی بیمار ہو اس کو شفا دے دو' کسی کے اولاد نہیں ہے اس کو اولاد عطا کرو' کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہے اس کی خلاصی کردو' کسی کا مقدمہ جتادو' وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانہ کردیئے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی' ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا لے لے گا۔

لیکن ایسا نہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا ہی کام ہے پیدا کرنا اور میرا ہی کام ہے چلانا اور حکم دینا "**الا له الخلق والامر**"

یہ دنیا تاج محل نہیں

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہان بنا کر چلے گئے اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھونچا لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے ان کے بس میں کچھ نہیں اور شاہجہان کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمران ہو۔

لیکن وہ کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے وہی خلاق کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے اور وہی حکمراں، سیاہ سپید کرنے والا، جلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا "**انما أمره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن فيكون**" اولاد دینا، روزی دینا، قسمت اچھی بری کرنا، ہرانا، جتانا اور کسی کو عزت دینا، کسی آئی ہوئی بلا کو ٹال دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ سے ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، پوری باگ دوڑ عنان حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہیے، اولاد وہی دے سکتا ہے روزی وہی دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اسی کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے نہ کسی قطب کے قبضہ میں ہے، نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے۔ ایک بات یہاں سے یہ لے کر جائیے اور یہ وہ جگہ ہے (دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی دعوت توحید و جہاد کا سب سے پہلے مرکز بنی اور وہیں سے سارے ہندوستان میں یہ دعوت پھیلی) جہاں خاص طور پر اس چیز کی دعوت دی گئی اور پورے ہندوستان میں پہنچی۔ پہلے عقیدہ توحید کو جانچئے کہ آپ اللہ ہی کو مسبب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق ورازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ ہے اور اس کے بعد دوسری بات قیامت کا یقین و آخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین، محبوب العالمین ماننا اور یہ ماننا کہ شریعت انہی کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی اور آخرت میں کام آئے گی، قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے اور واجب القتل ہے، شریعت شریعت محمدی ہے اور وہی قیامت تک چلے گی اور ہر جگہ چلے گی اور اس پر جو چلے گا وہی فلاح یاب ہوگا اور سرخرو ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خدا ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" یہ مرتبہ اور کسی بزرگ ولی کیا چیز کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا یہ مرتبہ خدا نے آپ کے لیے رکھا تھا ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو عقیدہ بھی ہو محبت بھی اور شفاعت کا شوق بھی ہو اور اہتمام کے ساتھ ساتھ یہ کہ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو کہ آپ پوچھیں آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتائے اور اہل علم وفضل کے پاس جائیے لیکن افسوس ہے کہ مسلمان میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے۔ شادی بیاہ کس طرح پر ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا کیا طریقہ کار تھا' خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی شریعت وسنت کے مطابق ہونا چاہیے' ماتم گانا' بجانا' یہ تزک واحتشام' دھوم دھام اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا' چاہے سود لے کر اور زمینیں بیچ کر' رشوت لے کر ہو' بس جس سے نام ہو ہماری حیثیت عرفی بلند ہو' لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک کہ گردن شرم سے جھک جائے' کیسی بری بات ہے یہ سب شریعت کے خلاف ہے' اللہ کو ناپسند ہے' سب میں ہم پابند ہیں' نہیں شریعت کے' صرف نماز وروزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں' ہر چیز میں ہمارے لیے نمونہ اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"

"(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو' خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔"

اپنی زندگی پر شریعت نافذ کیجئے

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ سمجھیں کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے' پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے' پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہیے' یہ نہیں کہ بس نماز وروزہ شریعت کے مطابق ہوں اس کے لیے مسئلہ پوچھیں اور نکاح وطلاق تجارت اور کاروبار میں آزاد ہیں' لاٹری بھی چل رہی ہے جوا بھی چل رہا ہے ٹیلی ویژن بھی دن رات چل رہا ہے (جو لہو الحدیث کی بہتر تشریح ہے) اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے' نمود ونمائش بھی جاری ہے' ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے تو آپ یہ سمجھ کر جائیں کہ یہ روزہ تو ان شاء اللہ اب ۵۔۶ دن باقی ہیں اگلے جمعہ کو شاید عید ہو جائے یا اس کے بعد ہو، اگر ۳۰ کا رمضان ہوا، اس کے بعد ہم آزاد ہیں ہرگز نہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا، وہ روزہ ابھی بھی ہے بلکہ وہ اس روزہ پر بھی سایہ فگن ہے اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے، جو آپ رکھ رہے ہیں وہ روزہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سب سے بڑی چیز اور تمنا کرنے کی ہے بلکہ جس کے لیے جان کی بازی لگا دینا اور جس کے لیے جان فدا کر دینا جسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ ہے، ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب گزر جائے گی، بس خاتمہ ایمان پر فرمائے، اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر تھی ان کے حالات پڑھیے جن کا نام لینے سے ایمان تازہ ہوتا ہے ان کو یہ فکر ہوتی تھی بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے کہ خاتمہ بخیر ہو، سب کے دل سے یہ لگی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا، اور ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ یہاں سے رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہوگئی اب ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں ہرگز ایسا نہیں، آپ آزاد بالکل نہیں ہیں، آپ کے گلے میں اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے، آپ کی تختی آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روزہ کا حساب ہوگا اور اس روزہ کا بھی حساب وکتاب ہوگا۔ ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**" میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے کہ ایسا کرو اور وہ کرنا چاہے، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعویٰ کرنے والا کہے، کچھ ہونے کو نہیں جو چیز حرام ہے قیامت تک حرام رہے گی، دنیا میں کسی کو اجازت یہ نہیں اور نہ اس کے لیے مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے، شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی، وہ چیزیں جو حرام ہیں، حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کر کے جائیے کہ اگر کسی کی جائیداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں ہے تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس جائیداد کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوگا،

آپ اللہ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائیداد‘ اپنا تر کہ یہ تمہیں مبارک ہو‘ اب ہم نے توبہ کی ہے تم جھوٹ بولنا‘ جھوٹی گواہی دینا‘ دل آزاری کرنا‘ گالی بکنا‘ ناجائز‘ حرام ذرائع آمدنی‘ رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں حرام ہیں اور قیامت تک ناجائز ہی رہیں گی۔ اسی طرح سود ہے کہ بعض لوگ اس دور پرفتن میں اس کے جواز کی شکلیں نکال رہے ہیں‘ کس قدر افسوسناک بات ہے جس چیز کو شریعت ودین نے حرام قرار دے دیا‘ قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجئے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر اس کا افطار ہو۔ شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے کبار مشائخ میں تھے۔ نواب میر خان نے جوان کے مرید تھے‘ ارادہ کیا‘ جب انہوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانچ پانچ سو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں‘ کوئی آمدنی نہیں‘ کوئی جائیداد نہیں تو انہوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنی چاہی اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں‘ فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا‘ اب میرا آفتاب عمر ڈوبنے کے قریب ہے‘ اب کوئی جتنا کہے کہ یہ چیزیں لے لو‘ یہ دوا کھالو‘ میں روزہ نہیں کھولوں گا کہ تمام دن روزہ رکھا اور اب جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑ دوں۔

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے‘ ساری عمر کا روزہ ہے‘ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا جو چیزیں حرام ہیں‘ حرام ہیں‘ غلط ہیں‘ عقیدہ خالص ہونا چاہیے‘ سمجھ لیجئے نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے‘ نہ اولاد دے سکتا ہے نہ نوکری دلا سکتا ہے کہ آپ کسی اور سے مانگیں جو کچھ مانگنا ہو‘ اسی سے مانگیں جو سمیع ومجیب ہے‘ وہ فرماتا ہے:

”واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبو الی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون.“

”خدا تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں‘ جب وہ دعا کرے۔“

بس آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے کر جایئے‘ خوش ہویئے‘ اللہ کا شکر ادا کیجئے۔ یہ روزہ تو ختم ہو رہا ہے‘ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رمضان نصیب کرے مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں‘ صحت کا اعتبار نہیں‘ ہاں وہ مسلسل وطویل روزہ رہے گا‘ وہ روزہ مبارک ہو‘ اس روزہ کا

خیال رکھئے وہ روزہ نہ توڑیئے گا' وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ گیا' سب کچھ بگڑ گیا۔ بس یہی دو روزے ہیں' ایک روزہ ہے قریب المیعاد وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے۔ ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا اور مسلمان کے لیے جب سے وہ بالغ ہوا' اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اور روح ہے اس وقت تک باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقرار رکھیں اور اس روزے پر جئیں اور مریں۔

ربِ توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین.

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

رمضان کیسے گزاریں؟

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ. هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ٥ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ٥ (سورۃ البقرہ:۱۸۵)

رمضان، ایک عظیم نعمت

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ جل شانہ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر کیسے جان سکتے ہیں کیونکہ ہم لوگ دن رات اپنے دنیاوی کاروبار میں اُلجھے ہوئے ہیں اور صبح سے شام تک دنیا ہی کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں اور مادیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ رمضان کیا چیز ہے؟ اللہ جل شانہ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ جل شانہ کی طرف سے انوار و برکات کا جو سیلاب آتا ہے اس کو پہچانتے ہیں، ایسے حضرات کو اس مہینے کی قدر ہوتی ہے۔ آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ﴾ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجئے۔ یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجئے کہ ہمیں اپنی عمر میں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ پہلے رمضان کا انتظار اور اشتیاق شروع ہو گیا اور اس کے حاصل ہو جانے کی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینہ نصیب فرما دے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔

عمر میں اضافے کی دعا

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی عمر میں اضافے کی دعا کرے کہ میری عمر میں اضافہ ہو جائے تا کہ اس عمر کو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق صحیح استعمال کرسکوں اور پھر وہ آخرت میں کام آئے تو عمر کے اضافے کی یہ دعا کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ دعا مانگنی چاہیے کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ فرما دیں کہ میں اس میں آپ کی رضا کے مطابق کام کرسکوں اور جس وقت میں آپ کی بارگاہ میں پہنچوں تو اس وقت آپ کی رضا کا مستوجب بن جاؤں لیکن جو لوگ اس قسم کی دعا مانگتے ہیں کہ "یا اللہ! اب تو اس دنیا سے اٹھا ہی لے" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور موت کی تمنا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارے تم تو یہ سوچ کر موت کی دعا کر رہے ہو کہ یہاں (دنیا میں) حالات خراب ہیں جب وہاں چلے جائیں گے تو وہاں اللہ تعالیٰ کے پاس سکون مل جائے گا۔ ارے یہ تو جائزہ لو کہ تم نے وہاں کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کیا معلوم کہ اگر اس وقت موت آجائے تو خدا جانے کیا حالات پیش آئیں اس لیے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے عمر مقرر کر رکھی ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْراً لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْراً لِیْ" (مسند احمد)

اے اللہ! جب تک میرے حق میں زندگی فائدہ مند ہے اس وقت تک مجھے زندگی عطا فرما اور جب میرے حق میں موت فائدہ مند ہو جائے، اے اللہ! مجھے موت عطا فرما۔ لہٰذا یہ دعا کرنا کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ کر دیجئے کہ آپ کی رضا کے مطابق اس میں کام کرنے کی توفیق ہو جائے، یہ دعا کرنا درست ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اس دعا سے مستفاد ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔

رمضان کا انتظار کیوں؟

اب سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اشتیاق اور انتظار کیوں ہو رہا ہے کہ

رمضان المبارک کا مہینہ آ جائے اور ہمیں مل جائے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو اپنا مہینہ بنایا ہے ہم لوگ چونکہ ظاہر بین قسم کے لوگ ہیں اس لیے ظاہری طور پر یہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ روزوں کا مہینہ ہے اس میں روزے رکھے جائیں گے اور تراویح پڑھی جائے گی اور بس۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ روزے ہوں یا تراویح ہوں یا رمضان المبارک کی کوئی اور عبادت ہو یہ سب عبادات ایک اور بڑی چیز کی علامت ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنا مہینہ بنایا ہے تا کہ وہ لوگ جو گیارہ مہینے تک مال کی دوڑ دھوپ میں لگے رہے اور ہم سے دور رہے اور اپنے دنیوی کاروبار میں الجھے رہے اور خواب غفلت میں مبتلا رہے ہم ان لوگوں کو ایک مہینہ اپنے قرب کا عطا فرماتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ تم ہم سے بہت دور چلے گئے تھے اور دنیا کے کام دھندوں میں اُلجھ گئے تھے، تمہاری سوچ، تمہاری فکر، تمہارا خیال، تمہارے اعمال، تمہارے افعال، یہ سب دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے تھے اب ہم تمہیں ایک مہینہ عطا کرتے ہیں اس مہینے میں تم ہمارے پاس آ جاؤ اور اس کو ٹھیک ٹھیک گزار لو تو تمہیں ہمارا قرب حاصل ہو جائے گا کیونکہ یہ ہمارے قرب کا مہینہ ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد

دیکھئے! انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" (الذاریات)

یعنی میں نے جنات اور انسان کو صرف ایک کام کے لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کا اصل مقصد زندگی اور اس کے دنیا میں آنے اور دنیا میں رہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ جل شانہ کی عبادت کرے۔

کیا فرشتے عبادت کے لیے کافی نہیں تھے؟

اب اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس مقصد کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پہلے ہی پیدا فرما دیا تھا اب اس مقصد کے لیے دوسری مخلوق یعنی انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے اگرچہ عبادت کے لیے پیدا کیے گئے تھے لیکن وہ اس طرح پیدا کیے گئے تھے کہ خلقتاً عبادت

کرنے پر مجبور تھے اس لیے کہ ان کی فطرت میں صرف عبادت کا مادہ رکھا گیا تھا' عبادت کے علاوہ گناہ اور معصیت اور نافرمانی کا مادہ رکھا ہی نہیں گیا تھا لیکن حضرت انسان اس طرح پیدا کیے گئے کہ ان کے اندر نافرمانی کا مادہ بھی رکھا گیا' گناہ کا مادہ بھی رکھا گیا اور پھر حکم دیا گیا کہ عبادت کرو۔ اس لیے فرشتوں کے لیے عبادت کرنا آسان تھا لیکن انسان کے اندر خواہشات ہیں' جذبات ہیں' محرکات ہیں اور ضروریات ہیں اور گناہوں کے دواعی ہیں اور پھر حکم یہ دیا گیا کہ گناہوں کے ان دواعی سے بچتے ہوئے اور ان جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے اور گناہوں کی خواہشات کو کچلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

انسان کا امتحان لینا ہے

انسان کو اس عبادت کے لیے اس لیے پیدا فرمایا تا کہ یہ دیکھیں کہ یہ انسان جس کے اندر ہم نے مختلف قسم کے داعیے اور خواہشات رکھی ہیں ہم نے اس کے اندر گناہوں کے جذبات اور ان کا شوق رکھا ہے' ان تمام چیزوں کے باوجود یہ انسان ہماری طرف آتا ہے اور ہمیں یاد کرتا ہے یا یہ گناہوں کے داعیے کی طرف جاتا ہے اور ان جذبات کو اپنے اوپر غالب کر لیتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا۔

یہ حکم بھی ظلم نہ ہوتا

جب یہ بات سامنے آ گئی کہ انسان کا مقصود زندگی عبادت ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ حکم دیتے کہ چونکہ تم دنیا کے اندر عبادت کے لیے آئے ہو اور تمہاری زندگی کا مقصد بھی عبادت ہے تو اب صبح سے شام تک تمہارا اور کوئی کام نہیں بس ایک ہی کام ہے اور وہ یہ کہ تم ہمارے سامنے ہر وقت سجدے میں پڑے رہو اور ہمارا ذکر کرتے رہو اور جہاں تک ضروریات زندگی کا تعلق ہے تو چلو ہم تمہیں اتنی مہلت دیتے ہیں کہ درمیان میں اتنا وقفہ کرنے کی اجازت ہے کہ تم درمیان میں دو پہر کا کھانا اور شام کا کھانا کھا لیا کرو تا کہ تم زندہ رہ سکو لیکن باقی سارا وقت ہمارے سامنے سجدہ میں رہتے ہوئے گزار دو۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حکم جاری کر دیتے تو کیا ہم پر کوئی ظلم ہوتا؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ ہمیں پیدا ہی اسی کام کے لیے کیا گیا ہے۔

ہم اور آپ بکے ہوئے مال ہیں

لہٰذا ایک طرف تو عبادت کے مقصد سے پیدا فرمایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا:

"اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ" (التوبۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانیں اور تمہارا مال خرید لیا ہے اور اس کی قیمت جنت لگادی ہے۔ لہٰذا ہم اور آپ تو بکے ہوئے مال ہیں، ہماری جان بھی بکی ہوئی ہے اور ہمارا مال بھی بکا ہوا ہے۔ اب اگر ان کو خریدنے والا جس نے ان کی اتنی بڑی قیمت لگائی ہے یعنی جنت جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے وہ خریدار اگر یہ کہہ دے کہ تمہیں صرف اپنی جان بچانے کی حد تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور کسی کام کی اجازت نہیں ہے۔ بس ہمارے سامنے سجدے میں پڑے رہو تو اسے یہ حکم دینے کا حق تھا ہم پر کوئی ظلم نہیں ہوتا لیکن یہ عجیب خریدار ہے جس نے ہماری جان اور مال کو خرید لیا اور اس کی اتنی بڑی قیمت بھی لگادی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری جان بھی خرید لی اور اب تمہیں ہی واپس کر دیتے ہیں تم ہی اپنی جان سے فائدہ اٹھاؤ اور ساری زندگی اس سے کام لیتے رہو، کھاؤ، کماؤ، تجارت کرو، ملازمت کرو اور دنیا کی دوسری جائز خواہشات پوری کرو، سب کی تمہیں اجازت ہے، بس اتنی بات ہے کہ پانچ وقت ہمارے دربار میں آجایا کرو اور تھوڑی سی پابندی لگاتے ہیں کہ یہ کام اس طرح کرو اور اس طرح نہ کرو۔ بس ان کاموں کی پابندی کرلو باقی تمہیں کھلی چھوٹ ہے۔

انسان اپنا مقصد زندگی بھول گیا

اب جب اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو اس کی جان اور اس کا مال واپس دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ تمہارے لیے تجارت بھی جائز، ملازمت بھی جائز، زراعت بھی جائز، جب سب چیزیں جائز کر دیں تو اب اس کے بعد جب یہ حضرت انسان تجارت کرنے کے لیے اور ملازمت کرنے کے لیے، زراعت کرنے اور کھانے کمانے کے لیے نکلے تو وہ یہ بھول گئے کہ ہم اس دنیا میں کیوں بھیجے گئے تھے؟ اور ہمارا مقصد زندگی کیا تھا؟ کس نے ہمیں خریدا تھا؟ اور اس خریداری کا کیا مقصد تھا؟ اس نے ہم پر کیا پابندیاں لگائی تھیں؟ اور کیا احکام ہمیں دیئے تھے؟ یہ سب باتیں تو بھول گئے اور اب خوب تجارت ہو رہی ہے، خوب پیسہ کمایا جا رہا ہے اور آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور اسی کی فکر ہے اور اسی میں دن رات لگا ہوا ہے اور اگر کسی کو نماز کی فکر ہوئی بھی تو حواس باختہ حالت میں مسجد میں حاضر ہو گیا، اب دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے اور جلدی جلدی جیسی تیسی نماز ادا کی اور پھر واپس جا کر تجارت میں لگ گیا اور کبھی مسجد میں بھی آنے کی توفیق نہیں ہوئی تو گھر میں پڑھ لی اور کبھی نماز ہی نہ پڑھی اور قضا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دنیاوی اور تجارتی سرگرمیاں انسان پر غالب آتی چلی گئیں۔

عبادت کی خاصیت

عبادت کا خاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اس کے ساتھ ایک تعلق قائم کرتی ہے جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

دنیاوی کاموں کی خاصیت

دوسری طرف دنیاوی کاموں کی خاصیت یہ ہے کہ اگر چہ انسان ان کو صحیح دائرے میں رہ کر بھی کرے مگر پھر بھی یہ دنیاوی کام رفتہ رفتہ انسان کو معصیت کی طرف لے جاتے ہیں اور روحانیت سے دور کر دیتے ہیں۔

اب جب گیارہ مہینے اسی دنیاوی کاموں میں گزر گئے اور اس میں مادیت کا غلبہ رہا اور روپے پیسے حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کا غلبہ رہا تو اس کے نتیجے میں انسان پر مادیت غالب آ گئی اور عبادتوں کے ذریعے جو رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا تھا وہ رشتہ کمزور ہو گیا، اس کے اندر ضعف آ گیا اور جو قرب حاصل ہونا تھا وہ حاصل نہ ہو سکا۔

رحمت کا خاص مہینہ

تو چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو انسان کے خالق ہیں وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت انسان جب دنیا کے کام دھندے میں لگے گا تو ہمیں بھول جائے گا اور پھر ہماری عبادات کی طرف اس کا اتنا انہماک نہیں ہوگا جتنا دنیاوی کاموں کے اندر اس کو انہماک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان سے فرمایا کہ ہم تمہیں ایک موقع اور دیتے ہیں اور ہر سال تمہیں ایک مہینہ دیتے ہیں تا کہ جب تمہارے گیارہ مہینے ان دنیاوی کام دھندوں میں گزر جائیں اور مادے کے روپے پیسے کے چکر میں اُلجھے ہوئے گزر جائیں تو اب ہم تمہیں رحمت کا ایک خاص مہینہ عطا کرتے ہیں۔ اس ایک مہینہ کے اندر تم ہمارے پاس آ جاؤ تا کہ گیارہ مہینوں کے دوران تمہاری روحانیت میں جو کمی واقع ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ تعلق اور قرب میں جو کمی واقع ہو گئی ہے اس مبارک مہینہ میں تم اس کمی کو دور کر لو اور اس مقصد کے لیے بھی ہم تمہیں یہ ہدایت کا مہینہ عطا کرتے ہیں کہ تمہارے دلوں پر جو زنگ لگ گیا ہے اس کو دور کر لو اور ہم سے جو دور چلے گئے ہو اب قریب آ جاؤ اور جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہو گئی ہے اس کو دور کر کے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کر لو۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ عطا فرمایا۔ ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب پیدا کرنے کے لیے روزہ اہم ترین عنصر ہے۔ روزہ کے علاوہ اور جو عبادات اس ماہ مبارک میں

مشروع کی گئی ہیں وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اہم عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ دور بھاگے ہوئے انسانوں کو اس مہینے کے ذریعے اپنا قرب عطا فرماویں۔

اب قرب حاصل کرلو

چنانچہ ارشاد فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o (البقرہ)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔''

گیارہ مہینوں تک تم جن کاموں میں مبتلا رہے ہو ان کاموں نے تمہارے تقویٰ کی خاصیت کو کمزور کردیا اب روزے کے ذریعے اس تقویٰ کی خاصیت کو دوبارہ طاقت ور بنالو۔ لہٰذا بات صرف اس حد تک ختم نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ لیا اور تراویح پڑھ لی بلکہ پورے رمضان کو اس کام کے لیے خاص کرنا ہے کہ گیارہ مہینے ہم لوگ اپنی اصل مقصد زندگی سے اور عبادت سے دور چلے گئے تھے اس دوری کو ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے کو پہلے ہی سے زیادہ سے زیادہ عبادات کے لیے فارغ کیا جائے اس لیے کہ دوسرے کام دھندے تو گیارہ مہینے تک چلتے رہیں گے لیکن اس مہینے کے اندر ان کاموں کو جتنا مختصر سے مختصر کرسکتے ہو کرلو اور اس مہینے کو خالص عبادات کے کاموں میں صرف کرلو۔

رمضان کا استقبال

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری یہ ہے کہ انسان پہلے سے یہ سوچے کہ میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں سے مثلاً تجارت، ملازمت، زراعت وغیرہ کے کاموں میں سے کن کن کاموں کو مؤخر کرسکتا ہوں، ان کو مؤخر کردے اور پھر ان کاموں سے جو وقت فارغ ہو اس کو عبادت میں صرف کرے۔

رمضان میں سالانہ چھٹیاں کیوں؟

ہمارے دینی مدارس میں عرصہ دراز سے یہ رواج اور طریقہ چلا آرہا ہے کہ سالانہ چھٹیاں اور تعطیلات ہمیشہ رمضان المبارک کے مہینے میں کی جاتی ہیں۔ ۱۵ شعبان کو تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے اور ۱۵ شعبان سے لے کر ۱۵ شوال تک دو ماہ کی سالانہ چھٹیاں ہوجاتی ہیں۔ شوال سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے یہ ہمارے بزرگوں کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر لوگ اعتراض

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ مولوی صاحبان رمضان میں لوگوں کو اس بات کا سبق دیتے ہیں کہ آدمی رمضان کے مہینے میں بیکار ہو کر بیٹھ جائے حالانکہ صحابہ کرام نے تو رمضان المبارک میں جہاد کیا اور دوسرے کام کیے۔ خوب سمجھ لیں کہ اگر جہاد کا موقع آ جائے تو بیشک آدمی جہاد بھی کرے۔ چنانچہ غزوۂ بدر اور فتح مکہ رمضان المبارک میں ہوئے لیکن جب سال کے کسی مہینے میں چھٹی کرنی ہی ہے تو اس کے لیے رمضان کے مہینے کا انتخاب اس لیے کیا تا کہ اس مہینے کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت کے لیے فارغ کر سکیں۔

اگر چہ ان دینی مدارس میں پورے سال جو کام ہوتے ہیں وہ بھی سب کے سب عبادت ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کی تعلیم، حدیث کی تعلیم، فقہ کی تعلیم وغیرہ مگر یہ سب بالواسطہ عبادات ہیں لیکن رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس مہینے کو میری براہ راست عبادات کے لیے فارغ کرلو۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جب چھٹی کرنی ہی ہے تو بجائے گرمیوں میں چھٹی کرنے کے رمضان میں چھٹی کرو تا کہ رمضان کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہ راست عبادات میں صرف کیا جا سکے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں چھٹی کرنے کا اصل منشا یہ ہے۔

بہر حال! رمضان المبارک میں چھٹی کرنا جن کے اختیار میں ہو وہ حضرات تو چھٹی کر لیں اور جن حضرات کے اختیار میں نہ ہو وہ کم از کم اپنے اوقات کو اس طرح مرتب کریں کہ اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہ راست عبادت میں گزر جائے اور حقیقت میں رمضان کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عباداتِ مقصودہ کا حکم

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دیکھو! قرآن کریم کی سورۃ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ“ (سورۃ الم نشرح)

یعنی جب آپ (دوسرے کاموں سے جن میں آپ مشغول ہیں) فارغ ہو جائیں تو (اللہ تعالیٰ کی عبادت میں) تھکیے۔ کس کام کے کرنے میں تھکیے؟ نماز پڑھنے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے میں تھکیے اور اپنے رب کی طرف رغبت کا اظہار کیجئے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم ذرا سوچو تو سہی کہ یہ خطاب کس ذات سے ہو رہا ہے؟ یہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو رہا ہے اور آپ سے یہ کہا جا رہا

ہے کہ جب آپ فارغ ہو جائیں یہ تو دیکھو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کن کاموں میں لگے ہوئے تھے جن سے فراغت کے بعد تھکنے کا حکم دیا جا رہا ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے؟ نہیں بلکہ آپ کا تو ایک ایک کام عبادت ہی تھا، یا تو آپ کا کام تعلیم دینا تھا یا تبلیغ کرنا تھا یا جہاد کرنا تھا یا تربیت اور تزکیہ تھا تو آپ کا تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ سے کہا جا رہا ہے کہ جب آپ ان کاموں سے فارغ ہو جائیں یعنی تعلیم کے کام سے اور تبلیغ کے کام سے اور جہاد کے کام سے فارغ ہو جائیں تو اب آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو کر تھکئے۔ چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات نماز کے اندر اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشغول تھے وہ بالواسطہ عبادت تھی اور جس عبادت کی طرف اس آیت میں آپ کو بلایا جا رہا تھا وہ براہِ راست عبادت تھی۔

چالیس مقامات قرب حاصل کرلیں

اب آپ اپنا ایک نظام الاوقات اور ٹائم ٹیبل بنائیں کہ کس طرح یہ مہینہ گزارنا ہے۔ چنانچہ جتنے کاموں کو مؤخر کر سکتے ہیں ان کو مؤخر کر دو اور روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح بھی ان شاء اللہ ادا کرنی ہی ہے۔ ان تراویح کے بارے میں حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ بڑے مزے کی بات فرمایا کرتے تھے کہ یہ تراویح بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ مقامات قرب عطا فرمائے ہیں اس لیے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں جن میں چالیس سجدے کیے جاتے ہیں اور ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور اپنی معزز پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے اور زبان پر "سبحان ربی الاعلیٰ" کے الفاظ ہوتے ہیں تو یہ قرب خداوندی کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہوتا ہے جو کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہو سکتا۔

ایک مؤمن کی معراج

یہی مقام قرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر لائے تھے جب معراج کے موقع پر آپ کو اتنا اونچا مقام بخشا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ میں اپنی اُمت کے لیے کیا تحفہ لے کر جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُمت کے لیے یہ "سجدے" لے

جاؤ، ان میں سے ہرسجدہ مؤمن کی معراج ہے۔فرمایا: "الصلوٰۃ معراج المؤمنین" یعنی جس وقت کوئی مؤمن بندہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین پر رکھ دے گا تو اس کو معراج حاصل ہو جائے گی۔لہٰذا یہ سجدہ مقام قرب ہے۔

سجدہ میں قرب خداوندی

سورۃ اقرأ میں اللہ تعالیٰ نے کتنا پیارا جملہ ارشاد فرمایا: یہ آیت سجدہ ہے لہٰذا تمام حضرات سجدہ بھی کرلیں۔فرمایا کہ:

"وَاسْجُدْوَاقْتَرِبْ" (سورۃ علق:۱۹)

سجدہ کرواور ہمارے پاس آجاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہرسجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا ایک خاص مرتبہ رکھتا ہے اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چالیس سجدے اور عطا فرمادیئے جس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس مقامات قرب ہر بندے کو روزانہ عطا کیے جارہے ہیں۔یہ اس لیے دیئے کہ گیارہ مہینے تک تم جن کاموں میں لگے رہے، ان کاموں کی وجہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ دوری پیدا ہوگئی ہے اس دوری کو ختم کرنے کے لیے روزانہ چالیس مقامات قرب دے کر ہم تمہیں قریب کررہے ہیں اور وہ ہے "تراویح" لہٰذا اس تراویح کو معمولی مت سمجھو۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو آٹھ رکعت تراویح پڑھیں گے، بیس نہیں پڑھیں گے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمارہے ہیں کہ ہم تمہیں چالیس مقامات قرب عطا فرماتے ہیں لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں صاحب ہمیں تو صرف سولہ ہی کافی ہیں، چالیس کی ضرورت نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان مقامات قرب کی قدر نہیں پہچانی، تبھی تو ایسی باتیں کررہے ہیں۔

تلاوت قرآن کریم کی کثرت کریں

بہرحال، روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح تو پڑھنی ہی ہے اس کے علاوہ بھی جتنا وقت ہو سکے عبادات میں صرف کرو۔مثلاً تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام کرو کیونکہ اس رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے خاص مناسبت ہے اس لیے اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم دن میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم تراویح میں ختم فرماتے تھے۔اس طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے دن اور رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے

بزرگوں کے معمولات میں تلاوت قرآن کریم داخل رہی ہے۔لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کی مقدار کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار کو زیادہ کریں۔

نوافل کی کثرت کریں

دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً تہجد کی نماز پڑھنے کی عام دنوں میں توفیق نہیں ہوتی لیکن رمضان المبارک میں رات کے آخری حصے میں سحری کھانے کے لیے تو اُٹھنا ہوتا ہی ہے تھوڑی دیر پہلے اُٹھ جائیں اور اسی وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ اس کے علاوہ اشراق کی نوافل، چاشت کی نوافل، اوابین کی نوافل، عام ایام میں اگر نہیں پڑھی جاتیں تو کم از کم رمضان المبارک میں تو پڑھ لیں۔

صدقات کی کثرت کریں

رمضان المبارک میں زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا ویسے تو سارے سال ہی موجزن رہتا ہے لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکیں مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں جو آپ کے پاس آیا اس کو نواز دیا۔ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں صدقات کی کثرت کریں۔

ذکراللہ کی کثرت کریں

اس کے علاوہ چلتے پھرتے' اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں' ہاتھوں سے کام کرتے رہیں اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔

سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ و لا اِلٰہ الاّ اللّٰہ و اللّٰہ اکبر.

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم.

لاحول و لا قوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم.

ان کے علاوہ دُرود شریف اور استغفار کی کثرت کریں اور ان کے علاوہ جو ذکر بھی زبان پر آجائے بس چلتے پھرتے' اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

اور رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں اور اس سے بچنے کی فکر کریں۔

یہ طے کرلیں کہ رمضان کے مہینے میں یہ آنکھ غلط جگہ پر نہیں اُٹھے گی۔ ان شاء اللہ۔ یہ طے کرلیں کہ رمضان المبارک میں اس زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔ ان شاء اللہ۔ جھوٹ، غیبت یا کسی کی دل آزاری کا کوئی کلمہ نہیں نکلے گا۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں اس زبان پر تالا ڈال لو یہ کیا بات ہوئی کہ روزہ رکھ کر حلال چیزوں کے کھانے سے تو پرہیز کرلیا لیکن رمضان میں مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو، اس لیے کہ غیبت کرنے کو قرآن کریم نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ لہٰذا غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں، جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کریں اور فضول کاموں سے، فضول مجلسوں سے اور فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اس طرح یہ رمضان کا مہینہ گزارا جائے۔

دعا کی کثرت کریں

اس کے علاوہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی خوب کثرت کریں۔ رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں، مغفرت کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جا رہی ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعا میں قبول کروں۔ لہٰذا صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو یا رات کا وقت ہو، ہر وقت مانگو۔ وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ افطار کے وقت مانگ لو ہم قبول کرلیں گے، رات کو مانگ لو ہم قبول کرلیں گے، روزہ کی حالت میں مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے، آخر رات میں مانگ لو ہم قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں اس لیے خوب مانگو، ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مانگنے کا مہینہ ہے اس لیے ان کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک مسجد ہی میں بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت کچھ تلاوت کرلی، کچھ تسبیحات اور مناجات مقبول پڑھ لی اور اس کے بعد باقی سارا وقت افطار تک دعا میں گزارتے تھے اور خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لیے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کا اہتمام کرو، اپنے لیے، اپنے اعزہ اور احباب کے لیے، اپنے متعلقین کے لیے، اپنے ملک و ملت کے لیے، عالم اسلام کے لیے دعائیں مانگو، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

تراویح

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس (کی راتوں) میں قیام کو سنت کیا اور جس نے اس (کی) راتوں میں قیام کیا (تراویح کے واسطے) محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے وہ گناہوں سے ایسا نکل جاوے گا کہ جیسا اُس دن تھا جس دن اس کو ماں نے جنا تھا۔ (عن ترغیب عن النسائی)

حدیث ۲-و نیز ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے، بخش دیئے گئے اس کے گزشتہ گناہ اور جس نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے اور جس شخص نے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی، اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (متفق علیہ)

حدیث ۳-اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس کو کھانے سے اور خواہشوں سے دن بھر روکا۔ پس اس کے لیے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہے گا۔ میں نے ان کو رات میں سونے سے روکا۔ پس اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ پس دونوں کی شفاعت قبول ہو جاوے گی۔

حدیث ۴-اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں ہے مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور ایک بائیں ہے۔ پس اگر وہ شخص نماز کو پورا کر دیتا ہے تو وہ دونوں اس کو لے کر (آسمان) پر چڑھ جاتے ہیں اور اگر اُس کو پورا نہ کیا تو اس نماز کو اس کے منہ پر مارتے ہیں۔ (اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال بھی ہوتا ہوگا) (عین ترغیب عن الاصبہانی)

حدیث ۵-اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قول خداوندی "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو خوب صاف صاف پڑھ اور

کھجوروں کی طرح اس کو منتشر نہ کرو اور نہ شعر کی طرح جلدی پڑھو۔ اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو اور اس کے ساتھ دلوں کو متاثر کرو اور تم میں سے کوئی (بلا سوچ سمجھے) آخر سورت کا ارادہ نہ کرے۔ (عین الدر المنثور عن العسکری واعظ عن علی)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے کپڑوں میں رہنے والے (نبی) رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیجئے یا کچھ (زیادہ کر دیجئے) اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کرو۔

اضافہ: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے لیے روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (دارمی)

ف: جو روزہ دار شب بیداری کے حقوق ادا نہیں کرتے اس حدیث شریف سے ان کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ۱۲

حضرات محترم! آج خطبہ جمعہ کا تراویح اور اس کے فضائل واحکام کا بیان ہے۔ نماز تراویح صرف رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے اور رمضان میں ایک دوسری عبادت اور بھی مقرر کی گئی ہے۔ یعنی تراویح میں قرآن پڑھنا اور سننا جو سنت مؤکدہ ہے بعضی باتیں اس میں روزے کی سی ہیں۔ مثلاً نیند جو کھانے پینے کی طرح نفس کو پیاری چیز ہے، تراویح سے اس میں کسی قدر کمی ہوتی ہے اور مثلاً اس کم سونے کی بھی پوری خبر کسی کو نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بہت دفعہ آدمی نماز میں سو جاتا ہے اور دوسرے لوگ سمجھتے ہیں کہ جاگ رہا ہے اور مثلاً بعض دفعہ سجدے میں نیند آ جانے سے بدن ایسی وضع پر ہو جاتا ہے کہ اس وضع پر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جب وضو نہ رہا' نماز بھی نہ رہی یا مثلاً وضو بھی نہ ٹوٹا مگر سوتے ہوئے جس قدر حصہ نماز کا ادا ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہوا تو ایسی حالت میں نیند جیسی پیاری چیز کو دفع کرنا یا تازہ وضو کر کے اس نماز کو لوٹانا یا نماز کے اس حصہ کو لوٹانا جو سوتے میں ادا ہوا ہے وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدائے تعالیٰ کی محبت اور خوف ہوگا۔ پس روزے کی طرح اس عبادت یعنی تراویح میں قرآن پڑھنے اور سننے میں بھی زیادہ دکھلاوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شان کی دو عبادتیں جمع فرما دیں۔ ایک دن میں ایک رات میں' اگلی دو حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح وقرآن کے لیے) تمہارے واسطے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سنت بنایا (جو مؤکدہ ہونے کے سبب وہ بھی ضروری ہے) جو شخص ایمان سے اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (نسائی)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش سے روکے رکھا۔ سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو پورا سونے سے روکے رکھا' سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔ (احمد وطبرانی فی الکبیر وابن ابی الدنیا وحاکم)

ف: دونوں حدیثیں ملانے سے صیام وقیام میں مناسبت جس کی تفصیل ابھی اوپر آئی ہے۔ ظاہر ہے یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا۔ آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے۔

مروی ہے کہ علی بن ربیعہ انہیں پانچ ترویح یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے

تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ یعنی بعض لوگ اگر باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں پر بلا عذر جماعت سے نہ پڑھنے کا گناہ نہیں۔ گو جماعت کا ثواب بہت زیادہ ہے اور تراویح خود سنت مؤکدہ ہے کہ بلا عذر نہ پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح وقرآن کے لیے) تمہارے واسطے (اللہ کے حکم سے) سنت بنایا (جو مؤکدہ ہونے کے سبب ضروری ہے) جو شخص ایمان اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (نسائی)

تراویح کی جماعت وختم قرآن پاک
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ جاریہ ہے

حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائے خلافت میں لوگ علیحدہ علیحدہ تنہا تراویح پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں اپنی اپنی تراویح پڑھتے دیکھا تو سب کو ابی بن کعبؓ کی امامت میں جماعت سے تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے ایک مرتبہ رمضان میں لوگوں کو ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: "**نعمت البدعت هذه**" اور امام محمد بن نصر مروزی کی کتاب "قیام اللیل" میں ہے "**ان كانت هذه البدعة فنعمت البدعة هذه**" یعنی اگر یہ ایک نئی بات ہے تو ایک اچھی نئی بات سہی۔ واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے کسی کو تراویح کی جماعت کے بدعت ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات تراویح جماعت سے پڑھائی' پھر اُمت پر فرض ہو جانے کے خوف سے اسے ترک فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ سنت ہے۔ نیز حضرات خلفائے راشدین کی اطاعت عین سنت ہے جس کے اتباع کا ہم کو حکم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

اکثر مسلمان روزہ رکھ لیتے ہیں لیکن تراویح پڑھنا ان کو دشوار نظر آتا ہے۔ یہاں سولہ سترہ گھنٹے کے لمبے دن کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور ایک گھنٹہ تراویح پڑھنا ان کو دشوار معلوم ہوتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے جذبات کی رعایت فرما کر قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: "وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ" کہ بے شک نماز گراں ہے اس میں محض بندوں کے جذبات کی رعایت ہے کہ جس بات کو وہ گراں سمجھتے تھے حق تعالیٰ نے بھی ان کی رعایت سے اس کو گراں تسلیم کر لیا ورنہ ان کو حق تھا کہ ہمارے جذبات کی رعایت نہ فرماتے بلکہ حقیقت کو واضح کر کے ہمارے اس خیال کی غلطی ظاہر کر دیتے کہ تم جو نماز گراں کہتے ہو غلط ہے مگر قربان جائیے ان کی رحمت کے کہ نماز گراں ہے مگر سب کو گراں نہیں۔ (ترمذی)

ارشاد ربانی ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ o

"یعنی مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔" (بقرہ آیت ۴۵)

آگے خاشعین کی تفصیل ارشاد فرمائی کہ:

مگر خاشعین پر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور بلاشک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اس میں اس گرانی کی تسہیل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خشوع حاصل ہو جانے کے بعد نماز گراں نہیں ہے اور تحصیل خشوع کا طریقہ یہ بتلایا کہ تم لقاء رب (دیدار الٰہی) کا استحضار رکھو اور موت کا دھیان رکھو۔ خشوع حاصل ہو جائے گا پھر نماز تراویح پڑھنا ذرا مشکل محسوس نہ ہوگا بلکہ قرآن سننے میں لطف آئے گا۔

تراویح پڑھنا روزہ رکھنے سے زیادہ مشکل ہے

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے نماز میں تو تخفیف کی درخواست کی لیکن روزہ کا عدد تیس سے تین نہیں کرایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روزہ نماز سے آسان ہے۔ (عصم الصنوف ص ۳۹)

(۲) اگر نماز روزہ کے برابر ہوتی تو نانی یاد آجاتی (عصم الصنوف ص ۱۲) چنانچہ اب بھی لوگ روزہ کا اہتمام زیادہ کرتے ہیں بلکہ اپنے نابالغ بچوں تک کو رکھواتے ہیں لیکن سارا ماہ اہتمام سے تراویح باجماعت نہیں پڑھتے اور دشوار سمجھتے ہیں۔ بعضے تو مطلقاً تراویح نہیں پڑھتے۔ (اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا)

(۳) نماز میں پابندی زیادہ ہے۔ چنانچہ بولنے کی بھی پابندی ہے لیکن روزہ میں کوئی ایسی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی دن بھر سوتا رہے تب بھی اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا۔ (عصم الصنوف ص ۱۵)

(۴) نماز میں کوئی فعل مفسد صلوٰۃ نسیان سے صادر ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور روزہ میں کوئی فعل نسیاناً ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی ہیئت مذکر ہے اس لیے نسیان عذر نہیں اور روزہ کی ہیئت مذکر نہیں اس لیے نسیان عذر ہے اور ظاہر ہے کہ نماز کا مذکر ہونا اس کے وجودی ہونے اور صوم کا مذکر نہ ہونا اس کے عدمی ہونے کی دلیل ہے اور وجودیت کا شاق ہونا اور عدمی کا سہل ہونا لوازم طبعیہ سے ہے۔ (عصم الصنوف عن رغم الانوف ص ۵۴)

(۵) حق تعالیٰ شانہ نے بھی مذکورہ آیت میں نماز ”وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ“ فرما کر بندوں کے جذبات کی رعایت فرمادی لیکن

اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ٥

فرما کر گرانی کی تسہیل کا طریقہ بھی بتلادیا کہ خشوع حاصل ہونے کے بعد نماز گراں نہ رہے گی اور

خشوع دیدار الٰہی کا استحضار اور موت کا دھیان رکھنے سے حاصل ہوگا۔ (عصم المصوف ص ۳۶)

اگر ہم اس نسخہ پر عمل کریں تو تراویح آسان معلوم ہوگی بلکہ قرآن سننے میں لطف آئے گا۔ خداوند قدوس ہم سب کو باجماعت تراویح پڑھنے کی توفیق بخشیں۔ (آمین)

تراویح کے معنی

تراویح جمع ہے ترویح کی جسکے معنی ہیں دیر کرنا' خوشبودار کرنا اور تراویح کو تراویح اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ہر چار رکعت کے دیر کرنا مستحب ہے جسکو ترویحہ کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

"یعنی سعید بن عبید سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ انہیں پانچ ترویح یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔"

رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد (یعنی فرض جماعت پڑھ کر دو سنت اور دو نفل پڑھنے کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دو دو رکعت ایک ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تراویح میں ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرنا مسنون ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت دُرود شریف اور تسبیح تراویح پڑھنا بہتر ہے۔ تسبیح تراویح کا تین مرتبہ پڑھنا پسندیدہ امر ہے۔ تسبیح تراویح یہ ہے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لاَ یَنَامُ وَلَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُاللّٰهَ وَنَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ o (شامی ص ۲۲۱' ج ۱)

اگر ہر چار رکعت کے بعد تین تین مرتبہ دُرود شریف اور تسبیح تراویح پڑھ لی جائے تو مختصر ترویحہ بھی ہو جاتا ہے تسبیح تراویح سب کو یاد کرنی چاہیے اس کا ترجمہ یہ ہے:

"ہر عیب سے پاک ہے زمین کی بادشاہی والا اور آسمان کی بادشاہی والا ہر عیب سے پاک ہے' عزت والا اور عظمت والا اور ہیبت والا اور قدرت والا اور کبریائی والا اور دبدبے والا ہر عیب سے پاک ہے' بادشاہ حقیقی جو زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا' بہت ہی مقدس ہے ہمارا رب فرشتوں اور روح کے پروردگار' نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے' ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں اور تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔"

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

ساتواں خطبہ

اعتکاف اور شب قدر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ مباشرت کرو (یعنی بدن بھی نہ ملنے دو) عورتوں سے جس زمانہ میں کہ تم معتکف ہو، مسجد میں (اعتکاف کرنا بھی سنت ہے، خاص کر عشرہ اخیر میں تو ہر بستی میں کم از کم ایک شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے مگر کوئی بھی نہ بیٹھے تو سب کو ترک سنت کا گناہ ہوگا) و نیز ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ماہ سے۔''

حدیث ۱ـ ''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیئے گئے اس کے گزشتہ گناہ۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲ـ ''و نیز ارشاد فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد نسائی) اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جو شخص (شب قدر کو عشاء کی) جماعت میں حاضر ہوگیا اس نے اس میں سے حصہ پالیا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے وہ مراد ہے جو اس روز عشاء کی جماعت میں بھی شامل نہ ہوا ہو)۔'' (عین جمع الفوائد عن مالک)

حدیث ۳ـ ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں جو کھڑے / بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔''

حدیث ۴ـ ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معتکف کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کے لیے نیک عمل (یعنی جن سے اعتکاف مانع ہو عیادت وغیرہ) جاری کیے جاتے ہیں جیسا کہ ان اعمال کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ (ایسا ہی معتکف کو بھی ملتا ہے)۔'' (واللہ اعلم)

حدیث ۵۔ ”اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تلاش کرو تم شب قدر کو اخیر عشرہ میں رمضان کے۔“ (بخاری)

اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے فجر کی دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلے۔

ف: یہاں دس راتوں سے مراد عشرہ اخیر کی دس راتیں ہیں۔ (فسرہ ابن عباسؓ کذا فی الدر المنظوم)

اضافہ: (الف): اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کسی معتبر عالم سے روایت کی ہے کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں یا ان میں سے جتنی خدا نے چاہا دکھائی گئی ہیں۔ پس گویا آپؐ نے اپنی اُمت کو اتنے اعمال سے قاصر خیال فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات یعنی لیلۃ القدر آپ کو عطا فرمائی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ (عین ترغیب عن الموطا)

(ب): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا وہ اعتکاف دو حج اور دو عمرے کے مانند ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

(ج): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب عشرہ اخیر داخل ہوتا تو کمر باندھتے (یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے) اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں (یعنی ازواجِ مطہرات کو اور صاحبزادیوں کو) جگاتے۔ (متفق علیہ)

(د): اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے کسی طرح شب قدر معلوم ہو جائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ “ کہو (یعنی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند رکھتا ہے، پس میرے گناہ معاف فرما دے۔) (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(ہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا لیلۃ القدر کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ وہ رمضان میں ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

محترم بزرگو! اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا موضوع لیلۃ القدر اور فضائل اعتکاف کا بیان ہے۔ پہلے لیلۃ القدر کا بیان سنئے۔

انسان کی زندگی کا ہر لمحہ لعل و جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ موت کے وقت

ہوتا ہے۔ اس وقت اگر کوئی دنیا و مافیہا کے عوض زندگی کا ایک لمحہ خریدنا چاہیں تو یقیناً نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی بیش بہا نعمت (زندگی عطا فرمائی ہے) جس کو ہم کوڑیوں کی طرح ضائع کر رہے ہیں۔

دادہ عمرے کہ ہر روزے ازاں کس ندارند قیمت آں در جہاں

(کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا ایک سانس بھی یاد خداوندی سے غافل نہیں ہوتا اور ایک لمحہ بھی اپنے پروردگار سے غافل ہونے کو کفر سمجھتے ہیں۔) چنانچہ ان کے یہاں یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ ”جودم غافل سودم کافر“

ہر آں کہ غافل از حق یک زماں ست در آں دم کافر است اما نہاں است

اس لیے عارفین اللہ کی یاد سے کوئی لمحہ خالی جانے نہیں دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ایک لحظہ کے لیے بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی یاد سے غافل ہوں اور شاید یہی لمحہ ہمارے لیے بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

دراصل عارفین پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عنایات رہتی ہیں جس سے ان کے مرتبے بلند ہوتے ہیں۔

سیر عابد یک دمے یک سالہ را سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

اس لیے اگر وہ ایک لحظہ بھی یاد خداوندی سے غافل ہو جائیں تو ترقی و بلندی درجات سے رُک جائیں۔

یک لحظہ گر غافل شوی صد سالہ راہم دور شُد

چونکہ عارفین کو ہی زندگی کے ہر لمحہ کی قدر و قیمت معلوم ہے وہ شب کی عبادت اور ذکر نیم شبی کی لذت سے آگاہ ہیں اس لیے شب قدر کی صحیح معنوں میں وہی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔

اے خواجہ چہ پُرسی ز شب قدر چہ نشانی ہر شب شب قدر است گر تو قدر بدانی

شب قدر کیسے عطا ہوئی؟

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لباب النقول میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا ذکر فرمایا جو ساری رات صبح تک عبادت کرتا تھا اور صبح سے شام تک جہاد کرتا تھا۔ اس نے ہزاروں مہینے مسلسل یہی عمل کیا۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس پر تعجب ہوا اور افسوس کیا کہ ہم کو یہ نعمت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ہماری عمریں اس قدر نہیں پہنچتیں اور ہم میں اس قدر قوت و ہمت بھی نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ” خیر من الف شھر “ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی تمہیں اس شب

میں عبادت کا ثواب بنی اسرائیل کے اس مرد کی ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ملے گا کیونکہ "لیلۃ القدر خیر من الف شھر" فرمایا۔ کالف شھر یا مثل الف شھر یا مائۃ الف شھر یعنی ہزار مہینوں کے برابر نہیں فرمایا بلکہ بڑھ کر فرمایا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں یہاں جو الف شہر فرمایا ہے وہ الف تحدید کے لیے نہیں بلکہ تکثیر کے لیے ہے گو وہ فی الواقع خدا تعالیٰ کے یہاں ضرور محدود ہوگا کیونکہ "کلّ شیٔ عندہ بمقدارٍ" (ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے یہاں اندازہ ہے) اور جب خدا تعالیٰ کے یہاں محدود ہے تو واقع میں بھی محدود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا علم واقع کے مطابق ہے۔ پس واقع میں تو ثواب لیلۃ القدر محدود ہے مگر یہاں تحدید مذکور نہیں اور گو غیر محدود متناہی بمعنی "لاتقف عند حدّ" (کسی حد پر ختم نہیں) فی نفسہ ممکن ہے مگر لیلۃ القدر کے ثواب کا' بایں معنی غیر متناہی ہونا محتاج دلیل ہے اور اس پر دلیل قائم ہونے کی ضرورت ہے۔ جب دلیل نہیں تو اس کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ پس ظاہر یہی ہے کہ وہ واقع میں محدود بھی موقوف عند حد ہے مگر وہ حد الف نہیں۔

اب یہ سوال رہا کہ جب الف کی تحدید نہیں تو الف شہر کیوں فرمایا اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ لغت عرب میں عدد کے لیے الف سے زیادہ کوئی لغت نہیں' جیسے ہمارے یہاں مہا سنگھ سے آگے کوئی لفظ نہیں' اس سے آگے کوئی شمار کرے تو ایک مہا سنگھ' دو مہا سنگھ' سو مہا سنگھ کہے گا' کوئی اور لغت بیان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اہل عرب الف کے آگے جس عدد کو استعمال کریں گے جیسے الف الف مائۃ الف وغیرہ۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ الفاظ عرب کا منتہی عرب میں الف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو عدد تمہارے نزدیک اعداد کی غایت اور منتہی ہے لیلۃ القدر کا ثواب اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر لفظ "خیر" اسم تفضیل ہے معنی یہ ہوئے بہت بڑھ کر سو اب تو الف تحدید کے لیے بھی ہوتا تب بھی "خیر" عدم تحدید پر دال ہے۔ (تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۱۶۱۵)

اندازہ فرمائیے اُمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حق تعالیٰ شانہ کے کس قدر بے انتہا احسانات اور عنایات ہیں وہ ان کی مغفرت کے لیے بہانہ چاہتے ہیں۔

رحمت حق بہا نہ مے جوید   رحمت حق بہا نے جوید

چنانچہ دُر منثور میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے شب قدر صرف میری اُمت کو عطا فرمائی ہے۔ پہلی اُمتوں کو نہیں۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی طرح بہت سے مواقع عطا فرمائے ہیں تا کہ اس کے اظہار ندامت پر اس کی

مغفرت فرمادیں کیونکہ انسان سے ہمیشہ گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ برابر اپنی رحمت سے اس کو بخش دیتے ہیں۔ عارف رومیؒ فرماتے ہیں:

من گنہ آرم تو ستاری کُنی　　جرم من آرم تو معذاری کُنی

جرمہا بینی و نخشمے ناوری　　اے کہ قربانت چہ نیکوداوری

شب قدر کے رمضان المبارک میں ہونے کی دلیل

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ. (یعنی بیشک ہم نے اس کو (قرآن پاک) لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ سورہ دخان میں اس شب کو لیلۃ مبارکہ بھی فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّا انزلنٰه فی لیلةٍ مبارکةٍ اِنَّا کُنّا منذرین. (الدخان آیت ۳)

"بے شک ہم نے اس کو برکت والی رات میں اُتارا ہے اور ہم ہی آ گاہ کرنیوالے تھے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک شب قدر میں نازل ہوا اور قرآن پاک چونکہ رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے "کما قال تعالیٰ : شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن" (سورہ بقرہ آیت ۱۱۸) رمضان المبارک ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شب قدر رمضان میں ہے۔ نیز حدیث میں حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور ستائیسویں شب کو ہے۔ (بخاری مسلم) باقی رہا یہ اشکال کہ قرآن پاک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال میں اترا ہے اس کے ازالہ کے لیے امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ملاحظہ فرمائیے کہ "پورا قرآن پاک آسمان اول پر بیت العزت میں شب قدر میں اترا۔" پھر تفصیل وار واقعات کے مطابق ۲۳ سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس شب کو لیلۃ القدر کیوں کہتے ہیں؟

قدر کے معنی ہیں تعظیم کے چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لیے اس کو شب قدر کہتے ہیں کیونکہ اس رات عابدوں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور منزلت زیادہ ہوتی ہے۔

قدر کے معنی تنگ کے بھی ہیں کیونکہ اس شب میں آسمان سے فرشتے اور روح اُترتے ہیں۔ ان کے اُترنے سے زمین تنگ ہوجاتی ہے اور اس واسطے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ قدر کے معنی اندازہ بھی ہیں اس رات اللہ تعالیٰ تمام سال کے کاموں کا اندازہ کرتے ہیں اس لیے اس کو شب قدر

کہتے ہیں۔ تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے کہ قضاؤقدر تو شعبان کی پندرہویں شب (شب برأت) کو ہوتی ہے لیکن متعلقہ فرشتوں کو ان کی ذمہ داری لیلۃ القدر میں سپرد ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اس شب کو شب قدر اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو دوسری راتوں میں نہیں۔ مثلاً

(۱) اس رات قرآن پاک نازل ہوا۔ (سورہ قدر)۔ (۲) اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی۔ (مظاہر حق)۔ (۳) اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے۔ (مظاہر حق)۔ (۴) اسی رات حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ (درمنثور)۔ (۵) اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔ (درمنثور)۔ (۶) اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ (درمنثور و بیان القرآن)۔ (۷) اس رات توبہ قبول ہوتی ہے۔ (درمنثور)۔ (۸) اسی رات آسمانوں کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ (۹) اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو مارنے نہیں پاتے۔ (درمنثور)۔ (۱۰) اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہوتا ہے جیسے عبادہ بن ابی لباء کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا اور ایوب بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوئی تو میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو وہ بالکل میٹھا تھا اور یہ شب ۲۳ رمضان المبارک تھی۔ واللہ اعلم بالصواب (تفسیر ابن کثیرؒ)۔ (۱۱) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس شب میں لوح محفوظ سے رزق، بارش، موت، زندگی، یہاں تک کہ حاجیوں کی تعداد نقل کر کے ملائکہ کو دی جاتی ہے۔ (روح المعانی)۔ (۱۲) اس رات ہر مؤمن پر ملائکہ کا سلام کرنا آیا ہے۔ (بیان القرآن)۔ بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام وقعود اور ذکر میں مشغول پاتے ہیں اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور خازن نے ابن الجوزیؒ سے اس روایت میں یسلمون بھی بڑھایا ہے یعنی سلامتی کی دُعا کرتے ہیں اور یصلون کا حاصل بھی یہی ہے کیونکہ رحمت وسلامتی میں تلازم لازم ہے اسی کو قرآن مجید نے سلام فرمایا ہے۔ (تفسیر درمنثور و بیان القرآن)۔ (۱۳) اس رات حضرت جبریل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اُترتے ہیں۔ (سورۃ قدر آیت ۴)۔ (۱۴) اس شب میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرنے سے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

یہ بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھے گئے ہیں ورنہ شب قدر کی فضیلت میں اس قدر احادیث اور روایات ملتی ہیں کہ:

ع میں جو گنانے پہ بھی آؤں تو گنا نہ سکوں

وجہ فضیلت

شب قدر سارے رمضان میں افضل ہے اور رمضان سب مہینوں میں۔ رمضان المبارک اس لیے افضل ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا اور شب قدر سارے رمضان میں اس لیے افضل ہے کہ اس شب میں قرآن پاک نازل ہوا۔

شب قدر کی ساری رات فضیلت والی ہے

شب قدر کی مذکورہ بالا فضیلتیں ساری رات کے لیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے یہ نہیں کہ شب کے کسی خاص حصے میں یہ برکت ہو۔ دوسرے میں نہ ہو کیونکہ لیلۃ القدر کے عنوان سے ارشاد فرمایا گیا' اگر ایسا نہ ہوتا تو اور عنوان (خاص ساعت) سے خبر دی جاتی جیسے جمعہ میں ایک ساعت کی خبر دی گئی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۸)

اس لیے ساری رات عبادت میں بسر کرنی چاہیے اور کوئی لمحہ ضائع نہ کرنا چاہیے یا تہجد اور آخری شب کے انتظار میں بقیہ وقت ضائع نہ کرنا چاہیے بلکہ جس قدر وقت ملے غنیمت سمجھ کر عبادت میں بسر کریں۔ ایک تو لیلۃ القدر مل جائے گی اس کا ثواب ۸۳ سال ۴ ماہ کی عبادت کا ملے گا اور بقیہ راتوں میں ہر نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک نیکی کا ثواب سات نیکیوں یا اس سے زائد بھی مل سکتا ہے۔

لہٰذا پانچ راتیں جاگ کر خدا تعالیٰ کے خزانہ سے بے حساب مال غنیمت حاصل کرنا چاہیے۔

جا گنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

اگر کوئی شخص نہایت ہی کم ہمت اور ضعیف ہو تو وہ ۲۷ ویں شب ضرور جاگ کر عبادت کرے اور لیلۃ القدر کی جستجو کے ثواب سے محروم نہ رہے۔

خواب را بگذار امشب اے پدر یک شبے در کوئے بیخواباں گزر

شب قدر مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر ہوسکتی ہے

چونکہ چاند مختلف مقامات پر مختلف ایام میں نظر آتا ہے اس لیے ہر جگہ کی تاریخ الگ ہوتی ہے کہیں اُنیس ہے تو کہیں بیس۔ اس لیے شب قدر مختلف اوقات میں ہوسکتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں ''اختلاف مطالع و مغارب کی وجہ سے شب قدر کا ہر جگہ جدا ہونا لازم آتا ہے۔'' جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی محذور لازم نہیں آتا کہ یہ برکات کسی کو کسی وقت میں ملیں اور کسی کو کسی وقت میں۔ اسی طرح نزول ملائکہ کا ہر جگہ مختلف وقت میں ہو۔ (تفسیر بیان القرآن ص ۱۱۴۹)

نیز فرماتے ہیں تم نے بہ گمان شب قدر عبادت کی تو ان شاء اللہ تم کو شب قدر کا ہی ثواب ملے گا' یہ گھڑی ہوئی بات نہیں' حدیث اس کی اصل ہے۔

''انّما الاعمال بالنّیاتo'' (سب عملوں کا دارومدار نیت پر ہے)

پھر ممکن ہے کہ اس قاعدہ کلیہ سے کسی کی تسلی نہ ہو تو پھر دوسری حدیث موجود ہے:

الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والضحی یوم تضحونo

''روزہ اس دن ہے جس دن روزہ رکھتے ہو' عید الفطر اس دن ہے جس دن صدقہ فطر دیتے ہو اور قربانی اس دن ہے جس دن قربانی کرتے ہو۔'' (احکام العشر الاخیرہ ص ۳۹)

کیونکہ حق تعالیٰ کسی خاص زمان یا کسی مکان میں ایک فضیلت پیدا کر کے اس کے پابند نہیں ہو جاتے کہ دوسرے مکان یا زمانے میں اس فضیلت کو پیدا نہ کر سکیں بلکہ وہ ہر رات اور ہر دن میں اس فضیلت کو پیدا کر سکتے ہیں۔ رہا یہ کہ امکان سے وقوع تو ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری نصوص سے اس کا وقوع ثابت ہو رہا ہے کہ حق تعالیٰ ایسا ہی کرتے ہیں کہ جو برکت ایک تاریخ میں تمہارے واسطے ہے وہی برکت دوسرے کے لیے دوسری تاریخ میں پیدا کر دیتے ہیں جن کو وہ اپنی تحقیق کے موافق سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو برکت کا ایک رات سے دوسری رات میں منتقل کرنا کیا مشکل ہے ان کی تو شان یہ ہے: ''اُولٰٓئِکَ یبدل اللہ سیّاٰتِھم حسنٰتٍ'' (یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے)۔ (الیسر مع العسر ص ۱۴۱)

چاند کی تاریخوں کے اختلاف کے سبب پاک و ہند میں مکہ معظمہ کے عید کا روز یوم عرفہ ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں ''یہاں کا عرفہ کل ہی تھا' پرسوں نہ تھا اور کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفہ ہی کا روزہ تھا اور اس روزہ کا ہم کو وہی ثواب ملے گا جو عرفہ کے روزہ کا ملتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جائے اس پر عمل کریں خواہ وہ واقع

میں بات ہو یا نہ ہو۔ مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ عین طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے پس جب ہم کو آفتاب کا کنارہ نظر آئے اس وقت نماز پڑھنے کو نا جائز کہیں گے حالانکہ اس وقت کے اصول ریاضی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کی ٹکیہ نظر آتی ہے اس وقت آفتاب طلوع نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد ہوتا ہے کیونکہ طلوع نام ہے آفتاب کے اس نقطہ پر آ جانے کا جس کو اُفق کا نقطہ کہتے ہیں اور یہ بات آج کل ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کا قرص ہم کو نظر آتا ہے اس وقت واقع میں وہ قرص اس نکتہ سے اوپر نہیں نکلا ہوتا نیچے ہی رہنے کی حالت میں نظر آتا ہے۔ پس اگر واقع کا اعتبار کیا جائے تو وہ وقت طلوع آفتاب کا نہیں اور ممانعت تھی نماز کی صرف طلوع آفتاب کے وقت تو چاہیے تھا کہ اس وقت بھی نماز جائز ہوتی مگر شریعت نے چونکہ ہم کو واقع پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ جو بات احکام شرعیہ سے ثابت ہو اس پر عمل کرنے کا ہم کو حکم دیا ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ جب طلوع تم کو محسوس ہو نماز مت پڑھو، خواہ واقع میں کچھ ہو، اسی طرح حکم ہے کہ غروب آفتاب سے قبل افطار نا جائز ہے بعد غروب جائز تو جس وقت تک آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ حصہ ہم کو نظر آتا ہے اس وقت تک افطار کو جائز نہیں کہیں گے کیونکہ آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ حصہ ہم کو نظر آ رہا ہے تو شرعاً وہ وقت غروب آفتاب کا نہیں کہلایا جا سکتا لیکن ریاضی کے قاعدے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس وقت غروب آفتاب ہو چکا ہوتا ہے اور ہم کو اُفق سے نیچے ہی ہونے کی حالت میں نظر آتا ہے تو اگر واقعہ کا اعتبار کیا جائے تو اس وقت افطار کو جائز کر دیا جاتا مگر چونکہ ہم کو شریعت نے واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ قواعد شرعیہ کی رُو سے جو بات ثابت ہو چکی ہے اس پر عمل کا حکم فرمایا خواہ واقعہ میں اس وقت غروب ہو گیا تھا۔ (انموذج الملفوظات جزو اول ملقب بہ رمضان عید)

پس اپنے یہاں کے چاند کی تاریخ کے مطابق لیلۃ القدر کی جستجو کرو اور ثواب میں وسوسہ نہ کرو انہی تاریخوں میں شب قدر کا ثواب ہے۔

دراصل لیلۃ القدر کی جو شان و برکات ہیں وہ لیل و نہار کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ارادہ حق کے تابع ہے اس کی مثال بارش کی طرح ہے کہ یہاں کے کرۃ النسیم کے نیچے آج بارش ہے اور کلکتہ کے کرۃ النسیم کے نیچے کل بارش ہے۔ اگر شب قدر بھی ایسی ہو کہ یہاں آج ہے اور کلکتہ میں کل ہے تو اس میں اشکال کی کیا بات ہے۔ آخر بارش میں کیا ایسا اختلاف نہیں ہوتا؟ پھر معنوی بارش برکات میں ایسا اختلاف ہو تو کیا تعجب ہے۔ (البدائع مطبوعہ تھانہ بھون ص ۲۶۸)

شب قدر میں جاگنے کی چند تدابیر

شب قدر میں نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال شروع کردیئے جائیں تاکہ توجہ منقسم رہے۔ کچھ دیر نوافل پڑھے پھر تلاوت شروع کردی پھر ذکر کرنے لگے پھر وعظ شروع کردیا یا سننے لگے اگر تجدید نشاط کے لیے بیچ میں تھوڑی بات بھی کرے تو مضائقہ نہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باتیں کرلیتے تھے باتیں مقصود نہ تھیں بلکہ طبیعت کی تازگی کے لیے ایسا فرماتے اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے اور اگر تکان ایسا ہوجائے کہ نیند سے بے قابو ہوجائے تو سو رہے کیونکہ ارشاد ہے "فلیرقد" ایسی حالت میں سونے ہی میں فضیلت ہے۔ بہر حال عبدیت مطلوب ہے خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کردے اتباع نفس کے لیے کچھ نہ کرے یہی عبدیت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹)

جاگنے کی ایک تدبیر چائے کا استعمال بھی ہے یا کالی مرچ کے چند دانے منہ میں چبائیں تو بھی نیند زیادہ نہ ستائے گی۔ نیز سورۃ الاعراف کی آیت ۵۴ تا ۵۶ پارہ ۸ پڑھ کر دُعا کرو نیند جاتی رہے گی۔ (اعمال قرآنی)

شب قدر کی مسنون دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو شب قدر کو پائے تو یہ دُعا مانگنا "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" (مشکوٰۃ) اے اللہ! آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھ سے درگزر فرمایئے۔ لیلۃ القدر میں عشاء اور تراویح کے بعد یہ دعا اہتمام سے مانگنا چاہیے اور اگر ہوسکے تو ان راتوں میں اس دعا کی ایک تسبیح پڑھ لینی چاہیے۔ عارف رومیؒ کا یہ شعر گویا اس دعا کا ترجمہ ہے۔

اے محب عفو از ما عفو کن اے طبیب رنج نا صور کن

عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو لیلۃ القدر مل جائے تو میں خدا تعالیٰ سے یہ دُعا مانگوں کہ صحبت نیک عطا فرما۔ (اقوال العزیز ص ۲۸)

واقعی نیک صحبت حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شب قدر کی برکات سے محرومی پر وعید اور اس سے بچنے کا طریق

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

قال دخل رمضان ان ھٰذا الشھر قد حضر کم و فیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلّہ ولا یحرم خیرھا الا محروم. (رواہ ابن ماجہ واسنادہ حسن)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک میں فرمایا کہ یہ مہینہ جو تمہارے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم ہو گیا اور محروم کے سوا خیر سے کوئی محروم نہیں ہوتا۔"

اس حدیث میں لیلۃ القدر میں بالکل غافل عبادت ہونے سے سخت وعید ہے اس لیے کم از کم اس شب میں نماز فجر اور عشاء با جماعت اہتمام سے پڑھ لے کیونکہ جو شخص عشاء اور فجر دونوں نمازیں با جماعت ادا کرے اس کو لیلۃ القدر سے حصہ مل جائے گا۔

(مزید دلائل ہم پچھلی سرخی میں لکھ چکے ہیں۔ احقر قریشی غفرلہ)

یعنی یہ بھی جاگنے والوں میں شمار ہو گا مگر اس کا جاگنے والوں میں شمار ہونا ایسا ہے جیسا چاندی کے چمچوں میں گلٹ کا چمچہ چاندی کی قلعی کر کے رکھ دیا جائے۔ حضرت ابن المسیبؒ کا ارشاد ہے کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ لینا بھی فضیلت لیلۃ القدر کے لیے کافی ہے کیونکہ فوت جماعت فجر غیر اختیاری ہے اس لیے یہ فوت منقص ثواب لیلۃ القدر نہ ہو گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵۲)

جو اس بابرکت شب میں فجر اور عشاء کی نماز با جماعت نہیں پڑھ سکتا واقعی (مشکوٰۃ میں ہے عنہ الا کل محروم) وہ محروم ہے۔

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر ‏ ‏ تجھ سے کیا ضد تھی تو اگر کسی قابل ہوتا

شب قدر کی نشانیاں

۱۔ ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے زیادہ ہوتے ہیں۔

۲۔ عبدالرحمٰن بن ابوالعلیٰؒ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سلامتی ہے کوئی نئی بات (بدعت) پیدا نہیں ہوتی۔

۳۔ حضرت قتادہؒ اور حضرت ابن زیدؒ فرماتے ہیں یہ رات سراسر سلامتی والی ہے۔ یہ رات بالکل صاف ہوتی ہے۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا

چاند چڑھا ہوا ہے' سکون اور دلجمعی ہوتی ہے نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی' اس کی صبح سورج شعاؤں سے نہیں نکلتا بلکہ چودھویں رات کی طرح بالکل صاف نکلتا ہے۔ اس دن اس کے ساتھ شیطان بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جاتی ہے۔

۵- ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' لیلۃ القدر پُرسکون' سردی گرمی سے خالی ہوتی ہے' اس کی صبح کو سورج مدھم روشنی والا سرخ رنگت میں نکلتا ہے۔''

شب قدر میں عوام الناس کی مروجہ غلطیاں اور ان کی اصلاح

بعض لوگ جاء نماز کے نیچے لکڑی لے کر بیٹھتے ہیں کہ یہ سونے کی ہوجائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ شب قدر میں کچھ نظر آتا ہے حالانکہ عبادت' دنیا یا کسی طمع کے لیے نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا اجر عطا فرمادیں گے' بندے کا کام عبادت کرنا ہے۔

حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں:

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن　　　　که خواجه خود روشِ بنده پروری داند

ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتے ہیں:

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے　　　　اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

''اس میں ضروری نہیں کہ کچھ نظر آئے۔ جب ہی اس کی برکت میسر ہو بلکہ کچھ نظر آوے یا نہ آوے عبادت کرے اور اس کی برکت حاصل کرے اور مقصود یہ ہے کہ اس رات کی برکت اور جس قدر ثواب مذکور ہو' حاصل کرے کسی چیز کا نظر آنا مقصود نہیں۔'' (بہشتی زیور سعیدی ص ۲۹۵ ج ۳)

بعض لوگ شب قدر میں جمع ہوکر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے اگر اتفاقاً دو چار آدمی جمع ہوجائیں تو اور بات ہے۔ غرض ہر شخص حسب ہمت عبادت میں مشغول رہے۔

خاص اہتمام

بعض مساجد میں آئمہ نوافل یا صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھاتے ہیں۔ احناف کے نزدیک نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۶۸)

اکثر مساجد میں لیالی قدر میں ختم قرآن پاک کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ نعمت عظمیٰ ہے لیکن حافظ کے لیے چندہ جمع کرنے اور شیرینی تقسیم کرنے (اس کے مفاسد اصلاح الرسوم

ص ۷۰ اپر ملاحظہ کریں) میں اکثر وقت برباد ہوتا ہے اور وہ شور ہوتا ہے کہ الامان۔

بعض علماء کے نزدیک تو بلند آواز سے مسجد میں تلاوت اور ذکر بالجہر سب ناجائز ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ) تو اس بابرکت شب میں شوروغوغا سے کتنا گناہ ہوتا ہوگا۔ نیز ختم قرآن کریم کے روز مسجد میں بجلی کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اس میں اسراف' مسجد کے تماشگاہ بننا' نمازیوں کی توجہ کا ہٹنا' مہتمم کا خیال گیس کی طرف لگا رہنا اور دیگر مفاسد اصلاح الرسوم مطبوعہ دہلی صفحہ ۷۱ اپر مذکور ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔

نصیحت

ان راتوں میں جس قدر ہو سکے نفل نماز' تلاوت قرآن مجید یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے۔ ان راتوں کو جلسوں' تقریروں میں صرف کرنا بڑی محرومی میں داخل ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں' عبادت کا یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

اللّٰهُمَّ وفقنا لما تحبّ وترضٰیO (آمین)

اب دوسرا موضوع اعتکاف کے سلسلہ میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ اعتکاف کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں دوران خطبہ اور ترجمہ سن چکے ہیں۔ اب اس سلسلہ میں ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعتكف يوما ابتغاء وجه الله عزّوجلّ جعل الله بينه وبين النّار ثلاثة خنادق ابعد ممّا بين الخنادّيقين المشرق والمغرب او كمال قال.

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص اور جہنم کے درمیان میں تین خندقوں کا فاصلہ (دوری) بنائے گا اور ہر دو خندقوں میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوگا۔" (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۵۹)

اعتکاف

(۱) اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہے اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے پاخانہ کی ضرورت یا غسل واجب اور وضو کی ضرورت کے) مسجد سے باہر نہ جائے۔

(۲) رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر بڑے شہروں

کے محلّہ میں اور چھوٹے دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے اوپر ترک سنت کا وبال رہتا ہے اور کوئی ایک بھی محلّہ میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(۳) بالکل خاموش رہنا' اعتکاف میں ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے البتہ نیک کلام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیے۔

(۴) اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں۔ نماز' تلاوت یا دین کی کتابوں کا پڑھنا' پڑھانا یا جو عبادت دل چاہے کرتا رہے۔

(۵) جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لیے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے جب بھی اعتکاف میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(٦) اگر بلا ضرورت طبعی و شرعی تھوڑی دیر کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا خود عمداً نکلے یا بھول کر اس صورت میں اعتکاف کی قضا کرنا چاہیے۔

(۷) اگر آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو ۲۰ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آ جائے اعتکاف سے باہر ہو۔

(۸) غسل جمعہ یا محض ٹھنڈک کے لیے غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا معتکف کو جائز نہیں۔

اعتکاف کی روح خلوت ہے اور روح کے یہ معنی نہیں کہ مجرد عن الجسد ہو بلکہ اس کا نفع مشروط ہے۔ اس جسد خاص کے ساتھ جو خلوت معتد بہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خلوت بھی ہے مسجد میں کپڑے لگا کر بیٹھا ہے اور جلوت بھی ہے کہ مسجد میں ہونے سے با جماعت نماز ادا کرتا ہے۔ اگر صرف خلوت ہوتی تو شہرت ہو جاتی جو فتنہ کا سبب بنتی۔

سبحان اللہ! کیسی اچھی طرح اعتدال کو ظاہر کر دیا۔ پھر یہ رحمت کہ اس اعتدال کو مفسر بھی فرما دیا یعنی اجمالاً کہ اس کی مدت اور صورت بتلا دی۔ صرف عزلت میں یہ خرابی تھی کہ جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتا۔ تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جاتا مگر معتکف کے لیے مسجد۔ جماعت شرط ہے۔ معتکف سے زیادہ تو جماعت کا ثواب کسی کو مل ہی نہیں سکتا وہ تو ہر نماز میں تکبیر اولیٰ کو پاتا ہے اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظار جماعت کا ثواب بھی جماعت کے برابر ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

مَنْ کَانَ یَنْتَظِرُ فِی الصَّلٰوۃِ فَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ مَا کَانَتْ تحبسُہٗ

"یعنی جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہے جب اس کی وجہ سے محبوس ہے۔"

اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

پنج وقت آمد نماز اے راہ نموں عاشقاں ھم فی صلوٰۃ دائموں

(یعنی نماز پانچ وقت فرض ہے اور عشاق ہر وقت نماز کے انتظار اور فکر میں رہتے ہیں۔ اس لیے گویا ہر حالت میں نماز کے اندر ہی رہتے ہیں)۔

صرف اختلاط میں یہ مضرت تھی کہ اس میں اشرار کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی معتکف اس سے بھی محفوظ ہے کیونکہ مسجد میں صرف نمازی ہی تو آتے ہیں اور نمازی اکثر نیک ہوتے ہیں اور اگر بعضے بد بھی ہوں تو وہ نماز کے وقت نیک ہی ہو جاتے ہیں۔ پھر اختلاط میں باتوں میں بڑا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ مساجد میں فراغت کے بعد کون ٹھہرتا ہے جو معتکف سے باتیں کرے اس لیے معتکف کثرت کلام کے غوائل سے محفوظ رہتا ہے۔ ہر سال بیسیوں آدمی اعتکاف کرتے ہیں مگر کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا اور نہ اس کی عزلت کی شہرت ہوتی ہے کیوں کہ معتکف کوئی پہاڑ کی کھوہ میں نہیں بیٹھتا' مسجد ہی میں بیٹھتا ہے جہاں سب سے ملاقات ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! ایسی جامع عبادت جو خلوت اور جلوت کو انتہائی جامع ہو' اعتکاف کے سوا نہیں ہو سکتی۔

بہر حال معتکف کو مسجد میں اس لیے لایا گیا کہ شب قدر کی تحری سہل ہو کیونکہ بہت سے آدمی ہوں گے جب سب ایک ہی کام میں مشغول ہوں گے تو دل بھی لگے گا۔ پھر سبحان اللہ اس میں یہ کیسا اعتدال کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا' ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا اور اس میں بھی ثواب جاگنے کا دیا۔

چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑا پالے اللہ کے راستے میں تو اس کی لید' اس کا پیشاب سب وزن کر کے اس کو نیکیاں ملیں گی چونکہ وہ گھوڑا ذریعہ ثواب تھا تو اس کی لید اور پیشاب پر بھی ثواب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شب قدر نہایت قابل قدر چیز ہے اس کی روح مشاہدہ ہے اس میں حق جل وعلیٰ شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا ضروری نہیں مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ اس رات میں بہ نسبت اور راتوں کے عبادت میں جی زیادہ لگتا ہے۔ قلب کو غفلت نہیں ہوتی اور کیوں ہو وصل کے ساتھ ہجر جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ (روح الجوارص ۱۵۰، ۱۵۱)

شب قدر است طے شد نامہ ہجر

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

آٹھواں خطبہ

شب عید کی فضیلت اور ہم

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

''حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے''۔

عید الفطر اور بقرعید کی شب کو زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں کو عبادت الٰہی میں مشغول رکھیں اور ذکر وتسبیح، صلہ رحمی، نیک لوگوں کی ہم نشینی میں اس وقت کو پورا کریں۔ اہل وعیال کے ساتھ انس ومحبت سے پیش آئیں۔ عزیز واقارب سے میل ملاقات اور حسن سلوک کریں۔ یہ سب کارہائے خیر ہیں۔ ان کو کریں اور دیگر عبادات میں ان راتوں کو گزاریں۔

اور یہ جو فرمایا گیا کہ ان راتوں میں عبادت کرنے والے کا دل مردہ نہ ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میں جب ہر طرف خوف وہراس اور دہشت اور گھبراہٹ پھیلی ہوگی۔ لوگ بدحواس اور مدہوش ہوں گے اور خوف کے مارے ان کی نشہ کی سی کیفیت ہوگی حالانکہ انہیں نشہ قطعاً نہ ہوگا۔ لیکن عذاب الٰہی ایسی سخت چیز ہے جس سے لوگوں کی یہ حالت ہوگی۔ ایسے قیامت خیز دن میں حق تعالیٰ شانہ اس بندہ کو نعمتوں سے بھرپور اور باسعادت زندگی بخشیں گے۔ خوف ودہشت کا دور دور کوئی نشان نہ ہوگا۔ ہر بھلائی اسی کے قدم چومے گی۔ اس پر رحمت ہی رحمت برستی ہوگی اور وہ بہت پرلطف اور پرمست زندگی میں مگن ہوگا۔ (حاشیۃ الترغیب بتصرف) حق تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اس لئے عید کی شب بڑی مبارک اور باسعادت رات ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کی قدردانی یہی ہے کہ اس رات کو کثرت ذکر اللہ اور درود شریف میں اور دیگر عبادات میں لگ کر گزارنی چاہئے۔ ساری رات نہ جاگ سکیں تو جتنی رات آسانی سے جاگ کر عبادت کرسکیں اتنا ہی کرلیں۔ کم از

کم عشاء اور فجر کی نماز　تو ضرور ہی تکبیر اولیٰ کے ساتھ جماعت ادا کریں اور درمیان میں جتنی دیر ذکر و عبادت کر سکیں وہ کریں پھر سو جائیں۔ اتنا کرنے پر بھی امید ہے کہ حق تعالیٰ محروم نہ فرمائیں گے۔

پانچ مبارک راتیں

''حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (ذکر و عبادت کے ذریعہ) پانچ راتیں زندہ رکھیں۔ اس کیلئے جنت واجب ہو گئی (وہ پانچ راتیں یہ ہیں) آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، بقر عید کی رات، عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات''۔ (کذا فی الترغیب)

حدیث بالا میں ان پانچ راتوں کی ایک خاص فضیلت یہ بتلائی گئی ہے کہ جو شخص کوشش کر کے ان راتوں میں جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جن میں شب عید الفطر بھی داخل ہے اور حق تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں لگا رہے تو ایسے شخص کی اس محنت کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف اور صرف جنت ہے۔ سال بھر کی سینکڑوں راتوں میں سے صرف پانچ راتوں میں جاگنا اور عبادت میں لگنا کوئی بہت زیادہ کٹھن اور مشکل کام نہیں ہے۔ دنیا کے معمولی معمولی نفع اور فائدے کے لئے ہم بیسیوں راتیں جاگ کر گزار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ چوکیداری کرنے والے چند پیسوں کی خاطر ساری رات جاگتے ہیں۔ کپڑا بننے والی ملوں میں ملازم تمام رات ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ غور کرنے سے اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں مل جائیں گی تو کیا آخرت کے ہولناک دن کی ہولناکی سے بچنے، پاکیزہ زندگی حاصل کرنے اور مقام جنت پانے کیلئے ہم نہیں جاگ سکتے اور عبادت نہیں کر سکتے؟ ضرور کر سکتے ہیں تو فوراً کمر بستہ ہو جائیں۔ نفس و شیطان کا مقابلہ کریں اور ان قیمتی راتوں کو ضائع اور برباد نہ کریں ذکر و تسبیح، عبادت و طاعت اور دیگر کارہائے خیر سے جہاں تک ہو سکے ان مبارک راتوں کو زندہ رکھیں۔

شب عید کی ناقدری

گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا کہ عید الفطر کی شب بھی ایک اہم رات ہے جس کے تفصیلی فضائل اوپر بیان ہو چکے، مگر افسوس ہم نے ان سب برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک شب کو طرح طرح کی لغویتوں، فضول باتوں، لایعنی کاموں اور طرح طرح کے گناہوں میں گزارا جاتا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

بعض لوگ یہ مبارک رات مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر گزارتے ہیں۔ مثلاً شطرنج،

چوسر، لوڈو، کیرم بورڈ اور دیگر ہار جیت والے کھیل۔ جن میں شطرنج اور چوسر تو حرام ہی ہیں اور باقی کھیل بھی شرائط جواز مفقود ہونے کی بنا پر ناجائز ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی کھیل جائز بھی ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو ولعب کیلئے نہیں۔ عبادت وطاعت کیلئے ہے اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہئے جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا لازم ہے۔

بہت سے لوگ ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ جس کی بنا پر اس کو دیکھنا جائز نہیں۔ خواہ پروگرام مذہبی یا تعلیمی نوعیت کا ہو۔ پھر اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے اس لئے اس نامراد چیز سے بالعموم اور اس مبارک شب میں بالخصوص اجتناب کرنا لازم ہے۔

بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ، چمک دمک، خریداروں کی کثرت دیکھنے کیلئے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں اور اس طرح رات کا اکثر و بیشتر حصہ ضائع کرتے ہیں جبکہ بازار روئے زمین پر حق تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بدتر اور مبغوض ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ بازار اکثر گناہوں کا اور بڑے بڑے گناہوں کا مرکز ہیں۔ مثلاً عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ خرید وفروخت کرنا اور بازاروں میں گھومنا، گانا بجانا عام ہونا، دھوکہ، فریب، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا ہونا، کم تولنا اور کم ناپنا، ملاوٹ وغیرہ کرنا۔ اس لئے بازار میں تمام گناہوں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ضرورت کے وقت بقدر ضرورت ہی جانا چاہئے۔ ورنہ بلا ضرورت بازاروں میں تفریح کرنے والے بھی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس مبارک رات میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اور گناہوں میں مشغول ہونا اور حق تعالیٰ کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ میں بلا ضرورت جانا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے محروم کرنا ہے۔

بعض لوگ اس رات کو ہوٹلوں میں ٹھنڈے گرم مشروبات پینے میں مصروف ہو کر اور گھنٹوں ادھر ادھر کی فضول باتوں بلکہ گناہ کی باتوں میں مشغول ہو کر اس مقدس شب کا بہترین اور اکثر حصہ ضائع کرتے ہیں جو سراسر محرومی ہے اور گناہوں کا ارتکاب جدا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس شب کی عظمت وفضیلت کا علم ہی نہیں۔ اس لئے وہ کبھی اس رات میں ذکر وفکر، عبادت اور تسبیح ومناجات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ اپنی جہالت ونادانی سے بیسیوں راتیں گنوا چکے ہیں اور ان کی اس جہالت نے انہیں آخرت

کے ثواب عظیم سے محروم کیا ہوا ہے جو بڑے ہی خسارہ کی بات ہے۔

بعض لوگ جنہیں اس رات کی عظمت وفضیلت کا علم ہے۔ دین اور علم دین سے ان کو نسبت ہے' دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اگر کوئی غلطی سے انہیں اس طرف توجہ دلائے تو فوراً جواب ملتا ہے کہ اس رات میں جاگنا کوئی فرض وواجب نہیں۔ بیشک اس رات میں جاگنا اور عبادت وغیرہ کا اہتمام کرنا فرض وواجب نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا یہ سب ترغیبات فضول ہیں؟ اور اسی قابل ہیں کہ انہیں غیر فرض قرار دیکر رد کر دیا جائے۔ آخر ان ترغیبات کا کون مکلّف ہے؟ اہل علم تو انہیں غیر ضروری قرار دے کر ٹھکرا دیں اور عوام اپنی جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر اہتمام نہ کریں تو پھر امت میں کون اس پر عمل کرے گا؟ ذرا بتلایئے! آخرت کے اتنے عظیم ثواب اور رضائے الٰہی اور حصول جنت سے اپنے آپ کو محروم کرنا کیا کوئی خسارہ کی بات نہیں اور کیا یہ چیزیں آپ حاصل کر چکے ہیں۔ اگر نہیں تو استغناء سے پناہ مانگئے اور استغفار کیجئے۔

بعض تاجر اس شب میں دنیاوی مصروفیت کو کم کرنے کے بجائے اور بڑھا لیتے ہیں اور اس قدر منہمک اور مصروف ہوتے ہیں کہ بسا اوقات اس دھن میں فرض نمازیں بھی قربان ہو جاتی ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں ایسے تاجر اگر کاروباری مصروفیت کم نہیں کر سکتے اور اس رات کو ذکر وتلاوت اور عبادت وطاعت میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے اور چلتے پھرتے ذکر دعا کے ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی اس شب کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں۔

بات اصل میں فکر وطلب اور قدر و قیمت کی ہے۔ جس کے دل میں ذرا بھی اہمیت ہے اور فکر ہے۔ وہ سخت سے سخت مشغولیت میں اس فضیلت کو حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا اور جس کو طلب نہیں بلکہ دنیا اور دنیاوی منافع ہی اس کی نظر میں اصل مقصود ہیں تو اس کے دل میں ان باتوں سے اعتراض ہی پیدا ہوگا اور اس کا نفس طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کر کے بالآخر اس کو اس شب کی برکات سے محروم کر دے گا۔ حق تعالیٰ محفوظ رکھیں۔ آمین۔

عید کو برباد نہ کیجئے

عید الفطر کا دن مسلمانوں کیلئے بڑی مسرت اور خوشی کا دن ہے اور یہ خوشی اس بناء پر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے رمضان شریف کے دنوں میں روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور راتوں میں تراویح ادا کرنے اور اس میں کلام الٰہی پڑھنے اور سننے کی سعادت عطا فرمائی۔

حق تعالیٰ کے نزدیک عید کا دن اور عید کی رات دونوں ہی بہت مبارک اور فضیلت والے ہیں جس کا اندازہ آپ کو آنے والی حدیث سے ہوگا۔

عید میں مغفرت وانعام

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کیلئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پھر جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے۔ جس کا نام مثیرہ ہے۔ جس کے جھونکوں کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔

مغفرت کی صدا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں۔ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے۔ ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔

فرشتوں کا نزول

اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیلؑ ایک بڑے لشکر کیساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے۔ جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیلؑ کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو۔ اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو۔

چار افراد کی بخشش نہیں

فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول! وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد فرمایا:

ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔

دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔

چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

عید کی صبح یقینی مغفرت

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصور معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف چلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کرچکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم، جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، میں تمہیں مجرموں (اور

کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو عید الفطر کے دن ملتا ہے۔ خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ (فضائل رمضان)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر کی شب اور اس کا دن انعامات الٰہی کی وصولی اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دن ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تعجب یہ ہے کہ ایسی باتوں کو ہم گناہ بھی نہیں سمجھتے جو اور بھی خطرناک بات ہے۔

یہاں ذیل میں کچھ ہی چند ایسی باتیں عرض کرتا ہوں، صرف اس امید پر کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ توجہ سے ان باتوں کو پڑھے اور اسے عمل کی توفیق ہو جائے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ان منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عید کارڈ

ہمارے معاشرے میں عیدین کے موقع بالخصوص میٹھی عید میں عید کارڈ بھیجنے کا بہت ہی رواج ہے۔ ہر خاص و عام پڑھا لکھا یا جاہل عید کارڈ بھیجنے کا اہتمام کرتا ہے اور ایک نہیں متعدد کارڈ بھیجتا ہے اور خوبصورت سے خوبصورت کارڈ روانہ کرتا ہے۔ عید الفطر آنے سے ہفتوں پہلے بک سٹالوں کا چکر لگانا شروع کر دیتا ہے۔ جہاں رمضان ہی سے نت نئے عید کارڈ فروخت کیلئے موجود ہوتے ہیں۔ جن میں اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ ہر قسم کے ہوتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتوں والے کارڈ بھی ہوتے ہیں۔ انہیں خریدنے اور ارسال کرنے کو نہ کوئی گناہ سمجھتا ہے اور نہ خلاف شریعت، بلکہ اس کو اظہار مسرت اور عید کی مبارکباد کا ایک جدید اور مہذب طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ عید کارڈ میں سراسر اسراف ہے جو قرآن وسنت کی رو سے گناہ ہے اور یہ انگریزوں کے کرسمس کارڈ کی نقل بھی ہے جبکہ کافروں اور خدا کے باغیوں کی نقل اتارنا گناہ عظیم ہے اور بھی اس میں بہت سی قباحتیں ہیں جن کی بناء پر عید کارڈ بھیجنا جائز نہیں۔ چنانچہ عید کارڈ میں مزید گناہ کی باتیں یہ ہیں۔

بہت سے عید کارڈ جانداروں کی تصاویر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی میں طوطا، کسی میں بگلا، کسی میں کوئی دوسرا خوبصورت پرندہ یا جانور بنا ہوا ہوتا ہے جبکہ جانداروں کی تصاویر کھینچنا، بنانا، دیکھنا اور پسند کر کے دوسرے شخص کے پاس بھیجنا گناہ ہی گناہ ہے۔

بہت سے عید کارڈ فلمی ستاروں، ایکٹروں، اداکاروں کی رنگین تصاویر پر مبنی ہوتے ہیں جنہیں

خاص مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ایسے عید کارڈوں کے گناہ عظیم ہونے میں کیا شک ہے۔

بعض عید کارڈ ایسے ہوتے ہیں جس میں عریاں یا نیم عریاں عورتوں کی رنگین تصاویر ہوتی ہیں۔جن کو دیکھنا چھاپنا سب گناہ ہے۔ان کو خرید کر بھیجنا اور بھی بڑا گناہ ہے۔

بعض عید کارڈ آیات قرآنی پر مشتمل ہوتے ہیں اور جب عید کارڈ وصول ہو جاتا ہے اور اس کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے یا کسی اور جگہ ڈال دیا جاتا ہے جس سے آیات الٰہی کی بے ادبی اور سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔جو بلاشبہ گناہ ہے۔

پھر عید کارڈ بھیجنے والوں کا آپس میں اعلیٰ سے اعلیٰ عید کارڈ بھیجنے کا مقابلہ ہوتا ہے ہر شخص دوسرے سے بہتر اور عمدہ عید کارڈ بھیجنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے عید کارڈ کی سب سے زیادہ تعریف اور تذکرہ ہو۔یہ کھلی ریا کاری ہے جو گناہ عظیم ہے اور گناہ کے کام میں مسابقت اور مقابلہ اس کی سنگینی کو اور بڑھا دیتا ہے۔

پھر جو شخص گھٹیا عید کارڈ بھیجتا ہے یا نہیں بھیجتا تو اس کو طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں حالانکہ اول تو کسی کو طعنہ دینا خود گناہ عظیم ہے۔پھر ایک گناہ کی بات پر دوسرے کو طعنے دے کر مجبور کرنا یا ابھارنا اور بھی گناہ کی بات ہے۔

بعض جگہ عید کارڈ بھیجنے میں ادلہ بدلہ کا تصور بھی کارفرما ہوتا ہے۔آپ نے بھیجا تو دوسرا بھی بھیجے گا۔اگر آپ نے نہ بھیجا تو دوسرا بھی نہ بھیجے گا اور گناہ میں ادلہ بدلہ بھی گناہ اور گلہ شکوہ بھی برا ہے۔

بعض عید کارڈ ان ظاہری خرافات سے خالی ہوتے ہیں۔مثلاً کسی میں گلاب کے خوبصورت پھول ہوتے ہیں۔بعض میں حضرات اہل بیتؓ کے نام درج ہوتے ہیں۔بعض میں حرمین شریفین کے فوٹو اور خوبصورت باغات اور سینریاں بنی ہوتی ہیں۔ان میں جانداروں کی تصاویر نہیں ہوتیں لیکن ایسے عید کارڈ بھی اسراف اور تبذیر اور غیر مسلموں کی مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔

عید کارڈ بھیجنے میں یہاں تک غلو ہو چکا ہے کہ ہزاروں بندگان خدا روزہ کی نعمت سے محروم ہیں اور صدقۃ الفطر ادا نہیں کرتے لیکن عید کارڈ قیمتی سے قیمتی خریدنا اور احباب کو روانہ کرنا نہیں بھولتے جیسے یہ بھی کوئی فرض ہے۔کس قدر غفلت اور گناہ کی بات ہے۔

بعض لوگ ٹیلیفون اور تار کے ذریعے عید کی مبارکباد دینا ضروری تصور کرتے ہیں حالانکہ اس کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں یہ محض ایک رسم ہے۔

اس طرح بے شمار گناہوں کے ساتھ عید کارڈوں میں ہزاروں لاکھوں روپیہ ضائع و برباد ہوتا ہے جو بلاشبہ اسراف و تبذیر میں داخل ہے اور گناہ در گناہ ہے۔ اگر اتنی رقم غرباء اور فقراء اور مساکین میں خرچ کی جائے تو کتنے ہی تنگ دست گھرانے خوشحال ہو جائیں، بیمار تندرست ہو جائیں، روزی کے محتاج برسر روزگار ہو جائیں۔ حق تعالیٰ فہم صحیح عطا فرمائیں اور اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

عید کی تیاری

ایک فتنہ عید کی تیاری کا ہے جو عید الفطر میں زیادہ اور بقر عید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کیلئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے سیلاب کو عیدین کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آج یہ بات فرض و واجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس مالی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کیلئے نئے سے نئے جوڑے کا اہتمام کرے، گھر کے ہر فرد کیلئے جوتے ٹوپی سے لے کر ہر چیز نئی خریدے، گھر کی آرائش و زیبائش کیلئے نت نئے سامان فراہم کرے، دوسرے شہروں میں رہنے والے اعزہ اور اقارب کو قیمتی کارڈ بھیجے اور تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے شخص کیلئے عید اور بقر عید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ اپنے گھر والوں کی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر وہ روپیہ فراہم کرتا ہے تاکہ ان غیر متناہی خواہشات کا پیٹ بھر سکے۔

اور اس عید کی تیاری کا کم سے کم نقصان تو یہ ہے کہ رمضان اور خاص طور سے آخری عشرے کی راتیں اور اسی طرح ذی الحج کے پہلے عشرے کی راتیں بالخصوص عید اور بقر عید کی شب جو گوشہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض و مناجات اور ذکر و فکر کی راتیں ہیں وہ سب بازاروں میں گزرتی ہیں۔

مصافحہ کی فضیلت

سب سے پہلے مصافحہ اور معانقہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت حذیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یقیناً

جب ایک بندہ مومن دوسرے بندہ مومن سے ملاقات کرتا ہے پھر اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے (موسم خزاں میں خشک ہو کر گر جاتے ہیں) (الترغیب والترہیب)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں (اور) پھر باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

مصافحہ سلام کا تکملہ ہے

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل (سلام کے بعد) مصافحہ کرنا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سلام کی تکمیل ہاتھ پکڑنا یعنی مصافحہ کرنا ہے۔ (ترمذی)

معانقہ سفر سے آنے پر ہے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ (کسی سفر سے) مدینہ منورہ آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ وہ آپ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے آنے کی خوشی میں) کھلے بدن کے ساتھ (جب کہ ستر چھپا ہوا تھا) ایک چادر اپنے بدن پر ڈالتے ہوئے انکی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ بخدا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں کسی کا استقبال کرتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ پھر آپ نے زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے ان کے حبشہ سے واپسی کے قصہ میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

مصافحہ اور معانقہ میں صحابہ کرامؓ کا عمل

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ جب آپس میں ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ کیا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب)

ان احادیث سے اور ان جیسی دیگر احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ مصافحہ اور معانقہ کرنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو پہلے سلام کرتے اور سلام کے بعد مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہ تھا۔ بس اسی طرح بالکل اسی تفصیل سے مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا مسنون ومستحب اور کارِ ثواب ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہئے اسے نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کسی کی مجال ہے۔

عید کے دن گلے ملنا

چنانچہ اگر کوئی شخص مصافحہ اور معانقہ کو عید کے دن خاص عید کی سنت یا عید کی وجہ سے لازم اور ضروری نہ سمجھے اور پھر عیدین کے دن اتفاقاً بوقت ملاقات سلام کر کے مصافحہ کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں یا جو عزیز یا رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئے اور سفر سے آنے کی بنا پر اس سے گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ لیکن عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کو عید کی سنت سمجھنا یا واجب جاننا اور خاص عید کی وجہ سے اس کا اہتمام کرنا جیسا کہ عام طور پر رواج ہے تو ایسا مصافحہ اور معانقہ بلاشبہ ناجائز ہے اور اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہیں ہے اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اسی پہلو سے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

عید کی مبارکبادی

عید کی مبارکبادی کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کسی صحیح اور مستند حدیث سے ثابت نہیں اور شروع ہی سے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں علماء کے پانچ اقوال ہیں۔

(۱) جائز (۲) مباح (۳) مندوب (۴) مکروہ (۵) بدعت۔

لہٰذا اگر عید کی مبارکبادی تمام منکرات سے خالی ہو۔ مثلاً نہ اس کو سنت سمجھا جائے اور نہ فرض وواجب کی طرح ضروری سمجھا جائے اور فرض وواجب کا سا اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے اور جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو برا بھلا نہ کہا جائے اور نہ اس کو ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جائے اور جب ملاقات ہو تو پہلے باقاعدہ مسنون سلام کیا جائے اس کے بعد یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ جیسے ”عید

مبارک“ یہ کہہ دیا جائے تو جائز اور دعا ہونے کی بنا پر باعث ثواب ہے۔

لیکن اگر اس میں حد سے تجاوز کیا جائے مثلاً سنت سمجھا جائے یا فرض وواجب کی طرح اس کو ضروری سمجھا جائے اور اس طرح اس کا جو درجہ ہے اس سے اس کو بڑھا دیا جائے تو پھر مکروہ وممنوع ہے۔

عید کی سویاں

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ طاق مرتبہ (یعنی تین، پانچ، سات نو) چھوہارے کھا کر تشریف لے جاتے تھے۔ (جمع الفوائد)

علماء اور فقہاء رحمہم اللہ نے اس حدیث کو اور اس جیسی دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے طاق مرتبہ کھجور یا چھوہارے کھا کر جانا افضل ہے۔ اگر کھجوریں موجود نہ ہوں تو کوئی دوسری میٹھی چیز کھالیں۔ میٹھی چیز بھی نہ ہو تو جو چیز بھی ہو وہی کھالیں اور اگر بغیر کچھ کھائے پیئے کوئی شخص نماز عید کیلئے چلا جائے تب بھی کچھ گناہ نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شریعت میں کوئی خاص چیز معین ومقرر نہیں ہے۔ وقت پر جو چیز بھی مل جائے کھالیں، کھجور یا چھوہارے یا اور کوئی میٹھی چیز کھالینا بہتر ہے۔ یہ نہ ہو تو کوئی اور چیز خواہ وہ نمکین ہی ہو وہ کھالیں اور اگر کچھ نہ کھائیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

لہٰذا خاص سویوں کو عید کی سنت قرار دینا یا انہیں عید کے دن پکانے کو ایسا لازمی اور ضروری سمجھنا کہ جو شخص عید کے دن سویاں نہ پکائے تو اس پر شرعی حیثیت سے نکیر کی جائے ناجائز ہے۔ البتہ جو لوگ ایسا نہ سمجھیں بلکہ محض اپنی سہولت یا پسند کے مطابق بنائیں تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

بعض قرائن اور شواہد کی بنا پر عید کی سویوں کے متعلق احقر کا تاثر یہ ہے کہ عام لوگ اس کو عید کی سنت یا ایسا لازمی سمجھتے ہیں کہ اس کے ترک کو قابل طعن قرار دیتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی عید کی ایک رسم بن چکی ہے اس لئے قابل ترک ہے۔

دعا نماز عید کے بعد کیجئے

اکثر مقامات پر خطباء عید کے خطبہ کے بعد دعا کرتے ہیں۔ یہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ احادیث میں ہر نماز کے بعد دعا کی قبولیت عمومی طور پر وارد ہے۔ لہٰذا نماز عید بھی اس عموم میں داخل ہوگی اور اس کے بعد بھی دعا کرنا مستحب قرار پائے گا۔ البتہ خطبے کے بعد دعا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ نماز کے بعد دعا ترک کر کے خطبہ کے بعد دعا

کرنے سے سنت میں تبدیلی لازم آئے گی جس سے بچنا چاہئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سرہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''البتہ بعد نماز کے آثار کثیرہ میں مشروع ہے اور دبر الصلوات اوقات اجابت دعا بھی ہے۔ بہرحال بعد نماز دعا کرنا اور بجائے اسکے بعد خطبہ مقرر کرنا تغیر سنت اور قابل احتراز ہے''۔ (امداد الفتاویٰ)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''الحاصل، استحباب دعا بعد نماز عیدین احادیث مذکورہ سے ثابت ہے اور خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے بعد دعا کرنے میں ہے نہ کہ اس کے ترک میں اور خطبے کے بعد اتباع سنت دعا نہ کرنے میں ہے۔ باقی ترک ایسے امور مستحبہ کا ظاہر ہے کہ لائق ملامت نہیں ہے۔ واللہ اعلم''۔ (عزیز الفتاویٰ)

لیکن خطبہ کے بعد دعا مانگنے کو بالکل ناجائز نہیں کہا جائے گا کیونکہ جب احادیث سے دعا کرنے کا صراحۃً کوئی مقام ثابت نہیں ہے تو اس کو بالکل ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ سوال صرف افضل اور بہتر کا ہے ہمارے نزدیک دعا نماز عید کے بعد ہی کرنا بہتر ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص خطبہ عید کے بعد دعا مانگے تو متعدد علماء نے اس کو بھی جائز رکھا ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں۔ اس لئے اس کو ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔

رمضان المبارک کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات و واقعات	رمضان المبارک	مطابق
۱	آغاز نزول قرآن	۱۸، ۱ نبوی	۱۴، اگست ۶۱۰ء
۲	ابتدائی طور پر دو نمازوں کی فرضیت	۱۸، ۱ نبوی	۱۴، اگست ۶۱۰ء
۳	خفیہ دعوت اسلام آغاز	۸ۃ، ۱ نبوی	۱۴، اگست ۶۱۰ء
۴	وفات خواجہ ابو طالب	۱۰ نبوی	جنوری ۶۱۹ء
۵	وفات ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری	۱۰ نبوی	جنوری ۶۱۹ء
۶	نکاح ام المومنین حضرت سودہ	۱۰ نبوی	فروری ۶۱۹ء
۷	سریہ سیف البحر	۱ھ	مارچ ۶۲۳ء
۸	ہجرت حضرت عائشہ صدیقہ الی المدینہ	۱ھ	مارچ ۶۲۳ء
۹	غزوہ بدر بروز جمعۃ المبارک	۱۷، ۲ھ	مارچ ۶۲۴ء
۱۰	وفات حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲ھ	مارچ ۶۲۴ء
۱۱	وجوب صدقۃ الفطر و نماز عید الفطر	۲۸، ۲ھ	۲۴ مارچ ۶۲۴ء
۱۲	فتح مکہ	۱۰/۸ھ	جنوری ۶۳۰ء
۱۳	سریہ حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ	۲۵/۸ھ	۱۶ جنوری ۶۳۰ء
۱۴	سریہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ	۲۵، ۸ھ	۱۶ جنوری ۶۳۰ء
۱۵	سریہ سعد ابن زید اشہلی رضی اللہ عنہ	۲۶، ۸ھ	۱۶، جنوری ۶۳۰ء
۱۶	وفد ثقیف کا قبول اسلام	۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۱۷	حرمت سود نزول آیت ربوا	۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۱۸	وفد عبد القیس کا قبول اسلام	۹ھ	جنوری ۶۳۱ء

۱۹	وفد بنی فزارہ کا قبول اسلام	۹ھ	جنوری ۶۳۱ء
۲۰	وفد بنی مرہ کا قبول اسلام	۹ھ	دسمبر ۶۳۱ء
۲۱	وفد غسان کا قبول اسلام	۱۰ھ	دسمبر ۶۳۱ء
۲۲	وفات حضرت فاطمۃ الزہرا خاتون جنت	۱۱ھ	دسمبر ۶۳۲ء
۲۳	وفات حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ	۱۱ھ	نومبر ۶۳۲ء
۲۴	وفات حضرت سہل ابن عمرو	۱۸ھ	ستمبر ۶۳۹ء
۲۵	وفات ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ	۱۹ھ	اگست ۶۴۰ء
۲۶	وفات حضرت عبداللہ ابن مسعود	۹، ۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء
۲۷	وفات حضرت عباس	۹، ۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء
۲۸	وفات حضرت مقداد ابن الاسود	۳۳ھ	مارچ ۶۵۴ء
۲۹	شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
۳۰	خلافت حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
۳۱	وفات حضرت حسان ابن ثابت	۵۴ھ	اگست ۶۷۴ء
۳۲	وفات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ	۱۷، ۵۷ھ	جولائی ۶۷۷ء
۳۳	وفات حضرت ام سلمہ ام المومنین	۱۷، ۵۹ھ	جون ۶۷۹ء
۳۴	وفات حضرت رابعہ بصری	۱۳۵ھ	۷۵۴ء
۳۵	وفات اسحاق ابن راہویہ	۱۵، ۲۳۸ھ	جولائی ۸۵۲ء
۳۶	وفات امام بخاری مصنف بخاری شریف	۳۰، ۲۵۶ھ	اگست ۸۷۰ء
۳۷	وفات امام ابن ماجہ قزوینی	۲۷۳ھ	جنوری ۸۸۷ء
۳۸	وفات امام ابوعیسی ترمذی صاحب سنن	۲۷۹ھ	نومبر ۸۹۲ء
۳۹	جامعہ ازہر قاہرہ کا افتتاح	۱۷، ۳۶۱ھ	۲۳، جون ۹۷۲ء
۴۰	وفات ابوداؤد داندلسی	۴۹۶ھ	جون ۱۱۰۳ء

۴۱	وفات حضرت بوعلی قلندر پانی پتی	۷۲۴ھ	اگست ۱۳۲۴ء
۴۲	وفات امر خسرو دہلوی	۷۲۵ھ	اگست ۱۳۲۵ء
۴۳	وفات علامہ ابن خلدون مؤرخ	۸۰۸ھ	فروری ۱۴۰۶ء
۴۴	وفات حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی	۱۳۳۰ھ	اگست ۱۹۱۲ء
۴۵	وفات شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری	۱۳۸۱ھ	فروری ۱۹۶۲ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

شوال المکرّم

پہلا خطبہ

عید......رمضان کا انعام اور ثمرہ.......مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ

عید الفطر......اسلامی تہوار............شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

تیسرا خطبہ

اعمال رمضان کا تحفظ وشکر.......عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ

خطبہ عید الفطر......................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ

احکام عید الفطر......................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ

دنیا کی مذمت......................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ

بخل اور حب مال کی مذمت.........حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

مع شوال المکرّم کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

عید...... رمضان کا انعام اور ثمرہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اس مہینے کا اختتام جو مجاہدہ کا مہینہ تھا زہد و عبادت کا مہینہ تھا اور اپنی خواہشات اور غلبہ پر قابو پانے کا مہینہ تھا اور نفس کی عنان روکنے کا مہینہ تھا اور اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی خوشیوں اور خواہشوں کو قربان کرنے کا مہینہ تھا اس مہینہ کا اختتام اللہ نے اس خوشی کے دن پر کیا جسے عید کہتے ہیں۔ یہی عید رمضان المبارک کے اختتام کا اعلان اور اس میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے مذاہب وقوموں کے برخلاف جن میں یہ دن کھیل کھیلنے مزے لوٹنے اور نفس کو آزاد چھوڑ دینے کی علامت ہوتا ہے اس میں اس کے پہلے جو ناروا ہوتے ہیں وہ روا ہو جاتے ہیں اور حدود و قیود سب پھلانگ دیئے جاتے ہیں اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ دین کا مزاج ہے ملت کا مزاج ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو عید کی خوشی کا دن تھا تیس دن کے مجاہدہ کے بعد آیا تھا بجائے اس کے کہ اجازت دی جاتی اس میں آزادی ہے کہ جو چاہو کرو اس میں ایک زائد عبادت اللہ تعالیٰ نے شروع فرمائی۔ یعنی اس دن مسلمان نہا دھو کر آتا ہے اور خدا کے حضور میں دو رکعت پڑھتا ہے یہ شکرانہ ہے رمضان المبارک کا' روزے رکھنے کی توفیق حاصل ہونے کا تو عید کا تعلق رمضان سے ہے کہ عید کو رمضان سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ عید درحقیقت ایک قدرتی پھل ہے۔ رمضان کے درخت کا اگر رمضان کا درخت نہیں ہے اور اس کی تمام خصوصیات ساتھ نہیں ہیں وہ درخت شاداب نہیں ہے اور اس درخت کی تمام جڑیں محفوظ نہیں ہیں۔ تو اس درخت سے کبھی پھل پیدا نہیں ہو سکتا اور اسے پھل کا کوئی استحقاق نہیں ہو سکتا۔ وہ شخص جو کوئی درخت نہ لگائے اس درخت پر ریاض نہ کرے' محنت نہ کرے اور اس کو پانی نہ دے' اس کو اس درخت کا پھل کھانے کا کوئی استحقاق نہیں ہے اور یہ اس کی خام خیالی ہے کہ بے درخت کے اس کو پھل مل جائیں گے۔

عید تو رمضان المبارک کا صلہ ہے

اسی قانون پر ہم چل رہے ہیں آم کا درخت لگایئے اور آم کا پھل کھایئے' خریدہ رکھانا اور چیز ہے' آم کا درخت لگائے بغیر آپ آم نہیں کھا سکتے' آپ انگور کی کاشت کئے بغیر انگور نہیں پا سکتے۔ ویسے ہی رمضان کے بغیر عید کا کوئی استحقاق نہیں۔ بالکل یہ ایک غیر قدرتی' غیر اخلاقی' غیر قانونی چیز ہے۔ عید ہے' رمضان کا ثمرہ' عید ہے رمضان کا انعام' عید ہے رمضان کے درخت کا آخری شگوفہ' درخت نہیں تو شگوفہ کیا اور پھل کیا اور پھول کیا' اس طریقے سے رمضان اور عید ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جیسے کہ جسم اور روح ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں جس طرح سے کہ پھل اور درخت جو اس کا قدرتی نمودار ہے درخت کیا ہے؟ اور اس کا پھل کیا ہے؟ درخت کا خلاصہ پھل کیا ہے؟ درخت کی زندگی کا مظاہرہ' پھل کیا ہے؟ درخت کا نقطہ عروف اور اس کا نقطہ ارتقاء اگر درخت نہیں اور درخت کی شادابی نہیں اور درخت کی قوت نمو نہیں اور درخت میں فیض اور فائدہ پہنچانے اور کسی کا پیٹ بھرنے اور کسی کو خوش کرنے کی صلاحیت نہیں تو پھل بھی نہیں پیدا ہوگا تو عید بغیر رمضان بالکل غیر معقول اور غیر قدرتی چیز ہے۔ یعنی دین کی فطرت کے خلاف ہے۔ رمضان کی طرف کے خلاف ہے اور انسان کی فطرت سلیم کے خلاف ہے عید تو رمضان کا صلہ ہے رمضان کا انعام ہے۔ رمضان کی عیدی ہے۔ جیسے آپ کو عیدی دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو یہ عیدی دی ہے اس عید کی شکل میں۔

عید مختلف ادوار سے گزری

یہ عید کئی دوروں سے گزری ہے ایک عید وہ تھی' اصلی عید' جو ہر معنی سے عید تھی وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ آپ کی موجودگی سے بڑھ کر عید کا کوئی تحفہ نہیں اس وقت صحابہ کرامؓ زبان حال سے کہتے ہوں گے کہ

عید گاہ ماغریبان کوئے تو   انبساط عید دیدن روئے تو

پھر حقیقی عید وہ تھی جب صبح وشام فتوحات کی خبریں آتی تھیں اور اسلام کے قلم رو میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اور ہر روز روز عید اور ہر شب شب برأت کا مصداق کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ مسلمانوں کا ستارہ اقبال کسی نئے افق سے طلوع نہ ہو اس وقت کی عید کیا تھی؟

عید آزاداں شکوہ ملک ودیں

وہ بھی عید تھی اور حقیقی عید تھی' عید کی نماز پڑھنے کیلئے جب مسلمان جاتے تھے تو ایک رمضان ۲۹ یا ۳۰ روزوں ہی کا شکریہ نہیں ادا کرتے تھے بلکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا ترانہ شکر سے لبریز ہوتا تھا۔ ان کے ہر بن مو سے الحمد کی صدا آتی تھی اور جس وقت وہ الحمدللہ کہتے تھے یا عید کا ترانہ اور عید کی تکبیرات پڑھتے تھے یا عید کی حمد و تحلیل بیان کرتے تھے تو اس وقت ان کا دائرہ صرف رمضان تک ہی محدود نہیں ہوتا تھا بلکہ پوری زندگی کو حاوی تھا زندگی کے ہر شعبے میں ان کو نئی نئی کامیابیاں نظر آتی تھیں دل مسرتوں سے لبریز' دماغ اعتماد اور بلندی کے احساس سے مخمور' مخمور نہیں تو معمور کم سے کم سینہ ان تمام تمناؤں سے' حوصلہ مندیوں سے' مسرتوں سے' احساسات سے معمور تھا۔ جو چپ و راست چاروں طرف انہیں گھیرے ہوئے' وہ حقیقی عید تھی۔ اس کے بعد صدیوں تک عید اسی طرح رہی۔ اسلام کا قافلہ برابر آگے بڑھ رہا تھا۔ پہاڑوں کو بھی' ملکوں کو بھی' میدانوں کو بھی' وادیوں کو بھی اور مرغزاروں کو بھی اور بڑے بڑے متمدن ملکوں کو بھی اور اسلام برابر اقدام کی حالت میں تھا' پیش قدمی کی حالت میں تھا اس وقت بھی یہی حالت تھی کہ عید آزاداں شکوہ ملک و دیں' وہ بغداد کی عید ہو یا دمشق کی عید ہو یا لاہور و دہلی کی عید ہو اس وقت کی عید ان مسرتوں سے بھی ہوئی تھی اور وہ عید کی نقل نہیں تھی بلکہ وہ حقیقی عید تھی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ وہ عید آئی جس کو کہہ سکتے ہیں کہ ''عید محکوماں ہوم مومنین'' یعنی اب عید کا حاصل یہ رہ گیا ہے کہ مسلمان جتنی تعداد میں' عام طور پر نہیں جمع ہوتے اتنی تعداد میں جمع ہو جائیں تو سمجھئے کہ وہ مسلمان کی عید ہے اور زیادہ زیادہ غلام زیادہ مظلوم' بڑی تعداد میں غلام اور مظلوم اور دکھے ہوئے دل والے' چوٹ کھائے ہوئے' دماغ والے' بیتاب و بے چین روح والے اور صدموں کو اٹھانے والے' ذلتوں کو سہنے والے اور لوگوں کے طعنے سننے والے' زیادہ تعداد میں جمع ہو جائیں یعنی وہ اگر جمعہ کی نماز میں ہیں تو اس سے کم تعداد میں جمع ہوں گے اور پانچ وقت کی نماز ہے تو اس سے بھی کم تعداد میں جمع ہوں گے۔ یہ دکھے دل والے جہاں زیادہ تعداد میں جمع ہوں گے۔ اس کو عید کہہ لیجئے اور جس جگہ پر جمع ہو جائیں اس کو عید گاہ کہہ لیجئے یہ مظلوم اور یہ ذلت برداشت کرنے والے زیادہ بہتر لباس میں اور زیادہ دھوم دھام کے ساتھ آئیں اس کو عید کا دن سمجھ لیجئے تو آج ہماری عید وہی ہے عید کی حقیقی خوشی ناپید ہے۔ لیکن بہر حال ایک چیز تو قیامت تک رہے گی مسلمان نشیب و فراز سے گزرتے رہیں گے اس ملت کیلئے اللہ کی طرف سے مقدر رہی ہے۔ وہ ایک زندہ جاوید ملت ہے۔ اس کو قیامت تک رہنا ہے زندگی تبدیلیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔

زندگی تبدیلیوں کا نام ہے

زندگی نام ہی تبدیلیوں کا ہے تو زندہ رہنے کیلئے تو تبدیلیوں سے گزرنا ناگزیر ہے وہ زندہ نہیں جو تبدیلیوں سے نہ گزرے، نشیب وفراز سے نہ گزرے وہ درخت شاداب نہیں ہے، جس میں بہار وخزاں نہ آئے جس میں پت جھڑ نہ ہو جس کی شاخیں نہ چھانٹی جائیں اس کو کوئی دیوار کا نقش اس کو فن تعمیر کا نمونہ کہہ لیجئے اس کو آثار قدیمہ کی کوئی چیز کہہ لیجئے لیکن درخت اسی کو کہیں گے کہ جو ان تمام مرحلوں سے گزرتا ہے کبھی بہار آئے تو ایسی بہار آئے کہ اس کی پتی پتی مسکرا رہی ہو اس کی رگ رگ ہنس رہی ہو اور اس کے چاروں طرف مسرتیں برس رہی ہوں اور خزاں آئے تو ایسی آئے کہ وہ پورا درخت نوحہ کناں اور مرثیہ خواں ہو اور اس کو دیکھ کر لوگوں کے آنسو نکل آئیں گے مگر درخت وہی ہے جو بہار سے بھی گزرے یہ امت ایک سدا بہار درخت ہے یہ امت کوئی فن تعمیر کا نمونہ نہیں یہ امت کوئی تاج محل نہیں یہ امت کوئی قطب مینار نہیں جو کھڑا ہے تو کھڑا ہے تاج محل بن گیا تو بن گیا۔ نہیں یہ ایک درخت ہے اور درخت میں شادابی بھی آتی ہے اور خشکی بھی آتی ہے تو امت کیلئے ان تبدیلیوں سے گزرنا ناگزیر ہے لیکن ایک چیز ہے جو ناقابل تبدیل ہے وہ اس امت کا خدا کے ساتھ تعلق اس امت کا شریعت سے تعلق ہے۔ فاتح ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ مفتوح ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ قلیل ہو جب بھی روزہ رکھے گی کثیر ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ اور اگر اس کو فتح ملے گی تو اسی نماز روزہ کے راستہ سے ملے گی اور اگر ذلت اس کے نصیب میں آئے گی تو اس میں کوتاہی کرنے کے سبب آئے گی۔ اس لئے یہ تبدیلیاں اس کی خارج میں ہیں لیکن اس کے اندرون میں، ملت کے اندرون میں کوئی تبدیلی نہیں اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گا۔ جہاں کہیں اور جس خطہ زمین میں ہو نماز پڑھتی ہوئی نظر آئے گی۔ روزہ رکھتی ہوئی نظر آئے گی۔ سب نہیں لیکن اس کی اتنی بڑی تعداد جو یہ ثابت کرتی ہے کہ ابھی دین زندہ ہے اور ابھی قیامت نہیں آئی اور امت نے مجموعی انحراف اور ارتداد کا راستہ اختیار نہیں کیا ہے آج ہم مرکز اسلام سے اتنی دور جگہ پر بیٹھ کر یہاں جو لوگ ہیں کم سے کم ان کے بارے میں یہی خیال کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہیئے کہ ان سب نے روزہ رکھا ہے اور آج وہ عید کا انعام لینے یہاں آئے ہیں۔

باغی اور سرکش نہیں بلکہ گنہگار اور قصوروار

اپنے مالک کے سامنے سر جھکا کر اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر کے دوگانہ شکر ادا کر کے وہ زبان حال اور

زبان حال دونوں سے یہ کہہ رہے ہیں، مالک جیسا روزہ رکھنا چاہئے ہم نے ہرگز نہیں رکھا، جیسی نمازیں پڑھنی چاہئیں ہم نے ہرگز نہیں پڑھیں، قبل اس کے کہ ہمارے خلاف گواہیاں گزریں، ہم گواہی دینے کیلئے تیار ہیں اور قسم کھا کھا کر کہنے کیلئے تیار ہیں۔ **ماعبدناک حق عبادتک**، ہم سے ہرگز روزہ نہیں رکھا گیا اور قبل اس کے کہ روزہ ہمارے خلاف گواہی دے، ہم خود اقراری مجرم ہیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم سے کوئی حق ادا نہیں ہو سکا لیکن تیرا حکم تھا ہم نے کم سے کم اس قانون کو باقی رکھا کم سے کم اس سے بغاوت نہیں کی۔ ہم مقصر ہیں، ہم گناہ گار ہیں۔ قصوروار ہیں لیکن باغی اور سرکش نہیں وہ جو کسی نے مثال دی کہ ایک شخص ایک پھٹا، میلا کچیلا اور جگہ جگہ سے پھاڑ دیا گیا ہوا، ایسا پھٹا ہوا نوٹ لے کر جاتا ہے، ایک بینک ایک کاؤنٹر پر جہاں نوٹ بنتے ہیں اور کہتا ہے یہ نوٹ ہمارا خراب ہو گیا ہے اسے بدل دو، کلرک یہ نہیں پوچھتا کہ تم نے نوٹ کی یہ گت کیوں بنائی بلکہ فوراً نیا نوٹ دے دیتا ہے۔ لیکن ایک شخص جاتا ہے اور وہ جا کر کھڑے نوٹ لے کر کہتا کہ لیجئے ہے آپ کے نوٹ کی یہ اوقات ہے میری نگاہ میں اور پھاڑ دیتا ہے تو فوراً اسے پکڑ لیا جاتا ہے اور وہ باغی قرار پاتا ہے اور کہا جاتا ہے تم نے حکومت کی توہین کی۔

تو خدایا ہم نوٹ کو پھاڑنے والے نہیں، ہم میلا کچیلا نوٹ لے کر آئے ہیں تیرے حضور میں، ہم اس کے متمنی ہیں تو اس میلے کچیلے پھٹے ہوئے نوٹ کی جگہ ہمیں ایک صاف نوٹ عطا فرما جس سے کہ تیرے بازار آخرت میں ہم سودا خرید سکیں اور وہاں ہم کاروبار کر سکیں اور وہاں سے ہم پار ہو سکیں "**اولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات**" کا کیا مطلب ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ہم تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے بلکہ سیئات کو حسنات سے بدل دیں گے یہ نہیں کہ سو روپیہ کا نوٹ تم لائے تھے پھٹا ہوا تو کہہ دیا کہ کوئی مواخذہ نہیں بلکہ ایک نوٹ چھپا ہوا جو ابھی ٹکسال سے نکلا ہے وہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا جائیگا کہ اب یہ نوٹ ہے اس نوٹ کی جگہ پر "**فاؤلئک یبدل اللہ الخ**" خدایا ہم ایسا ہی پھٹا ہوا نوٹ کیا نامہ اعمال لے کر آئے ہیں تو کریم ہے، تو نکتہ نواز ہے تو غفور الرحیم ہے ہمارے روزے اور ان کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہے، دنیا کو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو، کراماً کاتبین کو معلوم ہے۔ تیرے فرشتوں کو معلوم ہے اور ان کو بھی معلوم نہ ہو، میاں عاشق و معشوق رمزیست، کراماً کاتبین را ہم خبر نیست، ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہرگز تیرے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ وہ تراویح جس کا ڈنکا بجتا تھا جس کی ہم نے دھوم مچائی تھی اس تراویح کا حال ہم کو معلوم ہے کہ امام شروع کرنے کے بعد ہم اس مراقبہ میں رہتے تھے کب ختم کرتا ہے آج کتنا پڑھے گا اور اللہ اس کو توفیق دے

کہ جلدی ختم کرے گھنٹہ پر ہمارے کان لگے ہوئے۔ قرآن کی آواز سے زیادہ گھڑی پر ہمارے کان اور ہماری نگاہیں لگی ہوئی ہیں کہ جلد ختم ہو یہ تراویح ہم تیرے حضور میں کیا پیش کریں۔ اس کے بعد کی جو نمازیں ہیں تو ان کا وجود ہی کتنا ہوا اور اگر ان کا وجود ہوا تو وہ وجود گفتہ نا گفتہ بہ ہیں۔ وہ وجود عدم وجود سے بدتر ہم تو کوئی چیز تیرے سامنے پیش نہیں کر سکتے مگر ہاں ہم وہی قصوروار ہیں۔ وہی ہم مفلس ہیں وہی ہم غریب ہیں جو پھٹا ہوا نوٹ لے کر اور نوٹ بھی سو کا نہیں بلکہ ایک روپے کا اور اگر اس سے بھی کم کوئی سکہ ہوتا وہ نوٹ لے کر تیرے حضور آئے ہیں۔ اب تیرے کریم دربار سے امید ہے کہ تو ہم کو اس کے بجائے ایک اجلا اور ایک چمکدار محمدی ٹکسال سے نکلا ہوا نوٹ اپنی کریم درگاہ سے نکلا ہوا نوٹ تو ہمارے ہاتھ میں رکھ دے گا اور کہے گا کہ آج سے یہ تمہارا نوٹ ہے اس نوٹ کو بھول جاؤ ہم نے بھی محو کر دیا اس کو اور تم بھی اپنے حافظہ سے اس کو یاد محو کر دو شرمندگی کی بالکل ضرورت نہیں۔ بس یہی عید کا مطلب ہے تم خدا کے سامنے وہی اپنی نمازیں اور روزے لے کر آئے اور آج ہمیں یہ جرأت ہوئی کہ ہم اس کے سامنے آئیں اور شکر ادا کریں شکر کس بات کا شکر ہوتا ہے۔ نعمت کا کیا ہم نے اس نعمت کی قدر کی لیکن اسی نے یہ کہا کہ جیسے بھی تم روزے رکھو ہمارا قانون پورا کر دو تم ...... ہے کہ تم عید کے دن آؤ اور پھر وہی حق نہیں بلکہ تم اچھے کپڑے پہن کر آؤ غسل کر کے آؤ یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ غلاموں کی علامتیں لگا کر کے اور سیاہ پوش ہو کر کے ہم آتے کہ ہمارے روزے سیاہ پوش تھے۔ ہماری نمازیں سیاہ پوش تھیں ہمارا نامہ اعمال سیاہ پوش تھا تو ہم سیاہ پوش ہو کر آتے۔

کریم کا احسان

لیکن اس کریم نے ہم کو اجازت دی کہ نہیں اچھے کپڑے پہن کر آؤ عطر و خوشبو لگا کر آؤ ایک دوسرے کو مبارکباد دو اور آکر دوگانہ شکر ادا کرو کہ دنیا یہ سمجھے کہ تم سے بہتر کسی نے روزے نہیں رکھے اور تم سے بہتر نمازیں کسی نے نہیں پڑھیں تو یہ اس کا کرم ہے۔ محض ہم تو اس کی چیز کو بگاڑتے ہیں اور وہ ہمیں بناتا ہے ہم اس کو عیب دار کرتے ہیں اور وہ ہمیں سنوارتا ہے ہمارا معاملہ اس کی ہر نعمت کے ساتھ یہی ہے۔ پھل کھاتے ہیں خراب کر دیتے ہیں کپڑا پہنتے اور میلا کر دیتے ہیں۔ لطیف غذائیں ہم کھاتے ہیں اور وہ دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں کہ آدمی اس کے پاس سے نہیں گزر سکتا اور اسی سے ملتا جلتا معاملہ ہمارے اس کے احکام اور فرائض اور عبادت کے ساتھ بھی ہے۔ اس کے باوجود ہمیں رزق دے رہا ہے۔ وہ ہم پر عنایت کی نگاہیں کر رہا ہے۔ تو ہم

اسی کے حکم سے اور اسی کو دیئے ہوئے حوصلہ سے یہاں آئے ہیں ورنہ ہم کیا اور ہمارا حوصلہ کیا۔ ہم نے کیا روزے رکھے کیا نمازیں پڑھیں۔ لیکن ہم وہی نمازیں لے کر اس کے حضور آئے ہیں اور دو رکعات کا اضافہ کرتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ جواب ملتا غیب سے آواز آتی ہے کہ

تو کارز میں رانکو ساختی
کہ برآسماں نیز پر داختی

تم نے فرض ہی کون سے اچھے پڑھے تھے کہ دوگانہ شکر ادا کرنے آئے ہو لیکن وہ کریم کہتا ہے۔

فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیماً. اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد.

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

دوسرا خطبہ

عیدالفطر اسلامی تہوار

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولتکملوا العدة ولتکبروا اللہ علی ماھدٰکم ولعلکم تشکرون

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)

روزہ دار کیلئے دو خوشیاں

بزرگان محترم و برادران عزیز! اللہ جل شانہ کا اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں رمضان المبارک عطا فرمایا اور اس مہینے کی برکتوں سے ہمیں نوازا اور اس میں روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور پھر اس مبارک مہینے کے اختتام پر اس مہینے کی انوار و برکات سے مستفید ہونے کی خوشی میں ''عیدالفطر'' عطا فرمائی۔

حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کیلئے دو خوشیاں رکھی ہیں ایک خوشی وہ ہے جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ قیامت کے روز اپنے پروردگار سے جا کر ملاقات کرے گا۔ اصل خوشی تو وہی ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت نصیب ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر صاحب ایمان کو یہ خوشی عطا فرمائے آمین۔

افطار کے وقت خوشی

لیکن اس آخرت کی خوشی کی تھوڑی سی جھلک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی رکھ دی ہے۔ یہ وہ خوشی ہے جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ پھر یہ افطار دو قسم کے ہیں ایک افطار وہ ہے جو روزانہ رمضان میں روزہ کھولتے وقت ہوتا ہے اس افطار کے وقت ہر روزہ دار کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے! سارے سال کھانے پینے میں اتنا لطف اور اتنی خوشی حاصل نہیں ہوتی جو لطف اور خوشی رمضان المبارک

میں افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ ہر شخص اس کا تجربہ کرتا ہے۔ علماء کرام روزانہ کے اس افطار کو "افطار اصغر" کا نام دیتے ہیں اور دوسرا افطار وہ ہے جو رمضان المبارک کے ختم پر ہوتا ہے جس کے بعد عیدالفطر کی خوشی ہوتی ہے۔ اس کو "افطار اکبر" کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ سارے مہینے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں روزے رکھنے اور اس کی بندگی اور عبادت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عید کے دن خوشی اور مسرت عطا فرماتے ہیں۔ یہ خوشی آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت حاصل ہونے والی خوشی کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے جو اللہ تعالیٰ نے عید کی شکل میں بندوں کو عطا فرمائی ہے۔

اسلامی تہوار دوسرے مذاہب کے تہواروں سے مختلف ہے

اور یہ بھی اسلام کا نرالہ انداز ہے کہ پورے سال میں صرف دو تہوار اور دو عیدیں مقرر کی گئی ہیں جبکہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور ملتوں میں سال کے دوران بہت سے تہوار منائے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کے تہوار الگ ہیں، یہودیوں کے تہوار الگ ہیں۔ ہندوؤں کے تہوار الگ ہیں، لیکن اسلام نے صرف دو تہوار مقرر کئے ہیں۔ ایک عیدالفطر اور دوسری عیدالاضحیٰ۔ اور ان دونوں تہواروں کو منانے کیلئے جن دنوں کا انتخاب کیا گیا۔ وہ بھی دنیا سے نرالے ہیں۔ اگر آپ دوسرے مذاہب کے تہواروں پر غور کریں گے تو یہ نظر آئے گا کہ وہ لوگ ماضی میں پیش آنے والے کسی اہم واقعہ کی یادگار میں تہوار مناتے ہیں۔ مثلاً عیسائی ۲۵ دسمبر کو "کرسمس" کا تہوار مناتے ہیں اور بقول ان کے یہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا دن ہے۔ حالانکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست نہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ کی پیدائش کی یاد میں انہوں نے "کرسمس" کے دن تہوار کیلئے مقرر کر لیا۔

جس دن حضرت موسیٰ کو اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہو گیا اور موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے۔ اس دن کی یاد میں یہودی اپنا تہوار مناتے ہیں۔ ہندوؤں کے یہاں بھی جو تہوار ہیں وہ بھی ماضی کے کسی نہ کسی واقعہ کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔

اسلامی تہوار ماضی کے واقعہ سے وابستہ نہیں

جبکہ اسلام نے جو دو تہوار "عیدالفطر" اور "عیدالاضحیٰ" مقرر کئے ہیں ماضی کا کوئی واقعہ اس دن کے ساتھ وابستہ نہیں۔ یکم شوال کو عیدالفطر منائی جاتی ہے اور دس ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اسلام نے نہ تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ قرار دیا نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے واقعہ کو "عید" کا دن قرار دیا نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کے میدان میں فتح حاصل کرنے کو "عید" کا دن قرار دیا نہ ہی غزوہ احد اور غزوہ احزاب کے دن کو "عید" کا دن قرار دیا اور جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا اور بیت اللہ کی چھت سے حضرت بلالؓ کی اذان پہلی مرتبہ گونجی، اس دن کو بھی "عید" کا دن قرار نہیں دیا۔ اسلام کی پوری تاریخ اور خاص طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایسے واقعات سے مالا مال ہے۔ لیکن اسلام نے ان میں سے کسی واقعہ کو "عید" کا دن قرار نہیں دیا۔

"عیدالفطر" روزوں کی تکمیل پر انعام

جن ایام کو اسلام نے تہوار کیلئے مقرر فرمایا ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ وابستہ نہیں جو ماضی میں ایک مرتبہ پیش آ کر ختم ہو چکا ہو بلکہ اس کے بجائے ایسے خوشی کے واقعات کو تہوار کی بنیاد قرار دیا جو ہر سال پیش آتے ہیں اور ان کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں عیدیں ایسے موقع پر مقرر فرمائی ہیں جب مسلمان کسی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں۔ چنانچہ عیدالفطر رمضان کے گزرنے کے بعد رکھی ہے کہ میرے بندے پورے مہینے عبادت کے اندر مشغول رہے، پورے مہینے انہوں نے میری خاطر کھانا پینا چھوڑے رکھا، نفسانی خواہشات کو چھوڑے رکھا اور پورا مہینہ عبادت کے اندر گزارا، اس کی خوشی اور انعام میں یہ عیدالفطر مقرر فرمائی۔

"عیدالاضحیٰ" حج کی تکمیل پر انعام

اور عیدالاضحیٰ ایسے موقع پر مقرر فرمائی جب مسلمان ایک دوسری عظیم عبادت یعنی حج کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ۹ ذی الحجہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھ مسلمان میدان عرفات میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادت کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس عبادت کی تکمیل کے اگلے دن یعنی دس ذی الحجہ کو اللہ تعالیٰ نے دوسری عید مقرر فرمائی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دے دیا کہ ماضی کے وہ واقعات جو ایک مرتبہ پیش آئے اور ختم ہو گئے۔ وہ واقعات تمہارے لئے عید کی بنیاد نہیں، بیشک تمہاری تاریخ ان واقعات سے جگمگا رہی ہے اور تمہیں ان پر فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ

تمہارے آباء واجداد نے یہ کارنامے انجام دیئے تھے لیکن تمہارے لئے ان کا عمل کافی نہیں۔ تمہارے لئے تمہارا اپنا عمل ہونا ضروری ہے‘ کوئی شخص آخرت میں صرف اس بنیاد پر نجات نہیں پائے گا کہ میرے آباء واجداد نے اتنے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے بلکہ وہاں پر ہر آدمی کو اپنے عمل کا جواب دینا ہوگا۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا کہ

تھے تو وہ آباء تمہارے مگر تم کیا ہو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

لہٰذا محض پرانے واقعات پر خوشی مناتے رہنا صاحب ایمان کیلئے یہ کافی نہیں بلکہ خود تمہیں اپنے عمل کو دیکھنا ہے۔ اگر تمہارے اپنے عمل کے اندر اچھائی ہے تو خوشی منانی ہے اور اگر برائی ہے تو رنج کرنا اور ندامت کا اظہار کرنا ہے۔

عید کا دن ’’یوم الجائزہ‘‘ ہے

بہرحال! یہ عیدالفطر خوشی منانے کا اور اسلامی تہوار کا پہلا دن ہے۔ حدیث میں اس کو ’’یوم الجائزہ‘‘ بھی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورے مہینے کی عبادتوں پر انعام دیئے جانے کا دن ہے جو ’’مغفرت‘‘ کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ گزر جانے کے بعد عید کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصحاب ایمان کی طرف اشارہ کرکے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں۔

انسان کی تخلیق پر فرشتوں کے اعتراض کا جواب

اس لئے فخر فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا جارہا تھا تو ان فرشتوں نے اعتراض کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک. (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

آپ مٹی کے اس پتلے کو پیدا کررہے ہیں جو زمین پر جاکر فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ایک دوسرے کے گلے کاٹے گا اور ہم آپ کی تسبیح وتقدیس کیلئے کافی ہیں۔

جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **انی اعلم مالا تعلمون** (سورۃ البقرۃ)

میں اس مخلوق کے بارے میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں کہ اس مخلوق کے اندر اگرچہ میں نے فساد کا مادہ بھی رکھا ہے۔ فساد پھیلانے کی بھی صلاحیت اس کے اندر موجود ہے

لیکن اس کے باوجود جب یہ مخلوق میرے حکم کی تعمیل کرے گی اور عبادت اور بندگی کرے گی تو یہ تم سے بھی آگے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تمہارے اندر میں نے فساد کا مادہ ہی نہیں رکھا۔ چنانچہ اگر تم گناہ کرنا بھی چاہو تو گناہ نہیں کر سکتے نہ تم کو بھوک لگتی ہے نہ پیاس لگتی ہے۔ نہ تمہارے دل میں جنسی اور نفسانی خواہشات پیدا ہوتے ہیں۔ تمہیں تو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ بس "اللہ اللہ" کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ لیکن اس انسان کو بھوک بھی لگے گی، پیاس بھی لگے گی، جنسی خواہشات بھی پیدا ہوں گی اور جب میں اس مخلوق سے یہ کہہ دوں گا کہ مت کھانا، جب میں اس سے کہہ دوں گا کہ مت پینا تو اس حکم کے نتیجے میں انسان سارا دن اس طرح گزار دے گا کہ اندر سے پیاس لگ رہی ہوگی۔ فریج میں ٹھنڈا پانی موجود ہوگا۔ کمرے میں دوسرا کوئی انسان دیکھنے والا نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود صرف میرے ڈر سے اور میری عظمت کے خیال سے اور میرے حکم کی اطاعت میں یہ اپنے ہونٹوں کو خشک کئے ہوئے ہوگا۔ اس صفت کی وجہ سے یہ انسان تم سے بھی آگے بڑھ جائے گا۔

آج میں ان سب کی مغفرت کردوں گا

بہر حال! عیدالفطر کے دن جب مسلمان عید گاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہی فرشتوں کے سامنے جنہوں نے اعتراض کیا تھا، فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! یہ ہیں میرے بندے جو عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور بتاؤ کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس کو کیا صلہ ملنا چاہئے؟ جواب میں فرشتے فرماتے ہیں کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس کا صلہ یہ ہے کہ اس کو اس کی پوری پوری مزدوری دے دی جائے۔ اس میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں میں نے رمضان کے مہینے میں ان کے ذمے ایک کام لگایا تھا کہ روزہ رکھیں اور میری خاطر کھانا پینا چھوڑ دیں اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیں۔ آج انہوں نے یہ فریضہ پورا کرلیا اور اب یہ اس میدان کے اندر جمع ہوئے ہیں اور مجھ سے دعا مانگنے کیلئے آئے ہیں۔ اپنی مرادیں مانگ رہے ہیں۔ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں۔ اپنے علو مکان کی قسم کھاتا ہوں کہ آج میں سب کی دعائیں قبول کروں گا اور میں ان کے گناہوں کی مغفرت کروں گا اور ان کی برائیوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کردوں گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب روزہ دار عید گاہ سے واپس جاتے ہیں تو اس حالت میں جاتے ہیں کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔

عیدگاہ میں نماز ادا کی جائے

یہ کوئی معمولی انعام نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے مجمع کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کیلئے اس بات کو سنت قرار دیا کہ مسلمان بڑی سے بڑی تعداد میں کھلے میدان میں جمع ہوں اور مجمع کثیر ہو کیونکہ مجمع جب بڑا ہوگا تو اس مجمع میں نہ جانے کس اللہ کے بندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ پورے مجمع پر فضل فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی تو ایسی ہے کہ اگرچہ انعام کے مستحق تو چند افراد ہوتے ہیں جنہوں نے صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو مجھ جیسے ناکارہ بھی اگر وہاں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ان چند افراد کی تو مغفرت کر دوں اور باقی لوگوں کی نہ کروں۔ یہ میری رحمت سے بعید ہے۔ لہٰذا سب کو اپنے فضل و کرم سے نواز دیتے ہیں۔

اپنے اعمال پر نظر مت کرو

لہٰذا یہ عید کا دن جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا اور اس دن میں عید کی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہ زندگی کے اندر انقلاب لانے والا واقعہ ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان شاء اللہ سب کی مغفرت فرما دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی امید رکھنی چاہئے۔ ہمارے دلوں میں یہ جو خیالات آتے ہیں کہ ہم نے بے شک عبادت تو کر لی لیکن اس عبادت کا حق تو ادا نہ ہو سکا کیا ہمارے روزے' کیا ہماری نمازیں' کیا ہماری تلاوت' کیا ہمارا ذکر و تسبیح' نہ اس میں خشوع و خضوع ہے نہ اس میں آداب کی رعایت ہے نہ اس میں شرائط پوری ہیں۔ لہٰذا ان عبادات کے نتیجے میں کیسے یہ امید باندھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان عبادات کو قبول کر کے ہماری مغفرت فرما دی ہوگی۔

ان کے فضل سے امید رکھو

خوب یاد رکھیں! اپنے اعمال کے ذریعہ تو امید نہیں باندھنی چاہئے' کیونکہ ہمارے اعمال تو اس لائق ہی نہیں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل ہوں ان کے شایان شان ہوں۔ ہاں' انکی رحمت سے ضرور امید باندھیں' ان کے فضل و کرم سے امید باندھیں' بے شک یہ اعمال ہماری نسبت سے کھوٹی پونجی ہے لیکن ان کی رحمت سے امید ہے کہ ان ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی قبول فرمالیں گے۔ جب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں تمہاری برائیوں کو بھی اچھائیوں میں تبدیل

کردوں گا۔ یعنی یہ اعمال جو تم ہماری بارگاہ میں پیش کررہے ہو۔ اس میں بہت سی خامیاں ہیں اور بہت سی برائیاں ہیں لیکن جب تم میری خاطر یہاں آئے ہو تو میں تمہاری برائیوں کو بھی اچھائیوں سے بدل دوں گا۔ لہٰذا ہر مومن کو یہ امید رکھنی چاہئے کہ اس رمضان میں میری مغفرت ہوگئی اس لئے کہ جب انہوں نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو ضرور کردی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں گے اور مجھے جنت میں داخل کردیں گے ایسا شخص اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اور جو شخص اپنے عمل پر بھروسہ کررہا ہے کہ میں نے چونکہ اچھا عمل کیا ہے۔ اس لئے میں ضرور جنت میں جاؤں گا ایسا شخص بھی اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ عمل بھی کئے جاؤ لیکن اپنے عمل پر بھروسہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرو۔

عمل کئے بغیر امید باندھنا غلطی ہے

عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدیں باندھنا اس لئے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ میری رحمت اس شخص پر متوجہ ہوتی ہے جو عمل کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمل ہی کچھ نہیں کرتا بلکہ غفلت میں وقت گزار رہا ہے تو ایسے شخص کو یہ جان لینا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اسی طرح شدید العقاب بھی ہے اس لئے جو شخص عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدیں باندھ رہا ہے وہ درحقیقت اپنے کو دھوکہ دے رہا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص نے عمل کرلیا اور قدم آگے بڑھادیا لیکن اس میں نقص اور کوتاہیاں رہ گئیں تو چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے قدم بڑھایا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمادیتے ہیں اور اس کی کوتاہیوں کو درگزر فرما کر ان کو حسنات سے بدل دیتے ہیں۔ لہٰذا عمل بھی کرتے رہو اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرو۔

یہی معاملہ ہمارا ہے نہ ہمارے روزے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہیں نہ تراویح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہیں۔ نہ تلاوت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہے لیکن اگر ان کی رحمت پر نظر کریں تو وہ یہ فرمارہے ہیں کہ میں تمہاری برائیوں کو بھی حسنات سے بدل دوں گا اس لئے امید یہ رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا فرمایا ہے اور ہماری مغفرت فرمادی ہے۔

آئندہ بھی دل اس دل کو صاف رکھنا

اور مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے باطن میں گناہوں کا جو میل کچیل تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دھوکر صاف کردیا اب تم سب سفید صاف ستھرے دھلے ہوئے کپڑے کے مانند ہو۔ اب صاف کپڑے کی حفاظت کرنا، کیونکہ کپڑا جتنا سفید صاف اور دھلا ہوگا اتنا ہی اس پر دھبہ برا معلوم ہوگا اور اگر کپڑا پہلے سے میلا ہے اس پر داغ دھبے لگے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک داغ اور لگ جائے تو پتہ بھی نہیں چلے گا لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے آج عید کے دن ہمیں اور آپ کو دھوکر صاف اور اجلا کردیا تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس کپڑے کی حفاظت کریں اور اب گناہ کا دھبہ نہ لگے۔ اب اس پر معصیت اور نافرمانی کا داغ نہ لگے اور اس فکر میں رہو کہ اگر داغ لگ بھی گئے تو اگلے رمضان میں دوبارہ دھل جائیں گے۔ ارے کس کو معلوم ہے کہ اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو' کس کو معلوم ہے کہ آئندہ گناہ سے توبہ کی توفیق ملے گی یا نہیں' لہٰذا آئندہ آنے والی زندگی میں گناہ کے دھبہ سے بچنے کی پوری کوشش کرو۔

خلاصہ

بہر حال جو آیت میں نے شروع میں پڑھی تھی کہ:

ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علی ما ھدکم ولعلکم تشکرون

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)

یعنی میں نے یہ عید کا دن ایسے موقع پر مقرر کیا ہے کہ جس میں تم رمضان کے روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرو تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ شکر گزار بننے کا راستہ یہی ہے کہ جس ذات نے تمہاری برائیوں کو بھی حسنات سے بدل دیا ہے اس کی نافرمانی سے اور گناہوں سے اور معصیتوں سے آئندہ زندگی کو بچانے کی فکر کرو۔

آج کا دن ہمارے اور آپ کیلئے الحمدللہ خوشی کا دن بھی ہے فرحت کا دن بھی ہے اور اللہ کی رحمت سے مغفرت کی امید رکھنے کا دن بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس فریضے کی ادائیگی کی توفیق بھی عطا فرمائے اور آئندہ زندگی کو گناہوں سے معصیتوں سے اور نافرمانیوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

تیسرا خطبہ

اعمال رمضان کا تحفظ و شکر

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

نحمد و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے بزرگوں کا یہی طریقہ ہے۔ رمضان سے قبل کچھ کام کرنے کی باتیں کرتا ہوں اور رمضان کے بعد اس کی نعمتوں کا شکر۔

اللہ پاک نے ہم کو توفیق بغیر استحقاق کے عطا کی ہے اور یہ ان کی عطا ہے بندہ کی اس میں کوئی خصوصیت شامل نہیں جس کام کی بھی اس ماہ میں توفیق عطا ہوگئی اس پر شکر ادا کیجئے۔ الحمدللہ مجھے اللہ کے دونوں انعامات اس ماہ میں حاصل ہوئے عزیمت میں بھی اور رخصت میں بھی۔ چنانچہ کچھ روز کے لیے بندہ بوجہ علالت روزے نہ رکھ سکا اور اس طرح رخصت پر بھی عمل کی توفیق مل گئی۔ سبحان اللہ اللہ پاک جب رخصت دینا چاہتے ہیں اس چاہنے کی محبت تو دیکھ......

ہم لوگ اکثر فضائل کو ترک کر دیتے ہیں اللہ کی دی ہوئی چیزوں کے تارک ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قبل اذان مسجد میں جانا تکبیر اولیٰ میں شریک ہونا صف اول میں بیٹھنا تو بھائی یہ فضیلتیں کیوں نہیں حاصل کرتے۔ کس چیز نے تم کو روکا ہے "عزیمت ان کی منشاء ہے اور رخصت ان کی عطا ہے۔"

ارے جس کو یہ خیال بھی آ گیا ہو کہ ہماری توبہ قبول نہیں ہوئی تو اس خیال پر بھی توبہ کرنی چاہیے کوئی تذبذب نہ کیجیے توبہ ضرور قبول ہوگی ہاں اب حفاظت رہ گئی اپنے اعمال کی تو سارے سال کے لیے اعمال کی حفاظت ضروری ہے اور بزرگوں نے کہا ہے سب سے اچھا یہ ہے کہ روز کے اعمال پر بھی روز توبہ کرلو۔

رمضان کا مہینہ تو آیا اور سب کچھ دے کر چلا گیا۔ ایک شب ایسی تھی جس کی نعمتوں کا کوئی ادراک بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک نے فرمایا: اے ہمارے حبیبؐ ہم عنقریب تم کو اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں راضی ہی نہیں ہوں گا جب تک کہ میری ساری اُمت نہ بخشی جائے گی۔

ارے تم کیا جانو شب قدر کیا ہے اور واقعی ہمارے ادراک کہاں کہ ہم سمجھ سکیں کتنے احسانات

ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے اوپر اور کسی کو درود شریف پڑھنے کی توفیق بھی دینا ان ہی کی عطا ہے اور یاد رکھو کسی کارِ خیر کی توفیق ہو جانا نشانی ہے اس عمل کے مقبول ہو جانے کی۔

تو اپنے گناہوں کا وزن نہ بڑھایئے روزانہ کا حساب روز کر لیں۔ صبح کو اُٹھ کر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اپنی کوتاہیوں پر تاسف اور خدا سے توفیق مانگئے' نیک اعمالی کی اور گناہوں سے توبہ کیجئے اور حادثات اور دنیا کے فتنوں سے پناہ مانگئے اور ارادہ کر لیجئے کہ ہم سارے دن اچھے کام کریں گے، اور برے کاموں سے بچیں گے اور پھر رات کو سوتے وقت سارے دن کے گناہوں کی فہرست پر نظر ڈالئے اور معافی طلب کیجئے۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ روزانہ توبہ کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ جس دن تمہاری موت آئے گی صرف اسی دن کے گناہ تم پر رہ جائیں گے اور وہ بھی خدا کی ذات سے امید ہے کہ معاف ہو جائیں گے۔ ایک ہر وقت خطا کار سمجھو اپنے آپ کو اور مراقبہ روزانہ کیا کرو کہ قبر میں کیا ہوگا؟ حشر میں کیا ہوگا؟ گناہوں پر عذاب اور نیکیوں پر انعامات کیا ملیں گے؟

اس پر روزانہ سوچا کیجئے اور کسی مخلوق کے سامنے یہ نہ کہا کیجئے کہ میں گناہ گار ہوں۔ صرف خدا کے آگے اپنی گناہ گاری کا اعتراف کیا کرو اور خدا کا پھر شکر ادا کرو کہ گناہ گار ہونے کے باوجود اللہ پاک نے ستاری فرمائی اور تم کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا نہیں کیا۔ اے اللہ! جس طرح دنیا میں آپ نے ہماری ستاری کی ہے اس طرح روز محشر بھی ہماری ستاری فرمایئے اور دین و دنیا کی رسوائی سے محفوظ رکھئے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں بہت سی چیزیں تم ناپسند کرتے ہو اور ہم جانتے ہیں کہ وہ تمہارے لیے اچھی ہیں تمہاری کیا عقل کیا فہم کیا ادراک اللہ جل شانہ کی مشیت میں ایک شمہ برابر کسی کا تصرف نہیں ہو سکتا۔

اب اگر واقعی ناگواری آتی ہے تو تم (انا للہ وانا الیہ راجعون) کہو اور ہر چیز کو اللہ پاک کی طرف منسوب کرو۔ تم کیوں اپنی رائے کو دخل دیتے ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہوتا اور یہ ہوتا تو ایسا ہوتا ارے جو کسی وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ اللہ پاک اپنی مشیت سے وہ کر کے دکھلا دیتے ہیں۔ صاحب ایمان کے لیے ہر دم فتح ہے۔ تمہاری عالم اسباب پر نظر کیوں جاتی ہے' خالق عالم کی مشیت پر کیوں نظر نہیں' خدا کی مشیت میں شر تو ہو ہی نہیں سکتا جس کو خود اپنی کامیابی کا یقین نہ ہو وہ بڑی اکثریت سے کامیاب ہو جائے اس میں سوائے مولا کی منشاء کے اور کچھ نہیں۔

ہاں جن کو اپنی جمعیت پر ناز تھا ان کو ان کے ناز نے اور غرور نے مارا اور جنہوں نے عالم ہو کر نفاق کا بیج بویا ان کو ان کے نفاق نے ڈبویا۔

کیا کسی عالم کے دل میں خدا کا بھی خوف تھا یہ لوگ چاہے عالم ہوں یا نہ ہوں لیکن کسی اللہ والے کی صحبت میں نہیں بیٹھے ان کو خودنمائی اور نفاق نے ڈبو دیا' اللہ نے ان کو ہوا خیزی کردی۔

عالم کا یہ کام نہیں کہ لوگوں کو خطرہ سے آگاہ کرنے کھڑا ہو اور خود اسی دلدل میں کود پڑے۔

بہرحال اس میں بھی بہتری ہے' بڑے بڑے سیاستدان غوطہ کھا گئے وہ تو بیچارے ابھی کیا ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کسی کو برا کہیں نہ بھلا کہیں بس خدا کی مشیت پر راضی ہو جایئے۔ یہ بھی ایک سمجھنے کی بات ہے کہ اگر یہ جماعتیں اتنی کثرت سے اپنا پروپیگنڈہ نہ کرتیں اور سامنے آ کر کھڑی نہ ہوتیں تو بغیر دنگا فساد اور خونریزی کے کام نہ ہوتا۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے اور کیا تعجب ہے کہ انہیں کو خدا ہدایت عطا فرما دے وہ تو جس سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں تو ہم اپنے احباب سے یہی کہتے ہیں کہ الگ ہو کر رہو ان تمام فتنوں سے۔

بزرگوں سے پوچھا کہ حضرت جیسے بزرگوں کی کرامتیں سنی ہیں' آج ایسے بزرگ دکھائی نہیں دیتے؟ جواب دیا ہر زمانہ میں کرامت والے بزرگ کم ہی رہے ہیں تم نے سارے کرامت والے بزرگوں کی ایک کتاب کسی جگہ ٹھہر کر پڑھ لی ہوگی جو یہ سمجھ بیٹھے کہ سارے بزرگ کرامت والے ہی ہوا کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت کرامت مادی تھی جو نظر آ جاتی تھی اور آج کرامت معنوی ہے تو آج کرامت وہ ہے جس کی صحبت سے نیک کاموں کی توفیق ہو جائے' صفائے باطن ہو اور ذکر الٰہی زبان پر آ جائے اور ایسے لوگ طلب سے ملتے ہیں اگر تم کو طلب ہوگی تو ایسے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں اور اس میں بھی توفیق ایزدی اصل ہے تو میں حفاظت اعمال میں بات کر رہا تھا۔ اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر وانہی اعمال کی کوشش کرو' دیانت' متانت' امانت علم' صبر شکر' عفو خیر خواہی یہ سب آپ کے اخلاق تھے اور یہی دین ہے۔ نظم الاوقات مقرر کرو ہر کام کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند والی چیزوں کو اپناؤ جس طرح ایک بھنگار چھوٹے سے چھوٹا کیڑہ جو حرکات کرتا ہے سب اللہ پاک کی نظر میں ہے اسی طرح ہمالیہ پہاڑ بھی اس کی نظر میں ہے کوئی بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔

ارے ایمان کی قدر کرو اور اس کی حفاظت کرو۔ اللہ پاک قرآن میں جگہ جگہ ارشاد فرماتے ہیں ارے ایمان والو! اے لوگو جو ایمان لائے۔ سبحان اللہ کیسے اچھے کتنے پیارے الفاظ ہیں جو ان الفاظ میں اپنے بندہ کو یاد کرے وہ اپنے بندوں کے دلوں کی باتیں نہیں جانتا؟ ارے کس غفلت میں پڑے ہو۔

مخاطب خاص کون ہے ان الفاظ سے اللہ پاک کا اے مرد مسلم صرف تیری ذات ہے جب وہ بار بار کہتے ہیں اے ایمان والو! تم فوراً کیوں نہیں بول اُٹھتے۔ اے رب ہمارے' اے

معبود ہمارے، اے پالنے والے ہمارے وہ تو تم سے مخاطب ہیں اور تم دوسری طرف دیکھ رہے ہو، تمہاری زبان پر کیوں اس کا ذکر جاری نہیں ہوتا، کیسی غفلت ہے۔

میں ہوں بزم دوست میں اور دل ہے محو غیر دوست
وائے محرومی کہاں بہکا چلا جاتا ہوں میں

یا اللہ ہم کو اس محرومی اور غفلت سے بچائیے۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو ایمان عطا فرمایا ہے، ہم سے اس کی حفاظت بھی نہیں ہو رہی۔

یا اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت کیجئے ہم کو نیک اعمال کی توفیق دیجئے،

ہمارے ملک میں اسلامی حکومت قائم کیجئے،

ہمارے رہنماؤں کو جو نادان ہیں، فہم دین اور اپنی کامل اطاعت عطا کیجئے، ہر بلائے زمین و آسماں سے ہم سب کو بچائیے،

ہمارے وجود میں جس نعمت کی ضرورت ہے سب میں پاکیزگی اور اخلاص عطا کیجئے،

ہم کو ہمارے اہل وعیال، دوست احباب اور جمیع اہل اسلام پر فضل کیجئے۔

یا اللہ! ہمارے بیماروں کو شفاء دیجئے، قرض داروں کو قرضہ سے نجات دیجئے، بیروزگاروں کو روزگار اور بے اولادوں کو اولاد عطاء کیجئے، اپنی رضائے کاملہ عطاء کیجئے،

اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، عظمت اور محبت عطاء کیجئے۔

یا اللہ! جن اہل حق لوگوں سے آپ نے ہم کو نسب عطاء کی ہے ان کے درجات میں ترقی عطاء کیجئے، ان کو صحت و عافیت نصیب کیجئے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کیجئے۔ آمین یارب العالمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چوتھا خطبہ

خطبہ عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کردیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور بندیوں نے میرے فرض کو پورا کردیا جوان پر ہے پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے۔ قسم ہے عزت وجلال کی اور اپنے کرم کی اور علو (شان) کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر اپنے بندوں سے (خطاب) فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور بدل دیا تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے (آنحضرتؐ نے) ارشاد فرمایا پس وہ (نماز کے بعد) بخشے ہوئے لوٹتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) اور صدقہ فطر کا مسئلہ اوپر گزر چکا ہے اس جگہ دو مسئلے اور لکھے جاتے ہیں۔'' ایک یہ کہ:

حدیث ۳- ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہو گیا جیسا کہ ہمیشہ (یعنی سال بھر) روزے رکھے۔'' (مسلم)

ف: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پس رمضان کے روزہ رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا ثواب مل چکا' چھ روزے اور رکھے تو بقیہ دو ماہ کا ثواب حاصل ہو گیا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے:

حدیث ۴- ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے خطبہ میں تکبیر بکثرت پڑھا کرتے تھے۔'' (عین ابن ماجہ)

آیات مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بیشک نجات پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ دی (یعنی صدقہ فطر ادا کیا) پھر اللہ کا نام لیا (یعنی تکبیر پڑھی) پھر نماز پڑھی۔ (عبید بن حمید اور ابن المنذر) نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر اور نماز سے عید مراد ہونا نقل کیا ہے (کذا فی الدر المنثور) اور حضرت مؤلف سلمہ نے فرمایا ہے کہ اس تفسیر پر اگر ذکر اسم ربہ سے راستے میں تکبیر کہنا مراد لے لیا جاوے تو بعید نہیں۔۱۲''

اضافہ: (الف): اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) تشریف لائے اور ان (اہل مدینہ) کے لیے دو دن تھے (جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ان میں ہم کھیل کود کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اللہ نے ان دونوں کے بدلے میں ان سے اچھے دو دن عطا فرمائے ہیں۔ بقر عید کا دن اور عید کا۔ (ابوداؤد)

(ب): اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پس پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں! کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی توفیق عبادت دیتا ہے پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے) اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی۔ پس تم انعام حاصل کرو پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو منادی پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا۔ پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ (اور انعام کا دن) رکھا جاتا ہے۔ (عین جمع الفوائد عن الکبیر)

محترم بزرگو، دوستو، بھائیو، عزیزو، بچو! آج ہم سب رمضان المبارک کے بخیر و خوبی اختتام کے بعد نماز عید الفطر ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ارشاد فرمودہ عبادات پر غور کیجئے اور اسلام کی جامعیت کا اندازہ لگائیے کہ خوشی میں اپنے دربار کی حاضری کا پابند فرمایا اور نماز عید واجب کر دی تا کہ کہیں ہم اپنی خوشیوں اور مسرتوں میں پروردگار عالم کو نہ بھول جائیں۔ اسی طرح کسی مسلمان کے فوت ہونے کے بعد نماز جنازہ واجب فرما دیا تا کہ دُکھ اور غم میں بھی اللہ تعالیٰ یاد رہیں۔ بہادر شاہ ظفر نے خوب فرمایا:

ظفر اس کو آدمی نہ جانئے گا چاہے ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

بخاری و مسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "شَهْرَا عِيْدٍ لاَ يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَّذُوالْحِجَّةِ"، یعنی عید کے دو ماہ کم نہیں ہوتے۔ (رمضان و ذوالحجہ)

ذوالحجہ کا ماہ عید ہونا تو ظاہر ہے کہ اس میں عید کا دن ہے لیکن رمضان کو اس وجہ سے عید فرمایا کہ یہ فرحت کا مہینہ ہے کہ ہر روز افطار کے وقت اس میں فرحت ہوتی ہے۔ اس میں روحانی غذائیں ملتی ہیں بلکہ جو حقیقی غذائیں اس ماہ میں ملتی ہیں (افطار کے وقت) وہ تو عید میں بھی میسر نہیں آتیں۔

(لَا يَنْقُصَانِ) یعنی کم نہیں ہوتے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ روزے انتیس ۲۹ بھی ہوں گے تو ثواب تیس ۳۰ روزوں ہی کا ملے گا۔ سبحان اللہ!

مولانا نظامیؒ نے لکھا ہے:

شنیدہ زپیراں دینار سنج کہ زر زر کشد راجہاں گنج گنج

کسی بے وقوف نے تجربہ کار کا مقولہ سنا کہ روپیہ روپے کو کھینچتا ہے تو دل میں خیال کیا کہ یہ بڑی اچھی تجارت ہے اور ایک روپیہ لے کر صراف کے یہاں آیا دیکھا روپوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اس میں اپنا روپیہ پھینک کر کھڑا ہو گیا کہ اب یہ روپیہ دوسرے روپوں کو گھسیٹ کر لائے گا۔ کافی دیر کھڑا رہ کر مایوس ہو گیا تو رونے لگا' صراف نے وجہ پوچھی تو میں نے اپنا روپیہ پھینکا مگر وہ اب تک روپے کھینچ کر نہیں لایا۔ صراف نے کہا ارے بے وقوف! تھوڑے روپے کو بہت روپیہ کھینچتا ہے' بہت کو تھوڑا نہیں کھینچتا چوں کہ میرے روپے زیادہ تھے اس نے تمہارے روپے کو کھینچ لیا۔

خدا کے یہاں دونوں قاعدے چلتے ہیں تھوڑے کو بہت کھینچتا ہے جیسے یہاں انتیس ۲۹ روزوں نے تیسویں ۳۰ روزے کا ثواب کھینچ لیا اور بہت کو تھوڑا کھینچتا ہے جیسے اول پچاس نمازیں فرض ہوئیں مگر معاف فرمانے کے بعد جب پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا "هي خمس وهي خمسون" یعنی پانچ کو پچاس کے برابر کر دیا گیا تا کہ حسرت نہ ہو کہ ہائے نماز گھٹ گئی تو ثواب بھی گھٹا ہو گا۔

حقیقت عید

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاِفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّحْمٰنِ

''یعنی روزہ دار کو دو فرحتیں ہوتی ہیں اور دوسری فرحت لقاء رب کے وقت جو آخرت کے وقت ہوگی۔ افطار کے وقت ایک خوشی تو اہل ظاہر کو ہوتی ہے کہ کھانا پینا ملا اور ایک خوشی اہل حقیقت کو اتمام عمل کی وجہ سے ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام مجھ سے لے لیا اور روزہ تمام آفات سے منزہ ہو کر پورا ہو گیا۔''

اس حدیث میں گو ظاہراً روزمرہ کے افطار کا ذکر ہے لیکن دلالۃ النص کے اعتبار سے اس میں افطار اکبر (عید الفطر) پر بھی دلالت ہے۔ اس فرحت روحانیہ کا لحاظ فطر اکبر یعنی عید کے روز بھی کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت تام ہوئی اور ماہ رمضان المبارک کے روزے بخیر وخوبی حق تعالیٰ شانہ کی توفیق سے پورے ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پس تکمیل عید معنوی کے لیے یہاں بھی دو غذائیں عطا ہوئیں' ایک ظاہری افطار کے وقت' غذا کی فرحت اور ظاہر بھی ہے کہ اگر روزہ نہ ہوتا تو یہ لطف شربت کا اور کباب کا کہاں آتا۔ اگر کوئی روزہ سے نہ ہو اور تمام دن بھوکا رہے تو افطار کے وقت وہ خوشی کہاں سے ہوگی۔ دوسری باطنی غذا یعنی توجہ الی اللہ اور قرب اور لقاء حق کی فرحت' یہ وہ غذا ہے جس سے کبھی جی نہیں بھرے گا۔

دلا رامے در برد لا رامے جو لب از تشنگی خشک و برطرف جوئے
نہ گویم کہ بر آب قادر نہ اند کہ برساحل نیل مستقی اند

افطار اکبر (عید الفطر) ضیافت حق کا دن ہے وہ جو کہتے ہیں دعوت کا قبول نہ کرنا گناہ ہے یہ دعوت اس کا پورا مصداق ہے۔ چنانچہ اس دن اگر کوئی روزہ رکھے تو گناہگار ہوگا۔ بھلا خدا دعوت کرے اور قبول نہ کرو' نہیں کھانا پڑے گا' یہ افطار اکبر کا دن ہے۔

گر نستانی بستم مے رسد

دوسری باطنی دعوت مشاہدہ حق جس میں دعوت حسیہ بھی ہے دعوت حسیہ بھی۔ اگر ہماری عید مشاہدہ سے خالی ہے تو عید بے روح ہے کیونکہ عید کی حقیقت ہے مشاہدہ۔ گو حدیث میں لقاء رب کا ذکر ہے مگر مشاہدہ ولقاء ایک ہی ہیں۔ ان عبادات کی روح کا لقب جو روزہ سے متعلق تھیں مجاہدہ تھا تو عید کی روح کا مشاہدہ اسی کو ایک عارف نے کہا ہے:

روزہ یکسو شد وعید آمد و دِلہا برخاست مئے بہ مےخانہ بہ جوش آمد و مے باید خواست

اسی کو ہمارے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ نے ایک

قطعہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے:

عید گاہ ما غریباں کوئے تو انبساط عید دیدن روئے تو
صد ہلال عید قربانت کنم اے ہلال عید ما اُبروئے تو

حقیقی عید اُسی کی ہے کہ جس نے جہنم سے عتق حاصل کیا (یعنی رمضان شریف کے حقوق وفرائض ادا کر کے اس کا مستحق بنا) جیل خانہ والوں کے لیے کیا عید ہے ان کے لیے تو وہ عید ہے۔ عید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص جیل خانے سے رہائی پا کر جلسہ اور جشن کرتا ہے۔ عید کی ہیئت ہی اس کو بتلا رہی ہے چنانچہ رہائی کے جلسہ میں چند کارروائیاں کی جاتی ہیں' خوشی منائی جاتی ہے' کچھ تقسیم بھی کرتے ہیں' حاکم کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔

عید میں کیا ہے یہی چیزیں تو ہیں۔ اظہار بشاشت کا حکم ہے تقسیم مال کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا حکم ہے۔ دو رکعت پڑھنے کا بھی حکم ہے جس کا حاصل شکریہ ہے اور اس دن میں صدقہ فطر خرچ کرنے کا بھی امر فرمایا پھر خرچ کرنا بھی ہمارے اختیار میں نہیں رکھا بلکہ اس کو واجب کر دیا۔ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو شاید خرچ ہی نہ کرتے اور اس کا تعین بھی کر دیا۔ اظہار بشاشت کی ہیئت بھی مقرر کر دی ورنہ تم رنڈیاں نچاتے' باجے بجاتے اور دوسرے خرافات کرتے بلکہ اس کی صورت بھی متعین فرما دی کہ غسل کرو' کپڑوں میں سے جو اچھا کپڑا ہو اس کو پہنو' عطر لگاؤ' صدقہ فطر دو' نماز پڑھو۔

اس سے ثابت ہوا کہ عید جشن ہے جب یہ ہے تو جشن کی خوشی اسی کو ہے کہ جس نے حاکم کو راضی کر لیا اور جس نے حاکم کو ناراض کیا اس کی کیا عید اور کیا خوشی؟

رمضان المبارک میں جن مجاہدات کی تعلیم کی گئی وہ سب نہایت لطیف اور ہماری طبیعت اور مذاق کے موافق اور نفع میں سب مجاہدوں سے بڑھ کر ہیں کیونکہ دوسرے لوگوں کے تجویز کردہ مجاہدوں میں چند کوتاہیاں تھیں۔ اول تو ان کا اختتام نہ تھا۔ یہاں بڑی رحمت ہے کہ مجاہدہ کو ختم فرما دیا اور وجوبی حکم فرمایا کہ عید کے دن ضرور کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ اس تاریخ پر اگر کوئی مجاہدہ ختم نہ کرے تو وہ مجرم ہے اگر دائمی مجاہدہ ہوتا تو بندے اُکتا جاتے۔ ایک زمانہ آرام کا مقرر فرمایا اس کے بعد پھر مجاہدہ مقرر کیا تاکہ نفس کو نشاط رہے۔ جہاں مجاہدہ کا خاتمہ نہ ہو وہ مجاہدہ ہی کو اصل مقصود سمجھتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے تجویز کردہ مجاہدوں میں چونکہ وحی کی اعانت نہیں تھی اس لیے ان میں تیسیر کی اعانت نہیں' بہت دشواری ہے۔

(یہاں عبادات رمضان میں تفصیل سے ذکر ہوا کہ عین مجاہدہ کے زمانہ میں بھی کتنی

آسانی تھی) چنانچہ بہت مجاہدے ایسے ہیں کہ گوشت، گھی، میوہ جات نہیں اور جب یہ نعمتیں ان کو میسر نہ ہوں گی تو شکر بھی حق تعالیٰ کا ان پر نہ ہوگا۔ (یہاں اس قسم کی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ عین افطار کے وقت ہر قسم کی نعمتیں سامنے تھیں جس سے شکر مزید کی توفیق بھی ہو جاتی)۔ تیسری کوتاہی یہ ہے کہ اس قدر مجاہدہ جب کوئی کرتا ہے اس کو عجب ہو جاتا ہے کہ میں بڑا کام کرتا ہوں اور اگر کچھ حاصل نہ ہوا تو اس مجاہدہ کو بیکار سمجھتا ہے۔

عبادات رمضان کے مجاہدات میں اتنی آسانیاں ہیں کہ عجب کا سوال نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہے کہ انہی کے فضل وکرم سے ہمیں روزہ عبادات کی توفیق مل رہی ہے۔

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے — قدم یہ اُٹھتے نہیں اُٹھائے جاتے ہیں

پھر یہ مجاہدہ بے کار بھی نہیں کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی توفیق، ایک روزہ کے بعد دوسرے روزہ کی توفیق، ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق، پہلی نماز، روزہ، نیکی وغیرہ کے مقبولیت کی علامت ہے۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست — ویں نماز و سوز و دردت پیک ماست

چوتھی کوتاہی مجاہدہ کی یہ تھی کہ اگر مجاہدہ میں کوئی ثمرات مرتب ہوں گے تو ان کو حق تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر شکر نہ کرتے بلکہ ان کو اپنے مجاہدے کا ثمرہ سمجھ کر ناز کرے۔ اس لیے ادائے شکر اور اظہار خوشی کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا کہ عیدگاہ میں پہنچ کر دو رکعت نماز عید الفطر مع چھ تکبیرات واجبہ کے واجب فرمائی۔

عورتوں کو بھی عید کی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی واُمی نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا كَانَ يَوْمَ عِيْدِهِمْ يَعْنِىْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَّلٰئِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلٰئِكَتِىْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰئِكَتِىْ عَبِيْدِىْ وَاِمَائِىْ قَضَوْا فَرِيْضَتِىْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَكَرَمِىْ وَعُلُوِّىْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِىْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ ○ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

"یعنی جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کر دیا ہو؟

وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور میری بندیوں نے میرے فرض کو پورا کر دیا جوان پر ہے' پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے' قسم ہے عزت وجلال کی اور اپنے کرم کی اور علوشان کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا پھر اپنے بندوں سے خطاب فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم' تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ پس وہ نماز کے بعد بخشے بخشائے لوٹتے ہیں۔ انّ عبادی و امالی سے عورتوں کا بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا ثابت ہوتا ہے اور خو جوا کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز شہر سے باہر ہونی چاہیے لیکن چونکہ شرعی قاعدہ ہے جو عمل عذر کی وجہ سے نہ ہو سکے اس کا اجر ساقط نہیں ہوتا اس لیے نماز عید کا ثواب اب عورتوں کو بھی ملے گا۔"

اس حدیث مبارکہ میں تبدیل سیئات کا ذکر فرمایا۔ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ربانی ہے:"
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُوْلٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ "
(مگر جو توبہ کرے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔)

تبدیل سیئات کی متعدد تفسیریں

اس آیت کے قبل بعضی وعیدوں اور بعضے گناہ کرنے والوں کی حالت کا بیان ہے اس کے بعد فرماتے ہیں "الا من تاب و امن الخ" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہ کا علاج توبہ ہے مگر اس کو سن کر آپ سامعین بداعتقاد نہ ہو جائیں کہ یہ تو معمولی بات نکلی جو پہلے سے موہوم ہے سوا بھی بات تم نے سنی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے تو ان کے گناہوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا تو خدا تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے باب میں (جبکہ اس کی شرائط بھی پائی جائیں جن میں ایک ایمان ہے کیونکہ کافر کی توبہ مقبول نہیں اور دوسرے عمل صالح ہے) یہ فرمایا ہے کہ اس کی برائیاں مبدل بہ حسنات ہو جائیں گی اور یہ دوسری شرط یعنی عمل صالح قبول توبہ کے لیے تو نہیں ہے کیونکہ بالاجماع خود گناہ معاف ہوتے میں اس کی ضرورت نہیں کہ دوسرے نیک عمل بھی کرے صرف توبہ بلطر قبہائے کافی ہے لیکن "اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنت" یہی وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نیکیاں عطا فرما دیتے ہیں) میں اس دوسری شرط کی ضرورت ہے اور تفسیر اس تبدیل سیئات کی مختلف ہے اور

یہ مسئلہ اس آیت سے اس تفسیر کی بناء پر ماخوذ ہے جو میں عرض کررہا ہوں اور دوسری تفسیر کی بناء پر نہیں لیکن اگر کوئی دوسری تفسیر کو بھی اختیار کرے تو ہمارے مقصود میں مضر نہیں کیونکہ اس علاج کا نافع ہونا تجربہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے تو ایک تفسیر تو اس کی یہ ہے کہ قیامت کے دن بعض بندوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا کہ اول ان کے بعض گناہ ظاہر کیے جائیں گے اور وہ ڈریں گے کہ اب دوسروں کی نوبت آئے گی مگر رحمت سے ان کو کہا جائے گا کہ اچھا ہم نے گناہوں کو معاف کیا اور ان کے برابر نیکیاں تم کو دیں اس وقت بندہ عرض کرے گا کہ یا الٰہی میں نے تو اور بھی گناہ کیے ہیں تو بعض نے اس قصے کی تفسیر کی ہے مگر یہ تفسیر میرے نزدیک اس لیے مرجوح ہے کہ خود اس حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاملہ سب کے ساتھ نہ ہوگا اور یہاں ہر تائب کے لیے حکم فرمایا گیا ہے تو راجح تفسیر وہی ہوئی جو میں عرض کرتا ہوں اور وہ بھی سلف سے منقول وہ یہ ہے کہ سیئات سے مراد ملکات سیئات ہیں اور حسنات سے مراد ملکات حسنات ہیں۔

یعنی ہر عمل کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو تکلف سے کیا جائے یا اتفاقاً صدور ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کا ملکہ ہو جائے۔ اول کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بچہ اتفاق سے ایک جیم نہایت اچھی لکھ دے تو یہ ملکہ نہیں بلکہ اتفاق ہے تو جو عمل بے ملکہ کے ہوگا اس کو پائیدار نہیں ہوگی اور جو عمل ملکہ کے ساتھ ہوتا ہے اس کو دوام ہوتا ہے یعنی توبہ کی بدولت ملکہ معصیت جو کہ منشاء گناہ ہے بدل دیا جاتا ہے۔

بعض اہل اللہ نے "فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنت" کی تفسیر کی ہے کہ حق تعالیٰ ہماری طاعات کو جو واقع میں سیئات ہیں اپنے کرم سے طاعات ہی شمار کر لیتے ہیں۔

"فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنت" کی تفسیر حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ یہ فرماتے تھے کہ سیئات سے مراد ہمارا نماز و روزہ ہے کہ در حقیقت یہ عبادت نہیں بلکہ واقع میں گستاخی اور بے ادبی ہے اور ہم ایسی عبادات کو پیش کر کے بے ادب بنتے ہیں اور ہمارا ایسی عبادات پر اپنے کو مستحق اجر سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کسی آقا کا گستاخ نوکر پنکھا جھلے اور ہر دفعہ میں ان کے سر پر پنکھا مارتا ہو اور پھر انعام کا طالب ہو۔ اس پر تو اگر وہ آقا سزا ہی نہ دے تو بڑی عنایت ہے۔ اسی طرح ہماری یہ عبادت بے ادبی اور گستاخی ہے اس پر اگر ہم کو سزا بھی نہ ہو تو بڑی رحمت ہے لیکن حق تعالیٰ کی وہ رحمت ہے کہ ہمارے اس گمان کے موافق کہ ہم ان کو عبادات سمجھے ہوئے

ہیں سچ مچ عبادت کر کے اس پر بھی ثواب دیں گے امراء کے یہاں دیکھا ہوگا کہ غرباء مٹی کے خربوزے تربوز بنا کر لاتے ہیں ان کو بھی انعام ملتا ہے۔ایسی ہی یہ ہماری نماز ہے کیا عجب ہے جو اس پر بھی انعام مل جاوے لیکن واقع میں تو ضرورت اسی کی ہے کہ ہماری ایسی نماز ہو جیسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور جب تک یہ حاصل نہ ہو سعی کرتے رہیں۔"**فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنت**" کہ حق تعالیٰ گناہ کو حسنہ بنا دیتے ہیں اور جرم کو اطاعات کر دیتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حشر میں اللہ تعالیٰ ایک بندہ سے دریافت فرمائیں گے کہ تو نے ایسا کیا تھا؟ تو نے فلاں گناہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اول چھوٹے چھوٹے گناہوں کو گنائیں گے بندہ جس کا اقرار کرے گا اور اپنے دل میں ڈرے گا کہ ابھی سنگین جرائم کا تو ذکر ہی نہیں ہوا۔دیکھئے ان پر کیسی گرفت ہو مگر حق تعالیٰ کبائر۔کے ذکر سے پہلے یہ فرما دیں گے کہ جاؤ ہم نے تم کو ہر گناہ کے عوض ایک نیکی دی۔اب وہ بندہ خود اپنے گناہ گنوائے گا کہ الٰہی میں نے تو اور بھی بڑے بڑے گناہ کیے ہیں ان کا تو یہاں ذکر ہی نہیں آیا مجھے ان کے عوض بھی نیکیاں دلوائیے' یہ تو آخرت میں ہوگا۔

دنیا میں "**فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنت**" کا مصداق یہ ہے کہ ملکات سیئہ کو مبدل بہ ملکات حسنہ کر دیتے ہیں۔بخل کو سخاوت سے اور جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور حسیات میں یہ صورت ہے کہ پانی کو خون کر دیتے ہیں جیسا کہ عورتوں اور گائے بکری کے پستان میں مشاہدہ ہے۔

ترجمہ: "مگر جو (شرک و معاصی) سے توبہ کرلے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اور جو شخص (جس معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے (تو وہ بھی عذاب سے بچا رہے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص رجوع کر رہا ہے۔"

حق سبحانہ وتعالیٰ ہماری حسنات کو قبول فرمائیں۔سیئات سے درگزر فرمائیں اور اپنی رضا و قرب نصیب فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین o

ضروری احکام عیدین

بمصلحت حاضرین کے خطبہ کے ساتھ عیدالفطر میں صدقہ فطر کے اور عیدالاضحیٰ میں قربانی کے مسائل خطبہ سے فارغ ہوکر منبر سے نیچے اُتر کر بیان کردے اور یہ ہیئت سنت کے زیادہ موافق ہے۔

احکام صدقہ فطر

ہر مرد و عورت مسلمان جس کے پاس بقدر نصاب چاندی یا سونا یا اسی قدر مالیت کا اسباب ضروری حاجت سے زائد ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اگرچہ وہ اسباب تجارت کا نہ ہو۔ اگرچہ روزے کسی وجہ سے نہ رکھے ہوں' اگر گیہوں دیوے تو نصف صاع واجب ہے جو انگریزی تول سے پونے دو سیر ہوتا ہے اور اگر جو دیوے تو اس کا دو چند دیوے اور اگر علاوہ اس کے کچھ اور غلہ دیوے جیسے چنا' جوار وغیرہ تو اتنا دیوے کہ اس کی قیمت مذکورہ گیہوں یا جو کے برابر ہو۔ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور مجنوں اولاد کی طرف سے بھی۔ اگرچہ وہ بالغ ہو' فطرہ دینا واجب ہے جبکہ وہ اولاد مالک نصاب نہ ہو ورنہ خود اس کے مال سے ادا کرے جو لڑکا عید کی صبح صادق کے بعد پیدا ہوا ہو اور جو شخص قبل صبح مر گیا اس کا فطرہ نہیں اور مستحب یہ ہے کہ عید کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعد میں یا کچھ دنوں پہلے دے دے مگر رمضان سے پہلے نہ دے۔ ایک آدمی کا فطرہ ایک فقیر کو یا تھوڑا تھوڑا کئی (فقیروں) کو یا کئی آدمیوں کا ایک کو دے۔ یہ سب جائز ہے اور جس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اس کو فطرہ بھی دے سکتے ہیں۔

حاشیہ : تقریر المرام انه روی مسلم عن جابر فی قصه یوم الفطر ثم خطب النبی صلی الله علیه وسلم الناس فلما فرغ نزل فاتی النساء فذاکرین الحدیث وروی البخاری عن ابن عباس بعد وعظ النساء ثم انطلق هوو بلال الی بیته فقوله فرغ و نزل وانطلق الی بیته نص فی کون هذا التذکیر بعد الخطبة وانه لم یکن علی المنبروانه لم یعدالی المنبر ولما کان هذاالکلام غیر الخطبة لخلوه عن الخطاب العام الذی هومن خواص الخطبة ثبت به ان غیرالخطبة لاینبغی ان یکون فی اثناء الخطبة ولا علی هیئة

الخطبة ولا شک ان التذکیر بالهندیه لیس من الخطبة المسنونة فی شئی لان من خواصها المقصودة کونها بالعربیة لعدم نقل خلافها عن صاحب الوحی اوالسلف فلما لم یکن هذا التذکیر بالهندیة خطبة مسنونة کان اوفق بالسنة کونها بعدالفراغ عن الخطبة وتحت المنبر وهو المرام.

(دو چند کا مطلب یہ ہے کہ جس برتن میں پونے دو سیر گیہوں آ جاویں اس برتن کو دو دفعہ بھر کر دے)

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

پانچواں خطبہ

احکام عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱-''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود ہو جائے اس شخص کی ناک کہ جس پر رمضان آیا پھر وہ ختم ہوا اس سے پیشتر کہ اس شخص کی بخشش کی جاوے۔'' (ترمذی)

حدیث ۲-''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لیے اس کا دل نہ مرے گا جس دن سب دل مریں گے۔''

(عین ترغیب عن ابن ماجہ واوسط الطبرانی والکبیر)

حدیث ۳-''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (صدقہ فطر) ایک صاع گیہوں کا دو شخصوں کی طرف سے چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت۔ (سب کی طرف سے نصف نصف صاع ہے) بہرحال تم میں جو غنی ہو اللہ تعالیٰ پاک کر دیتا ہے (صدقہ فطر ادا کرنے کی وجہ سے) اور تم میں جو فقیر ہو (اور پھر بھی صدقہ دے دے) تو اللہ تعالیٰ اُس کو اس کے دینے سے بھی زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۴-''اور ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا ایک صاع مقرر فرمایا ہے کھجور سے یا ایک صاع جو سے اور حکم دیا ہے کہ وہ ادا کیا جاوے نماز (عید) سے پیشتر۔'' (متفق علیہ)

ف: پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ گیہوں نصف صاع دی جاتی ہے اور کش مش بھی نصف صاع واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علاوہ اِن چیزوں (یعنی گندم و کش مش، تمر و جو) کے دینا چاہیے تو قیمت کا اعتبار ہے۔ پس نصف صاع گندم کی یا ایک صاع جو کی جو قیمت ہو اتنی قیمت کے چاول وغیرہ دے دیئے جائیں اور صاع ۲۷۳ تولہ کا ہوتا ہے اور نماز عید سے پیشتر صدقہ فطر کا ادا کرنا مستحب ہے اگر بعد میں دیا جاوے تب بھی جائز ہے۔ ۱۲

حدیث ۵-''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید اور بقر عید کے روز عید گاہ میں تشریف

لے جاتے۔ پس نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور لوگ صف باندھے بیٹھے رہتے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے۔" (متفق علیہ)

ف: نماز کے بعد خطبہ میں خاموش بیٹھے رہنا واجب ہے۔ پس جو لوگ شوروغل مچاتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں اور اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی برا کرتے ہیں اور جو لوگ بیٹھتے ہیں وہ بھی صف کا لحاظ نہیں رکھتے حالانکہ صف باندھے رہنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شخص بیچ میں اُٹھ کر چل دیا اس واسطے صف ٹوٹ گئی ہو تو اُن بیٹھنے والوں کو گناہ نہ ہوگا بلکہ جو چلا گیا ہے یہ صف توڑنا اس کا فعل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آیت مبارکہ: "اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (روزہ میں مسافر اور مریض کے احکام کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور دُشواری منظور نہیں اور تاکہ تم روزوں کا شمار پورا کرلیا کرو اور تاکہ تم خدا کی بڑائی بیان کرو (یعنی اللہ اکبر کہا کرو) اور تعریف کیا کرو اس پر کہ تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ اُس کا شکر کیا کرو۔"

اضافہ: "اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا ہے۔ روزہ کو بے فائدہ اور فحش باتوں سے پاک کرنے کے واسطے اور مساکین کو کھلانے کے واسطے۔" (ابوداؤد)

حضرات گرامی! آج کے خطبہ کا موضوع احکام عید الفطر بیان کرنا ہے۔ آج رمضان المبارک کا آخری جمعۃ المبارک ہے۔ عوام جمعۃ الوداع کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرتے ہیں جو ہر جمعہ کو کرنا چاہیے۔ جمعۃ الوداع کے "خاص فضائل" نصوص میں منقول نہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں نے جمعۃ الوداع کا مخصوص خطبہ ایجاد کیا ہے جس میں الوداع' الوداع یا رمضان پڑھتے ہیں یہ بھی کہیں منقول نہیں بلکہ خطبہ جمعۃ الوداع اختراع وبدعت ہے

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعوں میں ایک خطبہ (آمد رمضان کے موقع پر) پر پڑھا جو اور جمعوں میں نہ پڑھتے تھے۔

مسلمانوں سے تعجب ہے کہ انہوں نے اس منصوص خطبہ پر کوئی توجہ نہ کی اور شعبان کے آخری جمعہ کے لیے کوئی خاص خطبہ تجویز نہ کیا جس سے وہ عامل بالسنّت ہوتے۔ اس کے بجائے رمضان کے آخری جمعہ کے لیے ایک خاص خطبہ الوداع تجویز کیا جس کا کہیں حدیث میں پتہ نہیں

اور پھر اس کے ساتھ ایسا شغف ہوا کہ بغیر اس خاص خطبہ کے پڑھے۔ گویا جمعہ ہی نہیں ہوا۔ بہت سے لوگ الوداعی خطبہ کو آخری جمعہ رمضان کا لازمی جزو سمجھتے ہیں اور بڑا تعجب تو یہ ہے کہ بعض اہل علم کو بھی دھوکہ ہو گیا اور وہ سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے کہ کہتے ہیں کہ اگرچہ آخری جمعہ کے لیے کوئی خاص خطبہ تجویز کرنا بدعت ہے لیکن چونکہ اس کی وجہ سے لوگ اکثر جمع ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو اجتماع کے لیے معین اور اداء صلوٰۃ کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے باقی رکھنا چاہیے حالانکہ یہ سخت غلطی اور من وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔ (اکمال الصوم والعید ص ۳)

غرض استقبال رمضان کا خطبہ تو ثابت ہے۔ الوداع کا ثابت نہیں۔ الوداع کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم اسے زبردستی رخصت کر کے جان چھڑا رہے ہیں کہ کہیں دوبارہ نہ آ جائے۔ (العیاذ باللہ)

غرض رمضان المبارک کا لمحہ لمحہ قیمتی اور سرمایہ سعادت ہے اس کے ہر لمحہ سے نفع اُٹھانے کی پوری کوشش کرنا چاہیے اور آخر میں اس امر پر اظہار افسوس کرنا چاہیے کہ ہم اس سے کما حقہ فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اس قدر جلد رمضان المبارک اختتام پذیر ہو گیا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

اب بقیہ جو وقت باقی رہ گیا اس کی قدر دانی کریں۔ اگر غفلت سے روزے نہیں رکھے تراویح نہیں پڑھی تو صدق دل سے توبہ کریں، روزوں، نمازوں کی قضا ادا کرنے کی نیت کریں اور اب سے بقیہ نمازیں روزے وغیرہ باقاعدگی سے ادا کرنا شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے اس کے سابقہ فوراً گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ بس توبہ کی دیر ہے قبولیت کی دیر نہیں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں   راہ دکھائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

دوسرا اہم کام صدقۃ الفطر کی ادائیگی ہے۔ نماز عیدالفطر کو جانے سے قبل صاحب نصاب اپنے اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے فی کس دو کلو گندم یا اس کی قیمت ادا کر دیں اور جن پر صدقہ فطر واجب نہیں وہ بھی دے دیں تو بہتر ہے خواہ روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ روزے آسمان اور زمین کے مابین لٹکے رہتے ہیں جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے (یعنی قبول نہیں ہوتے)۔

دوسری روایت میں ہے کہ روزوں میں جو بے احتیاطی، فحش کلام یا لغو باتیں وغیرہ ہو جاتی ہیں صدقہ فطر ادا کرنے سے ان کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے اور روزے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جاتے ہیں۔

دوسری حکمت صدقہ فطر کی ادائیگی میں یہ ہے کہ ایسے غریب، مفلس، قلاش، مسافر، بیوائیں، یتیم بچے اور مساکین جن کے پاس عید کی خوشیاں منانے کا کوئی سامان نہیں ہوتا ان کو صدقہ فطر جب مل جاتا ہے تو وہ عید کی خوشیوں میں سب کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں ورنہ ان کا یہ حال ہوتا ہے:

ان کی پردیس میں جو عید آئی   اِک اُداسی ہر طرف چھائی
اشک آنکھوں میں جیسے تیر گئے   کون کہتا ہے دوست عید آئی ہے

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چھٹا خطبہ

دنیا کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دنیا کی مذمت قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود یہی ہے کہ لوگوں کو دنیا سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کیا جاوے لیکن اس جگہ اختصار کی وجہ سے فقد چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱ - ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں ہے مگر ایسی جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی اُنگلی دریا میں ڈالے۔ بس چاہیے کہ اس کو دیکھے کہ کیا لے کر لوٹتی ہے۔ (مسلم)

ف: یعنی جو نسبت سمندر کے سامنے ایک انگلی پر لگے ہوئے پانی کی ہے کہ قابل شمار نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا آخرت کے سامنے ہیچ ہے۔

حدیث ۲ - اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مسلمانوں کے واسطے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (مسلم)

حدیث ۳ - نیز ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ کے برابر بھی نہ دیتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۴ - نیز ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو ضرر پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو ضرر پہنچایا، پس ترجیح دو (جہان) فانی پر (عالم) جاودانی کو۔ (احمد، بیہقی)

حدیث ۵ - ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو دنیا سے کیا تعلق اور نہیں ہوں میں اور دنیا مگر اس سوار کی مانند جو (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جاوے پھر اس کو چھوڑ کر چل دے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ٦- نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔(بیہقی)

حدیث ہفتم: اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہو جاؤ تم آخرت کے (طلب کرنے والے) اور دنیا کے طلب کرنے والے، مت بنو۔ (ابو نعیم)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیوی زندگی کو۔ اور (حالانکہ) آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر ہے اور (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہے۔

اضافہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بکری کے کن کٹے مردار بچے پر گزر ہوا۔ (اس وقت) فرمایا تم میں کون شخص پسند کرتا ہے کہ یہ (مردار) اس کو ایک درہم کے بدلے مل جاوے لوگوں نے عرض کیا کہ (درہم تو بہت ہے) ہم تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ کسی ادنیٰ چیز کے بدلے میں مل جاوے آپ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

معزز حضرات! آج کے خطبہ کا موضوع دنیا کی مذمت ہے۔ خطبہ اور اس کے ترجمہ میں آپ حضرات نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دنیا کی مذمت سنی۔

دنیا کا مفہوم

دنیا لغۃً نزدیک چیز کا نام ہے اور ''عرفاً'' اس کی حالت کا نام ہے جو موت سے پہلے ہے اور ''شرعاً'' خالص اس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرت ہے اور مجازاً (خلاف حقیقت) ان اموال ومتعہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جو اس کی مانعیت (منع کرنے) کے اسباب بن جائیں۔ پس جو احوال خواہ از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال (اعمال وافعال کی قسم) واعمال یا عقائد وعلوم ہوں۔ اسی طرح جو اموال کہ آخرت واجبۃ التحصیل سے مانع ہوں وہ سب دنیائے حرام ومذموم میں داخل ہیں اور ان کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔

ماہیت دنیا

جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۷)

دنیا نفس مال کا نام ہے بلکہ دنیا نام ہے تعلق بغیر اللہ کا، یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق بڑھا کر، بکھیڑوں میں پڑ کر معاملات میں گھس کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا، پس یہ تعلق بغیر اللہ سب کیلئے برا ہے، بخلاف وہاں کے، مال کسی کیلئے اچھا ہے کسی کیلئے برا ہے۔ ایسے ہی اولاد بھی دنیا

نہیں، ہاں قلب کا اسکے ساتھ اتنا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے دنیا ہے۔(الدنیا ص ۱۳)

مثلاً مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو دین ہے۔

مال را گو بہر دین باشد حمول　　نعم مال صالح گفتن رسول

حدیث شریف میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی نیک آدمی کے لئے حلال مال بہت ہی اچھا ہے کیونکہ مومن صالح اس مال میں سے اقارب کو دے گا۔ضرورت دین میں چندہ دے گا اور لوگوں کی مدد کرے گا۔(شریعت وتصوف ص ۲۱۵)

اسی کو حضرت عارف رومی نے کہا ہے۔

چیست دنیا! از خدا غافل شدن　　نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

یعنی: دنیا کیا ہے؟ خدا تعالیٰ سے غافل ہوجانا نہ کہ مال واسباب، چاندی، اولاد اور بیوی وغیرہ

حب دنیا ایک نشہ ہے

حب دنیا بھی ایک نشہ ہے چنانچہ مشہور ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے حب دنیا روز بروز ترقی کرتی رہتی ہے۔جس شخص کی تنخواہ -/20 روپے ہے وہ چاہتا ہے کہ پچاس ہوجائے، جب پچاس ہوجائیں تو کہتا ہے ستر ہوجائیں اور جب ستر ہوگئے تو اب سو کی باری کی تمنا ہے، پس وہ حال ہے کہ۔

وربما احتسب الانسان غایتها　　وفا جائه بامر غیر محتسب

وما قضیٰ احد منها لبانته　　ولا انتهی ادب الا الی ادب

یعنی کہ بسا اوقات انسان اس دنیا کی غایت کی گمان کرتا ہے، اچانک ایسا امر درپیش آجاتا ہے جس کا وہم وگمان نہ تھا، کوئی شخص اس کی حاجتوں کو پورا نہ کرسکا، ایک حاجت سے فارغ ہوا، دوسری درپیش آگئی، عمر گزر جاتی ہے اور آرزوئیں باقی رہتی ہیں بلکہ دنیا کا تو یہ حال ہے۔

مرزا غالب مرحوم نے اسی کو کہا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے　　بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

عارفے خواب رفت در فکرے　　دید دنیا بصورت بکرے

کرداز وے سوال کائے دلبر　　بکر چونی بایں ہمہ شوہر

گفت یک حرف باتو گویم راست ۔۔۔ کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست
وانکہ نامرد بود خواست مرا ۔۔۔ زان بکارت ہمیں بجاست مرا

یعنی: ایک عارف نے خواب میں دنیا کو دیکھا کہ بڑھیا ہے مگر ابھی تک باکرہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو نے تو اتنے خصم کیے مگر ابھی تک کنواری ہے؟ کہا جو مرد تھے انہوں نے مجھے منہ نہیں لگایا اور جو میرے عاشق تھے وہ نامرد تھے ان کو میں نے منہ نہیں لگایا اس لئے ابھی تک کنواری ہوں۔"

اس حقیقت کو حضرات اہل اللہ نے سمجھا ہے چنانچہ ان کا یہ عمل ہے بقول حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ۔

اری الملوک بادنی الدین قد قنعوا ۔۔۔ وما اراھم رضوا بالعیش بالدون
فاستغن بالدین عن دنیا الملوک کما ۔۔۔ استغنی الملوک بدنیا ھم عن الدین

یعنی: میں بادشاہوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ دین میں تو ادنیٰ درجے پر قانع ہیں مگر عیش دنیوی میں ادنیٰ حالت پر قانع نہیں ہیں۔ (آگے دین داروں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ) "تم بھی بادشاہوں کی دنیا سے ایسے مستغنی ہو جاؤ کہ جیسے وہ دنیا کو لے کر دین سے بے پرواہ ہو گئے۔ (ھم الآخرۃ ص: ۲۰، ۲۱، ۲۴)

دنیا کی مثال

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "کن فی الدنیا کانک غریب"

یعنی: دنیا میں اسی طرح رہو جیسا کہ ایک مسافر۔ اور اس کی حیات دنیوی کو ایسا سمجھو جیسا کہ ایک مسافر کی حالت سفر میں ہوتی ہے جس طرح ایک مسافر اپنے سفر کی حالت میں پڑاؤ یا سرائے کی کوٹھڑی میں ہر وقت رخت بردوش (اپنا سامان کندھے پر رکھنا) بسر اوقات کرتا ہے اسی طرح تم بھی دنیا میں رہ کر بسر اوقات کرو۔ (الدنیا والآخرۃ ص ۹)

جس طرح سفر میں سرائے میں قیام کے دوران اگر وہاں چار پائی کی پٹی ٹوٹی ہو تو پٹی بنوائیں گے لیکن یہ نہ دیکھیں گے کہ "سال" ہی کی ہو اور رندا بھی کی ہوئی ہو، اور اس کا بان بھی باریک ہو، اس کی وناوٹ میں پھول بھی پڑے ہوں، بہت سے بہت یہ ہوگا کہ ضرورت سے گزر کر آسائش پر نظر بھی کر لیں گے کہ ذرا کسی ہوئی ہو، قبرسی نہ ہو، غرض ضرورت پر نظر ہوگی، زینت پر نہ ہوگی۔ (راحت القلوب ص ۸)

اسی طرح اپنی حیات دنیویہ کو ایک مسافر کی حالت سفر سے زیادہ خیال نہ کرنا جس طرح ایک مسافر اپنے سفر میں وہی کام کرتا ہے جو اس کے سفر کے معین ہوتے ہیں منزل مقصود پر جلد

سے جلد پہنچانے والے ہوتے ہیں اور جو چیز اس کے سفر کو کھوٹا بنانے والی ہوتی ہے اور مخل مقصود ہوتی ہے ان کو ہر گز اختیار نہیں کرتا۔ (الدنیا والآخرۃ ص ۱۳)

اسی طرح مسلمانوں کو اس فانی و عارضی دنیا میں آخرت کی فکر، گناہوں سے اجتناب اور اعمال صالحہ پر استقامت (دوام) اختیار کرنا چاہیئے۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور   جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة سے دنیاوی ترقی مراد لینا غلط ہے

ومنهم من يقول ربنا اتنا في الدنيا حسنة و في الاخرة حسنة وقنا عذاب النار.

ترجمہ: ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی خیر دے اور آخرت میں بھی خیر دیجئے اور دوزخ کے عذاب سے بچائیے)

اس آیت کا سیاق و سباق (آگے پیچھے) بتلاتا ہے کہ اس کے مصداق وہ مسلمان ہیں جو طالب لذت ہیں، اس پر شاید یہ سوال ہو کہ جب یہ لوگ مسلمان طالب آخرت ہیں تو انہوں نے دنیا کیوں مانگی؟ (جیسا کہ بعض لوگوں نے مندرجہ بالا آیت کا طلب دنیا کا مضمون لکھ کر اس سے ترقی دنیا مراد لی ہے)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ صرف ربنا اتنا فی الدنیا فرماتے تو بے شک طلب دنیا مفہوم ہوتا مگر نص میں فی الدنیا حسنة جس میں مطلوب حسنہ ہے (جس طرح آخرت کے ساتھ بھی لفظ حسنہ موجود ہے وفی الاخرة حسنة اور حسنہ سے مراد مال و دولت نہیں بلکہ حسنہ واقعیہ (حقیقۃً) ہے نہ کہ حسنہ نہ مزعومہ (خیال کے مطابق) بلکہ واقعۃً اس لئے ہم صرف صورت دنیا کے مخالف نہیں بلکہ دنیا بصورت دین کے مخالف ہیں، جیسے بدعات وغیرہ۔ یعنی دین کی صورت میں دنیا کا طلب سب مانع عن اللہ ہیں۔ پس اس آیت (فی الدنیا حسنہ) کا مصداق وہی ہو سکتا ہے جو حسنہ شرعیہ کا طالب ہو۔ (فناء النفوس ص ۱۳، بحوالہ البدائع مطبوعہ تھانہ بھون ص ۲۲۲، ۲۲۳)

اصلاح خیالات ترقی خواہان دنیا

ہمارے زمانے میں ترقی کا بڑا شور و غل ہے جب اسکی تفتیش کی گئی یہی طول امل و حرص و جاہ اس ترقی کا حاصل نکلا۔ سو ایمان والا تو اس میں ہر گز شک نہیں کر سکتا کہ اس ترقی کی ترغیب دینا حقیقت میں اپنے حکیم و شفیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس تعلیم کا پورا معاوضہ ہے۔ اگر اپنی کارروائی کی غرض سے اس نے ترقی کی ایسی ملمع (بھڑکدار) تقریر کرتے ہیں جس سے بھولے آدمی دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ اصل مقصود ہمارا اسلام ترقی ہے مگر زمانے کی رفتار کا مقتضاء ہوگیا کہ بدون ظاہری شان وشوکت کے اسلام کی وقعت وعظمت لوگوں کی نظر میں بالخصوص غیر قوموں کی نگاہوں میں نہیں ہوسکتی، اس لئے دنیوی ترقی بھی ضروری ٹھہری۔ صاحبو! یہ تقریر یزری رنگ آمیزی ہے، اول تو یہی بات ہے کہ بدوں دنیوی ٹیپ ٹاپ کے اسلام کی وقعت کسی کی نظر میں نہیں ہوسکتی اسلام کا وہ خداداد حسن و جمال ہے کہ سادگی میں بھی وہ دل ربا و دلفریب ہے بلکہ سادگی میں اس کا زیادہ روپ کھلتا ہے۔ اس وقت تک سیر وتواریخ سے تحقیق کر لیجئے کہ جس کسی شخص میں کامل اسلام ہوا ہے، تمام موافق ومخالف اس کی ہیبت وعظمت کو مان گئے اور ہماری جو وقعت بدوں نمائش وتصنع کی نہیں ہے، سبب اس کا یہی ہے کہ ہمارا اسلام قوی وکامل نہیں ہے اس کے رخنوں کو مہمل زینت سے رفو کرتے پھرتے ہیں۔ اب بھی اللہ کے بندے اس قسم کے کہیں موجود ہیں ان کی وقعت وعظمت خود جا کر آنکھ سے دیکھ لیجئے جیسے حضرت مولانا سیدنا الشاہ محمد فضل الرحمٰن کے دربار میں بڑے بڑے امراء وحکماء کا حاضر ہونا اور ادب تعظیم کے ساتھ پیش آنا کس کو معلوم ہے یا دنہیں، وہاں کون سی ظاہری شان وشوکت تھی، یہی سیدھا سادھا اسلام تھا جس کی یہ کشش تھی، عارف شیرازی کا قول گویا اس مضمون میں ہے۔

زعشق نا تمام ما جمال یار مستغنیٰ است ! بآب ورنگ، وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

(ہمارے نا تمام عشق سے یار کا جمال بے پرواہ ہے خوبصورت چہرے کو رنگ وروپ اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کیا ضرورت ہے)

اور بالفرض اگر اس تسبب وترتیب کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ کہنا کہ مقصود بالذات اسلام کی ترقی اور ترقی دنیوی اور محسن اس کا واسطہ اور مقصود بالعرض، اس وقت مانا جاتا ہے کہ حضرات مدعین جس قدر دنیا کا اہتمام کرتے ہیں، دین کا اس سے زیادہ اور برابر نہیں تو اس سے ربع ونصف، کچھ تو کرتے تو سمجھا جاتا کہ اصل مقصود دین ہے اور دنیا محض ضرورت کی چیز تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں ایسے منہمک ہیں کہ نہ خدا کی خبر، نہ رسول کی یاد نہ عقائد کی فکر نہ احکام کی پروا۔

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

(جب مرتا ہے تو اسی میں پھنس کر مرتا ہے، جب اٹھتا ہے تو یہ اسی میں پھنس کر اٹھتا ہے)

اس کے اچھے خاصے مصداق ہیں، پھر کیسے دعوے کو تسلیم کریں؟ پھر بعض حضرات ان صحابہ کرامؓ کی ترقی نظیر میں پیش فرما دیتے ہیں ہم اس نظیر پر بہ دل وجان راضی ہیں۔

آیئے! اس سے ہمارے آپ کے درمیان محاکمہ ہوا جاتا ہے۔ نظر وتحقیق وانصاف سے دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ نے کس چیز میں ترقی کی تھی؟ دین میں یا دنیا میں اگر توسیع ممالک میں

کوشش کی تھی تو کیا اس سے ترقی تجارت یا زراعت صنعت وحرفت مقصود تھی یا نماز روزہ و قرآن وذکر اللہ واقامت حدود وعدل مطمع نظر تھا، قرآن مجید جوسب سے سچی تاریخ ہے اس سے اس کی تصدیق کر لیجئے، اوپر سے صحابہ مہاجرینؓ کا ذکر فرما کر ارشاد ہوتا ہے:

الذین ان مکّنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزّکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور. (الحج آیت ۴۸)

یعنی: وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اختیار دے دیں، ہم ان کو زمین میں تو قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور بتلائیں نیک باتیں اور روکیں برے کام سے اللہ ہی کے لئے ہے انجام سب کاموں کا۔"

اور احادیث وسیر سے ان حضرات کے حالات تحقیق کر لیجئے کہ باوجود فتوحات وسیعہ کے کبھی پیٹ بھر کر کھایا نہیں، نیند بھر کر سوئے نہیں، شب وروز خوف وخشیت وذکر وفکر میں گزرتے تھے بلکہ دنیا کی اس کثرت سے فراخی دیکھ کر ڈرتے تھے اور روتے تھے۔ کجا صحابہ کی ترقی کجا اس وقت کی معکوس ترقی ۔

ببیں تفاوت راہ کجا تا بہ کجا

(دیکھو تو راستہ کا تفاوت کہاں سے کہاں تک ہے۔) (فروع الایمان ص ۳۵، ۳۷)

حب دنیا مذموم ہے کسب دنیا نہیں

مذکورہ بالا عبارت پڑھ کر کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ تحصیل دنیا یا اس کے اسباب وعلل یا کسب دنیا سے منع کیا جا رہا ہے، یہ مفہوم نہیں بلکہ حب دنیا سے منع کیا جاتا ہے کسب دنیا اور چیز ہے اور حب دنیا اور چیز، حب دنیا مذموم ہے اور کسب دنیا بقدر ضرورت جائز۔ (کمالات اشرفیہ ۱۴۸)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کا کیا پاکیزہ شعر ہے ۔

کسب دنیا تو کر، ہوس کم کر اس پہ تو دین کو مقدم کر

نیز ایک اور شعر ہے ۔

دنیا میں ہوں، دنیا کا طلب گار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں، خریدار نہیں ہوں

نظر میں اب تو اے مجذوب اک کھیل ہے دنیا نظر کے سب تماشے تھے نظر بدلی جہاں بدلا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب فارس کا خزانہ آیا تو آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا اے اللہ! اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے اندر اس کی رغبت پیدا کی گئی ہے تو ہم اس کا ازالہ تو نہیں چاہتے مگر یہ دعا ہے کہ مال تیری محبت میں معین ہو جاوے۔ (شریعت وتصوف)

یعنی اگر دین کی خاطر دنیا کماؤ گے تو وہ محض دنیا نہ رہے گی۔ اب اس کا لقب نعم المال ہوگا۔ (جس کا لقب پہلے الدنیا جیفۃ تھا) (کمالات اشرفیہ ص ۸۶)

حب دنیا کا علاج

ا۔موت کو کثرت سے یاد کرو اور مدتوں کے لئے سامان اور منصوبے نہ کرو۔(تعلیم الدین ص ۱۷)

۲۔حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ کا مختصر منظوم رسالہ ''اصلی گھر'' مطالعہ کرے اور ان اشعار کو بغور پڑھیے:

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے — خوب ملک طوس ہے اور سرزمین روس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی — اس طرف آواز طبل، ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے — چل دکھاؤں تو قید آز کا محبوس ہے
لیگئی یک بارگی گور غریباں کی طرف — جگہ جس جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ ان سے آج کیا ہے حشمت دنیا کا مال — کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت وافسوس ہے

۳۔حب مال کے قبائح کو وقتاً فوقتاً مستحضر کیا جائے، دوسرا یہ کہ اس کے مقتضاء کی مخالفت کی جائے یعنی جو اسباب معصیت ہیں یا جن میں انہماک ہو ان کو اختیار نہ کیا جائے۔(تربیت السالک)

۴۔موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان ایک دن چھوڑنا ہے پھر اس میں جی لگانا، کیا فائدہ؟ جس قدر جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔

۵۔بہت سے علاقے نہ بڑھائے یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول، لینا دینا نہ بڑھایئے۔ ضرورت سے زیادہ سامان وغیرہ کا جمع کرنا، حد سے زیادہ مکان، جائیداد جمع نہ کرے۔ حد سے زیادہ کاروبار نہ پھیلائے ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے، غرض سب سامان مختصر رکھے۔

۶۔فضول خرچی نہ کرے، کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ۷۔موٹے کھانے پینے پہننے کی عادت ڈالے (یعنی سادگی اختیار کرے)

۸۔غریبوں میں زیادہ بیٹھے، امیروں سے بہت کم ملے، کیونکہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔

۹۔جن بزرگوں نے دنیا چھوڑی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔

۱۰۔جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو، اس کو خیرات کردے یا بیچ ڈالے انشاء اللہ ان تدابیر سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

بخل اور حب مال کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو نہ غافل کریں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جو کوئی ایسا کام کرے (کہ مال واولاد کے سبب خدا سے غافل ہو جاوے) وہی لوگ ٹوٹے میں ہیں، ونیز ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ نے کہ اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور شیخی کی باتیں کرتے ہیں جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔

حدیث ۱ــ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کہتا ہے، میرا مال اور نہیں ہے، اے ابن آدم تیرے لئے مگر وہ جو تم نے کھالیا ہے۔ پس فنا کر دیا۔ پہن لیا پس پرانا کر دیا صدقہ کیا پس اسی کو راستے سے لگا دیا (یعنی یہ خرچ موقعہ پر ہوا) (مسلم)

حدیث ۲ــ ونیز ارشاد فرمایا کہ بچو تم حرص سے کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔ (مسلم)

حدیث ۳ــ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دھوکہ باز اور بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ترمذی)

حدیث ۴ــ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے انسان اگر تو فاضل (مال) کو خرچ کر دے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اس کا روکنا تیرے لئے برا ہے اور تجھ کو قدر ضرورت پر ملامت نہیں کی جاتی اور (خرچ کرنے میں) ان سے ابتداء کر جو تیرے عیال میں ہیں (مسلم) اور مذمت جمع کرنے کی اور کمانے کی جب ہے کہ وہ دین کے لئے نہ ہو اور اگر دین کے واسطے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے (قصہ موسیٰؑ وخضرؑ میں) ارشاد فرمایا ہے پس تیرے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں (یتیم بچے) اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنے خزانے کو نکالیں تیرے رب کی رحمت سے (اس سے معلوم ہوا کہ خزانہ جمع

کرنا مطلقاً مذموم نہیں ہے) اور اگر علی الاطلاق مذموم ہوتا تو خزانے والے کی تعریف نہ ہوتی جیسا کہ: وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا موجود ہے۔

حدیث ۵-اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ بجز دینار و درہم کے کوئی چیز نافع نہ ہوگی۔ (احمد)

حدیث ۶-اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مضائقہ ہے غنا کا اس شخص کے لئے جو اللہ عزوجل سے ڈرے (یعنی حقوق مال ادا کرتا رہے) (احمد) اور حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ مال پہلے زمانے میں مکروہ سمجھا جاتا تھا اور آج کل وہ مومن کی ڈھال ہے۔

آیت مبارکہ: اور اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خرچ کرو اللہ کے راستہ میں اور (انفاق فی سبیل اللہ سے رک کر) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور نیکی کرو اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ف: بخل مذموم وہ ہے جو ایسے خرچ سے روک دے جو کہ شرعاً و مروۃً واجب ہو اور مال کی محبت وہ مذموم ہے جس میں خود مال ہی محبوب بذاتہ ہو یا جب وہ مال ایسے کام کے واسطے ہو جس سے خدا تعالیٰ راضی نہ ہو اور اگر غرض صحیح کے لئے ہو تو مذموم نہیں جیسا کہ پورے خطبہ پر نظر کرے بخوبی واضح ہے۔

اضافہ: (الف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملعون ہے دینار کا بندہ اور ملعون ہے درہم کا بندہ۔ (ترمذی)

(ب) و نیز ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک (خاص) فتنہ ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی)

محترم بزرگو اور دوستو! خطبہ میں آپ حضرات نے بخل اور حب مال کی مذمت آیات و احادیث کی روشنی میں سنی۔ اب مزید کچھ اور سماعت فرمالیجئے۔

بخل کی مذمت میں آیات مبارکہ

ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے:

۱۔ **ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه.** (سورة محمد آیت نمبر ۳۸)

(ترجمہ: اور بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے جو بخل کرتا ہے۔)

۲۔ **ولا یحسبن الذین یبخلون بمآ اٰتٰهم اللّٰه من فضله هو خیر الهم بل هو شر لهم سیطوقون مابخلوا به یوم القیمة.** (آل عمران. آیت نمبر ۱۸)

ترجمہ:اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ (جو ضروری موقعوں پر) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات اس کے لئے بری ہے (کیونکہ اس بخل کا انجام یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جائیں گے،اس (مال) (سانپ بنا کر) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔(بیان القرآن)

الذين يبخلون ويامرون الناس بالبخل ويكتمون ما اٰتهم اللّٰه من فضله. (النساء آيت نمبر ۳۷)

"اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو پسند نہیں کرتا) جو بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اوراس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔"

بخل کی مذمت میں احادیث مبارکہ

☆...... **والبخيل بعيد من اللّٰه بعيد من الجنة بعيد من الناس قريب من النار. (ترمذی)**

ترجمہ: کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے،لوگوں سے دور ہے،دوزخ سے قریب ہے۔"

☆...... **اتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکم. (مسلم)**

ترجمہ:تم حرص سے بچو، کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا جو تم سے پہلے تھے۔"

بخل کی حقیقت

جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔(تعلیم الدین ص ۱۷)

بخل کے مذموم ہونے کا سبب

شریعت نے بخل کو اس لئے جرم قرار دیا کہ اس سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا۔

بخل درحقیقت مال کی محبت کا نام ہے۔مال کی محبت اگر دل میں جاگزیں ہو دنیا جو مذموم ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا علاقہ ضعیف وکمزور ہو جاتا ہے۔قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین ہے بقول عارف رومیؒ ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی است　　　آب اندر زیر کشتی پستی است

یعنی پانی کشتی کا معین ہے اور اس کو ڈبونے والا بھی ہے اس طرح سے کہ کشتی سے باہر رہے تو معین، ورنہ مہلک، اسی طرح مال ہے۔اگر قلب کے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے۔اسی کو کہا ہے ؎

مال را گو بہر دین باشی حمول — نعم مال صالح گفت آں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی مال اگر دین کے لئے جمع کرو، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا مال فرمایا ہے: **نعم المال الصالح لرجل الصالح**

"یعنی نیک مرد کی پاک کمائی اچھا مال ہے۔" (التقویٰ)

وجہ اس کی یہ ہے کہ مال مطلقاً مذموم نہیں اور مذموم ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، صرف اس کی محبت مذموم ہے۔ بقول عارف رومیؒ ۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن — نے متاع و نقرہ و فرزند و زن

"یعنی دنیا خدا سے غافل ہونے کا نام ہے، سونا، چاندی اور مال و اولاد کا نام نہیں۔"

بخل کا بس امالہ مطلوب ہے

بخل کے ازالہ کی ضرورت نہیں صرف امالہ مطلوب ہے یعنی بخل رہے بخل ہی مگر اس کا محور بدل جائے بخل کو کھو کر سخاوت پیدا نہ ہو کیونکہ اگر بخل نہ ہو تو رنڈیوں، بھووں، بدمعاشوں میں خوب مال لٹاتا، یہاں تک کہ مستحقین کی بھی نوبت نہ آئی۔ یہ بخل ہی کی برکت ہے جو غیر مستحقین کو نہ دینا، لیکن یہ بخل جو ہے سخاوت کی ماں ہے۔ سخاوت خود محتاج ہے اس بخل کی۔

(کمالات اشرفیہ ص ۲۷۲، ذم ہویٰ ص ۶۱، علامۃ النافع ص ۳۲، ارضاء الحق حصہ دوم ص ۶۴)

بس مقصود یہ ہے کہ اس کا مصرف بدل دیا جائے، مثلاً بخل میں پہلے حقوق واجب میں بخل تھا اب منہیات و محرمات میں اس کو صرف کرنے لگا اور واجبات میں اگر اس کا تقاضا بھی ہوتا ہے تو اس کا استعمال نہیں کرتا اگر یہ صفت بخل ہی نہ رہے تو محرمات میں امساک مال کس قوت سے کرے گا۔ (اطاعۃ الاحکام ص ۷) (۱) بقول غالب ۔

دل سے بے جا ہے تانگی جا کا گلہ — یہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

بخل کے دو درجے

خلاف مقتضائے شریعت (مثلاً زکوٰۃ، حج جیسے فرائض میں مال خرچ کرنے سے ڈرنا، دیگر اپنے اہل و عیال کے حقوق میں بخل کرنا وغیرہ) یہ معصیت ہے۔

☆……خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں (لیکن خلاف اولیٰ ہے) فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو۔ اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس مقتضاء کی مخالفت کی جائے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بات

نہیں (اور اگر باوجود استطاعت کے اس پر عمل کیا جائے تو بعض کے نزدیک یہ بھی بخل ہے) (کمالات اشرفیہ ص ۲۸) اس لئے کہ جو ضرورتیں اتفاقیہ پیش آ جائیں ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جس مال کے ذریعے آدمی اپنی آبرو بچائے وہ صدقہ ہے۔ مثلاً کسی مالدار کو اندیشہ ہے کہ یہ شاعر (یا ڈوم) میری ہجو کرے گا اور اگر میں اس کو کچھ دے دوں تو اس کا منہ بند ہو جائے گا اور باوجود اس علم کے اگر اس کو کچھ نہ دیا گیا تو وہ شخص بخیل سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی آبرو رکھنے کی تدبیر نہ کی اور بدگو کو بدگوئی کا موقع دیا۔

(تربیت السالک ج ۲، تبلیغ دین ص ۵۲، بصائر حکیم الامت ص ۴۴۹)

بخل کا علاج

علمی علاج تو یہ ہے کہ بخل کے نقصانات معلوم کرو کہ آخرت کی تباہی اور دنیا کی بدنامی دونوں اس سے پیدا ہوتے ہیں، مال بخیل کے ساتھ قبر میں جانے والا نہیں بلکہ دنیا ہی میں اولاد کے لئے چھوڑ کر مرتا ہے اور خود خالی ہاتھ آخرت کی لذتوں سے محروم اور معصیت کے ساتھ قبر میں پہنچ جاتا ہے اور دوسرے لوگ (اولاد وغیرہ) اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ بخل کے اس قسم کے نتائج پر خوب غور کرنے سے انشاء اللہ اس سے نجات ہو جائے گی۔ (تبلیغ دین ص ۱۲۶)

☆...... عملی علاج یہ ہے کہ نفس پر جبر کر کے خرچ کرنے کی بہ تکلف عادت ڈالو اور ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی کا تصور باندھ کر اتنا زور ڈالو کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے انشاء اللہ اس سے بخل کی جڑ کٹ جائے۔ (تبلیغ دین ص ۱۲۷)

☆...... مال کی محبت کو دل سے نکالے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور مدتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ کرے یعنی زندگی کو عارضی اور فانی سمجھے۔ (تعلیم الدین ص ۱۷)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے قلوب سے مال و دولت کی محبت کا ازالہ فرمائیں اور اس بات کا ہمیشہ استحضار رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ موت کے ساتھ ہی یہ دنیا کی ریل پیل ہم سے فوری چھوٹ جائے گی اور بخل کی بجائے ہمیں مال و دولت اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما کر آخرت وجنت کی دائمی دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائیں۔ (اللّٰھم آمین)

شوال المکرّم کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات و واقعات	شوال المکرم	مطابق
۱	نکاح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ	۱۰ھ	فروری ۶۱۹ء
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف	۲۷، ۱۰ھ	مارچ
۳	رخصتی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ	۱ھ	اپریل ۶۲۳ء
۴	زکوۃ کی باقاعدہ وصولی	۲ھ	۲ مارچ ۶۲۴ء
۵	غزوہ بنی قینقاع	۲ھ	۲ مارچ ۶۲۴ء
۶	غزوہ احد	۶، ۳ھ	۲۴ مارچ ۶۲۵ء
۷	غزوہ حمراء الاسد	۸، ۳ھ	۲۴ مارچ ۶۲۵ء
۸	نکاح حضرت زینب بنت خزیمہ ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۵ھ	مارچ ۶۲۷ء
۹	غزوہ طائف	۱۰، ۸ھ	فروری ۶۳۰ء
۱۰	وفد نجیب کی آمد	۱۰ھ	جنوری ۶۳۲ء
۱۱	وفات حضرت ابوقحافہ	۱۴ھ	نومبر ۶۳۵ء
۱۲	جنگ قادسیہ	۱۵ھ	نومبر ۶۳۶ء
۱۳	فتح بیت المقدس	۱۶ھ	اکتوبر ۶۳۷ء
۱۴	نکاح حضرت ام کلثوم بن فاطمہ ہمراہ حضرت عمرؓ	۱۷ھ	اکتوبر ۶۳۸ء
۱۵	وفات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ	۳۶ھ	مارچ ۶۵۷ء
۱۶	وفات صہیب رومی رضی اللہ عنہ	۳۸ھ	مارچ ۶۵۹ء
۱۷	وفات عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ	۴۳ھ	جنوری ۶۶۴ء
۱۸	وفات حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہ	۵۴ھ	ستمبر ۶۷۴ء
۱۹	وفات حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ	۹۴ھ	جون ۷۱۳ء

۲۰	وفات امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ	۱۰۵ھ	مارچ ۷۲۴ء
۲۱	وفات الفراء النحوی	۲۰۷ھ	فروری ۸۲۳ء
۲۲	وفات امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶ء	ستمبر ۸۷۰ء
۲۳	وفات حضرت بایزید بسطامیؒ	۲۶۱/۱۶ھ	جولائی ۸۷۵ء
۲۴	وفات امام ابوداؤد سجستانیؒ	۲۷۵ھ	فروری ۸۸۹ء
۲۵	وفات حضرت جنید بغدادیؒ	۲۹۸ھ	جون ۹۱۰ء
۲۶	حجر اسود کعبہ میں واپس لایا گیا	۳۳۹ھ	مارچ ۹۵۱ء
۲۷	وفات امام فخر الدین الرازی صاحب تفسیر کبیر	۶۰۶ھ	۱۲۱۰ء
۲۸	وفات شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	۱۳۳۹/۷ھ	مئی ۱۸۲۴ء
۲۹	وفات محافظ ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ	۱۲۹۵/۱۷ھ	۱/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء
۳۰	وفات فقیہ العصر مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶/۱۱ھ	۱/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ذوالقعدہ

مع ذوالقعدہ کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

حب جاہ وریاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حُبِّ جاہ (یعنی مرتبہ کو پسند کرنا) گویا کہ لوگوں کے دل کا مالک بننا ہے اور اس کے مذموم ہونے کی وہ تفصیل ہے جو حُبِّ مال میں گزر چکی ہے اور ریا کے معنی یہ ہیں کہ عبادت کے ذریعہ سے جاہ کی طلب کی جاوے اور ریائے لغوی دونوں کو بھی اور ریائے اصطلاحی کو بھی شامل ہے۔

حدیث ۱- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے شہرت کا لباس دنیا میں پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنا دے گا۔ (احمد-ابوداؤد-ابن ماجہ)

حدیث ۲: نیز ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ آفت کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں (ممتاز ہونے) کے سبب انگلیوں سے اشارہ کیا جاوے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اس (شہرت کے شر سے) بچاوے۔ (بیہقی)

حدیث ۳- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جاویں وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ کرنے والے نہیں جتنا آدمی کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کر دیتی ہے۔ (ترمذی-دارمی)

حدیث ۴- اور ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایسے نیک متقی گم ناموں کو جب وہ غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جاویں اور جب حاضر ہوں تو نہ بلائے جاویں اور نہ قریب کئے جاویں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں نکلتے ہیں اندھیری زمین سے۔ (ابن ماجہ وبیہقی)

ف: اندھیری زمین سے نکلنے کا بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ لوگ آزادی اور گوشہ نشینی کے باعث ہر مشکل سے محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے۔

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجی است　　که بشمشیر میسر نه شود سلطاں را

اور بعض علماء نے یہ مطلب لیا ہے کہ ان کے مکان شکستہ حالی سے تنگ و تاریک ہوتے ہیں اسی واسطے کہا گیا ہے۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

احقر کو پہلا مطلب زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔۱۲۔ اور یہ مذمت جب ہے کہ کسی دنیوی غرض کی وجہ سے دکھلاوے کا قصد کرے اور جب اس کا قصد نہ ہو تو کسی کے سامنے نیک کام کرنا مذموم نہیں ہے چنانچہ حدیث پنجم میں آیا ہے۔

حدیث ۵-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں خبر دیجئے کہ جو نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے اس کو دوست رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ مومن کی جلد ملنے والی بشارت ہے۔ (مسلم)

حدیث ۶ -اور ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت میں اپنے گھر میں نماز کی جگہ نماز پڑھتا تھا۔ اچانک میرے پاس ایک آدمی پہنچ گیا۔ پس مجھ کو وہ حال پسند آیا کہ جس پر اس نے مجھ کو دیکھا۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ تجھ پر اللہ رحم کرے، تیرے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر اعلانیہ کا۔ (ترمذی)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آخرت کا گھر ہے اس کو ہم ان لوگوں کے لئے تیار کرتے ہیں جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد اور عاقبت متقین کے واسطے ہے۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرے دوستوں میں زیادہ غبطہ کے قابل وہ مومن ہے جس کی کمر ہلکی ہو (یعنی عیال وغیرہ کا بوجھ نہ رکھتا ہو بے فکری سے یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو) اور نماز سے حصہ رکھنے والا ہو کہ اپنے رب کی عبادت اچھی طرح کی ہو اور اس کی اطاعت خلوت اور جلوت میں (برابر) کرتا ہو اور لوگوں میں ایسا ملا جلا (رہتا) ہو کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

(ب) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (اپنے آپ کو مشہور کیا خدا اس کو رسوا کرے گا اور جو شخص ریا کاری کرے خدا (اس کو ریا کاری کا بدلہ اس طرح دے گا کہ) اس کی حرکت سب پر ظاہر کردے گا۔ (متفق علیہ)

(ج) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے

دن جمع کرے گا جس دن (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے (خدا کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس شخص نے شرک کیا ہو ایسے عمل میں جس کو کسی نے اللہ کے لئے کیا ہو پس اس کو چاہیے اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے (کیونکہ اسی کے واسطے کیا تھا) اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ (یعنی بیزار) ہے شرک سے بہ نسبت سب شرکاء کے۔ (احمد)

معزز سامعین! آج خطبہ جمعہ کا موضوع حُبِّ جاہ اور ریا کی مذمت سے متعلق ہے۔ حُبِّ جاہ کی حقیقت ہے لوگوں کے دلوں کا مسخر ہو جانا جس سے وہ لوگ اس کی تعظیم کریں۔ یہ ایسا مرض ہے کہ جس کا پتہ چلنا مشکل ہے۔

جب کوئی واقعہ پیش آئے اور گرانی ہو تب پتہ چلتا ہے کہ اخوہ ہم میں حُبِّ جاہ کا مرض ہے۔ (کمالات اشرفیہ ۲۴۴)

طالب جاہ سے زیادہ کوئی احمق نہیں

محققین نے کہا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی احمق نہیں جو طالب جاہ ہو کیونکہ یہ کمال محض وہمی انتزاعی (صرف خیالی جھگڑالو) ہے اور انتزاعی بھی ایسا ہے جو اس شخص کے ساتھ خود قائم نہیں بلکہ دوسرے کے خیال کے ساتھ قائم ہے کیونکہ جاہ نام ہے دوسروں کی نظر میں معزز ہونے کا جس کا مدار محض دوسروں کے خیال پر ہے وہ جب چاہے بدل دے تو ساری جاہ خاک میں مل جاتی ہے مگر طالب جاہ خوش ہے کہ آیا لوگ مجھے اچھا کہتے ہیں، جیسے چوہا خوش ہوتا ہے کہ بنیئے کی دکان پر غلہ آیا ہے، جی ہاں ذرا منہ تو کھولئے ابھی چوہے دان آتا ہے جس سے ساری خوشی کرکری ہو جائے گی۔ پس ایک نقص جاہ میں یہ ہے کہ اس سے نفع جو حاصل ہوتا ہے وہ محض وہمی ہے یعنی بڑائی و عزت سے نہ گھر میں روپیہ آتا ہے اور نہ جائیداد بڑھتی ہے محض دل خوش کرلو۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۷)

جاہ کے دینی و دینوی نقصانات

جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے یہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو۔ یہ وہ بلا ہے جو کہ دین و دنیا دونوں کو مضر ہے۔ دینی ضرورت تو یہ ہے کہ جب آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا مجھ پر فدا ہے تو اس میں عجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے، آخر کار اسی عجب و کبر کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ بہت لوگ آ کر اس میں ہلاک ہو گئے، یہ تو دین کا ضرر ہوا اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی کے حاسد

بہت پیدا ہو جاتے ہیں، پس صاحب جاہ کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیاوی خطروں میں بھی اندیشہ رہتا ہے۔ ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدوں طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے کیونکہ مال کی طرح انسان جاہ کا بھی بقدر ضرورت محتاج ہے تا کہ اس کی وجہ سے مخلوق کے ظلم وتعدی سے محفوظ ہوکر اور بے خوف ہوکر باطمینان قلب عبادت میں مشغول رہے لہٰذا اتنی طلب جاہ میں مضائقہ نہیں۔ (شریعت وطریقت ص ۲۱۲ بحوالہ تعظیم العلم ص ۶۴)

جاہ کے چند مراتب اوران کے احکام

ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ جاہ بدوں حاصل کئے ہوئے حاصل ہوگئی جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی جاہ ہوتی ہے کہ وہ خود پستی اختیار کرتے ہیں مگر جتنے گرتے ہیں اتنے ہی بلند ہوتے ہیں من تواضع لله رفعه الله (الحدیث) سو یہ مرتبہ جاہ کا نعمت خداوندی ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کسی شخص نے جاہ کے حاصل کرنے کی از خود کوشش کی اور نہ اس کے اسباب استعمال کئے مگر دوسروں کی وجہ سے اسے یہ جاہ حاصل ہوگئی مثلاً چند آدمیوں نے مل کر اسے بادشاہ بنا دیا، سو اس جاہ سے متمتع (نفع اٹھانا) ہونا جائز ہے مگر دو باتوں کا دیکھ لینا ضروری ہے ایک یہ کہ اس سے دوسروں کو راحت پہنچا سکے گا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اپنا دین تو کسی حال میں برباد اور تباہ نہ ہوگا اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو قبول کرنا حرام ہے اور اگر پائی جائیں تو اس سے متمتع ہونا جائز ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ جاہ حاصل کرنے کی خود کوشش کرے (مثلاً حصول سلطنت وغیرہ کی) اس کا حکم یہ ہے کہ بجز خاص خاص حالات کے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اصل قانون تو یہ ہے کہ اپنے لئے کوئی منصب تجویز کرنا اور اس کی خواہش کرنا جائز نہیں۔

حب جاہ کا بڑا سبب

اپنی مدح وثناء کی خواہش ہوا کرتی ہے کیونکہ انسان کو اپنی مدح وتعریف میں لذت آتی ہے حالانکہ یہ اس کی بربادی کا سبب ہے۔ (تبلیغ دین ص ۱۳۲)

علاج: یوں سوچیں کہ جو لوگ میری تعظیم واطاعت اور مدح وتعریف کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا۔ پھر ایسی موہوم وفانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

☆...... ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے علم کا استحضار اور اس داعیہ کی عملی مخالفت، اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے۔ انہی دو جز سے اول اس رذیلہ کی مذمتیں اور

وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ایسا عقاب ہونے کا اندیشہ ہے، اس کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر کہ لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم اور مدح کی رکھی جائے اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کر دیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے۔ صرف سرسری لہجہ سے کہہ دینا کافی نہیں، اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہی گزرے۔ (تربیت السالک ج:۱،ص۳۰۹)

اب دوسرا موضوع ریا اور اس کے علاج سے متعلق بیان ہوتا ہے۔

ریا کی مذمت آیات قرآنی کی روشنی میں

یٰآیھاالذین امنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئآء الناس ولا یؤمن باللّٰه والیوم الاخر ○ فمثلهٗ کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلدا ○ لا یقدرون علی شئی مما کسبوا ○ (البقرۃ آیت ۲۶۴)

”اے ایمان والو، تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا (پتھر) جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زور کی بارش ہو جاوے۔ جو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہیں لگے گی۔“

ف: قولهٗ تعالیٰ رئاء الناس اس میں مذمت ہے ریاء کی۔

☆...... ان المنٰفقین یخٰدعون اللّٰه وهو خادعهم ج واذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللّٰه الا قلیلا. (النساء آیت نمبر ۱۴۲)

بلاشبہ منافق لوگ چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں، صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ مگر مختصر“

ف: قوله تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراؤن الناس کسل کا ریا

کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ کسل سے مراد کسل اعتقادی ہے نہ کہ کسل طبعی سو طبعی پر ملامت نہیں اور جس کی تحقیق نہیں وہ تشویش کو بڑھالیتا ہے جس سے اس کے باطن کو مضرت پہنچتی ہے۔(مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ا ص ۲۰۹)

☆...... واقیموا وجوهکم عند کل مسجد وادعوه مخلصین له الدین. (اعراف آیت ۲۹)

''اورتم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کیا کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو۔''

ف: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کردے۔

(تائید الحقیقة بالآیات العتیقه ملحقه التکشف عن مهمات التصوف ص ۷۳۰)

☆...... ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل الله ٥ والله بما یعملون محیط. (الانفال آیت نمبر ۴۷)

''اوران لوگوں کے مشابہ مت ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔''

ف:قوله تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا ورئا ء الناس۔ اس میں مسلمانوں کو بطر اور ریاء میں ان کے مشابہ ہونے سے نہی کی گئی ہے۔پس اولیاء اللہ کو اعداء کی مشابہت سے ممانعت ہوئی۔(مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ا ص ۳۷۶)

☆...... فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احداً ٥ (الکهف آیت ۱۱۰)

جوشخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

ف: قوله عملا صالحاً۔حضرت عثمان ذوالنورینؓ فرماتے ہیں کہ عمل صالح اسے کہتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور ریا نمود سے پاک ہو۔(از درس قرآن

حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جنگ کراچی ۱۸نومبر ۶۷ء)

☆...... انا انزلنا الیک الکتب بالحق فاعبداللّٰہ مخلصاً لہ الدین. (الزمر آیت نمبر ۲)

"ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف سے نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ ف: فاعبداللّٰہ مخلصاً لہ الدین۔اس میں اخلاص کا امر ہے اور اپنے اطلاق سے مراتب کو شامل ہے۔(مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج۲ص۸۹۲)

☆...... انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراً. (الدھر آیت ۹)

ہم تو محض خدا کی رضامندی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ۔ف: انما نطعمکم ۔اس میں اخلاق کی ترغیب ہے۔(مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج۲ص۸۹۲)

☆...... فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون o الذین ھم یراؤن۔(الماعون آیۃ۴تا۶) سو ایسے نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں، جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں۔ف:اس میں ریا کی مذمت ظاہر ہے۔

☆...... فصل لربک وانحر (الکوثر آیۃ۲) سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی دیجئے۔"

ف:فصل لربک: اس میں اشارہ ہے کہ نماز اور قربانی خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے ریا اور دکھلاوے نام ونمود کے لئے نہیں۔

ریا کی مذمت اور اخلاص کا حکم احادیث کی روشنی میں

☆...... بخاری ومسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص شہرت کے لئے کچھ عمل کرے گا اور جو شخص اظہار کے لئے کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کا اظہار کرے گا اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے۔

ف:اس کا تحقق کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور کبھی اس طور سے اتفاق ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگوں کو خبر پہنچ جائے اور یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔(التشرف بمعرفت احادیث التصوف ص۲۴۶)

ایک حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو (جن میں اعمال ظاہرہ محضہ بھی آ گئے ہیں کہ وہ بھی خاص مشابہ ہیں صورت کے) اور اموال کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو

دیکھتے ہیں۔" ف: حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے (اور اعمال کا ذکر اس کا منافی نہ سمجھا جائے، کیونکہ اعمال بھی بدوں اصلاح باطن معتد بہا نہیں ہیں۔ (چنانچہ عقیدہ صحیح اخلاص اعمال میں بالاتفاق شرط ہے اور یہ دونوں باطن ہیں) اور مولانا رومؒ کا یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

ما بروں را ننگریم وقال را　　　　ما دروں را بنگریم و حال را

(التشرف ص ۱۵۳)

☆...... ابوداؤد نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے طعام قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں۔

ف: اس میں ریا و تفاخر کی جو مذمت ہے ظاہر ہے۔

☆...... جو شخص تقیہ اور ریا سے سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی کمر کو تختہ کر دیں گے وہ جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا قفا کے بل گر پڑے گا۔ (التشرف ص ۱۵۲)

☆...... دو شہرتوں سے بچو ایک صوف دوسرے خز سے۔ (رواہ عبدالرحمٰن السلمی فی سنن الصوفیاء والدیلمی مسند الفردوس ضعیف)

ف: اس میں مذمت ہے حب شہرت کی اور شہرت کے لئے خواہ لباس اختیار کرے کہ جیسے ریاکار صوفی درویش کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں، خواہ اظہار حسن و زینت کے لئے ہو (جیسے امراء امیرانہ لباس خالص ریشمی یا مخلوط ابریشم یا مخلوط ابریشم کہ خز کی دونوں تفسیریں ہیں، اظہار شان کے لئے پہنتے ہیں، غرض قصداً نہ اسیری ظاہر کرے نہ فقیری) (التشرف ص ۳۶۸)

☆...... جو شخص شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسناد حسن سے اور صاحب مقاصد حسنہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً اور دیلمی کی مسند میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً آگے کہا ہے کہ جو شخص صوف کا لباس اس غرض سے پہنے کہ لوگ اس کو (صوفی نسبت سے) پہچانیں اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ اس کو (قیامت میں) دو کپڑے خارش کے پہنائے گا یہاں تک کہ اس کی رگیں (گل سڑ کر) گر پڑیں گی۔ (التشرف ص ۲۵۱)

ف: اس میں لباس نام و نمود و ریا کے پہننے کا انجام کس وضاحت سے مذکور ہے۔

☆...... اپنے دین میں اخلاص پیدا کر پھر مجھ کو (عمل ظاہری) میں سے قلیل بھی کافی ہوگا۔

ف: اس مقام سے تم صوفیاء کو دیکھتے ہو کہ اخلاص کے لئے ان کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں کی نسبت عام لوگوں میں خیال ہوتا ہے کہ اس کے اعمال قلیل ہیں اور وہ

لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی رو سے اعمال ظاہرہ زائد سے افضل واکمل ہے۔ (التشرف ص ۱۷۱)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے عمل کو شہرت دے یعنی لوگوں کو سنائے کہ اس نے یہ عمل کیا ہے خداوند تعالیٰ اس کے ریا کے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ (یعنی اس کی ریا کاری کا اظہار کر دے گا اور اس کو ذلیل ورسوا بنائے گا) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ (مشکوۃ باب الریا فصل دوم)

حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز سے میں تمہارے بارے میں ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا کہ ریاء۔

روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہ زیادہ کہا ہے کہ جس دن اللہ بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ان سے کہے گا ان کے پاس جاؤ جن کے لئے تم دنیا میں ریاء کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس جزا یا خیر پاتے ہو۔

ریا کے معنی

ریا مشتق رویت ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں اس طرح سمعہ جو بمعنی شہرت کے مستعمل ہے۔ مشتق سماع سے جس کے معنی سننے کے ہیں اور ریا کے اصل معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اچھی خصلتیں دکھلا کر ان کے دلوں میں منزلت حاصل کرے۔ (احیاء علوم الدین از امام غزالیؒ)

ماہیت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر و منزلت ہو جائے (تعلیم الدین ص ۲۴۳)

ریا کی حقیقت

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ (روح تصوف ص ۱۰)

غرض ریا کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۹۵)

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیوی غرض سے مخلوق خدا کو دکھلانا یا غرض مباح فی الطاعت دکھلانا یعنی مخلوق کو اس لئے راضی کیا جائے کہ وہ ہمارے معتقد رہیں۔'' اور ریا کے معنی ہیں

مخلوق کو دکھلانے کے لئے کام کرنا۔ (ارضاء الحق ص ۸)

ریا حابط اعمال ہے: ریا حابط عمل ہے گو فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن مقبول نہیں ہوتا، اور مقصود مقبولیت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۵)

جس طرح خلق سے اظہار عبادۃ ریا ہے بعینہٖ خلق سے اخفاء عبادۃ بھی ریا ہے۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے کہ جیسے مخلوق کو دکھلانے کیلئے عمل کرنا ریا ہے اسی طرح انکے دیکھنے کی وجہ سے عمل نہ کرنا بھی ریا ہے۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ ہنوز نظر مخلوق پر ہے اس سے نظر قطع نہیں ہوئی ورنہ آدمیوں کو اور درخت و دیوار کو برابر سمجھتے۔ (الدرالمنضود ماہنامہ النور شوال ۱۳۴۷ھ)

کیونکہ اگر مخلوق کو کالعدم اور لاشی سمجھتے ہیں جیسے مسجد کی صفیں یا پتھر تو ان سے اخفاء نہ کرتے۔

دلارامی کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(الرحیل الی الخلیل ص ۱۸)

پس عمل نہ مخلوق کے لئے کرو اور نہ مخلوق کی وجہ سے ترک کرو۔

ریا کن باتوں میں ہوتا ہے

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اربعین اخصر والیسر میں لکھا ہے کہ ریا چھ باتوں میں ہوتا ہے: بدن کے ذریعہ مثلاً:

۱- شکستگی وضعف اور غنودگی اور پلکوں کا جھپکانا ظاہر کیا جائے کہ روزہ دار اور شب بیدار سمجھیں۔

۲- عملی صورت بنائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کو آخرت کی بڑی فکر ہے۔

۳- پراگندہ بال رکھے تاکہ لوگ سمجھیں کہ دین میں اس قدر مشغول ہے کہ بال سنوارنے اور خط بنانے کی بھی فرصت نہیں۔

۴- آواز پست نکالیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ ریاضت ومجاہدہ سے اتنا ضعف ہو گیا کہ آواز تک نہیں نکلتی۔

ہیئت کے ذریعہ: ایسی صورت بنانا کہ لوگ سمجھیں کہ حالت وجد یا مکاشفہ یا فکر واستغراق میں مشغول ہے، مثلاً سر کا جھکانا، رفتار میں نرمی اور ضعف ظاہر کرنا، سجدہ کے نشان کا باقی رکھنا، آنکھ بھینچنا وغیرہ

سوم شکل وشباہت اور لباس میں: صوفیانہ لباس مثلاً صوف چوغہ یا آستینوں کا جبہ پہننا یا کپڑوں کا بوسیدہ اور میلا کچیلا رکھنا تاکہ لوگ سمجھیں کہ صوفی کامل ہے۔

چہارم گفتگو اور زبان کے ذریعے:

۱- آواز میں بناوٹ تصنع اور ایسا لہجہ اختیار کرنا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑا عالم اور صوفی اور سلف کا نمونہ ہے مگر دل میں خاک اثر نہ ہو۔

۲- مشائخ علماء وسلف سے ملاقات کا دعویٰ کرنا اور اظہار کہ ہم نے فلاں فلاں بزرگ کی زیارت کی ہے۔

۳- بدکاری ومعصیت کے تذکرے پر یا خلاف شرع باتوں پر ہائے افسوس یا ایسے کلمے کہنا جس سے نفرت کا اظہار ہو مگر دل میں خاک اثر نہ ہو، صرف لوگوں کے سامنے پارسائی جتلانے کیلئے کہے۔ نمبر۴: کسی حدیث کے متعلق جلدی ضعیف یا صحیح کا حکم لگا دینا تا کہ لوگ محقق اور محدث سمجھیں۔

پنجم عمل میں: اگر کوئی عمل دیکھنے والا موجود ہو تو نماز سکینت ووقار کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا قیام زیادہ کرنا، رکوع وسجدہ میں زیادہ دیر تک سر جھکائے رکھنا تا کہ لوگ عابد وزاہد اور باعفت وپارسا سمجھیں اور خیال کریں کہ ان کی نماز خشوع خضوع سے بھری ہے۔

ششم اپنے شاگردوں اور مریدوں اور مشائخ کا کثرت سے تذکرہ کرنا: تا کہ لوگ سمجھیں کہ ان کے بڑے مشائخ سے ملاقات ہوتی ہے۔ نمبر۲: ایسی تدابیر کرنا کہ علماء وصلحاء اور سلاطین ان کی زیارت کو آنے لگیں۔

ریا کے حرام ہونے کی وجوہات

ریا کے حرام ہونے کی دو وجوہات ہیں۔ ۱- ریاکاری حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے کہ عبادت میں بھی اس کی رضاء وخوشنودی مقصود نہیں، بلکہ بندوں کی خوشنودی مطلوب ہے گویا دل میں بندوں کی اس قدر عظمت بٹھالی اور خدا کی نسبت ان کو نفع ونقصان پر زیادہ قادر سمجھا کہ عبادۃ بھی ان ہی کی نظر گزار دی، اسی لئے حدیث میں ریا کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے۔ (اربعین اخصر والیسر امام غزالی)

۲- لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنا معتقد بنانا لازم آتا ہے، جو کہ معصیت ہے۔''

عبادتوں میں ریا

عبادتوں میں ریا تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱- ایمان میں ریا جیسے منافق کے دل میں ایمان تو نام کو بھی نہیں مگر اپنی صورت مسلمانوں کی سی بنا رکھی ہے۔

۲- اگر تنہا ہو تو نہ نماز پڑھے نہ زکوٰۃ دے مگر لوگوں کے سامنے نماز بھی پڑھے اور زکوٰۃ بھی دے۔ اپنی نیت کا حال اسے خود بھی معلوم ہوتا ہے۔ یہ شرک اصغر ہے۔

۳- فرائض عبادتوں میں تو ریا نہ ہو مگر نوافل عبادتیں لوگوں کو دکھلانے کے لئے کی جائیں۔ مثلاً لوگوں کی موجودگی میں نوافل زیادہ پڑھے زکوٰۃ سے زمدہ نفیس مال نکالے یا نماز بہ نسبت خلوت کے زیادہ خشوع وخضوع سے پڑھے۔

ریا کی قسمیں

ریا کی دو قسمیں ہیں۔

۱- جلی، جو آدمی کا باعث عمل ہو، گو بہ قصد ثواب نہ ہو، ریا کو جان لیتا ہے کہ یہ ریا۔

۲- جو ذرا پوشیدہ جو موجب عمل تو نہ ہو لیکن جس عمل کو بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً مہمان کی موجودگی میں تہجد پڑھنے سے نشاط پیدا ہونا یا اس کی اطاعت کی لوگوں کو اطلاع ہو جائے تو خوش ہو۔ (احیاء علوم الدین امام غزالیؒ)

ریاء کا علاج:

۱- حب جاہ کو دل سے نکالے کیونکہ ریا اسی کا شعبہ ہے اور عبادت پوشیدہ کیا کرے یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے لئے ازالہ حب جاہ کافی ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۲۳)

اور حب جاہ کا علاج یہ ہے کہ یوں سوچے کہ بعض لوگ میری تعظیم واطاعت کر رہے ہیں، نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا، پھر ایسی موہوم وفانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے، یا یوں سوچے کہ اگر ان لوگوں کو میرے رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں۔ (حیاۃ اشرفیہ)

۲- ریا ورضائے خلق سے بچنا چاہتے ہو تو فنا کا طریق اختیار کرو کیونکہ فنائے کامل کے بغیر ریا سے حفاظت نہیں ہو سکتی۔ (معالجات اشرفیہ ملحقہ حیاۃ اشرفیہ ص ۲۲۹)

۳- ایک طریق معالجہ کا حضرت سیدی مرشدی مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحبؒ کا ارشاد فرمودہ ہے وہ یہ کہ جس عبادت میں ریا ہو اس کو خوب کثرت سے کریں پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کو خیال رہے گا، وہ چند روز میں عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جائے گی۔ (تعلیم الدین ص ۲۳)

۴- اسباب ریا کو دل سے نکالے، یعنی نہ مدح کا طالب ہو نہ مذمت سے ڈرے اور مخلوق سے حرص وطمع نہ کرے کہ ریا اسی سے ہوتی ہے۔ (اربعین غزالیؒ)

اخلاص: ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔

ماہیت: اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی ورضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۶)

خالی الذہن ہونا بھی ایک قسم کا اخلاص ہے

اگر کوئی غرض محمود یا مذموم ہو وہ بھی اخلاص ہی میں داخل ہے۔ مثلاً بیمار پرسی میں ایک نیت تو یہ ہے کہ مسلمان کی عیادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں، یہ تو اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے اور ایک نیت یہ ہے کہ عیادت سے بیمار خوش ہوگا، یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ تطییب قلب مؤمن بھی عبادت ہے، ایک نیت یہ ہے کہ بیمار کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جائے یہ بھی اخلاص ہے، ایک صورت یہ ہے کہ کچھ نیت نہ ہو بس کسی بیمار کا حال سن کر دل کڑھا اور دل میں جوش ہوا اور چلے گئے، کوئی غرض دینی یا دنیوی ذہن میں حاضر نہیں، یہ بھی اخلاص ہے پس ریا یہ ہے کہ اس نیت سے جائے کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو کل کو مجھے پوچھنے نہ آئے گا یہ دنیوی غرض ہے۔ اس لئے ریا پس خالی الذہن کے معنی یہ ہیں کہ نہ دکھاوے کی نیت ہو۔ (ارضاء الحق ۷۰ حصہ دوم) اور نہ خدا کے لئے ہو (کمالات اشرفیہ ص ۹۵) لیکن اعلیٰ درجہ کا اخلاص نہیں، پس عمل کرتے وقت یہ نیت کرو کہ اللہ کی محبت پیدا ہو اس سے اثر بڑھے گا۔ (طریق القلندر ص ۶۱) اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی ریا سے محفوظ رکھیں۔ آمین

اللّٰھم طھر قلوبنا من النفاق و اعمالنا من الریاء والسنتنا من الکذب فانک تعلم خائنۃ الاعین و ماتخفی الصدور. اللّٰھم انی اعوذبک و انا اعلم واستغفرک لما لا اعلم ، آمین ثم آمین.

دوسرا خطبہ

عجب اور کبر کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

عُجب اس کو کہتے ہیں کہ انسان کسی کمال کے سبب اترائے اور اس کے زوال یا کمی کا خوف نہ کرے اور تکبر اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص سے اپنے کو بڑھا ہوا سمجھے اور یہ دونوں سخت مرض ہیں۔

آیاتِ طیبات: حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کو (جنگ حُنین میں) اپنی کثرت پر ناز ہوا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

حدیث ۱: اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے واسطے تواضع کی پس وہ اپنے نزدیک چھوٹا ہے اور لوگوں کی نظر میں بڑا ہے اور جس نے تکبر کیا خدائے تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے۔ پس وہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے اور (صرف) اپنے دل میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُور سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاک کرنے والی یہ چیزیں ہیں وہ خواہش (نفسانی) جس کا اتباع کیا جاوے اور حرص جس کی پیروی کی جائے اور آدمی کا اپنے نفس پر اترانا اور یہ ان سب میں سخت ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ پس ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی اس کو پسند کرتا ہے اس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے (یعنی یہ تکبر نہیں ہے بلکہ) تکبر یہ ہے کہ حق (بات) سے اکڑے (یعنی اس کو قبول نہ کرے) اور لوگوں کو (اپنے سے) حقیر سمجھے۔ (مسلم)

حدیث ۴: اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تو دیکھے کہ حرص کی پیروی کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر

صاحب الرائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے پس تیرے ذمہ فقط تیرا نفس (یعنی اس کی اصلاح) ہے اور دوسروں کے کام کی (فکر) چھوڑ دے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ہی کے لئے ہے کبریائی زمین میں اور آسمان میں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

اضافہ: و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ آدمی برا ہے جو کہ اپنے آپ کو اچھا سمجھے اور اتراوے اور (خدائے) کبیر و متعال کو بھول جاوے۔ برا ہے وہ آدمی جو ظلم کرے اور زیادتی کرے اور بھول جائے (خدائے) جبار و اعلیٰ کو۔ برا ہے وہ آدمی جو غافل ہو (حق سے) اور لہو لعب میں مبتلا ہے اور بھول جاوے قبروں کو اور بوسیدہ (ہڈیاں) ہونے کو۔ برا آدمی وہ ہے جو حد سے گزرا اور سرکش ہوا اور اپنے اول اور آخر کو بھول گیا۔ (الحدیث) (ترمذی و بیہقی)

حضرات گرامی! آپ نے خطبہ اور اس کے ترجمہ میں تکبر اور اس کی مذمت میں آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ کا ترجمہ سنا اب سمجھئے کہ تکبر کسے کہتے ہیں۔

تکبر کی حقیقت

تکبر کی حقیقت ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر جاننا (علاج الحرص ص ۳) یہ تمام رذائل کی جڑ ہے۔ غصہ، ظلم، کینہ، حسد بغض اور اختلاف اسی سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اختلاف کی نوبت وہیں آتی ہے جبکہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے کو دوسرے سے کم سمجھے تو اختلافات یا نا اتفاقی کی نوبت ہی نہیں آتی، غرض تکبر تمام مفاسد حتیٰ کہ شرک و کفر کی بھی جڑ ہے۔ دنیا میں جو بھی کافر ہوا ہے وہ اپنے نفس کے کبر کی وجہ سے کافر ہوا، ورنہ دنیا میں حق مخفی نہیں رہتا۔ (علاج الکبر ص ۳)

تکبر کرنا حق تعالیٰ سے برابر کرنے کے مترادف ہے

حدیث قدسی میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے کہ عظمت میرا تہمد ہے اور کبریائی میری چادر، جو کوئی ان دونوں کو مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا چادر یا تہبند فرمانا کنایہ ہے، خصوصیت ہے معنی یہ ہوئے کہ دونوں صفتیں خاص ہیں، میرے ساتھ کوئی دوسرا مدعی ہوگا تو میں اس کو سزا دوں گا، جب کبریا باری تعالیٰ کا حق ہوا۔ **له الكبرياء في السموات والارض**

وھو العزیز الحکیم۔ (ترجمہ اور اس کی بڑائی ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے) تو اپنے نفس میں اس کا رکھنا مساوات ہے، باری تعالیٰ کے ساتھ۔

جس میں ذرہ برابر کبر ہے اس میں ذرہ برابر ایمان نہیں

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔" ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ تشدد ہے، فرماتے ہیں: قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکالو۔ پہلی حدیث کو دوسری سے ملانے سے یہ بات نکلتی ہے کہ ذرہ جس کے دل میں ایمان ہے اس دل میں ذرہ برابر کبر نہیں ہوسکتا۔ (علاج الکبر)

حق تعالیٰ متکبرین سے دشمنی رکھتے ہیں

ہر مؤمن اس بات کا مدعی ہے کہ وہ خداوند قدوس سے محبت رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے: والذین اٰمنوا اشد حباللّٰہ۔ اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے قوی محبت ہے۔ "اگر کوئی اپنے عاشق سے کہے کہ میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا تو اس عاشق یا محبّ کے لئے یہ بات مر جانے کی ہے، اس کی قدر عاشق ہی کر سکتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ان اللّٰہ لا یحب المتکبرین۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے۔ ان اللّٰہ لایحب کل مختال فخور یہاں لایحب (محبت نہیں رکھتے) کے معنی بغض (بغض اور دشمنی رکھتے ہیں) کے ہیں۔ تکبر کے معنی ہیں بڑا سمجھنا اور یہ دل سے ہوتا ہے۔ تکبر صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے بڑائی کا کلمہ کہا جائے بعض کی فیشن، وضع، چال چلن اور ہر ادا سے تکبر ٹپکتا ہے لیکن زبان سے نہیں کہتے، درحقیقت یہ تکبر ہے۔ (وعظ علاج الکبر)

متکبر احمق ہوتا ہے

جیسے کبر کے لئے حماقت لازم ہے ایسے ہی حماقت کے لئے کبر لازم ہے۔ متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے۔

سب سے پہلا گناہ تکبر ہوا

شیطان مردود نے تکبر ہی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ملعون ہوا۔ خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق نے کیا خوب کہا ہے: ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

محققین نے کہا کہ آسمان پر سب سے پہلا گناہ شیطان نے تکبر سے کیا اس سے پہلے کوئی گناہ نہ ہوا تھا۔ (تادیب المصیبت)

عالم فاضل خود کو جاہل کے برابر کمتر کیسے سمجھ سکتا ہے

ایک شخص کو دو آنکھیں ملی ہیں وہ نابینا سے اپنے کو اکمل سمجھے، یا عالم و فاضل، مفسر و محدث اپنے کو ناخواندہ سے اکمل سمجھے تو تکبر نہیں، اگر اس کے خلاف مجبور کیا جائے تو تکلیف مالا یطاق ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے کو کسی خاص وصف میں دوسرے سے اکمل جاننا تکبر نہیں، ہاں افضل اور بہتر جاننا تکبر ہے کیونکہ افضل اور بہتر ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول اور انجام بخیر ہونے پر ہے اور چونکہ علم نہیں اس لئے خود کو کسی سے افضل نہ سمجھے۔

صفت کمال کو کمال سمجھنا تکبر نہیں

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی صفت کمال عطا فرمائیں تو اس کو صفت کمال نہ جاننا تو ایک قسم کی ناشکری ہے اور صفت کمال جاننا موجب علم ہے۔ (فروع الایمان) تو اب کیا کرے؟ حل اس اشکال کا یہ ہے کہ اس کو صفت کمال ضرور سمجھے۔ مگر اپنے کو اس کا مستحق اور موصوف حقیقی نہ جانے اور نہ اس پر افتخار کرے، بلکہ محض اس صفت کو نعمت غیبی اور عطیہ خداوندی اور کمال الٰہی سمجھ کر اس کا شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ میرے پاس یہ بطور رعایت کے ہے اور وہ جب چاہیں مجھ سے سلب کرلیں، یہ عطیہ میرے پاس اس طرح ہے جیسے کوئی بادشاہ ایک ادنیٰ شخص کے پاس کوئی گوہر نایاب امانت رکھ دے اور جب چاہے لے لے اور خواہ اپنے کرم سے عمر بھر نہ لے اور اس کو استعمال کی اجازت بخش دے، اس پر بھی وہ اتراتا نہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ ترساں رہتا ہے کہ کہیں اس گوہر بے بہا کی بے قدری نہ ہو جائے، کہیں بے آب نہ ہو جائے۔ جو شخص اپنے کمال کو اس طرح سمجھے گا وہ شاکرین سے ہے اور خود پسندوں میں سے نہیں۔

شعبہ تکبر

تکبر کے عدم کا اگر خیال آئے کہ میں تکبر نہیں کرتا تو وہ بھی شعبہ تکبر ہے کیونکہ چمار کبھی یہ بھی خیال نہیں کرے گا کہ میں شیخی نہیں بھگارتا۔ (فیوض الخالق)

اگر دل میں تکبر نہیں تو بندوق اور پستول رکھنا حرج نہیں

ایک شخص نے مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ سے بندوق رکھنے کی اجازت پائی حضرت۔

قدس سرہٗ نے دریافت کیا:

دراجازت گرفتن از من چہ مصلحت است
(یعنی مجھ سے اجازت طلب کرنے میں کیا مصلحت ہے)

اس نے عرض کیا:

قبل از مریض کبر زیر علاج حضرت بودم بندوق آلہ کبر ہم معلوم مے شود
(یعنی اس سے پہلے میں حضرت سے مرض تکبر کا زیر علاج ہوں اور بندوق آلہ تکبر معلوم ہوتی ہے)

حضرت نے ارشاد فرمایا: مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس ہست وقطعش واجب نیست (اشرف السوانح ج۳ ص۴۸۹)

(یعنی آلہ فعل کے لئے لازم نہیں آلہ زنا سب کے پاس ہے مگر اس کا کاٹنا واجب نہیں۔

تکبر کا علاج تواضع

تواضع تکبر کی ضد ہے، جو شخص متواضع ہوگا وہ متکبر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تواضع اختیار کرنا چاہئے۔

اللہ کی عظمت کو یاد رکھیں اور یوں سمجھیں کہ مجھے اپنے عیوب کا یقین کے ساتھ علم ہے اور جو شخص یقینی معیوب ہو وہ معیوب ظنی سے بدتر ہے اس لئے مجھے اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا چاہئے۔ (شریعت وطریقت ص ۲۱۰)

اگر اپنی خوبی اور دوسرے کی برائی پر نظر پڑے تو یہ سمجھنا واجب ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی خوبی ہو اور مجھ میں کوئی ایسی برائی ہو کہ ان کی وجہ سے یہ شخص عنداللہ مجھ سے اچھا ہو۔

اب عجب سے متعلق مزید چند آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ کا ترجمہ سن لیجئے۔

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

(۱) لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً. (التوبہ آیت نمبر ۲۵)

ترجمہ: تم کو خدا تعالیٰ نے بہت موقعوں پر غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غلبہ ہوگیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی۔

ف: اس میں دلالت ہے کہ بندہ کو غیر اللہ پر نظر اور عجب نہ کرنا چاہئے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ترک عجب نزول سکینہ کا سبب ہوتا ہے۔ (مسائل السلوک)

(۲) فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقٰی. (النجم آیت ۳۲)
ترجمہ: تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔
ف: یہ بھی خود پسندی میں داخل ہے کہ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرے اور اپنی بزرگی کمالات بیان کرے۔ (فروع الایمان)
اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:
مہلکات پس وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل جس کے مطابق عملدرآمد ہو اور آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا یہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔ (بیہقی)
ماہیت: اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جائے۔

عجب کی حقیقت

اپنے نفس کو اپنے خیال میں کامل سمجھ لینا اور حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا حق خیال کرنا یعنی ان کو اللہ کا فضل و کرم نہ سمجھنا اور ان کے زوال سے بے خوف ہو جانا خود پسندی اور عجب کہلاتا ہے۔ (تبلیغ دین ص ۱۵۲)
نفس کا ایک کید خفی یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ممتاز ہو کر رہے، سو یہ عجب ہے۔ (کمالات اشرفیہ) ہر عمل میں دو حیثیتیں ہیں ایک اپنا کمال۔ اس اعتبار سے یعنی اپنا کمال سمجھ کر، اس پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی رحمت ہے اس پر مسرت مامور بہ ہے۔
قل بفضل الله و برحمته فبذلک فلیفرحوا. (انفاس عیسیٰ)
اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہو جاؤ۔

عجب اور تکبر میں فرق

عجب و تکبر امور دینیہ اور دنیویہ دونوں میں ہوتا ہے پھر تکبر میں تو آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے بخلاف عجب کے کہ وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ (فروع الایمان)

علاج

۱- اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کی استغنا اور قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے۔ (تعلیم الدین)
۲- اگر حق تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لیں، اسکو انکی عنایت سمجھو، کام لینا اس لئے کہتا ہوں کہ

سب باگیں انکے ہی قبضہ میں ہیں بس اپنا کمال نہ سمجھو نہ کسی گناہ گار کو حقیر جانو۔ (انفاس عیسیٰ ج اص ۱۹۱)

کیا فائدہ فکر و بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہو کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

۳-اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتب یہ محض فضل ہے ورنہ خود یہ اعمال میں قوت نہیں کہ ان پر اتنی بڑی جزا مرتب ہو سکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر اس نعمت کا مستقلاً سوال کرتا رہے۔ اسی مراقبہ سے علاج ہو جائے گا عجب کا کہ عمل سے طاقت سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہو کر رضائے حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج۳ص ۴۷)

۴-اگر استحضار نعم کے ساتھ اس کا بھی استحضار کر لیا جائے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ موہبت الٰہیہ میں ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اس کا استحضار کر لیا جائے اگر چہ یہ لوگ ان فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں کے استحضار کے بعد جو سرور رہ جائے گا وہ عجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگا جو مذموم نہیں یا شکر ہوگا جب منعم کے امتحان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملے گا۔

انسان اتنی بڑائی اپنے چھوٹے کے سامنے جتلاتا ہے اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عظمت وقھار اور جلال دل میں ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہر وقت حاضر رہنے کا تصور دل میں ہو تو کوئی انسان تکبر نہیں کر سکتا۔ غرض کسی سے بڑا ہونے کا خیال آئے تو خداوند قدوس کی عظمت دل میں تصور کرے اور اگر وہ چھوٹا ہے تو یوں سمجھے کہ اس کے گناہ مجھ سے کم ہیں۔ اگر بڑا ہے تو یہ سوچے کہ اس کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں، اسی طرح تکبر دور ہو جائے گا۔ یا یوں سمجھیں کہ اس کے عیوب میرے عیوب سے کم ہوں گے اور میرے اندر کس قدر عیوب ہیں۔ اس طرح بھی تکبر دور ہو جائے گا۔

اگر پھر بھی تکبر کا وقوع ہو تو اپنے کو کچھ مالی یا بدنی سزا دیں۔ کچھ خیرات کر دیا کریں یا کچھ نوافل پڑھیں، یا قصداً ایسے افعال اختیار کریں جو موجب ذلت سمجھے جاتے ہیں، مثلاً مسافروں کے پیر دبایا کریں، نمازیوں کے جوتے جھاڑ کر سیدھے کیا کریں، اپنے گھر کے ہر کام مثلاً سودا سلف لانے کو عیب تصور نہ کریں۔ ان شاء اللہ ان تدابیر سے تکبر دور ہو جائے گا۔

متکبرین کے ساتھ تکبر مقصود ہے

عارفین کا قول: التکبر مع المتکبرین عبادة: یعنی تکبر کرنے والوں کے ساتھ

تکبر کرنا عبادت ہے۔'' اکابرین دیوبند کا اسی پر عمل تھا، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ معمول تھا کہ تکبر کرنے والوں سے اپنے جوتے اٹھوایا کرتے تھے اور انکسار کرنے والوں کے خود جوتے اٹھایا کرتے تھے۔

خاکساروں سے خاکساری تھی سربلندوں سے انکسار نہ تھا

مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ بھی متکبرین رؤسا و امراء سے سختی کے ساتھ پیش آتے، لیکن وہی امراء جو اکھڑ مزاج تھے ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ مناسب ہے، لیکن جو امراء دین سیکھنے کے لئے علماء کے پاس آئیں ان کے مرتبہ کے مطابق ان سے برتاؤ کریں۔ ہاں خوشامد اور طمع سے دور رہیں اور خوش اخلاقی برتیں، کیونکہ سید الطائفہ حضرت مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے: ''جو امیر درویش کے دروازے پر آئے وہ اچھا ہے کیونکہ دین سیکھنے کے لئے آیا ہے۔'' اس کے لئے حکم ہے۔ نزلوا الناس منازلھم لوگوں کو ان کے مراتب کے مطابق بٹھاؤ۔''

بعض اوقات پر تکبر بھی محمود ہے

اترانا اور فخر کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ان اللہ لا یحب الفرحین۔ (القصص آیت ۷۶) اترا کر چلنا بھی انہیں ناپسند ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

لا تمش فی الارض مرحاط ان اللہ لا یحب کل مختال فخور.

(سورۃ لقمن آیت ۲۸)

''اور زمین پر اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے''، دوسرے مقام پر اس سے بھی سخت ارشاد ہے:

ولا تمش فی الارض مرحاط انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا. (بنی اسرائیل آیت ۳۷)

''اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل، تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی اونچائی کو پہنچ سکتا ہے۔'' کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بہار دنیا ہے چند روزہ نہ چل یہاں سر اٹھا اٹھا کر خدا نے ایسے ہزاروں نقشے مٹا دیئے ہیں بنا بنا کر

لیکن حج عمرہ اور جنگ کے موقع پر اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے اور ایسے کلمات فخریہ کہنے جائز قرار دیا

ہے جس سے دشمن کے حوصلے پست ہوں۔ سوائے حضرت شیخ سعدیؒ کے اس شعر کے کیا کہہ سکتے ہیں۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست دگر حکم فتوے خوں ریزی دواست

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی کبریائی، عظمت اور قدرت کا یقین ہمارے دلوں میں راسخ اور پیوست فرمادیں اور تکبر وعجب سے محفوظ فرمائیں اور کمال انکساری اور تواضع نصیب فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وّاٰلہٖ واصحابه اجمعین. وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

توبہ کا وجوب وفضیلت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیت مبارکہ: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے اور جو لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ کوئی (گناہ کر بیٹھتے ہیں مگر ان کی یہ حالت ہے کہ) ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو وہ اپنی ذات پر (گناہ کر کے) نقصان اٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار (اور ہٹ) نہیں کرتے۔ اس حال میں کہ وہ جانتے ہوں (البتہ اگر ناواقفیت میں ایسا ہو جاوے تو اور بات ہے) یہی لوگ ہیں جن کی جزاء مغفرت ہے، ان کے رب کی طرف سے اور بہشت کے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی یہ ہمیشہ (ہمیشہ) اسی میں رہیں گے۔ اور (یہ) ان کے کام کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

حدیث-۱: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ جب (گناہوں کا) اقرار کرے پھر توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (مسلم)

حدیث-۲: ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ تمام بنی آدم خطا کرنے والے ہیں اور خطا کاروں میں توبہ کرنے والے بہتر ہیں۔

حدیث-۳: اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ خرخرہ نہ لگے (یعنی حلق میں جان آ کر خرخر نہ کرنے لگے اور اس خرخرہ سے چونکہ موت آ چکنے کا پورا یقین ہو جاتا ہے اس واسطے اس کے بعد توبہ کرنا قابل قبول نہیں۔) (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حدیث-۴: اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ ندامت توبہ ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ (شرح السنہ)

حدیث-۵: ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے ذمہ اس

کے بھائی کا کوئی حق آبرو کا یا اور کسی طرح کا ہو اس کو چاہیے کہ آج اس سے سبکدوش ہو جاوے یعنی معاف کرالے (اور اگر حقوق مالیات کو وہ معاف نہ کرے تو ادا کرنا ضروری ہے) اس (دن) سے پیشتر کہ اس کے پاس نہ درہم ہوگا نہ دینار (بلکہ) اس طرح حق ادا کیا جاوے گا کہ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوگا تو اس ظالم سے اس (مظلوم) کے حق کے موافق لے لیا جاوے گا۔ اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس (مظلوم) کے گناہوں میں سے (بمقدار ظلم) اس پر لاد دیئے جاویں گے۔ (بخاری)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظلم کے بعد توبہ کی اور عمل صالح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

اضافہ: ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر میں مردہ (ڈوبنے والے فریاد کرنے والے شخص کے مانند ہوتا ہے۔ انتظار کرتا ہے دُعا کا جو اس کو باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جب دعا اس کے پاس پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک وہ (دُعا) دنیا اور اس کی سب چیزوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں پر زمین والوں کی دعا کی وجہ سے پہاڑوں کے مانند (ثواب) داخل کرتا ہے اور تحقیق زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف ان کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہے۔

معزز ین سامعین! آج کے خطبہ جمعہ کا موضوع توبہ اور اس کے واجب ہونے کے بیان میں ہے۔

ہزار صوفی وصافی ہو پھر بھی رب کے حضور جو لغزشوں پہ اپنی پشیماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

توبہ کی حقیقت

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے اور بعید سے قریب کی طرف لوٹ کر آنے کے ہیں۔
(تبلیغ دین ص ۱۹۴ اردو امام غزالی)

شرعی اصطلاح میں معصیت سے طاعت کی طرف لوٹنے اور رجوع ہونے کا نام توبہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے التوبة ندم یعنی توبہ ندامت اور شرمندگی کا نام ہے۔

بہر حال توبہ کی روح اور حقیقت وہ اندرونی ندامت اور دلی شرمندگی ہے جو گناہ پر پچھتاوے سے انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ روحانی نفسیات کے ماہر علماء اہل باطن نے ندامت وشرمندگی کے اس مقام اور درجہ کی نشاندہی فرمائی ہے جو توبہ کے سلسلے میں معتبر اور مقصود ہے۔

ندامت دل کی اس بے کلی اور باطن کی اس سوزش کا نام ہے جو کسی غلطی اور قصور پر انسان میں پیدا ہوتی ہے۔

توبہ کی ماہیت

خطا کو یاد کر کے دل دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے اس گناہ کو ترک کر دینا اور آئندہ پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا۔(تعلیم الدین ص ۱۱۰)

توبہ تمام اعمال کی بنیاد ہے

مسلمان ہونے کے معنی توبہ عن الشرک و الکفر کے ہیں۔اس طرح توبہ اول الاعمال ہوئی، کیونکہ اسلام لانے کے بعد تمام اعمال صالحہ قبول ہوتے ہیں۔

ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا کوئی وقت گناہ سے خالی نہیں کیوں کہ گناہ کا خلاصہ ہے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کس کس بات کا حکم کیا ہے اور کن کن کاموں سے منع فرمایا ہے اور ہم ان میں سے کتنے امور سے بچتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا کوئی وقت گناہوں سے خالی نہیں لوگوں نے صرف گناہوں کی موٹی موٹی فہرست چوری، زنا، جوا وغیرہ یاد کر رکھی ہیں گناہ کی حقیقت کی خبر نہیں۔(تفصیل التوبہ ص ۵) اس لئے ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے۔

اعمال میں نورانیت پیدا ہونے کیلئے توبہ کی ضروری ہے

گناہ میں یہ خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد سے دل گھبراتا ہے جیسے مجرم حاکم کے سامنے جانے سے گھبراتا ہے۔ چاہے وہ کچھ بھی نہ کہے۔ایک مرتبہ گڑگڑا کر وظیفہ پڑھیے اور تلاوت کیجئے۔ پھوٹوٹو لئے میں بہ قسم کہتا ہوں کہ زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔اس وقت فرحت و شگفتگی ہوگی۔اور امید قوی ہوگی فضل کی۔(اول الاعمال ص ۲۲) پس کسی طاعت کی قبولیت کے لئے توبہ عن المعاصی شرط نہیں لیکن عمل کی نورانیت کے لئے توبہ عن المعاصی شرط ہے ورنہ اعمال میں نورانیت نہ ہوگی۔(اول الاعمال ص ۲۹) اور اگر اعمال میں نورانیت نہ ہوگی تو اس محرومی کی بناء پر ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوگا۔(اول الاعمال ص ۴۰)

آفات ارضی وسماوی کا اصل سبب اور اصل ہمارے گناہ ہیں

حدیث شریف میں ہے کہ ان العبد یحرم الرزق بخطیئۃ یعملھا یعنی بے شک بندہ رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اس برائی کے سبب جو وہ کرتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے

کہ آج کل ہم پر جو نئے نئے مصائب آرہے ہیں ان کا اصلی سبب ہمارے گناہ ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما اصاب من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔

یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہے اور بہت سے گناہ معاف کردیتے ہیں۔

جب میں کہتا ہوں الٰہی صورت احوال دیکھ   حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

بعض لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہائے ہم سے کونسا گناہ ہوگیا ہے۔ جس کا یہ سبب ہے۔ اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے اس تعجب پر تعجب ہے کیوں کہ ہم میں وہ کون ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں رہتا تو تعجب تو آفات میں مبتلا رہنے پر کرنا چاہئے تھا۔ (ترک المعاصی ص ۱۵)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یآ یھاالذین امنو اتوبوا الی اللّٰہ توبة نصوحاً۔

یعنی اے ایمان والو تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت وعنایت ملاحظہ کیجئے کہ یوں نہیں فرمایا کہ بالکل گناہ ہی نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر گناہ ہوجائے تو توبہ کرو۔ (ضرورت التوبہ) جب تک مرض اصلی کا استیصال (جڑ سے اکھاڑنا) نہ کیا جائے مرض نہ جائے گا پس جب تک معصیت نہ چھوڑیں گے ان بلاؤں سے خلاصی نہیں ہوسکتی۔ (الاستغفار ص ۱۲)

توبہ کرنے کے اسباب

گناہ کا لذیذ معلوم ہونا بعض لوگ معصیت اس لئے ترک نہیں کرتے کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ ''عاقبت کی خبر خدا جانے''

کیوں صاحب اگر کوئی شخص آپ کو زہر سے بھرا لڈو لاکر دے تو کیا اپنے قول کے موافق وہاں بھی عمل کرو گے کہ کل کے دن کیا خبر کیا گزرے اب تو لڈو کھانے کو ملتا ہے یا اس کے انجام پر نظر کرکے اس کو ترک کردو گے تو کیا قیامت آپ کے نزدیک کل سے کچھ زیادہ دور ہے۔ صاحبو! کل کے چار بجے تک تو ۲۴ گھنٹے یقینی ہیں اور قیامت کے متعلق تو ۲۴ منٹ کی بھی خبر نہیں اس لئے کہ

شاید ہمیں نفس کہ نفس واپسیں شود (یہی سانس ہی زندگی کا آخر سانس ہو)

(۲) (تقدیر کا بہانہ) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور ہوکر رہے گا

پھر نہ طاعت سے کچھ فائدہ نہ گناہ سے کچھ ضرر۔مگر تعجب یہ ہے کہ تقدیر دنیا کے کاموں میں کہاں چلی جاتی ہے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو۔(تفصیل التوبہ ص ۴۱)

(۳) (حق تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے پر بھروسہ) ایک مانع توبہ یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ رحیم ہیں۔ان کو ہمارے گناہ بخش دینا کیا مشکل ہیں مگر ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ خدا کی رحمت کے بھروسہ پر اس نے زہر کھایا ہو۔

(۴) (توبہ سے پھر گناہ ہوجانے کا خوف) بعض لوگ توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ شاید آئندہ توبہ ٹوٹ جائے اور پھر گناہ ہوجائے۔حالانکہ صدق دل سے اگر توبہ کی جائے تو وہ مقبول ہوجاتی ہے اور اگر خدانخواستہ توبہ ٹوٹ جائے تو دوبارہ کرلے حق سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت بے انتہا ہے۔حدیث میں ہے:

ما اصرّ من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرّۃ.

سبحان اللہ دن میں ستر مرتبہ توبہ شکنی کو بھی گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں فرمایا۔خوب کہا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر گبر بت پرستی باز آ
ایں درگہ مادرگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اب بھی گناہوں سے باز آجا تو جیسا کیسا بھی ہے باز آجا اگرچہ کافر آتش پرست اور بت پرست ہی کیوں نہیں۔اب بھی ان چیزوں کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کرلے یہ دربار وہ ہے جہاں ناامیدی نہیں اگر سومرتبہ بھی تو توبہ توڑ چکا ہے تب بھی اب باز آجا۔

(۵) (آخر عمر میں توبہ کا عزم) بعض لوگ توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ ابھی ساری عمر پڑی ہے بڑھاپے میں توبہ کرلیں گے لیکن کیا خبر بڑھاپا بھی آئے گا۔

شاید ہمیں نفس کہ نفس واپسیں شود (شاید یہی سانس زندگی کا آخری سانس ہو)

حالانکہ انسان کو ایک سیکنڈ کا پتہ نہیں اس لئے فوراً توبہ کرلینا چاہئے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

(۶) (گناہ کا علم نہ ہونا) بعض لوگ اس لئے توبہ نہیں کرتے کہ انکو بھی خبر نہیں کہ ہم سے کون کون سے گناہ ہورہے ہیں انکو چاہئے کہ اخلاق کی کتابیں پڑھیں یا کم از کم مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کا رسالہ ''گناہ بے لذت'' دیکھ لیں۔

(۷) (توبہ کے بھروسہ گناہ) بعض لوگ اس لئے گناہ کرتے ہیں کہ جب توبہ کریں گے تو وہ محو ہوجائے گا حالانکہ جس گناہ کے وقت آئندہ توبہ کرنے کا قصد ہو وہ توبہ مقبول نہیں

دیکھو تم پٹی بندھوانے کے خیال سے اپنے آپ کو زخمی نہ کرنا۔

(۸) (اپنے گناہوں کو بڑا سمجھنا) بعض لوگ اس خیال سے توبہ نہیں کرتے کہ ہم نے پہاڑ جیسے عظیم گناہ کئے ہیں وہ کیسے معاف ہوسکتے ہیں۔ حالانکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ کفروشرک جیسے گناہ بھی توبہ سے معاف کردیتے ہیں۔ پھر گناہ کیوں نہ معاف فرمادیں گے۔ان کا کام ہی مغفرت فرمانا ہے۔

ادھر معصیت ادھر مغفرت یہ ہوا ہے اور نہ ہوگا یہ
کہ ادھر سے جرم وخطا نہیں اور ادھر سے عفوودعطا نہیں

ہر گناہ کی توبہ الگ ہے

پہلے گناہوں سے پوری طرح توبہ کرے اور اگر کوئی عبادت جو اس کے ذمے واجب تھی جیسے نماز، روزہ وغیرہ چھوٹ گئی ہو تو اس کی قضا ادا کرے اور اگر لوگوں کے اس کے ذمہ کچھ حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر میں لگ جائے یا حق والوں سے معاف کرائے۔ (تسہیل قصد السبیل ص ۵) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ سے نماز روزہ وغیرہ علی الاطلاق معاف ہو جاتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ ان کے ادا نہ کرنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ گناہ معاف ہوجاتا ہے ان کی قضاء ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح حقوق العباد بغیر مستحق کی ادائیگی یا اس سے معاف کرائے بغیر محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔حقوق العباد کی ادائیگی کا التزام حقوق اللہ سے زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی وسیع وبے پایاں رحمت سے ہر وقت امید عفوومغفرت ہوسکتی ہے لیکن بندوں سے ایسی توقع محال ہے اکثر لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں حقوق العباد کے معاملہ میں بڑی احتیاط لازم ہے۔ اللّٰھم وفقنا۔ (آمین)

طریقہ تحصیل توبہ

قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آتی ہیں ان کو یاد کرکے سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی۔

قبول توبہ کی علامت

قبول توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہوجائے محو ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد وہ بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے۔

توبہ کا مسنون طریقہ

حدیث میں ہے جب گناہ ہو جائے دو رکعت نماز پڑھو پھر حق تعالیٰ سے دعا مانگو اے اللہ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ (اول الاعمال ص ۴۴) یہ دعا بھی تین مرتبہ پڑھنا احادیث میں منقول ہے:

اللّٰھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی.

(تتمہ قربات عند اللہ وصلوت الرسولؐ) یعنی اے اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور آپ کی رحمت زیادہ امید کی چیز ہے۔ میرے نزدیک اپنے عمل سے۔

ابقاء توبہ کا طریق

سونے کے وقت عذاب الٰہی کا تصور کیجئے اور اپنے دن بھر کے گناہ یاد کیجئے سوچئے کہ مجھ سے بازپرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا اس گناہ پر یہ عذاب تیار ہوگا تو اس سے نجات کیوں کر ہوگی۔ اس سے خوف پیدا ہوگا اور توبہ کی توفیق ہوگی۔ بس توبہ کر کے سو جایئے پھر صبح کو یاد رکھئے کہ رات حق تعالیٰ سے یہ عہد کیا گیا تھا اور نگرانی رکھئے کہ اس کے خلاف نہ ہونے پائے اگلے دن رات کو پھر ایسا کیجئے اگر دن میں کچھ عہد شکنی ہو تو عذاب الٰہی کو یاد کر کے اس سے توبہ کیجئے پھر صبح کو یاد رکھئے اس طرح چند روز کیجئے دیکھیں کہ کب تک توبہ ٹوٹتی ہے اور ابقاء توبہ نہیں ہوتا۔ (اول الاعمال ص ۴۵)

صبح وشام توبہ کرنے کا فائدہ

صبح وشام توبہ کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ سابق گناہ تو توبہ سے معاف ہو جائیں گے اور موت سے قبل پھر بھی کچھ گناہ ہو گئے تو چند گھنٹوں کے ہوں گے ستر اسی برس کے نہ ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو صدق دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

الٰہی ہمیں کر دے ان بندوں میں شامل — کہ اشک سحر گاہ جن کا وضو ہے

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھا خطبہ

صبر و شکر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب بے حساب دیا جاوے گا۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تم صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

حدیث ۱: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اس کو کوئی بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر و ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام سے) ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تیرے بعد ایسی امت بھیجنے والا ہوں کہ جب ان کو پسندیدہ چیز ملے تو خدا کا شکر کریں اور جب ان کو ناپسند بات پیش آوے تب بھی ثواب چاہیں اور صبر کریں۔ حالانکہ ان میں نہ حِلم ہوگا نہ عقل ہوگی۔ انہوں نے (یعنی حضرت عیسیٰ نے) عرض کیا یہ کام کیسے ہو جاوے گا جبکہ ان کو نہ حلم ہوگا نہ عقل ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ میں ان کو اپنے حِلم اور علم میں سے دوں گا۔ یعنی بظاہر ان میں عقل وغیرہ نہ ہوگی۔ لوگ ان کو معمولی خیال کریں گے مگر ان کا باطن رحمتِ خداوندی سے معمور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ کھا کر شکر کرنے والا اس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے۔ (تخریج البخاری)

حدیث ۴: و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک جب کسی

بندے کے واسطے خدا کی طرف سے کوئی درجہ مقدر ہو چکے تو پھر بندہ اس درجہ کو اپنے عمل کے ذریعے سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس پر تکلیف بھیجتا ہے اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو اس کے واسطے اللہ عزوجل کی جانب سے مقدور ہو چکا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتی دریا میں اللہ کی نعمت سے جاری ہوتی ہے تاکہ وہ تم کو اپنی نشانیوں میں سے دکھلا دے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے۔

اضافہ: (الف) حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کے واسطے بہتر ہے۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ (نعمتیں) عطا کروں۔

(ج) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تو صبر کرے اور ثواب طلب کرے صدمے کے شروع میں تو میں تیرے لئے جنت سے کم ثواب کو پسند نہ کروں۔ (ابن ماجہ)

(د) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ جنت کی طرف بلائے جاویں گے ان میں سب سے بیشتر حمد کرنے والے ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ حمد کرنے والے کون ہیں آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر کرتے ہیں۔

(عین تخریج عراقی علی الاحیاء عن ابی نعیم والبیہقی)

معززین حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع صبر اور شکر کی فضیلت اور اس کی تحصیل کا طریقہ ہے۔ خطبہ میں چند آیات و احادیث کا ترجمہ سن چکے۔ اب پہلے صبر سے متعلق مزید چند آیات مبارکہ و احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے مزید چند فضائل کا ذکر کرتا ہوں۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ (البقرۃ آیت نمبر ۱۴۵)

ترجمہ: اور اگر تم کو حب مال و جاہ کے غلبہ سے ایمان دشوار ہو تو تم مدد لو صبر اور نماز سے۔

ف: یہاں صبر کی صورت شہوات خلاف کا ترک کرنا ہے۔

(۲) ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع و نقص من الاموال

والانفس والثمرات ط وبشر الصّٰبرین. (البقرۃ آیت نمبر ۱۵۵)

ترجمہ: اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو دشمنوں کے ہجوم یا حوادث کے نزول سے پیش آوے) اور کسی قدر فقر وفاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مواشی مر گئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی اور آپؐ (ان موقعوں میں) صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللّٰہ وما ضعفوا وما استکانو ط واللّٰہ یحب الصابرین. (آل عمران آیت نمبر ۱۴۶)

ترجمہ: پہلی امتوں کے مخلصین کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سو نہ ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کے (قلب یا بدن) کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے صابرین (یعنی مستقل مزاجوں سے) محبت ہے (جو دین کے کام میں ایسے ثابت قدم رہیں)

(۴) ولنجزینھم باحسن ما کانوا یعملون. (النحل آیت ۹۸)

ترجمہ: اور جو لوگ (احکام دین پر) صابر (ثابت قدم) رہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

(۵) والصّٰبرین والصبرات (الی) اعداللّٰہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما. (الاحزاب آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ: اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں (پھر آخیر میں فرمایا) ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(ف) اس میں سب قسمیں آ گئیں۔ صبر طاعات پر اور صبر معاصی سے اور صبر مصائب پر۔

احادیث:

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وضو کا کامل کرنا ناگواری کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے سردی وغیرہ) وضو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر پھر ہمت کرتا ہے اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ (ترمذی)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے دلی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اگرچہ تیری بوٹیاں کاٹ دی جائیں اور تجھ کو (آگ میں) جلا دیا جاوے۔ (ابن ماجہ)

(ف) ایسے وقت ایمان پر قائم رہنا صبر کی ایک مثال ہے اور کسی ظالم کی زبردستی کے وقت جو ایسی بات یا ایسا کام شرع سے معاف ہے وہ شرک وکفر میں داخل نہیں کیوں کہ دل تو ایمان سے بھرا ہے۔

یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ کو ایک لشکر پر سردار بنا کر ایک دریا کے (سفر) میں بھیجا۔ ان لوگوں نے اسی حالت میں اندھیری رات میں کشتی کا بادبان کھول رکھا تھا (اور کشتی چل رہی تھی) اچانک ان کے اوپر سے کسی پکارنے والے نے پکارا ''اے کشتی والو ٹھہرو۔ میں تم کو خدا کے ایک حکم کی خبر دیتا ہوں جو اس نے اپنی ذات پر مقرر کر رکھا ہے۔'' ابوموسیٰؓ نے کہا اگر تم کو خبر دینا ہے تو ہم کو خبر دو۔ اس پکارنے والے نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ بات مقرر کر لی ہے کہ جو شخص گرمی کے دن میں (روزہ رکھ کر) اپنے کو پیاسا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پیاس کے دن (یعنی قیامت میں جب پیاس کی شدت ہوگی) سیراب فرماوے گا۔ (ترغیب وترہیب)

ف: یہ بھی (موسم گرما میں روزہ رکھنا) صبر کی ایک مثال ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اس میں اٹکتا ہو اور وہ اس کو مشکل لگتا ہو اس کو دو ثواب ملیں گے۔'' (بخاری شریف)

ف: یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے (کہ قرآن پاک سیکھنے میں مجاہدہ سے کام لے)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو، اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔ (بخاری ومسلم)

ف: ظاہر ہے کہ اس طرح ہمیشہ نباہنے میں ضرور کسی نہ کسی وقت نفس کو دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ گھیری ہوئی ہے (حرام) خواہشات کے ساتھ اور جنت گھیری ہوئی ہے ناگوار چیزوں کیساتھ۔'' (بخاری ومسلم)

ف: یعنی گناہوں سے بچنا اور عبادتوں میں مصروف رہنا خواہ نفس کو ناگوار ہوں۔

صبر کا مفہوم

صبر کے لغوی معنے حبس اور روک کے ہیں۔جیسا کہ ارشاد ہے:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھه. (والکھف آیت ۲۸)

صبر کی حقیقت

صبر کی حقیقت ہے **ضبط النفس علی ماتکرہ** یعنی ناگوار امر پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا۔آپے سے باہر نہ ہونا اور ناگوار امر خواہ کچھ ہو،خواہ کسی کا مرنا ہو یا کوئی اور مال واسباب یا کسی چیز کا نقصان۔(الشکر ص ۵)

انسان کو ہمیشہ دو قسم کے واقعات میں سے کسی ایک نہ ایک سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے۔ایک موافق طبیعت اور دوسرے مخالف طبیعت۔جس وقت مخالف طبیعت قسم کے واقعات پیش آئیں اس وقت شریعت مقدسہ نے ضبط کی تعلیم فرمائی ہے جس کا نام صبر ہے۔(سلوۃ الحزین)

صبر کی ماہیت

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ایک دین پر ابھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر۔سو محرک دینی کو محرک ہوائے نفسانی پر غالب کر دینا یہ صبر ہے۔(تعلیم الدین ص ۱۱۱)

صبر کے حقیقی معنی ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔(تبلیغ دین ص ۲۲۶ از امام غزالیؒ)

صبر صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے

صبر صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔کیونکہ حیوانات میں صرف خواہشات اور شہوات ہی کا مادہ ہے۔اور وہ روکنے والی قوت عقل اور شعور دونوں سے مبرا ہیں۔اسی طرح فرشتے بھی تمام انسانی خواہشات اور نفسانی جذبات سے منزہ و پاک ہیں اور ہر وقت تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں اور جانتے ہی نہیں کہ شہوات اور دیگر خواہشات طبعیہ بھوک وپیاس وغیرہ کیا چیز ہے اس لئے صبر کا درجہ ملائکہ وبہائم دونوں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔(تبلیغ دین ص ۲۲۶)

صبر کی اقسام

صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) طاعات میں صبر کرنا: جس سے نفس بھاگتا ہے۔ مثلاً نماز میں کسل نہ کرنا۔ زکوٰۃ میں بخل نہ کرنا عبادات میں شروع سے آخر تک اخلاص رکھنا۔

(۲) معاصی سے صبر کرنا: خاص کر ان معاصی سے جن کا نفس عادی ہو چکا ہو۔ مثلاً غیبت، جھوٹ خودستانی وغیرہ۔

(۳) حوادث ومصائب میں صبر کرنا: کہ شکایت کا کلمہ زبان سے نہ نکالے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔ اس کا بڑا درجہ ہے۔

صبر کے مختلف درجات

صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ شہوت اور ہوائے نفسانی کے مادہ میں قلع قمع ہو جائے کہ اس کو مقابلہ کی قوت ہی نہ رہے اور دین پر ثبات و بقاء نصیب ہو۔ انہی نفوس کو مرتے وقت نفوس مطمئنہ سے مخاطب بنا کر بشارت دی جائے گی۔

صبر کا متوسط درجہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی اور احکام دینیہ میں سے کبھی اس کا پلہ بھاری ہو جائے کبھی معصیات کا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ضعیف خواہشات کو ترک کرے اور زور آور شہوات کو ترک کرنے سے عاجز آ جائے مگر اپنے مغلوب ہونے پر حسرت و افسوس برابر کرتا رہے اور اس کوشش میں لگا رہے کہ کسی طرح نفس پر قابو حاصل ہو جائے تو بہتر ہے۔ حدیث میں اس کو جہاد اکبر کہا ہے۔

صبر کا ادنیٰ درجہ

کہ ہوائے نفس غالب آ جائے اور قلب شیطانی لشکر کے حوالہ ہو جائے۔ اس کی دو علامتیں ہیں کہ یوں کہے کہ مجھے صبر کا شوق تو ہے مگر مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب مجھے اس کی خواہش ہی نہیں رہی۔'' یہ یاس و ناامیدی کا درجہ مہلک ہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ توبہ کا شوق بھی باقی نہ رہے اور کہنے لگے اللہ رحیم و کریم ہے۔ اسے میری توبہ کی کیا ضرورت، وہ مجھے بغیر توبہ کے جنت میں بھیج دے گا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ایسا انسان ہوائے نفسانی کا قیدی ہے جس کا دل سے توبہ اور توجہ الی اللہ کا شوق بھی جاتا رہا۔ اللّٰھم اعذنا منہ۔ (تبلیغ دین امام غزالی ص ۲۲۸، ۲۲۹ ملخصاً)

پابندی اعمال بھی حقیقت صبر میں داخل ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاحبزادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ ’’اے عبداللہؓ فلاں شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو اٹھا کرتا تھا (یعنی تہجد پڑھتا تھا) پھر اس کو چھوڑ دیا‘‘

معلوم ہوا کہ پابندی معمولات بھی حقیقتاً صبر میں داخل ہے۔ اس لئے میں (حضرت حکیم الامت تھانویؒ) کہا کرتا ہوں کہ عمل تھوڑا سا اختیار کرو۔ جس پر نباہ ہو سکے۔ (ماعلیہ الصبر ص ۲۵) کیونکہ عادت یہ ہے کہ بغیر معمول کو پورا کئے چین نہیں آتا۔ اس لئے معمول اتنا ہی اختیار کرنا چاہئے جس پر مداومت ہو سکے۔ ہاں اگر کسی وقت زائد کو جی چاہے تو صرف اس وقت زائد کرے۔

مصائب تکوینیہ کے وقت پابندی اعمال کی ضرورت

بعض لوگ مصائب تکوینیہ میں ایک ضرر اپنے اختیار سے مول لیتے ہیں یعنی ترک معمولات دنیادار بھی ایسا نہیں کرتے۔ ان کا بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر مد میں نقصان ہوتا ہے تو دوسری مد میں ترقی کی فکر کرتے ہیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۲۸) اس لئے اگر سفر وغیرہ میں مجبوری کے سبب اشراق چاشت اور اوابین ادا نہیں ہو سکتے تو ذکر اللہ تو ہو سکتا ہے اس لئے سفر میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔

بعض اوقات ترک معمولات بھی ماعلیہ الصبر میں داخل ہوگا

جس وقت جس کام کا امر ہو اس پر ثابت رہنا صبر ہے۔ اور وہ مامور بہ ماعلیہ الصبر ہے پس اگر کسی وقت معمولات کے ترک کا امر ہو تو اس وقت ترک معمولات ہی ماعلیہ الصبر ہوگا اور معمولات کا ادا نہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔ مثلاً وظیفہ پورا کرنے میں جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو بقیہ وظیفہ چھوڑ دے یا نماز فجر تاخیر سے شروع کی ہو اور مطابق سنت قرأت کرنے میں سورج نکلنے کا خوف ہو تو قرأت مختصر کرنا ضروری ہوگا۔ یا سفر میں احباب کی سہولت کی خاطر نوافل کم کر دے یا بالکل چھوڑ دے۔ بعض لوگ اوراد و وظائف کے بارے میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ خواہ جماعت فوت ہو جائے بلکہ نماز قضا ہو جائے لیکن پیر کا بتلایا ہوا وظیفہ قضا نہ ہو۔ اس قدر غلو مناسب نہیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۱۴)

کیونکہ صبر کا محل خاص ہے کہ ناگوار واقعات میں ناگواری کا تحمل کرنا، جزع و فزع نہ کرنا اسی طرح ایک محل عام بھی ہے کہ اس وقت تمام معمولات کو ادا کریں اور کسی وقت امر ناگوار کی وجہ سے اعمال میں خلل نہ آنے دیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۵۴)

طریق تحصیل

(۱) اجر و ثواب کا مراقبہ: یوں سوچے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو خزانچی بنا رکھا ہے اور اپنی کچھ چیزیں ہمارے سپرد کر دی ہیں اور جب چاہتے ہیں اپنی چیزوں میں تصرف کر لیتے ہیں تو ہم کو اس میں رنج و ملال کا کیا حق ہے۔ جیسے کوئی اپنا سارا خزانہ ایک خزانچی کے سپرد کر دے پھر کسی وقت اس سے لے لے اور خزانچی اس سے رونے لگے تو کیا کوئی عاقل اس کے رنج کو بجا کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں اور اگر وہ رنج کرے صبر و تحمل بھی کرے تو کیا کوئی اس کو صبر و تحمل کی بناء پر مستحق انعام کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس بیجا رنج پر صبر کرنے سے اجر و ثواب اور انعام، جزاء و بشارت دی ہے (جیسا کہ ابتداء مضمون میں آیات و احادیث میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (ماعلیہ الصبر ص ۶)

(۲) کسی عزیز کی موت پر صبر کا طریق: صبر کے یہ معنی نہیں کہ میت کے تذکرہ سے زبان کو روک لیا جائے اور آنسو بھی نہ بہائے جائیں۔ بلکہ کبھی کبھی تذکرہ میت کا کر لیا جائے اس سے بھی کچھ تسلی ہو جاتی ہے اور جب یاد آئے تو اس کا تذکرہ کیا جائے اور **انا للہ وانا الیہ راجعون** بھی پڑھ لیا جائے اس سے ہمیشہ ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا پہلی مرتبہ صبر کرنے پر ملا تھا۔ اس طرح کچھ آنسو بھی بہا لئے جائیں اس سے بھی تسلی ہو جائے گی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آنسو بہائے۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب ص ۵۳) دوسروں کو بھی چاہئے کہ وہ مصیبت زدہ کو تسلی دیں۔ حدیث میں **من عزیٰ ثکلی کسیٰ برداء فی الجنۃ** یعنی جو ایسی عورت کو تسلی دے جس کا بچہ مر گیا ہو اس کو جنت میں بڑھیا چادر یا لباس پہنایا جائے گا۔ نیز ارشاد ہے **من عزیٰ مصابا فلہ مثل اجرہ** یعنی جس نے کسی مصیبت زیادہ کو تسلی دی اس کو مصیبت زدہ کے برابر ثواب ملے گا۔ (ایضاً ص ۲۷)

(۳) غم میں مصروف رہنا: غم میں بیکار نہ رہے کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے تاکہ اس کی طرف توجہ ہونے سے غم کی طرف توجہ کم ہو جائے۔ افضل تو یہ ہے کہ وہ شغل طاعت ہو (مثلاً نماز تلاوت وغیرہ) اور اگر اس کی ہمت نہ ہو تو شغل مباح بھی کافی ہے جیسے سیر و سیاحت، دیندار دوستوں کی ملاقات و مکالمہ بیوی، بچوں سے ہنسنا بولنا۔ (آداب المصاب ص ۴۲)

(۴) نماز پڑھنا: قرآن کریم میں صبر کا علاج نماز ارشاد فرمایا ہے چنانچہ **یآیھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ**۔ یعنی اے ایمان والو مدد لو صبر اور نماز کے ساتھ۔ کیونکہ جب نماز میں

حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت ومعبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہوگی۔

(۵) تصفیہ باطن کا مراقبہ: یہ سوچے کہ حزن کو قطع راہ باطن میں بڑا دخل ہے حسرت سے تصفیہ باطن بہت جلد اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ مے نگیر د فضل شاہ

فہم و خاطر کا تیز کرنا راہ کمال نہیں فضل الٰہی سوائے شکستہ دل کے اور کسی پر متوجہ نہیں ہوتا۔ (آداب المصاب ص ۳۵)

اب خطبہ جمعہ کا دوسرا موضوع شکر کا بیان شروع کرتا ہوں پہلے شکر کی فضیلت آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سن لیجئے۔

شکر کی فضیلت میں آیات

(۱) فاذکرونی اذکر کم واشکرولی ولا تکفرون. (البقرۃ آیت ۱۵۲)

ترجمہ: مجھ کو یاد کرو میں تم کو (رحمت سے) یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

(۲) وسنجزی الشّٰکرین. (آل عمران آیت ۱۴۵)

ترجمہ: اور ہم بہت جلد جزا دیں گے شکر کرنے والوں کو۔

(۳) لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید.

(سورۃ ابراھیم آیت نمبر ۷)

ترجمہ: اگر تم (میری نعمتوں کا) شکر ادا کرو گے میں تم کو زیادہ نعمت دوں گا (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) اور اگر تم ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ لو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے ناشکری میں اسکا احتمال ہے۔

احادیث

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اس کو بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھا کر شکر کرنے والا اس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے۔ (بخاری)

''نیز ارشاد فرمایا کہ ایمان دو وصفوں کا نام ہے۔ نصف صبر اور نصف شکر ہے۔''

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص کو مل جائیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں ملیں گی۔ دل شکر کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی اور بدن جو بلا پر صبر کرتا ہو اور بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس سے خیانت نہیں کرنا چاہتی ہو۔'' (بیہقی)

شکر کی حقیقت

شکر کہتے ہیں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا۔ خواہ وہ نعمت کھانا ہو یا پانی ہو یا کوئی اور شے ہو قدر کرنا دل سے بھی، زبان سے بھی اور دیگر جوارح سے بھی۔ (الشکر ص ۵)

اور نعمت کی حقیقت یہ ہے **النعمة حالة ملائمة للنفس** یعنی نعمت وہ حالت ہے جو نفس کے لئے خوشگوار ہو۔ (الشکر ص ۵)

شکر کی ماہیت

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ ایک منعم سے خوش ہونا دوسری اس کی خدمت گزاری و امتثال اوامر میں سرگرمی کرنا۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۱)

نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

(مآثر حکیم الامت ص ۱۶۱)

صورت شکر

صورت شکر یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے الحمد للہ وغیرہ الفاظ کہے۔ (الشکر ص ۲۳)

روح شکر

روح شکر کی یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے قدر ہو۔ (الشکر ص ۱۴) کیونکہ ہر عمل کا ایک مغز اور روح اور ایک پوست اور صورت ہے۔ جیسے بادام میں ایک چھلکا اور ایک مغز ہے اسی طرح الفاظ الحمد للہ صورت شکر ہیں اور دل سے منعم و نعمت کی قدر روح شکر ہے۔ (الشکر ص ۱۳)

اس لئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ ہمیشہ ٹھنڈا پانی پیا کرو۔ اگر گرم پانی پیو گے تو زبان تو الحمد للہ کہے گی مگر اندر سے دل ساتھ نہ دے گا۔

کامل شکر

کامل شکر یہ ہے کہ تمام اعضاء زبان، ہاتھ اور دل سب کے سب خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوں۔ دل میں محبت اور معرفت الٰہی ہو اور کسی عضو سے گناہ کا ارتکاب نہ ہو اس وقت تم شاکر ہو گے۔ (تحقیق الشکر ص ۳۹) لسان و قلب و اعضاء سب سے شکر ہوتا ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

افادتکم النعماء منی ثلثة   یدی ولسانی والضمیر المحجبا

یعنی میری نعمتوں میں سے جو تم کو عطا کی گئی ہیں تین چیزوں ہاتھ، زبان اور دل زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (تحقیق الشکر ص ۳۷)

حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ نعمتوں کی اقسام

شکر کی حقیقت حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اس قدر نعمتیں ہیں جن کا حصار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها.

یعنی اگر تم حق تعالیٰ شانہٗ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ اگرچہ احصاء نعمتوں کا محال ہے لیکن جو نعم ہم کو معلوم ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱-نعیم دنیویہ: مثلاً تندرستی، چشم و گوش، ہاتھ، پاؤں، نوکر چاکر، عزت و آبرو، بیوی، بچے، مکان، جائیداد و غیرہ

۲-نعیم دینیہ: جیسے اپنی محبت و معرفت عطا فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنی مرضیات و نامرضیات سے آگاہ فرمایا۔ اگر ہم کو مطلع نہ فرماتے اور ہم کو اپنی رائے عقل اور سلیقہ پر چھوڑ دیتے اور پھر ان غلطیوں پر مؤاخذہ فرماتے تو ان کو حق حاصل تھا۔ دیکھو نوکروں کو کہا جاتا ہے کہ ہمارے اشارہ پر چلو۔ اگر کم فہمی سے وہ کچھ مخالفت کرتے ہیں تو ہم مؤاخذہ اور باز پرس کرتے ہیں کہ تم نے ہمارے اشارے کو نہیں سمجھا۔ (الشکر ص ۹)

اکثر نعمتوں کی طرف ہمیں بھولے سے بھی کبھی التفات نہیں ہوتا

بعض وہ نعمتیں بھی ہیں جن کی طرف کبھی التفات بھی نہیں ہوتا۔ شرح اس کی یہ ہے کہ نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وجودی۔ (۲) عدمی۔ لوگ وجودی نعمتوں کو تو شمار کرتے ہیں مثلاً رزق ملنا، کپڑا ملنا، مال حاصل ہونا۔ مگر عدمی نعمتوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ مثلاً اس

وقت ہم آرام اور عافیت میں ہیں۔ اس مکان کی چھت ہم پر نہیں گرتی۔ رہزن ڈاکو ہمیں نہیں لوٹتے، کوئی ہم کو زہر نہیں دیتا، قتل نہیں کرتا، آنکھوں کا نور ہم سے سلب نہیں ہوتا، سماعت ہم سے چھینی نہیں جاتی، روٹی کھاتے ہیں مگر قبض نہیں ہوتا، پیشاب پاخانہ بند نہیں ہوتا۔ غرض بے شمار اس طرح کی نعمتیں ہیں کہ رات دن شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے۔ (الشکر ص ۱۳)

ناگوار حالت میں بھی حق تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں نازل ہوتی ہیں

اگر کوئی ناگوار حالت پیش آئے تو اس وقت اگرچہ صبر واجب ہے مگر اس حالت میں بھی بہت سی ہم پر نعمتیں ہوتی ہیں۔ (مثلاً اگر بیمار ہے تو علاج کا انتظام قیمتی دوائیں، دوا کے لئے حق شانہٗ کا انعام یعنی روپے پیسے کا پاس ہونا۔ ہزاروں بندگان خدا کا اس کے لئے صحت کی دعا کرنا وغیرہ) بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ ناگوار حالت بھی ایک نعمت ہے۔ (کیونکہ اس میں خدا کی مصلحت ہے یا اس کے آنے سے حق تعالیٰ کی نعمت کی قدر ہوگی۔ مثلاً بیمار ہے تو بیماری کے بعد صحت کی پیشاب بند ہو تو بعد صحت اس کی) اس اعتبار سے اس وقت بھی شکر واجب ہے۔ (الشکر ص ۸)

فرح بطر اور فرح شکر میں فرق

مصیبت زائل ہو جانے پر خدا کا شکر کرنا چاہئے یہ خوشی ممنوع نہیں۔ ممنوع فرح بطر ہے جس کو اترانا کہتے ہیں۔ یہ مذموم ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرح بطر کے بعد غفلت ہوتی ہے اور شکر کے بعد غفلت نہیں ہوتی۔

فراخی کے باوجود خستہ حالت میں رہنا ناشکری کے مترادف ہے

جب حق تعالیٰ کھانے پینے کو اچھا دیں تو اس وقت خستہ حالت میں رہنا ناشکری اور نعمت کی ناقدری اور خلاف اطاعت ہے کیونکہ جیسے شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے نوکروں کو تنخواہ دو اور کھانا کپڑا دو ایسے ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنی جان کو راحت دو۔ جیسے نوکر خدا کی مخلوق و مملوک ہے تمہاری جان بھی خدا کی مخلوق و مملوک ہے اس لئے تم کو اپنے اندر بھی بدون اجازت حق تعالیٰ کے کسی تصرف کا حق نہیں (کیونکہ تمہاری جان سرکاری مشین ہے اس لئے اس کی حفاظت لازم ہے۔)

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است رفتم بپائے خود کو بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

(سلوۃ الحزین ص ۱۶)

اپنی آنکھوں پر ناز ہے کہ اس نے تیرے جمال کو دیکھا اور اپنے پیروں پر رشک کرتا ہوں کہ وہ تیرے کوچے میں پہنچے ہیں ہر گھڑی اپنے ہاتھوں کو ہزار بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے تیرا دامن پکڑ کر میری طرف کھینچا ہے۔

بندہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** یعنی جس نے آدمیوں کی ناشکری کی اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم کوئی نعمت کسی بندہ کے ذریعہ سے تم کو دیں تو تم ہمارے شکر سے آدمی کا بھی شکریہ ادا کرو۔ (تحقیق الشکر ص ۳۸)

یہاں سے استاد پیر وغیرہما کا بھی حق نکل آیا کہ یہ لوگ نعمت حقیقی علم دین وعرفان ویقین کے واسطے ہیں۔ سو جتنی بڑی نعمت ہوگی اتنا ہی واسطہ نعمت کا بھی حق ہوگا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ استاد و پیر کا حق کتنا بڑا حق ہے۔ افسوس اس زمانہ میں یہ دونوں علاقے ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ ان کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ (فروع الایمان ص ۱۰)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا شکریہ ادا کریں اور ناشکری کا اظہار نہ کریں کیونکہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اکثر عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تم اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔

شکر کی علامت عمل صالح ہے

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: **اعملوا ال داؤد شکراً ، وقلیل من عبادی الشکور** ۔ یعنی اے آل داؤد علیہ السلام شکر کے لئے عمل کرو اور اللہ کے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ اعملوا سے معلوم ہوتا ہے کہ شکر کا تعلق عمل سے ہے۔ اگر شکر کا تعلق صرف قول سے ہوتا تو اعملوا نہ فرماتے۔ (تحقیق الشکر ص ۳۷) اس سے معلوم ہوا کہ صرف زبان سے الحمد للہ کہنا کافی نہیں بلکہ شکر کی علامت یہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔

شکر کے ارکان

شکر بڑا اونچا مقام ہے اس کے تین رکن ہیں۔

(۱) نعمت اور منعم سے واقف ہونا اور یہ سمجھنا کہ تمام نعمتیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہیں۔

(۲) اس کی خدمت گزاری وامتثال امر (تعمیل حکم) میں سرگرم ہونا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا۔ مثلاً زبان کو یاد خدا میں، قلب کو ذکر ومعرفت الٰہی میں مشغول رکھنا اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا۔ (تبلیغ دین امام غزالی ملخصاً)

شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا

شکر ایسی صفت ہے جو مقصود بالذات اور فی نفسہ مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا۔ تو یہ خوف اور زہد وصبر کی وہاں حاجت نہیں ہے اور شکر وہاں کی نعمتوں پر بندے ضرور ادا کریں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اہل جنت کا آخری قول ''الحمدللہ رب العلمین'' ہوگا۔ (تبلیغ دین اردو ص ۲۳۳)

طریق تحصیل شکر

(۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کرے۔ (تعلیم الدین)

بندے پر ہر وقت حق تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں جن میں سب کو شمار کرنا اس کے بس میں نہیں۔ تو ایسے نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑی شرم کی بات ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ہفتم)

(۲) صبر اور شکر کی تحصیل کا طریق یہ ہے کہ خشیت اور محبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ حاصل ہو۔ خشیت سے نفس کو حدود پر ضبط کرو گے، یہ صبر ہے اور محبت سے منعم کی قدر ہوگی۔ یہ شکر ہے۔ جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہ ہوں گی صبر اور شکر حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ نری خشیت ہوتی تو انعام سے لذت نہ ہوگی اور اگر نری محبت ہو خشیت نہ ہو تو ناز ہو جائے گا اور نفس حدود سے آزاد ہو جائے گا۔ دیکھو اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو اس کو محبوب کی محبت تھی اور اس سے خوف بھی ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔ اسی طرح محبت وخشیت دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اوقات میں سے ایک گھنٹہ اس کام کے لیے علیحدہ کرلو اور اس کے دو حصوں پر تقسیم کرو۔ آدھ گھنٹہ تو بیٹھ کر اپنی نافرمانیاں اور ان سزاؤں کو سوچا کرو کہ ہم نے

فلاں دن یہ گناہ کیا تھا اور اس کی سزا ہم کو ملنے والی ہے۔فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائیں گے اور وہاں نوع بنوع کا عذاب ہوگا۔اسی طرح جتنی نافرمانیاں یاد آئیں سب کے متعلق سوچے۔اس سے خشیت پیدا ہوگی اور بقیہ آدھ گھنٹہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچے کہ آج میں نے اس کی کتنی نعمتیں کھائی ہیں کتنی استعمال کی ہیں۔اس سے منعم حقیقی کی محبت پیدا ہوگی۔(جو شکر کی جڑ ہے)۔(الشکر ص۲۳،۲۴)

(۳) بندہ کے شکر ادا کرنے کا طریقہ: حدیث میں ہے: **من صنع الیه معروف فقال لفاعله جزاک الله خیرا فقد بلغ فی الشفاء**۔یعنی جس شخص کی طرف احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اچھا بدلہ دے تو اس نے اس (اپنے محسن) کی تعریف میں کوتاہی نہیں کی۔(الشکر ص۶) یعنی **جزاک الله خیرا** کہنا چاہئے۔

صبر اور شکر کی حفاظت کا طریقہ

صبر اور شکر کے حاصل ہونے کے بعد اس کی حفاظت بھی ضروری ہے جیسے درخت کے بونے، اگنے اور جمنے کے بعد اس کی حفاظت اور نشوونما کی ضرورت ہے۔اسی طرح دونوں کی حفاظت کا طریقہ ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ ہے دونوں کے لئے پندرہ پندرہ منٹ وقت نکالیں۔پندرہ منٹ خلوت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کریں اس طریقہ سے تم کو صبر وشکر کا اعلیٰ مرتبہ نصیب ہوگا۔(الشکر یہ ص۲۴)

اگر نیک صحبت قریب میں میسر نہ ہو تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات طیبات کا مطالعہ کرنا چاہئے جو الحمدللہ نیک صحبت کا بدل ہیں ۔

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است صراحی مئے ناب و سفینہ غزل است

اور تین چار ماہ بعد کسی شیخ کامل کی صحبت حاصل کرنے کے لئے سفر کر کے ان کی خدمت میں بھی پہنچنا چاہئے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

پانچواں خطبہ

خوف ورجاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جولوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر اور توقع کی وجہ سے، و نیز ارشاد فرمایا کہ پکارو تم اس کو ڈر اور توقع سے، و نیز ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ (انبیاء علیہم السلام) کوشش کرتے تھے نیک کاموں میں اور ہم کو پکارتے تھے شوق سے اور ڈر سے، و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک تیرا پروردگار ضرور بخشش والا ہے۔لوگوں کے لئے ان کے ظلم پر (بھی جب وہ توبہ کریں) اور بے شک تیرا پروردگار سخت عذاب والا ہے۔

حدیث ۱: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مومن کو معلوم ہو جائے تو وہ عذاب (قہر) جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت کا امیدوار نہ ہوگا اور اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ رحمت جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت سے مایوس نہ ہو۔(متفق علیہ)

ف: پس لازم ہے کہ دونوں چیزیں یعنی امید وبیم ہاتھ سے نہ چھوڑے۔کیا خوب کہا ہے ۔

غافل مرد کہ مرکب مرداں مردوار　　درسنگاخ بادیہ پیا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رنداں بادہ نوش　　ناگہ بیات خروش بمنزل رسیدہ اند

حدیث ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے اس حال میں کہ وہ جوان مرنے والا تھا۔پس آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے (یعنی تیرا حال قلبی کیا ہے) اس نے عرض کیا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور بے شک اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ایسے موقع پر (یعنی دمِ مرگ) کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اس بندے کو وہ چیز دیتا ہے جس کا وہ امیدوار ہے اور اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے اس کو ڈر ہے۔(ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص نے یوں کہہ دیا تھا

کہ بخدا فلاں شخص کو اللہ نہ بخشے گا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کون ہے یہ شخص جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔پس تحقیق میں نے اسکو بخش دیا اور تیرے عمل کو حبط کرلیا۔(اوکما قال رواہ مسلم)

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ نے کہ میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ میں بے شک غفور رحیم ہوں اور بے شک میرا عذاب دردناک ہے۔

اضافہ: (الف) ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے۔مگر ٹوٹے والے لوگ۔ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔۱۲

ف: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت تم میں سے ہر ایک سے اس کے پاپوش کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور دوزخ بھی اسی طرح (ہر ایک سے قریب ہے)(بخاری)

معزز حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع خوف اور رجا اور اس کے علاج کا بیان ہے۔

فرمایا اللہ جل شانہٗ نے: واخشونی (البقرۃ) ''اور مجھ سے ڈرو''

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''جو ڈرتا ہے رات ہی سے چلتا ہے اور جو رات سے چلتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے، سن لو! اللہ کا سودا گراں ہے آگاہ رہو اللہ کا سودا جنت ہے۔'' (رواہ الترمذی)

دوسری حدیث:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے اس حال میں کہ وہ جوان قریب المرگ تھا۔پس آپ نے فرمایا تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے یعنی تیرا حال قلبی کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور بے شک اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں ایسے موقع پر (یعنی دم مرگ) کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو وہ چیز دیتا ہے جس کا امیدوار ہے اور اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے اس کو ڈر ہے۔(ترمذی)

خوف کی حقیقت

قلب کو دردناک ہونا۔ایسی چیز کے خیال میں جو ناگوار طبع ہو اور اس کے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔(تعلیم الدین ص ۱۱۲)

خوف کے درجات

خوف کی حقیقت عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو۔اور یہ

احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ مکلّف کیا گیا ہے۔ یہ تو شرط ایمان ہے اور اس کا نام خوف عقلی ہے۔ اس میں ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے کفر تو نہ ہوگا ہاں گناہ ہوگا۔ اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ مراقبات واشغال سے آیات وعید اور عظمت وجلال حق کو ہر دم مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے۔ یہ درجہ مستحب ہے اور سب درجات مکتسب ہیں جو کسب سے حاصل ہوجاتے ہیں اور ان کے آگے ایک درجہ اور ہے جو اختیار سے باہر ہے وہ یہ کہ آثار خوف اس قدر غالب ہوجائے کہ اگر ان کو کم کرنا یا بھلانا بھی چاہیں تو اختیار وقدرت سے باہر ہو۔ یہ محض وہبی ہے جو درجات سابقہ مکتسبہ کے حاصل کرنے کے بعد محض عطاء حق سے بعض کو حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اگرچہ محمود تو ہے مگر مقصود نہیں۔ (اشرف المسائل ص:۷۶، ۷۷، بحوالہ شریعت وطریقت ص ۱۴۴، ۱۴۵)

خوف میں بھی اعتدال مطلوب ہے

حدیث میں آتا ہے: اللّٰھم انی اسئالک من خشیتک ماتحول به بینی و بین معاصیک

آپ دعا میں فرماتے ہیں کہ ''اے اللہ میں آپ سے اتنا خوف مانگتا ہوں جو میرے اور گناہوں کے درمیان حائل ہوجائے۔'' اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کے لئے ایک حد بیان فرمائی ہے اور اسی حد کے موافق حصول خوف کی دعا کی ہے۔ حالانکہ بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب خوف مقصود ہو تو جتنا زیادہ ہو اتنا ہی اچھا ہے مگر غور کرنے سے اس قید کا یہ نفع معلوم ہوا کہ اگر خوف حد سے زیادہ ہوتا ہے تو تعطل کا سبب ہوجاتا ہے کیونکہ اس کو رحمت الٰہی سے مایوسی ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ناشکری تو ابتداء ہی میں ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنے اعمال کو لاشئی اور حقیر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اجی میں کیا نمازی ہوتا۔ میری تو نماز اور عدم نماز برابر ہے۔ غرض اپنی نماز وروزہ کو بیکار اور فضول سمجھتا ہے۔ صاحبو! اگر نماز کی آپکو توفیق نہ ہوتی جتنی اب ہو رہی ہے تو بتلایئے کہاں جا کر سر ٹپکتے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے (اگر یہ بھی نہ ہوتی تو مصیبت ہوتی)

اعمال فی نفسہ سب محمود ومقبول ہیں۔ ہاں ہماری حیثیت سے وہ کچھ بھی نہیں مگر نعمت الٰہی ہونے کے اعتبار سے بڑی چیز ہیں۔ غرض بے قدری کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جب یہ شخص اپنے اعمال کو مغفرت کے لئے ناکافی سمجھتا ہے تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہوجاتا ہے۔ یہی تعطل ہے۔ (الاستقامت ص ۱۴)

بالکل مامون ہو جانا کفر ہے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ دوران قیام دیوبند مجھ پر ایک مرتبہ خوف کا غلبہ ہوا۔ بعد مغرب اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کوئی ایسی بات فرمادیجئے جس سے اطمینان ہو جائے فرمایا: ہیں! کفر کی درخواست کرتے ہو۔ بالکل مامون ہو جانا تو کفر ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۱۲)

ف: الایمان بین الخوف والرجا۔ یعنی ایمان خوف اور امید کے درمیان اس لئے امید کے ساتھ خوف کا ہونا بھی ضروری ہے۔

زندگی میں خوف کا غلبہ اور مرتے وقت امید کا غلبہ ہونا چاہیے

حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں تو خوف کا غلبہ ہونا چاہئے تاکہ گناہوں سے بچا رہے۔ اور موت کے وقت امید کا غلبہ ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ وقت لقاء حق کا اعمال کو مغفرت کیلئے ناکافی سمجھتا ہے تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جاتا ہے یہی تعطل ہے۔ (الاستقامت ص ۱۰۹)

خوف کے اندر دو خاصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ گناہوں کو روکتا ہے۔ یہ تو جب ہے کہ خوف درجہ اعتدال میں ہو اور دوسرا خاصہ یہ ہے کہ طاعات سے بھی روک دیتا ہے۔ یہ وقت ہے کہ فوق الحد ہو۔ چنانچہ بہت سے سالکین پر جب خوف کا غلبہ ہو گیا تو طاعات چھوڑ بیٹھے۔ بعض نے نماز چھوڑ دی۔ کسی نے ذکر چھوڑ دیا۔ اصطلاح صوفیاء میں ان کو سالکین مستہلکین کہتے ہیں۔ دنیوی امور میں ہم اس کی نظائر بکثرت دیکھتے ہیں کہ جب کسی امر کا زیادہ خوف ہوتا ہے تو کام نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی شخص مضمون لکھ رہا ہے اور کوئی ایسا شخص جس کو وہ اپنے سے استعداد میں زیادہ سمجھتا ہو دیکھنے لگے تو ہرگز نہ لکھا جائے گا۔ (خواص الخشیۃ ص ۱۲)

خوف کی حد بیان فرمادی کہ اس قدر چاہتے ہیں کہ معصیت سے مانع ہو معلوم ہوا کہ اگر خوف اس سے زیادہ ہو جائے تو محمود نہیں۔ خوف مع الرجا یہی ہے اور اگر خوف ہی خوف رہے کہ رجا نہ رہے اور ناامیدی تک نوبت پہنچ جائے تو کفر ہے۔ (وعظ)

غلبہ رجا کب انفع ہے اور غلبہ خوف کب؟

جن لوگوں میں اعمال صالحہ کا غلبہ ہو کہ وہ زیادہ اعمال صالحہ میں مشغول ہیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں ان پر غلبہ رجاء انفع اور جن میں اعمال سیۂ کا غلبہ ہے کہ وہ زیادہ تر

اعمال سیئہ میں مبتلا رہیں اور اعمال صالحہ قلیل ہیں ان کے لئے غلبہ خوف انفع ہے جب تک کہ اعمال صالحہ کا غلبہ نہ ہو اس وقت تک غلبہ خوف ہی میں ان کو رکھا جائے گا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۳۹)

خوف سے رونے کی مدح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی بجز اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے روکی گئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس سے خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۹)

خوف کے ساتھ توکل وعزم بھی ضروری ہے

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کو بہت سے اچھے حالات لکھ کر یہ لکھا کہ سب امور کے ساتھ اس کا بڑا خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ ان باتوں میں کہیں کمی واقع نہ ہو جائے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ ''یہ خوف بھی مقتضائے ایمان ہے مگر اس کے ساتھ استحضار توکل بھی ضروری ہے مع التزام یعنی نیت رکھے کہ اللہ کی مدد سے ہم اس پر مستقیم رہیں گے اور کمی ہو جائے گی تو پھر عزم تازہ کر لیں گے اور کمی سے استغفار کر لیں گے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۴۵)

خشیت مؤمن کیلئے ضروری ہے

خشیت مومن کے لئے لازم ہے اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو مال میں احتمال کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی فی الحال ہوگئی جس کا علم بھی التفات سے ہوسکتا تھا اور التفات میں کوتاہی ہوئی ہو کہ یہ بھی اختیاری ہے۔ (کمالات اشرفیہ بصائر حکیم الامتؒ ۳۵۶)

عالم کا بقاء خوف ہی کے باعث ہے

ھدًی للمتقین: (قرآن) ''ہدایت ہے متقین کے لئے'' کی سیدھی تفسیر یہ ہے کہ تقویٰ کے معنی خوف کے لئے جائیں اور معنی یہ ہوں گے کہ ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے کیونکہ جب خوف پیدا ہوگا تب ہی ہدایت کی تلاش پیدا ہوگی۔ خوف وہ چیز ہے کہ اسلام بھی اس کی بدولت پھیلا ہے۔ یہ تو نقلی طور پر خشیت کا مہتم بالشان ہونا ثابت ہوا۔ اب عقلی طور پر لیجئے کہ انتظام عالم کا بقاء خشیت ہی سے ہوتا ہے۔ دیکھئے انسان جو قبائح سے بچتا ہے تو کیوں، یا تو محض تعلیم اخلاق سے بلا کسی خشیت کے یعنی اس لئے کہ یہ کام برا ہے اور برے کام سے بچنا چاہئے مگر

دنیا میں اس انداز کی طبیعتیں بہت کم ہیں کہ صرف یہ تعلیم ان کے لئے مانع ہوجائے۔فرض کیجئے کہ دو شخص ایک ساتھ سفر کریں اوران میں سے ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپے کا نوٹ ہے اور دوسرا تہی دست ہے اور اتفاق سے دونوں ایک پہاڑ پر پہنچ گئے جہاں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں اور تہی دست اس دوسرے کا مخالف بھی ہے مذہباً بھی اور خاندانی طور سے بھی۔اور پہاڑ پر پہنچ کر اس تہی دست کے دل میں روپے کا لالچ پیدا ہوا اور نفس نے رائے دی کہ اس کو قتل کرکے روپیہ اپنے قبضہ میں کرلو اور یہ قادر بھی ہو۔اس موقع پر کون سی چیز ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ دنیاوی خوف تو اس لئے نہیں مانع ہوسکتا کہ اس مقام پر کوئی دیکھنے والا نہیں۔غرض دنیا بھر کے سارے اجزاء تلاش کرکے دیکھے کہ کوئی شی سوائے خشیت خداوندی کے ایسی نہیں کہ اس کو اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔تو دیکھئے اس غریب کی جان بچانے کے لئے جو چیز مدد کرسکتی ہے وہ صرف خشیت اور مذہب ہے۔(فضائل العلم والخشیت ص ۴۹)

اس لئے خوف خداوندی کے حصول کی فکر کرنا گناہوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔

جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف خشیت نہ ہو وہ عالم کہلانے کا مستحق ہر گز نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤ ط. (فاطر آیت نمبر ۲۱)

یعنی ''بے شک خدا تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔'' حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے وعظ فضائل العلم والخشیۃ میں اس آیت کی مفصل ومدلل تفسیر بیان فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ عالم وہی ہے جس میں تقویٰ ہو اور جس کو خدا تعالیٰ کا خوف وخشیت نہ ہو وہ عالم نہیں: ؎

وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ دوست مجلس ہے وہ وبال جہاں یاد حق نہ ہو

نیز فرمایا ''علوم درسیہ مروجہ مدارس عربیہ کو جب کہ وہ صرف الفاظ ہی کے درجے میں ہوں اور عمل کے ساتھ نہ ہو ہم اس کو علم نہیں کہتے اور ہم کیا حق تعالیٰ خود ایسے علماء کو جاہل فرماتے ہیں۔ چنانچہ علماء یہود کی نسبت ارشاد ہے: **لو کانوا یعلمون**۔ یہاں علم سے مراد وہ علم دین ہے جو خوف اور خشیت کیساتھ ہو۔(اسباب الفضائل ص ۳۳۳) اور اگر خشیت خداوندی سے حصہ نہیں ملا تو نرے علامہ، مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگری حاصل کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست

(خواجہ کا گمان ہے کہ اس کو کچھ حاصل ہے خواجہ کو بجز غرور کے کچھ حاصل نہیں)

ایھا القوم الذی فی المدرسۃ کل ما حصلتموہ الوسوسۃ

(اے قوم سب کچھ جو تم نے مدرسہ میں حاصل کیا وہ وسوسہ ہے۔)

علم رسمی سربسر قیل است و قال نے از و کیفیت حاصل نہ حال

علم نبود غیر علم عاشقی ما بقی تلبیس ابلیس شقی

(رسمی علم سراسر قیل وقال ہے اس سے نہ تو کوئی کیفیت حاصل ہوتی ہے نہ حال پیدا ہوتا ہے سوائے علم عاشقی کے اور کوئی علم کارآمد نہیں باقی تمام علوم ابلیس کی تلبیس ہے۔)

کاش آج مدارس دینیہ کے ذمہ داران طلبہ میں تعلیم کے ساتھ حصول تقویٰ کا بھی اہتمام واسباب مہیا کریں۔ اگر تقویٰ نصیب ہوگیا تو سب کچھ حاصل ہوگیا۔

لاکھ درس علم وحکمت سے کہیں بڑھ کر ہے یہ دل میں کچھ خوف خدا کردے جو پیدا مدرسہ

خوف حاصل کرنے کا طریقہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے قہر وعتاب کو یاد کرے اور سوچا کرے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۲)

(۲) غلبہ خوف اور محبت دونوں میں مقصود وہ درجہ ہے جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی فوت نہ ہوں اور یہ جب ہوسکتا ہے جبکہ ہر حال میں یکساں غلبہ نہ ہو بلکہ ایک وقت میں محض خوف اور محبت ہی کا غلبہ ہو اور کسی کام کی طرف التفات نہ ہو اور ایک وقت میں دوسرے کاموں کی طرف بھی التفات ہو مگر دل میں خوف ومحبت کی وجہ سے آرا چل رہا ہو۔ جیسے طاعون کے زمانہ میں موت کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا پینا بھی چھوٹ جائے۔ اس حالت میں تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ موت کی یاد کثرت سے کرو۔ یعنی اس کو غالب رکھو اور نماز ایسی پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا نماز پڑھتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: صل صلوٰۃ مودع۔ دنیا سے رخصت ہونے کی طرح نماز پڑھو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۴۲)

(۳) قلب میں یہ احتمال کہ شاید معاصی پر عقاب وعتاب ہونے لگے چونکہ یہ احتمال ضرور ہر مؤمن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کہ ملکہ بنا دیتی ہے۔ (عبادۃ الرحمٰن ملحقہ اشرف السوانح ص ۵۸۹، ج:۳)

(۴) اس کا طریقہ مراقبہ یہ ہے کہ پندرہ بیس منٹ دیر میں سویا کریں اور بیٹھ کر یا لیٹ کر یاد کرلیا کریں کہ آج کیا کیا گناہ کیئے۔ فہرست گناہ تیار کریں پھر دل میں خیال جمائیں کہ میدان قیامت موجود ہے اور میزان گھڑی ہے اپنا مددگار کوئی بھی نہیں، دشمن بہتیرے ہیں حیلہ کوئی چل نہیں سکتا، زمین تانبے کی طرح کھول رہی ہے آفتاب سر پر ہے، دوزخ سامنے ہے اور گناہوں کا حساب ہو رہا ہے کوئی جواب معقول بن نہیں پڑتا۔ جب یہ حالات پیش نظر ہوں گے تو بے اختیار ہاتھ جوڑ کر حاکم کے روبرو معذرت کریں گے کہ بے شک خطاوار ہیں، کوئی ٹھکانہ نہیں اگر کچھ سہارا ہے تو حضور کے رحم وکرم کا۔ اسی کو استغفار کہتے ہیں اور عہد کیا ہے سو آج وہ گناہ نہ ہونے پائیں۔ اس سے اگر اسی دن تمام گناہ یکلخت نہ چھوٹ جائیں تو کمی تو ہو ہی جائے گی۔ غرض یہ تدابیر ایسی ہیں کہ چند ہی روز کرنے سے آدمی معاصی سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اللّٰھم وفقنا۔ (وعظ میرٹھ شریعت وطریقت ص ۱۴۲، بصائر حکیم الامت ص ۲۵۴)

اب خطبہ کا دوسرا موضوع رجا اور اس کے علاج کا بیان شروع ہوتا ہے۔ رجا کے لغوی معنی امید کے ہیں۔ اَلایمانُ بَیْنَ الْخَوْفِ والرِّجَا۔ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہوجائے کہ صرف ایک شخص جہنمی ہے اور باقی سب جنتی تو میرے دل میں اس قدر خوف خداوندی ہے کہ میں گمان کروں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہوجائے کہ سب دوزخی ہیں صرف ایک شخص جنتی ہے تو مجھے اپنے پروردگار اعظم سے اس قدر امید ہے کہ میں گمان کروں گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ نیز ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

لا تقنطوا من رحمة الله (الزمر آیت نمبر ۵۳) یعنی ناامید نہ ہو اللہ کی رحمت سے)

ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۱) **لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللّٰہ.**

(تم میں سے کسی کو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔) (مسلم من حدیث جابر التشرف ص ۱۱۸)

(۲) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ''نیک گمان رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن عبادت ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، فروع الایمان ص ۱۹)

رجا کی ماہیت یہ ہے کہ محبوب چیزوں یعنی مغفرت ونعمت وجنت کے انتظار میں قلب میں راحت پیدا ہوجانا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ پس جو شخص

رحمت و جنت کا منتظر ہے مگر اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی علم صالح وتوبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے تو اس کو مقام رجا حاصل نہیں۔ وہ دھوکہ میں ہے جیسا کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلبہ پیدا ہونے کا منتظر ہو تو یہ صرف ہوس خام ہے۔

رجا وہ معتبر ہے جس میں اسباب بھی جمع ہوں اور جس میں اسباب جمع نہ ہوں وہ غرور ہے۔ مثلاً جو شخص کھیتی کرتا ہے اور اس کے تمام اسباب کو جمع کر کے پھر امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیں تو یہ رجا معتبر ہے اور ایک شخص وہ ہے جس نے اسباب جمع نہیں کیے اور امیدوار ہو کہ اللہ میاں مجھ کو غلہ دیں گے تو یہ غرور ہے۔ بعض اہل لطائف نے بیان کیا ہے کہ رجا مستلزم ہے عمل کو، اگر عمل نہ ہو تو رجا کا تحقق ہی نہ ہوگا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۳۸)

رجا کے درجات بھی ہیں۔ ایک شرط ایمان بمعنی احتمال نجات اور یہ درجہ فرض ہے اور ایک درجہ مستحب ہے ایک درجہ رجا میں بھی ایسا ہے جو اختیار سے خارج ہے مکتسب نہیں بلکہ محض وہب سے عطا ہوتا ہے۔ (بصائر حکیم الامت ص ۳۵۸)

بغیر عمل کے رجا محض غرور ہے

امید ورجا وہی ہے جو عمل کر کے کی جائے اور جو بدوں عمل کے ہو وہ رجا نہیں بلکہ محض تمنا اور غرور ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۳۸)

غلبہ رجا کے ساتھ خوف عقلی یقینی ہوتا ہے

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ غلبہ رجا کی حالت میں خوف بھی ضرور رہتا ہے مگر غلبہ خوف کو نہیں ہوتا۔ یعنی وہ درجہ نہیں ہوتا جس کو عام لوگ خوف سمجھتے ہیں یعنی خوف عقلی ضرور ہوتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۳۹)

آخرت کا خوف واستحضار ضروری ہے

ہم لوگوں میں جو اعمال کی کمی ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ ہم کو رغبت اور خوف جیسا ہونا چاہئے ویسا نہیں، اگر یہ رغبت اور خوف کامل ہو تو ہر حکم کے بجالانے اور ہر گناہ کے چھوڑنے کا اہتمام پیدا ہو جائے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ بعض طاعات کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور بعض طاعات کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا۔ اسی طرح گناہوں میں سے بعض موٹے موٹے گناہوں سے بچنے کا اہتمام تو کرتے ہیں ان کے سوا اور گناہوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ

اعتقاد میں تمام گناہوں کو گناہ اور تمام فرائض وواجبات کو فرض واجب مانتے ہیں مگر عملاً سب کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔اس سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ جن طاعات کو ہم بجالاتے ہیں اور جن گناہوں سے بچتے ہیں ان میں اپنی خواہش کا اتباع کرتے ہیں جن طاعات میں دنیا کا کوئی نقصان نہ ہو،جسم کو کلفت نہ ہوان کو کرلیا جائے باقی کو حذف کردیا۔اور جن گناہوں میں رسوائی کا اندیشہ ہوان کو چھوڑ دیا باقی گناہوں کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی اگر ہم کو رضا وقرب الٰہی کی رغبت یا عذاب آخرت کا خوف ہوتا تو تمام حالات (کرنے)اور تمام معاصی (سے بچنے کا) پورا اہتمام ہوتا یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کرنا واجب ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ دوسروں کا حق ادا کرنا بہنوں کا حصہ دینا بھی واجب ہے۔اسی طرح کسی کا مال دبا لینا خواہ زمین جائیداد ہو یا اناج اور نقد یہ بھی سخت گناہ ہے۔مگر دیکھ لیجئے کہ ان میں ہم کتنی باتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔بڑی بہادری کریں گے تو نماز پڑھ لیں گے کیونکہ اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا مگر حقوق کبھی ادا نہ کریں گے بہنوں کا حصہ کبھی ادا نہیں کریں گے کیونکہ اس میں گھر سے روپیہ نکلتا ہے گناہوں میں چوری اور زنا سے بچیں گے کیونکہ اس میں رسوائی وبدنامی بھی ہے اور سزا کا بھی اندیشہ ہے مگر غیبت جھوٹ بہتان سے نہیں بچتے۔پرایا مال دبانے اور حرام کھانے سے نہیں رکتے۔نامحرم عورتوں کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں،امانت میں خیانت نہیں کرتے ہیں۔کیا یہ زنا اور چوری نہیں مگر ان کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اگر دل میں سمجھتے ہیں تو پرواہ ذرا نہیں کرتے۔(رجاء اللقاء ص ۶)

اس کا علاج ثواب وعذاب کا استحضار ہے۔اجمالی اعتقاد واصلاح کے لئے کافی نہیں۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک وقت مقرر کرکے آخرت کا سوچ بچار کریں کہ ہم ایک دن مریں گے وہاں عذاب اور ثواب ہوگا۔فلاں کام سے خدا تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اسے کرنا چاہئے اور فلاں کام سے ناراض ہوتے ہیں اس سے بچنا چاہیے۔اس مراقبہ سے طاعات کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا اور روزانہ کے مراقبہ سے انشاءاللہ آہستہ آہستہ اس کا استحضار نصیب ہوگا۔یہی خوف ورجا ہے۔

طریق تحصیل: اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایات کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اپنی ذات عالی سے رجا وامید کا اعلیٰ درجہ نصیب فرمائے اور ہمیں اپنے بے پایاں وسیع رحمت میں ڈھانپ لے اور فلاح دارین نصیب فرمائے۔(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

فقروزہد

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

فقر کے معنی تنگدستی اور فقروتنگ دستی پر قناعت کرنے کا حکم ہے اور زُہد کے معنیٰ یہ ہیں کہ مال وغیرہ کی طرف رغبت اور محبت نہ کی جاوے اور یہ خود مامور بہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھاتے ہو (یعنی دوسرے شرکاء و مستحقین کو بھی نہیں دیتے) اور مال سے بے انتہا محبت کرتے ہو۔

ف: ظاہر ہے کہ جو شخص فقر پر راضی ہو وہ اس طرح اندھا دھند کام نہیں کرسکتا اور جو شخص زاہد ہو اس کو اس طرف التفات بھی نہیں ہوسکتا۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقیر (تنگ دست) لوگ جنت میں امیروں سے پانچ سو سال پہلے یعنی آدھے دن پیشتر داخل ہوں گے۔ (ترمذی)

ف: آخرت میں ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اس واسطے پانچ سو سال کو آدھا فرمایا ہے۔

حدیث ۲: اور ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (یعنی میری خوشی کو کمزوروں کی دلجوئی) میں تلاش کرو۔ کیونکہ کمزوروں کی وجہ سے تم کو بھی رزق دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا کہ) تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۳: ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم ایسے آدمی کو دیکھو جس کو دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی کی عادت دی گئی ہو تو اس کے پاس رہا کرو کیونکہ اس کو حکمت اور (دانائی) کا القا کیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۴: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تو دنیا سے بے رغبت رہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دوست رکھے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی بے رغبت رہ وہ لوگ

بھی تجھ کو دوست بنالیں گے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۵: ونیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس امت کی پہلی اصلاح یقین اور زہد ہے اور اس کا اول فساد بخل اور امل (یعنی ہوس) ہے (بیہقی) اور سفیان نے فرمایا ہے کہ زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) موٹا اور سخت کپڑا اپننا نہیں ہے اور نہ روکھا سوکھا کھانا ہے بلکہ اصل زہد ہوس کا کم کرنا ہے۔ (شرح السنہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے یہ بات یعنی ہر مصیبت (وغیرہ کا مقدر ہونا اس لئے بتلا دیا) تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر اتنا رنج نہ کرو اور تا کہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

اضافہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اے اللہ مجھ کو مسکین کر کے زندہ رکھ اور مسکین ہی کر کے موت دے اور مساکین ہی کے زمرے میں میرا حشر فرما۔ (ترمذی)

حضرات گرامی! آج خطبہ جمعہ کا موضوع فقر وزہد کے بیان کے سلسلے میں ہے۔

زہد کی حقیقت

حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی موٹا اور سخت کپڑا پہننا نہیں ہے اور نہ روکھا سوکھا کھانا ہے بلکہ اصل زہد ہوس کا کم کرنا ہے۔ (خطبات الاحکام ص۱۳۴)

اس سے دین میں پختگی اور دل میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے، اور یہ بات اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ ہمیشہ یوں سوچا کرے کہ دنیا ایک ادنیٰ درجے کی چیز اور پھر ختم ہونے والی ہے (خاص کر اپنی عمر تو بہت جلد گزر جائے گی اور آخرت ایک شاندار چیز اور آنے والی ہے) جس میں موت تو بہت ہی جلد آ کھڑی ہوگی پھر لگا تار یہ واقعات ہونا شروع ہو جائیں گے، قبر کا ثواب وعذاب، قیامت کا حساب کتاب، جنت اور دوزخ کی جزاوسزا، اسی مضمون کی چند آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) فرمایا اللہ نے خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کی محبت مرغوب چیزوں کی مثلاً عورتیں ہیں اور بیٹے ہیں (اور لگے ہوئے ڈھیر ہیں سونے اور چاندی کے) اور نشان لگے ہوئے گھوڑے ہیں اور دوسرے مواشی اور زراعت ہے (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی، اور انجام کار کی (خوبی کی چیز) تو اللہ ہی کے پاس ہے (جو بعد موت کے کام آوے گی جس کی خبر دینے کا آگے حکم ہے یعنی) آپ (ان لوگوں سے یہ) فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان (

مذکورہ) چیزوں سے؟ (سوسنو) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں (یعنی بہشت) جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں ان بہشتوں) میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور) ان کے لئے ایسی بیبیاں ہیں جو (ہر طرح) صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ (آل عمران)

(۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ (دنیا میں) تمہارے پاس ہے وہ (ایک روز) ختم ہو جاوے گا (خواہ زوال سے یا موت سے) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا۔ (نحل)

(۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے، اور جو اعمال صالحہ ہمیشہ ہمیشہ کو) باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک (یعنی) آخرت میں اس دنیا سے) ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں۔ اور امید کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں۔ یعنی اعمال صالحہ پر جو امیدیں وابستہ ہوئی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور ان سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ بخلاف متاع دنیا کے کہ اس سے خود دنیا ہی میں امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں۔ (پ۱۵، سورہ کہف ۱۳ع ۱۷۵)

(۴) فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلے میں) دنیوی حیات (ہرگز قابل اشتغال مقصود نہیں کیونکہ) وہ محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت و جمال میں اور دنیوی ہنر و کمال میں) اور اموال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے (آگے دنیا کے زوال کو ایک مثال سے بیان کر کے فرماتے ہیں) اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں (کفار کے لئے) عذاب شدید ہے، اور (اہل ایمان کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے۔ (حدید)

(۵) فرمایا اللہ تعالیٰ نے بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ آخرت (دنیا سے بدرجہا) بہتر اور پائیدار ہے۔ (اعلیٰ)

(۶) حضرت مستورد ؓ بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ خدا کی قسم دنیا کی نسبت بمقابلے آخرت کے صرف ایسی ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر دیکھے کتنا پانی لے کر واپس آتی ہے۔ (اس پانی کو جو نسبت تمام دریا سے ہے وہ نسبت دنیا کو آخرت سے ہے۔ (مسلم)

(۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کن کٹے مرے ہوئے بکری کے بچے پر گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں کون پسند کرتا ہے کہ یہ (مردہ بچہ) اس کو ایک درہم کے بدلے میں مل جاوے؟ لوگوں نے عرض کیا (درہم تو بڑی چیز ہے) ہم تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے، کو وہ ہم کو کسی ادنیٰ چیز کے بدلے بھی مل جاوے، آپ نے فرمایا قسم اللہ کی دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

(۸) حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی پینے کو نہ دیتا۔ (احمد ترمذی وابن ماجہ)

(۹) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کا ضرر کرے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کا ضرر کرے گا۔ سو تم باقی رہنے والی چیز کو (یعنی آخرت) کو (فانی چیز) پر (یعنی دنیا پر) ترجیح دو۔ (احمد وبیہقی)

(۱۰) حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں اور وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ نہ کریں گے، جتنا انسان کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کرتی ہے۔ (ترمذی ودارمی)

(ف) یعنی ایسی محبت کہ اس میں دین کے تباہ ہونے کی بھی پرواہ نہ رہے اور بڑائی چاہنا بھی دنیا کا ایک بڑا حصہ ہے، خواہ دینی سرداری ہو جیسے رئیس، یا حاکم یا صدر انجمن وغیرہ بن کر اپنی شان وشوکت یا حکومت چاہتا ہو۔ قرآن مجید میں بھی اس کی برائی آئی ہے چنانچہ:

(۱۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے، یہ عالم آخرت ہم ان لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ تو (نفس کے لئے) بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد (یعنی گناہ اور ظلم) کرنا چاہتے ہیں (قصص) البتہ اگر بے چاہے اللہ تعالیٰ کسی کو بڑائی دے دے اور وہ اس بڑائی سے دین میں کام لے، وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ جیسا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ سے قیامت کے دن فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھ کو سرداری نہ دی تھی (مسلم) اس سے بڑائی کا نعمت ظاہر ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو وجاہت والا فرمایا۔ (احزاب) اور جیسا عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں وجاہت والا فرمایا (آل عمران) یہاں تک کہ بعض حضرات انبیاء

علیہ السلام کو سلطنت تک عطا فرمائی۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے۔ (ص وغیرھا) بلکہ دین کی خدمت کے لئے خود سرداری کی خواہش کرنا بھی مضائقہ نہیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے ملکی خزانوں پر باختیار ہونے کی خود خواہش کی (یوسف) لیکن باوجود نعمت اور جائز ہونے کے پھر بھی اس میں خطرہ ہے۔ چنانچہ:

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دس آدمیوں پر بھی حکومت رکھتا ہو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں حاضر کیا جائے گا کہ اس کی مشکیں کسی ہوں گی یہاں تک کہ یا تو اس کا انصاف (جو دنیا میں کیا ہوگا) اس کی مشکیں کھلوا دے گا اور یا بے انصافی (جو اس نے دنیا میں کی ہوگی) اس کو ہلاکت میں ڈال دے گی۔ (دارمی)

(ف) اس کا خطرہ ہونا ظاہر ہے۔

(۱۳) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے پھر اٹھے تو آپ کے بدن مبارک میں چٹائی کا نشان ہو گیا تھا۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے لئے بستر بچھا دیں اور (بستر) بنا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ، میری اور دنیا کی تو مثال ایسی ہے جیسے کسی سوار (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جاوے پھر اس کو چھوڑ کر (آگے) چل دے۔ (احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

(۱۴) حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس شخص کا مال ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور اس کو (حد ضرورت سے زیادہ) وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ (احمد و بیہقی)

(۱۵) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اپنے خطبہ میں یہ بھی فرماتے تھے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (رزین و بیہقی عن الحسن مرسلا)

(۱۶) حضرت جابرؓ سے روایت ہے (ایک لمبی حدیث میں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دنیا ہے جو سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور یہ آخرت ہے جو سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے کچھ فرزند ہیں، سو اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے فرزندوں میں نہ بنو تو ایسا کرو! کیونکہ آج دار العمل میں ہو اور یہاں حساب نہیں ہے اور تم کل کو آخرت میں ہو گے اور وہاں عمل نہ ہوگا۔ (بیہقی)

(۱۷) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت

پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے وہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے (اس نور کی) پہچان ہو جاوے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! دھوکے کے گھر سے (یعنی دنیا سے) کنارہ کشی اور ہمیشہ رہنے کے گھر کی طرف (یعنی آخرت کی طرف) توجہ ہو جانا، اور موت کے لئے اس کے آنے سے پہلے تیار ہو جانا (بیہقی) یہاں تک دنیا سے دل ہٹانے کا مضمون تھا آگے آخرت سے دل لگانے اور اس کے خیال رکھنے کا مضمون ہے۔

(۱۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سے یاد کیا کرو لذتوں کو قطع کرنے والی چیز یعنی موت کو (ترمذی ونسائی وابن ماجہ)

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت تحفہ ہے مومن کا۔ (بیہقی)

(ف) سو تحفہ سے خوش ہونا چاہیے اور اگر کوئی عذاب سے ڈرتا ہو تو اس سے بچنے کی تدبیر کرے یعنی اللہ ورسول کے احکام کو بجالاوے، کوتاہی پر توبہ کرے۔

(۲۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں شانے پکڑے پھر فرمایا دنیا میں اس طرح رہ جیسے گویا تو پردیسی ہے (جس کا قیام پردیس میں عارضی ہوتا ہے اس لئے اس سے دل نہیں لگاتا) یا (بلکہ اس طرح رہ جیسے گویا تو) راستے میں چلا جا رہا ہے (جس کا بالکل قیام ہی نہیں) اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب شام کا وقت آوے تو صبح کے وقت کا انتظار مت کرو اور جب صبح کا وقت آوے تو شام کے وقت انتظار مت کر۔ الخ (بخاری)

(۲۱) حضرت براء بن عازبؓ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن دنیا سے آخرت کو جانے لگتا ہے تو اس کے پاس سفید چہرہ والے فرشتے آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن، اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔

پھر ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جان پاک اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل! پھر جب اس کو لے لیتے ہیں تو وہ فرشتے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، اور اس کو کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس سے مشک کی سی خوشبو مہکتی ہے اور اس کو

لے کر (اوپر) چڑھتے ہیں اور (زمین پر رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گزر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کون ہے یہ فرشتے اچھے اچھے القاب سے اس کا نام بتلاتے ہیں کہ یہ فلانہ فلانے کا بیٹا ہے، پھر آسمان دنیا تک اس کو پہنچاتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں، اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اپنے قریب والے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ فرمایا ہے میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو اور اس کو (سوال و جواب کے لئے زمین کی طرف لے جاؤ سو اس کی روح اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے (مگر اس طرح نہیں جیسے دنیا میں تھی، بلکہ اس عالم کے مناسب جس کی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے، وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔

پھر کہتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

ایک پکارنے والا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آسمان سے پکارتا ہے میرے بندہ نے صحیح صحیح جواب دیا، اس کے لئے جنت کا فرش کر دو اور اس کو جنت کی پوشاک پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو سو اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے (اس کے بعد اسی حدیث میں کافر کا حال بیان کیا گیا، جو بالکل اس کی ضد ہے) (احمد)

(ف) اس کے بعد یہ واقعات ہوں گے۔ (الف) صور پھونکا جاوے گا۔ (ب) سب مردے زندہ ہوں گے۔ (ج) میدان حشر کی بڑی بڑی ہولیں ہوں گی۔ (د) حساب کتاب ہوگا۔ (ہ) اعمال تولے جائیں گے۔ کسی کا حق رہ گیا ہوگا اس کو نیکیاں دلائی جائیں گی۔ (و) خوش قسمتوں کو حوض کوثر کا پانی ملے گا۔ (ز) ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔ (ح) بعضے گناہوں کی سزا کے لئے جہنم میں عذاب ہوگا (ط) ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔ (ی) جنتی جنت میں جاویں گے، وہاں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

ان سب واقعات کی تفصیل اکثر مسلمانوں کے کانوں میں بار بار پڑی ہے اور جن نے نہ سنا ہو یا پھر معلوم کرنا چاہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب کا ''قیامت نامہ'' اردو پڑھ لے، ان

سب باتوں کوسوچا کرے، اگر سوچنے کا زیادہ وقت نہ ملے تو سوتے ہی وقت ذرا اچھی طرح سوچ لیا کرے، یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ سے لی گئی ہیں۔

زہد ترک لذات کا نام نہیں

زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل مقصود ہے اس میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اس کی فکر ہے کہ یہ چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگانا چاہیے۔ غرض یہ کہ نفیس نفیس کھانوں، کپڑوں کی فکر میں رہنا منافی زہد ہے ورنہ بلا تکلف و بلا اہتمام لذات میسر ہو جائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے۔ شکر کرنا چاہیے۔ بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے، نہ مقصود ہے اس کے کم کھانے سے خدا تعالیٰ کے خزانہ میں کوئی فراوانی نہ ہو جائے گی۔ یہ نہ ہوگا کہ بھائی بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے۔ لیکن اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق یہ تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے۔ میرا یہ خیال ہے کہ ؎

مزدور خوش دل کند کار بیش (خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے)

(کمالات اشرفیہ ص ۹۵، معارف امدادیہ ص ۶۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح کئے وہ تقلیل لذات ہی میں داخل ہیں کیونکہ آپ میں اتنی قوت تھی جو ایک سو بیس عورتوں کو اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو ساٹھ عورتوں کو کافی تھی۔ تو آپ کا اس پر صبر فرمانا تقلیل لذات ہی ہے۔ (تقلیل الکلام ص ۹)

زہد کے لئے صرف تقلیل لذات کافی ہے

زہد کے لئے صرف تقلیل لذات کافی ہے۔ ترک لذات ضروری نہیں۔ کیونکہ سب سے بڑھ کر الذ الاشیاء (مزے دار اشیاء) وقاع (بچنا) ہے۔ اگر ترک لذات لازم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نکاح ترک کرتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ زہد کے لئے ترک لذات ضروری نہیں۔ (البدائع ص ۱۱۴، ۱۳۴)

مال کے ساتھ زہد وتوکل بھی جمع ہوسکتا ہے

مال جمع کرنے کے ساتھ بھی زہد وتوکل ہوسکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مال کے ساتھ دل

نہ لگائے اور ضرورت سے زیادہ درپے نہ ہو پس یہ زہد ہے۔ اور اگر بدوں طلب انہماک ضرورت سے زیادہ سامان حق تعالیٰ عطا فرماویں تو یہ بھی زہد کے خلاف نہیں اور توکل یہ ہے کہ اسباب کو مؤثر نہ سمجھے نہ ان پر اعتماد کرے بلکہ حق تعالیٰ پر نظر رکھے اور ہر چیز کو ان ہی کی عطا سمجھے۔ اس کے لئے ترک اسباب اور ترک ملازمت ضروری نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۵)

طریق تحصیل: دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۲)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں بھی ان اوصاف حمیدہ سے نوازیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

حج فرض میں جلدی کیجئے

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

ہر مسلمان صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ**۔(آل عمران)

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص (اللہ تعالیٰ کا حکم) نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔''

حج کی فرضیت کا حکم راجح قول کے مطابق سن ۹ ہجری میں آیا ہے اور اس کے اگلے سال سن ۱۰ ہجری میں اپنی وفات سے صرف تین ماہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے پہلے ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی حج فرض ہونے کا اعلان فرمایا چنانچہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہٰذا اس کو ادا کرنے کی فکر کرو۔ (صحیح مسلم)

حج کب اور کس چیز سے فرض ہوتا ہے، اس کی وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ: کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: سامانِ سفر اور سواری۔ (جامع ترمذی)

قرآن کریم کی آیت بالا میں حج فرض ہونے کی شرط ''مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا'' بتائی گئی ہے کہ

حج ان لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظمہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، سوال کرنے والے صحابی نے اس استطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصراً اس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا انتظام ہو، جس پر مکہ معظمہ تک سفر کیا جاسکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اور اس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لئے اتنا سرمایہ ہو جو اس زمانہ سفر کے گزارے کے لئے کافی ہو۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے احادیث و آیت میں غور فرما کر استطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی کہ اس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کرسکتا ہے، آپ بھی اس میں غور کر کے اپنے اوپر حج ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجئے۔

استطاعت کا مطلب

حج فرض ہونے میں جو قدرت اور استطاعت شرط ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند غیر معذور کے پاس اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل مال اتنا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک ان اہل وعیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون ہو تو ایسے ہر مسلمان پر حج فرض ہے۔

عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ حج پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا یہ عورت اس کا سفر خرچ بھی برداشت کرے (ماخذہ معارف القرآن جلد دوم جلد ۱۲۲)

حج نہ کرنے پر سخت وعید

حج کرنے کی قدرت اور استطاعت رکھنے کے باوجود جو لوگ حج نہ کریں ان کے لئے حدیث میں بڑی سخت وعید ہے، حدیث ملاحظہ ہو:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص کے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو۔ جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔" (جامع ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حج کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود جولوگ حج نہ کریں ان کا اس حالت میں مرنا اور یہودی یا عیسائی ہو کر مرنا گویا برابر ہے۔

(معاذ اللہ) یہ بالکل ایسی وعید ہے کہ جیسے نمازی کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کفر و شرک کے قریب کہا گیا ہے، قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (الروم ع ۴)

ترجمہ: ''نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو۔''

جس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں والا عمل ہے، اس طرح حج نہ کرنے والوں کو یہود و نصاریٰ کے مشابہ بتایا گیا ہے اور نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرکوں کے، اس کا راز یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی حج نہیں کرتے لہٰذا باوجود قدرت کے حج نہ کرنا ان کے ساتھ مشابہت ہے اور عرب کے مشرکین حج کرتے تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے نماز نہ پڑھنے کو مشرکوں والا عمل بتایا۔ بہرحال آیت اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر حج کئے مرنے والے ناشکرے اور نافرمان بندے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔

پیشانی پر کافر لکھا ہوگا

آیت مذکورہ میں حج نہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے جس بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اس کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہلا دینے والا ہے جو تفسیر درمنثور میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کے لئے جانے کی اس میں استطاعت ہو اور پھر بغیر حج کئے وہ مر جائے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر ''کافر'' کا لفظ لکھا ہوا ہوگا اس کے بعد انہوں نے یہی آیت: وَمَنْ كَفَرَ آخر تک پڑھی۔

ایک اور روایت میں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اور حج نہ کرے (اور بغیر حج کئے مر جائے) تو قسم کھا کر کہہ دو کہ وہ عیسائی مرا ہے یا یہودی مرا ہے۔ حج کی استطاعت کے باوجود بغیر حج کئے مرنے والے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد ممکن ہے کہ ان کی یہی تحقیق ہو، ورنہ حضرات علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک حج نہ کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا بلکہ انکار کرنے سے کافر ہوتا ہے۔ (فضائل حج)

بہرحال حج کی استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنا کافرانہ طرز عمل ہے جو سخت گناہ ہے جس سے توبہ واجب ہے اور حج فرض ادا کرنے کی فکر کرنا لازم ہے۔

حج نہ کرنے کے بہانے

بعض لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا کرنے سے بڑی غفلت برتتے ہیں اور مختلف قسم کی تاویلیں اور بہانے پیش کرتے ہیں، ذیل میں ایسے لوگوں کی کچھ تاویلیں پیش کی جارہی ہیں جو احادیث بالا میں بیان کردہ وعیدوں کی روشنی میں بالکل باطل ہیں:

ماحول نہ ہونے کا بہانا

اگر کسی کو یہ یاد دلائیں کہ بھائی آپ صاحب مال ہیں، آپ کے اوپر حج فرض ہے اس کو ادا کیجئے! تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتیں اور جب تک ماحول نہ ہوا ایسا کرنے کا فائدہ کیا؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بمع ملازمین مری، سوات گھومنے جائیں گے۔ سنگاپور، پیرس اور لندن جائیں گے، لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لئے نہیں جائیں گے۔ حج کے لئے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے مگر! یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور خدا کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں!

پہلے نماز روزہ تو کرلیں

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حج پر تو بعد میں جائیں گے، پہلے نماز، روزہ کے تو پابند ہو جائیں۔ انہیں سمجھاؤ کہ بھائی! جب تم حج پر جاؤ گے تو ایک طرح سے تمہاری تربیت ہوگی اور جب ۴۰ سے ۵۰ روز تک گھر سے باہر رہ کر صرف حرم پاک اور مسجد نبوی میں یہ سارا وقت لگے گا اور ایک خاص عبادت والا ماحول ہوگا تو تم تمام دوسری عبادتوں کے بھی عادی ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر بڑی تبدیلی ہو جائے گی لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے...... اصل بات یہی ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے کیونکہ اول تو حج کا فرض ہونا نماز روزہ کی پابندی پر موقوف نہیں، دوسرے نماز، روزہ کی پابندی بھی تو اپنے اختیار میں ہے، جب چاہے پابند ہو جاؤ'' کیا مشکل ہے؟

دیگر فرائض

کچھ لوگ اس طرح تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ ایک حج ہی ادا کرنے کے لئے رہ گیا ہے اور بھی تو دوسرے فرائض ہیں۔ رشتہ داروں کے حقوق ہیں، بچوں کی تعلیم ہے اور نہ جانے کیا کیا بہانے تراشتے ہیں کہ پہلے ان کو پورا کرلیں پھر حج بھی کرلیں گے۔ اتنی جلدی کیا ہے؟

ایسے لوگ درج ذیل احادیث میں غور کریں!

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اسکو جلدی جانا چاہیے۔

(۲) دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ فرض حج میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا بات پیش آجائے (ترغیب)

(۳) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو، کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا اور کوئی ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے۔ (کنز)

(۴) ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔ (کنز)

(۵) ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیے۔ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے، کبھی سواری کا انتظام نہیں رہتا، کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ (کنز)

(۶) ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔ (کنز)

ان احادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ کرنا

کچھ لوگ حج پر اس لئے نہیں جاتے کہ بھائی! بس حج کے بعد کوئی گناہ نہیں کرنا، اس لئے بس زندگی کے آخری ایام میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ زندگی کتنی ہے اور وہ کب پوری ہو جائے، اگر زندگی کے آخری ایام کے انتظار میں موت آگئی تو پھر کیا ہوگا۔ اس لئے زندگی کے آخری حصہ میں حج کرنے کا انتظار کئے بغیر جتنی جلدی ممکن ہو سکے حج کر لینا چاہیے۔

بچیوں کی شادی کا مسئلہ

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی! پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے ان کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں، باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے۔ جبکہ بچیوں کی ابھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کب ان کی شادی ہوگی۔ اس لئے ان کے نکاح کے انتظار میں حج فرض کو مؤخر کرنا درست نہیں۔ ان کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام کر کے حج کیلئے جانا چاہیے۔

کاروباری عذر

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اس لئے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھالیں! اگر بچوں کا پہلے ہی انتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا تو پھر حج کا کیا ہوگا؟ بہر حال کسی قابل اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لئے جائیں اور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے تو دکان بند کر کے حج کے لئے جائیں۔

والدین کو حج کرانا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائیں اور ماں باپ حج نہ کرلیں اس وقت تک اولاد حج نہیں کرسکتی، اس لئے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں۔ جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اس طرح اولاد اپنا حج فرض ادا نہیں کرتی یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں۔ اگر اولاد پر حج فرض ہو جائے تو پہلے وہ اپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید استطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرادیں۔

کچھ کھا کما لیں

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کمالیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔ ایسے لوگ اصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی کو اصلی بتا کر بیچنا سب چلتا ہے، حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کئے تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اس لئے وہ جوانی میں نہیں کرتے۔ اور جب بوڑھے ہو جائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تا کہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس دھوکہ سے بچیں اور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اور صحت وجوانی میں حج کریں۔

بغیر بیوی کے حج نہ کرنا

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور ان کے پاس اس قدر پیسے ہیں جن سے وہ خود

تو حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے لیکن وہ بیوی کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اس وقت میاں بیوی دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں حج کو مؤخر کرنا درست نہیں اور بیوی کو بھی اپنی وجہ سے خاوند کو حج فرض ادا کرنے سے روکنا درست نہیں، خاوند کو چاہیے کہ اس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرا دے۔

ابھی بچے چھوٹے ہیں

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ کرتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں اور ہم نے کبھی بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آ جائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اس وقت چھوٹے بچوں کا سب انتظام ہو جاتا ہے، جب وہاں انتظام ہو سکتا ہے تو حج کے لئے جانے پر بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ اس لئے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

حج نہ کرنے کے حیلوں کا جواب

حج نہ کرنے کے مذکورہ تمام حیلوں اور بہانوں کا ایک ہی جواب ہے کہ!

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے لئے واقعۃً کوئی مجبوری حج کرنے میں حائل نہ ہو یا ظالم بادشاہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو یا ایسی شدید بیماری لاحق نہ ہو جو حج کرنے سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔“ (مشکوٰۃ)

اس لئے مرنے سے پہلے جتنی جلدی ممکن ہو، حج فرض ادا کرنے کی فکر کریں!

جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود اس کو ادا نہیں کرتے ان کے واسطے جہاں حدیث بالا میں سخت ترین وعید ہے وہاں ان کا ایک زبردست خسارہ اور نقصان یہ ہے کہ حج کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست مغفرت، دوزخ سے آزادی، رضائے الٰہی کا حصول، درجات کی بلندی اور بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے، حج نہ کرنے والے ان سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، اب ان کی ترغیب کے لئے طواف وسعی اور حج کا کچھ ثواب لکھا جاتا ہے۔

حج کے فضائل وبرکات

احادیث طیبہ میں حج، عمرہ، طواف اور سعی کا بڑا ہی اجر وثواب ہے، ان میں سے چند خاص خاص احادیث ملاحظہ ہوں:

تلبیہ کی فضیلت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا مؤمن و مسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ پکارتا ہے (اور کہتا ہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ تو اس کے داہنے طرف اور بائیں طرف اللہ تعالیٰ کی جو بھی مخلوق ہوتی ہے، خواہ وہ بے جان پتھر اور درخت یا ڈھیلے ہوں وہ بھی اس بندے کے ساتھ لَبَّیْک کہتی ہیں یہاں تک کہ زمین اس طرف اور اس طرف سے ختم ہوجاتی ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن حالتِ احرام میں تلبیہ کہتے ہوئے گزارا یہاں تک کہ (اس دن کا) سورج غروب ہوگیا تو وہ سورج اس کے گناہ لے کر غروب ہوگا اور وہ محرم ایسا (گناہوں سے پاک) ہوجائے گا جیسے (اس وقت تھا جب) اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: حج کا ثواب تو آگے آئے گا، صرف حج کا احرام باندھ کر لَبَّیْکَ کہتے ہی حاجی کے ساتھ خدا کی مخلوق لَبَّیْکَ کہنے میں شریک ہوجاتی ہے، جس کی آواز انسان نہیں سنتے لیکن یہ پرکیف سماں ضرور قائم ہوجاتا ہے اور کس شان کے ساتھ لَبَّیْکَ کی صداؤں میں حاجی حج کے لئے پہنچتا ہے اور اس کا ایک دن بھی اس حالت میں نہیں گزرا مگر اس کی مغفرت ہوجاتی ہے، لہٰذا اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے حج فرض ضرور ادا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے مہمان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں تو وہ ان کی دعاء قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (سنن ابن ماجہ)

چارسوگھرانوں میں سفارش قبول

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجی کی سفارش پر چارسوگھرانوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا: کہ چارسو آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے (یہ راوی کو شک ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (الترغیب)

فائدہ: حج کرنے والے کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا مہمان بناتے ہیں، ان کی دعائیں قبول فرماتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے پر بخشش فرماتے ہیں اور نہ صرف حج کرنے والوں کی بلکہ اگر وہ اپنے متعلقین میں سے سو دو سو نہیں، چارسو افراد کی مغفرت کی درخواست کریں تو ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں، اور اتنے لوگوں کی مغفرت کا تو حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے ہی، اس سے زیادہ افراد کے لئے بھی اگر حاجی مغفرت کی دعا کرے تو وہ بھی قبول ہوسکتی ہے۔ یہ نعمت تو ایسی ہے کہ حج فرض ہو یا نہ ہو، یا حج فرض پہلے کرلیا ہو تو بھی حج کریں اور یہ فضیلت حاصل کریں اور بار بار حاصل کریں!

حرم شریف کی ہر نیکی ایک لاکھ کے برابر

حج یا عمرہ کرنے والا جب حدودِ حرم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ہر نیک عمل کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہو جاتا ہے چند احادیث ملاحظہ ہوں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مکہ مکرّمہ سے پیدل حج کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں درج فرمائیں گے اور ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہوگی، عرض کیا گیا: حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس مرض میں حاضر ہوا جس میں ان کا انتقال ہوا تو میں نے انہیں اپنے بیٹوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے میرے بیٹو! پیدل حج کرنا، کیونکہ مجھے اتنا کسی چیز کا غم نہیں جتنا پیدل حج نہ کرنے کا ہے، صاحبزادگان نے عرض کیا: کہاں سے پیدل حج کیا جائے؟ فرمایا کہ مکہ مکرّمہ سے، پھر فرمایا کہ سواری پر حج کرنے والے کو ہر قدم پر ستر نیکیاں ملتی

ہیں اور پیدل حج کرنے والے کو ہر قدم پر مکّہ مکرّمہ کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ صاحبزادگان نے عرض کیا: مکّہ مکرّمہ کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کہ مکّہ مکرّمہ کی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (القریٰ لقاصدام القریٰ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے مکّہ مکرّمہ میں رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس نے روزے رکھے اور حسب سہولت (رات میں) اس نے عبارت کی تو اس کے لئے ایک لاکھ رمضان کے مہینوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حرم کا ایک روزہ ثواب میں ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے کا ثواب رکھتا ہے اور (حرم کی) ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (القریٰ)

فائدہ: لہٰذا حدود حرم میں داخل ہوتے ہی تمام نیک کاموں کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، چنانچہ حرم میں داخل ہو کر ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہیں تو ایک لاکھ **سبحان اللہ** کہنے کا ثواب ملے گا۔ ایک مرتبہ **اللہ اکبر** کہیں تو ایک لاکھ مرتبہ **اللہ اکبر** کہنے کا ثواب ملے گا، حج یا عمرہ کرنے پر جتنا بھی خرچ ہو وہ سب حرم میں داخل ہو کر ایک مرتبہ **سبحان اللہ** یا **الحمدللہ** یا **اللہ اکبر** کہتے ہی وصول ہو جاتا ہے، اس لئے حج کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور اتنے عظیم ثواب سے اپنے آپ کو محروم نہ کرنا چاہیے ...... بہرحال: حرم میں ایک قرآن کریم ختم کریں تو ایک لاکھ قرآن کریم ختم کرنے کا ثواب ملے۔

ایک روپیہ خیرات کریں تو ایک لاکھ روپے خیرات کرنے کا ثواب ملے۔

ایک مرتبہ **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے، اس میں سے ستر ہزار کسی کو بخش دیں تو امید ہے کہ اس کو دوزخ سے نجات مل جائے۔

سبحان اللہ ، الحمدلِلّٰہ ، اللہ اکبر ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، استغفار ، درود شریف، ایک بار پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

اشراق ، چاشت ، اوّابین ، سُنّنِ زوال ، قیام اللّیل ، تہجد ، تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے گا۔

ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھیں یا صلوٰۃ التسبیح پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب پائیں۔

ایک روزہ رکھیں تو ایک لاکھ روزوں کا ثواب پائیں۔

ایک فقیر کو کھانا کھلائیں تو یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک لاکھ فقیروں کو کھانا کھلایا ہو۔

ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھیں یا ایک عمرہ کریں یا ایک طواف کریں تو ہر چیز پر ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے۔

اس لئے خوب نیک کام کریں اور گناہوں سے بے حد بچیں، ہو جائے تو فوراً توبہ کریں اور اس حاضری کو بے حد غنیمت سمجھیں اور اس کی دل وجان سے قدر کریں۔ کچھ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔ بہر حال حج نہ کرنے والے بھی حج کر کے یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

مسجد الحرام کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور محلّہ کی مسجد میں پچیس گناہ ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب ملتا ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد الحرام میں (جو ملّہ مکّرمہ میں ہے) ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: بہت سی احادیث میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب مسجد اقصیٰ سے زیادہ آیا ہے، لیکن اس حدیث میں دونوں مسجدوں کا ثواب پچاس ہزار بیان کیا گیا ہے اور بعض علماء کرام نے اس حدیث میں یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں ہر مسجد کا ثواب سے پہلی مسجد کے اعتبار سے ہے، یعنی جامع مسجد کا ثواب محلّہ کی مسجد کے ثواب سے پانچ (۵۰۰) سو مرتبہ دوگنا ہے، اس حساب سے جامع مسجد کا ثواب بارہ ہزار پانچ سو (۱۲۵۰۰) ہو گیا اور مسجد اقصیٰ کا ثواب ۶۲ کروڑ ۵۰ لاکھ (۶۲۵۰۰۰۰۰۰) ہو گیا اور مسجد نبوی کا ثواب تین نیل بارہ کھرب پچاس ارب (۳۱۲۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰) ہوا اور مسجدِ حرام کا ثواب ۳۱ سنکھ پچیس پدم (۳۱۲۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ہوا اس طرح عام روایات میں مسجدِ حرام کا ثواب جو ایک لاکھ ہے یہ اس سے بہت زیادہ ہو گیا۔ (ماخذہ فضائل حج)

مگر اللہ پاک کی رحمت کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے وہ اس سے بھی زیادہ دینے پر قادر ہے، ان کی رحمت پر کسی کا اجارہ نہیں، اس لئے مسجدِ حرام میں ایک نماز باجماعت ادا

کرنے پر مذکورہ ثواب ملنے کو مشکل نہ سمجھا جائے ...... جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے، وہ کتنے بڑے ثواب سے محروم ہیں، سوچیں اور غور کریں!! اور جلد حج کرنے کا فیصلہ کرکے مسجدِ حرام کا ثواب عظیم حاصل کرنے کی فکر کریں۔

بیت اللہ کی فضیلت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہ، کی ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں روزانہ اس گھر (یعنی بیت اللہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ (۶۰) طواف کرنے والوں پر، چالیس (۴۰) وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس (۲۰) بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر ہوتی ہیں۔ (بیہقی)

فائدہ: بیت اللہ شریف کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور باعث رحمت ہے چنانچہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین سے اس کے فضائل منقول ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حضرت سعید بن المسیبؒ تابعی فرماتے ہیں کہ جو شخص ایمان و تصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔

(۲) حضرت ابو السائب مدنیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ایمان و تصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پتے درخت سے جھڑ جاتے ہیں۔ اور جو شخص مسجد میں بیٹھ کر بیت اللہ کو صرف دیکھتا رہے، چاہے طواف و نفل نماز نہ پڑھتا ہو وہ افضل ہے، اس شخص سے جو اپنے گھر میں نفلیں پڑھے اور بیت اللہ کو نہ دیکھے۔

(۳) حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور بیت اللہ کو دیکھنے والا ایسا ہے جیسے رات کو جاگنے والا، دن میں روزہ رکھنے والا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔

(۴) حضرت عطارؒ ہی سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بیت اللہ کو دیکھنا ایک سال کی نفل عبادت کے برابر ہے۔

(۵) حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنا افضل ہے اس شخص کی عبادت سے جو روزہ دار، شب بیدار اور مجاہد فی سبیل اللہ ہو۔

(۶) حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنے والا مکہ سے باہر عبادت میں

کوشش سے لگے رہنے کے برابر ہے۔ (درمنثور، فضائل حج)

فائدہ: جو لوگ فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے اوّل تو وہ سخت گناہ گار ہیں، دوسرے پھر وہ بیت اللہ کی زیارت سے اور اس کی زیارت کے عظیم ثواب سے محروم ہیں، کیا انہیں اس اجر و ثواب سے محروم رہنا گوارا ہے؟

زم زم کے پانی کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ ہوتا ہے، اگر آپ نے کسی بیماری سے صحت کے لئے پیا تو اللہ پاک شفا عطا فرمائیں گے اور اگر (کھانے کی جگہ) پیٹ بھرنے کے لئے پیا تو اللہ تعالیٰ پیٹ بھر دیں گے اور اگر پیاس بجھانے کے لئے اسکو پیا تو اللہ پاک پیاس دور فرمائیں گے۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خدمت ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ (دار قطنی)

آبِ زم زم پینے کی دعاء

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ زم زم کا پانی نوش فرماتے تو یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًاوَّ رِزْقاً وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والا علم، کشادہ روزی اور ہر بیماری سے شفاء مانگتا ہوں۔'' (دار قطنی)

فائدہ: حج یا عمرہ کرنیوالوں کو جس قدر زم زم کا پانی پینے کا موقع ملتا ہے، وہ دوسروں کو نہیں ملتا۔ اسلئے حج کے واسطے جانے میں دیگر اعمال کے ثواب کیساتھ ساتھ کثرت سے زم زم کا پانی پینے کی سعادت ملنا بڑی نعمت ہے۔ کاش! بلا عذر حج نہ کرنے والے غور کرتے!!

طواف میں قدم قدم پر نیکیاں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

جو شخص (سنت کے مطابق) کامل وضو کرے اور (طواف کے لئے) حجرِ اسوَد کے پاس آئے تا کہ اس کا استلام کرے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی) رحمت میں داخل ہو جاتا ہے، پھر (جب حجر اسود کا) استلام کر کے وہ یہ کلمات کہتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں عطا فرماتے ہیں، ستر ہزار گناہ (صغیرہ) معاف کرتے ہیں اور اس کے ستر درجہ بلند کئے جاتے ہیں اور (قیامت کے دن) اس کے اہل خانہ کے ستر افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائیگی۔

اس کے بعد جب وہ مقام ابراہیم کے پاس آ کر دو رکعتیں بحالت ایمان اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو اس کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جس روز اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (اخرجہ الاصبھانی فی الترغیب)

فائدہ: حج یا عمرہ کرنے والا یا نفلی طواف کرنے والا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے باوضو ہو کر طواف شروع کرتا ہے تو ہر قدم پر ستّر ہزار نیکیاں، ستّر ہزار گناہوں کی معافی اور ستّر ہزار درجات کی بلندی کیا معمولی بات ہے اور ستر اہل خانہ کے حق میں سفارش قبول ہونا اور چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملنا اور گناہوں سے پاک ہو جانا یہ وہ سعادتیں ہیں جو بڑے ہی خوش نصیبوں کو ملتی ہیں، حج کر کے آپ کو بھی یہ ثواب مل سکتا ہے۔ لہٰذا حج جلدی کریں۔

حج کا ثوابِ عظیم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے ایک انصاری دوسرا ثقفی، دونوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دعا دی۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے کچھ باتیں پوچھنے آئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تم پوچھنے آئے ہو اگر تمہارا دل چاہے تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنے آئے ہو؟ اور اگر تم چاہو تو میں خاموش رہتا ہوں تم خود دریافت کرلو!...... ان دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ

کے رسول! آپ ہی ہمارے سوالات بھی بتادیجئے تاکہ ہمارے ایمان ویقین میں اضافہ ہو۔اس کے بعد انصاری صحابی نے ثقفی صحابی سے عرض کیا: اللہ کے رسول سے پہلے آپ اپنا سوال پوچھ لیں، ثقفی صحابی نے عرض کیا کہ نہیں! پہلے آپ معلوم کرلیں آپ ہی کا حق پہلے ہے۔اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! جو کچھ میں دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں ارشاد فرمائیے وہ کیا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس یہ دریافت کرنے آئے ہو کہ بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے؟ بیت اللہ کا طواف کرنے میں کیا اجر ہے؟ طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کا کتنا ثواب ہے؟ میدان عرفات میں عرفہ کے دن ٹھہرنے کا کتنا اجر ہے؟ جمرات کی رمی کرنے اور قربانی کرنے پر کیا ثواب ہے؟ سر منڈانے پر کیا اجر ہے؟ اس کے بعد بیت اللہ کے طواف کرنے کا کیا ثواب ہے؟ یہ سن کر انصاری صحابی نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، میں یہی باتیں پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ (اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری صحابی کے مذکورہ سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم بیت اللہ کی (زیارت کی) نیت سے اپنے گھر سے چلو تو راستے میں تمہاری اونٹنی کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے پر تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا اور بیت اللہ کا طواف کرنے میں ایک قدم رکھنے اور اٹھانے میں تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا اور طواف کے بعد تمہارا دو رکعتیں ادا کرنا (ثواب میں) بنو اسمٰعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کا ثواب ستر غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔

عرفہ کے دن شام کو تمہارا میدان عرفات میں وقوف کرنا (ایسا مبارک ہے کہ) اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرماتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں جو غبار آلود، پراگندہ بال، ہر گہری اور کشادہ وادی سے (نکل کر) میرے پاس آئے ہیں، میری مغفرت اور رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ (لو! میرے ان بندوں کے بارے میں سنو!) اگر ان کے گناہ ریت کے ذرات کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے مساوی ہوں

یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو بھی میں نے انہیں معاف کر دیئے۔ میرے بندو! (اب) تم واپس چلے جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی اور جن کے بارے میں تم سفارش کرو (ان کو بھی بخش دوں گا)۔

جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ جس سے تم رمی کرو گے، ہلاک کرنے والے اور جہنم واجب کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کبیرہ معاف ہوگا۔ اور تمہاری (حج کی) قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ ہے (جس کا ثواب آخرت میں ملے گا) اور سر مُنڈانے میں تمہارے ہر بال کے بدلے ایک نیکی عطا ہوگی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔

سائل نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کے گناہ کم ہوئے تو پھر کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تمہاری نیکیوں میں جمع کر دیا جائے گا (اس کے بعد آخر میں) تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا ایسی حالت میں ہوگا کہ تمہارا کوئی گناہ باقی نہ ہوگا اور ایک فرشتہ آئے گا جو تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا (آئندہ نئے سرے سے) عمل کرو! تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (القریٰ لقاصد ام القریٰ)

فائدہ: سبحان اللہ! حج کرنے کا کتنا عظیم اجر و ثواب ہے، قدم قدم پر نیکیاں، گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی، غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب، میدان عرفات میں قیام کرنے پر بے شمار گناہوں سے درگزر، جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ گناہ کبیرہ کی معافی، قربانی کا ثواب محفوظ، سر منڈانے میں ہر بال کے بدلہ ایک نیکی اور ایک گناہ کی معافی، یہ فضائل ایسے ہیں کہ اگر حج فرض نہ ہو تب بھی ان کو حاصل کرنے کے لئے حج کیا جائے اور بار بار کیا جائے، اس لئے جن پر حج فرض ہو، انہیں مذکورہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ضرور حج کرنا چاہیے۔

پیدل حج کرنے کا ثواب

ہر سال ہزاروں مسلمان حج کرتے ہیں، جن میں بہت سے حاجی سواری پر حج کرتے ہیں اور بہت سے پیدل کرتے ہیں اور سواری پر حج کرنے والوں کو بھی کچھ نہ کچھ پیدل چلنا ہی پڑتا ہے بلکہ آج کل حج کی مشقت سفر کے بجائے حج ادا کرنے میں ہو رہی ہے، کیونکہ حاجیوں کی اس قدر کثرت ہے کہ اب سواری پر حج کرنا پیدل حج کرنے کے مقابلے میں زیادہ دشوار ہے، کوئی بہت ہی کمزور، بیمار اور معذور ہو تو الگ بات ہے ورنہ پیدل حج کرنا کافی آسان ہے

اور احادیث طیبہ میں اس کے فضائل بھی بہت آئے ہیں۔ یہاں ان کا مختصر انتخاب پیش کیا جاتا ہے تا کہ اگر کسی میں پیدل حج کرنے کی قوت ہوتو وہ یہ ثواب حاصل کر سکے اور جو شخص پورا حج پیدل نہ کر سکے تو جتنا کر سکے کرلے اور کچھ نہ کچھ پیدل حج کا ثواب حاصل کرے۔

ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر جمع کیا اور فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص (حج کیلئے) مکہ مکرمہ سے پیدل چلے اور واپس مکہ مکرمہ آجائے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر سات سو نیکیاں (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھیں گے، ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہے، عرض کیا گیا: حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

فائدہ: مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے کا یہ ثواب ہے کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں عطا ہوں گی، جب ایک قدم پر یہ ثواب ہے تو سارے راستے کا کتنا زیادہ ثواب ہوگا۔

دس ارب نیکیاں

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص منیٰ سے عرفات تک پیدل حج کرے، اس کے لئے حرم کی نیکیوں میں سے سو ہزار نیکیاں درج کی جائیں گی، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے''

فائدہ: ایک سو ہزار کو ایک لاکھ میں ضرب دینے سے دس ارب کی تعداد بن جاتی ہے، جس کا حاصل یہ ہوا کہ صرف منیٰ سے عرفات تک پیدل جانے والے حاجی کو دس ارب نیکیاں ملیں گی، سبحان اللہ! کتنا عظیم ثواب ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کی ہمت وقوت عطا فرمائیں۔ آمین

جو لوگ حج نہیں کرتے، وہ غور کریں کہ حج نہ کرنے کی بناء پر گنہگار ہونے کے علاوہ وہ کتنی لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں نیکیوں سے محروم ہیں، کیا انہیں مرنا نہیں ہے؟ اور حقیر دنیا چھوڑنی نہیں ہے؟ اور جب مرنا بھی یقینی ہے اور دنیا کو چھوڑنا بھی ضرور ہے تو پھر حج کر کے آخرت کے لئے نیکیوں کے ذخائر جمع کریں تا کہ آخرت میں کام آئیں۔

عمرہ کا ثواب

حج سے پہلے یا حج کے بعد اکثر عمرہ کیا جاتا ہے اور عمرہ کا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث میں عمرہ کو چھوٹا حج بتایا گیا ہے اس کے چند فضائل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ ہے ان کے درمیان کے گناہوں کا۔ اور حج مبرور کا بدلہ تو بس جنت ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پے در پے حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ حج اور عمرہ دونوں فقر و فاقہ محتاجگی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے و چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنّت ہی ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعاء قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں غوطہ لگانا ہے جس سے اس کے گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے، دُعاء بھی قبول ہوتی ہے، فقر و فاقہ بھی ختم ہوتا ہے اور خوش حالی اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور نیز حج مبرور کے بدلے میں جنّت عطا ہونا اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔ جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ گناہوں سے پاک نہیں ہونا چاہتے؟ کیا انہیں جنّت درکار نہیں؟ اگر درکار ہے تو پہلے حج کا فریضہ انجام دیں!

رمضان المبارک کا عمرہ

حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا (میرے خاوند) ابو طلحہ اور ان کے بیٹے حج کے لئے چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُم سلیم! رمضان المبارک میں عمرہ کرنا (ثواب میں) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (ابن حبان)

فائدہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر

ثواب رکھتا ہے اور بھی احادیث میں مذکور ہے، لیکن مذکورہ حدیث میں ہے کہ: رمضان المبارک میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (ابوداؤد)

اللہ پاک بار بار رمضان المبارک کا عمرہ مقبول نصیب فرمائے۔ (آمین)

مدینہ طیبہ کے فضائل

حج اور عمرہ کرنیوالے کو حج وعمرہ کرنے کے بعد دوسری سب سے بڑی دولت ونعمت مدینہ منورہ کی حاضری، مسجد نبوی کی زیارت اور دونوں جہاں کے سردار وآقا ومولیٰ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بلا واسطہ حضوری اور براہِ راست سلام پیش کرنیکی وہ سعادت ہے جو بہت ہی بلند نصیبہ کی بات ہے۔ جو لوگ حج کی استطاعت ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے وہ اس عظیم سعادت سے بھی محروم رہتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں۔

اب کچھ فضائل اور برکات مدینہ منورہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔

شفاعت اور سفارش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جو اُمتی مدینہ کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کرکے وہاں رہے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت اور سفارش کروں گا۔ (صحیح مسلم)

طاعون اور دجّال سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجّال داخل نہیں ہوسکتا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

فائدہ: دعاء کرنا ہر مومن کے اختیار میں ہے، اس لئے مدینہ طیبہ میں رہنے کی دعا خود بھی کرنی چاہیے اور دوسروں سے بھی کرانی چاہیے۔

مسجد نبوی کی عظمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اگر اپنے گھر پر نماز پڑھے تو صرف ایک نماز کا ثواب اس کو ملتا ہے، اور محلّہ کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب ہوتا ہے اور بیت المقدس کی

مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور میری مسجد یعنی مسجدِ نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجدِ الحرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: مسجدِ نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص پچاس ہزار نمازیں ادا کرے، اللہ اکبر! کتنا عظیم ثواب ہے، اس لئے مدینہ جانے والوں کو ہر نماز مسجدِ نبوی میں ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

دومقبول حج کا ثواب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص حج کے لئے مکّہ مکرمہ جائے اور پھر میرا ارادہ کر کے میری مسجد میں آئے تو اس کے لئے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔ (دیلمی)

نفاق اور دوزخ سے براءت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے میری اس مسجد میں ۴۰ نمازیں ادا کیں، ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے دوزخ سے اور ہر قسم کے عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی (اسی طرح) انفاق سے براءت بھی لکھ دی جائے گی۔ (طبرانی)

فائدہ: مسجد نبوی میں چالیس نمازیں مسلسل ادا کرنے پر یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو نفاق کی نجاست سے پاک فرمادیں گے، اور دوزخ اور ہر قسم کے عذاب سے اس کو نجات دے دیں گے، اس لئے مسجدِ نبوی میں مسلسل چالیس نمازیں ادا کر کے یہ عظیم فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔ حج کرنے کی استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے اس سعادت سے بھی محروم ہیں، وہ غور کرلیں!۔

جنت کا باغیچہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی جگہ اور آپ کا حجرۂ مبارک جس میں آپ آرام فرما ہیں، ان کے درمیان جو زمین کا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کا خاص محل ہے، جس کی بناء پر گویا

وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے، جو بندہ ایمان اور اخلاص کیساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طالب بن کر اس میں آیا تو گویا وہ جنت کے ایک باغیچہ میں آ گیا اور انشاء اللہ آخرت میں بھی وہ اپنے آپکو جنت کے ایک باغیچہ میں پائیگا۔ (معارف الحدیث)

روضۂ اقدس کی زیارت

آہستہ قدم ، نیچی نگاہ ، پست صدا ہو | خوابیدہ یہاں روح رسولِ عربی ہے
اے زائرِ بیت نبوی یاد رہے یہ | بے قاعدہ یہاں جنبشِ لب بے ادبی ہے
بچھاؤ پلکیں ، جھکاؤ آنکھیں | ادب کا اعلیٰ مقام آیا

حج کے بعد سب سے افضل، سب سے بہتر اور سب سے بڑی سعادت دونوں جہاں کے سردار جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت وہ چیز ہے جس کے بغیر ایمان درست نہیں رہ سکتا، لہٰذا دیارِ مقدس میں پہنچنے کے بعد اب روضۂ اقدس کے سامنے خود حاضر ہو کر درود وسلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں اور اس پر ملنے والے بے شمار فضائل و برکات حاصل کریں جو دور سے درود وسلام پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کا زندہ ہونا جمہورِ امت کے نزدیک طے شدہ بات ہے، جو شخص اس کو نہ مانے وہ جاہل ہے اور نالائق ہے، بہر حال آپ کا جو امتی مزار مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے، آپ خود اس کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ایسی صورت میں وفات کے بعد آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا ایک طرح بالمشافہ سلام پیش کرنے کے برابر ہے جو بلا شبہ ایک عظیم ترین سعادت ہے جو ہر زیارت کرنے والے کو تمام آداب کے ساتھ ضرور حاصل کرنی چاہیے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا ایسا ہے جیسے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی زیارت کی۔ جو لوگ حج نہیں کرتے وہ اس دولتِ عظمیٰ سے بھی محروم رہتے ہیں جو حقیقت میں بڑی محرومی ہے۔

فضائل زیارت مزار اقدس

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ میری وفات کے بعد (زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں) انہی لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (رواہ البیہقی)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (ابن خزیمہ)

(۳) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (رواہ ابن عدی بسند حسن)

(۴) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوں۔ (رواہ البیہقی)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں، اور جو شخص کسی اور جگہ درود شریف پڑھتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ (رواہ البیہقی)

فائدہ: یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ روضۂ اقدس پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، اس لئے ادب و احترام سے نظر جھکا کر بڑے ہی خلوص سے سلام پیش کرنا چاہیے۔ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران زیادہ سے زیادہ یہ سعادت حاصل کرنی چاہیے۔

دُرود و سلام کا ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

اس کے بعد ستّر مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے، اے شخص! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔ (فضائل حج)

فائدہ: روضۂ اقدس پر دستور کے مطابق درود و سلام پیش کرنے کے بعد مذکورہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے ستّر مرتبہ ذکر کردہ درود شریف بھی پڑھ لیا کریں اور مذکورہ الفاظ کی جگہ اگر ستر مرتبہ یہ کلمات کہے جائیں تو شاید زیادہ بہتر ہو۔

اَلصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (فضائل حج)

عام حالت میں درود و سلام پڑھنے کے احادیث میں بڑے عجیب و غریب فضائل منقول

ہیں ان میں سے چند خاص خاص فضائل یہاں لکھے جاتے ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کیا جائے بلکہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران تو خاص طور پر درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے اور درود ابراہیمی سب درودوں کا سردار ہے اس لئے اسی کو زیادہ پڑھنا چاہیے۔

قرب کا ذریعہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ (ت،حب)

تفکرات سے نجات اور گناہوں کی معافی

حضرت ابن بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ پر درود شریف کثرت سے پڑھتا ہوں تو کتنا درود اپنے معمول میں رکھوں؟ فرمایا: جس قدر تمہارا دل چاہے، میں نے کہا ایک چوتھائی، یعنی باقی تین چوتھائی دوسرے معمولات رہیں، فرمایا: جس قدر تمہارا دل چاہے اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کیا آدھا، فرمایا جتنا چاہو، اور اگر زیادہ کردو تو اور بہتر ہے، میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھوں گا، فرمایا: تو اب تمہاری سب فکروں کی بھی کفایت ہو جائے گی اور تمہارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ (ت،مس)

دس رحمتیں اور دس نیکیاں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور اس کے دس گناہ معاف فرماتے ہیں اور اس کے دس درجہ بڑھاتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔ (اس،ط)

۷۰ رحمتیں اور ۷۰ دعائیں

ایک روایت میں ارشاد ہے کہ: درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستّر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے اس کے لئے ستر ۷۰ مرتبہ دعاء کرتے ہیں۔ (زادالسعید)

عرش کا سایہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جو شخص مجھ پر درود کی کثرت کرے گا تو وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (حاشیۃ الجذب)

اسّی ۸۰ سال کے گناہ معاف

درمختار میں اصبہانی سے نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھے اور وہ قبول ہو جائے تو اسکے اسّی ۸۰ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (زادالسعید)

سو حاجتیں پوری

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جو کوئی ہر روز سو بار درود پڑھے، اس کی سو (۱۰۰) حاجتیں پوری کی جائیں گی، تیس (۳۰) دنیا کی اور باقی آخرت کی۔ (نفض)

ہزار مرتبہ پڑھنے والے کے لئے بشارت

ابوحفص ابن شاہینؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ درود پڑھے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا ٹھکانہ جنّت میں نہیں دیکھ لے گا۔ (سع)

قیامت کی ہولنا کی سے نجات

دیلمیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ قیامت کے ہول اور خطرات سے وہ شخص زیادہ نجات حاصل کرے گا جو دنیا میں مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہوگا۔ (سع)

فائدہ: کثرت سے درود شریف پڑھنا، مدینہ طیبّہ میں خاص معمول ہونا چاہیے۔ اور پھر زندگی بھر یہ معمول جاری رہنا چاہیے، جس سے دنیا و آخرت میں مذکورہ بالا فضائل و برکات حاصل ہوں گے۔ حج کی استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے نہ جانے دین و دنیا کے کتنے ہی فوائد ثمرات اور اجر و برکات سے محروم ہیں۔

مدینہ منورہ میں وفات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص اس کی کوشش کر سکے کہ مدینہ منورہ میں اس کی موت آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ (اس کی کوشش کرے اور) مدینہ منورہ میں مرے (کیونکہ) میں ان لوگوں کی ضرور شفاعت

کروں گا جو مدینہ طیبہ میں مریں گے (اور وہاں دفن ہوں گے)۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: مدینہ طیبہ میں موت آنا گو اپنے اختیار میں نہیں لیکن بندہ اس کی آرزو اور دعاء تو کرسکتا ہے اور اخلاص کے ساتھ کسی قدر کوشش بھی کرسکتا ہے اور اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ مدد بھی فرماتے ہیں، حدیث بالا کا یہی مدعا ہے: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا مانگنے کے لائق ہے!

اَللّٰھُمَّ رزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَ اجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ

ترجمہ: ''اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما، اور اپنے محبوب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر (مدینہ منورہ) میں مرنا (اور دفن ہونا) نصیب فرما! (بخاری)

جنت البقیع میں دفن ہونا

مدینہ منورہ میں ایمان کے ساتھ مرنے کے بعد، جنّت البقیع میں دفن ہونا بہت بڑی نعمت ہے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مدفون ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دو کے سوا باقی نو ازواج مُطہرات رضی اللہ عنہن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین پھوپھیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم آرام فرما ہیں اور تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شمار تابعین، تبع تابعین اور لاتعداد علماء صلحاء، شہداء اور اولیاء کرام رحمہم اللہ مدفون ہیں، احادیث میں جنّت البقیع کے خاص فضائل ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمان والوں کے لئے دو قبرستان زمین پر ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان پر چاند اور سورج چمکتے ہیں ایک بقیع کا قبرستان دوسرے مقبرۂ عسقلان۔ (فضائل حج)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، میں اس میں سے نکلوں گا، پھر ابوبکر اپنی قبر سے نکلیں گے، پھر عمر، پھر جنت البقیع میں جاؤں گا، وہاں جتنے مدفون ہیں ان کو اپنے

ساتھ لوں گا، پھر ملّہ مکرمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا۔ وہ ملّہ مکّرمہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیان آ کر مجھ سے ملیں گے۔ (ترمذی شریف)

(۳) حضرت امّ قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے امّ قیس! کیا تم نے یہ مقبرہ (یعنی جنّت البقیع) دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا! ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا ہے! (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اس قبرستان سے ستر ہزار آدمی اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے، یہ لوگ بغیر حساب وکتاب کے جنّت میں داخل ہوں گے، (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فضیلت سُن کر) ایک صاحب اُٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تم ان میں سے ہو، پھر ایک صاحب اور اُٹھے اور انہوں نے بھی یہی عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکّاشہ تم سے بازی لے گئے۔ (القریٰ)

فائدہ: مدینہ منورہ کی موت کے ساتھ جنّت البقیع میں دفن ہونے کی تمنا بھی ہونی چاہیے اور دعا بھی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ سعادت خاص اپنے فضل و کرم سے ضرور عنایت فرمائے آمین۔

وصلی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَی النَّبِی الْکَرِیمْ
مُحَمَّد و آلِہ وَاَصْحَابِہ اَجْمَعِیْنَ.

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

آٹھواں خطبہ

زیارت حرمین

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ا- ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول خداوندی ''اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ'' میں کہ وہ (یعنی حج کے معین مہینے) شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔'' (عین الدر المنثور عن اوسط الطبرانی والخطیب وابن مردویہ نقل عن کثیر من السلف)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے لیے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے ان پر جو کہ اس تک سبیل (یعنی جانے کی طاقت) رکھیں۔''

حدیث ۲- ''ونیز ارشاد فرمایا رسول خدا نے کہ جس شخص کو حج سے کھلم کھلا ضرورت یا ظالم بادشاہ یا رکاوٹ کے قابل مرض نے حج سے نہ روکا ہو اور پھر بھی (باوجود فرض ہونے کے) اس نے حج نہ کیا ہو پس خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ نصرانی۔'' (دارمی)

حدیث ۳- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے (خاص) اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں نہ فحش گوئی کی نہ گناہ کیا تو وہ شخص اُس دن کی مانند لوٹتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۴- ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں وہ سب ذیقعدہ میں تھے۔ سوائے ایک کے جو حج کے ساتھ تھا (کہ وہ ذی الحجہ میں واقع ہوا تھا)۔'' (متفق علیہ)

ف: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ عوام لوگ ماہ ذیقعدہ کو منحوس سمجھتے ہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین عمرے کیے ہیں اس میں کتنی برکت ثابت ہوتی ہے۔ ونیز یہ ماہ ذیقعدہ حج کے مہینوں میں سے ہے جیسا کہ حدیث اول میں گزر چکا ہے۔

حدیث ۵- ''اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج اور عمرہ کو ملا کر کرو کیونکہ وہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو

دُور کرتی ہے اور حج مبرور (یعنی مقبول) کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔'' (ترمذی ونسائی)

حدیث ۶- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔'' (عین آثار السنن عن ابن خزیمہ فی صحیحہ والدارقطنی واسنادہ حسن)

ف: جن کو گنجائش ہو وہ حج کے ساتھ زیارت مدینہ طیبہ کا شرف بھی ضرور حاصل کریں کہ اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی بلکہ تاکید بھی روایات میں آئی ہے اور اس روایت سے متعلق ہے کہ قبر شریف کی نیت سے سفر کرنا بھی مضائقہ نہیں رکھتا۔

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ابراہیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس (حج کے لیے) چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنی پر بھی جو کہ دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔''

اضافہ: (الف): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ جلدی کرے۔'' (ابوداؤد، دارمی)

(ب): ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ ذلیل اور راندہ ہوا اور حقیر اور رنجیدہ نہیں دیکھا گیا اور نہیں ہے یہ مگر اسی کی وجہ سے جو کہ رحمت کا نازل ہونا اور خدائے تعالیٰ کا بڑے بڑے گناہ سے درگزر فرمانا دیکھتا ہے سوائے (جنگ) بدر کے (کہ اس میں تو یوم عرفہ کے برابر یا زیادہ اس کی خواری وغیرہ دیکھی گئی) کیونکہ (اس روز) اس نے جبریل علیہ السلام کو فرشتوں کی صفیں ترتیب دیتے ہوئے دیکھا تھا۔'' (مالک مرسلا وشرح السنہ)

(ج): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (ایک) عمرہ (دوسرے) عمرے تک کفارہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان (کے گناہوں) کا۔'' (عین ترغیب عن مالک والشیخین والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

(د): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دُعا مانگے تو خدا قبول کرتا ہے اور اگر وہ استغفار کریں تو خدا ان کی مغفرت کردیتا ہے۔'' (عین ترغیب نسائی وابن ماجہ)

معزز حاضرین! آج خطبہ جمعہ کا موضوع زیارت حرمین شریفین یعنی فضائل حج وعمرہ اور زیارت مدینہ منورہ اور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خطبہ اور اس کے ترجمہ میں آپ حضرات چند آیات واحادیث کا ترجمہ سن چکے ہیں۔ اب مزید پیش کرتا ہوں۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کے گرد پھرنا اور صفا و مروہ کے درمیان پھیرے کرنا اور کنکریوں کا مارنا یہ سب اللہ کی یاد کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (عین ابوداؤد باب الرمل)

ف: یعنی گو ظاہر والوں کو تعجب ہو سکتا ہے کہ اس گھومنے دوڑنے کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے مگر تم مصلحت مت ڈھونڈو یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس کے کرنے سے اس کی یاد ہوتی ہے اور اس سے علاقہ بڑھتا ہے اور محبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آئی حکم سمجھ کر اس کو بھی مان لیا۔ پھر محبوب کے گھر کے بل بل قربان ہونا' اس کے کوچے میں دوڑے دوڑے پھرنا کھلم کھلا عاشقانہ حرکات ہیں۔

(۴) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے' فرماتے تھے کہ (اب طواف میں) شانے ہلاتے ہوئے دوڑنا اور شانوں کو چادرہ سے باہر نکال لینا کس وجہ سے ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو (مکے میں) قوت دی اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا (اور یہ فعل شروع ہوا تھا ان ہی کو اپنی قوت دکھلانے کے لیے جیسا روایات میں آیا ہے) اور باوجود اس کے (کہ اب مصلحت نہیں رہی مگر) ہم اس فعل کو نہ چھوڑیں گے جس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں (آپ کے اتباع اور حکم سے کرتے تھے (کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حجتہ الوداع میں عمل فرمایا جب کہ مکے میں ایک بھی کافر نہ تھا)۔ (عین ابوداؤد باب الرمل)

ف: اگر حج میں عاشقی کا رنگ غالب نہ ہوتا تو جب عقلی ضرورت ختم ہوگئی تھی یہ فعل بھی موقوف کر دیا جاتا ہے۔

(۵) حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کی طرف آئے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ (کسی کو) نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے تھے تو میں (کبھی) تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔" (عین ابوداؤد باب تقبیل الحجر)

ف: محبوب کے علاقہ کی چیز کو چومنے کا سبب بجز عشق کے اور کون سی مصلحت ہو سکتی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس قول سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مسلمان حجر اسود کو

معبود نہیں سمجھتے کیونکہ معبود تو وہی ہے جو نفع وضرر کا مالک ہو۔

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کی طرف رُخ کیا پھر اس پر اپنے دونوں لب (مبارک) ایسی حالت میں رکھے کہ بڑی دیر تک روتے رہے پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرؓ! اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔“ (ابن ماجہ و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی)

ف: محبوب کی نشانی کو پیار کرتے ہوئے رونا صرف عشق سے ہوسکتا ہے خوف وغیرہ سے نہیں ہوسکتا اور افعال عاشقانہ تو ارادہ سے بھی ہوسکتے ہیں مگر رونا بدون جوش کے نہیں ہوسکتا۔ پس حج کا تعلق عشق سے ہے۔ اس حدیث سے اور زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

(۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لمبی حدیث میں) فرمایا کہ جب عرفے کا دن ہوتا ہے (جس میں حاجی لوگ عرفات میں ہوتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ان لوگوں پر فخر کے ساتھ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس دور دراز راستے سے اس حالت میں آئے ہیں کہ پریشان حال ہیں اور غبار آلود بدن ہے اور دھوپ میں چل رہے ہیں، میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔“ (بیہقی و ابن خزیمہ)

ف: اس صورت کا عاشقانہ ہونا ظاہر ہے اور فخر کے ساتھ اس کا ذکر فرمانا اس عاشقانہ صورت کے پیارے ہونے کو بتلا رہا ہے۔ یہ چند حدیثیں حج میں عاشقی کی شان ہونے کی تائید میں بطور نمونے کے لکھ دی گئیں ورنہ حج کے سارے افعال کھلم کھلا اسی عاشقانہ رنگ کے ہیں۔ یعنی مزدلفہ عرفات کے پہاڑوں میں پھرنا، لبیک کہنے میں چیخنا، پکارنا، ننگے سر پھرنا، اپنی زندگی کو موت کی شکل بنالینا یعنی مردوں کا لباس پہننا، ناخن، بال تک نہ اُکھاڑنا، جوں تک نہ مارنا جس سے دیوانوں کی سی بھی صورت ہوجاتی ہے، سر نہ منڈانا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا، خاص حد کے اندر درخت نہ کاٹنا، گھاس تک نہ توڑنا جس میں کوچہ محبوب کا ادب بھی ہے۔ یہ کام عاقلوں کے ہیں یا عاشقوں کے؟ اور ان میں بعض افعال جو عورتوں کے لیے نہیں ہیں اس میں ایک خاص وجہ ہے یعنی پردے کی مصلحت اور خانہ کعبہ کے گرد گھومنا اور صفا و مروہ کے بیچ میں دوڑنا اور خاص نشانوں پر کنکر، پتھر مارنا اور حجر اسود کو بوسہ دینا اور زار و زار رونا اور خاک آلودہ دھوپ میں جلتے ہوئے عرفات میں حاضر ہونا، ان کے عاشقانہ افعال ہونے کا ذکر اوپر

حدیثوں میں آچکا ہے اور جس طرح حج میں عشق و محبت کا رنگ ہے اس کے آداب کا جس مقام سے تعلق ہے یعنی مکہ معظمہ مع اپنے تعلقات کے، اس میں بھی محبت کی شان رکھی گئی ہے جس سے حج کا وہ رنگ اور تیز ہو جائے۔ چنانچہ آیت میں ہے:

(۸) ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب آباد کرتا ہوں۔ آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجئے۔'' (سورۃ ابراہیم مختصراً)

ف: اس دُعا کا وہ اثر آنکھوں سے نظر آتا ہے جس کو ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے۔

(۹) کوئی مؤمن ایسا نہیں جس کا دل کعبہ کی محبت میں پھنسا ہوا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ دیتے کہ لوگوں کے قلوب تو یہود و نصاریٰ کی وہاں بھیڑ ہو جاتی لیکن انہوں نے اہل ایمان کو خاص کر دیا کہ کچھ لوگوں کے قلوب کہہ دیا (عین در منثور) اور حدیث میں ہے۔ چنانچہ

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے وقت مکہ معظمہ کو خطاب کر کے) فرمایا تو کیسا کچھ ستھرا شہر ہے اور میرا کیسا کچھ محبوب ہے اور اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرتی تو میں اور جگہ جا کر نہ رہتا۔'' (عین مشکوٰۃ از ترمذی)

ف: اور جب ہر مؤمن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب شہر مکہ معظمہ سے ضرور محبت ہوگی تو مکہ سے محبت دو پیغمبروں کی دعا کا اثر ہوا۔ یہ تو حج کی اور مقام کی دینی فضیلت تھی جو کہ اصلی فضیلت ہے اور بعض دنیاوی منفعتیں بھی اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہیں۔ گو حج میں ان کی نیت نہ ہونا چاہیے مگر وہ خود حاصل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آگے دو آیتوں میں اس طرف اشارہ ہے۔

(۱۱) ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے خدائے تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مقام ہے لوگوں (کی مصلحت) قائم رہنے کا سبب قرار دیا۔ الخ'' (مائدہ)

ف: مصلحت عام لفظ ہے، سو کعبہ کی دینی مصلحتیں تو ظاہر ہیں اور دنیوی مصلحتیں بعضی یہ ہیں اس کا جائے امن ہونا، وہاں پر ہر سال مجمع ہونا جس میں مالی ترقی اور قومی اتحاد بہت سہولت سے میسر ہو سکتا ہے اور اس کے بقاء تک عالم کا باقی رہنا حتیٰ کہ کفار جب اس کو منہدم کر دیں گے قریب ہی قیامت آجائے گی۔ جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (بیان القرآن بحاصلہ)

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے (حج کیلئے لوگوں کے آنے کی حکمت میں یہ) ارشاد فرمایا تا کہ اپنے

(دینی و دنیوی) فوائد کے لیے آموجود ہوں۔ (مثلاً) آخرت کے منافع یہ ہیں حج وثواب و رضائے حق اور دنیوی فوائد یہ ہیں۔قربانی کا گوشت کھانا تجارت و مثل ذالک۔ چنانچہ

(۱۳) حضرت ابن ابی حاتم نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (کذافی روح بیان القرآن) اور حج کے رنگ کی ایک دوسری عبادت اور بھی ہے یعنی عمرہ جو کہ سنت مؤکدہ ہے جس کی حقیقت حج ہی کے بعضے عاشقانہ افعال ہیں۔اسی لیے اس کا لقب حج اصغر ہے۔ چنانچہ

(۱۴) حضرت عبداللہ بن شداد اور حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (عین در منثور عن ابی شیبۃ) مگر یہ حج کے زمانے میں بھی ہوتا ہے جس سے دو عبادتیں ایک شان کی جمع ہو جاتی ہیں اور دوسرے زمانے میں بھی ہوتا ہے یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا۔آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے۔

(۱۵) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس) حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے پورا پورا ادا کرو (کہ افعال و شرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی خالص ثواب کی ہو)۔(بیان القرآن)

ف: فرض حج نہ کرنے میں کتنی سخت دھمکی ہے۔

(۱۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہیے۔'' (عین مشکوٰۃ از ابوداؤد و ترمذی)

(۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔اگر وہ دُعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت فرماتا ہے۔'' (عن مشکوٰۃ از ابن ماجہ)

(۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چلا' پھر وہ راستے ہی میں (ان کاموں کے کرنے سے پہلے) مرگیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھے گا۔'' (عین مشکوٰۃ از بیہقی) اور حج کے متعلق ایک تیسرا عمل اور بھی ہے۔یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریفہ کی زیارت جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے اور جس طرح حج میں عشق الٰہی کی شان تھی اس زیارت میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور جب حج سے عشق الٰہی میں ترقی ہوئی اور زیارت سے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جس کے دل میں اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا؟ اس شانِ عشقی کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے۔

(۲۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرے اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں میری زیارت کرے۔'' (عین مشکوٰۃ از بیہقی)

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں زیارتوں کو برابر فرمایا اور جب کسی خاص بات کی تخصیص نہیں تو ہر اثر میں برابر ہوں گی اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تو کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق قلب میں پیدا ہوتا تو وفات کے بعد زیارت کرنے کا بھی وہی اثر ہوگا اور حدیث تو اس دعوے کی تائید کے لیے لکھ دی ورنہ اس زیارت کا یہ اثر ترقی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کھلم کھلا آنکھوں سے نظر آتا ہے اور جس طرح حج کے مقام یعنی مکہ معظمہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اسی طرح اس زیارت کے مقام یعنی مدینہ منورہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے۔ چنانچہ

(۲۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لمبی حدیث) میں روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انہوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) تجھ سے مکہ کے لیے دُعا کی ہے اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے دُعا کرتا ہوں وہ بھی اور اتنی ہی اور بھی۔ الخ'' (مشکوٰۃ از مسلم)

ف: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کے لیے محبوبیت کی دعا فرمائی ہے تو مدینہ منورہ کے لیے دگنی محبوبیت کی دعا ہوگی۔

(۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسے ہم مکہ سے (محبت) کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ الخ'' (مشکوٰۃ از بخاری)

(۲۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو سواری کو تیز کر دیتے مدینہ کی محبت کے سبب۔'' (مشکوٰۃ از بخاری)

ف: محبوب کا محبوب جب محبوب ہوتا ہے تو ضرور سب مسلمانوں کو مدینے سے محبت ہوگی۔

(۲۵) حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھ کو اپنی قبر ہونا مدینہ سے زیادہ پسند ہو۔ یہ بات تین بار دہرائی۔" (مشکوٰۃ از مالک)

اس میں یہ بھی تقریر ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھی اور حج و زیارت سے محبت کا بڑھ جانا اور خود حج و زیارت کی اور ان مقاموں کی محبت ہر ایمان والے کے دل میں ہونا دلیل کا محتاج نہیں اور اس محبت کا جو اثر دین پر پڑتا ہے اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ پس اے مقدور والے مسلمانو! اس دولت کو نہ چھوڑو۔ (والروایات ماخوذة من کتب مختلفة وصرح باسمائها عند کل)

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

ذوالقعدہ کے اہم تاریخی واقعات

نمبرشمار	حادثات وواقعات	ذیقعدہ	مطابق
۱	نزول آیت حجاب وحکم پردہ	۵ھ	مارچ ۶۲۷ء
۲	غزوہ احزاب یا خندق	۵/۸ھ	۳۱ مارچ ۶۲۷ء
۳	غزوہ حدیبیہ	۱/ ۶ھ	۱۳ مارچ ۶۲۸ء
۴	وفات حضرت سعدابن خولہ العامری رضی اللہ عنہ	۶/۱ھ	۱۳/مارچ ۶۲۸ء
۵	اہل اسلام کی کفار سے نکاح کی ممانعت	۶/۱ھ	۱۳/مارچ ۶۲۸ء
۶	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمرہ عمرۃ القضا	۷ھ	۱۳ مارچ ۶۲۹ء
۷	نکاح ام المومنین حضرت میمونہ ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۷ھ	۱۳ مارچ ۶۲۹ء
۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جعرانہ میں آمد	۸/۵ھ	۲۴ فروری ۶۳۰ء
۹	وفد ہوازن کا قبول اسلام	۸/۵ھ	۲۴ فروری ۶۳۰ء
۱۰	عمرہ جعرانہ	۸/۱۸ھ	۹ مارچ ۶۳۰ء
۱۱	وفد صداء کا قبول اسلام	۸/۱۸ھ	۹ مارچ ۶۳۰ء
۱۲	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج۔حج اکبر	۹ھ	فروری ۶۳۱ء
۱۳	حجۃ الوداع کیلئے مدینہ منورہ سے روانگی	۱۰/۲۵ھ	۲۲ فروری ۶۲۲ء
۱۴	وفات حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	۱۶ھ	نومبر ۶۳۷ء
۱۵	وفات حضرت علاء ابن حضرمی	۲۱ھ	اکتوبر ۶۴۲ء
۱۶	فتح فارس وخراسان	۲۹ء	جولائی ۶۵۰ء
۱۷	وفات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۳۲ھ	جون ۶۵۳ء
۱۸	وفات حضرت خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ	۳۷ھ	اپریل ۶۵۸ء
۱۹	وفات حضرت سہل ابن الاحنف رضی اللہ عنہ	۳۸ھ	مارچ ۶۵۹ء
۲۰	یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا	۵۰ھ	نومبر ۶۷۹ء

۲۱	وفات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۷ھ	ستمبر ۶۷۷ء
۲۲	وفات حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ	۷۲ھ	مارچ ۶۹۲ء
۲۳	وفات قاضی ابوشبرمہ	۱۴۲ھ	فروری ۷۶۰ء
۲۴	وفات امام کسائی راوی قرأت	۱۸۹ھ	ستمبر ۸۰۵ء
۲۵	وفات حضرت معروف کرخیؒ	۲۰۰ھ	جون ۸۱۶ء
۲۶	وفات حضرت ذی النون مصری رحمہ اللہ	۲۴۵ھ	جنوری ۸۶۰ء
۲۷	وفات امام دارمی صاحب مسند دارمی	۲۵۵ھ	اکتوبر ۸۶۹ء
۲۸	وفات امام ابوبکر بن خزیمہ اسلمی	۳۱۱/۲ھ	فروری ۹۲۴ء
۲۹	قرامطیوں نے مکہ میں قتل عام کیا اور حجر اسود لے گئے	۳۱۷ھ	دسمبر ۹۲۹ء
۳۰	وفات امام دارقطنیؒ	۳۸۵ھ	نومبر ۹۹۵ء
۳۱	مدرسہ نظامیہ کی بغداد میں ابتداء	۴۵۹ھ	ستمبر ۱۰۶۷ء
۳۲	وفات شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	۷۲۸/۲۸ھ	ستمبر ۱۳۲۸ء
۳۳	وفات علامہ ابن قیم جوزی	۷۵۱ھ	دسمبر ۱۳۵۰ء
۳۴	وفات حضرت بہاء الدین نقشبند	۸۵۷ھ	نومبر ۱۴۵۳ء
۳۵	وفات اورنگزیب عالمگیر شاہ	۱۱۱۸/۲۸ھ	۲۱ فروری ۱۷۰۷ء
۳۶	قتل سراج الدولہ بنگال	۱۱۷۰ھ	جولائی ۱۷۵۷ء
۳۷	قتل ٹیپو سلطان شہید	۱۲۱۳ھ	۲۸ اپریل ۱۷۹۹ء
۳۸	معرکہ بالاکوٹ و شہادت سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہید	۱۲۴۶/۲۴ھ	۶ مئی ۱۸۸۱ء
۳۹	پیدائش علامہ محمد اقبال شاعر مشرق	۱۲۹۴ء	نومبر ۱۸۷۷ء
۴۰	وفات مرزا غالب دہلوی	۱۲۸۵ھ	فروری ۱۸۶۹ء
۴۱	وفات مولانا رحمت اللہ کیرانوی	۱۳۰۸ھ	جون ۱۸۹۱ء
۴۲	وفات محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری	۱۳۹۷/۳ھ	۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد۲، اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام و دیگر تاریخی کتب و رسائل)

ذوالحجہ

مع ذوالحجہ کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

خطبہ عید الاضحیٰ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ا- ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کا کوئی عمل بقرعید کے دن خدا تعالیٰ کو (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں اور بے شک خون (قربانی کا) زمین پر گرنے سے پیشتر ہی جناب الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ پس خوش کرو اس (قربانی) کے ساتھ اپنا دل۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۲- ”اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے رسول خدا! قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے (خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا اور ہم ایک بکری وغیرہ کو ذبح کرتے ہیں مگر اسی پر ہم کو ان کا پیروکار قرار دیا گیا) عرض کیا پس ہمارے لیے ان میں کیا ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے عرض کیا (بھیڑ وغیرہ کی) اُون میں کیا ملتا ہے؟ (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اون میں بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔“ (احمد و ابن ماجہ)

حدیث ۳- ”اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے وسعت پائی قربانی کرنے کی (یعنی صاحب نصاب ہو اور) پھر بھی قربانی نہیں کی پس وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے (کس قدر دھمکی ہے قربانی نہ کرنے والے کے واسطے)۔“ (عین ترغیب عن الحاکم مرفوعاً مع التصحیح و موقوفاً و لعلالشبه وهو مع ذالک مرفوع حکما)

حدیث ۴- ”اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قربانی بقرعید سے دو دن بعد تک بھی جائز ہے۔“

حدیث ۵- ”اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔“ (مالکؒ)

آیت مبارکہ: ”اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت

پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کردیا جاتا ہے تم اس بات پر اللہ کی تعریف بیان کیا کرو کہ اس نے تم کو (قربانی وغیرہ) کی توفیق دی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔"

اضافہ: (الف): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اے فاطمہؓ! اپنی قربانی کی طرف اُٹھ، پس اس کے پاس حاضر ہو کیوں کہ تیرے لیے (اس کا عوض) یہ ہے کہ اس کے خون سے جو اول قطرہ ٹپکے اس کے بدلے تیرے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاویں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ بات خاص ہم اہل بیت کے واسطے ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے؟ (عین ترغیب عن البز اروابی الشیخ)

ف: اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہو تو عورت کو بھی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے اور اگر وہاں غیر محرم ہو تو پھر پردہ ضروری ہے۔

(ب): "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قربانی کی دل کی خوشی کیساتھ طلب ثواب کیلئے وہ قربانی اسکے واسطے (دوزخ) کی آگ سے آڑ ہوگی۔" (عین ترغیب عن کبیر الطبرانی)

محترم بزرگو، دوستو، بھائیو، عزیزو! آج پورے ملک میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں قربانیاں کی جارہی ہیں۔ آج ہی کے دن حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیری تھی، خطاب اس دن سے پایا اسماعیل نے ذبیح اللہ۔ اس لیے آج قربانی کے سلسلہ میں کچھ عرض کروں گا۔

قربانی کی حقیقت

شرعی اصطلاح میں ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو گائے، بکری، اونٹ وغیرہ کا حصول رضائے الٰہی کے لیے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مَنْ عَمِلَ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ۔

(رواہ ابن ماجہ والترمذی والحاکم عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا)

"یعنی قربانی کے دن میں آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں۔"

قربانی کا عقیدہ

چونکہ قرآن پاک میں قربانی کرنے کا حکم واضح طور پر موجود ہے۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صلحاء اُمت کا عمل اس پر تواتر سے شاہد و بین ہے اس لیے ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قربانی ہر صاحب وسعت اُمتی پر واجب اور لازمی ہے بغیر اس عقیدہ کے دائرہ اسلام میں رہنا ناممکن ہے اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قربانی ضروری ہے مگر باوجود استطاعت کے اس کو نہ کرتا ہو تو اس شخص کی نجات ہو جائے گی مگر جو شخص ایسا ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قربانی اسراف مال اور بے کار فعل ہے پھر اگر چہ اس عقیدہ کے ساتھ وہ قربانی ہمیشہ کرتا رہے مگر اس خرابی عقیدہ کی بناء پر ابدالآباد تک جہنم میں رہے گا کیونکہ عقیدہ ہی وہ چیز ہے جس کی درستی ہی سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ (قربانی کی اہمیت ص۱ ص۳)

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُنَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْم عَلَيْهِ السَّلَامُ

"یعنی تمہارے (نسبتی یا روحانی) باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔" (رواہ الحاکم)

اور ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا تھا جسکی وجہ سے قربانی سنت ابراہیم ہوئی کہ آپ نے بامرالٰہی اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنیکا عزم مصمم کرلیا تھا۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ط (وَالصّٰٓفّٰت آیت نمبر ۱۰۲)

"پس جب وہ ایسی عمر کو پہنچے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟"

باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا پختہ تھا مگر پھر بھی یوں نہیں فرمایا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے تجھ کو ذبح کے لیے لایا ہوں بلکہ جو مضمون طبعاً

سخت اور خوف میں ڈالنے والا تھا کس سہل عنوان سے بیان فرمایا کہ اے بیٹے میں نے یہ خواب دیکھا ہے بولو تمہاری کیا رائے ہے؟ گویا ان سے مشورہ لیا اور تعبیر پوچھی؟ سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا عجیب اور سہل طریقہ ہے کہ مخاطب پر بالکل بوجھ نہیں ڈالتے بلکہ ان سے سوال کیا اور مقصود یہ تھا کہ اگر بچپن کی وجہ سے ذبح سے گھبرائیں تو انہیں سمجھا دیں گے مگر وہ تو انہیں کے فرزند ارجمند تھے۔

شاباش آں صدف کہ چناں پروزد گہر   آبا ازوا و مکرم و ابناء عزیز تر

فوراً بلا تامل عرض کیا: قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ٥ ’’یعنی اے ابا جان جو آپ کو حکم ہوا آپ کیجیے‘ ان شاء اللہ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے۔‘‘

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی درخواست پر ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور چھری تیز کر دی تاکہ زیادہ نہ تڑپیں۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ٥ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرَاهِيْمُ٥ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ٥ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ٥ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ٥ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ٥ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ٥ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ٥ (والصفت آیت ۱۰۳ ‘ ۱۱۱)

’’غرض جب دونوں نے تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا اور ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم علیہ السلام تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا۔ وہ وقت بھی عجیب تھا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لیے رہنے دی کہ ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں‘ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔‘‘

غرض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب ذبح ولد کا حکم ہوا تو انہوں نے فوراً ارادہ بھی مصمم کر لیا اور اس فعل ذبح کو بھی کر ڈالا کیونکہ ذبح کے معنی ہیں چھری کا گلے پر پھیرنا اور یہ فعل حضرات ابراہیم علیہ السلام سے بدرجہ اتم صادر ہوا اور مستحق اجر عظیم ہوئے۔ (سنت ابراہیم علیہ السلام ص ۱۴)

کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے چھری نہیں چلی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا پورا زور لگاتے رہے اور چھری سے خطاب بھی فرماتے رہے کہ جب میں اور میرا بیٹا حق تعالیٰ شانہ کے امر پر سر تسلیم خم کیے

ہوئے ہیں تو تو کیوں آڑے بنی ہوئی ہے۔ اس وقت چھری نے کہا کہ مجھے بھی اسی ذات باری نے حکم دیا ہے کہ بال برابر خراش نہ آنے دینا اور میں حق تعالیٰ شانہ کے حکم کے سامنے آپ کا حکم نہیں مان سکتی۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند   بامن و تو مُردہ باحق زندہ

اس پر مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت ہی عظیم قربانی دی کہ بہت سی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد بڑھاپے میں بیٹا عطا ہوا' اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے ذبح کرنے لگے۔

چنانچہ ہر صاحب حس سمجھتا ہے خصوصاً جو کسی کا باپ بن چکا ہو وہ جانتا ہے کہ باپ کو اپنی موت اور اپنی کلفت بیٹے کی موت اور کلفت سے سہل ہو جاتی ہے۔ اولاد کی حفاظت کے لیے انسان اپنی جان پر کھیل جاتا ہے اپنا قتل تو ایک ساعت کی کلفت ہے اور ذبح ولد عمر بھر کے لیے سانحہ جان کا ہے۔ (تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۳۰)

ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے سے انسان کو کس قدر محبت ہوتی ہے کہ بیٹے کے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنے لیے جو کمال انسان کو محبوب ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دوسرے کو ہو لیکن بیٹے کے لیے چاہتا ہے کہ ہر کمال میں مجھ سے بڑھ جائے۔ ان مقدمات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے اس کا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہوگا۔ (ترغیب الاضحیہ ص ۹)

قربانی کرنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبح ولد کے برابر ثواب ملے گا

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضحیہ کو سنت ابراہیم علیہ السلام فرمایا ہے حالانکہ جو عمل ابراہیم علیہ السلام نے کیا وہ اور ہے اور تضحیہ دوسرا عمل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا عمل ذبح ولد ہے اور تضحیہ ذبح حیوان پھر اضحیہ سنت ابراہیمی کیسے ہوئی تو یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم کو اضحیہ میں اسی قدر ثواب ملے جس قدر ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دو عملوں کی غایت کی اتحاد کی وجہ سے دونوں عمل کو ایک فرمایا۔ گو عمل متغایر ہوں گویا یہ فرمایا اے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جانور کے ذبح میں وہی اجر ملے گا جو ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دیکھئے کہ کس قدر فضیلت اضحیہ کی اس حدیث سے معلوم ہوئی۔

اللہ اکبر کتنا بڑا انعام ہے اور اُمت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لطف وکرم ہے۔ (ترغیب الاضحیہ ص ۶۰)

قربانی کرنا ذبح ولد کے قائم مقام ہے

قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنبہ ذبح کیا تھا تو اور بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل فعل تو ذبح ولد تھا اور دنبہ کا ذبح ان کا فعل نہ تھا بلکہ یہ تو بغیر ان کے ارادہ کے غیب سے فدیہ اسماعیل علیہ السلام بنایا گیا۔ پس "سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْم" سے وہی فعل مراد لینا چاہیے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل فعل تھا اور دنبہ بطور فدیہ کے ذبح ہوا۔ "وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ" اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ میں لفظ فدینا اس پر صراحۃً دال ہے تو حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا تھا پھر حق تعالیٰ نے دنبہ کو فدیہ ولد بنا دیا۔ پس معلوم ہوا قربانی کا جانور ذبح کرنا قائم مقام ذبح ولد کے ہے۔

(تکمیل الانعام ص ۱۸' السوال فی الشوال ص ۱۶)

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" یعنی میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں تو اس وجہ دلالت کی بناء پر جو سنت ابراہیم کے متعلق اوپر مذکور ہوئی۔ حق تعالیٰ کے ساتھ یہ گمان پختہ ہے کہ ان شاء اللہ قربانی کے جانور میں ہم کو وہی ثواب ملے گا جو ذبح ولد میں ملتا۔ اب تو کوئی اشکال نہ رہا۔ (السوال فی الشوال ص ۱۶)

قربانی شعائر اللہ میں سے ہے

شعائر وہ امور ہیں جن سے شان وشوکت اسلام کی ظاہر ہوتی ہے تو جیسے حج وسعی طواف وغیرہ شعائر میں سے ہیں ایسے ہی قربانی شعائر میں سے ہے کیونکہ ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ ان سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان میں شان تعبدی زیادہ ہے اور عقل کو ان میں دخل کم ہے اور ایسے افعال کا بجالانا جن میں عقل کو دخل نہ ہو یا کم ہو موجب اطاعت زائدہ وعلامت عبدیت کاملہ ہے اور جس قدر ہماری عبدیت کا ظہور ہوگا حق تعالیٰ شانہ کی عظمت کا انکشاف زائد ہوگا اور دوسروں پر بھی یہی شوکت اسلام ہے۔ پس "وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ" (الحج' آیت ۳۲)

(جو شخص دین خداوندی کی ان یادگاروں کا خیال رکھے گا تو ان کا یہ خیال رکھنا خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے) میں تعظیم اضحیہ کا بھی امر ہے۔ خصوصاً جب اس کے ساتھ یہ آیت متصل ہے۔ "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ" (الحج آیت نمبر ۳۶) (اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو تمہارے لیے ہم نے اللہ کے دین کی یادگار بنایا ہے، ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں) اور قربانی کی تعظیم دو طرح ہے۔ صورۃ بھی معنی بھی، معنوی تعظیم تو یہ ہے کہ اس میں اخلاص کا اہتمام کیا جائے اور تعظیم صوری یہ ہے، کہ قربانی کا جانور بہت اچھا اور عمدہ ہو اسی لیے بعض مفسرین نے "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ" کی تفسیر حدیث "سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ" (یعنی اپنی قربانی میں جانور فربہ کیا کرو) سے کی ہے کہ تعظیم شعائر اللہ یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کر کے ذبح کیا جائے لیکن یہ مطلب نہیں کہ تعظیم شعائر اللہ کا اسی میں انحصار ہے۔ (السوال فی الشوال ص ۵)

قربانی میں ایسی گائے تو پیش کرے جیسی حاکم ضلع کے لیے پیش کیا کرتے ہیں۔ ایسی گائے (یا قربانی کا جانور) اپنی جان کا عوض ہو سکتی ہے۔ غرض قربانی کا جانور کم از کم ایسا تو ہو جس کے ذبح کرنے سے دل پر چوٹ لگے یعنی پال پوس کر قربانی کے لیے تیار کیا ہو۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ایک مرتبہ قربانی کے لیے گائے پالی تھی جس کو سال بھر تک دانہ کھلایا اور عصر کے بعد اپنے ساتھ جنگل لے جاتے اور خوب دوڑاتے تا کہ بدن خوب کھلے اور فربہ ہو اور بقر عید کے دن جب اسے ذبح کیا تو مولانا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ مسلمانوں کی رحم دلی کی مثال ہے۔ شاید کسی کو اس سے یہ شبہ ہو کہ جب ذبح سے رنج ہوا تو ثواب کم ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ رنج کی دو قسمیں ہیں ایک رنج طبعی جیسے اولاد وغیرہ کے مرنے پر جو طبعی رنج ہوتا ہے اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ ہاں عقلی رنج بے شک ثواب کو کم کرتا ہے مگر وہ عشاق میں نہیں ہوتا۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(السوال فی الشوال ص ۲۰)

قربانی خلاف رحم نہیں

اللہ تعالیٰ نے جب جانور بنائے اور ان کے حقوق ثابت کیے اور پھر بھی قربانی کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ قربانی خلاف رحم نہیں اور غالب خاصیت عادۃً رحم کی یہی ہے کہ اگر کوئی عارض قوی نہ ہو تو تکلیف سے بچاتے ہیں تو اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ بظن غالب جانوروں کو ذبح

ہوتے ہوئے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنا زعم کیا جاتا ہے یعنی طبعی موت سے کم ہوتی ہے اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اتنی کم ہوتی ہو کہ مثل نہ ہونے کے ہو کیونکہ عاشق کے لیے بڑی خوش نصیبی ہے کہ محبوب کے سامنے گردن جھکائے اور اس کے نام پر قربان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے محبت ہر چیز کو ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ محبوبان خدا سے ہر شے کو محبت ہوتی ہے ان مقدمات پر نظر کر کے تو یہ کہا جائے گا کہ ذبح کے وقت قربانی کے جانور کا یہ حال ہوگا:

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے — کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

جس وقت جانور کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح ہوتا ہوں تو خوشی میں مست ہو جاتا ہے یہی نکتہ ہے اس میں کہ بسم اللہ' اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے کہ اس سے جانور مست ہو جاتا ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ (سنت ابراہیم ص ۲۲)

قربانی کی اصل روح نذر الی اللہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کا خون بہانا ارشاد فرمایا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی اصل روح نذر الی اللہ ہے کیونکہ اس میں کھانے تک کا بھی ذکر نہیں اس سے ان ملحدوں کا منہ بند کر دیا گیا کہ اس قدر جانوروں کے ذبح میں فضول رقم ضائع کی جاتی ہے یہ رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص بادشاہ وقت کے سامنے دس لاکھ روپے نذرانہ پیش کرے تو وہاں کوئی نہیں کہتا کہ یہ رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرے۔ افسوس! خدا کے سامنے کوئی نذر پیش کرے تو اس کی رقم کو فضول ضائع کہا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج کل مسلمانوں میں عقل کی کمی ہے اس لیے وہ شریعت کے احکام پر اشکال کرتے ہیں تو اس کا بڑا سبب خدا تعالیٰ سے تعلق کی کمی ہے اگر ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا تو ان کی عقلیں درست ہو جاتیں۔ ان لوگوں کو رقم ضائع کرنے کا شبہ اس سے ہوا کہ انہوں نے قربانی کی غرض گوشت کھانا سمجھا حالانکہ اس کی یہ غرض نہیں بلکہ اس کی غایت خدا تعالیٰ کے نام پر جان فدا کرنا ہے کیونکہ قربانی کی روح نذر ہے اگر کوئی شخص ایک ہزار بکرے بھی ذبح کرے تو شریعت اس کو منع نہیں کرتی۔ (السوال فی الشوال ص ۲۶۲۵)

قربانی کی صورت اور اس کی روح

قربانی کی ایک تو صورت یہ ہے یعنی اراقت دم (خون بہانا) گوشت خیرات کرنے کا نام قربانی نہیں گوشت تو تم چاہے سارا کھالو ذرا سا بھی خیرات نہ کرو تو بھی قربانی میں کچھ نقص نہیں

آتا۔ یہ اس کا ظاہر ہے اور اس کی روح اور باطن وہ مجاہدہ اور نفس کشی ہے کیونکہ یہ شخص مال خرچ کر کے جانور خریدتا ہے اور نفس کو اپنی چیز کا ہلاک کرنا گراں ہے تو یہ اپنے نفس کے داعیہ کو دباتا ہے اور اس کے محبوب کو فنا کر کے اس پر زخم لگاتا ہے۔ یہی مجاہدہ ہے اور اس درجہ نام اصطلاح میں فنا ہے۔ اس کے آگے ایک اور درجہ ہے وہ یہ کہ قربانی سے مقصود رضائے حق ہے یہ شخص اپنے مال کو فنا کر کے رضائے حق کا طالب ہے ثواب کا قصد کرتا ہے اس کا نام اصطلاح میں بقاء ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے نفس میں جو اضمحلال ہوا اور زخم لگا تھا وہ حصول ثواب اور تصور رضائے حق سے مندمل ہوجاتا ہے۔ قربانی کرتے ہوئے جو قلب کو صدمہ اور کلفت ہوئی تھی وہ اب مبدل بسرور و راحت ہوجاتی ہے۔ پس یہ حالت اس حالت کے مقابلہ میں بقاء کے مشابہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قربانی کی فنا و بقاء ہے۔ (العمرۃ بذبح البقرہ ص ۱۸۴) قربانی کی حقیقت اور روح فناء نفس ہے جس کے معنی ہیں نفس کی مخالفت کرنا کیونکہ فناء نفس زہر کھالینے کا نام تو نہیں۔ (سنت ابراہیم ص ۱۸۵)

قربانی ایک عجیب وغریب مالی عبادت

قربانی کے جانور خریدنے کے لیے رقم خرچ کرنا پڑتی ہے اس لیے یہ مالی عبادت ہوئی اگر انسان سوچے تو یوں حقیقت ہے کہ مال جانور سب حق تعالیٰ نے ہی اپنے فضل وکرم سے ہمیں عطا فرمائے ہیں اگر ان کے حکم پر ہم نے قربان کر دیئے تو کیا کمال کیا۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

مگر ان کا یہ بے پایاں لطف وکرم ہے کہ ان کی قربانی پر بے انتہا ثواب عظیم عطا فرماتے ہیں۔

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح کرے اور وہی لے ثواب الٹا

انفاقات مالیہ جس قدر ہیں جب تک ملک سے علیحدہ نہ کرو، اس وقت تک ادا نہیں ہوتے اور ثواب نہیں ملتا لیکن قربانی کے گوشت کی ایک بوٹی بھی کسی کو نہ دو، سب ہی خود کھالو تب بھی کچھ فرق نہیں آتا۔ یہ عجیب انفاق مالی ہے کہ وہ شئی تمہارے ہی پاس رہے اور پھر عبادت ادا ہوگئی۔ اس سے ایک اور لطیفہ ذہن میں آیا کہ اور انفاقیات مالیہ میں تو چونکہ مال ملک سے نکلتا ہے اور نفس کو معلوم ہوتا ہے کہ تیرے پاس سے یہ شے جائے گی اس لیے ممکن ہے کہ نفس حیلہ کرے اور اس عبادت سے محروم رہے لیکن قربانی میں نفس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذبح ہوکر وہ جانور میرے ہی ملک رہے گا اور میں ہی اس سے منتفع ہوں گا تو اس کے ادا کرنے

میں حیلے بہانے نہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو یہ عمل بہت ہی محبوب و مرغوب ہے کہ اس کے اندر اس قدر سہولتیں رکھی ہیں۔ (الضحایا ص ۳۲)

قربانی کا آخرت میں ایک عظیم ثمرہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ”اپنی قربانیوں کو (کھلا پلا کر) خوب قوی کیا کرو کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی (کنز العمال عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عالموں نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جائیں گی اور اگر کئی جانور قربان کیے ہوں تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جائے گی یا ایک ایک منزل میں ایک ایک جانور پر سواری کریں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا آسان ہوگا گویا کہ خود ان پر سوار ہو کر پار ہوگئے۔ (حیات المسلمین) ایک شخص تھے کہ ایام قربانی میں جانور ذبح نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی قیمت خیرات کر دیا کرتے تھے۔ ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ میدان قیامت برپا ہے اور پل صراط قائم ہے اور دوسرے کنارے پر جنت ہے۔ بہت لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر پل صراط کو طے کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہوتے اور یہ شخص حیران اور پریشان کھڑا ہے کہ میں کس طرح گزروں نہ میرے پاس سواری ہے اور نہ کوئی حیلہ اور یہ شخص بھی سوچ رہا تھا کہ یہ سواریاں لوگوں کے پاس کہاں سے آتی ہیں اور کون دیتا ہے اچانک آواز آئی کہ یہ سواریاں ان لوگوں کی ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے لیے تیار کی تھیں یعنی یہ سواریاں قربانی کے جانور ہیں چونکہ تم قربانی نہیں کرتے ہو لہٰذا تم سواری سے محروم ہو۔ جب آنکھ کھلی بہت متاثر ہوئے اور قربانی نہ کرنے سے توبہ کی اور قربانی کرنے لگے۔ (سنت ابراہیم ص ۲۶،۲۵)

قربانی صاحب وسعت مسلمان پر دنیا کے ہر مقام پر واجب ہے

بعض لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ میں حجاج کے لیے ضروری ہے۔ دوسری جگہ پر اس کی ضرورت نہیں۔ جواباً تحریر ہے کہ ہجرت کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس مدینہ میں رہے اور دسوں سال قربانی کرتے رہے۔ (رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ) نیز حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام عرفات ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِىْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَةٌ. (ترمذی ج ۱ ص ۲۷۹)

”اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ضروری ہے۔“

قربانی کا وجوب

قربانی ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو یہ مال خواہ سونا، چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد وغیرہ قربانی کے معاملہ میں اس پر سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ مالیت مذکورہ کا مالک ایام قربانی میں بن گیا تو اس پر قربانی واجب ہو گی۔

قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا (رواہ الحاکم عن ابی ہریرہ)

"یعنی جو شخص قربانی کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔"

ف: اس سے کس قدر ناراضگی ٹپکتی ہے کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سہار سکتا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　گرچہ حلقوم از عبداللہ بود

اور یہ ناراضی اسی سے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو اور جس کو گنجائش نہ ہو اس کے لیے نہیں۔ (حیات المسلمین)

قربانی میں اطاعت مقصودہ اراقہ دم ہے

قربانی میں طاعت مقصودہ اراقہ دم ہے یا مساکین کو کھلانا، سو یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کر کے سارا گوشت خود کھا جائے تب بھی اس کو پورا ثواب ملے گا اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اراقہ دم (یعنی خون بہانا) ہے۔ (قطع التمنیٰ ص ۱۴)

اب دعائے توفیق عمل کے ساتھ نماز عید کی نیت سن لیجئے۔ دو رکعت نماز عیدالاضحیٰ واجب مع زائد چھ تکبیریں واجبہ کے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر تین تکبیریں کہی جائیں گی۔ پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ امام جہر سے قرأت کرے گا اسے غور سے سنیں۔ دوسری رکعت میں بھی پہلے قرأت کرے گا اسے بغور سنیں۔ پہلی تین تکبیروں کے بعد دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر اسے چھوڑ دیں۔ چوتھی تکبیر

کے بعد رکوع میں جائیں۔ سلام کے بعد دو خطبے پڑھے جائیں گے۔ ان کا سننا واجب ہے پھر دعا مانگنے کے بعد گھروں کو جائیں کیونکہ اجتماعات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

احکام قربانی

ہر مرد و عورت مسلمان مقیم جس کے پاس بقدر نصاب چاندی یا سونا یا اتنی ہی مالیت کا اسباب ضروری روزمرہ کی حاجت سے زائد ہو اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے، اونٹ، بکرا، دُنبہ، بھیڑ، گائے، بھینس نر ہو یا مادہ سب درست ہے۔ گائے بھینس دو برس سے کم نہ ہو اور بکری ایک برس سے کم کی نہ ہو اور دُنبہ چھ مہینہ کا بھی درست ہے جبکہ خوب فربہ ہو اور سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ اونٹ، گائے، بھینس میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں مگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، جانور قربانی کا بے عیب ہو، لنگڑا، اندھا، کانا اور بہت لاغر اور کوئی عضو تہائی سے زائد کٹا نہ ہو، خصّی (یعنی بدھیا کی) اور جس کے سینگ نکلے ہی نہ ہوں قربانی درست ہے اور پوپلی جس کے دانت نہ رہے ہوں اور بوچی جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں۔ دسویں تاریخ بعد نماز عید سے بارہویں کی غروب سے پہلے پہلے وقت ہے اور دیہاتی کوردہ کے باشندوں کو جائز ہے کہ قبل نماز عید ذبح کر لیں، بعد اس کے نماز کے لیے جائیں، اگر قربانی شرکت میں کریں تو محض اندازے سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں، تول کر پورا، پورا بانٹیں، کسی طرف ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہاں جس حصے میں کلے پائے بھی ہوں، اس میں کمی چاہے جتنی ہو جائز ہے، بہتر ہے کہ کم تہائی گوشت خیرات کرے قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی رسی جھول سب تصدق کر دینا افضل ہے، کھال کا بیچنا اپنے خرچ میں لانے کے لیے درست نہیں، ہاں اگر قیمت خیرات کرنے کے لیے بیچے تو خیر، قربانی کے ذبح کے وقت دعا پڑھنا ایسا ضروری نہیں کہ بدون اس کے قربانی ہی نہ ہو جس کو یاد نہ ہو۔ بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر لے۔

اور بھیڑ میں اختلاف ہے کہ بکری کے حکم میں ہے یا دُنبہ کے ۱۲

اور مستحب ہے کہ ذبح سے پہلے یہ آیتیں پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ o اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے پھر بعد ذبح یہ کہے: اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ ...... اس جگہ جس کی طرف قربانی کی جائے اسکا نام لے۔ (عین کنز العمال الاضاحی من کتاب الحج عن علیؓ روایۃ ابی الدنیا (۱۲۸۷۳۴۷۲) (منہ)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

دوسرا خطبہ

احکام ذوالحجہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی دن عشرہ ذی الحجہ کے سوا ایسا نہیں کہ ان میں عبادت کرنا خدائے تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو۔ ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ (دسویں کو روزہ رکھنا حرام ہے پس یہ فضیلت نو دنوں کے لیے ہے) اور ان کی ہر رات کا جاگنا شب قدر کے برابر ہے۔'' (ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۲- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اُمید کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سے کہ عرفہ کا روزہ کفارہ ہو جاتا ہے' ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا۔'' (مسلم)

حدیث ۳- ''اور روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکبیر پڑھا کرتے تھے عرفہ کی فجر سے یوم نحر کی عصر تک (ہر نماز کے بعد با آواز بلند) فرمایا کرتے تھے۔ **اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ**'' اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے اخیر دن (یعنی تیرہویں) کی عصر تک (ہر نماز کے بعد) تکبیر پڑھا کرتے تھے۔'' (ہر دو عین ترغیب عن ابی بکر بن ابی شیبہ مع تصحیح السندین)

ف: چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے اس واسطے حنفیہ کا عمل اسی پر ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد کی نفی نہیں کی۔ لہٰذا ان کے خلاف بھی نہیں ہوا۔

آیت مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور طاق کی اور جفت کی۔''

ف: درِ منثور میں متعدد سندوں سے روایت درج کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس آیت میں لیال عشر سے عشرہ ذی الحجہ مراد ہے اور وتر (طاق) سے عرفہ کا

دن اور شفع (جفت) سے قربانی کا دن (یعنی دسویں تاریخ) مراد ہے اور عیدین کی رات میں شب بیداری کی روایت رمضان کے اخیر خطبہ میں گزرچکی ہے۔ (واللہ اعلم)

اضافہ: (الف): و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

(ب): و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (عین ترغیب عن ابی یعلی)

(ج): و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ نہ کوئی دن اللہ کے نزدیک افضل ہے اس عشرہ (ذی الحجہ) سے اور نہ کسی میں عمل کرنا، ان میں عمل کرنے سے افضل ہے۔ پس (خصوصیت سے) کثرت رکھو ان میں۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کی کیونکہ یہ تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔ (عین الدر المنثور عن البیہقی)

آج خطبہ جمعہ میں احکام ماہ ذوالحجہ بیان کرنا ہے اس ماہ کی دس ذوالحجہ کو تمام عالم اسلام میں عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ ہر صاحب نصاب مسلمان پر اس دن یا اس کے بعد گیارہ، بارہ ذوالحجہ قربانی کرنا واجب ہے اس لیے پہلے میں قربانی کے فضائل کا بیان شروع کرتا ہوں تا کہ آپ حضرات ابھی سے قربانی کی تیاری یا جانور وغیرہ خریدنا شروع کر دیں۔ یہ اس ماہ مبارک کا اہم فریضہ ہے۔

قربانی کرنا جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی کرنا واجب ہے اور جس پر قربانی واجب نہ ہو، اگر وہ بھی کرے یا اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی کرے تو اس کو بھی بہت ثواب ملتا ہے اور اگر کسی مرے ہوئے کی طرف سے کرے تو اس مرے ہوئے کو بھی بہت ثواب ملتا ہے۔ اب اس کے متعلق آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

آیات

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر (یعنی گائے، اونٹ، بکری، بھیڑ پر) اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے (اور یہ وہ جانور ہیں جن کا ذکر دوسری آیت میں مع ان کے کھانے کے حلال ہونے کے اس طرح آیا ہے کہ) آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم، یعنی نر و مادہ اور بھیڑ میں دنبہ بھی آ گیا اور بکری میں وہی دو قسم اور اونٹ میں وہی دو قسم اور گائے میں وہی دو قسم اور گائے میں بھینس بھی آ گئی (سورہ انعام) (پھر ارشاد ہے) اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ

(کے دین) کی یادگار بنایا ہے (کہ ان کی قربانی سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور دین کی رفعت ظاہر ہوتی ہے اور اس حکمت کے علاوہ) ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں۔ (مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھلانا اور اخروی فائدہ ثواب) پھر ارشاد فرمایا: اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ (اور اخلاص) پہنچتا ہے۔ (پھر ارشاد ہوتا ہے) ● با اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ (حج)

ف: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ قربانی پہلی اُمتوں پر بھی تھی۔

ف: (۲) اگرچہ بکری بھیڑ بھی قربانی کے جانور ہیں اور اس لیے وہ بھی دین کی یادگار ہیں مگر آیت میں خاص اونٹ اور گائے کا ذکر فرمانا اس لیے ہے کہ ان کی قربانی بھیڑ بکری کی قربانی سے افضل ہے اور اگر پوری گائے یا اونٹ نہ ہو بلکہ اس کا ساتواں حصہ قربانی میں لے لے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ ساتواں حصہ اور پوری بکری یا بھیڑ قیمت اور گوشت کی مقدار میں برابر ہوں تو جس کا گوشت عمدہ ہو وہی افضل ہے اور اگر قیمت اور گوشت میں برابر نہ ہوں تو جو زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (شامی از تاتارخانیہ)

ف: (۳) قربانی میں اخلاص یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ کے لیے اور اس سے ثواب لینے کے لیے کرے۔ (۲) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ (کوثر)

ف: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے جب آپ کو اس کی تاکید ہے تو ہم کو کیسے معاف ہوگی جیسے اس کے ساتھ کی چیز ہے یعنی نماز کہ اُمت پر بھی فرض ہے۔

احادیث

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن میں آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن مع اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور کھروں کے حاضر ہوگا (یعنی ان سب چیزوں کے بدلے ثواب ملے گا) اور (قربانی کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ سو تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو۔ زیادہ داموں کے خرچ ہو جانے پر جی برا مت کرو۔ (ابن ماجہ و ترمذی و حاکم)

(۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے (نسبی یا روحانی) باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو اس میں کیا ملتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر اون (والا جانور) ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اون کے بدلے بھی ایک نیکی۔ (حاکم)

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؓ اُٹھ اور (ذبح کے وقت) اپنی قربانی کے پاس موجود رہ کیونکہ پہلا قطرہ جو قربانی کا زمین پر گرتا ہے اس کے ساتھ ہی تیرے لیے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی (اور) یاد رکھ کہ (قیامت کے دن) اس (قربانی) کا خون اور گوشت لایا جائے گا اور تیری میزان (عمل) میں ستر حصے بڑھا کر رکھ دیا جائے گا (اور ان سب کے بدلے نیکیاں دی جاویں گی)۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ (ثواب مذکور) کیا خاص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے؟ کیونکہ وہ اس کے لائق بھی ہیں کہ کسی چیز کے ساتھ خاص کیے جائیں یا آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مسلمانوں کے لیے بھی عام طور ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے (ایک طرح سے) خاص بھی ہے اور سب مسلمانوں کے لیے عام طور بھی ہے۔ (اصبہانی)

ف: ایک طرح سے خاص ہونے کا مطلب ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے فرمایا ہے کہ نیک کام کا ثواب بھی اوروں سے دونا ہے اور گناہ کا عذاب بھی دونا ہے۔ سو قرآن مجید سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے لیے اور اس حدیث سے آپ کی اولاد کے لیے بھی یہ قانون ثابت ہوتا ہے اور اس کی بناء پر زیادہ بزرگی ہے۔

(۶) حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو (اور) اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو، وہ قربانی اس شخص کے لیے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی کبیر)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے۔ (حاکم)

ف: اس سے کس قدر ناراضی ٹپکتی ہے' کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی سہار کرسکتا ہے؟ اور یہ ناراضی اسی سے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو اور جس کو گنجائش نہ ہو اس کے لیے نہیں۔ یہ حدیثیں ترغیب میں ہیں۔

(۸) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں اپنی بیبیوں کی طرف سے ایک گائے کی قربانی کی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (مسلم)

ف: یہ ضرور نہیں کہ ایک گائے سب بیبیوں کی طرف سے کی ہو بلکہ ممکن ہے کہ سات کے اندر کی ہو اور اونٹ بکری کثرت سے ملتے ہوئے گائے کی قربانی فرمانا' اگر اتفاقی طور پر نہ سمجھا جائے تو ممکن ہے کہ یہود جو بچھڑے کو پوجا کرتے تھے اس شرک کے مٹانے کے لیے آپ نے اس کا اہتمام فرمایا ہو اور بعض روایتوں میں جو گائے کے گوشت کا مرض (یعنی مضر) ہونا آیا ہے وہ شرعی حکم نہیں ہے بطور پرہیز کے ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھجور کھانے سے ممانعت فرمائی۔ چنانچہ حلیمی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حجاز خشک ملک ہے اور گائے کا گوشت بھی خشک ہے۔ (مقاصد حسنة فی علیکم وفی لحوم البقر) اور مقاصد والے نے کہا ہے کہ گویا حجاز والوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ معنی پسند کیے گئے ہیں یعنی سب علماء نے اس کو پسند کیا ہے۔

(۹) حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دو دنبے قربانی کیے اور فرمایا ان میں ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ میں نے ان سے (اس کے متعلق) گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر بڑا حق ہے اگر ہم ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ایک حصہ کر دیا کریں تو کوئی بڑی بات نہیں۔

(۱۰) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دنبہ کی اپنی طرف سے قربانی کی اور) دوسرے دنبہ کے ذبح میں فرمایا کہ یہ (قربانی) اس کی طرف سے ہے جو میری اُمت میں سے مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی

(موصلی وکبیر واوسط) یہ حدیثیں جمع الفوائد میں ہیں۔

ف: (۱) مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کو ثواب میں شامل کرنا تھا' نہ یہ کہ قربانی سب کی طرف سے اسی طرح ہوگئی کہ اب کسی کے ذمے قربانی نہیں رہی۔

ف: (۲) غور کرنے کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی میں اُمت کو یاد رکھا تو افسوس ہے کہ اُمتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہ رکھیں اور ایک حصہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ کریں۔

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو۔ (یعنی کھلا پلا کر) کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔ (کنز العمال عن ابی ہریرۃؓ)

ف: عالموں نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جائیں گے اور اگر کئی جانور قربانی کیے ہوں یا تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جاوے گی اور یا ایک ایک منزل میں ایک ایک جانور پر سواری کریں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا ایسا آسان ہو جائے گا جیسے گویا خود ان پر سوار ہو کر پار ہو گئے اور کنز العمال میں ایک حدیث اس مضمون کی یہ ہے کہ سب سے افضل قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجے کی ہو اور خوب موٹی ہو (حم ک عن جل) اور ایک حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پیاری قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجے کی ہو اور خوب موٹی ہو۔ (ھق عن رجل) (والضعف غیر مضر فی الفضائل لاسیما بعد انجبارہ بتعدد الطرق)

تیسرا خطبہ

قربانی، حج اور عشرہ ذی الحجہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم اما بعد!

عبادات میں ترتیب

ذی الحجہ کے یہ دس دن جو یکم ذی الحجہ سے ۱۰ رذی الحجہ تک ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایک عجیب خصوصیت اور فضیلت بخشی ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فضیلت کا یہ سلسلہ رمضان المبارک سے شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادتوں کے درمیان عجیب وغریب ترتیب رکھی ہے کہ سب سے پہلے رمضان لائے اور اس میں روزے فرض فرمادیئے اور پھر رمضان المبارک ختم ہونے پر فوراً اگلے دن سے حج کی عبادت کی تمہید شروع ہوگئی۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج کے تین مہینے ہیں، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ۔ اگر چہ حج کے مخصوص ارکان تو ذی الحجہ ہی میں ادا ہوتے ہیں لیکن حج کے لیے احرام باندھنا شوال سے جائز اور مستحب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حج کو جانا چاہے تو اس کے لیے شوال کی پہلی تاریخ سے حج کا احرام باندھ کر نکلنا جائز ہے اس تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ پہلے زمانے میں حج پر جانے کے لیے کافی وقت لگتا تھا اور بعض اوقات دو دو تین تین مہینے وہاں پہنچنے میں لگ جاتے ہیں اس لیے شوال کا مہینہ آتے ہی لوگ سفر کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔ گویا کہ روزے کی عبادت ختم ہوتے ہی حج کی عبادت شروع ہوگئی اور پھر حج کی عبادت اس پہلے عشرہ میں انجام پا جاتی ہے اس لیے کہ حج کا سب سے بڑا رکن جو ''وقوف عرفہ'' ہے (جو ان شاء اللہ آج ہو رہا ہوگا) ۹ ذی الحجہ کو انجام پا جاتا ہے۔

''قربانی'' شکر کا نذرانہ ہے

اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے پورے کرنے کی اور حج کے ارکان

پورے کرنے کی توفیق عطا فرمادی اور یہ دو عظیم الشان عبادتیں تکمیل کو پہنچ گئیں۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ضروری دیا کہ مسلمان ان عبادتوں کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا نذرانہ پیش کریں جس کا نام "قربانی" ہے۔ لہٰذا ۱۰۔۱۱۔۱۲ تاریخ کو اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہمیں یہ دو عظیم عبادتیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کو اس وقت رکھا جب روزے کی عبادت کی تکمیل ہو رہی تھی اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت رکھا جب حج کی عظیم الشان عبادت کی تکمیل ہو رہی ہے لیکن اس میں حکم یہ دیا کہ عید الفطر میں خوشی کا آغاز صدقۃ الفطر سے کرو اور عید الاضحیٰ کے موقع پر خوشی کا آغاز اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی پیش کر کے کرو۔

دس راتوں کی قسم

چونکہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا ہے اور عشرہ ذی الحجہ کا آغاز ہے۔ اس لیے خیال ہوا کہ کچھ باتیں اس عشرہ ذی الحجہ کے متعلق عرض کر دی جائیں۔ یہ عشرہ جو یکم ذی الحجہ سے شروع ہوا اور دس ذی الحجہ پر جس کی انتہا ہوگی۔ یہ سال کے بارہ مہینوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور پارہ عم میں یہ جو سورۃ فجر کی ابتدائی آیات ہیں "وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ" اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ کو کسی بات کا یقین دلانے کے لیے قسم کھانے کی ضرورت نہیں لیکن کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کا قسم کھانا اس چیز کی عزت اور حرمت پر دلالت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ فجر میں جن راتوں کی قسم کھائی ہے اس کے بارے میں مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں اس سے ان دس راتوں کی عزت، عظمت اور حرمت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

دس ایام کی فضیلت

اور خود نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ارشاد میں واضح طور پر ان دس ایام کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کے اعمال کسی دوسرے دن میں اتنے محبوب نہیں ہیں جتنے ان دس دنوں میں محبوب ہیں خواہ وہ عبادت نفلی نماز ہو، ذکر یا تسبیح ہو یا صدقہ خیرات ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق،

حدیث نمبر ۹۶۹) اور ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص ان ایام میں سے ایک دن روزہ رکھے تو ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ یعنی ایک روزے کا ثواب بڑھا کر ایک سال کے روزوں کے ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے اور فرمایا کہ ان دس راتوں میں ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے یعنی اگر ان راتوں میں سے کسی بھی ایک رات میں عبادت کی توفیق ہوگئی تو گویا اس کو لیلۃ القدر میں عبادت کی توفیق ہوگئی۔ اس عشرہ ذی الحجہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا بڑا درجہ عطا فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر، حدیث نمبر ۷۵۸)

ان ایام کی دو خاص عبادتیں

اور ان ایام کی اس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ عبادتیں جو سال بھر کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتیں ان کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے کو منتخب فرمایا ہے۔ مثلاً حج ایک ایسی عبادت ہے جو ان ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتی۔ دوسری عبادتوں کا یہ حال ہے کہ انسان فرائض کے علاوہ جب چاہے نفلی عبادت کرسکتا ہے۔ مثلاً نماز پانچ وقت کی فرض ہے لیکن ان کے علاوہ جب چاہے نفلی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رمضان میں روزہ فرض ہے لیکن نفلی روزہ جب چاہے رکھیں، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے لیکن نفلی صدقہ جب چاہے ادا کردے لیکن دو عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر فرمادیا ہے۔ ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر ان عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوگی۔ ان میں سے ایک عبادت حج ہے، حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جا کر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا وغیرہ یہ ارکان واعمال ایسے ہیں کہ اگر انہی ایام میں انجام دیا جائے تو عبادت ہے اور دنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دوسرے ایام میں کوئی شخص جا کر ان کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان ہی ایام کو مقرر فرمادیا کہ اگر بیت اللہ کا حج ان ایام میں انجام دو گے تو عبادت ہوگی اور اس پر ثواب ملے گا۔

دوسری عبادت قربانی ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن یعنی دس

گیارہ اور بارہ تاریخ مقرر فرما دیئے ہیں۔ ان ایام کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ البتہ اگر کوئی شخص صدقہ کرنا چاہے تو بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کرسکتا ہے لیکن یہ قربانی کی عبادت ان تین دنوں کے سوا کسی اور دن میں انجام نہیں پا سکتی۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانے کو یہ اختیار بخشا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام نے ان احادیث کی روشنی میں یہ لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے ایام عشرہ ذی الحجہ کے ایام ہیں۔ ان میں عبادتوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ایام میں اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرماتے ہیں لیکن کچھ اور اعمال خاص طور پر ان ایام میں مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بال اور ناخن نہ کاٹنے کا حکم

ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو حکم سب سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہو جاتا ہے وہ ایک عجیب وغریب حکم ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو قربانی کرنی ہو تو جس وقت وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اس کے بعد اس کے لیے بال کاٹنا اور ناخن کاٹنا درست نہیں چونکہ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اس واسطے اس عمل کو مستحب قرار دیا گیا ہے کہ آدمی اپنے ناخن اور بال اس وقت تک نہ کاٹے جب تک قربانی نہ کر لے۔ (ابن ماجہ کتاب الاضاحی، باب من اراد ان یضحی فلایا خذفی العشر من شعرہ و اظفارہ حدیث نمبر ۳۱۸۷)

ان کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت اختیار کرلو

بظاہر یہ حکم بڑا عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ چاند دیکھ کر بال اور ناخن کاٹنے سے منع کر دیا گیا ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے حج کی عظیم الشان عبادت مقرر فرمائی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد الحمدللہ اس وقت اس عبادت سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے۔ اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر ایک ایسا مقناطیس لگا ہوا ہے جو چاروں طرف سے فرزندانِ توحید کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے ہر لمحے ہزاروں افراد اطراف عالم سے وہاں پہنچ رہے ہیں اور بیت اللہ کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کی یہ سعادت بخشی ہے۔ ان حضرات کے لیے یہ حکم ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کی طرف جائیں تو وہ بیت اللہ کی وردی یعنی احرام پہن کر جائیں اور پھر احرام کے اندر شریعت نے

بہت سی پابندیاں عائد کردیں۔ مثلاً یہ کہ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتے، خوشبو نہیں لگا سکتے، منہ نہیں ڈھانپ سکتے وغیرہ ان میں سے ایک پابندی یہ ہے کہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتے۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اور ان لوگوں پر جو بیت اللہ کے پاس حاضر نہیں اور حج بیت اللہ کی عبادت میں شریک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کو متوجہ فرمانے اور ان کی رحمت کا مورد بنانے کے لیے یہ فرمادیا کہ ان حجاج بیت اللہ کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت اختیار کرلو۔ تھوڑی سی ان کی شباہت اپنے اندر پیدا کرلو اور جس طرح وہ بال نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو جس طرح وہ ناخن نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ یہ ان اللہ کے بندوں کے ساتھ شباہت پیدا کردی جو اس وقت حج بیت اللہ کی عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔

تھوڑے سے دھیان اور توجہ کی ضرورت ہے

ہمارے حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس بناء پر محروم فرمادیں گے کہ ایک شخص کے پاس جانے کے لیے پیسے نہیں ہیں؟ کیا اس واسطے اس کو عرفات کی رحمتوں سے محروم فرمادیں گے کہ اس کو حالات نے جانے کی اجازت نہیں دی اور اس واسطے وہ نہیں جاسکا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو بھی اس رحمت میں شامل فرمانا چاہتے ہیں۔ البتہ تھوڑی سی توجہ اور دھیان کی بات ہے۔ بس تھوڑی سے فکر اور توجہ کرلو کہ میں تھوڑی سے شباہت پیدا کررہا ہوں اور اپنی صورت تھوڑی سی اس جیسی بنارہا ہوں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس رحمت میں شامل فرمادیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یوم عرفہ کا روزہ

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ ایام اتنی فضیلت والے ہیں کہ ان ایام میں ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ایک مسلمان جتنا بھی ان ایام میں نیک اعمال اور عبادات کرسکتا ہے وہ ضرور کرے اور نو ذی الحجہ کا دن عرفہ کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کے لیے حج کا عظیم الشان رکن یعنی وقوف عرفہ تجویز فرمایا اور ہمارے لیے خاص اس نویں تاریخ کو نفلی روزہ مقرر فرمایا اور اس روزے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن جو شخص روزہ رکھے تو مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات

سے یہ امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفہ، حدیث نمبر ۱۷۳۴)

صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ بعض لوگ جو دین کا کما حقہ علم نہیں رکھتے تو اس قسم کی جو حدیثیں آتی ہیں کہ ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہو گئے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہو گئے اس سے ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک سال پہلے کے گناہ تو معاف کر ہی دیئے اور ایک سال آئندہ کے بھی گناہ معاف فرما دیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سال بھر کے لیے چھٹی ہو گئی جو چاہیں کریں سب گناہ معاف ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے جن جن اعمال کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ گناہوں کو معاف کرنے والے اعمال ہیں مثلاً وضو کرنے میں ہر عضو کو دھوتے وقت اس عضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں نماز پڑھنے کے لیے جب انسان مسجد کی طرف چلتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ رمضان کے روزوں کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھئے اس قسم کی تمام احادیث میں گناہوں سے مراد گناہ صغیرہ ہوتے ہیں اور جہاں تک کبیرہ گناہوں کا تعلق ہے اس کے بارے میں قانون یہ ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ ویسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی کے کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے بخش دیں وہ الگ بات ہے لیکن قانون یہ ہے کہ جب تک توبہ نہیں کرلے گا، معاف نہیں ہوں گے اور پھر توبہ سے بھی وہ گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے مثلاً کسی کا حق دبالیا ہے، کسی کا حق مارلیا ہے کسی کی حق تلفی کرلی ہے اس کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جب تک صاحب حق کو اس کا حق ادا نہ کر دے یا اس سے معاف نہ کرالے اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے۔ لہٰذا یہ تمام فضیلت والی احادیث جن میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے وہ صغیرہ گناہوں کی معافی سے متعلق ہیں۔

تکبیر تشریق

ان ایام میں تیسرا عمل تکبیر تشریق ہے جو عرفہ کے دن کی نماز فجر سے شروع ہو کر ۱۳ تاریخ کی عصر تک جاری رہتی ہے اور یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا

ہے وہ تکبیر یہ ہے "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد" مردوں کے لیے اس متوسط بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے اور آہستہ آہستہ آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴ص ۱۷۱، شامی ج ۲، ص ۱۷۸)

گنگا اُلٹی بہنے لگی

ہمارے یہاں ہر چیز میں ایسی اُلٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ آہستہ آواز سے کہو ان چیزوں میں تو لوگ شور مچا کر بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ مثلاً دعا کرنا ہے قرآن کریم میں دعا کے بارے میں فرمایا کہ:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (سورۃ الاعراف:۵۵)

یعنی آہستہ اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کو پکارو اور آہستہ دعا کرو۔ چنانچہ عام اوقات میں بلند آواز سے دعا کرنے کے بجائے آہستہ آواز سے دعا کرنا افضل ہے (البتہ جہاں زور سے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہو وہاں اسی طرح مانگنا افضل ہے) اور اسی دُعا کا ایک حصہ درُود شریف بھی ہے اس کو بھی آہستہ آواز سے پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اس میں تو لوگوں نے اپنی طرف سے شور مچانے کا طریقہ اختیار کر لیا اور جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا تھا کہ بلند آواز سے کہو مثلاً تکبیر تشریق جو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہنی چاہیے لیکن اس کے پڑھنے کے وقت آواز ہی نہیں نکلتی اور آہستہ سے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

شوکت اسلام کا مظاہرہ

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تکبیر تشریق رکھی ہی اس لیے گئی ہے کہ اس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مسجد اس تکبیر سے گونج اُٹھے۔ لہٰذا اس کو بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔

اسی طرح عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے جا رہے ہوں تو اس میں بھی مسنون یہ ہے کہ راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہتے جائیں البتہ عید الفطر میں آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔

تکبیر تشریق خواتین پر بھی واجب ہے

یہ تکبیر تشریق خواتین کے لیے بھی مشروع ہے اور اس میں عام طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور خواتین کو یہ تکبیر پڑھنا یاد نہیں رہتا۔ مرد حضرات تو چونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں اور

جب سلام کے بعد تکبیر تشریق کہی جاتی ہے تو یاد آ جاتا ہے اور وہ کہہ لیتے ہیں لیکن خواتین میں اس کا رواج بہت کم ہے اور عام طور پر خواتین اس کو نہیں پڑھتیں۔ اگرچہ خواتین پر واجب ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین پر واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے مردوں پر واجب ہے لیکن ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں بھی پانچ روز تک یوم عرفہ کی فجر سے ۱۳ تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہیں البتہ مردوں پر تو بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور خواتین کو آہستہ آہستہ آواز سے کہنا چاہیے اور لہٰذا خواتین کو بھی اس کی فکر کرنی چاہیے اور خواتین کو یہ مسئلہ بتانا چاہیے اور چونکہ خواتین کو اس کا پڑھنا یاد نہیں رہتا اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ خواتین گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں وہاں یہ دعا لکھ کر لگائیں تاکہ ان کو یہ تکبیر یاد آ جائے اور سلام کے بعد کہہ لیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰، شامی ج ۲ ص ۱۷۹)

قربانی دوسرے ایام میں نہیں ہوسکتی

اور پھر چوتھا اور سب سے افضل عمل جو اللہ تعالیٰ نے ایام ذی الحجہ میں مقرر فرمایا ہے وہ قربانی کا عمل ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل سال کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دیا جاسکتا صرف ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ تاریخ کو انجام دیا جاسکتا ہے ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں آدمی چاہے کتنے جانور ذبح کرلے لیکن قربانی نہیں ہوسکتی۔

دین کے حقیقت حکم کی اتباع

لہٰذا حج اور قربانی جو ان ایام کے بڑے اعمال ہیں ان کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین کی حقیقت سمجھانا چاہتے ہیں کہ دین کی حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی عمل کی اپنی ذات میں کچھ نہیں رکھا نہ کسی جگہ میں کچھ رکھا ہے، نہ کسی عمل میں، نہ کسی وقت میں ان چیزوں میں جو فضیلت آتی ہے وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے آتی ہے۔ اگر ہم کہہ دیں کہ فلاں کام کرو تو وہ اجر و ثواب کا کام بن جائے گا اور اگر ہم اس کام سے روک دیں تو پھر اس میں کوئی اجر و ثواب نہیں۔ ''میدان عرفہ'' کو لے لیجئے۔ ۹ ذی الحجہ کے علاوہ سال کے ۳۵۹ دن وہاں گزار دیں، ذرا برابر بھی عبادت کا ثواب نہیں ملے گا حالانکہ وہی میدان عرفات ہے، وہی جبل رحمت ہے، اس واسطے کہ ہم نے عام دنوں میں وہاں وقوف کرنے کے لیے نہیں کہا، جب ہم نے کہا کہ ۹

ذی الحجہ کو آ ؤ تو اب ۹ ذی الحجہ کو آنا تو عبادت ہوگی اور ہماری طرف سے اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ نہ میدان عرفات میں کچھ رکھا ہے اور نہ اس وقت میں کچھ رکھا ہے اور نہ اس عمل میں کچھ رکھا ہے لیکن جب ہم کہہ دیں تو پھر عمل میں بھی فضیلت پیدا ہو جاتی ہے اور جگہ میں بھی اور وقت میں فضیلت پیدا ہو جاتی ہے۔

اب مسجد حرام سے کوچ کر جائیں

آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی اتنی فضیلت رکھی ہے کہ ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا اجر رکھتی ہے اور حج کے لیے جانے والے حضرات ہر نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل کرتے ہیں لیکن جب ۸ ذی الحجہ کی تاریخ آتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ مسجد حرام کو چھوڑو اور ایک لاکھ نمازوں کا ثواب جو اب تک مل رہا تھا اس کو ترک کرو اور اب منیٰ میں جاکر پڑاؤ ڈالو۔ چنانچہ ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر ۹ ذی الحجہ کی فجر تک کا وقت منیٰ میں گزارنے کا حکم دے دیا گیا اور ذرا یہ دیکھئے کہ اس وقت میں حاجی کا منیٰ کے اندر کوئی کام ہے؟ کچھ نہیں، نہ اس میں جمرات کی رمی ہے اور نہ اس میں وقوف ہے اور نہ کوئی اور عمل ہے۔ بس صرف یہ ہے کہ پانچ نمازیں وہاں پڑھو اور ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر جنگل میں نماز پڑھو۔ اس حکم کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ جو ثواب ہے وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے ہے اب جب ہم نے یہ کہہ دیا کہ جنگل میں جاکر نماز پڑھو تو جنگل میں نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ مسجد حرام میں بھی نماز پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ منیٰ میں اس روز کوئی عمل تو کرنا نہیں ہے چلو مکہ میں رہ کر یہ پانچ نمازیں مسجد حرام میں پڑھ لوں تو اس نماز سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب تو کجا' ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا اور حج کے مناسک میں کمی کر دی۔

کسی عمل اور کسی مقام میں کچھ نہیں رکھا

حج کی عبادت میں جگہ جگہ قدم قدم پر یہ بات نظر آتی ہے ان بتوں کو توڑا گیا ہے جو انسان بعض اوقات اپنے سینوں میں بسا لیتا ہے وہ یہ کہ اپنی ذات میں کسی عمل میں کچھ نہیں رکھا' کسی مقام میں کچھ نہیں رکھا جو کچھ بھی ہے وہ ہمارے حکم کی اتباع میں ہے جب ہم کسی چیز کا حکم دیں تو اس میں برکت اور اجر وثواب ہے اور جب ہم کہیں کہ یہ کام نہ کرو کہ اس وقت نہ کرنے میں اجر ثواب ہے۔

عقل کہتی ہے کہ یہ دیوانگی ہے

حج کی پوری عبادت میں یہی فلسفہ نظر آتا ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ ایک پتھر منٰی میں کھڑا ہے اور لاکھوں افراد اس پتھر کو کنکریاں مار رہے ہیں۔ کوئی شخص اگر یہ پوچھے کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ تو دیوانگی ہے کہ ایک پتھر پر کنکر برسائے جا رہے ہیں اس پتھر نے کیا قصور کیا ہے؟ لیکن چونکہ ہم نے کہہ دیا کہ یہ کام کرو اس کے بعد اس میں حکمت، مصلحت اور عقلی دلائل تلاش کرنے کا مقام نہیں ہے بس اب اس پر عمل ہی میں اجر وثواب ہے۔ اس دیوانگی ہی میں لطف بھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے۔

حج کی عبادت میں قدم قدم پر یہ سکھایا جا رہا ہے کہ تم نے اپنی عقل کے سانچے میں جو چیزیں بٹھا رکھی ہیں اور سینے میں جو بت بسا رکھے ہیں ان کو توڑ دو اور اس بات کا ادراک پیدا کرو کہ جو کچھ بھی ہے وہ ہمارے حکم کی اتباع میں ہے۔

قربانی کیا سبق دیتی ہے

یہی چیز قربانی میں ہے قربانی کی عبادت کا سارا فلسفہ یہی ہے اس لیے کہ قربانی کے معنی ہیں ''اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی چیز'' اور یہ لفظ ''قربانی'' ''قربان'' سے نکلا ہے اور لفظ ''قربان'' ''قرب'' سے نکلا ہے تو قربانی کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اور اس قربانی کے سارے عمل میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہمارے حکم کی اتباع کا نام دین ہے۔ جب ہمارا حکم آ جائے تو اس کے بعد عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع ہے نہ اس میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع باقی رہتا ہے اور نہ اس میں چوں و چرا کرنے کا موقع ہے۔ ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے حکم آ جائے تو اپنا سر جھکا دے اور اس حکم کی اتباع کرے۔

بیٹے کو ذبح کرنا عقل کے خلاف ہے

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حکم آ گیا کہ بیٹے کو ذبح کر دو اور وہ حکم بھی خواب کے ذریعے سے آیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی کے ذریعے حکم نازل فرما دیتے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خواب میں آپ کو یہ دکھایا گیا اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اگر ہمارے جیسا تاویل کرنے والا کوئی شخص ہوتا تو یہ کہہ دیتا کہ یہ تو خواب کی بات ہے۔ اس پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے مگر یہ بھی حقیقت میں ایک امتحان تھا کہ چونکہ

جب انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے تو کیا وہ اس وحی پر عمل کرتے یا نہیں؟ اس لیے آپ کو یہ عمل خواب میں دکھایا گیا اور جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو تو باپ نے پلٹ کر اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھا کہ یا اللہ! یہ حکم آخر کیوں دیا جا رہا ہے؟ اس میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی نظام زندگی اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے، عقل کی کسی میزان پر اس حکم کو اُتار کر دیکھے تو کسی میزان پر یہ پورا اترتا نظر نہیں آتا۔

جیسا باپ ویسا بیٹا

تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی مصلحت نہیں پوچھی۔ البتہ بیٹے سے امتحان اور آزمائش کرنے کے لیے سوال کیا کہ:

يَا بُنَيَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (سورہ الصافات:۱۰۲)

"اے بیٹے میں نے تو خواب میں یہ دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟" ان کی رائے اس لیے نہیں پوچھی کہ اگر ان کی رائے نہیں ہوگی تو ذبح نہیں کروں گا بلکہ ان کی رائے اس لیے پوچھی کہ بیٹے کو آزمائیں کہ بیٹا کتنے پانی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں ان کا تصور کیا ہے؟ وہ بیٹا بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بیٹا تھا، وہ بیٹا جن کے صلب سے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لانے والے تھے۔ اس بیٹے نے بھی پلٹ کر یہ بھی نہیں پوچھا کہ ابا جان! مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا ہے؟ میرا قصور کیا ہے کہ مجھے موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا ہے اس میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ بلکہ بیٹے کی زبان پر ایک ہی جواب تھا کہ:

يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ

ابا جان! آپ کے پاس جو حکم آیا ہے اس کو کر گزریئے اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ میں آہ و بکا نہیں کروں گا، میں روؤں گا اور چلاؤں گا نہیں اور آپ کو اس کام سے نہیں روکوں گا، آپ کر گزریئے۔

چلتی چھری رُک نہ جائے

جب باپ بھی ایسا اولوالعزم اور بیٹا بھی اولوالعزم، دونوں اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے

اور باپ نے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ابا جان! آپ مجھے پیشانی کے بل لٹائیں، اس لیے کہ اگر سیدھا لٹائیں گے تو میری صورت سامنے ہوگی جس کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے دل میں بیٹے کی محبت کا جوش آ جائے اور آپ چھری نہ چلا سکیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادائیں اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان اداؤں کا ذکر قرآن کریم میں بھی فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (سورۃ الصافات: ۱۰۳)

قرآن کریم نے بڑا عجیب وغریب لفظ استعمال کیا ہے۔ فرمایا "فَلَمَّا اَسْلَمَا" یعنی جب باپ اور بیٹے دونوں جھک گئے اور اس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب باپ اور بیٹے دونوں اسلام لے آئے اس لیے کہ اسلام کے معنی ہیں اللہ کے حکم کے آگے جھک جانا اور اسی سے اس طرف اشارہ کیا کہ اصل اسلام یہ ہے کہ حکم کیسا بھی آ جائے اور اس کی وجہ سے دل پر آرے ہی کیوں نہ چل جائیں اور وہ حکم عقل کے خلاف ہی کیوں نہ معلوم ہو اور اس کی وجہ سے جان و مال اور عزت اور آبرو کی کتنی قربانی کیوں نہ دینی پڑے، بس انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کے اس حکم کے آگے اپنے آپ کو جھکا دے۔ یہ ہے حقیقت میں اسلام۔ اس لیے فرمایا کہ جب دونوں اسلام لے آئے اور اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور قرآن کریم نے لٹانے کے اس وصف کو خاص زور دے کر بیان کیا ہے اور اس طرح اس لیے لٹایا کہ بیٹے کی صورت سامنے ہونے کی وجہ سے کہیں چلتی ہوئی چھری رُک نہ جائے اس لیے پیشانی کے بل لٹایا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لٹانے لگے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ابا جان! آپ مجھے ذبح تو کر رہے ہیں ایک کام یہ کر لیجئے کہ میرے کپڑے اچھی طرح سمیٹ لیجئے اس لیے کہ جب میں ذبح ہوں گا تو فطری طور پر تڑپوں گا اور تڑپنے کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ خون کے چھینٹے دور تک جائیں اور اس کی وجہ سے میرے کپڑے جگہ جگہ سے خون میں لت پت ہو جائیں اور پھر میری والدہ جب میرے کپڑوں کو دیکھیں گی تو ان کو بہت ملال ہوگا اس لیے آپ میرے کپڑوں کو اچھی طرح سمیٹ لیں۔

قدرت کا تماشا دیکھئے

پھر کیا ہوا؟ جب ان دونوں نے اپنے حصے کا کام پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندوں نے اپنے حصے کا کام کر لیا تو اب مجھے اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا (سورۃ الصافات:۱۰۴، ۱۰۵)

اے ابراہیم! تم نے اس خواب کو سچا کر دکھایا۔ اب ہماری قدرت کا تماشا دیکھو۔ چنانچہ جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور وہاں ایک دنبا ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔

اللہ کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے

یہ پورا واقعہ جو درحقیقت قربانی کے آمد کی بنیاد ہے۔ روز اول سے یہ بتا رہا ہے کہ قربانی اس لیے مشروع کی گئی ہے تاکہ انسانوں کے دل میں یہ احساس، یہ علم اور یہ معرفت پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے اور دین درحقیقت اتباع کا نام ہے اور جب حکم آجائے تو پھر عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع نہیں، حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقلی حکمت تلاش نہیں کی

آج ہمارے معاشرے میں جو گمراہی پھیلی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت تلاش کرو کہ اس کی حکمت اور مصلحت کیا ہے؟ اور اس کا عقلی فائدہ کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقلی فائدہ نظر آئے گا تو کریں گے اور اگر فائدہ نظر نہیں آئے گا تو نہیں کریں گے۔ یہ کوئی دین ہے؟ کیا اس کا نام اتباع ہے؟ اتباع تو وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر کے دکھایا اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کر کے دکھایا اور اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ قیامت تک کے لیے اس کو جاری کر دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (سورۃ الصافات:۱۰۸)

یعنی ہم نے آنے والے مسلمانوں کو اس عمل کی نقل اتارنے کا پابند کر دیا۔ یہ جو ہم قربانی کرنے جا رہے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی کی نقل اتارنی ہے اور نقل اتارنے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسے اللہ کے حکم آگے انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ انہوں نے کوئی عقلی دلیل نہیں مانگی اور کوئی حکمت اور مصلحت طلب نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ اب ہمیں بھی اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے اور قربانی کی عبادت سے یہی سبق دینا منظور ہے۔

کیا قربانی معاشی تباہی کا ذریعہ ہے؟

جس مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے یہ قربانی واجب فرمائی تھی آج اسی کے بالکل برخلاف کہنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ صاحب! قربانی کیا ہے؟ یہ قربانی (معاذ اللہ) خواہ مخواہ رکھ دی گئی ہے، لاکھوں روپیہ خون کی شکل میں نالیوں میں بہہ جاتا ہے اور معاشی اعتبار سے نقصان دہ ہے، کتنے جانور کم ہو جاتے ہیں اور فلاں فلاں معاشی نقصان ہوتے ہیں وغیرہ۔ لہٰذا قربانی کرنے کے بجائے یہ کرنا چاہیے کہ وہ لوگ جو غریب ہیں جو بھوک سے بلبلا رہے ہیں تو قربانی کر کے گوشت تقسیم کرنے کے بجائے اگر وہ روپیہ اس غریب کو دے دیا جائے تو اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ یہ پروپیگنڈہ اتنی کثرت سے کیا جا رہا ہے کہ پہلے زمانے میں تو صرف ایک مخصوص حلقہ تھا جو یہ باتیں کہتا تھا لیکن اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو جس میں کم از کم دو چار افراد یہ بات نہ پوچھ لیتے ہوں کہ ہمارے عزیزوں میں بہت سے لوگ غریب ہیں، لہٰذا اگر ہم لوگ قربانی نہ کریں اور وہ رقم ان کو دے دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

قربانی کی اصل روح

بات دراصل یہ ہے کہ ہر عبادت کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ سوچے کہ میں نماز نہ پڑھوں اور اس کے بجائے غریب کی مدد کر دوں تو اس سے نماز کا فریضہ ادا نہیں ہو سکتا، غریب کی مدد کرنے کا اجر و ثواب اپنی جگہ ہے لیکن جو دوسرے فرائض ہیں وہ اپنی جگہ فرض و واجب ہیں اور قربانی کے خلاف یہ جو پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہے اور یہ معاشی بدحالی کا سبب ہے اور معاشی اعتبار سے اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ درحقیقت قربانی کے سارے فلسفے اور اس کی روح کی نفی ہے۔ ارے بھائی! قربانی تو مشروع ہی اس لیے کی گئی ہے کہ یہ کام تمہاری عقل اور سمجھ میں آ رہا ہو یا نہ آ رہا ہو پھر بھی یہ کام کرو اس لیے کہ ہم نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، ہم جو کہیں اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ یہ قربانی کی اصل روح ہے۔ یاد رکھو! جب تک انسان کے اندر اتباع پیدا نہیں ہو جاتی اس وقت تک انسان انسان نہیں بن سکتا، جتنی بدعنوانیاں، جتنے مظالم، جتنی تباہ کاریاں آج انسانوں کے اندر پھیلی ہوئی ہیں وہ درحقیقت اس بنیاد کو فراموش کرنے کی وجہ سے ہے کہ انسان اپنی عقل کے پیچھے چلتا ہے اللہ کے حکم کی اتباع کی طرف نہیں جاتا۔

تین دن کے بعد قربانی عبادت نہیں

اور عبادات کے اندر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر جس وقت چاہیں ادا کریں لیکن قربانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھادیا کہ گلے پر چھری پھیرنا یہ صرف تین دن تک عبادت ہے اور تین دن کے بعد اگر قربانی کرو گے تو کوئی عبادت نہیں، کیوں؟ یہ بتانے کے لیے کہ اس عمل میں کچھ نہیں رکھا بلکہ جب ہم نے کہہ دیا کہ قربانی کرو اس وقت عبادت ہے اور اس کے علاوہ عبادت نہیں ہے۔ کاش یہ نکتہ ہماری سمجھ میں آجائے تو سارے دین کی صحیح فہم حاصل ہوجائے، دین کا سارا نکتہ اور محور یہ ہے کہ دین اتباع کا نام ہے۔ جس چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آگیا، وہ مانو اور اس پر عمل کرو اور جہاں حکم نہیں آیا اس میں کچھ نہیں ہے۔

اپنی تجویز فنا کردو

لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے اس حدیث کی ایک عجیب توجیہ ارشاد فرمائی ہے۔ فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں جو بات ارشاد فرمائی تھی کہ میں جس کو سنا رہا ہوں اس نے سن لیا۔ زیادہ زور سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے تو یہ بات غلط نہیں تھی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعی طور پر چونکہ تیز آواز والے تھے اس لیے نماز میں اگر ان کی آواز بلند ہوگئی تو کوئی ناجائز بات نہیں تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تک تم دونوں اپنی مرضی اور اپنی رائے سے پڑھ رہے تھے اور اب ہمارے کہنے کے مطابق پڑھو اور اب ہماری تجویز کے مطابق پڑھو تو پہلے جس طریقے سے پڑھ رہے تھے وہ چونکہ اپنی تجویز اور اپنی مرضی کے مطابق تھا اس میں اتنی نورانیت اور اتنی برکت نہیں تھی؛ اب ہماری تجویز کے مطابق جب پڑھو گے تو اس میں نورانیت اور برکت ہوگی۔

پوری زندگی اتباع کا نمونہ ہونا چاہیے

یہ ہے سارے دین کا خلاصہ کہ اپنی تجویز کو دخل نہ ہو جو کوئی عمل ہو وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ اگر یہ بات ذہن نشین ہوجائے تو ساری بدعتوں کی جڑ کٹ جائے اور اسی حقیقت کو سکھانے کے لیے قربانی شروع کی گئی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہر چیز ایک غفلت اور بے توجہی کے عالم میں گزر جاتی ہے۔ قربانی کرتے وقت ذرا سا اس حقیقت کو تازہ کیا جائے کہ یہ قربانی درحقیقت یہ سبق سکھا رہی

ہے کہ ہماری پوری زندگی اللہ جل جلالہ کے حکم کے تابع ہونی چاہیے اور پوری زندگی اتباع کا نمونہ چاہیے۔ چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکانا چاہیے۔ بس! اس قربانی کا سارا فلسفہ یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس فلسفے کو سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکات عطا فرمائے۔ آمین

قربانی کی فضیلت

حدیث شریف میں یہ جو آتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتا ہے اس قربانی کے نتیجے میں یہ ہوگا کہ اس جانور کے جسم پر جتنے بال ہیں، ایک ایک بال کے عوض ایک ایک گناہ معاف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان تین دنوں میں کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے جتنا زیادہ قربانی کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا اور فرمایا کہ جب تم قربانی کرتے ہو تو جانور کا خون ابھی زمین پر نہیں گرتا، اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں تقرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ سب اس لیے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ یہ دیکھے بغیر کہ یہ بات عقل میں آ رہی ہے یا نہیں؟ اور یہ دیکھے بغیر کہ اس کے مال کا فائدہ ہو رہا ہے یا نقصان ہو رہا ہے؟ صرف میرے حکم پر جانور کے گلے پر چھری پھیر رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عظیم اجر رکھا ہے۔

ہمیں دلوں کا تقویٰ چاہیے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور جو قربانی پیش کرتے ہیں یہ ایک ایسا نذرانہ ہے کہ ادھر اس نے اللہ کے لیے قربانی اور نذرانہ پیش کرتے ہوئے جانور کے گلے پر چھری پھیری، ادھر قربانی کی عبادت ادا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے وہ نذرانہ قبول کرلیا اور گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اب وہ جانور بھی پورا کا پورا تمہارا ہے اور فرمادیا کہ یہ جانور لیجا کر کھاؤ، اس کا گوشت تمہارا ہے، اس کی کھال تمہاری ہے، اس جانور کی ہر چیز تمہاری ہے۔ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام دیکھئے کہ نذرانہ مانگا جارہا ہے لیکن جب بندہ نے خون بہادیا اور نذرانہ پیش کردیا اور ہمارے حکم کی تعمیل کرلی تو بس کافی ہے، ہمیں اتنا ہی چاہیے تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

ہمیں تو اس کا گوشت نہیں چاہیے ہمیں اس کا خون نہیں چاہیے ہمیں تو تمہارے دل کا تقویٰ چاہیے، جب تم نے اپنے دل کے تقویٰ سے یہ قربانی پیش کردی وہ ہمارے یہاں قبول ہوگئی اب اس کو تم ہی کھاؤ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص قربانی کا سارا گوشت خود کھالے اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ تین حصے کرے ایک حصہ خود کھائے ایک حصہ عزیزوں میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غرباء میں خیرات کرے لیکن اگر ایک بوٹی بھی خیرات نہ کرے تب بھی قربانی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی اس لیے کہ قربانی تو اس وقت مکمل ہوگئی جس وقت جانور کے گلے پر چھری پھیر دی۔ جب میرے بندے نے میرے حکم پر عمل کرلیا، تو بس! قربانی کی فضیلت اس کو حاصل ہوگئی۔

کیا یہ پل صراط کی سواریاں ہوں گی؟

لوگوں میں یہ بات بہت کثرت سے کہی جاتی ہے کہ یہ قربانی کے جانور پل صراط پر سے گزرنے کے لیے سواری بنیں گے اور قربانی کرنے والے اس کے اوپر بیٹھ کر گزریں گے۔ یہ ایک ضعیف اور کمزور روایت ہے جس کے الفاظ یہ آئے ہیں:

سمنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم

"یعنی اپنی قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ بناؤ کیونکہ پل صراط پر یہ تمہاری سواریاں بنیں گی"

لیکن یہ انتہاء درجے کی ضعیف حدیث ہے اور ضعیف حدیث کو اس کے ضعف کی صراحت کے بغیر بیان کرنا جائز نہیں ہوتا اس لیے اس حدیث پر زیادہ اعتقاد رکھنا درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ ضعیف حدیث ہے لیکن لوگوں میں یہ حدیث اتنی مشہور ہوگئی ہے کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر اس کا اعتقاد نہ رکھا تو قربانی ہی نہ ہوگی، ہم اس حکم کی نہ نفی کرتے ہیں اور نہ اثبات کرتے ہیں۔ اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ البتہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ قربانی قبول ہو جاتی ہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را

بہرحال! یہ سب اس لیے کرایا جارہا ہے تاکہ دل میں اتباع کا جذبہ پیدا ہو اور اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے آگے سر جھکانے کا جذبہ پیدا ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۝ (سورہ الاحزاب: ۳۶)

جب اللہ یا اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے کوئی فیصلہ کر دیں تو اس کے بعد اس کے پاس کوئی اختیار نہیں رہتا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

تو دین کی ساری حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی اجر و فضیلت عطا فرمائے اور اس کے اندر جتنے انوار و برکات ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وہ سب ہمیں عطا فرمائے اور اپنی زندگی میں اس سبق کو یاد رکھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھا خطبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیلات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حجۃ الوداع کا سفر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال تک مدینہ منورہ میں رہے اور حج نہیں کیا' پھر دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف لے جارہے ہیں۔ پس مدینہ منورہ میں بے شمار لوگ جمع ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ تک پہنچے تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آدمی بھیج کر مسئلہ معلوم کرایا کہ میں اب کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو غسل کرلے اور ایک چوڑا کپڑا لے کر اس میں روئی رکھ کر اس کا لنگوٹ پہن لے اور احرام باندھ لے۔ (مشکوۃ)

اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجۃ الوداع کا ابتدائی حصہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال مدینہ طیبہ میں رہے اور حج نہیں کیا' دسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کیلئے تشریف لے جارہے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سن کر گردوپیش کے اور نامعلوم کہاں کہاں کے لوگ جمع ہوگئے۔ مدینہ منورہ میں بے شمار مخلوق جمع ہوگئی۔ ذیقعدہ کے پانچ دن رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر فرمایا مدینہ شریف میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ''ذوالحلیفہ'' پہنچے جو مدینے والوں کی میقات ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور رات بھی وہاں قیام کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جانا

اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اوران سے فارغ ہوئے۔ حضرت ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے ہرایک کے پاس غسل کرتے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک ہی غسل کر لیتے کافی تھا' فرمایا: نہیں! یہ زیادہ پاکیزہ ہے اور زیادہ نشاط کی چیز ہے"۔ (مشکوۃ)

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو ازواج مطہرات تھیں اور نو کے پاس تشریف لے گئے اور نو کی نو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیق سفر تھیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نصیحت

حج ادا کر لینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے) ارشاد فرمایا تھا کہ بس یہ حج کرلیا اوراس کے بعد اپنے گھروں میں چٹائی کی طرح بیٹھ جانا۔

چنانچہ بعض ازواج مطہرات نے اس پر عمل کیا اور بعض ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی حج کرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں' یہ حضرات ان کے ساتھ کسی معتمد آدمی کو کردیتے تھے' جوان کی نگہداشت کرتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سن کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف لے جارہے ہیں۔ مدینے میں بے شمار لوگ جمع ہوگئے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ذوالحلیفہ" پہنچے۔ "ذوالحلیفہ" کو آج کل بیر علی بھی کہتے ہیں اور یہ مدینہ والوں کی میقات ہے اور مدینہ سے چھ میل پر ہے جبکہ مکہ مکرمہ کا چار سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے مدینے والوں کیلئے یہ لمبی میقات رکھی گئی ہے' دوسروں کیلئے نہیں۔

محمد بن ابی بکر کی ولادت

اللہ کی شان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ذوالحلیفہ" پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی

اللہ عنہا کے یہاں بچہ پیدا ہوا اس حج میں سفر کے دوران محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کر لیا تھا اور یہ محمد ابن ابی بکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں پلے بڑھے بڑے ہو کر انہی کے ساتھ رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مصر میں ان کو بری طرح شہید کر دیا گیا ان کی والدہ اس وقت زندہ تھیں، پہلے ان کو شہید کیا گیا اور پھر گدھے کی کھال میں لپیٹ کر آگ لگا دی گئی (نعوذ باللہ) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو صدمہ کی وجہ سے ان کی چھاتیوں سے خون نکلنے لگا۔

حیض اور نفاس والی عورت کا احرام

بہر کیف اسی سفر کے دوران ''ذوالحلیفہ'' میں حضرت محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ معلوم کرایا کہ میں اب کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو غسل کر لے اور ایک چوڑا کپڑے لے کر کے، پٹی ذرا چوڑی ہو اس میں روئی رکھ کر کے اس کا لنگوٹ پہن لے اور تلبیہ پڑھتی رہے، جب پاک ہو جائے گی تو ارکان حج ادا کر لے گی، باقی ارکان حج تو ادا ہو جائیں گے صرف بیت اللہ شریف کا طواف رہ جائے گا۔ اگر خدانخواستہ پہلے پاک نہ ہوئی تو پاک ہونے تک انتظار کر لینا، بس اور کچھ نہیں، بہر حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری بیداء پر چڑھی تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ پڑھا۔ ''لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ کہاں سے شروع کیا

حج کے بیان میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ کہاں سے پڑھا تھا اس روایت میں آتا ہے کہ جب آپ کی سواری آپ کو لے کر بیداءٔ پہاڑی پر چڑھی تب آپ نے تلبیہ پڑھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر سوار ہوئے، اس وقت تلبیہ پڑھا اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیر علی سے احرام باندھا تھا اب تو وہاں بہت شاندار مسجد بن گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں

کوئی کچی پکی مسجد ہوگی تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا تلبیہ پڑھا تھا صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد سے بھی تلبیہ پڑھا جب احرام باندھا اور جب سواری پر سوار ہوئے جب بھی تلبیہ پڑھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری اونچائی پر چڑھی یعنی بیدا پہاڑی پر چڑھی' اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ پڑھا۔ اس لئے جس نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کر دیا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ تو یہ تھے لیکن بعض لوگ کچھ الفاظ زیادہ بھی کر رہے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو کچھ نہیں کہا' حنفیہ کے نزدیک افضل ترین یہ ہے کہ یہی الفاظ پڑھے جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے تھے' تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک' ان الحمد' والنعمة لک والملک ' لاشریک لک"

حج میں تلبیہ کی کثرت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج نام ہے آواز بلند کرنے اور خون بہانے کا۔

یعنی جتنی کثرت سے تلبیہ پڑھا جائے اتنا ہی اچھا ہے اور قربانیاں کی جائیں لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ لوگ گپوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تلبیہ کا اہتمام نہیں کرتے اب میں ویسے ہی کمزور ہوں' دماغ کمزور ہے' زیادہ تلبیہ پڑھ بھی نہیں سکتا اور اچھے خاصے نوجوان وہ بھی گپوں میں لگ جاتے ہیں سگریٹ پیتے ہیں اور دوسری چیزیں کرتے ہیں' مذاق کرتے ہیں اور ماشاء اللہ! یہ حج کیلئے جا رہے ہیں' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے دیکھا تو جہاں تک نظر پہنچتی تھی آدمی ہی آدمی تھے' دائیں جانب بھی' بائیں جانب بھی' پیچھے بھی' اتنا مجمع بڑھ گیا کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کتنے آدمی ہیں؟ اور لطف کی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے تھے اور نو ذی الحجہ کو عرفات میں گئے تھے۔ نو ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا اور یہ جمعہ کا حج تھا لیکن اس وقت تک لوگ آتے ہی رہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تعداد کتنی ہوگئی تھی قریباً سوا لاکھ آدمی ہو گئے ہوں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان

تھے۔ قرآن آپ پر نازل ہوتا تھا اور آپ قرآن پر عمل کرتے تھے اور جو کچھ آپ عمل کرتے تھے ہم لوگ اس کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

جابر ازرک کا قصہ

حج ہی کا ایک اور قصہ ایک صاحب سے نقل کیا گیا ہے، جابر ازرک غادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سواری پر دوسرا سامان بھی ساتھ تھا، میں نے انتظام کرلیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے، بیچارے یمن سے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نزول اجلال فرمایا اور آپ کیلئے ایک قبہ یعنی خیمہ تیار کروایا گیا۔ تیس آدمی آپ کے قبے کا پہرا دے رہے تھے اور کوئی مجھے قریب نہیں آنے دیتا تھا میں قریب ہوا تو ایک آدمی نے مجھے دھکا دیا میں نے کہا کہ تم مجھے دھکا دیتے ہو تو میں تمہیں دھکا دوں گا اور تم مجھے مارو گے تو میں تمہیں ماروں گا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا ہوں اور تم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے نہیں دیتے، پتہ ہے میں یمن سے آیا ہوں؟ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنوں اور سن کر کے اپنے لوگوں کو پہنچاؤں تو ایک آدمی ان میں سے کہنے لگا کہ تم ٹھیک کہتے ہو اس نے معذرت کی اور کہا کہ بھئی یہ ہماری غلطی ہے ہمیں کسی کو روکنا نہیں چاہیئے بہر حال وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات گزاری، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ میں پہنچ گئے۔ مزدلفہ سے منیٰ پہنچے منیٰ سے آپ جمرہ عقبیٰ میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اتنا مجمع ہو گیا کہ ان میں سے کوئی آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بات کر ہی نہیں سکتا تھا۔

حلق کرانا افضل ہے

ایک شخص حاضر ہوا، بال کترائے ہوئے تھے، کہنے لگا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے لئے رحمت کی دعا کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”رحم الله المحلقين“ اللہ تعالیٰ حلق کرنے والوں پر رحم فرمائے دوسری دفعہ پھر کہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا تیسری دفعہ پھر فرمایا، تو یہ جابر ابن ازرک کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس پورے مجمع میں میں نے سوائے حلق والوں کے کسی کو نہیں دیکھا تمام لوگ حلق کروائے ہوئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال

البتہ یہاں چند باتیں سمجھ لینی چاہئیں ایک تو یہ کہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہوتے تھے، کبھی کانوں کی لو تک، کبھی اصلاح کرنے میں دیر ہو جاتی تھی تو نیچے بھی پہنچ جاتے تھے، یعنی کندھوں تک بھی پہنچ جاتے تھے، ورنہ اصل کانوں کی لو تک ہوتے تھے، سوائے حج اور عمرے کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی حلق نہیں کروایا۔

دوسری بات یہ کہ شریعت نے قصر کی بھی اجازت دی ہے اور حلق کی بھی اگر اتنے اتنے بال ہوں یعنی ایک پورے کے مطابق بال ہوں تو ان بالوں کو کٹوا سکتا ہے اور اس سے احرام کھل سکتا ہے اور اگر بال اس سے بھی کم ہوں تو پھر استرا پھیرانا ضروری ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ لوگ حج یا عمرے کیلئے جاتے ہیں، تھوڑے تھوڑے بال کاٹ لیتے ہیں، کچھ ادھر سے اور کچھ ادھر سے اور بس، پورے سر کے بال کٹوانے اور منڈوانے سے احتراز کرتے ہیں۔

ایک کرنل صاحب کا قصہ

ایک کرنل صاحب عمرے پر گئے ہوئے تھے میں حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب ان کو لائے، کہنے لگے کہ ان کو سمجھایئے! انہوں نے تھوڑے بال کاٹ لئے ہیں، یعنی معمولی معمولی، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ کانوں کی لو تک موئے مبارک ہوتے تھے، لیکن حج یا عمرے کے موقع پر استرے کے ساتھ صاف کرواتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: "رحم الله المحلقين" اللہ کی رحمت ہو حلق کرنے والوں پر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! قصر کروانے والوں کیلئے بھی دعا فرما دیجئے، تین دفعہ یہی فرمایا: "رحم الله المحلقين" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے اور مقصرین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرماتے "محلقين" حلق کرانے والوں پر، صحابہ کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قصر کرنے والوں کیلئے بھی دعا فرما دیجئے، چوتھی دفعہ فرمایا "والمقصرين" چلو مقصرین پر بھی، یعنی "رحم الله المحلقين" کے بجائے "رحم الله المقصرين" فرمایا، تو وہ کرنل صاحب آئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی پاکستان ہے، میں نے ان کو سمجھایا کہ نہیں بھائی! حلق کرا لینا افضل ہے، بہت متانت کے ساتھ کہا کہ حلق کروا لینا افضل ہے، دیکھو نا ہم کتنی مسافت طے کر کے آئے ہیں، اللہ کے گھر پر آئے ہیں، تو یہ معمولی چیز ہے؟ یہ گھر کی کھیتی ہے، یہ پھر

ہو جائے گی، تو وہ مجھے کہنے لگے کہ: ''اسلام میں اتنی تنگی نہیں ہے''۔

یہ شیطان نے ہمیں تلقین کر دی ہے کہ اسلام میں تنگی نہیں ہے، جو بھی کرو، بس اسلام میں تنگی نہیں ہے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بھی مزاج کا تیز ہوں۔ میں نے کہا مرزا غالب کا شعر ہے۔

جسکو ہو جان و دل عزیز، اسکی گلی میں جائے کیوں ہاں! ہاں! نہیں وفا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی!

میں نے کرنل صاحب سے کہا آپ کو کس نے کہا تھا کہ یہاں تشریف لائیں؟ کس نے دعوت دی تھی آپ کو؟ چپ کر کے چلا گیا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علوم نبوت میں حرص

اس معاملے میں لوگ بہت گھپلا کرتے ہیں، اللہ کے بندو! تم اپنا روپیہ خرچ کر کے جاتے ہو، اتنا سفر کر کے جاتے ہو اور جا کر کے وہاں صرف گپیں رہ گئی ہیں، تبدیلی کوئی نہیں آئی، جیسے تھے ویسے ہی آئے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جہاد پر جاتے تھے تو پیچھے اپنے آدمیوں کو کہہ جاتے تھے یعنی اپنے حلقے کے دو تین آدمیوں کو تلقین کر جاتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری غیر موجودگی میں جو باتیں ارشاد فرمائیں گے ان کو اچھی طرح محفوظ کر رکھو اور ہمارے واپس آنے کے بعد ان کو ہم سے بیان کرو۔

اصحاب صفہ اور تعلیم قرآن کا شوق

اصحاب صفہ میں ستر آدمی تھے، تعداد ان کی کبھی زیادہ ہو جاتی تھی کبھی کم ہو جاتی تھی، اس وقت ستر آدمی تھے، رات کا وقت ہوتا تو ایک ایک آدمی کے پاس جا کر وہ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور بعض تو ساری رات ہی لگے رہتے تھے، پھر ان میں سے دن کو کچھ لوگ لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے اور ان کو بیچ کر اپنی روٹی چلاتے، کچھ زیادہ ہمت والے تھے تو بکری ذبح کر لیتے اور اسکے ٹکڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر بھی لٹکا دیتے، ان میں سے کچھ میٹھا پانی لینے کیلئے جاتے اور انہی اصحاب صفہ میں سے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، جنہیں کفار نے پکڑ لیا تھا اور مکہ مکرمہ میں ان کو شہید کیا تھا، سولی پر چڑھایا تھا۔

صحیح بخاری میں تفصیل سے پورا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت سے پہلے یہ اشعار پڑھے تھے۔ (صحیح بخاری)

ما ان ابالی حین اقتل مسلما علی ای شق کان للہ مصرعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشا یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ۔ ”مجھے پرواہ نہیں ہے جب کہ مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جائے کہ میں کس کروٹ پر گرتا ہوں یہ محض اللہ کی خاطر ہے وہ اگر چاہے تو بوسیدہ ہڈیوں میں برکت ڈال سکتا ہے“۔

یہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو ان پر بھیج دیا اور کافران کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے' ان کا بڑا لمبا واقعہ ہے۔

ستر قرأ کی شہادت کا سانحہ

صحیح بخاری کی روایت میں ہے' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور دھوکا دہی کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ کچھ آدمی بھیجئے' جو ہمیں کتاب وسنت کی تعلیم دیں' مقصد دھوکا دینا تھا' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ ستر آدمی کر دیئے' ان کو قرأ کہا جاتا تھا اور آگے جا کر کے انہوں نے ان تمام صحابہ کو شہید کر دیا' ایک آدمی بھی نہیں بچا' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اب ہماری خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تو کوئی پہنچانے والا نہیں ہے' آپ ہی ہماری خبر ان کو پہنچا دیجئے' اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کی شہادت کی خبر پہنچا دی' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خبر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دی اور ان ہی میں حضرت حرام ابن ملحان رضی اللہ عنہ ' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کا قصہ بھی پیش کیا آیا کہ ایک آدمی پیچھے سے آیا' اس نے آکر ان کو تیر مارا' جو آر پار ہو گیا اور وہاں گر گئے انہوں نے شہادت سے قبل کہا ''**فزت ورب الکعبة**'' رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے شہید ہونے پر جتنا صدمہ ہوا' ہم نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا صدمہ نہیں دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کا قصہ

صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا قیام بھی عوالی میں تھا' یعنی مدینہ کا بالائی حصہ مدینے سے فاصلے پر کچھ بستیاں تھی ان کو عوالی کہا جاتا تھا وہاں میرا بھی قیام تھا اور ہم نے باری باندھی ہوئی تھی' ایک دن میں اپنے ساتھی کا کام کرتا تھا اور ان کے اونٹ وغیرہ چراتا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' اگر کوئی خبر ہوتی تو مجھے بتا دیتے'

کوئی حدیث سنی ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ مجھے آکر کے بتاتے اور دوسرے دن میں جاتا تھا' ان کو بتاتا تھا ایک دن شام کے وقت وہ میرے ساتھی آئے اور میرا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا میں چادر گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلا اور کہنے لگے بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دنوں ہمارے یہاں شہرت تھی کہ ملک شام کا حاکم ہرقل مدینے پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے تو میں نے کہا کہ کیا ہرقل نے چڑھائی کردی ہے؟ وہ صاحب کہنے لگے کہ اس سے بھی بڑا واقعہ ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلا کا قصہ

ایسا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے' مستورات بے چاری کمزور تو ہوتی ہیں' انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائیں گے تو تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مانگنا' میں یہ مانگوں گی' فلاں یہ مانگے' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظرف تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تمام ازواج مطہرات آپ کے گرد جمع ہوگئیں اور اپنے مطالبات پیش کر دیئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو سال بھر کا خرچ دے دیتے تھے' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات سے الگ بالا خانے میں تشریف لے گئے ان کو کچھ نہیں کہا' بالکل خاموش بیٹھے رہے اور لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میرے ساتھی نے مجھے آکر بتایا تو مجھے اپنی لڑکی پر غصہ آیا' میں گیا وہ بیٹھی رو رہی تھی تمام ازواج مطہرات بیٹھی رو رہی تھیں' میں اپنی بیٹی کے پاس گیا' میں نے کہا کہ اب تم کیوں رو رہی ہو؟ یہ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے' کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں طلاق دیدی ہے؟ فرمانے لگیں مجھے معلوم نہیں' بہت لمبا قصہ ہے' تین دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا خانے پر گئے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور ایک خادم پہرا دے رہا تھا اور اندر جانے کی اجازت مانگی' جب تین دفعہ لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اجازت ہوئی فرماتے ہیں پہلی بات میں نے یہ پوچھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے؟ فرمایا نہیں تو! عرض کیا لوگوں میں میں اعلان کردوں؟ فرمایا: کردو! تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہیں سے اعلان کردیا۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

حج اور اس کے تقاضے

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ

حج اسلام کا وہ عظیم الشان رکن ہے جس کے ہر ہر پہلو سے عشق خداوندی اور محبت ایزدی کا اظہار ہوتا ہے حج کا سفر سیر وتفریح نہیں بلکہ بندہ کی جانب سے جذبہ عاشقی کا بھرپور مظاہرہ ہے۔ حاجی احرام باندھ کر گویا اعلان کرتا ہے کہ اب وہ دنیوی علائق سے آزاد ہو کر اپنے محبوب حقیقی سے وصال کیلئے رخت سفر باندھ چکا ہے۔ اب اس کی زبان پر ایک ہی رٹ ہے۔ ''لبیک اللھم لبیک'' (اے پروردگار میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں) وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر دیوانہ وار بیت اللہ شریف کا طواف کر کے اپنے جذبہ عشق کو سکون عطا کرتا ہے اسی طرح اسے حکم ہے کہ وہ صفا ومروہ کے درمیان عاشقانہ ناز وانداز سے سعی کرے۔ پھر یہی عشق اسے منیٰ' عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں لے جاتا ہے۔ بالآخر وہ بارگاہ ایزدی میں قربانی کر کے گویا اپنی جان کا نذرانہ محبوب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔ الغرض سفر حج کا ہر لحہ عشق ومحبت کا آئینہ دار اور بندہ کی جانب سے محبوب حقیقی سے سچی انسیت کا کھلا مظاہرہ ہے۔ اسی لئے اس عبادت کے فضائل بھی بہت عظیم الشان ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے (مشکوۃ شریف) دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی اور فسق وفجور نہ کرے تو وہ حج کر کے اس طرح (گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹے گا گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے (الترغیب والترہیب) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے جواب دیا اللہ پر ایمان لانا پھر جہاد اور پھر حج مقبول جو (بقیہ) سارے اعمال پر اتنے درجہ فضیلت رکھتا ہے جو سورج کے طلوع وغروب کے درمیان ہے۔ (احمد طبرانی الترغیب) ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا ہے کہ حج گناہوں کو اس طرح دھوڈالتا ہے جیسے پانی میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے۔ (طبرانی' الترغیب) ان کے علاوہ بھی

بہت سی احادیث و آثار حج کی فضیلت وعظمت پر دال ہیں۔ جن سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ اس اہم ترین عبادت کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

سفر حج کی اصل روح پورے سفر کے دوران خاص طور پر منکرات وفواحش سے کلی اجتناب کرنا ہے حتیٰ کہ اس سفر میں بہت سے ایسے امور بھی ناجائز قرار دیئے جاتے ہیں جو سفر سے پہلے جائز ہوتے ہیں مثلاً بیوی سے بے حجابی کی باتیں کرنا' زیب وزینت کرنا وغیرہ' دراصل حج کی قبولیت کا مدار انہی ہدایات کی پیروی کرنے پر ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ ''اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ'' الخ (بقرہ)

''حج کے چند مہینے ہیں معلوم پھر جس شخص نے لازم کرلیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانے میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اسکو جانتا ہے''۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے جس حج میں بے حیائی کا کام کیا اس نے گویا اپنے حج کو فاسد کردیا (احیاء العلوم) یعنی اگرچہ اس کا فرض ادا ہوگیا لیکن قبولیت حاصل نہ کرسکا۔ حج میں یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جبکہ یہ عبادت خالصۃ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کیلئے ادا کی جائے۔ اگر اس میں کوئی اور غرض شامل ہوگی یا منکرات سے بچنے کا اہتمام نہ ہوگا تو صحیح معنی میں حج کی غرض حاصل نہ ہوگی۔

یہ بات نہایت افسوسناک ہے کہ آج کل حج جیسی پر عظمت عبادت میں ریاکاری' شہرت طلبی' اسراف اور منکرات پر مبنی رسمیں جگہ پکڑتی جارہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری طرح صادق آرہی ہے کہ آخری زمانہ میں چار طرح کے لوگ حج کریں گے۔ بادشاہ تفریح کی غرض سے' امراء تجارت کے مقصد سے' فقراء بھیک مانگنے کیلئے اور قراء اور علماء شہرت طلبی کیلئے۔ (احیاء العلوم) یہ غیر شرعی التزامات حاجی کے سفر پر جانے سے کافی دنوں پہلے سے شروع ہوجاتے ہیں۔ حاجی کو طول طویل دعوتیں ہوتی ہیں۔ کہیں کہیں قوالی کی محفلیں بھی منعقد کی جاتی ہیں اور بجائے اس کے کہ احکام حج کو سیکھا جائے اور آتش شوق میں اضافہ کیا جائے۔ فضول ملاقاتوں میں وقت ضائع کیا جاتا ہے پھر جانے والے دن سارے خاندان کے افراد مرد وعورت جمع ہوتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک ایک حاجی کو ائیر پورٹ تک چھوڑنے کیلئے پچاسوں افراد جاتے ہیں جن میں بے پردہ عورتیں حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی شامل ہوتے ہیں اور ائیر پورٹ پر وہ شور وغوغا' فوٹو گرافی اور بے حجابی کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں کہ

الامان الحفیظ' ایک میلہ لگا رہتا ہے جس میں عبادت کا جذبہ برائے نام اور سیر و تفریح اصل مقصود ہو جاتی ہے حاجی کو پھولوں سے لاد کر اس کے ساتھ تصاویر کھنچوائی جاتی ہیں اور بعض لوگ تو باقاعدہ ''ویڈیو فلم میکر'' کو ساتھ لے کر جاتے ہیں جو ان سب مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرنے کا ''فرض'' انجام دیتا ہے۔ گویا پہلے ہی مرحلے میں اللہ رب العزت کی نافرمانی سامنے آتی ہے اور حج کے سفر کی روح نکال دی جاتی ہے۔ پھر بہت سے لوگ حج کے ارکان کی ادائیگی کے وقت بھی جائز و ناجائز کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتے۔ بیت اللہ شریف میں حجر اسود کے بوسہ کیلئے اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ مرد و عورت کا امتیاز و لحاظ باقی نہیں رہتا عورتیں بے حیائی کے ساتھ غیر مردوں کے درمیان گھس جاتی ہیں اور مرد بھی بے محابا اجنبی عورتوں پر گرے پڑتے ہیں جبکہ اس طریقہ پر معصیت کر کے حجر اسود کا استلام ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ کیونکہ اگر بوسہ لینے کا موقع نہ ہو تو دور سے اشارہ کر کے ہاتھ چوم لینے سے بھی بعینہ وہی ثواب ملتا ہے تو گناہ کے ارتکاب سے کیا فائدہ؟ اس مقدس اور مبارک مقام پر اس بے حیائی کا اظہار حد درجہ مذموم اور قابل ترک ہے۔ حج کے ہر ہر لمحہ میں اس طرح کے بے حیائی کے کاموں سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے اللہ کا شکر ہے کہ حکومت سعودیہ کی توجہ سے حرم نبوی مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا) میں زیارت کیلئے مردوں اور عورتوں کے الگ الگ اوقات مقرر کر دینے سے وہاں بے محابا اختلاط سے نجات مل گئی ہے۔ خدا کرے مسجد حرام میں بھی اس طرح کی کوئی شکل نکل آئے تو اس عموم بلویٰ سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اپنی نظر کی حفاظت میں لوگ بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ یہ بڑی محرومی اور بدبختی کی بات ہے کہ انسان وہاں جا کر بھی اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔

پھر جوں جوں واپسی کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ بہت سے حجاج اپنا مابقیہ وقت طواف و زیارت سے زیادہ حرم کے بازاروں اور جدہ کی مارکیٹوں میں گزارنے لگتے ہیں اور وقت کو غنیمت نہ جان کر احباب اور رشتہ داروں کیلئے تحفہ تحائف خریدنے میں مصروف ہوتے ہیں جو بجائے خود نہایت بے حسی اور محرومی کی بات ہے' گھر والوں کیلئے تحفے لانا یا خرید و فروخت ممنوع نہیں لیکن اس میں وقت کا ضرورت سے زیادہ ضیاع جذبہ حج کے منافی ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔

اس کے بعد جب حاجی فریضہ حج ادا کر کے وطن واپس ہوتا ہے تو پہلے ہی سے اس کے استقبال کیلئے ائیر پورٹ پہنچنے والے رشتہ دار (جن میں مرد و عورت سب شامل ہوتے ہیں)

معصیت اور نافرمانی کی چیزیں، فوٹو اور ویڈیو کیمرے اسی طرح پھولوں اور نوٹوں کے ہار لئے تیار رہتے ہیں اور اطاعت خداوندی کا عہد کر کے لوٹنے والا حاجی آتے ہی ان معاصی میں مبتلا ہو کر قبولیت دعا کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ حجاج سے گھر لوٹنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے پہلے دعا کراؤ۔ پھر گھر آ کر جو رسمیات اپنائی جاتی ہیں وہ سب بھی حج کی روح سے میل نہیں کھاتیں۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ "حج مبرور و مقبول کی نشانی یہ ہے کہ حاجی دنیا سے بے رغبت، آخرت کی یاد میں مستغرق اور دوبارہ زیارت حرمین شریفین کا شوق لے کر لوٹے۔ اگر یہ جذبات نہیں ہیں تو سمجھ لے کہ اس کا حج مبرور نہیں ہے"۔ (احیاء العلوم)

ہونا یہ چاہئے کہ حج، انسان کے اعمال میں انقلاب، اطاعت کی توفیق اور معاصی سے مکمل احتراز کا ذریعہ بن جائے۔ جبھی سفر حج کا واقعی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چھٹا خطبہ

زائرین حرم کی خدمت میں

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ

حج مبرور رحمت خداوندی سے مستفید ہونے کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ ''**والحج المبرور لیس له الجزاء الاالجنة**'' (الترغیب والترہیب) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اس طرح حج کرے کہ اس میں کوئی گناہ کا کام اور بے حیائی کی بات نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر واپس ہوتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (البخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج کیا کرو کیونکہ حج انسان کے گناہوں کو اس طرح دھوڈالتا ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔ (الترغیب والترہیب) ایک اور روایت میں ہے کہ حاجی کی مغفرت کی جاتی ہے اور حاجی جس کیلئے مغفرت چاہتا ہے اس کی بھی مغفرت کی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب) علامہ منذریؒ نے الترغیب والترہیب میں طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منی کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی اور ایک ثقفی صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم کچھ پوچھنے کی غرض سے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان سوالات کی خبر دے دوں جنہیں تم معلوم کرنے آئے ہو؟ اور چاہو تو خاموش رہوں اور تم خود سوال کرو؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہی ارشاد فرمایئے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ باتیں پوچھنے آئے تھے۔ (۱) بیت اللہ کی طرف جانے کا کیا ثواب ہے؟ (۲) طواف کے بعد کی دو رکعتوں کا کیا اجر ہے؟ (۳) صفا و مروہ کی سعی کا کیا بدلہ ہے؟ (۴) وقوف عرفہ کی کیا جزاء ہے (۵) کنکری مارنے پر کیا اجر ملتا ہے؟ (۶) اور قربانی کرنے سے انسان کس ثواب کا مستحق ہوتا ہے؟ یہ سن کر ان دونوں صحابیوں نے

فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے ہم یہی سوال کرنے حاضر ہوئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے گھر سے مسجد حرام کے قصد سے چلتے ہو تو تمہاری سواری کے قدم قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور تمہاری ایک غلطی معاف کی جاتی ہے اور طواف کے بعد کی دو رکعتوں کا اجر بنی اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور صفا و مروہ کی سعی کا ثواب ۷۰ غلاموں کو آزاد کرنے کے مثل ہے اور تمہارا میدان عرفات میں وقوف کرنا تو اس دن اللہ رب العزت آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما کر فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے پراگندہ بالوں والے بندے دنیا کے کونے کونے سے میری جنت کی امید لگا کر میرے پاس آئے ہیں۔ لہٰذا ان کے گناہ اگرچہ ریت کے ذرات، بارش کے قطرات اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں پھر بھی میں انہیں بخش دوں گا۔ پس اے میرے بندو! جاؤ بخشے بخشائے واپس جاؤ۔ تم بھی بخش دیئے گئے اور جس کیلئے تم نے بخشش کی سفارش کی ان کی بھی مغفرت کر دی گئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ: تمہارا شیطان کو کنکری مارنا تو ہر کنکری کے بدلے میں کسی بڑے گناہ کی مغفرت ہوتی ہے اور تمہارا قربانی کرنا تو اس کا ثواب آخرت کے ذخیرہ میں جمع کیا جاتا ہے اور احرام کھولتے وقت تمہارا سر منڈانا تو ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک برائی مٹائی جاتی ہے اور جب تم اس کے بعد طواف کرتے ہو تو تم گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوتے ہو اور ایک فرشتہ تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ اب آئندہ کیلئے از سر نو اعمال کر، گزشتہ سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

الغرض اعمال و مناسک حج کا اس قدر ثواب ہے کہ اس کو کسی عدد میں محصور نہیں کیا جاسکتا یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی عظیم عبادت عطا فرمائی ہے۔ اس عظیم الشان نعمت کا حق یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کی انجام دہی کی سعادت ملے وہ پوری طرح آداب و شرائط اور سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے مناسک کو انجام دیں۔ آج گو کہ پہلے زمانہ کے مقابلہ میں حجاج کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن تعداد کے اضافہ کے ساتھ ساتھ شوق و ذوق اور واقعی جذبہ عشق و محبت میں کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ عام طور پر اس کوتاہی کی تین وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حج میں جیسا حلال وطیب مال لگنا چاہئے وہ نہیں لگایا جاتا۔ حالانکہ حج کی قبولیت کیلئے نفقہ طیب اولین شرط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب

حاجی مال حلال کے ساتھ حج کو جاتا ہے اور تلبیہ پڑھتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ **لبیک وسعدیک** تیرا توشہ حلال ہے، تیری سواری بھی حلال ہے اور تیرا حج مقبول اور گناہوں سے دور ہے۔ اسکے برخلاف جب کوئی شخص حرام اور مشتبہ مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے تو منادی کہتا ہے کہ **لالبیک ولاسعد یک** تیرا توشہ حرام، تیرا خرچہ حرام اور تیرا حج غیر مقبول اور موجب گناہ ہے۔ (الترغیب والترہیب) اس لئے خاص طور پر حج میں حرام اور مشتبہ رقم لگانے سے احتراز ضروری ہے۔

دوسری بڑی کوتاہی جو معاشرہ میں شدت کے ساتھ رائج ہو رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اب حج کو ریا اور نمود اور شہرت وسمعت کا عنوان بنالیا گیا ہے۔ بلکہ میں تو آگے بڑھ کر یہ کہوں گا کہ اب حاجیوں کو الوداع اور خوش آمدید میں وہ طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ۔ حجاج کی آمدورفت کے دنوں میں ہوائی اڈوں پر مردوں اور عورتوں کے اختلاط، ویڈیو کیمروں، پھولوں کے گجروں اور تصاویر کشی کے مکروہ مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دنیوی میلہ لگ رہا ہے۔ اسی طرح حجاج کی واپسی پر بڑی بڑی پرتکلف دعوتوں کا چلن ہو گیا ہے۔ یہ چیزیں اخلاص کے منافی ہیں اور حج کی روح کے خلاف ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پرانے کجاوہ اور ایک پرانی چادر پر حج فرمایا۔ جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے اللہ میں ایسے حج کو چاہتا ہوں جس میں کوئی ریاکاری اور شہرت کا جذبہ نہ ہو۔ (الترغیب والترہیب)

تیسری اہم چیز جس کی طرف توجہ ضروری ہے وہ ارکان ومناسک حج سے واقفیت حاصل کرنا ہے اس سلسلہ میں نہایت کوتاہی ہوتی ہے اور بسا اوقات مسائل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حج فاسد یا دم واجب ہوتا ہے اور لاعلمی کی بناء پر احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شریعت پر عمل کئے بغیر قبولیت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اس لئے ارکان حج کی واقفیت انتہائی ضروری امر ہے حج پر لکھی ہوئی کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کرنا اور واقف کار علماء سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان امور کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے اور باادب حاضری کی سعادت سے نوازے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ساتواں خطبہ

حج اور قربانی کی حقیقت

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

حج درحقیقت خدا کے سامنے اس سرزمین میں حاضر ہوکر جہاں اکثر نبیوں، رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے حاضر ہوکر اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا اعتراف کیا اپنی فرمانبرداری واطاعت کا عہد واقرار ہے اور ان مقامات میں کھڑے ہوکر اور چل کر خدا کی بارگاہ میں اپنی سیاہ کاریوں سے توبہ کرنا اور اپنے روٹھے ہوئے مولیٰ کو منانا ہے تاکہ وہ ہماری طرف پھر رجوع ہو کہ وہ اپنے تائب گنہگاروں کی طرف رجوع ہونے کیلئے ہر وقت تیار ہے وہ رحم وکرم لطف وعنایت کا بحر بیکراں ہے۔

یہی سبب ہے کہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کردیتی ہے اور جو مومن اس دن (یعنی عرفہ کے دن) احرام کی حالت میں گزارتا ہے اس کا سورج جب ڈوبتا ہے تو اسکے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے۔

صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں خدا اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کرتا ہو۔ وہ اس دن اپنے بندوں سے قریب ہوکر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: جو انہوں نے مانگا وہ ہم نے قبول کیا۔

موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ بدلہ کے دن کے سوا عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان کسی دن ذلیل ورسوا اور غضبناک نہیں ہوتا کیونکہ اس دن وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سی حدیثیں ہیں جن میں مخلصانہ حج کرنے والوں کو رحمت اور مغفرت کی نوید سنائی گئی ہے یہ تمام حدیثیں درحقیقت اسی دعاء ابراہیمی "**وارنا مناسکنا وتب علینا**" (اور ہمارے حج کے دستور کو سوجھا اور ہماری توبہ قبول فرما) کی تفسیریں ہیں۔

ان تمام بشارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج درحقیقت توبہ اور انابت ہے اسی لئے احرام

باندھنے کے ساتھ "لبیک اللھم لبیک" (خداوند میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں) کا ترانہ دم بدم اس کی زبان سے بلند ہونے لگتا ہے طواف میں، سعی میں، کوہ صفا پر، کوہ مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں، منیٰ میں ہر جگہ جو دعائیں مانگی جاتی ہیں انکا بڑا حصہ توبہ اور استغفار کا ہوتا ہے اور اس بناء پر کہ "التائب من الذنب کمن لاذنب لہ" گناہ سے بصدق دل توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ جس کا گناہ نہیں ہے اس لئے حج مبرور کرنیوالوں کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

گوکہ توبہ سے ہر جگہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس لئے کعبہ اور عرفات کی کچھ تخصیص نہیں، لیکن حج کے مشاعر، مقامات اور ارکان اپنے گوناگوں تاثرات کی بنا پر دوسرے فوائد و برکات کے علاوہ جو یہاں کے سوا اور کہیں نہیں، صدق توبہ کیلئے بہتر سے بہتر موقع پیدا کرتے ہیں ان مقامات کا جو تقدس اور عظمت ایک مسلمان کے قلب میں ہے اس کا نفسیاتی اثر دل پر بڑا گہرا پڑتا ہے۔

وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر رحمتوں کا نزول اور انوار الٰہی کی بارش ہوئی، وہ ماحول وہ فضا، وہ تمام گنہ گاروں کا ایک جگہ اکٹھا ہوکر دعا وزاری، فریاد و بکا اور آہ و نالہ، وہ قدم بقدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد جہاں خدا اور اس کے برگزیدہ بندوں کے بیسیوں ناز و نیاز کے معاملات گزر چکے ہیں دعا اور اس کے تاثر اور اس کے قبول کے بہترین مواقع ہیں۔ جہاں حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے اپنے گناہوں کی معافی کی دعا کی، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور اپنی اولاد کیلئے دعا مانگی۔ جہاں حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد اپنی پناہ ڈھونڈی جہاں دوسرے پیغمبروں نے دعائیں کیں۔ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر اپنے اور اپنی امت کیلئے دعائیں مانگیں۔

وہی مقامات وہی مشاہد اور دعاؤں کے وہی ارکان ہم گنہگاروں کی دعا ہے مغفرت کیلئے کس قدر موزوں ہیں کہ پتھر سے پتھر دل بھی ان حالات اور ان مشاہد کے درمیان موم بننے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں اور انسان اس ابر کرم کے چھینٹوں سے سیراب ہوجاتا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً یہاں برگزیدگان الٰہی پر عرش الٰہی سے برستا رہا ہے اور ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است۔

انسان کی نفسیت (سائیکالوجی) یہ ہے اور روزمرہ کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی بڑے اور اہم تغیر کیلئے ہمیشہ زندگی کے کسی موڑ اور حد فاصل کی تلاش کرتا ہے جہاں پہنچ کر اس کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے دو ممتاز حصے پیدا ہوجائیں اسی لئے لوگ اپنے تغیر کیلئے جاڑا،

گرمی یا برسات کا انتظار کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ شادی کے بعد یا صاحب اولاد ہونے کے بعد یا تعلیم سے فراغت کے بعد یا کسی نوکری کے بعد یا کسی بڑی کامیابی یا کسی خاص مہم یا سفر کے بعد یا کسی سے مرید ہو جانے کے بعد بدل جاتے ہیں یا اپنے کو بدل لینے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ یہ ان کی زندگی کے اہم واقعات اور سوانح ان کی اگلی اور پچھلی زندگی میں فصل اور امتیاز کا خط ڈال دیتے ہیں جہاں سے ادھر یا ادھر مڑ جانا ممکن ہو جاتا ہے۔

حج درحقیقت اسی طرح انسان کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب اپنی زندگی کو پھیر دینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے یہاں سے انسان اپنی پچھلی زندگی جیسی بھی ہو اس کو ختم کر کے نئی زندگی شروع کرتا ہے ان بابرکت مقاموں پر حاضر اور وہاں کھڑے ہو کر جہاں جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام اور خاصان الٰہی کھڑے ہو کر خدا کے گھر کے سامنے قبلہ کے روبرو جو اس کی نمازوں اور عقیدتوں اور مناجاتوں کی غائبانہ سمت ہے اپنی پچھلی زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت فرمانبرداری کا وعدہ اور اقرار وہ اثر پیدا کرتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف زندگی کا رخ بدل دیتا ہے اور زندگی کا گزشتہ باب بند ہو کر اس کا دوسرا باب کھل جاتا ہے۔

بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ اس کے بعد اپنے نئے اعمال کیلئے نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا "**من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه**" جس نے خدا کیلئے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہ کی اور نہ گناہ کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا) یعنی ایک نئی زندگی ایک نئی حیات اور نیا دور شروع کرتا ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائیاں جمع اور دونوں کی کامیابیاں شامل ہوں۔

ملت ابراہیمی کی اصل بنیاد قربانی تھی اور یہی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصل خصوصیت تھی اور اسی امتحان اور آزمائش میں پورے اترنے کے سبب سے وہ اور ان کی اولاد ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال کی گئی۔

لیکن یہ قربانی کیا تھی؟ یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی، بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی۔ یہ ماسوا اللہ اور غیر کی محبت کی قربانی خدا کی راہ میں تھی۔ یہ اپنی عزیز ترین متاع کو خدا کے سامنے پیش کر دینے کی نذر تھی۔ یہ خدا کی اطاعت، عبودیت اور کامل بندگی کا بے مثال منظر تھا جس کو پورا کئے بغیر دنیا کی پیشوائی اور آخرت کی نیکی نہیں مل سکتی یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کر دینا نہ تھا بلکہ خدا کے سامنے اپنے تمام جذبات اور خواہشوں، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی

تھی اور خدا کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور مرضی کو معدوم کر دینا تھا اور جانور کی ظاہری قربانی اس اندرونی نقش کا ظاہری عکس اوراس خورشید حقیقت کا ظل مجاز تھا۔

اسلام قربانی ہے

اسلام کے لفظی معنی اپنے کو دوسرے کے سپرد کر دینا اور طاعت اور بندگی کیلئے گردن جھکا دینا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس ایثار وقربانی سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان باپ بیٹوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کو صحیفہ محمدی میں اسلام کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے فرمایا۔

"جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل اسلام لائے (یا فرمانبرداری کی یا اپنے کو خدا کے سپرد کردیا) اور ابراہیم نے اپنے بیٹے (اسماعیل) کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا اور کون ابراہیم علیہ السلام کی ملت کو پسند نہ کرے گا۔ لیکن وہ جو خود بیوقوف بنے ہم نے اس کو دنیا میں مقبول کیا اور وہ آخرت میں بھی نیکوں میں سے ہوگا جب اس کے رب نے اس سے کہا کہ اسلام لا (یا فرمانبرداری کر یا اپنے کو سپرد کردے) تو اس نے کہا میں نے پروردگار عالم کی فرمانبرداری کی (یا اپنے کو اس کے سپرد کردیا)

الغرض ملت ابرہیمی کی حقیقت یہی اسلام ہے کہ انہوں نے اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دیا اور اس کے آستانہ پر اپنا سر جھکا دیا' یہی اسلام کی حقیقت ہے اور یہی ابراہیم ملت ہے اور اسی بار امانت کو اٹھانے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار خدا کے حضور دعا فرماتے تھے کہ ان کی نسل میں اس بوجھ کو اٹھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہیں اور بالآخران کی نسل میں وہ امین پیدا ہوا جو اس کی امانت کو لے کر تمام دنیا پر وقف عام کردے چنانچہ دعا فرمائی تو یہ فرمائی۔

ترجمہ۔"ہمارے پروردگار ہم کو مسلمان (یا اپنا فرمانبردار بنا) اور ہماری نسل سے ایک مسلمان (یا اپنی فرمانبردار) جماعت بنا اور ہم کو مناسک (حج کے دستور) بتا اور ہم کو معاف کردے بے شک تو معاف کرنیوالا اور رحم کرنے والا ہے۔

ہمارے پروردگار! اس میں اپنا ایک رسول بھیج جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک اور صاف کرے تو غالب اور حکمت والا ہے"۔

یہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' یہ کتاب قرآن پاک تھی یہ حکمت سینہ محمدی کا خزانہ علمی وعملی تھا اور یہ مناسک اسلام کے ارکان حج تھے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

آٹھواں خطبہ

حج کے انعامات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

اسلام کے ارکان میں سے پانچواں اور آخری رکن حج بیت اللہ ہے۔تمام مسلمان جانتے ہیں کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔

(۱)''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دینا یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول اور نبی برحق ہیں۔

(۲) پانچ وقت کی نماز قائم کرنا۔(۳) رمضان مبارک کے روزے رکھنا۔

(۴) مالداروں کیلئے جو صاحب نصاب ہوں اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۵) اور پانچواں رکن ہے حج بیت اللہ یعنی بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

فرضیت حج

حج عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور یہ اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کی طاقت رکھتا ہو جو شخص طاقت نہیں رکھتا اس پر حج فرض نہیں اور جو شخص ایک مرتبہ حج کرلے اس پر دوبارہ حج کرنا فرض نہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

ترجمہ۔''ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج بیت اللہ کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا تو حضرت اقرع بن حابس ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حج صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے یا ہر سال؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ جب اس نے تین بار سوال دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں یہ کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال فرض ہے تو ہر سال فرض ہو جاتا پھر تم اس کو نہ کرسکتے پھر فرمایا صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے''۔

شیخ بنوریؒ کے حج وعمرے

بہرحال حج عمر میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے یوں اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہمیشہ حج کیلئے جانا چاہئے اور بار بار جانا چاہئے' ہمارے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سال میں دو مرتبہ حرمین شریفین تشریف لے جاتے تھے' ایک مرتبہ رمضان میں عمرہ کیلئے اور دوسری مرتبہ حج کے موقع پر اور پھر فرماتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کیوں جاتا ہوں' نہ طواف کرسکتا ہوں' نہ کوئی عمل کرسکتا ہوں' بس بیٹھا بیت اللہ شریف کو دیکھتا رہتا ہوں' چونکہ حضرتؒ گوگھٹنوں میں تکلیف رہتی تھی اس لئے زیادہ طواف اور عمرے نہیں کرپاتے تھے اور کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہم بیٹری چارج کرنے کیلئے جاتے ہیں' یہ بیٹری کون سی تھی؟ دل کی' روحانیت کی' ایمان ویقین کی اور تعلق مع اللہ کی۔

تجلیات الٰہی کا مرکز

بیت اللہ شریف تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہے اور رحمت خداوندی کی تقسیم کا مرکز ہے' روزانہ ایک سوبیس رحمتیں بیت اللہ پر نازل ہوتی ہیں اور دنیا میں جتنی رحمتیں اور جتنی برکتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں وہ بیت اللہ پر اترتی ہیں اور پھر وہاں سے پورے عالم میں تقسیم ہوتی ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ظاہری اور باطنی سعادتوں کا مرکز بنایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''وَاِذْجَعَلْنَا الْبَیْتَ الخ'' (بقرہ) ''اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مقام امن ہمیشہ سے مقرر رکھا) نامعلوم مشرق ومغرب سے' جنوب وشمال سے' کس کس خطے سے لوگ دیوانہ وار لبیک لبیک پکارتے ہوئے آرہے ہیں' جیسے پروانے شمع پر ٹوٹتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ حرمین شریفین جانے کا اتفاق تو ہمیشہ ہوتا ہے لیکن اس مرتبہ چار باتیں ذہن میں آئیں جن کو میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

روحانی طور پر دلوں کا مقناطیس

ایک بات ذہن میں آئی اور میں اس کو عطیہ الٰہی سمجھتا ہوں' گویا وہاں سے انعام ملا ہے کہ ساری دنیا جو یہاں کھنچ کھنچ کر جمع ہورہی ہے تو آخر کیوں جمع ہورہی ہے؟ بیت اللہ شریف کا ایک تو ظاہری نقشہ ہے کہ پتھروں کی عمارت ہے' جن میں سیمنٹ لگایا ہوا ہے' نہ سنگ مرمر ہے' نہ کوئی اور ظاہری زینت کی چیز ایسی ہے جو لوگوں کیلئے موجب کشش ہو' موٹے موٹے پتھروں

کی عمارت' یہ بیت اللہ ہے' اوپر سیاہ غلاف پڑا ہوا ہے اس میں کوئی مادی کشش نہیں ہے کہ لوگ اس کی چمک دمک کو دیکھنے کیلئے آئیں' جیسے تاج محل کو دیکھنے کیلئے جاتے ہیں یا کسی اور خوبصورت عمارت کو دیکھنے کیلئے جاتے ہیں۔ وہاں کوئی ظاہری' مادی کشش اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی' لیکن باطنی اور روحانی طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کو دلوں کا مقناطیس بنایا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اس طرح بیت اللہ قلوب کو اپنی طرف کھینچتا ہے' چنانچہ تمام اہل ایمان کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے اللہ کے گھر پہنچ جائیں' کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جس کے دل میں یہ تمنا اور یہ آرزو چٹکیاں نہ لیتی ہو اور جس دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کی تمنا نہیں اور جس شخص کے دل میں یہ تڑپ نہیں ہے وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہی نہیں' چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرضیت حج کا اعلان فرمایا: ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ الخ'' (آل عمران) ''اور لوگوں کے ذمے ہے اللہ کی رضا کی خاطر اس بیت اللہ کا حج کرنا جو شخص یہاں پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو) تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ''وَمَنْ كَفَرَ الخ'' (آل عمران) ''اور جو کفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غنی ہے جہان والوں سے اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ نے حج کیلئے نہ آنے کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص کو حج کرنے سے نہ فقر و فاقہ مانع تھا' نہ ظالم حاکم مانع تھا' نہ کوئی روکنے والی بیماری مانع تھی' اس کے باوجود وہ حج کئے بغیر مر گیا تو (اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں) چاہے وہ یہودی ہو کر مرے' چاہے نصرانی ہو کر مرے''۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ (مشکوۃ)

تو میں نے کہا کہ ہر مومن کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں لیتی ہے کہ کسی طرح اللہ کے گھر پہنچے اور یہ تقاضائے ایمان ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آتا تو پھر کہنا چاہئے کہ اس کا ایمان ہی صحیح نہیں' تو بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت عطا فرمائی ہے' میں نے کہا کہ وہاں کوئی مادی کشش نہیں ہے کہ وہاں ظاہری طور پر کوئی نظارہ قابل دید ہو' وہاں دلچسپ مناظر ہوں' لیکن باطنی کشش اللہ تعالیٰ نے ایسی رکھی ہے کہ ہر آدمی کا جی چاہتا ہے کہ بیت اللہ سے لپٹ جائے اور لپٹ کر جتنا رو سکتا ہے روئے' چنانچہ حکم بھی ہے لپٹنے کا' اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ملتزم سے لپٹا جائے' بیت اللہ شریف کے دروازے اور حجر اسود کے کونے کا درمیان کا جو حصہ ہے یہ ملتزم کہلاتا ہے' ملتزم کے معنی ہی یہ ہیں ''لپٹنے کی جگہ'' کسی اور جگہ نہیں لپٹنا چاہئے کہ ادب کے خلاف

ہے، وہاں اپنے جذبات پر نہیں بلکہ آئین ادب پر عمل کرنا ہے، یہ نہیں کہ جہاں چاہو بیت اللہ سے لپٹے رہو، یہ ادب کے خلاف ہے، لپٹنے کی جگہ ملتزم کو بنا دیا اور دوسری جگہ میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر وہاں لپٹ جاؤ، الغرض کسی کو وہاں پہنچنے کی، بیت اللہ کی زیارت کی اور ملتزم پر لپٹنے کی توفیق ہو جائے تو اس سے بڑی کیا سعادت ہوگی؟ ایک عارف کا قول ہے:

نازک بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خویش کہ بہ کویت رسیدہ است

ہزار بار بوسہ دہم من دست خویش را — کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

ترجمہ۔ ''مجھے اپنی آنکھوں پر ناز ہے کہ انہوں نے تیرا جمال دیکھ لیا ہے، میں اپنے پاؤں پر گرتا ہوں کہ چل کر تیرے کوچہ میں پہنچ گئے اور میں ہزار بار اپنے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوں کہ انہوں نے تیرے دامن کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا ہے۔

لیلائے کعبہ کی محبوبیت

لیلائے کعبہ میں اللہ نے ایسی محبوبیت اور ایسی کشش رکھی ہے کہ لوگ اس پر دیوانہ وار ٹوٹتے ہیں، چاہتے ہیں کہ کسی طرح بیت اللہ تک پہنچ جائیں، وہاں پہنچ کر بھی (کیونکہ بھیڑ ہوتی ہے) جس خوش قسمت کو چمٹنے کا موقع نصیب ہو جائے اس کا جی پھر یہ نہیں چاہتا کہ بس کرے پیچھے ہٹ جائے۔ لوگ اس کو پیچھے سے ہٹاتے ہیں کہ میاں دوسروں کو بھی موقع دو، لیکن وہ ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتا، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے وہاں رکھی ہوئی ہے؟ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے کیا مقناطیس بھرا ہوا ہے؟ لوگ یہ سب کچھ محض دیکھا دیکھی تو نہیں کرتے، یہ کیا بات ہے کہ میرے جیسا سنگ دل آدمی بھی جو باہر سے ہنستا کھیلتا چلا آتا ہے، لیکن جوں ہی بیت اللہ شریف کے پردے کو پکڑتا ہے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے، لوگوں کو وہاں روتے ہوئے دھاڑیں مارتے ہوئے چلاتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ تو ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ بیت اللہ شریف کو اللہ تعالیٰ نے مرکز ایمان اور دلوں کا مقناطیس بنایا ہے، جیسے ہمارے حضرت بنوریؒ فرماتے تھے کہ بیٹری چارج کرنے کیلئے وہاں جاتے ہیں، اپنے ایمان کو اس جنریٹر کے ساتھ لگا دو، دل کو اس کے ساتھ جوڑ دو، دل کی بیٹری چارج ہو جائے گی، دل ایمان سے بھر جائے گا، عشق الٰہی سے دل کی انگیٹھی روشن ہو جائیگی اور جاذبہ عشق و محبت تمہیں ملاء اعلیٰ کی طرف کھینچ لے گا۔

اللہ کی بڑائی و کبریائی کا احساس

دوسری بات سمجھ میں آئی کہ یہاں بڑوں کو بھی دیکھا چھوٹوں کو بھی دیکھا کہ سب ایک لائن میں لگے ہوئے ہیں، وہاں پہنچ کر بڑے سے بڑے کی بڑائی کا شیش محل چکنا چور ہوجاتا ہے اور سب کو اپنے ہیچ در ہیچ اور لاشی ہونے کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ اور اپنا بندہ محض ہونا کھل جاتا ہے ہمارے ایک دوست کراچی میں بھی ملتے رہتے ہیں، حرم شریف میں میرے پاس آبیٹھے تو انہوں نے میرے بارے میں کوئی ایسی بات کہی، میں نے کہا بھائی یہاں کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہے، وہاں پہنچتے ہی بڑوں کی بڑائی کافور ہوجاتی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی کا ایسا احساس ہوتا ہے کہ اپنے وجود سے شرم آنے لگتی ہے، وہاں شاہوں کو دیکھا، گداؤں کو دیکھا، عابدوں کو دیکھا، نیکوں کو دیکھا، بدوں کو دیکھا کہ سب کے سب دامن دل پھیلائے گڑگڑا رہے ہیں، اسی در پر انبیاء علیہم السلام بھی اپنا ماتھا رگڑ رہے ہیں اور ہم جیسے سیاہ کار اور گناہ گار بھی، ایک فقیر بے نوا بھی وہاں دست سوال دراز کرتا ہے اور بارگاہ صمدیت سے بھیک مانگتا ہے (اے گھر کے مالک) کہہ کر کے اسے پکارتا ہے اور ہارون الرشید جیسا مطلق العنان خلیفہ و بادشاہ بھی وہاں پہنچ کر گدائے گدایان بن جاتا ہے اور بھکاریوں کی طرح لپک لپک کر مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ ”یارب البیت“ وہاں پہنچ کر مشاہدہ ہوجاتا ہے کہ بس یہی ایک بارگاہ عالی، داتا کا دربار ہے۔

داتا صرف اللہ تعالیٰ ہیں

وہی ایک دینے والا ہے، باقی سب کے سب بھیک منگتے ہیں، سب کے سب ایک گھر کے بھکاری ہیں، الغرض وہاں بڑے اور چھوٹے کا امتیاز اٹھ جاتا ہے، وہاں شاہ و گدا کا سوال نہیں رہتا، وہ ایک دینے والا رب ہے، باقی سب لینے والے بندے ہیں، وہ ایک داتا ہے، باقی سب کے سب اس کی بارگاہ کے اس کے دروازے کے سوالی ہیں، فقیر ہیں، چنانچہ ارشاد ہے ”یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ الخ“ (فاطر ۱۵) ”اے لوگو تم سب کے سب اللہ کی طرف فقیر ہو اور اللہ غنی ہے لائق حمد ہے) فقیر اس کو کہتے ہیں جو محتاج ہو، اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہیں کسی چیز میں کسی کے محتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ساری کائنات، ہر آن اور ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، اپنے وجود میں بھی، اپنی بقاء میں بھی اور اپنی تمام ضروریات میں بھی، دنیا و آخرت کی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں بندے اللہ تعالیٰ کے محتاج نہ ہوں اور کوئی شر ایسا نہیں جس کے دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج نہ ہوں

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ'' اے لوگو تم سب کے سب فقیر ہو اللہ کی طرف، تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کے سب خالی ہاتھ ہو'' وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ'' اور تنہا اللہ تعالیٰ ہی غنی ہیں، حمید ہیں، اس کے سوا کوئی غنی نہیں، ہم لوگ حقیقت ناشناس ہیں، یوں ہی در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں، کبھی ادھر بھاگتے ہیں، کبھی ادھر بھاگتے ہیں۔

شیخ سعدیؒ کی حکایت

شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک مانگنے والا تھا، گھر گھر صدائیں لگا رہا تھا، دروازے کھٹکھٹا رہا تھا'' کہ کوئی پیسہ دے اللہ کے نام پر'' مانگتے مانگتے مسجد کے دروازے پر پہنچ گیا، اس نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ کچھ اللہ کے نام پر، کسی نے کہا میاں! یہ گھر نہیں ہے، یہ مسجد ہے، کسی گھر پر جا کر مانگو، فقیر کہنے لگا کہ یہ کس بخیل کا گھر ہے جو کسی فقیر کو خیرات نہیں دیتا؟ کہا بھئی ایسا نہ کہو! یہ تو احکم الحاکمین کا، سخیوں کے سخی کا اور غنیوں کے غنی کا گھر ہے، رب العالمین کا گھر ہے، اللہ کا گھر ہے، کہا اللہ کا گھر ہے؟ کہا ہاں! کہا اچھا میں اللہ کے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا ہوں؟ کہا ہاں! اس نے اپنا کشکول، جو اس کے پاس تھا، اس کو پھینک دیا، کہنے لگا، جب اللہ کے دروازے پر پہنچ گیا ہوں تو پھر کسی اور سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر اور سے مانگنے کی کیا حاجت ہے؟ ہم لوگ اللہ کے گھر پر حاضری دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے وہاں ہر ایک کو اللہ سے مانگتا ہوا دیکھتے ہیں، جس سے مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ سب فقیر ہیں، مانگنے والے ہیں، دینے والا صرف ایک ہے تو کیوں نہ اسی سے مانگنا شروع کر دیں، الغرض اس سال حج میں ایک انعام یہ ملا کہ مخلوق سے نظر اٹھاؤ اور خالق پر نظر جماؤ، سب کو فقیر سمجھو، ایک کو غنی سمجھو، ایک دینے والا ہے، غنی ہے، جو کسی سے مانگتا نہیں اور باقی سب مانگنے والے ہیں اور یہ یقین دل میں پیدا ہو جائے تو واقعتاً پھر حج، حج ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے گھر جا کر بھی دوسروں پر ہی نظر رہی تو پھر قصہ ختم، گویا اس بے چارے کو حج سے کچھ نہیں ملا۔

صرف ایک کی طرف نظر

ایک بزرگ تھے آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور بار بار ایک ہی لفظ کہہ رہے تھے کہ ''اے مالک! میں آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں، آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں'' بار بار یہی لفظ دہرا رہے تھے، طواف کے بعد کسی بزرگ نے انکو پکڑ لیا کہ یہ آپ کیا

کہہ رہے ہیں؟ اور یہ آنکھوں پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ کہنے لگے بات بتانے کی تو نہیں تھی، لیکن تم نے پوچھ لیا ہے تو بتا دیتے ہیں، میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک نظر نامحرم پر پڑ گئی اور میں اس کو دیکھنے لگا، غیب سے ایک تھپڑ آنکھ پر لگا کہ آنکھ جاتی رہی اور ساتھ آواز آئی کہ شرم نہیں آتی میرے گھر میں پہنچ کر دوسروں کو دیکھتا ہے؟ اس وقت سے بس یہی ورد کر رہا ہوں کہ "آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں" تو اس بار اللہ تعالیٰ کے گھر پہنچ کر ایک حقیقت یہ سمجھ میں آئی کہ اس کی ذات عالی کے سوا سب سے نظر اٹھالی جائے اور یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دولت ہمیں نصیب فرمائیں اور یہ مضمون ہمارے دل میں بیٹھ جائے تو ساری دولتیں اس پر قربان۔

کوئی محروم نہیں آتا

اور ایک بات اور سمجھ میں آئی، وہ یہ کہ جانے والے تو سب ہی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا چھوٹے بھی جاتے ہیں، بڑے بھی جاتے ہیں، عالم بھی جاتے ہیں، جاہل ہیں، نیک بھی جاتے ہیں، بدکار بھی جاتے ہیں، اچھے بھی جاتے ہیں، برے بھی جاتے ہیں اور یقین ہے کہ کوئی وہاں سے محروم نہیں آتا کسی کو محروم نہیں کیا جاتا۔

لاکھوں انسانوں کی دعا رد نہیں ہوتی

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں سے میدان عرفات میں فرمانے لگے کہ بھئی! ایک بات بتاؤ، یہ پانچ لاکھ، دس لاکھ، یا پندرہ بیس لاکھ حاجی ہیں، جو میدان عرفات میں اترے ہوئے ہیں اگر اتنا بڑا مجمع، دس لاکھ کا مجمع کسی سخی کے دروازے پر جمع ہو جائے اور اس سے یہ کہے کہ برائے کرم ایک چھٹانک آٹا دے دیجئے، یا یہ سارا مجمع کسی سخی کے دروازے پر جمع ہو کر درخواست کرے کہ ایک پیسے کی ضرورت ہے، ایک پیسہ دے دیجئے تو تمہارا کیا خیال ہے وہ سخی ان دس لاکھ آدمیوں کی فرمائش پر ایک پیسہ نہیں دے گا؟ ایک چھٹانک آٹا نہیں دے گا؟ دوستوں نے کہا جی حضرت کیوں نہیں دے گا، فرمایا یہ سب لوگ ایک بارگاہ عالی سے مغفرت مانگ رہے ہیں اور پوری دنیا کی بخشش کر دینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا آسان ہے جتنا کہ ایک سخی کے لئے ایک پیسہ دے دینا، سارے حاجی صاحبان مل کر، گڑگڑا کر، رو رو کر اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! بخش دے، گناہ معاف کر دے، بخشش فرما دے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ ان کی درخواست کو رد نہیں فرمائے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ وہاں سے کوئی محروم نہیں آتا

اور اللہ تعالیٰ وہاں سے کسی کو محروم نہ لوٹائے' اس لئے کہ جو شخص نعوذ باللہ وہاں سے بھی محروم آیا اس کیلئے پھر کون سا دروازہ ہے؟

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ تھے' وہ جب بھی لبیک کہتے تھے تو آواز آتی تھی ''لا لک لبیک'' (تمہاری لبیک منظور نہیں) ہر سال حج پر جاتے اور جب بھی لبیک کہتے تو آواز آتی کہ تیری لبیک قبول نہیں ایک دفعہ ساتھ میں ان کا خادم بھی تھا' اس نے بھی یہی آواز سنی' وہ بزرگ اسی ذوق وشوق اور اسی رغبت ومحبت کے ساتھ حج کے ارکان ادا کر رہے تھے' خادم نے کہا حضور! لبیک تو نامنظور' پھر اس محنت کا فائدہ' کہنے لگے تم نے بھی سن لی ہے؟ کہنے لگے ہاں! فرمایا میں پچاس سال سے سن رہا ہوں' پچاسواں حج ہے' پچاس سال سے برابر سن رہا ہوں کہ جب بھی لبیک کہتا ہوں' ادھر سے آواز آتی ہے تیری کوئی لبیک نہیں' چل دفعہ ہو' شاگرد کہنے لگا کہ پھر ٹکریں مارنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا: برخوردار! کوئی اور دروازہ ہے جہاں چلا جاؤں؟ یہ تو منظور نہیں کرتے' کوئی اور دروازہ ہے کہ وہاں جا کر سے مانگ لوں؟ نہیں! نہیں! یہی ایک دروازہ ہے' ملتا ہے تب بھی' نہیں ملتا تب بھی' مانگنا تو اسی دروازے سے ہے' ایک عارف نے خوب کہا۔

حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم   یا بم اورا یا نہ! جستجوئے می کنم

ترجمہ۔ میں اسکو پاؤں یا نہ پاؤں' جستجو کرتا رہوں گا اور وہ مجھے ملے یا نہ ملے آرزو کرتا رہوں گا۔

بہت بڑی محرومی

الغرض اگر کوئی وہاں سے خدانخواستہ محروم واپس آ گیا تو اس کی محرومی ناقابل علاج ہے' اس کی محرومی کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا' وہ تو ابلیس کا بھائی ہوا کہ ابلیس خدا کی بارگاہ سے بھی راندہ گیا' لیکن اندازہ یہ ہوا (واللہ اعلم بالصواب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو بہت سمجھتے ہیں) کہ جو بھی محبت کے ساتھ جاتے ہیں وہ کچھ نہ کچھ لے کے آتے ہیں۔

جتنا برتن اتنی خیرات

مگر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جتنا برتن لے کر جاؤ گے اتنی ہی خیرات ملے گی' افسوس اس بات کا ہے کہ ہم اپنا برتن بہت چھوٹا لے کے جاتے ہیں' جاتے ہیں سب سے بڑی بارگاہ میں کہ اس سے

بڑی کوئی بارگاہ نہیں، اس سے کوئی بڑا دربار نہیں لیکن وائے حسرت کہ ہم بہت چھوٹا برتن لے جاتے ہیں، اتنا برتن لے کر کہ ایک چلو پانی سے بھر جائے، اس کا افسوس اور صدمہ ہے، حد سے زیادہ صدمہ! کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو سمیٹنے کیلئے جیسا برتن چاہئے ویسا برتن ہمارے پاس نہیں اور اس کا مہیا کرنا بھی مشکل ہے، بھائی! اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تو لامحدود ہیں، لامحدود رحمتوں کو سمیٹنے کیلئے لامحدود برتن کہاں سے لائیں؟ لیکن پھر بھی ذرا بڑا برتن تو ہونا چاہئے، اتنا بڑا ظرف ہونا چاہئے کہ آسمان و زمین کی وسعتیں اس کے سامنے ہیچ ہوں اور وہ کیا ہے؟ عبدیت کا برتن، فنائیت کا برتن، یعنی اپنے آپ کو مٹا دینا اور اپنی انا کو ختم کر دینا، جتنی فنائیت اور عبدیت زیادہ ہوگی اسی قدر رحمتوں کی بارش بھی زیادہ ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں پر ہوتی ہے اور جو لوگ اپنے دلوں کے اندر انانیت اور غرور و پندار کے بت لے کر بیٹھے ہوں ان پر کیا رحمت ہوگی؟ تو جتنی عبدیت کسی کی کامل ہوگی اور جس قدر اپنے آپ کو مٹا دینے اور اپنی عقل کے، اپنے نفس کے اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر بارگاہ الٰہی میں حاضری دینے کی کیفیت ہوگی اسی قدر عنایات خداوندی کی دولت سے نوازا جائے گا۔

حلق نہ کرانے پر ایک کرنل کا واقعہ

میں حرم شریف میں بیٹھا تھا ایک دوست ایک کرنل صاحب کو لے کر آئے، کرنل صاحب ماشاء اللہ، وہاں جا کر بھی کرنل کے کرنل ہی تھے، انگریزی بال رکھے ہوئے تھے اور احرام کھولنے کیلئے دو تین بال کاٹ دیئے تھے، داڑھی اسی طرح مونڈی ہوئی تھی، میرے دوست کہنے لگے کہ جی میں نے ان کو مسئلہ سمجھایا ہے کہ احرام کھولنے کیلئے حلق یا قصر کرانا ضروری ہے لیکن یہ مانتے نہیں ہیں، آپ ذرا ان کو سمجھا دیں، میں نے کہا بھائی سب سے اول نمبر پر حلق ہے، یعنی سر کے سارے بال استرے سے منڈوا دیئے جائیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ رحمت نازل فرما حلق کروانے والوں پر، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بال کٹانے والوں کیلئے بھی دعا کر دیجئے، یعنی جو لوگ احرام کھولنے کیلئے حلق کرانے کے بجائے قینچی کے ساتھ، مشین کے ساتھ بال کٹوا دیتے ہیں ان کیلئے رحمت کی دعا فرما دیجئے فرمایا: اے اللہ رحمت نازل فرما حلق کرانے والوں پر، یعنی بال صاف کرانے والوں پر، اس پر صحابہؓ نے پھر عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: اے اللہ رحمت نازل فرما حلق کرانے والوں پر، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

قصر کرنے والوں کیلئے بھی دعا کر دیجئے' فرمایا: چلو مقصرین پر بھی اللہ کی رحمت ہو۔ (مشکوۃ)

ایک آدمی اللہ کے گھر پہنچتا ہے اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء رحمت سے محروم رہنا گوارا کرتا ہے اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا؟ تو پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ بھائی استرے کے ساتھ سارے سر کے بال اتارو' یہ افضل ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے آدمی کیلئے تین دفعہ دعائے رحمت فرمائی ہے' لیکن اگر یہ نہ ہو تو پورے سر کے بال ایک پورے کے برابر کٹوادو اور یہ بھی نہ ہو تو کم سے کم چوتھائی سر کے بال اتار دینے سے احرام کھل جائے گا' گوایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے' لیکن اگر کسی نے چوتھائی سر سے کم بال اتارے تو اس کا احرام ہی نہیں کھلا' وہ بدستور احرام میں ہے' اسی طرح احرام کی حالت میں کپڑا پہن رہا ہے' اسی طرح دوسرے کام کر رہا ہے' میں نے یہ مسئلہ بیان کیا تو کرنل صاحب کہتے ہیں کہ جی مولوی صاحب! اتنی تنگی تو نہیں چاہئے' سبحان اللہ! ماشاء اللہ! میں بھی ذرا تیز مزاج ہوں میں نے غالب کا شعر پڑھ دیا۔

ہاں! ہاں! نہیں وفا پرست' جاؤ! وہ بے وفائی سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز' اس کی گلی میں جائے کیوں؟

آپ کو کس حکیم نے مشورہ دیا تھا یہاں تشریف لانے کا' اگر آپ کو اپنے بالوں سے اتنی محبت ہے اور اس کو تنگی سمجھتے ہیں تو کس حکیم نے کہا تھا کہ آپ حج بیت اللہ کیلئے یا عمرے کیلئے تشریف لائیں؟ تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ یہ تنگی کر رہے ہو؟ اب آپ خود ہی دیکھ لیں کہ یہ بے چارہ کتنا چھوٹا برتن لے کر گیا' اسی کو میں کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر بھی چہرے پر استرا پھیرتے ہو؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اسی طرح جاتے ہو؟ نہیں بھائی! اپنے آپ کو بدلنے کی نیت سے جاؤ اور پختہ ارادہ لے کر جاؤ کہ اب تک تو جو کچھ ہوا سو ہوا' لیکن اب اللہ کے گھر پہنچ گئے ہیں' اب یہ گھر والا جو کچھ کہے گا وہ کریں گے' پھر گھر والے سے جو مانگو گے وہ دے گا۔

حجر اسود کو بوسہ دینا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ

اسی لئے اکابر فرماتے ہیں کہ یہ جو حجر اسود کو چومتے ہیں' بوسہ دیتے ہیں یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کرنا اور اس کے ساتھ عہد باندھنا ہے' ایک مسئلہ درمیان میں سمجھ لیجئے! اصل تو یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیا جائے' لیکن اگر ہجوم زیادہ اور حجر اسود تک پہنچنا مشکل ہو تو کسی کو دھکا نہ دو اور نہ دھکا کھاؤ' بلکہ اس طرح استلام کر لو یعنی حجر اسود کی طرف ہاتھ لمبے کر کے یہ تصور کرو گویا ہم نے اپنے

ہاتھ حجراسود پر رکھ دیئے اوران کو چوم لو یہ اسی کے حکم میں ہے کہ تم نے حجراسود کو بوسہ دے دیا' حدیث میں فرمایا گیا کہ "یہ حجراسوداللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے' جولوگ اس کو چومتے ہیں یا استلام کرتے ہیں وہ اللہ سے مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ سے مصافحہ کرنے کے بعد کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہوجاتے ہیں' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ الخ" (انفال) "تا کہ اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کے درمیان امتیاز کردے) اگر حج کے بعد زندگی بدل گئی تو سمجھو اس کسوٹی پر کھرا نکلا۔

حج مبرور کی جزا

اوراگر زندگی ویسے کی ویسی ہی رہی جیسے پہلے تھی' یا پہلے سے بھی بدتر ہوگئی تو معلوم ہوا کہ کھوٹا نکلا اور حدیث شریف میں فرمایا: "حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں" (مشکوۃ)

حج مبرور اس کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی غلطی نہ کی گئی ہو اور گناہ نہ کیا گیا ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا گیا ہو' کسی شخص کو حج مبرور نصیب ہونے کی علامت یہ ہے کہ آئندہ کیلئے اس کی زندگی کی لائن بدل جائے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

نواں خطبہ

عیدالاضحیٰ اور عشق الٰہی

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

شریعت اسلامیہ نے فرزندان توحید کے لئے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی مسرتوں اور شادمانیوں کے اظہار کا پسندیدہ طریقہ یہ قرار دیا ہے کہ عید کے روز مسواک وضو اور غسل کر کے صاف ستھرا اور اچھا لباس جو میسر ہو وہ پہنا جائے ممکن ہو تو خوشبو لگائیں تا کہ اس طرح حق تعالیٰ کے انعامات کا اظہار اور شکریہ بھی ادا ہو اور ایک سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو اسی طرح شان وشوکت کے مظاہرہ کے لئے سنت یہ ہے کہ دوگانہ عید ادا کرنے کو ایک راستہ سے جائیں اور دوسرے راستہ سے واپس ہوں۔

اس مقدس سلسلہ رسالت ونبوت کے سب سے پہلے فرد وجود جسمانی کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور سب سے آخری فرد اکمل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ درمیانی افراد میں سے ایک اہم ترین شخصیت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے آپ سے پہلے نبوت ورسالت افرادی طور پر عطا کی جاتی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فضل وشرف خاندانی طرز پر عطاء فرمایا گیا چنانچہ نبوت ورسالت پھر آپ ہی کے خاندان اور آپ ہی کی ذریت میں رہی اور گویا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت مابعد کے سنگم اور مجمع البحرین میں آپ کے صاحبزادگان میں اگر ایک بیٹے حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اولاد اور نسل میں انبیاء ورسل کی کثرت تعداد کا شرف حاصل ہوا تو دوسرے صاحبزادے یعنی آپ کے جلیل القدر فرزند اکبر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فضل عطا کیا گیا کہ ان کی اولاد میں خاتم الانبیاء والرسل کو پیدا کیا گیا جو تمام انبیاء سابقین اور جملہ رسولوں کے کمالات علمی وعملی کے جامع تھے۔

عیدالاضحیٰ پر قربانی کی رسم عبادت کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور آپ کے بڑے

صاحبزادے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے ایک نادرہ روزگار واقعہ سے ہے یوں تو سلسلہ عبادت میں جانی اور مالی قربانی دینے کی رسم عبادت دور آدم علیہ السلام ہی سے چلی آئی ہے اور آغاز نبوت سے ہی انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے مال کی قربانی بھی دیا کرے اور جب جان کی قربانی کا موقع پیش آئے تو جان جیسی عزیز شئی بھی قربان کر دے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا ذکر سورہ مائدہ میں کیا گیا ہے کہ ان کے دو بیٹوں نے مالی قربانی پیش کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور جس کا جذبہ خراب تھا اس کی قبول نہ ہوئی یہ ابن آدم قابیل تھا جس کی قربانی قبول نہ ہوئی تھی اس نے حسد اور جلن میں آکر اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا جس کی قربانی کو نیک نیتی اور خلوص کی وجہ سے شرف قبولیت حاصل ہو گیا تھا ہابیل نے حکم خداوندی پر ثابت قدم رہ کر جان دے دی اور اپنے بھائی پر حق تعالیٰ کے خوف وخشیت کی وجہ سے دست درازی نہ کی اور کہہ دیا کہ۔

’’اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف دست درازی کرے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف دست درازی کرنے والا نہیں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (سورہ مائدہ)

یہ روئے زمین پر سب سے پہلا قتل تھا اور اطاعت خداوندی میں جان کی بھی سب سے پہلی قربانی تھی گویا نسل انسان میں سب سے پہلے شہید ہابیل ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جان کی قربانی تھی مگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیرانہ سالی میں عطا شدہ اکلوتے بیٹے کو جس طرح ایمائے خداوندی پر قربانی کے گھاٹ چڑھا دیا اس میں اور ہابیل کی جانی قربانی میں زمین وآسمان کا فرق ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی جذبہ ایثار کا تاریخی شاہکار اور شان عبدیت کا ایک اچھوتا کارنامہ ہے کیونکہ اولاد انسان ہی کو نہیں بلکہ جانوروں جیسی بے عقل وشعور مخلوق کو بھی اپنی جان زیادہ عزیز ہوتی ہے اور اولاد کی جان بچانے کے لئے ماں باپ اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔

حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کو تھوڑا سا تاریخی پس منظر پر ڈال کر دیکھئے تو اس کی عظمت وانفرادیت کی جھلک نظر آئے گی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواجی زندگی پر ایک صدی کے قریب طویل عرصہ گزر جاتا ہے اور ان

کی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوتی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر کی صدی اسی بے اولادی میں پوری ہو رہی ہے تب آپ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ ''اے میرے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا''

حق تعالیٰ ان کی دعا سن لیتے ہیں اور فرماتے ہیں ''پھر خوش خبری دی ہم نے ان کو ایک تحمل والے لڑکے کی'' (سورہ صافات) چنانچہ سو سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجہ مطہرہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے مابین حق تعالیٰ کی بعض تکوینی حکمتوں کے پیش نظر ان بن ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بحکم خداوندی ملک شام سے ملک حجاز کی ''وادی غیر ذی زرع'' بے آب و گیاہ لق و دق میدان میں اپنی اہلیہ اور شیر خوار فرزند کو لاتے ہیں اور محض اللہ کے بھروسہ پر تھوڑا سا توشہ حوالہ کر کے حضرت ہاجرہ اور کم سن دودھ پیتے لخت جگر کو اللہ کے بیت الحرم کے پاس چھوڑ جاتے ہیں حق تعالیٰ نے دعائے خلیل کے اس ثمرہ اور اپنی بشارت ''تحمل والے لڑکے'' کی برکت سے وہیں سامان زیست مہیا کر دیا اور خلیل اللہ کے جگر گوشہ کی شدت پیاس سے بیتابانہ ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا ایک ایسا چشمہ سطح زمین پر پیدا کر دیا جو غذائیت اور مائیت دونوں کا کام دے حضرت ابراہیم گاہ بہ گاہ آتے اور اپنے نور نظر کو دیکھ جاتے۔

حق تعالیٰ کے بشارتی لقب کا یہ ''غلام حلیم'' (تحمل والا بردبار لڑکا) شدہ شدہ جب اس قابل ہو گیا کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کر سکے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت توحید اور تبلیغ احکام خداوندی کی توقعات پوری کر سکے تو ۷ ذی الحجہ کو خواب میں یہ ایمائے خداوندی ہوا دیکھا کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں انبیاء کرام کے خواب محض خیالات نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں پہلے روز تعبیر کی نوعیت ذہن میں نہ آئی اگلی شب پھر یہی خواب دیکھا تو بھی ذہن کو تردد رہا کہ اس کی تعبیر من و عن یونہی ہے یا اس کا کچھ اور مطلب ہے نویں تاریخ ذی الحجہ کو پھر بعینہ وہی خواب نظر آتا ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ امیدوں کے اس اکلوتے سہارے کی قربانی رب ابراہیم کو مطلوب ہے سوچا کہ بیٹے سے ذکر کر کے دیکھوں کہ اس کی کیا رائے ہے خوشی سے اپنی جان کی قربانی کے لئے آمادہ ہوتا ہے یا زبردستی یہ کام کرنا پڑے گا۔ بیٹے سے فرماتے ہیں۔

''اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں پس دیکھ لو تم کیا رائے دیتے ہو''۔

تحمل والے بیٹے نے فوراً جواب دیا کہ اے باپ کر ڈالئے جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے مجھے آپ انشاءاللہ سہار کرنے والا پائیں گے۔(سورہ صافات)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جگر پارہ کو قربان گاہ پر ساتھ لے گئے باپ بیٹا خوشی خوشی ایک روایت کے مطابق کہ ''مروہ'' پر گئے بیٹے نے باپ کو مشورہ دیا کہ مجھے لٹا کر ذبح کریئے گا مبادا میرا چہرہ دیکھ کر محبت پدری جوش میں آ جائے۔

معتبر روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ جلد یہ کام انجام دیدیں ایسا نہ ہو کہ ذبح کی تکلیف سے طبعی طور پر مضطرب ہو کر تڑپنے لگیں اور تعمیل حکم خداوندی میں تاخیر ہو یہ منظر دیکھ کر زمین و آسمان اور ان کے بسنے والوں پر کیا گزری وہ کیفیت ناقابل بیان ہے۔(قرآن کریم نے اس کا کوئی نقشہ نہیں کھینچا اور غالباً اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خود سوچ لے کہ اس جذبہ قربانی کا ارادہ بھی کرے گا تو دل پاش پاش ہو جائے گا اور جو لوگ اس منظر کو دیکھ لیں گے ان کی بے اختیار چیخیں نکل جائیں گی۔

قربانی سے جذبہ اطاعت و بندگی کا اظہار ہوتا ہے

قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس کا تصور نوع انسانی کے آغاز سے ہی پایا جاتا ہے۔ خواہ مالی قربانی ہو یا جانی اس عبادت کا بنیادی تصور اپنے معبود کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ جتنی قومیں مذہب پر یقین رکھتی ہیں خواہ وہ کسی صحیح مذہب کو مانتی ہوں یا کسی باطل مذہب پر ہوں ایسی تمام قوموں میں مالی قربانی پیش کرنے کا تصور آج بھی پایا جاتا ہے اور جہاں تک جانی قربانی دینے کا تعلق ہے وہ تو ہر وہ شخص اور ہر وہ قوم جو کسی بھی نظریہ پر یقین رکھتی ہو اس نظریہ کے لئے قربانی دیتے ہے لیکن بطور عبادت ان دونوں قوموں کی قربانیوں کا وجود صرف مذہب آشنا قوموں میں ہے قرآن کریم کے بیان کے مطابق دونوں قسم کی عبادت قربانی کا وجود حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا واقعہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو خطاب کر کے باری تعالیٰ نے فرمایا۔

واتل علیھم ......اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنایئے جبکہ ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔

یہ واقعہ حضرت آدم کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل ہے آٹھ تاریخ کی شب میں خواب دیکھا کہ میں اپنے اس بیٹے کو ذبح کرتا ہوں۔ اگلے دن اسی غور و فکر میں رہے کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے نویں شب میں پھر یہی خواب دیکھا تو یقین ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ میں اسے ذبح کر کے قربان کر دوں۔ نو ذی الحجہ کو اس کی تدبیر سوچتے رہے حتی کہ دسویں شب کو پھر یہی خواب دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشورے کے طور پر اپنے خواب کا حضرت اسماعیل سے تذکرہ کیا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رضا و رغبت کے ساتھ اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ کو جو کچھ حکم ہوا ہے اس کو بجالایئے مجھے انشاء اللہ آپ ثابت قدم پائیں گے۔

جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام دونوں اس حکم خداوندی کی بجا آوری کے لئے بخوشی تیار ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنے کے لئے پیشانی کے بل لٹالیا اور گلے پر چھری چلائی حق تعالیٰ نے چھری کی تاثیر کو روک دیا اور فوراً ندا آئی کہ۔

"اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا حق تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے بدلہ ذبح کرنے کیلئے غیب سے ایک دنبہ عطا فرمایا کہ بیٹے کے بدلہ میں اس کو ذبح کر دو یہ تمہارا صرف امتحان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قربانی کی عظمت و مقبولیت کے اظہار کے طور پر قرآن کریم میں تفصیل سے اس واقعہ کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم و رضا اور فداکاری و جاں نثاری کی یہی وہ سنت ہے جس کی یادگار اور اسی طرح ماہ ذی الحجہ کے مخصوص ایام سے متعلقہ عبادات کی رسمیں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں قائم رہیں اور قربانی کی اس عبادت کو اس کی اصل شکل میں بالآخر بنی اسماعیل کے فرد وحید اور دریتیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک اپنی امت کے لئے بھی واجب العمل قرار دیا اور خود بھی مدینہ طیبہ میں دس سالہ قیام کے دوران آپ نے ہر سال قربانی کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام کیا ہے آپ قربانی کیا کرتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قربانی کا تعلق ایک ضمنی عمل کے طور پر صرف عبادت حج سے ہی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک عبادت کی ہے نیز یہ کہ اس عبادت کا مقصد محض صدقہ کرنا اور مال خرچ کر دینا ہی نہیں ہے بلکہ قربانی کی عبادت جانوروں کی قربانی کی شکل میں مطلوب ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یوم نحر میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جانوروں کی قربانی کرنا ہے پس جس طرح مختلف مالی و بدنی عبادتوں کی شکل وصورت ہر ایک کے مناسب الگ الگ ہے اسی طرح قربانی اور اضحیہ کی غرض وغایت اور اس کی روح بھی جداگانہ ہے جو قربانی کی صورت میں ہی موجود ہو سکتی ہے پھر ہر عبادت کا ایک خصوصی اثر ہوتا ہے جو اس عبادت کو ادا کرنے سے ہی انسان کے قلب وروح میں پیدا ہوتا ہے اسی طرح قربانی کی عبادت کا بھی ایک خاص اثر ہے جو قربانی ادا کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے پھر تمام عبادتوں کی ادائیگی کے لئے آمادہ کرنے والا اگرچہ مشترک طور پر جذبہ اطاعت و بندگی ہے لیکن ان احساسات کی نوعیتیں مختلف ہیں اس لئے ان مختلف جذبات کا ظہور بھی عبادتوں کی جداگانہ صورتوں ہی میں ہو سکتا ہے۔

عبادات نماز میں انسان اپنے راحت و آرام وقت اور تکبر و خود بینی کو چھوڑ کر خدا کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے اور اپنے اعضائے جسم میں سب سے زیادہ باعزت چیز سر کو زمین پر رکھ دیتا ہے روزہ رکھ کر اپنی طبعی خواہشات وضروریات کو اللہ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی رضا جوئی کے لئے قربان کر دیتا ہے زکوٰۃ وغیرہ دے کر مال جیسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو اطاعت گذاری کے جذبہ میں اپنے ملک سے نکال دیتا ہے۔ عبادت حج میں اپنے راحت و سکون اور آرائش و زیبائش کے جذبہ کو بھینٹ چڑھاتا ہے اسی طرح قربانی کی عبادت میں انسان اپنی جان کے عوض ایک جاندار کو قربان کر کے جانی قربانی پیش کرتا ہے جس طرح اسی مخصوص جذبہ اور احساس قلبی کا اظہار زکوٰۃ عمل سے نہیں ہو سکتا جو عبادت صلوٰۃ سے وابستہ ہے اور ادائیگی زکوٰۃ کے خصوصی جذبہ کا مظہر نماز نہیں بن سکتی ٹھیک اسی طرح جانی و مالی قربانی کے مجموعی اور مخصوص قلبی جذبات واحساسات کا مظہر تنہا مالی صدقہ نہیں ہو سکتا اور نہ قلب پر وہ مجموعی اثر صرف مالی صدقہ کرنے سے مرتب ہو سکتا ہے جس کا تعلق اس مرکب عبادت سے ہے۔

بہرحال اسلام کی ان تمام بنیادی اور اہم ترین عبادات کی حقیقت نہ تو صرف ان کی شکل وصورت ہے اور نہ فقط پنہاں احساسات اور قلبی جذبہ اگر کوئی شخص ان اعمال کی صرف صورت بنا لے اور ان کے ساتھ روح ایمانی اور جذبہ اطاعت و بندگی نہ ہو تو یہ سارے عمل بے روح ڈھانچہ اور منافقت ہیں اسی طرح اگر دل میں یہ جذبہ تو ہو مگر اس جذبہ کے اظہار کے لئے جو شکلیں تجویز کی گئی ہیں وہ نہ ہوں تو مقرر کردہ جسمانی اعمال کے بغیر تنہا جذبہ اطاعت و بندگی بے وزن بلکہ آئینی حیثیت سے غیر معتبر ہے مثلاً نماز نہ پڑھنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں خدا کے حضور عاجزی و بندگی کرنے کا جذبہ نہیں ہے روزہ نہ رکھنا اس کی نشانی ہے کہ یہ شخص خدائے تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لئے اپنی خواہشات کو کچھ دیر کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

زکوٰۃ اگر کوئی شخص نہیں دیتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو اللہ کی رضا اور خوشنودی سے زیادہ عزیز اپنا مال ہے اور قدرت واستطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ احکام خداوندی کو اس کی نظر میں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے پھر ان سب عبادات کو صحیح جذبہ کے ساتھ ادا کرنے سے جیسے عالم آخرت کے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں اسی طرح دنیوی اعتبار سے بھی ان کے شخصی اجتماعی نوعیت کے بہت سے فوائد ہیں اور ان تمام عبادتوں کا اور حق تعالیٰ کے احکام کی پیروی کا اصل مقصد اور بنیادی غرض وغایت خدا کے حضور اپنی محکومیت و بندگی کا اظہار کر کے اخروی ثمرات ونتائج کو حاصل کرنا ہے لیکن ان کو ادا کرنے سے قدرتی طور پر دنیوی فوائد واثرات بھی ضرور مرتب ہوتے ہیں لہٰذا قربانی کی قدیم ترین عبادت میں سنت ابراہیمی کا احیا بھی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اقامت اور آپ کے حکم کی بجا آوری بھی۔

حضرت زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ ان قربانیوں کی اصل کیا ہے آپ نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ نے دریافت کیا ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے مقابلہ میں ایک نیکی عرض کیا، اور اون، آپ نے فرمایا اون کے ہر روئیں کے مقابلہ میں بھی ایک نیکی۔

غرضیکہ قربانی کی عبادت اپنی اصل نوعیت کے لحاظ سے جان کی قربانی ہے اور ظاہری شکل کے اعتبار سے مال کی قربانی ہے جو خدائے ذوالجلال کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی رضا جوئی کے لئے ادا کی جاتی ہے پس عیدالاضحیٰ کی مخصوص عبادت قربانی سے ایک طرف مسلمان کے

جذبہ اطاعت و بندگی کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری طرف اس عمل سے انسان کو حقیقی اور اہم اسلامی مقاصد کے لئے اپنی متاع محبوب مال اور جان عزیز کی قربانی دینے کا سبق حاصل ہوتا ہے۔

مشکلات کا حل خلوص اور اسلامی اخوت

دین اسلام نے اجتماعی زندگی کو امن و اخوت کے ساتھ بسر کرنے کے لئے دنیا میں پہلی بار یہ معاشرتی نظام پیش کیا کہ امت کو معاملات کی انجام دہی میں مکمل طور پر شریک کیا جائے تا کہ ان میں باہمی قربت یگانگت اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہو اور اس یقین سے سرشار مطمئن اور متحد رہیں کہ باہمی مشاورت کے نتیجہ میں جو اچھے یا برے واقعات ظہور پذیر ہوئے اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں اور ان شاء اللہ مل جل کر ایک نہ ایک دن ترقی و خوشحالی کی منزل حاصل ہو جائے گی۔ جب رب جلیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی "ان سے معاملات میں مشاورت کیجئے" کی ہدایت فرمائی تو سوال یہ ہے کہ بھلا خالق کائنات کی زبان یعنی رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے مشورہ کی کیا ضرورت تھی؟ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کامل اور واحد نمونہ سمجھتے ہوئے پیروی کریں۔ سورہ شوریٰ میں مزید ارشاد ہوا "اہل ایمان اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرتے ہیں" یہ نہیں کہا گیا کہ کچھ لوگ خود امت سے مشورہ کر لیں اور پھر اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں بلکہ فرمان یہ صادر ہوا کہ باہمی مشاورت کے مطابق تمام امور انجام دیئے جائیں تا کہ امت احساس محرومی کا شکار ہو کر افتراق و انتشار میں مبتلا نہ ہو مسند احمد میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے منقول ہے کہ "جس شخص نے مسلمانوں کی رائے کے بغیر کسی امیر کی بیعت کی اس کی بیعت ہرگز جائز نہیں حضرت علیؓ سے بھی ایک سوال کے جواب میں منقول ہے کہ میری بیعت مسلمانوں کی مرضی سے ہونی چاہئے غرض اس کو شورائی یا جمہوری نظام کہیں بنیاد ایک ہے یعنی عوام کی رائے وہی جو رب جلیل کا فرمان ہے۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اسلام کے شورائی یا جمہوری نظام میں ٹکراؤ تشدد یا تضاد نظر آتا ہے تو یہ ایسی ہی بات ہوگی کہ غیر مسلم دنیا ہم مسلمانوں کے اعمال دیکھ کر کہے کہ اگر یہی تمہارا اسلام ہے جہاں جھوٹ، منافقت، فریب اور مسلمان مسلمان کو قتل کرتا ہے تو یہ تمہارا اسلام (نعوذ باللہ) ہرگز اچھا نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ پیروکاروں کے غلط رویئے ہیں جو نظام میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں سورہ آل عمران کی ایک آیت کریمہ میں رب جلیل نے دوٹوک انداز میں بیان فرمایا کہ وہ کون سا

سرچشمہ تھا کیا نظام اور عمل تھا جس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کر کے لاکھوں کو مسلمان کیا، ان کو اتحاد واخوت کی لڑی سے منسلک کر دیا اور امن وخوشحالی اور عروج سے ہمکنار کیا، ارشاد ہوا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت دل ہوتے تو یہ سب آپؐ کے پاس سے بھاگ جاتے'' گویا یہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی تھی جس کے سبب لوگوں کی بڑی تعداد آپؐ پر ایمان لائی اور اتحاد واخوت کے رشتہ میں منسلک ہوگئی اور اسی کا فیضان ہے کہ آج کرہ ارض پر شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارب پچیس کروڑ پروانے اور پورے جنوب میں انڈونیشیا سے مراکش تک مسلمانوں ہی مسلمان کی مملکتیں نظر آ رہی ہیں۔ رب جلیل نے غیر مبہم الفاظ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر ان کے محبوب بھی سخت مزاجی سے کام لیتے تو وہ تتر بتر ہو جاتے اور آج جو فیضان جاری ہے اس کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اسی فیضان وسنت سے شرافت ونیکی کا غالب ماحول بنا دیا تھا۔

آیئے جائزہ لیں کہ کیا ہم لوگ نرم مزاج ہیں؟ ظاہر ہے نہیں ہیں تو کیا ہم اپنی سخت مزاجی کے سبب ایک دوسرے سے ذہنی وقلبی طور پر میلوں دور نکل نہیں گئے ہیں اور گھر ہو یا محلہ شہر ہو یا صوبہ کاروبار ہو یا سیاست غرض ہر جگہ افتراق وانتشار کا شکار ہیں۔

اس سرچشمہ ہدایت سے معلوم ہوا کہ باہمی مسائل کے حل کے لئے تشدد کی بجائے قوانین کا احترام ضروری ہے۔ سورہ مائدہ میں دشمن قوم تک سے قانون کے احترام پر حکم صادر ہوا ہے ارشاد ہوا ''تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس میں مبتلا نہ کر دے کہ تم ان کے ساتھ ناانصافی کرنے لگو'' دوسری جانب ممکن ہے بعض اوقات قانون کی نظریں جرم وظلم تک نہ پہنچیں مگر اسلام کا فرمان اور تجربات کا نچوڑ ہے کہ اس صورت میں بھی قانون کو ہاتھ میں نہ لیا جائے کیونکہ صدیوں کی تاریخ شاہد ہے قانون کو ہاتھ میں لینے کے سبب چند افراد کے بجائے پورا معاشرہ نفرت اشتعال انتقام اور خونریزی کی لپیٹ میں آ جاتا ہے سورہ حم السجدہ میں مزید فرمایا بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوا کرتی برائی کا جواب بھلائی سے دو تو جس شخص میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا قلبی دوست ہو جائے گا۔

نرم مزاجی کی اسلامی صفت کا صرف یہی مفہوم نہیں ہے کہ محض میٹھے بول بلکہ دکھ سکھ میں برابر کا شریک رہا جائے۔ یہی اسلام کا بے مثال سوشل سیکورٹی پروگرام ہے اس کی زریں مثال مدنی دور میں انصار نے پیش کی تھی۔ انہوں نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور اخوت

کے جذبہ کے تحت اپنے اثاثوں کا نصف حصہ ان کے سپرد کر دیا اگر اہل مدینہ بخل سے کام لیتے تو مہاجرین میں اپنی ناداری کی بناء پر دشمن کی یلغار روکنے کی سکت نہ ہوتی، اخوت کی اعلیٰ مثال پیش کر کے انصار کو فوری طور پر کچھ عرصہ اپنی املاک میں کمی اور مشکلات کا سامنا ہوا ہوگا مگر بہت جلد ان کے عمل سے معاشرہ دکھ سکھ میں برابر کا شریک ہوگیا۔اس کے سبب ایک متحد اور طاقتور امت واحدہ دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ مسلمان دنیا پر چھا گئے علاوہ ازیں یہ باہمی کفالت کا عمل ان کے لئے امن و بھائی چارہ کا موثر ترین اور پائدار محافظ ثابت ہوا مشکل یہ ہے کہ ہمارے ارباب ثروت یہ نکتہ سمجھ ہی نہیں پاتے خود بھی ٹینشن میں رہتے ہیں اور ملک وقوم کو بھی خلجان میں مبتلا کر رکھا ہے۔

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے شورائی نظام اپناتے وقت مذکورہ آیت مبارکہ میں بیان کردہ نرم مزاجی، عفوودرگذر افہام وتفہیم، قانون کا احترام اور دکھ سکھ میں برابر کا شریک رہنے کے رویوں کو ملحوظ خاطر رکھا تو نہ صرف ان کا دور عدل وامن ترقی وخوشحالی اور اتحاد واخوت سے ہم کنار ہوا بلکہ دنیا میں واحد سپر پاور کی حیثیت اختیار کر لی۔علامہ اقبال نے درست فرمایا۔

یہی فطرت ہے یہی رمز مسلمانی اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

دسواں خطبہ

خطبہ استسقاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے منبر کے لیے حکم دیا۔ پس وہ عیدگاہ میں رکھا گیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ فرمایا کہ (فلاں روز) سب باہر چلیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے جب کہ آفتاب کا کنارہ ظاہر ہوا' منبر پہ تشریف فرما ہوئے اور تکبیر پڑھی اور اللہ کی حمد کی۔ پھر ارشاد فرمایا: تحقیق تم لوگوں نے شکایت کی ہے اپنے شہروں میں قحط ہونے کی اور بارش میں وقت مقررہ سے دیر ہوجانے کی اور اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا کہ اس سے دعا مانگو اور تم سے وعدہ کیا کہ وہ قبول فرماوے گا۔ پھر فرمایا: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان کا پروردگار نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے' قیامت کے روز کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو غنی ہے (تجھے کسی کی حاجت نہیں) اور ہم سب (تیرے) محتاج ہیں۔ اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرمادے اس کو ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور حاجت برآری کا وسیلہ بنادے۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھالیے' پس اُٹھائے رہے یہاں تک کہ ظاہر ہوگئی بغلوں کی سفیدی پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت مبارک پھیر لی اور اپنی چادر اُلٹ دی اور اُٹھائے ہوئے تھے دونوں ہاتھوں کو پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور (منبر سے) اُترے۔ پس دو رکعت پڑھیں' بس (اُسی وقت) اللہ تعالیٰ نے ایک بادل ظاہر کیا وہ گرجا اور چمکا' پھر اللہ کے حکم سے برسا۔ بس آپ اپنی مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ نالے بہہ پڑے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سایہ کی طرف جلدی کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔'' (ابوداؤد)

ف: حضرت مؤلف سلمہ نے خطبہ میں اختصار کی وجہ سے بقدر ضرورت روایت کی ہے۔ ترجمہ میں پوری روایت لی گئی ہے اور اس روایت میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا مذکور ہے مگر دوسری روایتوں میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا وارد ہوا ہے اور اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ پس ہم کو دو رکعت پڑھائیں بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پھر خطبہ پڑھا اور دعا مانگی اللہ تعالیٰ سے اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کیا' دونوں ہاتھ اُٹھائے' پھر اپنی چادر اُلٹ دی۔ پس داہنی جانب کو بائیں شانے پر کردیا اور بائیں جانب کو دائیں شانے پر کرلیا۔ اس کی سند کو آثار السنن میں حسن کہا ہے۔

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی مانگی کہ اے اللہ! ہم کو سیراب فرما ایسی بارش سے جو فریاد رسی کرنے والی ہو جس کا انجام اچھا ہو' ارزانی کرنے والی ہو' نفع دینے والی ہو' ضرر دینے والی نہ ہو' جلدی آنے والی ہو' دیر لگانے والی نہ ہو۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۳- ''نیز آپ نے اس طرح بھی دعا مانگی تھی اے اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے چوپایوں کو سیراب فرما اور اپنی رحمت کو پھیلا اور اپنے مردہ (خشک) شہروں کی زندگی (سرسبزی) عطا فرما۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۴- ''نیز یہ فرمایا اے اللہ! سیراب فرما ہم کو بارش سے جو فریاد رسی ہو' ارزانی کرنے والی ہو' فراغت کا پانی ہو' کڑک والے بادل سے عام ہو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہو' خوب بہنے والی ہو' ہمیشہ نفع دینے والی ہو' اے اللہ! ہم کو بارش سے سیراب فرما اور ہم کو مایوسوں میں سے نہ بنا۔ اے اللہ! بلاشبہ بندوں کو اور بستیوں کو اور جانوروں کو ایسی مشقت اور تنگی ہے کہ تیرے سوا کسی سے اس کی شکایت نہیں کرتے۔ اے اللہ! ہمارے لیے کھیتی اُگا دے اور تھنوں میں دودھ جاری کردے اور ہم کو آسمان کی برکتوں سے سیراب کردے اور ہمارے لیے برکتیں پیدا فرمادے' اے اللہ! ہم سے مشقت کو اور بھوک (اور فاقہ) اور عریانی کو اُٹھا دے اور ہم پر سے بلا کو دور کردے' تیرے سوا اس کو کوئی دور نہیں کرسکتا' اے اللہ! ہم تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں' بیشک تو غفار ہے' پس ہمارے اوپر (آسمان کے پانی کو بکثرت بہادے)۔'' (زادالمعاد عن الشافعیؒ)

حدیث ۵- ''اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے ایک دن مقرر کیا کہ اس میں سب عیدگاہ کی طرف نکلیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

لے گئے جبکہ سورج طلوع ہوا اور آپ کی حالت یہ تھی کہ مزین نہ تھے (بلکہ معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے) اور انکساری کے حال میں اور (دل سے) عاجزی کر رہے تھے اور (نماز وخطبہ کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور تضرع وزاری کے ساتھ دعا شروع فرمائی اور ہاتھ خوب اُٹھائے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی' پھر لوگوں کی طرف پشت پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور اس وقت اپنی چادر مبارک بھی پلٹی۔ اس حال میں کہ آپ قبلہ رو تھے۔ پس (چادر کی) داہنی جانب بائیں (شانہ مبارک) پر کر لی اور بائیں جانب داہنے پر اور نیچے کی سمت اُوپر کر لی اور اُوپر کی سمت نیچے کر لی اور (پھر) قبلہ رو دعاء مانگنے لگے اور لوگ بھی اِسی طرح دعا مانگتے رہے۔'' (حوالہ بالا)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسی شان والا ہے کہ بسا اوقات بارش برسا دیتا ہے' لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کارساز قابل حمد ہے۔'' وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَo

نماز استقاء پڑھانے سے قبل نماز عیدین کی طرح مختصر وعظ کیا جائے جس میں نماز استقاء پڑھنے کا طریقہ وغیرہ بتلایا جائے۔ پھر نماز پڑھا کر دونوں خطبے پڑھے جائیں۔ آخر میں خشوع وخضوع سے دعا مانگی جائے۔ اس مقصد کیلئے مختصر وعظ کا مضمون لکھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محترم بزرگو' دوستو' بھائیو' عزیزو' بچو! سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ہیں' میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو پاؤ۔ ☆ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئیں۔ ☆ اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرنے لگے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گے۔ ☆ اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جائے گا ان سے باران رحمت' اگر بہائم بھی نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی۔ ☆ اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرما دے گا اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو غیر قوم سے۔ پس وہ بہ جبر ان کے اموال کو لے لیں گے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم میں وعظ فرمایا:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ٥ (سورہ ھود، آیت ۵۲)

"اور اے میری قوم! تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ، پھر اسکی طرف متوجہ رہو، وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت میں ترقی کر دیگا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔"

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں وعظ فرمایا تھا جس کا ذکر اپنی بددعا میں کیا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا٥ (نوح: آیت ۱۰ تا ۱۲)

"پس میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے گناہ اپنے پروردگار سے بخشواؤ۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے کثرت گناہ کے سبب بارش روک لی جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مرتبہ بارش نہیں ہوئی۔ تین روز مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز استسقاء پڑھائی۔ وحی آئی کہ بارش ہرگز نہیں۔ یہاں اس مجمع میں ایک شخص اتنا گنہگار موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے بارش کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا مگر کوئی شخص اُٹھ کر نہ گیا۔ اس شخص نے اعلان سن کر اپنے دل میں توبہ کرنا شروع کر دی کہ یا اللہ اس بھرے مجمع میں مجھے رسوا نہ کر، میری توبہ قبول فرمالے۔

اے خدا! ایں بندہ را رسوا مکن　　گر بدم سرِّ مکن پیدا مکن

اس کے دل میں مانگتے ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ حالانکہ مجمع میں سے کوئی اُٹھا نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حیرانی ہوئی حالانکہ مجمع میں سے کوئی اُٹھا نہ تھا۔ عرض کیا یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ ہمارے اس بندہ نے توبہ کر لی ہے اس بناء پر بارش ہو رہی ہے۔ عرض کیا کہ مجھے اس بندہ کا نام بتا دیجئے تاکہ میں اسے دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ جب تک وہ گناہوں میں مبتلا رہا ہم نے اس کی پردہ پوشی کی۔ اب اس نے توبہ کر لی ہے اس کا نام کیوں بتلائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں اس کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا ایسا نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک اور موقع پر بارش نہ ہونے کے سبب نماز

استسقاء پڑھانے مجمع کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک چیونٹی آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر فریاد کر رہی ہے۔ فرمایا: نماز استسقاء پڑھنے کی ضرورت نہیں چیونٹی کی فریاد اللہ تعالیٰ سن لیں گے۔ چنانچہ بارش برسنا شروع ہوگئی۔

نماز استسقاء کی ترکیب

اب باجماعت نماز استسقاء بغیر اذان واقامت کے ادا کی جائیں گی۔ نیت سنئے دو رکعت نماز استسقاء پیچھے اس امام کے۔ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھیں۔ امام نماز فجر کی طرح جہر سے قرأت کرے گا بغور سنیں۔ پھر امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر دعا مانگے گا۔ سب مقتدی بھی ساتھ ہی بیٹھ کر دعا مانگیں۔

نماز استسقاء تین دن مسلسل ادا کی جائے گی۔ خواہ پہلے ہی روز یا دوسرے دن بارش ہو جائے۔ نماز کو آنے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا مستحب ہے۔ نماز میں بچے، نوجوان اور بوڑھے پیدل آئیں، جانور بھی ساتھ لائیں تو بہتر ہے۔ کافر کو نماز میں ساتھ نہ لائیں، اہل حقوق کے حقوق ادا کریں۔ ان تین دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ امام بعد دعا کے اشارۃ الی التفاول بقبول الدعاء قلب رداء کرے۔ (واللہ المستعان وعلیہ التکلان)

رجب المرجب کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات و واقعات	رجب	مطابق
۱	طوفان نوح علیہ السلام کا آغاز	۱-رجب	
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا واقعہ	۲۷، ۱۰نبوی	۸ مارچ ۶۲۰ء
۳	پنجگانہ نماز کی فرضیت بشب معراج	۲۷، ۱۰نبوی	۸ مارچ ۶۲۰ء
۴	فرضیت زکوۃ	۲۷/۱۰نبوی	۸ مارچ ۶۲۰ء
۵	حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام	۲ھ	جنوری ۶۲۴ء
۶	غزوہ تبوک	۹ھ	۶۳۰ء
۷	جزیہ لینے کا حکم	۹ھ	۶۳۰ء
۸	سریہ حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ	۹ھ	۶۳۰ء
۹	وفات حضرت سعد ابن عبادۃ	۱۵ھ	۶۳۶ء
۱۰	وفات اسید ابن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ	۱۵ھ	۶۴۱ء
۱۱	وفات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۳۹ھ	نومبر ۶۵۹ء
۱۲	وفات ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۴۱ھ	اکتوبر ۶۶۱ء
۱۳	وفات حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ	۴۳ھ	۶۶۳ء
۱۴	وفات حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ	۴۵ھ	ستمبر ۶۶۵ء
۱۵	وفات حضرت معاویہ ابن خدیج رضی اللہ عنہ	۵۲ھ	جولائی ۶۷۲ء
۱۶	وفات حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ	۵۴ھ	جون ۶۷۴ء
۱۷	وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و خلافت یزید	۶۰ھ	اپریل ۶۸۰ء
۱۸	وفات حضرت عمر ابن عبدالعزیز خلافت یزید ثانی	۱۰۱ھ	جنوری ۷۲۰ء
۱۹	وفات مالک ابن دینارؒ	۱۲۴ھ	اپریل ۷۴۵ء

۲۰	وفات حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ	۱۴۸ھ	اگست ۷۶۵ء
۲۱	وفات امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ	۱۲، ۱۵۰ھ	اگست ۷۶۷ء
۲۲	خدائی کے دعویدار مقنع نے آگ میں کود کر خودکشی کرلی	۱۵۹ھ	اپریل ۷۷۶ء
۲۳	وفات حضرت حماد ابن ابی حنیفہؒ	۱۷۶ھ	اکتوبر ۷۹۲ء
۲۴	بغداد میں کاغذ سازی کے پہلے کارخانے کا قیام	۵، ۱۷۶ھ	اکتوبر ۷۹۲ء
۲۵	وفات حضرت موسیٰ کاظم	۵، ۱۸۳ھ	اگست ۷۹۹ء
۲۶	وفات حضرت امام شافعی	۳۰، ۲۰۴ھ	دسمبر ۸۱۹ء
۲۷	وفات امام مسلم قشیریؒ صاحب، مسلم شریف	۲۵، ۲۶۱ھ	اپریل ۸۷۵ء
۲۸	محمود غزنویؒ کا ملتان پر پہلا حملہ	۳۹۶ھ	مئی ۱۰۰۶ء
۲۹	وفات امام احمد ابن محمد قادوری مصنف قدوری	۴۲۸ھ	اپریل ۱۰۳۷ء
۳۰	وفات سلطان محمود غزنویؒ	۴۴۰ھ	دسمبر ۱۰۴۸ء
۳۱	وفات امام غزالی	۵۰۵ھ	جنوری ۱۱۱۲ء
۳۲	وفات حضرت خواجہ معین الدین اجمیری	۶۳۳ھ	مارچ ۱۲۳۶ء
۳۳	وفات ابن خلکان المورخ	۶۸۱ھ	اکتوبر ۱۲۸۶ء
۳۴	وفات علامہ عبداللہ نسفی حنفی صاحب تفسیر مدارک	۲۱، ۷۰۱ھ	مارچ ۱۳۰۱ء
۳۵	پانی پت کی جنگ	۷، ۹۳۲ھ	اپریل ۱۵۲۶ء
۳۶	وفات قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی	۱۲۲۵ھ	اگست ۱۸۱۰ء
۳۷	دہلی پر انگریز کا قبضہ	۱۲۷۴ھ	فروری ۱۸۵۸ء
۳۸	وفات حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۱۶، ۱۳۶۲ھ	۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء
۳۹	وفات شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب	۱۲، ۱۴۰۰ھ	۲۷ مئی ۱۹۸۰ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

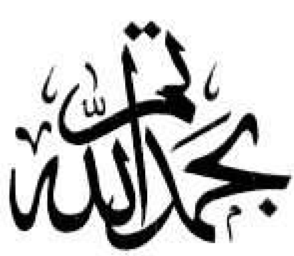
ذوالحجہ کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	ذی الحجہ	مطابق
۱	مدینہ کے وفد کا قبول اسلام-اسباب ہجرت	۱۱ نبوی	جولائی ۶۲۰ء
۲	بیعت عقبہ اولیٰ	۱۲ نبوی	جولائی ۶۲۱ء
۳	غزوہ سویق	۲/۵ھ	۱۹ مئی ۶۲۴ء
۴	پہلی عید الاضحیٰ	۲/۱۰ھ	۳ جون ۶۲۴ء
۵	غزوہ بنی قریظہ	۵ھ	اپریل ۶۲۷ء
۶	نکاح ام المومنین حضرت ام حبیبہ	۶ھ	مئی ۶۲۸ء
۷	فرضیت حج	۹ھ	مارچ ۶۳۱ء
۸	حجۃ الوداع کیلئے مکہ معظمہ میں داخلہ	۱۰/۴ھ	یکم مارچ ۶۳۲ء
۹	عرفات کو روانگی بروز جمعۃ المبارک	۱۰/۹ھ	۶ مارچ ۶۳۲ء
۱۰	منیٰ سے واپسی	۱۰/۱۳ھ	۱۰ مارچ ۶۳۲ء
۱۱	وفات حضرت ابوالعاص داماد رسول اللہ ﷺ	۱۳ھ	فروری ۶۳۴ء
۱۲	حضرت فاروق اعظم پر قاتلانہ حملہ	۲۳ھ	اکتوبر ۶۴۴ء
۱۳	شہادت حضرت عثمان ذی النورین	۳۵/۲۳ھ	مئی ۶۵۶ء
۱۴	وفات محمد ابن ابی بکر	۳۸ھ	اپریل ۶۵۹ء
۱۵	وفات حضرت ابوموسیٰ اشعری	۴۴ھ	فروری ۶۶۵ء
۱۶	وفات حضرت جریر ابن عبداللہ البجلی	۵۱ھ	دسمبر ۶۷۱ء
۱۷	وفات حضرت عبداللہ ابن انیس	۵۴ھ	نومبر ۶۷۴ء
۱۸	فتح نشان؟ سمرقند	۶۲ھ	اگست ۶۸۳ء
۱۹	وفات حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما	یکم ۶۸ھ	جون ۶۸۸ء

۲۰	وفات حضرت مقداد ابن معدی کرب	۸۷ھ	نومبر ۷۰۶ء
۲۱	وفات امام محمد باقر	۱۱۴ھ	جنوری ۷۳۳ء
۲۲	وفات ابوعبداللہ الحاکم، صاحب مستدرک حاکم	۴۰۵ھ	مئی ۱۰۱۵ء
۲۳	وفات علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲/۱۹ھ	جنوری ۱۴۴۹ء
۲۴	وفات علامہ شبلی نعمانی	۱۳۳۲ھ	اکتوبر ۱۹۱۴ء
۲۵	آزادی کویت	۱۳۸۰ھ	مئی ۱۹۶۱ء
۲۶	وفات مفتی محمد حسن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور	۱۳۸۰ھ	جون ۱۹۶۱ء
۲۷	وفات مولانا محمد یوسف کاندھلوی	۱۳۸۴ھ	اپریل ۱۹۶۵ء
۲۸	وفات مولانا مفتی محمود قائد تحریک نظام مصطفیٰ	۱۴۰۰ھ	۱۴ اکتوبر ۱۶۸۰ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد ۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خُطُبَاتُ الاَحکَامِ
لِجُمُعَاتِ العَامِ

تالیف

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

خصوصیات امتیازیہ
مجموعہ خطب ہذا از مؤلف

۱- ہر خطبہ احکام شرعیہ مہمہ واجبات یا مکملات واجبات میں سے ایک ایک حکم پر مشتمل ہے جو کہ شرعاً خطبہ سے مقصود ہے۔

۲- ان احکام میں احکام ظاہرہ یعنی متعلقہ بجوارح بھی ہیں اور احکام باطنہ یعنی متعلقہ بباطن بھی ہیں تو مجموعہ جامع ہے فقہ و تصوف کو اور ان سب احکام کے دلائل میں زیادہ حصہ آیات و احادیث کا ہے۔

۳- سب خطبے موافق احادیث کے مختصر ہیں کوئی خطبہ صحیح سورۂ مرسلات سے نہیں بڑھا۔

۴- سب خطبے باہم تقریباً برابر ہیں۔

۵- اسکے اجزاء کی ترکیب کا زیادہ حصہ احیاء العلوم کے موافق ہے اور افتتاحی حمد وصلوٰۃ بھی زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے پس یہ مجموعہ احیاء و صاحب احیاء کی برکات کو بھی متضمن ہے۔

۶- جن احکام کے عنوانات کی تفسیر یا تفصیل مشہور نہیں اور زیادہ تر ایسا حصہ تصوف میں ہے اُن کی تفسیر و تفصیل نہایت واضح و جامع حواشی یا متن میں لکھ دی گئی ہے جس سے خاص مسائل و تحقیقات پر عبور ہوتا ہے۔

۷- باوجود اختصار عبارت کے مضامین اس قدر مندرج کیے گئے ہیں کہ ہر ماہر وسیع النظر اس کو دیکھ کر یہ کہنے پر مضطر ہوگا کہ دریا کوزہ میں کس طرح سما گیا اور پھر سلاست الفاظ و سہولت معانی کے ساتھ بالخصوص تصوف کا حصہ کہ اگر احیاء کو دیکھ کر کوئی اس کو دیکھے تو اس کو احیاء کا متن کہے گا اور متن بھی شرح کے مضامین مقصودہ کا حاوی ہے اور اگر اس کو دیکھ کر احیاء کو دیکھے تو احیاء کو اسکی شرح کہے گا' واقعہ یہ ہے کہ ان التزامات کی رعایت مؤلف کی استطاعت سے باہر تھی' یہ محض فضل ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وبعد الحمد والصلوة فهذه خطب منبريه موزعة على كل واحد واحد من جمعات العام. مع خطبة العيدين واستسقاء الغمام. لا طول فيها حسب ماوردت به سنة خير الانام. عليه الصلوة والتحية والسلام. منبئة عن جوامع الشرائع والاحكام. الظاهرة منها والباطنة مما ذكره الفقهاء الفخام. والصوفية العظام. منها ما يختص بالاوقات ومنها ما هو عام. اكثرا وائلها كا كثرترتيبها ماخوذ من الاحياءِ للغزالى حجة الاسلام. والبعض من عبدالحى السورتى واللكنوى من الاعلام. وما بعدها من الأيات والسنن واٰثار السلف الكرام. الا بعض الكلمات والعبارات فمن هذا الغريق فى الأثام. والحق بها بعض ما لغير الجمعة والخطبة الاخيرة المشتركة بين جميعها تكميلا للمرام. وهوا عادة لما بدأت فيه فى سالف الايام. ثم اعتراه الفتور فلم يبلغ التمام. فكان هذا العود كما قيل. شعر

عدت يا عيدى الينا مرحبا... نعم ماروحت ياريح الصبا

نسئل الله تعالٰى حسن الختام. وهو السميع البصير العلام. القادر المفضال المنعام.

كتبه **اشرف على** للنصف من ربيع الاول

مآخذ خطبات الاحكام لجمعات العام

بخاری	مسلم	احمد	ترمذی
ابوداؤد	ابن ماجہ	دارمی	ترغیب عن احمد
نسائی	شرح السنۃ	بیہقی	کمالین عن الترمذی
جمع الفوائد	نسائی	شرح السنہ	مالک۔ابونعیم

وہی الاعمال الباطنۃ وتسمی بالریاضۃ والمجاہدۃ —— الدیلمی فی مسند الفردوس

خطبہ

علم دین کی فضیلت اور تاکید

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْاَکْرَمِ. الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَکَرَّمَ. وَعَلَّمَهٗ مِنَ الْبَیَانِ مَالَمْ یَعْلَمْ. فَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَایُحْصٰی امْتِنَانُهٗ بِاللِّسَانِ وَلَا بِالْقَلَمِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ اُوْتِیَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ. وَکَرَآئِمَ الْحِکَمِ. وَمَکَارِمَ الشِّیَمِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الطَّرِیْقِ الْاُمَمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ عِلْمَ الشَّرَآئِعِ وَالْاَحْکَامِ. هُوَاَعْظَمُ فَرَآئِضِ الْاِسْلَامِ. وَمِنْ ثَمَّ اُمِرَبِهٖ وَحُضَّ عَلَیْهِ تَعْلِیْمًا وَّتَعَلُّمًا. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْاٰیَةً. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ والسَّلَامُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّةِ. وَقَالَ عَلَیْهِ

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْعُلَمآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ. وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا. وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلَجَامٍ مِّنْ نَّارٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِّمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَعَلَّمُوا الْفَرَآئِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّىْ مَقْبُوْضٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ. قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ.

خطبہ

عقائد درست کرنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيمِ الْخَبِيْرِ. اَلْمُتْقِنِ نِظَامَ الْعَالَمِ بِلاَ مُعِيْنٍ وَّنَصِيْرٍ. فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِىْ حِكْمَتُهٗ بَالِغَةٌ وَّعِلْمُهٗ عَزِيْزٌ. وَنِعَمُهٗ وَاصِلَةٌ اِلٰى كُلِّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ فِىْ نَقِيْرٍ وَّلاَ قِطْمِيْرٍ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ هَدَانَا بِكِتَابٍ مُّنِيْرٍ. وَدَعَانَآ اِلَى اللّٰهِ بِالْاِنْذَارِ وَالتَّبْشِيْرِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَادَامَتِ الْكَوَاكِبُ تَسِيرُ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ تَرْجَمَةَ عَقِيْدَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ فِىْ كَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ الَّتِىْ هِىَ اِحْدٰى مَبَانِى الْاِسْلاَمِ فَمَعْنَى الْكَلِمَةِ الْاُوْلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَالْمُبْدِعُ لِلْعَالَمِ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْقَدِيْمُ اَلْحَىُّ الْقَادِرُ الْعَلِيْمُ. اَلسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. اَلشَّاكِرُ الْمُرِيْدُ الْكَاتِبُ لِلْمَقَادِيْرِ. لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَىْءٌ. وَلاَ يُخْرُجُ مِنْ عِلْمِهٖ

وَقُدْرَتِهٖ شَئٌ. وَهُوَالْخَالِقُ الرَّازِقُ الْمُحْيِي الْمُمِيْتُ وَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَمَعْنَى الْكَلِمَةِ الثَّانِيَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهٗ صَادِقٌ فِيْ جَمِيْعِ مَاجَآءَ بِهٖ مِنَ الْاَخْبَارِ وَالْاَحْكَامِ. وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى. وَكُلٌّ مِّنَ الْكُتُبِ وَالرُّسُلِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ حَقٌّ وَّالْمِعْرَاجُ حَقٌّ وَّكَرَامَاتُ الْاَوْلِيَآءِ حَقٌّ. وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ وَّاَفْضَلُهُمُ الْاَرْبَعَةُ الْخُلَفَآءُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْخِلَافَةِ. وَسُوَالُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَّالْبَعْثُ حَقٌّ وَّالْوَزْنُ حَقٌّ وَّالْكِتَابُ حَقٌّ وَّالْحِسَابُ حَقٌّ وَّالْحَوْضُ حَقٌّ وَّالصِّرَاطُ حَقٌّ وَّالشَّفَاعَةُ حَقٌّ وَّرُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقٌّ. وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّهُمَابَاقِيَتَانِ لَاتَفْنَيَانِ وَلَايَفْنٰٓى اَهْلُهُمَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتَابِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتَابِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا.

خطبہ

پاکی کی فضیلت میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَلَطَّفَ بِعِبَادِہٖ فَتَعَبَّدَ ھُمْ بِالنَّظَافَۃِ. وَاَفَاضَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ تَزْکِیَۃً لِّسَرَآئِرِھِمْ اَنْوَارَہٗ وَاَلْطَافَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الْمُسْتَغْرِقُ بِنُوْرِہِ الْھُدٰی اَطْرَافِ الْعَالَمِ وَاَکْنَافَہٗ. وَعَلٰٓی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَصَحْبِہِ الطَّاھِرِیْنَ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بَرَکَاتُھَا یَوْمَ الْمُخَافَۃِ. وَتَنْتَصِبُ جُنَّۃً بَیْنَنَا وَبَیْنَ کُلِّ اٰفَۃٍ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ. فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَبْلُغُ الْحِلْیَۃُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ

الْوُضُوْءُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حِيْنَ مَرَّبِقَبْرَيْنِ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ. وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّآ اَحَدُ هُمَا فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّايَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَآاَتَيْتُمُ الْغَآئِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلاَ تَسْتَدْبِرُوْهَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَاتَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا. لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ. فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا. وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ.

خطبہ

نماز کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ غَمَرَ الْعِبَادَ بِلَطَآئِفِہٖ. وَعَمَّرَ قُلُوْبَھُمْ بِاَنْوَارِ الدِّیْنِ وَوَظَآئِفِہٖ. فَسُبْحَانَہٗ. مَآ اَعْظَمَ شَانَہٗ. وَاَقْوٰی سُلْطَانَہٗ. وَاَتَمَّ لُطْفَہٗ وَاَعَمَّ اِحْسَانَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْٓ اَفَاضَ عَلَی النُّفُوْسِ ذَوَارِفَ عَوَارِفِہٖ. وَاَبْرَزَ عَلَی الْقَرَآئِحِ حَقَآئِقَ مَعَارِفِہٖ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰیٓ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مَفَاتِیْحِ الْھُدٰی وَمَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ عِمَادُ الدِّیْنِ. وَعِصَامُ الْیَقِیْنِ. وَرَاْسُ الْقُرُبَاتِ وَغُرَّۃُ الطَّاعَاتِ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ

رَمَضَانَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ ن افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ. اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ.

خطبہ

زکوٰۃ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَسْعَدَ وَاَشْقٰی. وَاَمَاتَ وَاَحْیٰ. وَاَضْحَکَ وَاَبْکٰی. وَاَوْجَدَ وَاَفْنٰی وَاَفْقَرَ وَاَغْنٰی. وَاَضَرَّوَاَقْنٰی. ثُمَّ خَصَّصَ بَعْضَ عِبَادِہٖ بِالْیُسْرِ وَالْغِنٰی. ثُمَّ جَعَلَ الزَّکٰوۃَ لِلدِّیْنِ اَسَاسًا وَّمَبْنًی. وَبَیَّنَ اَنَّ بِفَضْلِہٖ تَزَکّٰی. وَمَنْ غِنَاہُ زَکّٰی مَالَہٗ مَنْ تَزَکّٰی مِنْ عِبَادِہٖ مَنْ تَزَکّٰی. وَ مَنْ غِنَاہُ زَکّٰی مَالَہٗ مَنْ زَکّٰی. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ھُوَ الْمُصْطَفٰی. وَسَیِّدُ الْوَرٰی. وَشَمْسُ الْھُدٰی. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الْمَخْصُوْصِیْنَ بِالْعِلْمِ وَالتُّقٰی. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ الزَّکٰوۃَ اِحْدٰی مَبَانِی الْاِسْلاَمِ. وَاَرْدَفَ بِذِکْرِھَا الصَّلٰوۃَ الَّتِیْ ھِیَ اَعْلٰی

اَلْاَعْلَامِ. فَقَالَ تَعَالٰی وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ. وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. وَشَدَّدَ الْوَعِیْدَ عَلَی الْمُقَصِّرِیْنَ فِیْھَا. فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالاً وَّلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلاَ وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْاٰیَۃَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ لِرَجُلٍ تُخْرِجُ الزَّکٰوۃَ مِنْ مَّالِکَ فَاِنَّھَا طُھْرَۃٌ تُطَھِّرُکَ وَتَصِلُ اَقْرِبَآءَکَ وَتَعْرِفُ حَقَّ الْمِسْکِیْنِ وَالْجَارِ وَالسَّآئِلِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ.

خطبہ

تعلیم قرآن اوراس پرعمل کرنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ امْتَنَّ عَلٰی عِبَادِہٖ بِنَبِیِّہٖ الْمُرْسَلِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکِتَابِہٖ الْمُنَزَّلِ. حَتّٰی اتَّسَعَ عَلٰۤی اَھْلِ الْاَفْکَارِ طَرِیْقُ الْاِعْتِبَارِ. بِمَافِیْہِ مِنَ الْقَصَصِ وَالْاَخْبَارِ. وَاتَّضَحَ بِہٖ سُلُوْکُ الْمَنْھَجِ الْقَوِیْمِ. وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ. بِمَا فَصَّلَ فِیْہِ مِنَ الْاَحْکَامِ. وَفَرَّقَ بَیْنَ الْحَلَا لِ وَالْحَرَامِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَا نَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَیْہِ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ الَّذِیْنَ تَذَکَّرُوْا بِالْقُرْاٰنِ وَذَکَّرُوْابِہٖ النَّاسَ تَذْکِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یُقَالُ لِصَاحِبِ

الْقُرْاٰنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِي عَشْرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ. وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ. اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ. فِي كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ. لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ.

خطبہ

ذکر اللہ اور دعا کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الشَّامِلَۃِ رَاْفَتُہٗ. اَلْعَآمَّۃِ رَحْمَتُہٗ. اَلَّذِی جَازٰی عِبَادَہٗ عَنْ ذِکْرِھِمْ بِذِکْرِہٖ. فَقَالَ تَعَالٰی فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَرَغَّبَھُمْ فِی السُّؤَالِ وَالدُّعَآءِ بِاَمْرِہٖ. فَقَالَ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. فَاَطْمَعَ الْمُطِیْعَ وَالْعَاصِیْ. وَالدَّانِیَ وَالْقَاصِیْ. فِیْ رَفْعِ الْحَاجَاتِ وَالْاَمَانِیْ. بِقَوْلِہٖ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِیْ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَسَیِّدُ اَنْبِیَآئِہٖ .صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ خِیَرَۃِ اَصْفِیَآءِ ہٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَفْعَ الْحَاجَاتِ اِلَیْہِ تَعَالٰی اَفْضَلُ عِبَادَۃٍ تُؤَدّٰی

بِاللِّسَانِ. بَعْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَثَلُ الَّذِىْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِىْ لَايَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَيْسَ شَىْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الدُّعَآءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبُ عَلَيْهِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا.

خطبه

نوافل کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اٰلَائِهٖ حَمْدًا کَثِیْرًا. وَنَذْکُرُهٗ ذِکْرًا لَّا یُغَادِرُ فِی الْقَلْبِ اسْتِکْبَارًا وَّلَا نُفُوْرًا. وَنَشْکُرُهٗ اِذْ جَعَلَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْاَکْرَمِیْنَ الَّذِیْنَ اجْتَهَدُوْا فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ غُدْوَةً وَّعَشِیًّا وَّبُکْرَةً وَّاَصِیْلًا. حَتّٰی اَصْبَحَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِی الدِّیْنِ هَادِیًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ اَلْحَدِیْث.

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَأْبُ الصّٰلِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَاعَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَآدَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْعَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ.

خطبہ

کھانے پینے میں میانہ روی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْسَنَ تَدْبِیْرَ الْکَآئِنَاتِ. فَخَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ. وَاَنْزَلَ الْمَآءَ الْفُرَاتَ مِنَ الْمُعْصِرَاتِ. فَاَخْرَجَ بِهِ الْحَبَّ وَالنَّبَاتَ. وَقَدَّرَ الْاَرْزَاقَ وَالْاَقْوَاتَ. وَحَفِظَ بِالْمَاْ کُوْلاَتِ قُوَی الْحَیْوَانَاتِ. وَاَعَانَ عَلَی الطَّاعَاتِ وَالْاَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ بِاَکْلِ الطَّیِّبَاتِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُؤَیَّدُ بِالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَاتِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوۃً تَتَوَالٰی عَلٰی مَمَرِّ الْاَوْقَاتِ. وَتَتَضَاعَفُ بِتَعَاقُبِ السَّاعَاتِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلُوْا وَشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا.

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلزَّهَادَةُ فِى الدُّنْيَالَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلاَلِ وَلَااِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِى الدُّنْيَآ اَنْ لَّاتَكُوْنَ بِمَا فِىْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ مِمَّا فِىْ يَدَىِ اللّٰهِ اَلْحَدِيْث وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ نَفَثَ فِىْ رَوْعِىْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَآ اَلاَ فَاتَّقُوااللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِى الطَّلَبِ وَلاَ يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَآءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِى اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لاَ يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلاً اَتٰى اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اِذَآاَكَلْتُ اللَّحْمَ انْتَشَرْتُ وَاِنِّىْ حَرَّمْتُ اللَّحْمَ فَنَزَلَتْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْالاَ تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآاَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُوْا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّآئِمِ الصَّابِرِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلاَلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لاَ يُفْلِحُوْنَ.

خطبہ

حقوق نکاح کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا. وَسَلَّطَ عَلَى الْخَلْقِ مَیْلاً اِضْطَرَّهُمْ بِهٖٓ اِلَى الْحِرَاثَةِ جَبْرًا. وَاسْتَبْقٰى بِهٖ نَسْلَهُمْ قَهْرًا وَّقَسْرًا. ثُمَّ عَظَّمَ اَمْرَالْاَنْسَابِ وَجَعَلَ لَهَا قَدْرًا. فَحَرَّمَ لِسَبَبِهَا السِّفَاحَ وَبَالَغَ فِیْ تَقْبِیْحِهٖ رَدْعًا وَّزَجْرًا. وَنَدَبَ اِلَى النِّكَاحِ وَحَثَّ عَلَیْهِ اسْتِحْبَاباً وَّاَمْرًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ بِالْاِنْذَارِ وَ الْبُشْرٰی. صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلوٰةً لَّا یَسْتَطِیْعُ لَهَا الْحِسَابُ عَدًّ اوَّلاَ حَصْرًا وَّسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ

اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً. وقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَآءَ ةَ فَلْيَتزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَآءٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مَؤُنَةً. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلٰىٓ اَبِيْهِ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ.

خطبہ

کسب معاش کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمُدُہٗ حَمْدَ مُوَحِّدٍ یَّمْحَقُ فِیْ تَوْحِیْدِ مَاسِوَی الْوَاحِدِ الْحَقِّ وَیَتَلاَ شٰی. وَنُمَجِّدُ تَمْجِیْدَ مَنْ یُّصَرِّحُ بِاَنَّ کُلَّ شَیْءٍ مَّاسِوَی اللّٰہِ بَاطِلٌ وَّلاَ یَتَحَاشٰی. وَنَشْکُرُہٗ اِذْرَفَعَ السَّمَآءَ لِعِبَادِہٖ سَقْفًا مَّبْنِیًّا وَّمَھَّدَ الْاَرْضَ بِسَاطًا لَّھُمْ وَفِرَاشًا. وَکَوَّرَ اللَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ فَجَعَلَ اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلَ النَّھَارَ مَعَاشاً. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ یَصْدُرُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَنْ حَوْضِہٖ رِدَآءً بَعْدَوُرُوْدِھِمْ عَلَیْہِ عِطَاشًا. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ لَمْ یَدْعُوْا فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِہٖ تَشَمُّرًا وَّانْکِمَاشًا. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ کَسْبِ الْحَلاَلِ

فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
مَآ اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ
عَمَلِ يَدَيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ التَّاجِرُ
الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ.
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ
اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْعَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ
وَطَعَامِ بَطْنِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِرَجُلِ نِ
اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا
خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْئَلَةُ نَكْبَةً فِيْ
وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَعَمْ يُؤْذَنُ فِيْ تَرْكِ الْكَسْبِ
لِمَنْ كَانَ قَوِيًّا لَّا يُخِلُّ بِوَاجِبٍ بِتَرْكِهٖ فَقَدْ رُوِيَ اَنَّهٗ
كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ.
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَاِذَا قُضِيَتِ
الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ
اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

خطبہ

کسب حرام سے بچنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ لَّا زِبٍ صَلْصَالٍ. ثُمَّ رَکَّبَ صُوْرَتَہٗ فِیْٓ اَحسَنِ تَقْوِیْمٍ وَّاَتَمِّ اعْتِدَالٍ. ثُمَّ غَذَاہُ فِیْٓ اَوَّلِ نُشُوْءِ بِلَبَنِ ن اسْتَصْفَاہُ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ سَآئِغًا کَالْمَآءِ الزُّلَالِ. ثُمَّ حَمَاہُ بِمَآاٰتَاہُ مِنْ طَیِّبَاتِ الرِّزْقِ عَنْ دَوَاعِی الضُّعْفِ وَالْاِنْحِلَالِ. ثُمَّ افْتَرَضَ عَلَیْہِ طَلَبَ الْقُوْتِ الْحَلَالِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْھَادِیْ مِنَ الضَّلَالِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّخَیْرِ اٰلٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ

وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ. وَلَعَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَّمْ يُنَبِّهْهُ عَلَيْهِ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَلْعَنُهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ. وَلَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّآئِشَ يَعْنِى الَّذِىْ يَمْشِىْ بَيْنَهُمَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تُصِرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّىْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا.

خطبہ

حقوق عامہ وخاصہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ غَمَرَ صَفْوَۃَ عِبَادِہٖ بِلَطَآئِفِ التَّخْصِیْصِ طَوْلاً وَّامْتِنَاناً. وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ فَاَصْبَحُوْا بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا. وَنَزَعَ الْغِلَّ مِنْ صُدُوْرِھِمْ فَظَلُّوْا فِی الدُّنْیَآ اَصْدِقَآءَ وَاَخْدَانًا. وَفِی الْاٰخِرَۃِ رُفَقَآءَ وَخُلَّانًا. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَاقْتَدَوْابِہٖ قَوْلاً وَّفِعْلاً وَّعَدْ لاً وَّاِحْسَاناً. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمُحَافَظَۃَ عَلٰی حُقُوْقِ الْعَآمَّۃِ مِنْھُمْ وَالْخَآصَّۃِ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ. وَبِمُرَاعَاتِھَا تَصْفُوا لْاُخُوَّۃُ وَالْاُلْفَۃُ عَنْ شَوَآئِبِ الْکُدُوْرَاتِ. وَقَدْ نَدَبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِلَیْھَا فَقَالَ

اللّٰہُ تَعَالیٰ وَلاَ تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ. وَقَالَ تَعَالیٰ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. وَقَالَ تَعَالیٰ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَی الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ یَعُوْدُہٗ اِذَا مَرِضَ وَیَشْهَدُہٗ اِذَامَاتَ وَیُجِیْبُہٗ اِذَا دَعَاہُ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِذَا لَقِیَہٗ وَیُشَمِّتُہٗ اِذَا عَطَسَ وَیَنْصَحُ لَہٗ اِذَا غَابَ اَوْشَهِدَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَایَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّایَرْحَمُ النَّاسَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَاتَحَسَّسُوْا وَلاَ تَجَسَّسُوْا وَلاَ تَنَا جَشُوْا وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَا غَضُوْا وَلاَ تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَاناً. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.

خطبہ

برے ہم نشین سے الگ رہنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَعْظَمَ النِّعْمَةَ عَلٰی خِیَرَةِ خَلْقِهٖ وَصَفْوَتِهٖ. بِاَنْ صَرَفَ هِمَمَهُمْ اِلٰی مُؤَانَسَتِهٖ. وَرَوَّحَ اَسْرَارَهُمْ بِمُنَاجَاتِهٖ وَمُلَاطَفَتِهٖ. حَتّٰی اخْتَارَ الْعُزْلَةَ کُلُّ مَنْ طُوِیَتِ الْحُجُبُ عَنْ مَّجَارِیْ فِکْرَتِهٖ. فَاسْتَاْنَسَ بِمُطَالَعَةِ سُبُحَاتِ وَجْهِهٖ تَعَالٰی فِیْ خَلْوَتِهٖ. وَاسْتَوْحَشَ بِذٰلِکَ عَنِ الْاُنْسِ بِالْاِنْسِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَخَصِّ خَاصَّتِهٖ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ سَیِّدِ اَنْبِیَآئِهٖ وَخِیَرَتِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَصَحَابَتِهٖ سَادَةِ الْخَلْقِ وَاَئِمَّتِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اخْتَلَفُوْا فِی الْعُزْلَةِ وَالْمُخَالَطَةِ وَتَفْضِیْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی وَالْحَقُّ اَنَّ ذٰلِکَ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَحْوَالِ اَمْنًا وَّفِتْنَةً وَّالْاَشْخَاصِ ضُعْفًا وَّقُوَّةً وَّالْجُلَسَآءِ صَلَاحًا وَّمَضَرَّةً فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَقَدْ ذَکَرَ بَعْضَ الْفِتَنِ وَقَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فَکُوْنُوْٓا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلامُ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ فِي الْفِتَنِ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قِيْلَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَآ اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْٓءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ.

خطبه....

کسی ضرورت سے سفر کرنے اور اسکے آداب کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَتَحَ بَصَآئِرَ اَوْلِیَآئِهٖ بِالْحِکَمِ وَالْعِبَرِ. وَاسْتَخْلَصَ هِمَمَهُمْ لِمُشَاهَدَةِ صُنْعِهٖ فِی الْحَضَرِ والسَّفَرِ. وَالْاِعْتِبَارِ بِمَا یَقَعُ عَلَیْهِ الْبَصَرُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْبَشَرِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُقْتَفِیْنَ بِهٖ فِی الْاَخْلَاقِ وَالسِّیَرِ. وَسَلَّمَ کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الشَّرْعَ قَدْ اَذِنَ فِی السَّفَرِ. اَوْ اَمَرَبِهٖ اِذَا دَعَآ اِلَیْهِ مُقْتَضٍ مُّبَاحٌ اَوْوَاجِبٌ وَّوَضَعَ لَهٗ مَسَآئِلَ. وَذَکَرَ لَهٗ فَضَآئِلَ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَا جِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ. وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْعَلٰی

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. وَقَالَ تَعَالٰى وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰىٓ
اَوْعَلٰى سَفَرٍ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. وَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰىٓ اِلَىَّ اَنَّهٗ مَنْ
سَلَكَ مَسْلَكًا فِىْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ.
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَجُلاً زَا رَاَخًا لَّهٗ فِىْ قَرْيَةٍ
اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ
اُرِيْدُ اَخًالِّىْ فِىْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ
تَرُبُّهَا قَالَ لاَ غَيْرَ اَنِّىْٓ اَحْبَبْتُهٗ فِى اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَآ اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ
نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ
اِلٰىٓ اَهْلِهٖ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَلاَ تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ.

خطبه

خلاف شرع گانے اور اسکے سننے کی ممانعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَهَانَا عَنِ الْمَلَاهِیْ. اَلَّتِیْ تَجُرُّ اِلَی الْمَعَاصِیْ وَالْمَنَاهِیْ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ طَهَّرَنَا مِنَ الْاَرْجَاسِ الْجَاهِیِّ مِنْهَا وَالْبَاهِیِّ. وَنَجَّانَا مِنَ الْفِتَنِ وَالدَّوَاهِیْ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ نَسْتَکْمِلُ بِهِمْ وَنُبَاهِیْ. صَلٰوةً وَّسَلَامًا یُّفَوِّتَانِ الْحَصْرَ وَالتَّنَاهِیَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الَّذِیْنَ وَقَفُوْا دُوْنَ الْحُدُوْدِ فِی الْغِنَآءِ. حَسَبَ مَاکَشَفَ عَنْهُ الْغِطَآءَ. اَلْمُحَقِّقُوْنَ مِنَ الْعَارِفِیْنَ وَالْفُقَهَآءِ. لَا لَوْمَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَنَآءَ . لٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْعَامَّةِ وَبَعْضًا مِّنَ الْخَاصَّةِ قَدْ جَاوَزُوْهَآ اِلٰی حَدِّالْاِلْهَآءِ. وَاتَّبَعُوْا فِیْهِ الْاَهْوَآءَ.

وَاَوْقَعُوْا اَنْفُسَهُمْ فِی الدَّهْمَآءِ. وَلَمْ يَرَوْا اَنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ الْغِنَآءِ. کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَآءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ وَمَعَ ذٰلِکَ ظَنُّوْا بِمَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِکَ اَنَّهُمْ مِّنَ الْاَوْلِيَآءِ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلیّٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلاَ تَشْتَرُوْهُنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَّفِیْ مِثْلِ هٰذَآ اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلاَمُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَهُدًی لِّلْعٰلَمِيْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصَّلِيْبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْحَدِيْثَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ فِیْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلاَ تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ.

خطبہ

بشرط قدرت نیک کام کا امر کرنے اور برے کام سے روکنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْقُطْبَ الْاَعْظَمَ فِی الدِّیْنِ وَبَعَثَ لَهُ النَّبِیِّیْنَ اَجْمَعِیْنَ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ بَلَّغَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَصْدَعُوْنَ بِالْحَقِّ وَلَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ

اَلْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ.
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰى
مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ
فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ.
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ
قَوْمٍ يُّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْ يُّغَيِّرُوْا
عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ
اَنْ يَّمُوْتُوْا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا عُمِلَتِ
الْخَطِيْئَةُ فِي الْاَرْضِ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ
غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا.
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا
وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا
لَّمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ
وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ. اَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ
وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ.

خطبہ

آداب معاشرت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَاَحْسَنَ خَلْقَهٗ وَتَرْتِیْبَهٗ. وَاَدَّبَ نَبِیَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبَهٗ. وَزَکّٰی اَوْصَافَهٗ وَاَخْلَاقَهٗ فَاتَّخَذَ صَفِیَّهٗ وَحَبِیْبَهٗ. وَوَفَّقَ لِلْاِقْتِدَآءِ بِهٖ مَنْ اَرَادَ تَهْذِیْبَهٗ. وَحَرَمَ عَنِ التَّخَلُّقِ بِاَخْلَاقِهٖ مَنْ اَرَادَ تَخْیِیْبَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بُعِثَ لِیُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هَذَّبُوْا اَهْلَ الْاَقْطَارِ وَالْاٰفَاقِ. اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ جُمْلَةٌ یَّسِیْرَةٌ مِّنْ حُسْنِ مُعَاشَرَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. لِتَقْتَفِیَ بِهٖ اُمَّتُهٗ وَتَحُوْزُ النِّعَمَ. فَکَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَمَا ضَرَبَ عَلَیْهِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَاَۃً وَّلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَمْ یَكُنْ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا سَخَّابًا فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَةِ السَّیِّئَةَ وَلٰكِنْ یَّعْفُوْا وَیَصْفَحُ. وَكَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَیُجِیْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ اَلْحَدِیْث. وَكَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَیَخِیْطُ ثَوْبَهٗ وَیَعْمَلُ فِیْ بَیْتِهٖ وَیَفْلِیْ ثَوْبَهٗ وَیَحْلُبُ شَاتَهٗ وَیَخْدِمُ نَفْسَهٗ. وَكَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ طَوِیْلَ الصَّمْتِ. وَقَالَ اَنَسٌ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَآ اَلَّا صَنَعْتَ وَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً. وَكَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَشَدُّ حَیَآءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَّكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ وَتَمَامُهٗ فِیْ كُتُبِ الْحَدِیْثِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.

خطبہ

اصلاح باطن کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُطَّلِعِ عَلٰی خَفِیَّاتِ السَّرَآئِرِ. اَلْعَالِمِ بِمَکْنُوْنَاتِ الضَّمَآئِرِ. مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ. وَغَفَّارِ الذُّنُوْبِ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُالْمُرْسَلِیْنَ. وَجَامِعُ شَمْلِ الدِّیْنِ. وَقَاطِعُ دَابِرِ الْمُلْحِدِیْنَ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ. وَسَلَّمَ کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ کَوْنَ اِصْلَاحِ السَّرَآئِرِ. دِعَامَۃً لِّاِصْلَاحِ الظَّوَاھِرِ. مِمَّا نَطَقَ بِہِ الْقُرْاٰنُ. وَسُنَّۃُ رَسُوْلِ الْاِنْسِ وَالْجَآنِّ. فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَقَالَ تَعَالٰی فَاِنَّھَا لَاتَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ. وَقَالَ تَعَالٰی وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا. فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا. وَغَیْرُ ھَا مِنَ الْاٰیَاتِ. وَقَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِوَابِصَةَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قَالَ نَعَمْ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ. اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ. ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَئَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَئَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰى ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ كُلِّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ وَّيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَقُوْلُ مَلَكُ الْمَوْتِ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ وَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ.

خطبه

تہذیب اخلاق کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ زَیَّنَ صُوْرَةَ الْاِنْسَانِ بِحُسْنِ تَقْوِیْمِهٖ وَتَقْدِیْرِهٖ وَحَرَسَهٗ مِنَ الزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فِیْ شَكْلِهٖ وَمَقَادِیْرِهٖ. وَفَوَّضَ تَحْسِیْنَ الْاَخْلَاقِ اِلَی اجْتِهَادِ الْعَبْدِ وَتَشْمِیْرِهٖ. وَاسْتَحَثَّهٗ عَلٰی تَهْذِیْبِهٖ بِتَخْوِیْفِهٖ وَتَحْذِیْرِهٖ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ كَانَ یَلُوْحُ اَنْوَارُ النُّبُوَّةِ مِنْ بَیْنِ اَسَارِیْرِهٖ. وَیُسْتَشْرَفُ حَقِیْقَةُ الْحَقِّ مِنْ مَّخَایِلِهٖ وَتَبَاشِیْرِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ طَهَّرُوْا وَجْهَ الْاِسْلَامِ مِنْ ظُلْمَةِ الْكُفْرِ وَدَیَاجِیْرِهٖ. وَحَسَمُوْا مَآدَّةَ الْبَاطِلِ فَلَمْ یَتَدَنَّسُوْا بِقَلِیْلِهٖ وَلَا بِكَثِیْرِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَالْخُلُقُ الْحَسَنُ صِفَةُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ. وَاَفْضَلُ اَعْمَالِ الصِّدِّیْقِیْنَ. وَالْاَخْلَاقُ السَّیِّئَةُ هِیَ الْخَبَآئِثُ الْمُبْعِدَةُ عَنْ جِوَارِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلْمُنْخَرِقَةُ بِصَاحِبِهَا فِیْ سِلْكِ الشَّیَاطِیْنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ شَيْءٍ يُّوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَآئِمِ اللَّيْلِ وَصَآئِمِ النَّهَارِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰٓى اَذَاهُمْ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ.

خطبہ

حفاظت شکم وشرمگاہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُتَکَفِّلِ بِحِفْظِ عَبْدِہٖ فِیْ جَمِیْعِ مَوَارِدِہٖ وَمَجَارِیْہِ. فَھُوَا لَّذِیْ یُطْعِمُہٗ وَیَسْقِیْہِ. وَیَحْفَظُہٗ مِنَ الْھَلَاکِ وَیَحْمِیْہِ. وَیَحْرُسُہٗ بِالطَّعَامِ وَالشَّرَابِ عَمَّا یُھْلِکُہٗ وَیُرْدِیْہِ. وَیُمَکِّنُہٗ مِنَ الْقَنَاعَۃِ بِقَلِیْلِ الْقُوْتِ فَیَکْسِرُبِہٖ شَھْوَۃَ النَّفْسِ الَّتِیْ تُعَادِیْہِ. وَیَدْفَعُ شَرَّھَا ثُمَّ یَعْبُدُ رَبَّہٗ وَیَتَّقِیْہِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّہٗ. وَنَبِیُّہُ الْوَجِیْہُ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلَی الْاَبْرَارِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَاَقْرَبِیْہِ. وَالْاَخْیَارِ مِنْ صَحَابَتِہٖ وَتَابِعِیْہِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَخْوَفَ الشَّھَوَاتِ شَھْوَۃُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ فَاللّٰہَ اَللّٰہَ اَنْ تَغْلُوْ فِیْھِمَا فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا. اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰیٓ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا. وَقَالَ تَعَالٰی وَتَاْکُلُوْنَ

اَلتُّرَاثَ اَکْلاً لَّمًّا. وَقَالَ تَعَالٰی وَلاَ تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً. وَسَآءَ سَبِیْلاً ط وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَتَاْتُوْنَ الذُّکْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّعَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لِعَلِیٍّ یَاعَلِیُّ لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَ لَکَ الْاٰخِرَةُ. وَسَمِعَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ رَجُلاً یَتَجَشَّا فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَآءِ کَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبْعًا فِی الدُّنْیَا. وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ کَمَا یُذَمُّ الْاِفْرَاطُ فِیْ هَاتَیْنِ الشَّهْوَتَیْنِ حَیْثُ یَخْتَلُّ بِهٖ حَقُوْقُ اللّٰهِ بِالْاِنْهِمَاکِ فِیْهِمَا کَذٰلِکَ یُذَمُّ التَّفْرِیْطُ فِیْهِمَا بِحَیْثُ یَفُوْتُ بِهٖ حَقُّ النَّفْسِ اَوْحَقُّ الْاَهْلِ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ فَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَّلِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَّلِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلاً عَظِیْمًا.

خطبہ

زبان کی حفاظت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْسَنَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ وَعَدَلَهٗ. وَاَفَاضَ عَلٰی قَلْبِهٖ خَزَآئِنَ الْعُلُوْمِ فَاَكْمَلَهٗ. ثُمَّ اَمَدَّهٗ بِلِسَانٍ يُّتَرْجِمُ بِهٖ عَمَّا حَوَاهُ الْقَلْبُ وَعَقَلَهٗ. وَيَكْشِفُ عَنْهُ سِتْرَهُ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ اَكْرَمَهٗ وَبَجَّلَهٗ. وَنَبِيُّهُ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ بِكِتَابٍ اَنْزَلَهٗ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَا كَبَّرَ اللّٰهَ عَبْدٌ وَّهَلَّلَهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللِّسَانَ جِرْمُهٗ صَغِيْرٌ وَّجُرْمُهٗ كَبِيْرٌ. فَلِذٰلِكَ مَدَحَ الشَّرْعُ الصَّمْتَ وَحَثَّ عَلَيْهِ اِلَّا بِالْحَقِّ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِّیْ مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ. وَقَالَ

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَّاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَّاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِىْ اَخِىْ مَآ اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِاغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَمَتَ نَجَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالاَ يَعْنِيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَ ذَاوَجْهَيْنِ فِى الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانٌ مِّنْ نَّارٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَّمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِىْ مِنْ عَمَلٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لاَ تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ. فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ.

خطبہ

کینہ، حسد اور غصہ کی برائی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لاَ یَتَّکِلُ عَلٰی عَفْوِهٖ وَرَحْمَتِهٖ اِلَّا الرَّاجُوْنَ. وَلاَ یَحْذَرُسُوْءَ غَضَبِهٖ وَسَطْوَتَهٗ اِلَّا الْخَآئِفُوْنَ. اَلَّذِیْ سَلَّطَ عَلٰی عِبَادِهِ الشَّهَوٰتِ وَاَمَرَهُمْ بِتَرْکِ مَایَشْتَهُوْنَ. وَابْتَلاهُمْ بِالْغَضَبِ وَکَلَّفَهُمْ کَظْمَ الْغَیْظِ فِیْمَا یَغْضَبُوْنَ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ تَحْتَ لِوَآئِهِ النَّبِیُّوْنَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً یُّوَازِیْ عَدَدُهَا عَدَدَ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ. وَیَحْظٰی بِبَرَکَتِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْغَضَبَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّمَا یُنْتَجُ مِنْهُ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ. مِمَّا یَهْلِکُ بِهٖ مَنْ هَلَکَ وَیَفْسُدُ بِهٖ مَنْ فَسَدَ. کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ ذَمِّهٖ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ اَلْاٰیَة وَقَالَ تَعَالٰی

وَلاَ يَجْرِ مَنَّكُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلَى اَلَّا تَعْدِلُوْا. وَقَالَ تَعَالٰى وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ قَالَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِى قَالَ لاَ تَغْضَبْ فَرَدَّ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لاَ تَغْضَبْ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَآئِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلاَّ فَلْيَضْطَجِعْ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَا غَضُوْا وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَآ اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ يُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لاَّ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلاَّ رَجُلاً كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَآءُ فَيُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

خطبہ

دنیا کی مذمت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَرَّفَ اَوْلِیَآءَ هٗ غَوَآئِلَ الدُّنْیَا وَاٰفَاتِهَا. وَکَشَفَ لَهُمْ عَنْ عُیُوْبِهَا وَعَوْرَاتِهَا. فَعَلِمُوْٓا اَنَّهٗ یَزِیْدُ مُنْکَرُهَا عَلٰی مَعْرُوْفِهَا. وَلَا یَفِیْ مَرْجُوُّهَا بِمَخُوْفِهَا. لَایَخْلُوْصَفْوُهَا عَنْ شَوَآئِبِ الْکُدُوْرَاتِ. وَلَا یَنْفَکُّ سُرُوْرُهَا عَنِ الْمُنَغِّصَاتِ. تُمَنِّیْ اَصْحَابَهَا سُرُوْرًا. وَتَعِدُهُمْ غُرُوْرًا. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُرْسَلُ اِلَی الْعٰلَمِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اَهْلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ الْاٰیَاتِ الْوَارِدَةَ فِیْ ذَمِّ الدُّنْیَا وَاَمْثِلَتِهَا کَثِیْرَةٌ وَّاَکْثَرُ الْقُرْاٰنِ مُشْتَمِلٌ عَلٰی ذَمِّ الدُّنْیَا وَصَرْفِ الْخَلْقِ عَنْهَا وَدَعْوَتِهِمْ اِلَی الْاٰخِرَةِ بَلْ

هُوَ مَقْصُوْدُ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَلَمْ يُبْعَثُوْا اِلَّا لِذٰلِكَ فَالْاٰيَاتُ فِيْهَا مَشْهُوْرَةٌ. وَجُمْلَةٌ مِّنَ السُّنَنِ هُنَالِكَ مَذْكُوْرَةٌ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّامِثْلُ مَايَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ فِى الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْبِمَ يَرْجِعُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّبِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّبِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْامَا يَبْقٰى عَلٰى مَايَفْنٰى. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَالِىْ وَلِلدُّنْيَا وَمَآ اَنَا وَالدُّنْيَآ اِلَّا كَرَاكِبٍ نِ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حُبُّ الدُّنْيَارَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى.

خطبہ

بخل اور حب مال میں مذمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُسْتَوْجِبِ الْحَمْدِ بِرِزْقِہِ الْمَبْسُوْطِ. کَاشِفِ الضُّرِّ بَعْدَ الْقُنُوْطِ. اَلَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ. وَوَسَّعَ الرِّزْقَ. وَاَفَاضَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اَصْنَافَ الْاَمْوَالِ. وَابْتَلَاھُمْ فِیْھَا بِتَقْلِیْبِ الْاَحْوَالِ. کُلُّ ذٰلِکَ لِیَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. وَیَنْظُرُ اَیُّھُمْ اٰثَرَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ بَدَلاً. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ نَسَخَ بِمِلَّتِہٖ مِلَلاً. وَطَوٰی بِشَرِیْعَتِہٖٓ اَدْیَانًا وَّنِحَلاً. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ سَلَکُوْا سُبُلَ رَبِّھِمْ ذُلُلاً. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ط وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّآ مَآ اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْتَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَّلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَاابْنَ اٰدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَاَنْ تُمْسِكَهٗ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ وَّابْدَ اُبِمَنْ تَعُوْلُ. وَاعْلَمُوْآ اَنَّ هٰذَ آ اِذَاكَانَ الْكَسْبُ اَوِالْاِمْسَاكُ لِغَيْرِ الدِّيْنِ فَاَمَّا لِلدِّيْنِ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَنْفَعُ فِيْهِ اِلَّا الدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ كَانَ الْمَالُ فِيْمَا مَضٰى يُكْرَهُ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَتُرْسُ الْمُؤْمِنِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْاط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

خطبہ

حب جاء اور ریاء کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَّامِ الْغُیُوْبِ. اَلْمُطَّلِعِ عَلٰی سَرَآئِرِ الْقُلُوبِ. اَلَّذِیْ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْاَعْمَالِ اِلَّا مَا کَمُلَ وَوَفٰی. وَخَلَصَ عَنْ شَوَآئِبِ الرِّیَآءِ وَالشِّرْکِ وَصَفٰی. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ زَکَّانَا عَنْ شَوَآئِبِ الشِّرْکِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُبَرَّئِیْنَ مِنَ الْخِیَانَۃِ وَالْاِفْکِ. وسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الرِّیَآءَ سَوَآءٌ کَانَ فِی الْعَادَاتِ اَوْفِی الطَّاعَاتِ مِنْ اَعْظَمِ الْمُوْبِقَاتِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّبِسَ ثَوْبَ شُھْرَۃٍ فِی الدُّنْیَا اَلْبَسَہُ اللّٰہُ ثَوْبَ مَذَلَّۃٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ

اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَآ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَاذِئْبَانِ جَآئِعَانِ اُرْسِلاَ فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَآءَ الْاَخْفِيَآءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَّصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَآءَ مُظْلِمَةٍ. هٰذَا كُلُّهٗ اِذَا قَصَدَ الْمُرَآءَ ةَ لِغَرَضٍ دُنْيَوِيٍّ اَمَّآ اِذَا لَمْ يَقْصُدْهَا فَلاَ يُذَمُّ. وَقَدْ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ. وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَيْنَا اَنَا فِیْ بَيْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَآاَبَاهُرَيْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لاَ يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلاَ فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ.

خطبہ

عجب اور کبر کی مذمت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْخَالِقِ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ الْعَلِيِّ الَّذِىْ لَا يَضَعُهُ عَنْ مَّجْدِهٖ وَاضِعٌ. اَلْجَبَّارُ الَّذِىْ كُلُّ جَبَّارٍ لَّهٗ ذَلِيْلٌ خَاضِعٌ. كَسَرَ ظُهُوْرَ الْاَكَاسِرَةِ عِزُّهٗ وَعَلَاءُهٗ. وَقَصَرَ اَيْدِىَ الْقَيَاصِرَةِ عَظْمَتُهٗ وَكِبْرِيَآءُهٗ. فَالْعَظْمَةُ اِزَارُهٗ وَالْكِبْرِيَآءُ رِدَآءُهٗ. وَمَنْ نَّازَعَهٗ فِيْهِمَا قَصَمَهٗ بِدَآءٍ اَعْجَزَهٗ دَوَآءُهٗ. جَلَّ جَلَالُهٗ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآءُهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ النُّوْرُ الْمُنْتَشِرُ ضِيَآءُهٗ. حَتّٰى اَشْرَقَتْ بِنُوْرِهٖ اَكْنَافُ الْعَالَمِ وَاَرْجَآءُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اَحِبَّآءُ اللّٰهِ وَاَوْلِيَآءُهٗ. وَخِيَرَتُهٗ وَاَصْفِيَآءُهٗ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْكِبْرَ

وَالْعُجْبَ دَآءَانِ مُهْلِكَانِ عِنْدَ اللّٰهِ مَمْقُوْتَانِ بَغِيْظَانِ وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْمُعْجِبُ سَقِيْمَانِ مَرِيْضَانِ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ. وَقَالَ تَعَالٰى اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ. وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ. حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ وَّخِنْزِيْرٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَّشُحٌّ مُّطَاعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

خطبہ

غرور (دھوکہ کھانے) کی برائی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُخْرِجِ اَوْلِیَآئِہٖ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ. وَمُوْرِدِ اَعْدَآئِہٖ وَرَطَاتِ الْغُرُوْرِ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْمُخْرِجُ لِلْخَلاَئِقِ مِنَ الدَّیْجُوْرِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ لَمْ تَغُرَّھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَمْ یَغُرَّھُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ. صَلاَۃً تَتَوَالٰی عَلٰی مَمَرِّ الدُّھُوْرِ. وَمَکَرِّ السَّاعَاتِ وَالشُّھُوْرِ. اَمَّا بَعْدُ فَمِفْتَاحُ السَّعَادَۃِ التَّیَقُّظُ وَالْفِطْنَۃُ. وَمَنْبَعُ الشَّقَاوَۃِ الْغُرُوْرُ وَالْغَفْلَۃُ. فَالْاَکْیَاسُ ھُمُ الَّذِیْنَ انْشَرَحَتْ صُدُوْرُھُمْ لِلْاقْتِدَآءِ. بِدَلاَئِلِ الْاِھْتِدَآءِ. وَالْمَغْرُوْرُ ھُوَ الَّذِیْ ضَاقَ صَدْرُہٗ عَنِ الْھُدٰی. بِاتِّبَاعِ الْھَوٰی. فَلَمْ یَنْفَتِحْ بَصِیْرَتُہٗ لِیَکُوْنَ بِھِدَایَۃِ نَفْسِہٖ کَفِیْلاً. وَبَقِیَ فِی الْعَمٰی فَاتَّخَذَ النَّفْسَ قَآئِدَہٗ وَالشَّیْطَانَ دَلِیْلاً. وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی

اَلْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلاً. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَایَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُاللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰی وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَایَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَایُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یَكُوْنَ هَوٰهُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّهٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَآءُ كَمَا یَتَجَارَی الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا یَبْقٰی مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّاالظَّنَّ وَمَاتَهْوَی الْاَنْفُسُ ط وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی. اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَاتَمَنّٰی. فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی.

خطبہ

توبہ کے واجب ہونے اور اس کی فضیلت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِتَحْمِیْدِہٖ یُسْتَفْتَحُ کُلُّ بَابٍ. وَبِذِکْرِہٖ یُصْدَرُ کُلُّ خِطَابٍ. وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ تَوْبَۃَ مَنْ یُّوْقِنُ اِنَّہٗ رَبُّ الْاَرْبَابِ. وَمُسَبِّبُ الْاَسْبَابِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلَاۃً تُنْقِذُنَا مِنْ ھَوْلِ یَوْمِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ. وَتُمَھِّدُنَا عِنْدَاللّٰہِ زُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّوْبَۃَ عَنِ الذُّنُوْبِ. بِالرُّجُوْعِ اِلٰی سَتَّارِ الْعُیُوْبِ. وَعَلَّامِ الْغُیُوْبِ. مَبْدَأُطَرِیْقِ السَّالِکِیْنَ وَرَاْسُ مَالِ الْفَآئِزِیْنَ. وَاَوَّلُ اِقْدَامِ الْمُرِیْدِیْنَ. وَمِفْتَاحُ اسْتِقَامَۃِ الْمَآئِلِیْنَ. وَمَطْلَعُ الْاِصْطِفَآءِ وَالْاِجْتِبَآءِ لِلْمُقَرَّبِیْنَ. وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْٓا

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ. وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَااقْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّآئِيْنَ التَّوَّابُوْنَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ وَّالتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِّاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَىْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّايَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

خطبه

صبر وشکر کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَهْلِ الْحَمْدِ وَالثَّنَآءِ. اَلْمُتَفَرِّدِ بِرِدَآءِ الْكِبْرِيَآءِ. اَلْمُتَوَحِّدِ بِصِفَاتِ الْمَجْدِ وَالْعَلَاءِ. اَلْمُؤَيِّدِ صَفْوَةِ الْاَوْلِيَآءِ. بِقُوَّةِ الصَّبْرِ عَلَى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ. وَالشُّكْرِ عَلَى الْبَلَاءِ وَالنَّعْمَآءِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُالْاَنْبِيَآءِ. وَعَلٰٓى اٰلِهٖ سَادَةِ الْاَصْفِيَآءِ. وَعَلٰٓى اَصْحَابِهٖ قَادَةِ الْبَرَرَةِ الْاَتْقِيَآءِ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلٰوةً مَّحْرُوْسَةً بِالدَّوَامِ عَنِ الْفَنَآءِ. وَمَصُوْنَةً بِالتَّعَاقُبِ عَنِ التَّصَرُّمِ وَالْاِنْقِضَآءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاِيْمَانَ. نِصْفَانِ نِصْفٌ صَبْرٌ وَّنِصْفٌ شُكْرٌ. فَمَآ اَشَدَّ الْاِعْتِنَاءَ بِهِمَا وَمَعْرِفَةَ فَضْلِهِمَا لِيَتَيَسَّرَ فِيْهِمَا الْفِكْرُ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ. وَقَالَ تَعَالٰى

وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰاکِرِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاشْکُرُوْالِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِّلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَہٗ خَیْرٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَشَکَرَ. وَاِنْ اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَصَبَرَ. فَالْمُؤْمِنُ یُوْجَرُ فِیْ کُلِّ اَمْرِہٖ حَتّٰی فِی اللُّقْمَۃِ یَرْفَعُھَآ اِلٰی فِیْ امْرَاَتِہٖ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ یَا عِیْسٰٓی اِنِّیْ بَاعِثٌ مِّنْ بَعْدِکَ اُمَّۃً اِذَآ اَصَابَھُمْ مَّایُحِبُّوْنَ حَمِدُوااللّٰہَ وَاِنْ اَصَابَھُمْ مَّایَکْرَھُوْنَ احْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ یَارَبِّ کَیْفَ یَکُوْنُ ھٰذَا لَھُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِیْھِمْ مِّنْ حِلْمِیْ وَعِلْمِیْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الطَّاعِمُ الشَّاکِرُ. بِمَنْزِلَۃِ الصَّآئِمِ الصَّابِرِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃٌ فَلَمْ یَبْلُغْھَا بِعَمَلِہٖ ابْتَلَاہُ اللّٰہُ فِیْ جَسَدِہٖٓ اَوْ فِیْ مَالِہٖٓ اَوْ فِیْ وَلَدِہٖ ثُمَّ صَبَرَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی یَبْلُغَہُ الْمَنْزِلَۃَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اَلَمْ تَرَاَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَۃِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیَاتِہٖ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ.

خطبہ

خوف ورجا کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَرْجُوِّلُطْفُهٗ وَثَوَابُهٗ. اَلْمَخُوْفِ قَهْرُهٗ وَعِقَابُهٗ. اَلَّذِیْ عَمَرَ قُلُوْبَ اَوْلِیَآئِهٖ. بِرَوْحِ رَجَآئِهٖ. وَضَرَبَ بِسِیَاطِ التَّخْوِیْفِ وَزَجْرِهِ الْعَنِیْفِ وُجُوْهَ الْمُعْرِضِیْنَ عَنْ حَضْرَتِهٖ. اِلٰی دَارِثَوَابِهٖ وَكَرَامَتِهٖ. وَقَادَهُمْ بِسَلاَسِلِ الْعُنُفِ وَاَزِمَّةِ اللُّطْفِ اِلٰی جَنَّتِهٖ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ اَنْبِیَائِهٖ وَخَیْرُ خَلِیْقَتِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعِتْرَتِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الرَّجَآءَ وَالْخَوْفَ جَنَاحَان بِهِمَا یَطِیْرُ الْمُقَرَّبُوْنَ اِلٰی كُلِّ مَقَامٍ مَّحْمُوْدٍ. وَمَطِیَّتَان بِهِمَا یُقْطَعُ مِنْ طَرِیْقِ الْاٰخِرَةِ كُلُّ عَقَبَةٍ كَؤُدٍ. اَلنُّصُوْصُ مِنْهُمَا مَشْحُوْنَةٌ. مُنْفَرِدَةً وَّمَقْرُوْنَةً فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ. وَقَالَ تَعَالٰی یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

وَّطَمَعًا. وَقَالَ تَعَالٰی وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا. وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَباً ط وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ ط وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ اَحَدٌ وَّلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَاقَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ. وَدَخَلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَابٍّ وَّهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ فَقَالَ اَرْجُوا اللّٰهَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنِّيْ اَخَافُ عَلٰی ذُنُوْبِيْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَايَرْجُوْا وَاٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَجُلاً قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ ذَاالَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنِّيْ لَآ اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَّاَحْبَطْتُّ عَمَلَكَ اَوْكَمَا قَالَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ.

خطبہ

فقر و زہد کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنَ الطِّیْنِ اللَّازِبِ وَالصَّلْصَالِ. وَزَیَّنَ صُوْرَتَهٗ بِاَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ وَّاَتَمِّ اعْتِدَالٍ. ثُمَّ کَحَّلَ بَصِیْرَةَ الْمُخْلِصِ فِیْ خِدْمَتِهٖ حَتّٰی انْکَشَفَ لَهٗ مِنَ الدُّنْیَا قَبَآئِحُ الْاَسْرَارِ وَالْاَفْعَالِ. فَزَهِدُوْا فِیْهَا زُهْدَ الْمُبْغِضِ لَهَا فَتَرَکُوْهَا وَتَرَکُوا التَّفَاخُرَوَالتَّکَاثُرَ بِالْاَمْوَالِ. وَاَقْبَلُوْا بِکُنْهِ هِمَمِهِمْ عَلٰی دَارٍ لَّایَعْتَرِیْهَا فَنَآءٌ وَّلَا زَوَالٌ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ اَهْلِ الْکَمَالِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اَصْحَابِهٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّعَلٰٓی اٰلِهٖ خَیْرِ اٰلٍ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ ثَبَتَ بِالنُّصُوْصِ اَنْ لَّا مَطْمَعَ فِی النَّجَاةِ اِلَّا بِالْاِنْقِطَاعِ عَنِ الدُّنْیَا وَالْبُعْدِ مِنْهَا. وَهٰذَاالْاِنْقِطَاعُ اِمَّا بِانْزِوَآئِهَا عَنِ

الْعَبْدِ وَهُوَا لْفَقْرُ وَاِمَّا بِانْزِوَآءِ الْعَبْدِ عَنْهَا وَهُوَالزُّهْدُ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلاً لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا. فَالْاَكْلُ كَذٰلِكَ لَايَكُوْنُ مِمَّنْ رَّضِيَ بِالْفَقْرِ وَالْحُبُّ كَذٰلِكَ لاَ يَكُوْنُ لِمَنِ اتَّصَفَ بِالزُّهْدِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِّصْفِ يَوْمٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِبْغُوْنِيْ فِيْ ضُعَفَآئِكُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْ مَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اَوَّلُ اِصْلاَحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِ هَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ. قَالَ سُفْيَانُ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشَبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَصْرُ الْاَمَلِ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لِكَيْلاَ تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلاَ تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لاَيُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ.

خطبہ

توحید و توکل کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ مُدَبِّرِ الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ. اَلْمُنْفَرِدِ بِالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ. اَلرَّافِعِ لِلسَّمَآءِ بِغَيْرِ عِمَادٍ. اَلْمُقَدِّرِ فِيْهَا اَرْزَاقَ الْعِبَادِ. اَلَّذِىْ صَرَفَ اَعْيُنَ ذَوِى الْقُلُوْبِ وَالْاَلْبَابِ. عَنْ مُّلَاحَظَةِ الْوَسَآئِطِ وَالْاَسْبَابِ. فَلَمَّا تَحَقَّقُوْآ اَنَّهٗ لِرِزْقِ عِبَادِهٖ ضَامِنٌ وَّبِهٖ كَفِيْلٌ. تَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْ احَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَامِعُ الْاَبَاطِيْلِ. اَلْهَادِىْ اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّوَكُّلَ عَلَى اخْتِلَافِ مَرَاتِبِهٖ مَنْزِلٌ مِّنْ مَّنَازِلِ الدِّيْنِ. وَكَذٰلِکَ اَصْلُهٗ مِنَ التَّوْحِيْدِ وَالْيَقِيْنِ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لاَ يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْ الَهٗ ط اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ.
وَقَالَ تَعَالٰى وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْآاِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَاَلْتَ
فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اِنَّ الْاُمَّةَ
لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰٓى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَىْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا
بِشَىْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰٓى اَنْ
يَّضُرُوْكَ بِشَىْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَىْءٍ قَدْ كَتَبَهُ
اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ. وَقَالَ
عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْقَوِىُّ خَيْرٌوَّاَحَبُّ اِلَى
اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِىْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى
مَايَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلاَ تَعْجِزْوَاِنْ اَصَابَكَ شَىْءٌ
فَلاَ تَقُلْ لَّوْ اَنِّىْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ
اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْتَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. اَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ج لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ.

خطبہ

محبت اور شوق اور اُنس و رضا کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ نَزَّہَ قُلُوْبَ اَوْلِیَآئِہٖ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی زُخْرُفِ الدُّنْیَا وَنَضْرَتِہٖ. وَصَفّٰی اَسْرَارَھُمْ مِّنْ مُّلَاحَظَۃِ غَیْرِ حَضْرَتِہٖ. ثُمَّ کَشَفَ لَھُمْ عَنْ سُبُحَاتِ وَجْھِہٖ حَتّٰی احْتَرَقَتْ بِنَارِمَحَبَّتِہٖ. ثُمَّ احْتَجَبَ عَنْھَا بِکُنْہِ جَلَالِہٖ حَتّٰی تَاھَتْ فِیْ بَیْدَآءِ کِبْرِیَآئِہٖ وَعَظْمَتِہٖ. فَبَقِیَتْ غَرْقٰی فِیْ بَحْرِمَعْرِفَتِہٖ. وَمُحْتَرِقَۃً بِنَارِ مَحَبَّتِہٖ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ خَاتِمُ الْاَنْبِیَآءِ بِکَمَالِ نُبُوَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ سَادَۃِ الْخَلْقِ وَاَئِمَّتِہٖ. وَقَادَۃِ الْحَقِّ وَاَزِمَّتِہٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ. وَقَالَ تَعَالٰی فِی الْمَلٰٓئِکَۃِ یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ

وَالنَّهَارَ لَايَفْتُرُوْنَ. وَهٰذَا لَايَكُوْنُ فِي الْعَادَةِ اِلَّا بِالشَّوْقِ.
وَقَالَ تَعَالٰى قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا
وَالْاُنْسُ هُوَالْفَرَحُ بِمَا حَصَلَ مَعَ حِفْظِ الْحُدُوْدِ.
وَقَالَ تَعَالٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ
مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبُّكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَآءِ بَعْدَ الْقَضَآءِ
وَاَسْئَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ
النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآءِكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ
الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ
وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَالسَّكِيْنَةُ اَيِ الْاِرْتِيَاحُ
هُوَالْاُنْسُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ
اللّٰهِ. وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. وَلَوْيَرَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا اِذْيَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعَذَابِ.

خطبه

اخلاص وصدق کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ. وَنُؤْمِنُ بِهٖ اِيْمَانَ الْمُوْقِنِيْنَ. وَنُقِرُّبِوَحْدَا نِيَّتِهٖ اِقْرَارَ الصَّادِقِيْنَ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. وَمُكَلِّفُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ. اَنْ يَّعْبُدُوْهُ عِبَادَةَ الْمُخْلِصِيْنَ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ. وَعَلٰٓى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ. وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ انْكَشَفَ لِاَرْبَابِ الْقُلُوْبِ بِبَصِيْرَةِ الْاِيْمَانِ. وَاَنْوَارِ الْقُرْاٰنِ. اَنْ لَّاوُصُوْلَ اِلَى السَّعَادَةِ اِلَّابِالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ فَالنَّاسُ كُلُّهُمْ هَلْكٰىٓ اِلَّاالْعٰلِمُوْنَ. وَالْعَالِمُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰى اِلَّاالْعَامِلُوْنَ. وَالْعَالِمُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰى اِلَّاالْمُخْلِصُوْنَ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى خَطَرٍعَظِيْمٍ. فَالْعَمَلُ بِغَيْرِنِيَّةٍ عَنَآءٌ. وَالنِّيَّةُ بِغَيْرِ

اِخْلاَص رِّيَآءٌ. وَهُوَ لِلنِّفَاقِ كِفَآءٌ. وَمَعَ الْعِصْيَانِ سَوَآءٌ وَالْاِخْلَاصُ مِنْ غَيْرِ صِدْقٍ وَّتَحْقِيْقٍ هَبَآءٌ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ عَمَلٍ كَانَ بِاِرَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ مَشُوْبًا مَّغْمُوْرًا. وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذٍ اَخْلِصْ دِيْنَكَ يَكْفِيْكَ الْعَمَلُ الْقَلِيْلُ. وَنَادٰى رَجُلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ الْاِخْلَاصُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّانَوٰى. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّهُوَا يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّاوَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَكْرٍ يَّوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَآ اَعُوْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ.

خطبہ

مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْقَآئِمِ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ. اَلرَّقِیْبِ عَلٰی کُلِّ جَارِحَۃٍ بِمَا اجْتَرَحَتْ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ الْاَنْبِیَآءِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ سَادَۃِ الْاَصْفِیَآءِ. وَعَلٰٓی اَصْحَابِہٖ قَادَۃِ الْاَتْقِیَآءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَحَی النَّجَاۃِ تَدُوْرُ عَلَی الْاَعْمَالِ . وَلَا یُعْتَدُّ بِالْاَعْمَالِ. اِلَّا بِالْمُوَاظَبَۃِ عَلَیْھَا وَعَلٰی حُقُوْقِھَا وَھُوَ الْمُرَابَطَۃُ. وَلَایَتِمُّ ھٰذِہِ الْمُوَاظَبَۃُ وَالْمُرَابَطَۃُ اِلَّا بِاِلْزَامِ النَّفْسِ الْاَعْمَالَ اَوَّلاً وَّھُوَالْمُشَارَطَۃُ. ثُمَّ مُلَاحَظَۃُ ھٰذِہِ الْمُشَارَطَۃِ کُلَّ وَقْتٍ ثَانِیًا وَّھُوَ الْمُرَاقَبَۃُ. ثُمَّ الْاِحْتِسَابُ عَلَی النَّفْسِ فِیْ وَقْتٍ خَآصٍ اَنَّھَا وَفَتِ الشَّرْطَ اَمْ لَاثَالِثًا وَّھُوَالْمُحَاسَبَۃُ. ثُمَّ عِلَاجُھَا بِمَشَقَّۃٍ

تُصْلِحُهَا اِذَا لَمْ تَفِ بِالشَّرْطِ رَابِعًا وَّهُوَ الْمُعَاقَبَةُ. ثُمَّ تَأْدِيْبُهَا بِفُنُوْنٍ مِّنَ الْوَظَآئِفِ الثَّقِيْلَةِ جَبْرًا لِمَا فَاتَ مِنْهَآ اِذَا رَاٰهَا تَوَانَتْ خَامِسًا وَّهُوَ الْمُجَاهَدَةُ. ثُمَّ تَوْبِيْخُهَا وَالْعَذْلُ عَلَيْهَا اِذَا اسْتَعْصَتْ وَحَمْلُهَا عَلَى التَّلَافِيْ سَادِسًا وَّهُوَا لْمُعَاتَبَةُ. وَيَرْجِعُ الْجَمِيْعُ اِلٰى عَدَمِ اِهْمَالِهَا لَحْظَةً فَتَجْمَحَ وَتَشْرُدَ. وَالنُّصُوْصُ مَشْحُوْنَةٌ مِّنْهُ فَانْظُرْمَا يُسْرَدُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. وَقَالَ تَعَالٰى وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ. وَعَنْ اَسْلَمَ اَنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ وَهُوَا يَجْبذُ لِسَانَهٗ فَقَالَ عُمَرُمَهٗ غَفَرَاللّٰهُ لَكَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ هٰذَا اَوْرَدَنِى الْمَوَارِدَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ. وَقَالَ عُمَرُ حَاسِبُوْآاَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍط . وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.

خطبہ

تفکر کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ کَثَّرَ الْحَثَّ فِیْ کِتَابِهٖ عَلَی التَّدَبُّرِ وَالْاِعْتِبَارِ. وَالنَّظْرِ وَالْاِفْتِكَارِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ فِیْ دَارِالْقَرَارِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْیَارِ الْاَبْرَارِ. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَمَرَ بِالتَّفَكُّرِ وَالتَّدَبُّرِ فِیْ مَوَاضِعَ لَاتُحْصٰی مِنْ کِتَابِهِ الْمُبِیْنِ. وَاَثْنٰی عَلَی الْمُتَفَكِّرِیْنَ. فَقَالَ تَعَالٰی الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهِ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَقَالَ تَعَالٰی اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَقَالَ تَعَالٰی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا. وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا. وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا. وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا. وَّجَعَلْنَا

اللَّيْلِ لِبَاسًا. وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا. وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا. وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا. وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا. لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا. وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا. وَقَالَ تَعَالٰى قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ. مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ. مِنْ نُّطْفَةٍ ط خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ. ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ. ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ. ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ. كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ. فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ. اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا. ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا. فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا. وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا. وَّزَيْتُوْنًا وَنَخْلاً. وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا. وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا. مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نُزُوْلِ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاٰيَةَ وَيْلٌ لِّمَنْ قَرَاَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيْهَا. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ قَوْمًا تَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ فَاِنَّكُمْ لَمْ تَقْدِرُوْ اقَدْرَهٗ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

خطبہ

موت اور مابعد الموت کا ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی قَصَمَ بِالْمَوْتِ رِقَابَ الْجَبَابِرَةِ. وَكَسَرَبِهٖ ظُهُوْرَ الْاَكَاسِرَةِ. وَقَصَرَبِهٖ اٰمَالَ الْقَيَاصِرَةِ. وَجَعَلَ الْمَوْتَ مَخْلَصًا لِّلْاَتْقِيَآءِ. وَمَوْعِدًا فِیْ حَقِّهِمْ لِلِّقَآءِ. فَلَهُ الْاِنْعَامُ بِالنِّعَمِ الْمُتَظَاهِرَةِ. وَلَهُ الْاِنْتِقَامُ بِالنِّقَمِ الْقَاهِرَةِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ذُوالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَةِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اُولِی الْكَمَالَاتِ الْبَاهِرَةِ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا احْتُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلَآئِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَآءَ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِیْ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً عَنْکِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ وَفِيْهِ اَنَّ الْكَافِرَ اِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِیْ سَاخِطَةً

مَّسۡخُوۡطَةً عَلَيۡکِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ يَاتِيۡهِ مَلَکَانِ فَيُجۡلِسَانِهٖ فَيَقُوۡلَانِ لَهٗ مَنۡ رَّبُّکَ فَيَقُوۡلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوۡلَانِ لَهٗ مَادِيۡنُکَ فَيَقُوۡلُ دِيۡنِيَ الۡاِسۡلَامُ فَيَقُوۡلَانِ مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيۡ بُعِثَ فِيۡکُمۡ فَيَقُوۡلُ هُوَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَفِيۡهِ فَيُنَادِيۡ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنۡ صَدَقَ عَبۡدِيۡ فَافۡرُشُوۡهُ مِنَ الۡجَنَّةِ وَاَلۡبِسُوۡهُ مِنَ الۡجَنَّةِ وَافۡتَحُوۡالَهٗ بَابًا اِلَی الۡجَنَّةِ فَيُفۡتَحُ وَاَمَّا الۡکَافِرُ فَذَکَرَمَوۡتَهٗ (وَجَمِيۡعُ حَالِهٖ عَلٰی ضِدِّ ذٰلِکَ) وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعۡدَدۡتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيۡنَ مَالاَ عَيۡنٌ رَاَتۡ وَلَآاُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلۡبِ بَشَرٍ اَلۡحَدِيۡث . وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اَهۡوَنَ اَهۡلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنۡ لَّهٗ نَعۡلَانِ وَشِرَاکَانِ مِنۡ نَّارٍ يَّغۡلِيۡ مِنۡهُمَا دِمَاغُهٗ کَمَا يَغۡلِيۡ الۡمِرۡجَلُ مَايُرٰی اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنۡهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهۡوَنُهُمۡ عَذَابًا. وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّکُمۡ سَتَرَوۡنَ رَبَّکُمۡ کَمَا تَرَوۡنَ هٰذَا الۡقَمَرَ لَاتُضَآمُّوۡنَ فِيۡ رُؤۡيَتِهٖ. اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ. کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ط ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ.

خطبہ

عاشورہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِحُسْبَانٍ. وَالنَّجْمَ وَالشَّجَرَ یَسْجُدَانِ. وَفَضَّلَ زَمَانًا عَلٰی زَمَانٍ. کَمَا فَضَّلَ مَکَانًا عَلٰی مَکَانٍ. وَاِنْسَانًا عَلٰی اِنْسَانٍ. وَنَشْهَدُ اَنَّ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ هَدٰنَآ اِلَی الْخَیْرَاتِ. وَمِنْهَا صَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یَوْمِ الْحَسَنَاتِ. وَنَهَانَا عَنِ الْمُنْکَرَاتِ. وَمِنْهَا مَاابْتَدَعُوْا فِیْهِ مِنَ الْمُخْتَرَعَاتِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ اَقَامُوا الدِّیْنَ الْوَاجِبَاتِ مِنْهَا وَالْمَنْدُوْبَاتِ. وَاَبْطَلُوْا رُسُوْمَ الْجَاهِلِیَّةِ الْمُحَرَّمَاتِ مِنْهَا وَالْمَکْرُوْهَاتِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ.

لِلنَّاسِ فِيْهِ مَعْرُوْفَاتٌ وَّمُنْكَرَاتٌ ظُلُمَآءُ فَمِنَ الْاَوَّلِ اسْتِحْبَابًا نِ الصَّوْمُ فِيْهِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صُوْمُوْا عَاشُوْرَآءَ وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا قَبْلَهٗ يَوْمًا وَبَعْدَهٗ يَوْمًا. وَكَانَ عَاشُوْرَآءَ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ وَمِنَ الْاَوَّلِ اِبَاحَةً وَّبَرَكَةً نِ التَّوْسِعَةُ فِيْهِ عَلٰى عَيَالِهٖ. فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّسَّعَ عَلٰى عَيَالِهٖ فِى النَّفَقَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَآئِرَ سَنَتِهٖ وَمِنَ الثَّانِى اتِخَاذُهٗ عِيْدًا وَّمَوْسِمًا اَوِاتِّخَاذُهٗ مَاتَمًا مِّنَ الْمَرَاثِىْ وَالنِّيَاحَةِ وَالْحُزْنِ بِذِكْرِ مَصَآئِبِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاتِّخَاذِ الضَّرَآئِحِ وَالْاَعَلَامِ. وَمَايُقَارِنُهَا مِنَ الْمَلَاهِىْ وَالشِّرْكِ وَالْاٰثَامِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ. وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ.

خطبہ

ماہ صفر کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ بِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ الْاُمُوْرِ. وَھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْ ءٍ وَّالْمُتَصَرِّفُ فِیْہِ مِنَ الْخَیْرَاتِ وَالشُّرُوْرِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّورِ. وَمَحَا کُلَّ جَھْلٍ وَّدَیْجُوْرٍ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ظَھَرَ بِھِمُ الدِّیْنُ اَتَمَّ ظُھُوْرٍ. وَرَسَخَ بِھِمُ الْیَقِیْنُ فِی الصُّدُوْرِ. مَاتَعَاقَبَتِ الْاَیَّامُ وَالشُّھُوْرُ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَھْرُ صَفَرَ. یَتَشَآءَ مُ بِہٖ بَعْضُ النَّاسِ وَیَتَطَیَّرُ. کَمَا کَانَ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَعَ ھٰذَاالْاِعْتِقَادِ یَبْتَدِعُوْنَ فِیْہِ النَّسِیْ ءَ النُّکْرَ. فَاَبْطَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَوْلِہٖ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ. وَکَذٰلِکَ نَفٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّوْمَ وَالطِّيَرَةَ بِهٖ خُصُوْصًا وَّبِكُلِّ شَيْءٍ عُمُوْمًا. وَاَزَاحَ بِهٰذَا النَّفِيْ عَنَّا هُمُوْمًا وَّغُمُوْمًا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَاعَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ. اَلْحَدِيْثُ قَالَ مُحَمَّدُبْنُ رَاشِدٍ يَّتَشَآءَ مُوْنَ بِدُخُوْلِ صَفَرَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاصَفَرَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ قَالَهٗ ثَلٰثًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَّا مِنَّآ اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهٗ بِالتَّوَكُّلِ. وَعُلِمَ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ وَسْوَسَةَالطِّيَرَةِ اِذَا لَمْ يَعْتَقِدْهَا بِالْقَلْبِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمُقْتَضَاهَا بِالْجَوَارِحِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهَا بِاللِّسَانِ لَايُؤَا خَذُ عَلَيْهَا وَهٰذَا هُوَالْمُرَادُ بِالتَّوَكُّلِ. وَمَا رُوِىَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ الشُّوْمُ فِى الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ فَهُوَ عَلٰى سَبِيْلِ الْفَرْضِ لِمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِىْ شَيْءٍ فَفِى الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ط اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ.

خطبه

ربیع الاول وربیع الثانی کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى. اَلَّذِىْ بِكَمَالَاتِهٖ ظَهَرَ وَبِذَاتِهٖ اخْتَفٰى. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُصْطَفٰى. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِيْنَ وِرْدُهُمْ قَدْ صَفَا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ. الَّذِى اعْتَادَ فِيْهِ بَعْضُ النَّاسِ ذِكْرَ الْمَوْلِدِ النَّبَوِىِّ فِى الْمُحْتَفَلِ. فَنَقُوْلُ لِتَحْقِيْقِ الْمَسْئَلَةِ اَنَّهٗ ثَبَتَ بِحَدِيْثِ الشَّيْخَيْنِ. فِى الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ. وَغَيْرِهٖ مِنَ الْبَرَاهِيْنِ. وَمِنْهَا اتِّفَاقُ الْمُحَقِّقِيْنَ. اَنَّ اعْتِقَادَ غَيْرِ الْقُرْبَةِ قُرْبَةً اَوْغَيْرِ اللَّازِمِ لَازِمًا تَغْيِيْرٌ لِلدِّيْنِ. وَاَنَّ اِيْهَامَ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ يُشَابِهُ هٰذَا التَغْيِيْرَ. وَيَلْحَقُ بِهٖ فِى الْحُكْمِ لُحُوْقُ النَّظِيْرِ بِالنَّظِيْرِ. فَهٰذَا الذِّكْرُ الشَّرِيْفُ اِنْ كَانَ خَالِيًا مِّنَ التَّخْصِيْصَاتِ وَالْقُيُوْدِ. فَلَا كَلَامَ فِىْ دُخُوْلِهٖ تَحْتَ

اَلْحُدُوْدِ وَاِنْ کَانَ مُقَارِنًا لَّهَا مَعَ اِبَاحَتِهَا فَاِنِ اعْتَقَدَ کَوْنَهَا لَازِمًا اَوْ مَقْصُوْدًا کَانَ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ. وَاِنْ لَّمْ یَعْتَقِدْ کَوْنَهَا قُرْبَةً لٰکِنْ اَوْهَمَهٗ کَانَ مُشَابِهًا بِالْبِدْعَاتِ. وَیُمْنَعُ عَنْهُمَا مَنْعَ الْمُنْکَرَاتِ. بِتَفَاوُتٍ فِی الْمَنْعِ بِتَفَاوُتِ الدَّرَجَاتِ. فَمَنْ ظَنَّ بِالْفَاعِلِ هٰذَا الْاِعْتِقَادَ اَوْاِیْهَامَ الْفَسَادِ. اَدْخَلَ اعْتِیَادَهٗ فِیْ مَحْظُوْرِ الْاِلْتِزَامِ. وَمَنْ ظَنَّ بِهٖ خُلُوَّهٗ عَنْهُمَا اَدْخَلَ اعْتِیَادَهٗ فِیْ سَآئِغِ الدَّوَامِ. وَالَّذِیْ یُشَاهِدُ حَالَ الْعَوَامِ. مِنْ تَشْنِیْعِهِمْ عَلَی التَّارِکِیْنَ وَالْمَلَامَ. اَشَدَّ مِنْهُ عَلٰی تَارِکِ الْاَحْکَامِ. یُرَجِّحُ تَتَبُّعَ الْمَانِعِ بِلَاکَلَامٍ. وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ مِنَ الْخَلَفِ کَالْاِخْتِلَافِ مِنَ السَّلَفِ فِی الْعَمَلِ بِاَحَادِیْثِ اِفْرَادِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ بِالصِّیَامِ. وَنُزُوْلِ الْحَآجِّ بِالْمُحَصَّبِ لِلْمَقَامِ. وَمَاضَاهَا هُمَا مِنَ الْاَحْکَامِ. وَاَمَّآ اِذَا قَارَنَ هٰذَا الْاِحْتِفَالُ مُنْکَرَاتٍ بَیِّنَةً. فَالْفَتْوٰی بِالْمَنْعِ مُتَعَیِّنَةٌ. وَهٰذَا هُوَ الْحُکْمُ فِیْ رَسْمٍ اٰخَرَ. یُسَمّٰی بِالْحَادِیْ عَشَرَ. اَلَّذِیْ یَقَعُ فِیْ رَبِیْعِ الثَّانِیْ. وَهُوَ عُرْسُ الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ.

خطبه

رجب کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی. ثُمَّ مِنْهُ اِلَی السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْوَرٰی. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ کَشَفُوا الدُّجٰی. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ رَجَبَ الْاَصَمِّ. لَهٗ اَحْکَامٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ اَهَمُّ. فَمِنْهَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ. وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. وَمِنْهَا الصَّوْمُ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهٖ تَخْصِیْصًا وَّفِیْهِ رِوَایَاتٌ. اَلْاَوَّلُ مَارُوِیَ مَرْفُوْعًا وَّلَمْ یَصِحَّ مِنْهَا شَیْءٌ وَّغَایَتُهٗ الضُّعْفُ وَجُلُّهَا مَوْضُوْعٌ. وَالثَّانِیْ مَاعَنْ خَرَشَةَ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ

الْخَطَّابِ يَضْرِبُ اَكُفَّ الرِّجَالِ فِیْ صَوْمِ رَجَبَ حَتّٰی يَضَعُوْهَا فِی الطَّعَامِ. وَالثَّالِثُ مَاهُوَ مَوْقُوْفٌ عَلٰی اَبِی هُرَيْرَةَ مَنْ صَامَ يَوْمَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَّجَبَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ صِيَامَ سِتِّيْنَ شَهْرًا. وَهٰذَا مِثْلُ مَاوَرَدَ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی ذَكَرَ هٰذَا كُلَّهٗ فِیْ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ. وَمُقْتَضَی الثَّالِثِ الصَّوْمُ لٰكِنْ لَّابِاِعْتِقَادِ السُّنَّةِ وَثُبُوْتِهٖ عَنِ الشَّارِعِ بَلْ مِنْ حَيْثُ الْاِحْتِيَاطِ. وَمُقْتَضَی الْبَاقِيَتَيْنِ عَدَمُ الصَّوْمِ تَخْصِيْصًا صَوْنًا لِّلْاَحْكَامِ عَنِ الْاِخْتِلَاطِ. وَمِنْهَا مَا اخْتَرَعَهُ الْعَوَآمُّ اَوِالْخَوَآصُّ كَالْعَوَآمِّ مِنَ اتِّخَاذِهِمْ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مَوْسِمًا وَيَذْكُرُوْنَ فِيْهَا قِصَّةَ الْمِعْرَاجِ الشَّرِيْفِ. وَالْحُكْمُ فِيْهِ هُوَالْحُكْمُ الَّذِیْ سَبَقَ فِیْ خُطْبَةِ الْمَوْلِدِ الْمُنِيْفِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ.

خطبہ

ماہ شعبان کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ قَدَّرَالْاَرْزَاقَ وَالْاٰجَالَ. وَاَمَرَ بِذِکْرِهٖ وَطَاعَتِهٖ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَالْکَمَالِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّاٰلٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ شَعْبَانَ. اَلَّذِیْ هُوَ مُقَدِّمَةُ رَمَضَانَ. لَهٗ بَرَکَاتٌ وَفَضَآئِلُ. وَیَتَعَلَّقُ بِهٖ بَعْضُ الْمَسَآئِلِ. فَاسْمَعُوْهَا. وَعُوْهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ. لِرَمَضَانَ. وَکَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا یَحْفَظُ مِنْ غَیْرِهٖ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَایَتَقَدَّ مَنَّ اَحَدُکُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْیَوْمَیْنِ اِلَّااَنْ یَّکُوْنَ رَجُلٌ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا فَلْیَصُمْ ذٰلِکَ الْیَوْمَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ یَعْنِیْ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدِ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ. وَفِیْهَا اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ هَالِکٍ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ. وَفِیْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِیْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ اَلْحَدِیْثَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَاکَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا یَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَامِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ اَلَامُبْتَلًی فَاُعَافِیَهٗ اَلَاکَذَا اَلَاکَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ وَقَالَ صَاحِبُ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ وَمِنَ الْبِدَعِ الشَّنِیْعَةِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِیْ اَکْثَرِ بِلَادِ الْهِنْدِ مِنْ اِیْقَادِ السُّرُجِ وَضْعِهَا عَلَی الْبُیُوْتِ وَالْجُدْرَانِ وَتَفَاخُرِهُمْ بِذٰلِکَ وَاجْتِمَاعِهِمْ لِلَّهْوِ وَاللَّعِبِ بِالنَّارِ وَاِحْرَاقِ الْکِبْرِیْتِ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ وَهُوَ الظَّنُّ الْغَالِبُ اتِّخَاذًا مِّنْ رُّسُوْمِ الْهُنُوْدِ فِیْ اِیْقَادِ السُّرُجِ لِلدِّوَالِیْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ. فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ. اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ.

خطبه

رمضان شریف کی فضیلت کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَعْظَمَ عَلٰی عِبَادِهِ الْمِنَّةَ. بِمَادَفَعَ عَنْهُمْ كَيْدَالشَّيْطٰنِ وَفَنَّهٗ. وَرَدَّاَمَلَهٗ وَخَيَّبَ ظَنَّهٗ. اِذْجَعَلَ الصَّوْمَ حِصْنًا لِّاَوْلِيَآئِهٖ وَجُنَّةً. وَفَتَحَ لَهُمْ بِهٖٓ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَآئِدُ الْخَلْقِ وَمُمَهِّدُ السُّنَّةِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الْاَبْصَارِ الثَّاقِبَةِ وَالْعُقُوْلِ الْمُرَجِحَنَّةِ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ رَمَضَانُ. اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ. هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ. فَاسْتَقْبِلُوْهُ بِالشَّوْقِ وَالْهَيَمَانِ. وَاَصْغُوْٓا اِلٰى مَارَوٰى فِيْهِ سَلْمَانُ. قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْٓ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ. فَقَالَ يَآ يُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ. شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ

شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَآئِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَايُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِى اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا عَلٰى مُذْقَةِ لَبَنٍ اَوْتَمْرَةٍ اَوْشَرْبَةٍ مِّنْ مَّآءٍ وَّمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّايَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ. وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَا للّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

خطبہ

روزے کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ہَدَانَآ اِلٰی سَبِیْلِ الْھِدَایَۃِ وَالْعِرْفَان. وَجَعَلَنَا مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْقَان. نَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَلٰٓی اَنْ اَظَلَّنَا شَھْرٌ عَظِیْمٌ یُّسَمّٰی رَمَضَانَ. تَرْمَضُ فِیْہِ الذُّنُوْبُ. وَتُکْشَفُ فِیْہِ الْکُرُوْبُ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ شَھَادَۃً بِالْقَلْبِ وَاللِّسَان. وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ عَرَّفَنَا مَایُدْخِلُنَا الْجِنَانَ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖٓ اَکْمَلِ اَھْلِ الْاِیْمَان. وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ دَّخَلَ شَھْرُ رَمَضَانَ. فَخُذُوْا بَرَکَاتِہٖ بِالطَّاعَاتِ وَالتَّنَزُّہِ عَنِ الْعِصْیَان. کَمَا حَضَّنَا عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَالَا یَتَنَا ھٰی مِنَ الزَّمَانِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَا

كَانَ اَوَّلُ لَيۡلَةٍ مِّنۡ شَهۡرِ رَمۡضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيۡنُ
وَمَرَدَةُ الۡجِنِّ وَغُلِّقَتۡ اَبۡوَابُ النَّارِ فَلَمۡ يُفۡتَحۡ مِنۡهَا بَابٌ
وَّفُتِحَتۡ اَبۡوَابُ الۡجَنَّةِ فَلَمۡ يُغۡلَقۡ مِنۡهَا بَابٌ وَّيُنَادِىۡ
مُنَادٍ يَّابَاغِىَ الۡخَيۡرِ اَقۡبِلۡ وَيَابَاغِىَ الشَّرِّ اَقۡصِرۡ وَلِلّٰهِ
عُتَقَآءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيۡلَةٍ وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ كُلُّ عَمَلِ ابۡنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الۡحَسَنَةُ بِعَشۡرِ
اَمۡثَالِهَآ اِلٰى سَبۡعِ مِائَةِ ضِعۡفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوۡمَ
فَاِنَّهٗ لِىۡ وَاَنَا اَجۡزِىۡ بِهٖ يَدَعُ شَهۡوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنۡ اَجۡلِىۡ
لِلصَّآئِمِ فَرۡحَتَانِ فَرۡحَةٌ عِنۡدَ فِطۡرِهٖ وَفَرۡحَةٌ عِنۡدَلِقَآءِ رَبِّهٖ
وَلَخَلُوۡفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطۡيَبُ عِنۡدَ اللّٰهِ مِنَ الۡمِسۡكِ
وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوۡمُ صَوۡمِ اَحَدِكُمۡ فَلَا يَرۡفُثۡ
وَلَا يَصۡخَبۡ فَاِنۡ سَآبَّهٗ اَحَدٌ اَوۡقَاتَلَهٗ فَلۡيَقُلۡ اِنِّىۡ امۡرُؤٌ
صَآئِمٌ. اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ. فَالۡئٰنَ
بَاشِرُوۡهُنَّ وَابۡتَغُوۡا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَكُمۡ ط وَكُلُوۡا
وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الۡخَيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَيۡطِ
الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيۡلِ.

خطبہ

تراویح کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَلّٰی نَهَارَ رَمَضَانَ بِالصِّیَامِ. وَجَلّٰے لَیَالِیَهٗ بِالْقِیَامِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بَشَّرَهُمْ اَنَّ هٰذَا الشَّهْرَ اَوَّلُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ رَحْمَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ الْعَذَابِ الْغَرَامِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ سَادُوْهُمْ بِالْفَضْلِ التَّآمِّ. وَقَادُوْهُمْ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مِنْ وَّظَآئِفِ شَهْرِ رَمَضَانَ. قِیَامَ لَیَالِیْهِ بِالصَّلٰوةِ وَالْقُرْاٰنِ. وَالتَّخْفِیْفُ فِیْهَا وَالتَّبْعِیْضُ فِیْهِ مُسَوَّغَانِ. بِغَیْرِ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِمَا خَلَلٌ اَوْنُقْصَانٌ. کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ صِیَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهٗ

فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَامِنْ مُّصَلٍّ اِلَّا وَمَلَكٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَمَلَكٌ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاِنْ اَتَمَّهَا عَرَجَا بِهَا وَاِنْ لَّمْ يُتِمَّهَا ضَرَبَا بِهَا عَلٰى وَجْهِهٖ. وَسُئِلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً. قَالَ بَيِّنْهُ تَبْيِيْنًا وَّلاَ تَنْثُرْهُ نَثْرَ الدَّقَلِ وَلاَ تَهُذَّهٗ هٰذَا الشِّعْرِ وَلاَيَكُنْ هَمُّ اَحَدِكُمْ اٰخِرَ السُّوْرَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً. نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً. اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً.

خطبہ

شب قدر اور اعتکاف کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لَنَا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ ھِیَ خَیْرٌمِّنْ اَلْفِ شَھْرٍوَاَفْضَلُ اَفْرَادِ الزَّمَانِ. وَشَرَعَ لَنَا الْاِعْتِکَافَ فِیْ بُیُوْتِ الرَّحْمٰنِ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ اَھْلِ الْبَوَادِیْ وَالْعُمْرَانِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ سَادَاتِ اَھْلِ الْاِیْمَانِ وَالْعِرْفَانِ. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ حَانَ الْعَشْرُ الْاَخِیْرُ مِنْ رَّمَضَانَ. ھُوَ زَمَانُ الْاِعْتِکَافِ وَزَمَانُ تَحَرِّیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ لِنَیْلِ الْاَجْرِ وَالرِّضْوَانِ. وَقَدْ نَطَقَ بِفَضْلِھِمَا الْحَدِیْثُ وَالْقُرْاٰنُ. فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَاتُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ط وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَآئِمٍ اَوْقَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْزٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ مَنْ شَهِدَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظِّهٖ مِنْهَا وَكَاَنَّهٗ تَفْسِيْرٌ لِّلْمَرْفُوْعِ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ فَالَّذِىْ شَهِدَ فِيْ جَمَاعَةٍ لَّمْ يُحْرَمْ خَيْرَهَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ. وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ.

خطبہ

عیدالفطر کے احکام کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَنَا لِتَکْمِیْلِ عِدَّةِ رَمَضَانَ. وَنُکَبِّرُهٗ عَلٰی مَاهَدٰنَا لِخِلَالِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَان. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْاَمِیْنُ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اٰنَ انْقِضَآءُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَاِظْلَالُ یَوْمِ الْفِطْرِ. لَهُمَا طَاعَاتٌ وَّاَعْمَالٌ. لَاتُحْتَمَلُ الْغَفْلَةُ عَنْهَا وَالْاِمْهَالُ. مِنْهَا التَّلَافِیْ لِمَا فَرَطَ مِنَّا فِیْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ. لِئَلَّا تَرْغَمَ اُنُوْفُنَا کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَهٗ. وَمِنْهَآ اِحْیَآءُ لَیْلَةِ الْعِیْدِ فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لَّمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ. وَمِنْهَا صَدَقَةُ الْفِطْرِ فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَنِ اثْنَيْنِ صَغِيْرٍ اَوْكَبِيْرٍ حُرٍّ اَوْعَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْاُنْثٰى اَلْحَدِيْثَ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمَرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ وَّاَمَرَ بِهَآ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ وَمِنْهَا الصَّلٰوةُ وَالْخُطْبَةُ فَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَّبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ط وَلِتُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

خطبہ

زیارت حرمین کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا. وَاَکْرَمَہٗ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی نَفْسِہٖ تَشْرِیْفًا وَّتَحْصِیْنًا وَّمَنًّا. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَسَیِّدُ الْاُمَّةِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ قَادَةِ الْحَقِّ. وَسَادَةِ الْخَلْقِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ حَانَ اَشْھُرُ الْحَجِّ الَّتِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْھَا اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ط شَوَّالٌ وَّذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَجِّ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ یَمْنَعْہُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاھِرَةٌ اَوْسُلْطَانٌ جَآئِرٌ اَوْمَرَضٌ حَابِسٌ

فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَآءَ يَهُوْدِيًّا وَّاِنْ شَآءَ نَصْرَانِيًّا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ. وَاعْتَمَرَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّةِ الْحَدِيْثَ. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ وَمِنْ مُّكَمِّلَاتِ الْحَجِّ زِيَارَةُ سَيِّدِ الْقُبُوْرِ لِسَيِّدِ اَهْلِ الْقُبُوْرِ وَوَرَدَ فِيْ فَضْلِهَا السُّنَنُ اِسْنَادُ بَعْضِهَا حَسَنٌ. كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ وَاَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَمْرِيْهِمُّكُمْ. وَهُوَا اَنَّ ذَاالْقَعْدَةِ الَّتِيْ يَلِيْ شَوَّالًا لَّمَّا كَانَ مِنْ اَشْهُرُ الْحَجِّ وَوَقْتًا لِّوُ قُوْعِ عُمَرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. فَاَيُّ شَكٍّ فِيْ يُمْنِهٖ وَاَيُّ كَلَامٍ. فَمَآ اَشَدَّ شَنَاعَةَ مَنْ يَّعْتَقِدُ فِيْهَا شُوْمًا كَبَعْضِ مَنْ لَّاخُبْرَةَ لَهٗ بِالْاَحْكَامِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ.

خطبہ

ماہ ذوالحجہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ لَوْلاَ لُطْفُہٗ مَااھْتَدَیْنَا. وَلَوْلاَ فَضْلُہٗ مَا تَصَدَّقْنَا وَلاَ صَلَّیْنَا. وَلاَ صُمْنَا وَلاَ ضَحَّیْنَا. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ بِہٖ السَّکِیْنَۃُ عَلَیْنَا. عَلَیْہِ اَنْفُسَنَا وَاَھْلِیْنَا فَدَیْنَا. وَلَوْلاَہٗ مَاعَرَفْنَا الْحَقَّ وَلاَدَرَیْنَا. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الَّذِیْنَ شَھِدُوْا بَدْرًا وَّحُنَیْنًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَامُ. شُرِعَتْ لَنَا فِیْھَآ اَحْکَامٌ. وَاَعْظَمُھَا التَّضْحِیَّۃُ مِنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ. وَسَتُذْکَرُ فِیْ خُطْبَۃِ عَاشِرِ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ. وَمِنْھَا صِیَامُ الْعَشْرِ بِمَعْنَی التِّسْعِ وَالْقِیَامُ. وَکُلُّ عَمَلٍ مِّنْ شَرَآئِعِ الْاِسْلاَمِ. فَقَالَ فِیْھَا سَیِّدُ الْاَنَامِ. عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ. مَامِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ فِیْھَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ

يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ. لَاسِيَّمَا صَوْمَ عَرَفَةَ الَّتِىْ قَالَ فِيْهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهٗ وَمِنْهَا التَّكْبِيْرُ دُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ. وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَكَانَ عَلِىٌّ يُّكَبِّرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَيُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ. وَمِنْهَآ اِحْيَآءُ لَيْلَةِ الْعِيْدِ. وَمِنْهَا الصَّلٰوةُ وَالْخُطْبَةُ وَقَدْ سَبَقَا فِىْ خُطْبَةِ اٰخِرِ رَمَضَانَ. وَنُكَرِّرُ اَوَآئِلَهُمَا تَسْهِيْلاً عَلَى الْاِخْوَانِ وَهِىَ مَنْ اَحْيٰى لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ اَلْحَدِيْثَ. وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ.

خطبه

عید الفطر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّان. ذِى الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَان. ذِى الْكَرَمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْاِمْتِنَان. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ حِيْنَ شَاعَ الْكُفْرُ فِى الْبُلْدَان. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَالَمَعَ الْقَمَرَان وَتَعَاقَبَ الْمَلْوَان. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ لِّلّٰهِ عَلَيْكُمْ فِيْهِ عَوَآئِدُ الْاِحْسَان. وَرَجَآءِ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَان. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِىْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَامَلٰٓئِكَتِىْ مَاجَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰٓئِكَتِىْ عَبِيْدِىْ وَاِمَآئِىْ قَضَوْا فَرِيْضَتِىْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَكَرَمِىْ وَعُلُوِّىْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِىْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَهٰذَ الَّذِىْ ذُكِرَ فِىْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ كَانَ فَضْلُهٗ وَاَمَّا اَحْكَامُهٗ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالصَّلٰوةِ وَالْخُطْبَةِ قَدْ كَتَبْنَا هَا فِى الْخُطْبَةِ الَّتِىْ قَبْلَهٗ. نَعَمْ بَقِيَتِ الْمَسْئَلَتَانِ. فَنَذْكُرُهُمَا الْاٰنَ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْاَوَّلُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ. اَلثَّانِيَةُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ يُكْثِرُ التَّكْبِيْرَ فِىْ خُطْبَةِ الْعِيْدَيْنِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.

خطبہ

عید الاضحیٰ

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ. اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ الَّذِیۡ جَعَلَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ مَّنۡسَکًا لِّیَذۡکُرُوااسۡمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمۡ مِّنۡ بَھِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ وَعَلَّمَ التَّوۡحِیۡدَ وَاَمَرَ بِالۡاِسۡلَامِ. اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ. وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ الَّذِیۡ ھَدَانَآ اِلٰی دَارِالسَّلَامِ. اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ قَامُوۡا بِاِقَامَۃِ الۡاَحۡکَامِ. وَبَذَلُوۡٓا اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَالَھُمۡ مِّنۡ کِرَامٍ. وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡماً کَثِیۡرًا. اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ. اَمَّا بَعۡدُ فَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ یَوۡمَکُمۡ ھٰذَا یَوۡمُ عِیۡدٍ شَرَعَ لَکُمۡ مَّافِیۡہِ مَعَ اَعۡمَالٍ اُخَرَقَدۡ سَبَقَتۡ فِی الۡخُطۡبَۃِ قَبۡلَ ھٰذَا الۡعَشۡرِ ذَبۡحُ الۡاُضۡحِیَّۃِ. بِالۡاِخۡلَاصِ وَصِدۡقِ النِّیَّۃِ. وَبَیَّنَ نَبِیُّہٗ وَصَفِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

وُجُوْبَهَا وَفَضَائِلَهَا. وَدَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِهٖ مِنْ سُنَنِهٖ فِيْ كُتُبِ الْفِقْهِ مَسَائِلَهَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّامَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِّاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَلْاَضَاحِيُّ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى. وَعَنْ عَلِيٍّ مِّثْلُهٗ وَهٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَائِلِ. وَتَعَلَّمُوْا مِنَ الْعُلَمَآءِ الْمَسَائِلَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ.

خطبه

استسقاء

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ کِتٰبِهٖ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ج وَاَنْزَلْنَامِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا. لِّنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّاخَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ کَثِیْرًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ کَانَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ وَصَلُّوْا مِنَ الدِّیْنِ اِلٰی کُنْهِهٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَیٰٓاَیُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِنَّکُمْ شَکَوْتُمْ جَدْبَ دِیَارِکُمْ وَاسْتِیْخَارَ الْمَطَرِعَنْ اِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنْکُمْ وَقَدْ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَکُمْ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ لَکُمْ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَآ اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ. اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا

مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُّرِيْعًا نَّافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ غَيْرَ اٰجِلٍ. اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبِهِيْمَتَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْيِ بَلَدَکَ الْمَيِّتَ. اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْعًا غَدَقًا مُّجَلِّجَلاً عَامًّا طَبَقًا سَحًّا دَآئِمًا. اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْبَهَآئِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّاوَآءِ وَالْجَهْدِ وَالضَّنْکِ مَالَا نَشْکُوْهُ اِلَّا اِلَيْکَ. اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّلَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَآءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ. اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجُهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرٰی وَاکْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ مَالَا يَکْشِفُهٗ غَيْرُکَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ اِنَّکَ کُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا. وَحَوَّلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رِدَآءَهٗ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ فَجَعَلَ الْاَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَالْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ وَظَهْرَ الرِّدَآءِ لِبَطْنِهٖ وَبَطْنَهٗ لِظَهْرِهٖ وَاَخَذَ فِي الدُّعَآءِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَالنَّاسُ کَذٰلِکَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَهُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ.

خطبہ ثانی

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَايَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِىْ بِاُمَّتِىْ اَبُوْبَكْرٍ وَّاَشَدُّهُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَآءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِىٌّ وَّفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

وَحَمْزَةُ اَسَدُ اللّٰهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا. اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ. وَخَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. وَالسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ط يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِيْ وَلَاتَكْفُرُوْنِ.

خطبہ....نکاح

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءًط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزًا عَظِيْمًا.

دعائے عقیقہ

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ (اس جگہ بچہ کا نام لے) دَمُھَا بِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ (اور اگر لڑکی ہے تو) بِدَمِھَا اور بِلَحْمِھَا اور بِعَظْمِھَا اور بِجِلْدِھَا اور بِشَعْرِھَا کہے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ط وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ
و دیگر اکابرین

خُطباتِ جُمعہ

محمد اشرف علی تھانوی

سال بھر کے اسلامی مہینوں سے متعلق
اسی ۸۰ سے زائد مستند خطبات

محرم الحرام
صفر المظفر
ربیع الاوّل
ربیع الثانی
جمادی الاولیٰ
جمادی الثانی
رجب المرجب
شعبان المعظم
رمضان المبارک
شوال المکرّم
ذیقعدہ
ذوالحجہ

قرآن وحدیث اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں علماء... خطباء...
مبلغین حضرات کیلئے بہترین عام فہم مستند تحفہ... ہر اسلامی مہینے کے اہم
تاریخی واقعات کیساتھ... فضائل، احکام وآداب اور ترغیب وترہیب کے
دلچسپ واقعات سے مزین اسّی سے زائد اصلاحی مواعظ کا مبارک مجموعہ

مع **خطبات الاحکام لجمعات العام** (عربی)



مرتب
حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ
(خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

اِدارہ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240